سلف صالحینؒ کی عمدہ تفاسیر کا لُبِ لباب مستند معرکۃ الآرا عام فہم تفسیر جس میں ادیان باطلہ
کے اعتراضات کا شافی جواب اور اُن کا رد بھی تقابل ادیان کے لیے بھی بے نظیر تفسیر

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

جلد ۲

تفسیرِ حقّانی

مُفصل عنوانات کے اضافہ اور الفاظ کی تسہیل کے ساتھ پہلی بار

تالیف: فخر المفسرین علّامہ ابو محمد عبدالحق حقانی دھلوی رحمۃ اللہ علیہ

عنوانات تسہیل: مولانا محمد عابد قریشی صاحب متخصص فی الفقہ وفاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت

اُردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 32631861

سلف صالحین کی عمدہ تفاسیر کا لُب لباب مستند معرکۃ الآرا عام فہم تفسیر جس میں ادیان باطلہ کے
اعتراضات کا شافی جواب اور اُن کا رد بھی حوالے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے تقابل ادیان کے لیے بھی بے نظیر تفسیر

تفسیر فتح المنّان

المشہور بہ

تفسیرِ حقّانی

مُفصّل عنوانات کے اضافہ اور الفاظ کی تسہیل کے ساتھ پہلی بار

جلد دوم

سورۃ النساء تا سورۂ بنی اسرائیل

تالیف
فخر المفسرین علامہ ابو محمد عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

تسہیل و عنوانات
مولانا محمد عابد قریشی صاحب
متخصص فی الفقہ و فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 021-32213768

عنوانات وتسہیل کے جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : جولائی ۲۰۱۳ء علمی گرافکس
ضخامت : ۶۹۲ صفحات

www.darulishaat.com.pk

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہوسکے۔ جزاک اللہ

﴿........ملنے کے پتے........﴾

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم اردو بازار کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

مکتبہ معارف القرآن جامعہ دارالعلوم کراچی
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

﴿انگلینڈ میں ملنے کے پتے﴾

AZHAR ACADEMY LTD.
54-68 LITTLE ILFORD LANE
MANOR PARK, LONDON E12 5QA

ISLAMIC BOOKS CENTRE
119-121, HALLI WELL ROAD
BOLTON BL 3NE, U.K.

﴿امریکہ میں ملنے کے پتے﴾

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

فہرست مضامین
تفسیر حقانی جلد دوم

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
سورہ النساء	۲۱	زنا وغیرہ کے احکامات	۳۶
وجہ تسمیۂ سورۃ	۲۱	زنا اور لواطت وغیرہ کی سزا	۳۷
رب تعالیٰ نے انسان کو نفسِ واحد سے پیدا کیا	۲۲	توبہ کے اوصاف	۳۷
نفس واحد سے تخلیق کا سبب	۲۲	توبہ کس کی مقبول نہیں	۳۸
یتیموں کے اموال وغیرہ کی حفاظت سے متعلق تین احکام	۲۳	عورتوں سے متعلق چند احکامات	۳۸
یتیم کی تعریف وتفسیر	۲۳	عورت کوئی مال نہیں	۳۸
یتیم سے نکاح کے متعلق حکم خداوندی	۲۴	عورتوں سے مہر واپس لینے کی ممانعت	۳۹
عدل اور انصاف اور مساوات کی تاکید	۲۴	آباؤ اجداد کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت	۴۰
بیک وقت چار شادیوں کی اجازت اور زائد کی ممانعت	۲۴	لفظ نکاح کی بحث	۴۰
چار شادیوں کی اجازت کی حکمت	۲۵	محرمات ابدیہ	۴۱
آنحضرت ﷺ کے متعلق نکاح کی مصلحتیں	۲۶	زنا سے جو لڑکی پیدا ہو، اس کے متعلق بحث	۴۱
ادائیگی مہر کا حکم	۲۶	علت رضاع	۴۱
یتیموں کی پرورش وغیرہ کے احکامات	۲۷	جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ	
مال یتیم سے تجارت وغیرہ کے اصول	۲۷	سے بھی حرام ہیں	۴۱
شانِ نزول آیات	۲۹	ساس وغیرہ سے نکاح کا حکم	۴۱
تقسیم میراث کے وقت غریب رشتہ داروں سے حسنِ		صرف نکاح سے حرمت ثابت ہوجاتی ہے؟	۴۲
سلوک	۲۹	[illegible]	
میراث میں اولاد کے حصے	۳۱	سوتیلی بیٹی سے نکاح کا حکم	
مسائل وراثت اور اقسام نسب	۳۲	بہو وغیرہ سے نکاح کا حکم	۴۳
ماں باپ کے لئے میراث کا حکم	۳۲	دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت	
والدین میت کے تین حال ہیں	۳۳	پارہ (۵) وَالْمُحْصَنٰتُ	۴۴
میراث کی تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے	[illegible]	محصن کی تعریف وتفسیر	۴۴
بعد		مہر مقرر ہونے کی بحث	۴۵

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
متعہ کی بحث		فوائد: غسلِ جنابت فرض ہے	۶۰
دوسری بحث، محرمات ابدیہ	۴۶	چار اشخاص کے لئے تیمم کا حکم	۶۰
طبعی قباحت		تیمم کا طریقہ	۶۱
تمدنی قباحت		شانِ نزول آیت تیمم	۶۱
روحانی قباحت		یہود کے تمسخر کا ردّ و بطلان	۶۲
لونڈی سے نکاح کے احکام	۴۷	یہود کی چند عادات بد کا تذکرہ	۶۳
لونڈیوں کو مہر دینے کا حکم	۴۸	تحریف کی بحث	۶۳
شادی شدہ لونڈی کے لئے زنا کی سزاء	۴۸	یہود کا آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ رویہ	۶۴
صبر لونڈیوں سے نکاح کرنے سے بہتر ہے	۴۹	یہودیوں کو انذار	۶۵
دغا و فریب کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی ممانعت	۵۰	اہل توبہ کے لئے مغفرت کا اعلان	۶۶
قتل کی ممانعت	۵۱	یہودیوں کا اترانا اور نازاں ہونا	۶۷
خودکشی کی ممانعت	۵۱	اہل کتاب کا خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا	۶۷
ایک دوسرے کے رتبہ میں حرص کرنے کی ممانعت	۵۲	خودستائی اور حسد و بخل کی برائی	۶۷
شانِ نزول	۵۳	اہل کفر نارِ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلتے رہیں گے	۶۸
مردوں کی فضیلت اور اس کی حکمت	۵۴	اہل جنت کے لئے عمدہ باغات کی بشارت	۶۹
مرد کو عورت پر دو قسم کی فضیلتیں ہیں	۵۴	جنت کے درختوں کا سایہ	۶۹
مرد کی فضیلت عرضی	۵۴	امانت اور انصاف کے حکم	۶۹
شانِ نزول	۵۴	شانِ نزول آیت	۷۰
خواتین کو فرمانبرداری اور نیک روی کی ترغیب	۵۴	حقوق کی تین قسم ہیں	۷۰
گھریلو جھگڑے میں منصف بنانے کا حکم	۵۵	مخلوقات کے حقوق	۷۰
انسان کی فضیلت اخروی	۵۶	اپنے نفس کے حقوق	۷۰
انسان کی اصلی فضیلت کا دو چیز کی تکمیل پر دار و مدار ہے	۵۷	قرآن و سنت کو دستور العمل بنانے کا حکم	۷۰
حقوق العباد سے متعلق دس احکامات	۵۷	اولی الامر کی بحث	۷۱
قیامت پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا	۵۸	تقلید کی بحث	۷۲
بحالت نشہ نماز پڑھنے کی ممانعت	۵۹	ائمہ اربعہ کی تقلید پر انحصار کیوں؟	۷۳
شانِ نزول	۶۰	منافقین کا شر پسند و بدطینت لوگوں کو منصف بنانا	۷۴
بحالت نشہ مسجد میں جانے کی ممانعت	۶۰	اہل اسلام کے لئے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم	

عنوانات	صفحہ
انعام	۷۶
شانِ نزول آیت	۷۷
نیک لوگوں کے بترتیب چار مرتبہ ہیں	۷۷
اہلِ اسلام کو دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانے کا حکم	۷۸
جہاد کے حوالہ سے منافقین کا رویہ	۷۸
مکہ سے ہجرت	۷۹
مجاہدین کے فضائل	۸۰
جہاد کی ترغیب	۸۱
فرضیت جہاد بعض لوگوں کا تردد	۸۱
موت یقینی ہے	۸۲
ہر بھلائی و برائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے	۸۳
رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے	۸۴
منافقین کی کج روی	۸۴
اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کارساز ہیں	۸۴
منافقین در پردہ بہت کچھ مکر و فریب کرتے تھے	۸۵
قتال فی سبیل اللہ کا حکم	۸۶
اخلاق حمیدہ کی تعلیم و تلقین	۸۸
سلام کرنے کے آداب	۸۸
منافقین سے متعلق اہلِ اسلام کو ہدایات	۸۹
منافقین سے دوستی ضرور نقصان کا باعث ہے	۹۰
منافقین سے قتال کا حکم	۹۰
کفار سے معاہدہ کی بابت حکم	۹۰
معاہد قومیں کون سی تھیں؟ اور ان سے قتال کا کیا حکم ہے؟	۹۰
حقیقت ہجرت	۹۱
کیا ہندوستان دار الحرب ہے	۹۱
قتل خطاء کا بیان	۹۲
شانِ نزول	۹۲

عنوانات	صفحہ
قتل خطاء کی سزا	۹۳
قتل عمد کی سزا	۹۳
ابحاث احکامِ دیت و قتل خطاء	۹۴
اقسام دیت	۹۴
قتل و قتال میں احتیاط کا حکم	۹۵
جہاد میں جو اسلام ظاہر نہ کرے قتل نہ کیا جائے	۹۵
مجاہدین کو خانہ نشینوں پر درجہ فضیلت ہے	۹۶
ارواح و ملائکہ کے مابین سوال و جواب	۹۸
صلوٰۃ قصر صلوٰۃ خوف کا بیان	۹۹
صلوٰۃ الخوف	۱۰۱
طریقہ صلوٰۃِ خوف	۱۰۱
مسلح نماز پڑھنے کا حکم	۱۰۲
فیصلہ قرآن کے موافق کی جائے	۱۰۳
سبب نزول	۱۰۳
خیانت کاروں کی حمایت و سفارش	۱۰۴
آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل	۱۰۶
خیر کی تین قسمیں	۱۰۶
شرک کی بغیر توبہ معافی نہیں	۱۰۸
مشرکین دو قسم کے لوگ ہیں	۱۰۸
مشرکین کا دوسرا گروہ	۱۰۸
حرص اور لمبی اُمیدیں	۱۰۸
تخلیق خداوندی میں تغیر و تبدل	۱۰۹
خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنانے والے خسارے میں ہیں	۱۰۹
جو گناہ کرے گا	۱۱۰
دین اسلام کے برحق ہونے پر دو دلیلیں	۱۱۱
عورتوں اور یتیموں کے حقوق	۱۱۲

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
میاں بیوی کے درمیان صلح بہتر ہے	۱۱۳	یہود کی چند سرکشیاں	۱۳۲
بیویوں کے مابین حقوق میں مساوات اور برابری	۱۱۴	ہنود کا سود اور رشوت لینا	۱۳۲
رب تعالیٰ کے واسع ہونے کی دلیل	۱۱۵	یہود پر پاکیزہ چیزیں کیوں حرام کی گئیں؟	۱۳۳
خدا تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کوئی قوم سرسبز نہیں رہی ہے	۱۱۶	وحی کی اہمیت وعظمت اور نبی ﷺ کی نبوت کائنات	۱۳۳
قانونِ شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کے لئے تین باتیں	۱۱۶	قرآن کی عظمت وشہادت	۱۳۶
شریعت پر چلنے کی ہموار راہ	۱۱۷	ازلی گمراہو کا اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جانا	۱۳۶
تین چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید	۱۱۷	نبی علیہ السلام تمام انسانوں کے نبی ہیں	۱۳۶
ایمان پر ثابت قدمی کا حکم	۱۱۹	دین میں غلو کی ممانعت	۱۳۷
عزت خدا کے ہاتھ میں ہے	۱۱۹	حضرت مسیح کے چند اوصاف اور ابطال تثلیث	۱۳۸
اسلام کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ مجلس میں نہ بیٹھا جائے		کلمۂ خدا تعالیٰ کی تحقیق وتفسیر	۱۳۸
	۱۲۰	روح کے معانی وتفسیر	۱۳۹
منافقین کی علامات	۱۲۱	نصاریٰ کو تثلیث سے باز آنے کا حکم	۱۳۹
نماز میں سستی پسندیدہ نہیں	۱۲۲	رب تعالیٰ کو بیٹے کی ضرورت نہیں	۱۴۰
ریاکاری کی ممانعت	۱۲۲	الوہیت مسیح کا ابطال	۱۴۰
اہل کفر سے دوستی کی ممانعت	۱۲۲	برہان ربی کا نزول	۱۴۱
توبہ پر معافی کا وعدہ چند شرائط کے ساتھ	۱۲۳	کلالہ کی تعریف وتفسیر	۱۴۲
پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ	۱۲۴	سورۂ مائدہ	۱۴۴
خدا تعالیٰ کو برائی کا اظہار وافشاء پسند نہیں	۱۲۴	چند احکامات	۱۴۵
یہود یقینی طور پر کافر ہیں	۱۲۵	پہلا حکم: ایفائے عہد	۱۴۵
اہل کتاب کا گستاخانہ مطالبہ	۱۲۶	دوسرا حکم: چند چیزوں کا حلال ہونا	۱۴۵
یہود کی جہالتیں اور ان کی سزائیں	۱۲۸	جانوروں کے حلال ہونے کی وجہ اور ہنود کا جواب	۱۴۵
یہود کے دلوں پر مہر کردی گئی ہے	۱۲۸	حرم شریف کی تعظیم وادب	۱۴۷
یہود کا حضرت مریم پر بہتان لگانا	۱۲۹	شان نزول	۱۴۷
حضرت عیسیٰ کے پھانسی سے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ درست نہیں		شعائر اللہ کی تعظیم	۱۴۷
	۱۲۹	اشہر حرم کی تعظیم	۱۴۸
مذکورہ قول پر دو شبہے	۱۳۰	قلادہ ڈالی گئی ہدی سے تعرض نہ کیا جائے	۱۴۹
یہود کے لیے چند سزائیں	۱۳۲	حج وعمرہ کے لئے آنے والوں کو پریشان کیا جائے	۱۴۹

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بغضی وتعدی کی ممانعت اور تعاون علی البر کا حکم	۱۴۹	بنی اسرائیل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا عہد	۱۶۸
حرام اشیاء کا بیان	۱۵۰	عقیدۂ تثلیث والوہیت مسیح کے بطلان پر تین دلیلیں	۱۶۹
میتہ کی بحث۔ چوپایہ	۱۵۰	یہود و نصاریٰ کا ابناء اللہ ہونے کا دعویٰ	۱۷۰
شکار میں جانور مارے جانے کی بابت	۱۵۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب اور ان کا جواب	۱۷۲
محرمات کی تقسیم	۱۵۳	حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل وہابیل کا قصہ	۱۷۴
مضطر کے لیے خصوصی حکم	۱۵۴	سب سے پہلی تدفین	۱۷۵
پاک اور ستھری چیزیں حلال ہیں	۱۵۵	بدامنی پھیلانے والوں کی سزا	۱۷۶
شکاری کتوں کے شکار کا ذکر	۱۵۵	حد توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے	۱۷۷
باز، شکرہ وغیرہ کے شکار کا حکم	۱۵۵	وسیلۂ الٰہی کو اختیار کرنے کی ترغیب	۱۷۷
شان نزول	۱۵۶	احکام الٰہی کی دو قسمیں	۱۷۷
بوقت شکار بسم اللہ پڑھنا	۱۵۶	چور کی سزا کا بیان	۱۷۹
اہل کتاب کا کھانا حلال ہے؟	۱۵۶	کس قدر مال چرانے پر حد لازم آتی ہے	۱۷۹
طعام اہل کتاب کی بحث	۱۵۶	منافقین کی دو خصلتیں	۱۸۲
اہل کتاب عورتوں سے نکاح کا شرعی حکم	۱۵۷	یہود کے دو وصف بدیہ ہیں	۱۸۲
نماز کے لیے وضو کا حکم	۱۵۸	یہود کا تورات پر بھی ایمان ویقین نہیں	۱۸۳
وضوء کا اول فرض	۱۵۹	تورات کے چند اوصاف	۱۸۳
وضوء کا دوسرا فرض	۱۶۰	احبار کی تعریف وتفسیر	۱۸۴
وضوء کا تیسرا فرض	۱۶۰	غیر مذہب والوں کی نوکری کے متعلق	۱۸۴
وضوء کا چوتھا فرض	۱۶۰	توریت کے گم ہونے پر بحث	۱۸۵
غسل اور تیمم کا بیان	۱۶۲	تورات کے چند احکام کا ذکر	۱۸۸
وہ اسباب جن سے احکام پر ثابت قدمی ہوتی ہے	۱۶۳	مظلوم کے معاف کرنے پر انتقام کا حاکم وقت بھی مجاز	
اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت	۱۶۳	ہے یا نہیں؟	۱۸۹
عہد و پیمان اور قول و قرار	۱۶۴	انجیل سے متعلق بحث	۱۸۹
خدا تعالیٰ کی اطاعت پر ابھارنے والے اسباب	۱۶۴	قران کا مہیمن ہونا	۱۹۱
اہل اسلام کا ظالمین کی دست اندازی سے محفوظ ہونا	۱۶۵	یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت	۱۹۲
اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا تھا	۱۶۶	شان نزول	۱۹۲
بنی اسرائیل کے بارہ سردار	۱۶۶	منافقین کی گفتگو کا ذکر	۱۹۲

عنوانات	صفحہ
اہل ارتداد کے حالات	۱۹۳
مرتدین کے گیارہ گروہ	۱۹۴
اہل اسلام کے چند اوصاف	۱۹۴
خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ثبوت	۱۹۵
اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ولایت وحمایت میں رہنے کی ترغیب	۱۹۵
اہل ایمان کے چند اوصاف	۱۹۵
یہود ونصاریٰ کا اسلامی عبادت پر ٹھٹھا کرنا	۱۹۶
شیطان کی پوجا کرنے والوں کا انجام	۱۹۷
یہودی علماء کو سرزنش	۱۹۸
رب تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کی گستاخی	۱۹۸
نعوذ باللہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہے	۱۹۸
اہل کتاب کی فتنہ پروری	۱۹۸
آسمانی احکام پر عمل نہ کرنے کے سبب برکتوں کے دروازے کا بند ہونا	۱۹۹
آنحضرت ﷺ کو بلاخوف وخطر تبلیغ کرنے کا حکم	۲۰۰
فلاح وکامیابی کا دائمی معیار	۲۰۱
یہودیوں کی قدیم سرکشی	۲۰۲
ایک عقیدۂ فاسدہ اور اس پر کلام	۲۰۳
ابطال عقیدۂ تثلیث	۲۰۴
ابطال الوہیت مسیح علیہ السلام	۲۰۴
معبودانِ باطلہ کے ابطال پر ایک اہم دلیل	۲۰۵
بنی اسرائیل کے سرکشوں پر داؤد علیہ السلام کی زبان سے لعنت	۲۰۵
یہود کے احوال	۲۰۶
پارہ (۷) وَإِذَا سَمِعُوا	۲۰۷
عیسائی یہود ومشرکین سے بہتر ہیں؟	۲۰۷
معرکہ حرب الصلیب	۲۰۸
وحلال کو حرام نہ کیا جائے	۲۱۰
قسم کا بیان	۲۱۰
شراب اور جوئے وغیرہ کی ممانعت	۲۱۱
شراب کی حرمت	۲۱۱
حالت احرام وحرم میں شکار کی ممانعت	۲۱۲
حالت احرام وحرم میں دریائی شکار کی اجازت	۲۱۴
بری وبحری جانوروں میں فرق	۲۱۵
غیر کا شکار کیا ہوا محرم کے لئے حلال ہے؟	۲۱۵
بلاضرورت سوالات کی ممانعت	۲۱۶
جاہلیت کے بعض رسوم شعائر کا ردو بطلان	۲۱۸
مال وغیرہ کی حفاظت سے متعلق ایک نصیحت	۲۱۹
کافر کو گواہ بنانا درست ہے؟	۲۱۹
قیامت وانبیاء علیہم السلام کے احوال	۲۲۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال	۲۲۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسانات ربانی	۲۲۲
شفاء دینا اور مردہ کو کھڑا کر دینا	۲۲۲
حواریین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام	۲۲۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بروزِ قیامت کلام	۲۲۵
سورۂ انعام	۲۲۶
سورۂ انعام کا نزول	۲۲۷
مشرکین مکہ کے قرآن پر شبہات	۲۲۸
سیاست کر کے دیکھا جائے کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا	۲۲۹
نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے	۲۳۰
صفات الوہیت کے اصول	۲۳۱
حق کو جھٹلانے والے اور تکذیب کرنے والے ہی ظالم ہیں	۲۳۳

عنوانات	صفحہ
روزِ محشر مشرکین کے احوال و معاملات	۲۳۳
منکرین قیامت کے لیے مذمت	۲۳۴
آیت کا شانِ نزول	۲۳۵
منکرین نبوت کے شبہات کی چوتھی قسم	۲۳۷
سابقہ امتوں کا انجام	۲۳۸
کان ، ناک اور دل آلات تدبیر اور رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں	۲۴۰
انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد	۲۴۰
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انذار کا حکم	۲۴۱
توبہ و اعمال صالحہ سے گناہوں کی معافی	۲۴۲
آیت کا نزول و سبب نزول	۲۴۲
اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے پوجنے کی ممانعت	۲۴۴
بت پرستوں کا عذاب الٰہی کا مطالبہ	۲۴۴
مفاتیح الغیب کی تفسیر و معنی	۲۴۴
رب تعالیٰ کا قبضہ و اقتدار اور نگہبانی	۲۴۵
کمالاتِ قدرت و رحمت پر دلائل	۲۴۷
حالتِ حضر سے قربت و یکتائی پر دلیل	۲۴۷
اتفاق و اتحاد نعمت اور برکت کا سبب ہے	۲۴۷
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدایت قبول کروانا لازم نہیں	۲۴۹
ارکان اسلام کے ساتھ تمسخر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت	۲۴۹
اہل کفر کے شان و شوکت اور تجمل سے متاثر ہونے کی ممانعت	۲۴۹
اہل کفر کا انجام	۲۴۹
اہل کفر کے دو برے وصف	۲۵۰
اہل کفر اور ان کی بت پرستی کا رد	۲۵۱
اللہ تبارک و تعالیٰ کی عظمت و چند اوصاف	۲۵۲

عنوانات	صفحہ
واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۵۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نجوم سے توحید پر استدلال	۲۵۴
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دلائل قاہرہ کا دیا جانا	۲۵۵
عصمت انبیاء علیہم السلام	۲۵۶
سیاست تین قسم پر ہے	۲۵۶
آل ابراہیم کے مختصر احوال	۲۵۶
اہل کفر کا نزول وحی سے انکار اور اس کا رد	۲۵۸
تورات کے وجود سے استدلال	۲۵۸
نزولِ قرآن اور سابقہ کتابوں کی تصدیق	۲۵۹
تفسیر اُم القریٰ	۲۵۹
رب تعالیٰ پر افترا ، پردازی اور جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا ظلم ہے	۲۶۰
وجود و صفات باری تعالیٰ پر چند دلچسپ دلائل	۲۶۲
زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرنا	۲۶۲
رات سے صبح کا نکالنا	۲۶۲
ستاروں کو نور دے کر دریا اور جنگل کے سفر کا وسیلہ بنانا	۲۶۲
مینہ (بارش) سے زمین پر عمدہ باغ پیدا کرنا	۲۶۳
فرشتوں، جنات اور ارواح وغیرہ کو معبود تسلیم کرنے والوں کا رد	۲۶۳
مشرکین کی نادانی پر تنبیہ	۲۶۵
مشرکین کا قرآن مجید کے تدریجاً نازل ہونے پر شبہ اور اس کا جواب	۲۶۵
جاہلوں سے کنارہ کشی کا حکم	۲۶۵
معبودانِ باطلہ کو برا کہنے کی ممانعت اور اس کی مصلحت	۲۶۶
فرمائشی معجزات کے عدم ظہور پر اعتراض و جواب	۲۶۷
پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا	۲۶۸
شیاطین کی پُرفریب باتیں	۲۶۸

عنوانات	صفحہ
ذبیحہ کی حلت و مردار کی حرمت	۲۷۱
تسمیہ کا حکم	۲۷۲
قابلِ اتباع نبی ﷺ ہیں کفار و مشرکین نہیں	۲۷۳
اسلام سلامتی اور امن کی طرف رہنمائی کرتا ہے	۲۷۵
اطاعت شیاطین کا انجام اور کفار کا اقرارِ کفر	۲۷۵
رسول صرف انسانوں ہی میں سے مبعوث ہوئے ہیں	۲۷۵
پیغمبر اور رسول مبعوث کرنے کی وجہ	۲۷۶
ظالموں کو فلاح نہ ہوگی	۲۷۷
کفار عرب کی چند حماقتیں	۲۷۷
فرضی معبودوں سے اولاد کا سوال	۲۷۸
مشرکین کے جاہلانہ عقائد	۲۸۰
پھلوں اور غلوں کے احکام	۲۸۰
اشیاء کی تحلیل و تحریم اللہ تعالیٰ کا کام ہے	۲۸۲
حرام جانور اور ان کے گوشت وغیرہ کا حکم	۲۸۲
حرام اشیاء کا بیان	۲۸۲
مشرکین کا باطل استدلال	۲۸۴
کفار و مشرکین کو مہلت دینے میں حکمتِ خداوندی	۲۸۴
چند حرام اُمور کا بیان	۲۸۶
شرک نہ کرو	۲۸۶
والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے	۲۸۶
قتلِ اولاد کی ممانعت	۲۸۶
بے حیائی، بدعہدی، قتل خیانت وغیرہ کی ممانعت	۲۸۶
پچھلی شریعتوں میں بھی یہی احکام تھے	۲۸۷
قرآن کا نزول اور اس کے اتباع کا حکم	۲۸۸
نزع کے وقت ایمان معتبر نہیں	۲۸۹
دین میں فرقہ بندی کی مذمت	۲۸۹
ہر شخص اپنے اقوال و افعال کا جواب دہ ہے	۲۹۰
انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب خلیفہ ہے	۲۹۱
سورہ اعراف	۲۹۲
سورۂ اعراف کے نزول سے نفوسِ بشریہ کو حرکت دینا ہے	۲۹۲
عالمِ آخرت میں باز پرس	۲۹۴
بروزِ قیامت ترازوئے عمل کا قیام	۲۹۴
اللہ تبارک و تعالیٰ کا روزیاں مقرر فرما کر احسان فرمانا	۲۹۵
حضرت آدم علیہ السلام و اولادِ آدم پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا احسان	۲۹۷
جنت کے لباس کا اُترنا	۲۹۸
فساق و فجار کے خصائل بد کا تذکرہ	۲۹۹
لباس اور ستر پوشی کا حکم	۲۹۹
دنیا کی نعمتیں مؤمنین کے لیے ہیں	۳۰۰
زینت کی تفسیر	۳۰۰
گناہ کی قسمیں	۳۰۱
ہر ایک قوم کا وقت معین ہے	۳۰۲
انبیاء کو جھٹلانے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	۳۰۳
آخرت میں اہلِ سعادت کے احوال	۳۰۴
اہلِ جنت و اہلِ جہنم کی باہم گفتگو	۳۰۷
اعراف و اہلِ اعراف کی بحث	۳۰۷
عالمِ آخرت میں کفار کا پچھتاوا	۳۰۹
اللہ تعالیٰ کے وجود اور قبضۂ قدرت پر دلائل	۳۱۰
زمین و آسمان کی تخلیق	۳۱۱
استویٰ علی العرش کی تفسیر	۳۱۱
عالمِ وجود کی دو قسمیں	۳۱۱
حشر بالاجساد کا اثبات	۳۱۲
انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے بیان کرنے کی وجہ اور فوائد	۳۱۳
حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ	۳۱۴
قوم عاد کا تذکرہ	۳۱۵

عنوانات	صفحہ
قوم ثمود و حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ	۳۱۸
فوائد: اُونٹنی کس وجہ سے معجزہ تھی	۳۱۸
اونٹنی کی کونچیں کاٹی گئیں	۳۱۹
رجفہ اور صیحہ کی تحقیق	۳۱۹
حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ	۳۲۱
حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی تذکرہ	۳۲۲
پارہ (۹) قَالَ الْمَلَاُ	۳۲۴
حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکی اور اسلام سے رجوع کی دعوت	۳۲۴
اہلِ مدین کی گرفت	۳۲۵
انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کی آزمائش	۳۲۷
اہلِ اطاعت پر آسمانوں و زمین کی برکتوں کا نزول	۳۲۸
اس عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے دو سبب ہیں	۳۲۸
گذشتہ اقوام کے واقعات سے عبرت و نصیحت	۳۲۹
قصہ موسیٰ و فرعون	۳۳۰
پانچ اہم ادوار	۳۳۱
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش و پرورش	۳۳۳
فرعون کا شہر اور محل	۳۳۵
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کی طرف بعثت	۳۳۶
مُعجزاتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام	۳۳۰
بنی اسرائیل کا ایک جاہلانہ مطالبہ	۳۳۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور پر چالیس روزہ عبادت	۳۳۹
دیدارِ الٰہی کا شوق	۳۳۹
اہل سنت و معتزلہ کا خلاف دیدارِ الٰہی میں	۳۳۹
خدا تعالیٰ کیوں کر کلام کرتا ہے	۳۴۰
الالواح کی کیفیت	۳۴۰
اللہ تعالیٰ کے ہادی انبیاء علیہم السلام اور علماءؒ سے بھی سرکشی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں	۳۴۲
سونے کا بچھڑا	۳۴۳
بچھڑا کس نے بنایا	۳۴۳
بنی اسرائیل کی توبہ	۳۴۴
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستر سرداروں سمیت کوہِ طور پر سفر	۳۴۶
وہ احکامِ الٰہی جو بندوں کی سعادت کا ذریعہ ہیں	۳۴۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کی نو صفات کا تذکرہ	۳۴۸
آنحضرت ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے	۳۴۹
معجزات کی دو قسمیں	۳۵۰
بنی اسرائیل کے قبائل اور ان پر رب تعالیٰ کی عنایات	۳۵۱
بنی اسرائیل کے لیے چشموں کا جاری ہونا	۳۵۱
بنی اسرائیل کو شہر اریحا میں عاجزی سے داخل ہونے کا حکم	۳۵۲
یہود کا سبت کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اور رب تعالیٰ کی پکڑ	۳۵۳
یہود کی دائمی محکومی	۳۵۵
عہد الست کی تحقیق	۳۵۶
اہل سُنّت	۳۵۷
عہد الٰہی کو توڑنے والوں کا حال	۳۵۹
بلعم بن بعوراء کا عبرتناک انجام	۳۵۹
گمراہ کرنے کے معنی	۳۶۰
مکذبین کے لئے ڈھیل	۳۶۲
کفار کے شبہات کے جوابات	۳۶۲
قیامت کا علم صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہے	۳۶۳
دوسرا شبہ	۳۶۵
پیدائش حوا کی	۳۶۵
عورت کو پیدا کرنے کی غرض و غایت	۳۶۶
حضرت حوا کے ہاں ولادت کا قصہ	۳۶۶

عنوانات	صفحہ
بتوں کی پوجا خلافِ عقل ہے	۳۶۸
مشرکین کے بتوں سے متعلق اوہام وخیالات	۳۶۸
آنحضرت ﷺ کو عفو ودرگزر کا حکم	۳۶۹
اہلِ سرکش کا اپنی خواہش وچاہت کے مطابق معجزات طلب کرنا	۳۷۰
قرآن مجید کی مدح میں تین لفظ	۳۷۱
سماعِ قرآن کے آداب	۳۷۱
مسئلہ فاتحہ خلف الامام	۳۷۲
ذکرِ الٰہی کا حکم اور اس کے آداب	۳۷۲
سورۃ الانفال	۳۷۴
سورۃ انفال کا دوسرا نام سورۂ بدر	۳۷۴
انفال کی تحقیق وتشریح	۳۷۵
اہلِ ایمان کے اوصاف	۳۷۵
جنگِ بدر میں صحابۂ کرام کی آراء	۳۷۶
غزوۂ بدر میں قدرت کے کرشمے	۳۷۸
میدانِ بدر میں انعامِ الٰہی: نیند کا مسلط ہونا	۳۷۸
کفار کے دلوں میں رعب کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد	۳۷۹
میدانِ جنگ سے فرار کا حکم	۳۸۰
غزوۂ بدر میں کامیابی رب تعالیٰ قدرت کاملہ سے ملی	۳۸۱
اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر مدد ونصرت کا نزول	۳۸۲
کفار میں قبولیت حق کی استعداد نہیں	۳۸۲
جہاد حیاتِ ابدی کا باعث ہے	۳۸۲
نعمتوں پر شکرگزاری کا حکم	۳۸۳
کبائر سے بچنے پر انعامات	۳۸۴
خیانت کی ممانعت	۳۸۴
حضور ﷺ کے خلاف مشرکین مکہ کی تدابیر وانجام	۳۸۵
آنحضرت ﷺ کا محاصرہ	۳۸۵
مشرکین مکہ کا سیٹیاں اور تالیاں بجا کر عبادات میں خلل ڈالنا	۳۸۶
مشرکین مکہ کا مسلمانوں کے خلاف انفاقِ مال	۳۸۷
اسلام کی بدولت سابقہ گناہوں کی معافی	۳۸۷
پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْٓا	۳۸۸
مالِ غنیمت کے احکام ومصارف	۳۸۹
حضور علیہ السلام اور آپ کے اقرباء کے لیے مالِ غنیمت میں حصہ	۳۸۹
خمس کی تقسیم میں علماء کے اقوال	۳۸۹
غزوۂ بدر کی مزید تفصیلات	۳۹۰
آنحضرت ﷺ سے متعلق خواب دیکھنا	۳۹۱
میدانِ جنگ میں ثابت قدمی اور ذکر الٰہی وصبرو استقامت کی ترغیب	۳۹۲
متکبرین کے چند حالات	۳۹۳
تین سوسترہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت	۳۹۴
موت کے وقت متکبرین کا حال	۳۹۴
کفار کے بدترین اوصاف	۳۹۶
اہلِ عرب میں اتحاد واتفاق	۳۹۷
اہلِ عرب کا غلبہ	۳۹۷
بدر کے قیدیوں سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے	۳۹۸
قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم	۳۹۹
مالِ غنیمت کا حکم	۳۹۹
انصار ومہاجرین صحابہ کو دلاسۂ آخرت	۴۰۰
ہجرت ونصرت کے اعتبار سے مسلمانوں کی چار قسمیں	۴۰۱
سورۂ توبہ	۴۰۳
سورۂ انفال وسورۂ توبہ کا باہم تعلق	۴۰۴

عنوانات	صفحہ
سورۂ توبہ کے شروع میں تسمیہ نہ ہونے کی چند وجوہات	۴۰۴
مشرکین متعاہدین سے بیزاری و برأت اور چار ماہ کی مہلت	۴۰۴
حج اکبر کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں	۴۰۵
عہد پر قائم نہ رہنے کی وجہ	۴۰۶
عہد شکنوں کی چند عادات	۴۰۷
کفار سے جنگ کی ترغیب	۴۰۸
صلح حدیبیہ میں بدعہدی	۴۰۸
خشیت الٰہی کی ترغیب	۴۰۸
مساجد کو آباد و تعمیر کرنا	۴۰۹
تین چیزوں کی درستگی سعادت مندی کی علامت ہے	۴۱۰
فضائل خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم	۴۱۰
جہاد اور ہجرت	۴۱۲
غزوہ حنین میں ملائکہ کا نازل ہونا	۴۱۲
مشرکین کی مسجد حرام میں داخلے کی ممانعت	۴۱۴
اہل کتاب سے جزیہ کی وصولی کا حکم	۴۱۴
حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرزند قرار دینا	۴۱۴
پیشین گوئی اور باب ظہور اسلام	۴۱۶
حرمت کے مہینوں میں ردوبدل کرنا	۴۱۷
غزوۂ تبوک کی تیاری کا حکم اور واقعہ ہجرت	۴۱۸
منافقین کا جہاد سے نکلنے سے عذر کرنا	۴۲۰
جہاد میں شرکت کا حکم	۴۲۱
منافقین کے نفقات قابل قبول نہیں	۴۲۲
اہل اسلام کی شان وشوکت و معجزات کا ظہور	۴۲۲
مشرکین کی چند بد خصلتیں اور طعن وتشنیع	۴۲۳
منافقین کا تحقیر وتوہین آمیز رویہ	۴۲۶
دین محمدی کے ساتھ تمسخر کرنے والا کافر ہے	۴۲۶
کفار سے قتال اور منافقین کے ساتھ سختی کا حکم	۴۲۸
ثعلبہ بن حاطب انصاری کا آنحضرت ﷺ سے دولت مندی کی دُعا کروانا	۴۲۸
منافقین کا استہزاء وطعنہ زنی	۴۳۰
منافقین کے لئے سزا اور ان کو جنگ وغیرہ میں ساتھ لے جانے کی ممانعت	۴۳۰
منافقین کی نمازِ جنازہ وغیرہ کی ممانعت	۴۳۱
اولاد و مال کا وبال	۴۳۲
غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے اعذار	۴۳۳
چار قسم کے لوگوں کا عذر قبول ہے	۴۳۳
پارہ (۱۱) یَعْتَذِرُوْنَ	۴۳۴
منافقین کا عذر قبول نہیں	۴۳۵
فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم	۴۳۶
اہل مدینہ اور اعراب منافقین	۴۳۷
منافقین کے لیے دگنا عذاب اور اس کی تفسیر	۴۳۷
غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے مسلمان اور ان کی توبہ	۴۳۷
غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کی توبہ کا بیان	۴۳۹
جہاد سے بیٹھ رہنے والوں کی تین قسم	۴۳۹
مسجد ضرار کا بیان	۴۳۹
مسجد قباء کی فضیلت	۴۴۰
اہل ایمان کے لیے نفع بخش تجارت	۴۴۲
مشرک آباؤاجداد کے لئے استغفار کی ممانعت	۴۴۲
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے	۴۴۳
شرکاء غزوۂ تبوک کا حکم	۴۴۴
غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے صحابۂ کرام کا تذکرہ	۴۴۴
صدق کی فضیلت واہمیت	۴۴۶

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حصول علم کی ضرورت واہمیت	۴۴۷	بوقتِ عذاب ایمان لانا اور بروز قیامت مال واسباب غیر	
دشمن سے مقابلہ کا حکم	۴۴۸	مفید ہے	۴۶۶
تقویٰ کا حکم	۴۴۸	رب تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ ومخفی نہیں	۴۶۸
آنحضرت ﷺ کے اوصاف حمیدہ	۴۴۸	اولیاء کی تعریف وتفسیر	۴۶۸
سورۂ یونس	۴۴۹	اولیاء اللہ کے لیے کوئی خوف نہیں	۴۶۹
وجہ تسمیہ سورۃ	۴۵۲	اولیاء اللہ کے لیے دنیا وآخرت میں بشارت	۴۶۹
اہل عرب کے چند گروہ اور ان کے اوہام باطلہ	۴۵۲	آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے	۴۶۹
کلام الٰہی کا ثبوت اور مسئلہ نبوت	۴۵۲	بیان حالات انبیائے سابقین اور اس کے فوائد	۴۷۱
بروزِ قیامت دوبارہ اٹھایا جانا	۴۵۳	امم سابقہ کی ہلاکت وبربادی	۴۷۵
آسمان وزمین میں قدرت کاملہ کے دلائل	۴۵۳	آنحضرت ﷺ کو تسلی	۴۷۵
عالمِ آخرت کی کیفیت	۴۵۳	تذکرۂ حضرت یونس علیہ السلام	[illegible]
اہل شر کے لیے مہلت	۴۵۴	بیوت کی تحقیق وتفسیر	[illegible]
دوسرے قرآن کا مطالبہ	۴۵۴	خاتمہ سورۃ اور اتمام حجت	۴۷۸
سعادت ازلیہ سے محروم ہونے والوں کی چار صفتیں	۴۵۴	سورہ ہود	۴۷۹
اہلِ سعادت کے درجات کا تذکرہ	۴۵۵	وجہ تسمیہ سورۃ	۴۸۰
اہلِ جنت کا کلام وسلام	۴۵۵	قرآن کریم کی آیت محکم ہیں	۴۸۰
اہلِ باطل کے بطلان کا رد	۴۵۷	دنیا وآخرت کی سعادت وہلاکت کا تذکرہ	۴۸۰
اہل عرب کا اپنی خواہشات کے مطابق معجزات طلب کرنا	۴۵۷	پارہ:(۱۲) وَمَامِنْ دَآبَّةٍ	۴۸۲
دنیا کی بے ثباتی وناپائیداری کا بیان	۴۵۹	اللہ تعالیٰ رزاق ہیں ہر چیز سے باخبر ہیں	۴۸۴
جنت کی طرف رغبت	۴۵۹	اہلِ کفر کو چیلنج، قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنالاؤ	۴۸۵
عابد ومعبود کا اجتماع وتفریق	۴۶۰	قبولیت اسلام کے لیے تین دلیلیں	۴۸۵
اللہ تعالیٰ کی جانب سے فساد مذہب پر دلائل	۴۶۱	اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ظالم ہیں	۴۸۷
ابطال شریک پر دوسری دلیل	۴۶۲	جھوٹوں پر رب تعالیٰ کی لعنت اور اہل کذب کے حالات	۴۸۷
ابطال شریک پر دوسری دلیل	۴۶۲	اہل ایمان اور اہلِ کفر میں فرق	۴۸۷
قرآن مجید کے ثبوت پر چند دلائل	۴۶۳	چند عبرتناک ونصیحت آموز واقعات	۴۸۹
اہل کفر کی نافہمی تعصب اور ان سے بیزاری کا حکم	۴۶۴	تنور کا جوش مارنا اور پانی کا پھوٹ پڑنا	۴۹۳
ہمیشہ سے رسولوں کی نافرمانی کرنے والے برباد ہوئے	۴۶۵	حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم اور ان کے	

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
بیٹے کی نافرمانی	۴۹۳	پارہ (۱۳) وَمَآ اُبَرِّئُ	۵۱۸
طوفان نوح سے متعلق اقوال	۴۹۴	حضرت یوسف علیہ السلام کا اعلانِ برأت	۵۱۸
واقعہ حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد	۴۹۷	مصر سے غلہ کی تجارت اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے	
قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود	۴۹۸	بھائیوں سے ملنا	۵۲۰
واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۹۹	حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیٹوں کی درخواست	۵۲۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم لوط علیہ السلام کے لئے سفارشیں	۴۹۹	بھائیوں پر چوری کا الزام	۵۲۲
قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل مدین	۵۰۴	بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام	۵۲۴
قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام	۵۰۴	حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش کا حکم	۵۲۴
بت پرستوں کی ہلاکت و بربادی	۵۰۴	حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر اور بھائیوں سے درگذر کرنا	۵۲۵
قیامت کی تین صفات	۵۰۴	حضرت یوسف علیہ السلام کی کرامت و معجزہ	۵۲۶
اہل سعادت و اہل شقاوت کے حالات	۵۰۴	حضرت یوسف علیہ السلام کا استقبال کرنا	۵۲۷
شکوک و شبہات کا ازالہ	۵۰۴	حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ بیٹوں کا سجدۂ تعظیمی	۵۲۷
اختلافات اور اس کے فیصلے میں تاخیر کی حکمت	۵۰۵	حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات	۵۲۸
اہل ایمان کو استقامت کا حکم	۵۰۵	آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کے الہامی ہونے کا	
نماز اور اوقات نماز کا بیان	۵۰۵	ثبوت	۵۳۰
نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں	۵۰۶	مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے بے جا شبہ کا جواب	۵۳۱
سابقہ اُمتوں کی ہلاکت کے دو اسباب	۵۰۶	انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟	۵۳۱
اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں ان سے کوئی شئی پوشیدہ نہیں	۵۰۶	قصہ یوسف میں عقلمندوں کے لیے	
اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے اور اسی پر توکل بھی	۵۰۶	سورۃ الرعد	۵۳۳
سورۂ یوسف	۵۰۷	قرآن کے برحق ہونے اور وجود باری تعالیٰ پر چند دلائل	۵۳۴
سبب نزول	۵۰۸	مسئلہ معاد یعنی مر کر زندہ ہونا	۵۳۶
احسن القصص: قصہ حضرت یوسف علیہ السلام	۵۰۸	قدرت خداوندی پر چند دلائل	۵۳۷
حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند کا تذکرہ	۵۱۰	حق و باطل میں فرق اور اس کی مثال	۵۳۸
حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں میں ڈالا جانا	۵۱۱	قرآن کے اثر قبول کرنے و نہ کرنے کے نتائج	۵۴۰
حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت	۵۱۲	اہل مکہ کا فرمائشی نشانیوں کا مطالبہ	۵۴۱
شہر کی عورتوں میں اس حادثہ کا چرچا	۵۱۴	انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اُن کی اُمتوں کے لوگ تمسخر اور ہنسی	
حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب کی تعبیر دینا	۵۱۶	کرتے آئے ہیں	۵۴۳

عنوانات	صفحہ
نبوت پر شبہات اوران کا ازالہ	۵۴۵
نسخ احکام کی مصلحت	۵۴۶
سورہ ابراہیم	۵۴۷
وجہ تسمیہ سورۃ	۵۴۷
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے لیے وعظ اور تین مشہور قوموں کے واقعات	۵۵۰
انبیاء علیہم السلام کو دھمکی اوراپنے مذہب میں آنے کی دعوت	۵۵۱
رب تعالیٰ ایک قوم کو مٹا کر دوسری قوم کو اس کی جگہ بسانے پر قادر ہے	۵۵۳
بروز قیامت کفار کی اپنے بڑوں سے تعاون کی درخواست	۵۵۳
کلمہ طیبہ کی ایک عمدہ مثال	۵۵۴
رب تعالیٰ کی ناشکری اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری	۵۵۷
منعم حقیقی کے بندوں پر انعامات	۵۵۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی شکر گزاری کا ذکر	۵۵۸
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا	۵۵۸
اللہ تعالیٰ ہر شئے سے باخبر ہے ظالم کو ظلم کی سزا دی جائے گی	۵۵۹
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے انذار کا حکم	۵۵۹
اہل کفر کا مہلت طلب کرنا	۵۶۰
قیامت کے دن کی کیفیت کا بیان	۵۶۱
انسانی دو قوتیں: قوت نظریہ وعملیہ	۵۶۱
سورۃ الحجر	۵۶۲
پارہ (۱۴) رُبما	۵۶۳
بروز قیامت کفار کی حسرت	۵۶۳
کفار کے استہزاء کے چند اسباب	۵۶۵
حفاظت قرآن کا وعدہ الٰہی	۵۶۵
کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی	۵۶۵

عنوانات	صفحہ
اثبات توحید پر دلائل سماویہ	۵۶۶
بروج سماویہ کی تفسیر	۵۶۷
عالم سفلی کے حالات سے دوسری دلیل	۵۶۷
ہواؤں کا چلنا اور بارش کا برسنا	۵۶۷
اثبات توحید پر پانچویں دلیل	۵۶۹
جان کی تعریف وتفسیر	۵۶۹
ابلیس کا سجدۂ تعظیمی سے انکار	۵۷۰
نیک لوگوں کے احوال وانجام کا بیان	۵۷۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت اور قوم لوط پر عذاب کا تذکرہ	۵۷۱
فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آمد	۵۷۳
اصحاب ایکہ کا قصہ	۵۷۵
اصحاب حجر کا قصہ	۵۷۶
مشرکین کے باطل اعتراضات کا جواب	۵۷۶
تحفۂ سبع مثانی	۵۷۶
مقتسمین کون ہیں	۵۷۶
سورۃ النحل	۵۷۸
قرآن کا روح ہونا	۵۷۹
رب تعالیٰ کی وحدانیت پر چند دلائل	۵۷۹
چوپایوں کی تخلیق اوران سے انسان کو نفع پہنچنا	۵۸۰
نباتات کے عجائب حالات سے اثبات باری تعالیٰ	۵۸۲
تسخیر سمندر اور اس کے فوائد سے اثبات باری تعالیٰ	۵۸۳
زمین پر پہاڑوں سے بوجھ ڈالنے پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۸۴
معبودان باطلہ کی حقیقت اوران کی پرستش کی ممانعت	۵۸۶
رب تعالیٰ صرف ایک ہے	۵۸۶
ضد، تکبر اور عناد کا بیان	۵۸۶

عنوانات	صفحہ
سابقہ اُمتوں کے کفر کا انجام	۵۸۷
آخرت میں کفار کی رسوائی	۵۸۷
اہل ایمان سے سوال اور ان کا جواب	۵۸۹
احسان اور نیکی کا بدلہ	۵۸۹
تعلیم نبوت اور کفار کا جواب	۵۹۰
انبیاء کی بعثت کا مقصد	۵۹۰
آپ ﷺ کی ہدایت پر حرص	۵۹۱
کفار کی قسمیں کھا کر قیامت کا انکار کرنا	۵۹۱
بعث بعد الموت پر دلائل	۵۹۱
شانِ نزول	۵۹۲
اہل ہجرت سے دو وعدے	۵۹۳
اہل ذکر کون ہیں	۵۹۳
تقلید کی بحث	۵۹۳
اہل کفر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر ہو گئے ہیں؟	۵۹۵
اشیاء کا سجدہ کرنا	۵۹۵
سجدہ کی تعریف و تفسیر	۵۹۶
عبادت کا مدار دو چیزوں پر ہے، خوف اور طمع	۵۹۷
اللہ تبارک و تعالیٰ کے لیے بیٹیوں کی نسبت	۵۹۸
رب تعالیٰ کا رحمت کے سبب درگزر کرنا اور مشرکین کا اللہ تعالیٰ کے بیٹیاں گردانا	۵۹۹
توحید و صفات باری تعالیٰ کا اثبات اور دلائل	۶۰۰
پرندوں میں سے انسان کے لئے منافع	۶۰۱
شہد کی مکھی کو الہام	۶۰۱
شہد میں شفاء ہے	۶۰۲
وجود انسانی اور اس کے حالات سے استدلال	۶۰۳
مردوں کے لیے ان ہی کی جنس سے بیویاں بنائی گئیں	۶۰۳
اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثال نہیں	۶۰۴

عنوانات	صفحہ
دو مثالوں کے ساتھ وضاحت	۶۰۴
رب تعالیٰ کی کمال قدرت اور احسان کا ذکر	۶۰۶
منکرین سے روزِ محشر باز پرس	۶۰۸
قرآن کریم کا تمام مسائل کو حاوی ہونا	۶۰۸
روزِ محشر کامیابی والے اعمال	۶۰۹
عبادات و معاملات وغیرہ میں احسان کا حکم	۶۰۹
قسم و عہد کی پابندی کی تاکید	۶۰۹
رب تعالیٰ چاہتا تو سب کو امت واحدہ بنا دیتا	۶۱۱
بدعہدی و عہد شکنی سے بچا جائے	۶۱۱
عہدِ الٰہی کو پورا کیا جائے	۶۱۱
عمل صالح اور حیات طیبہ	۶۱۱
قرآن کی تلاوت کا ایک خاص ادب تعوذ باللہ	۶۱۲
متوکلین پر شیطان کا زور نہیں چلتا	۶۱۲
منکرین نبوت کے شبہات کا جواب	۶۱۳
کفار قریش کے ایک بیہودہ شبہ کا جواب	۶۱۴
جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر کہنے کا شرعی حکم	۶۱۵
ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے خوشخبری	۶۱۶
ایک بستی کی مثال	۶۱۷
بھوک کا لباس	۶۱۷
اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر کیا جائے	۶۱۸
حرام کردہ اشیاء کے استعمال کی ممانعت	۶۱۸
حلال کو حرام نہ کیا جائے	۶۱۸
ناپاکی کی دو قسمیں	۶۱۹
مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ کی بحث	۶۱۹
اشیاء کی حلت حرمت خدا تعالیٰ کی جانب ہے	۶۲۱
سابقہ اُمتوں پر حرام کردہ اشیاء	۶۲۲
تحریم کی دو قسمیں	۶۲۲

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
موت سے قبل توبہ	۶۲۲	حَرْبُ الصَّلِیْبُ	۶۵۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند صفات حمیدہ کا ذکر	۶۲۲	یروشلم پر پہلا حملہ	۶۵۳
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف سے مشرکین و یہود پر		دوبارہ حملہ	۶۵۳
تعریض	۶۲۳	تیسرا حملہ	۶۵۳
یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن تعظیم کا شرعی حکم	۶۲۴	چوتھا حملہ	۶۵۵
دعوت کے چند بنیادی اُصول	۶۲۴	پانچواں حملہ	۶۵۵
صبر اور انتقام	۶۲۵	چھٹا حملہ	۶۵۵
سورۂ بنی اسرائیل	۶۲۶	ساتواں حملہ	۶۵۵
واقعۂ معراج	۶۲۶	آٹھواں اور آخری حملہ	۶۵۵
واقعہ اسریٰ سے متعلق ابحاث	۶۲۷	اُمت محمدیہ اور قرآن کریم کے چند اوصاف کا ذکر	۶۵۶
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا ملنا	۶۳۰	دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں	۶۵۹
تاریخ بیت المقدس	۶۳۱	دارِ آخرت کا راستہ	۶۶۱
جغرافیہ فلسطین	۶۳۲	اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے	۶۶۲
شہر یروشلم کا بیان	۶۳۴	ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے	۶۶۲
ہیکلِ سُلیمانی کی کیا صورت وہیت تھی	۶۳۸	اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل کرنے کی ممانعت	۶۶۴
سلیمان علیہ السلام کی دعا	۶۴۰	زنا سے اجتناب	۶۶۵
ہیکل کی بربادی	۶۴۱	ناحق قتل کی ممانعت	۶۶۵
سیسق کا حملہ	۶۴۱	شرع میں انسان کا قتل ان چند صورتوں میں جائز ہے	۶۶۵
باردوم	۶۴۱	مالِ یتیم سے بچنا	۶۶۶
بارسوم	۶۴۱	ایفائے عہد ناپ تول میں دھوکہ دہی کی ممانعت	۶۶۶
بار چہارم	۶۴۲	جھوٹی گواہی وغیرہ کی ممانعت	۶۶۶
ہیکل کی دوبارہ تعمیر	۶۴۳	تکبر و اکڑ کر چلنے کی ممانعت	۶۶۷
یروشلم پر پانچواں حادثہ	۶۴۵	ردِ شرک اور اثبات توحید	۶۶۷
ہیکل کی سہ بارہ تعمیر	۶۴۶	آسمان و زمین کی ہر چیز رب تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے	۶۶۷
یروشلم اور ہیکل پر چھٹا حادثہ	۶۴۸	بروز قیامت دوبارہ زندہ ہونا	۶۶۹
ہیکل کے تعمیر چوتھی بار	۶۴۹	نرم اور اچھی باتیں کرنے کا حکم	۶۷۰
بیت المقدس کا محاصرہ	۶۵۱	رب تعالیٰ ہر بات کی مصلحت وحکمت کو خوب جانتا ہے	۶۷۰

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
اہل مکہ کا فرمائشی معجزہ کوہِ صفا کو سونے کا بنانے کا مطالبہ	۶۷۱	منہ کے بل چلنا	۶۸۶
رؤیا اور شجر ملعونہ کی تفسیر	۶۷۲	منکرین حشر کے شبہ کا جواب۔	۶۸۷
اہل مکہ کی سرکشی کا سبب	۶۷۳	مسئلہ نبوت کا ثبوت	۶۸۸
فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم اور ابلیس کا انکار	۶۷۳	وعدۂ آخرہ کی تفسیر	۶۸۹
شیطان کا چند و چیزوں کے ذریعہ انسان کو پھسلا لینا	۶۷۴	قرآن کا سچائی کے ساتھ نزول	۶۸۹
دلائل توحید	۶۷۵	قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے کی وجہ	۶۸۹
آخرت کے فرق مراتب	۶۷۷	سجدۂ تلاوت اور عبادت کا طریقۂ تعلیم	۶۹۰
امام کی تعریف و تفسیر	۶۷۷	دعا میں لفظ اللہ و رحمٰن کے استعمال میں کوئی حرج نہیں	۶۹۰
آخرت میں محرومی کا سبب	۶۷۷	رب تعالیٰ کے صفاتی نام	۶۹۱
شان نزول	۶۷۷	آداب حمد و ثناء و عبادت	۶۹۱
نماز پنجگانہ اور ان کے اوقات	۶۷۸	حمد باری تعالیٰ کا حکم	۶۹۲
نماز تہجد کا حکم	۶۷۹	**ختم شد**	۶۹۴
تہجد کی کیفیت	۶۷۹		
غسق کی تعریف و تفسیر	۶۷۹		
قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے مراد	۶۷۹		
نماز تہجد کی تعریف و تفسیر	۶۸۰		
مقام محمود	۶۸۰		
آنحضرت ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ	۶۸۰		
ذکر و نماز کا حکم	۶۸۱		
نبی علیہ السلام کی دعا اور دار الخلد	۶۸۱		
حق کا آنا اور باطل کا مٹنا	۶۸۱		
انسان ناشکرا اور نا اُمید ہو جاتا ہے	۶۸۲		
اہل کتاب کے تین سوال	۶۸۳		
روح کیا ہے؟	۶۸۳		
قرآن میں کیا خوبیاں ہیں	۶۸۴		
شان نزول	۶۸۴		
مشرکین کے نبوت سے متعلق ایک شبہ کا رد	۶۸۶		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اٰیَاتُهَا ۱۷۶ (۴) سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ (۹۲) رُكُوْعَاتُهَا ۲۴

یہ سورہ مدنی ہے اس میں ۱۷۶ آیات اور ۲۴ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

ترجمہ:......لوگو! تم اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ جس نے تم کو ایک شخص نے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا کیا اور (پھر) ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور اس اللہ سے ڈرتے رہو کہ جس کا آپس میں واسطہ دے کر مانگا کرتے ہو اور قرابت کا بھی لحاظ رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاک رہا ہے①۔

ترکیب:......من نفس واحدۃ صفت وموصوف موضع نصب میں خلقکم کی وجہ سے من ابتداءِ غایۃ کے لئے ہے اور ایسا ہی منہا رجالا کثیرا صفت ہے رجالا کی اور رجال اگرچہ یہاں جمع ہے اور قاعدہ چاہتا تھا کہ اس کی صفت میں کثیرۃ ہوتا کیونکہ جمع مونث ہے لیکن کبھی جمع کی صفت مذکر بھی آتی ہے جیسا کہ جماعت مونث کی طرف فعل مذکر مسند ہوجاتا ہے کما قال نسوۃ۔ والارحام منصوب اور معطوف ہے اللہ پر۔

وجہ تسمیہ سورۃ

تفسیر:......یہ سورۃ بھی مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے کہ اس میں ایک سو چھہتر آیتیں ہیں۔ اوّل چونکہ اس میں عورتوں کے احکام نکاح و توریث وغیرہ زیادہ مذکور ہیں اس لئے اس مناسبت سے اس کا نام سورۂ نساء مشہور ہو گیا۞۔

سورہ آلِ عمران میں بیشتر جہاد فی سبیل اللہ کے مسائل اور فضائل اور مخالفینِ ملّتِ اسلامیہ کے مبداء و معاد و ذات و صفات کی بابت شکوک و شبہات کے جواب اور عالم آخرت کے دلائل اور فضائل اور وہ باتیں ذکر کی گئیں کہ جن سے قوام ملّت آسمانی اور تقویت مذہب رحمانی ہو جائے۔ اس کے بعد حکمتِ نوامیسیہ اور فیضِ الہام کا مقتضے ہوا کہ مکلّفین کے لئے وہ احکام بھی بیان ہو جائیں جو اُن کے معاملات کا پورا دستور العمل ہیں اور ان باتوں کا معین کرنا بھی قوت بشریہ کی طاقت سے باہر تھا اس لئے اس سورۃ میں بہت سے احکام بیان ہوئے خصوصاً سب سے اوّل یتیموں کی پرورش اور ان کے مال کی حفاظت اور اُن کے حقوق کی رعایت اور ان پر رحم کرنے کے

① ......صرف اس سورہ کے اوّل میں یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اور سورہ حج کے اول میں آیا ہے اور دونوں کا یہی مطلع چند اسرار کے لئے قرار پایا ہے ۱۲ منہ۔

مسائل اور پھر وراثت وغیرہ کے متعلق کہ جس کا سلسلہ موت سے متعلق ہے اگرچہ ایماندار ہر طرح سے خدا تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں مگر عرب کی جہالت اور وحشت ابھی دور ہوئی تھی اور اُن کا درندہ پن تھوڑے ہی دن سے رخصت ہوا تھا اس لئے ان احکام پر برداشت کرنے لئے شروع کلام یٰاَیُّهَا النَّاسُ الی قولہ رَقِیْبًا سے کیا اور اُس میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی دوبارہ تاکید فرمائی۔

رب تعالیٰ نے انسان کو نفسِ واحد سے پیدا کیا:..... ایک بار یوں فرمایا کہ تم اپنے اُس رب سے ڈرو کہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کر دیا اور پھر اسی سے اُس کی بیوی پیدا کر کے اُن سے بہت سے مرد وعورت زمین پر پھیلا دیئے۔ ان لفظوں میں چند باریک نکتے رکھے ہیں (۱) لفظ رب آیا کہ جس کے معنی پرورش کرنے والے کے ہیں تا کہ اس بات کا خیال رہے کہ خدا تعالیٰ ہماری پرورش کرتا ہے ہم کو یتیموں کی پرورش مجازی میں کچھ کمی نہ کرنی چاہیے ورنہ درحقیقت تو وہی پرورش کرتا ہے۔ اور یہ بھی کہ جو پرورش کرتا ہے اُس سے ڈرنا اور اُس کی فرمانبرداری کرنا ضرور چاہیے اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے کے یہ معنے نہیں کہ معاذ اللہ وہ بڑا اہلا کو ہے یا سفاک بے رحم ہے اس سے بچنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو سب محبوبوں سے محبوب اور سب پیاروں سے پیارا ہے بلکہ یہ معنے کہ اس کی نافرمانی کرنے سے ڈرو ورنہ اس کا بدثمرہ تمہیں دیکھنا پڑے گا۔

نفس واحد سے تخلیق کا سبب:..... (۲) یہ کہ تم کو ایک شخص سے پیدا کیا ہے تا کہ یہ بات ملحوظ رہے کہ سب بنی آدم باہم ایک ہیں کوئی کسی پر حسب ونسب شکل وصورت مال وجاہ سے بیہودہ تفاخر اور تکبر نہ کرے کے جو رحم دلی اور مروّت کے برخلاف ہے اور نیز یہ بات ملحوظ رہے کہ سب بنی آدم میں برادری ہے، سب سے رحم دلی اور صلہ رحمی کرنا چاہیے اور یہ کہ اگر آج ہم کسی کی پرورش کرتے ہیں تو کیا ہوا آخر ہم کو بھی کسی نے پالا ہے۔ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے مٹی سے بنایا اور جب ان کو تنہائی سے وحشت ہوئی تو اُن کی بائیں پسلی سے اُن کی بیوی حوا کو اُن کے سوتے وقت بنا کر بٹھا دیا۔ جس سے وہ خوش ہوئے اُن سے تمام بنی آدم کی نسل چلی۔ احادیث صحیحہ اور توراۃ کتاب پیدائش میں اس کی تصریح ہے۔ حکمائے حال اور دہریہ اور ہنود کے بعض فرقے اس کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ نوعِ انسان قدیم ہے ہمیشہ سے ہے کروڑوں برس اس پر گزر گئے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ مذہب عقلاً اور نقلاً مردود ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کہ جس کا نام لے کر اور اس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کیا کرتے ہو کہ برائے خدا یہ کر دو یعنی جب تم اُس کے واسطے سے کام نکالتے ہو تو اُس کا کہنا بھی مانو اور اُن کے کام نکالنے میں بھی اُس کا لحاظ رکھو۔ اس کے بعد فرمایا الْاَرْحَامَ کہ آپس کی قرابت کا بھی لحاظ رکھو۔ بعض نے مجرور پڑھا ہے کہ قرابت سے بھی تم سوال کیا کرتے ہو۔ عرب کہتے تھے انشدک اللہ والارحام، کہ خدا تعالیٰ کے لئے اور قرابت کے لئے۔ پھر فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمہیں تاک رہا ہے غافل نہیں تا کہ ہر وقت لحاظ رہے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ② وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓــًٔا مَّرِیْٓــًٔا ④

ترجمہ:...... اور یتیموں کو ان کے مال دے دیا کرو اور بُری چیز کو اچھی سے بدل نہ لیا کرو۔ اور نہ اُن کے مال اپنے مالوں سے ملا کر کھا جایا کرو۔ کیونکہ یہ بڑا گناہ ہے ②۔ اور اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کرسکو گے تو پھر جو عورتیں تمھیں پسند آئیں اُن سے نکاح کرلو خواہ دو دو سے خواہ تین تین سے خواہ چار چار سے۔ پھر اگر (متعدد بی بیوں میں) تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی بس ہے یا اپنی لونڈ یوں ہی پر (بس کرو) (کیونکہ) ناانصافی سے بچنے کے لئے یہ عمدہ بات ہے ③۔ اور عورتوں کو اُن کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو ۔ پھر اگر وہ اس میں سے بخوشی خاطر تمہارے لئے کچھ چھوڑ دیں تو اس کو شوق سے کھاؤ (پیو) ④۔

ترکیب :...... بالطیب مفعولِ ثانی ہے تتبدلوا کا ۔ الی اموالکم متعلّق ہے محذوف سے اور موضع حال میں ہے ای مضافة الی اموالکم و قیل ہو مفعول بہ علی المعنی ۔ ان خفتم شرط ۔ فانکحوا . . . الخ جواب ماطاب مفعول ۔ فانکحوا من النساء اُس کا بیان مثنی و ثلث و ربع تینوں نکرہ غیر منصرف ہیں عدل اور وصف کی وجہ سے اور یہ تینوں بدل ہیں ما سے ۔ فان خفتم شرط ۔ فواحدة ای فانکحوا واحدة جواب او تخییر یا اباحت کے لئے ماملکت موصول وصلہ مبتدا کا، فیہ خبر محذوف ۔ نحلة مفعول مطلق ہے اٰتوا کا دونوں ہم معنے ہیں نفسا تمیز ہے شیٔ سے عامل طبن ۔ هنیاً فعیل و کذا مریئاً مفعول مطلق ہیں اَی اَکلاً هنیئاً۔

یتیموں کے اموال وغیرہ کی حفاظت سے متعلق تین احکام

تفسیر:...... جب وہ تمہید ہو چکی تو سب سے اوّل حکم یتیموں کے مال کی بابت دیتا ہے واٰتوا الیتمٰی . . الخ سے حوباً کبیراً تک ۔ اس آیت میں تین حکم ہیں۔

(۱) یہ کہ یتیموں کو جب کہ وہ ہوشیار ہو جائیں اُن کا مال واسباب جو اُن کے ولی سرپرستوں کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کردینا چاہیے اور اس سپردگی کا وقت اور اس کا طریقہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے بقولہ وَابْتَلُوا الْیَتٰمٰی حَتّٰۤی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ . . . الایہ ۔ اس کی تشریح اور تفسیر آگے آتی ہے۔

(۲) یہ کہ اُن کے اچھے مال اسباب کو اپنے بُرے مال واسباب سے بدل نہ لیا کرو ۔ یہ بات ہوتی ہے کہ جب گھر میں یتیم کا مال تفویض کر کے رکھا جاتا ہے تو اسباب کی فہرست بھی ہوتی ہے مگر اُسی قسم کا دوسرا اسباب اُس کی جگہ ولی بدل کردے سکتا ہے ۔ مثلاً یتیم کی ایک تلوار بھی تفویض میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ ہے بوقتِ واپسی ولی نے اس کی جگہ اپنی دو روپیہ کی تلوار رکھدی، سو اس بات سے خدا تعالیٰ نے منع کیا کیونکہ قانونِ عدالت اس کا کافی بندوبست نہیں کرسکتا یہ دیانت پر موقوف ہے۔

(۳) یہ کہ اپنے مال کے ساتھ یتیم کا مال ملا کر نہ کھا جایا کرو ۔ مثلاً یتیم کے لئے اُسی کے مال میں سے کھانا پکانا اس میں کسی قدر اپنا کھانا ملا کر اس قدر زیادہ پکایا کہ اپنے تمام کُنبہ کو کافی ہو ۔ دراصل یتیم کے لئے پاؤ بھر کافی تھا دو سیر اُس کے مال میں سے اور سیر بھر اپنے میں سے ملا کر پکانا ۔ یہ بھی ایک صورت باہم یتیم اور ولی میں ہوتی ہے اور اس کا کوئی بجز ولی کے نگراں نہ تھا سو وہی اس کا مرتکب ہوا تو پھر کیا علاج ۔ اس لئے اس سے منع کیا اور دیانت کا حکم دیا ۔ اور سب کے بعد یہ فرمادیا کہ یہ بڑے گناہ کی بات ہے۔

فائدہ:...... یتیم کی تعریف وتفسیر:...... یتیم یہ یتم سے مشتق ہے جس کے معنے تنہا ہو جانا ۔ چونکہ باپ کے مرنے سے بیٹا تنہا رہ جاتا ہے اس لئے اس کو یتیم کہتے ہیں اور اسی لئے دُرِّ یک دانہ کو دُرِّ یتیم کہتے ہیں ۔ لغوی معنی کے لحاظ سے جس کا باپ مرجائے اس کو یتیم

کہا جائے گا، خواہ وہ لڑکا وہ خواہ جوان۔ مگر عرف میں جب کہ لڑکا بالغ ہو جائے اور بجائے سرپرست کے خود اپنے کاروبار کرنے لگے تب اس پر یہ لفظ نہ بولا جائے گا۔ یتیم بروزن فعیل جیسا کہ مریض اس کی جمع مرضیٰ کی طرح سے یتمیٰ آنی چاہیے تھی اور آئی یتامیٰ۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یتیمی یتیم کی جمع ہے۔ جیسا کہ اسیر کی جمع اسری ہے پھر اُس کی اساریٰ یعنی جمع الجمع۔ اور آیت میں جو کہا یتیم کا مال دو حالانکہ جوان ہونے سے یتیم نہیں رہتا اور مال جوان بالغ ہو کر ملتا ہے تو یہاں لغوی معنے کے لحاظ سے یا مجازاً شفقت دلانے کے لئے باعتبار ما کان یتیم کہہ دیا ہے۔

(۲) حوب اور حاب دونوں کے معنے گناہ کے ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی دعاء میں ہے رب تقبل توبتی واغسل حوبتی۔

(۳) یہ آیت بنی غطفان کے ایک شخص کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے بھتیجے کو اُس کا مال نہ دیتا تھا۔ اس کے بعد اس نے دے دیا۔

یتیم سے نکاح کے متعلق حکم خداوندی:...... اس کے بعد دوسرا حکم یتیموں کے نکاح کی بابت دیا۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ عرب کا جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ وہ یتیم لڑکیوں سے اُن کے مال و جمال کی وجہ سے خود ہی نکاح کر لیتے تھے مثلاً کسی کے چچا کی بیٹی یتیم اُس کی پرورش میں ہے اور اس کے پاس مال بھی ہے تو وہ اور کو دینا پسند نہ کر کے خود ہی نکاح کر لیتا تھا مگر ان کو کوئی اور شخص بجز اس کے باز پُرس کرنے والا نہیں ہوتا تھا وہ مہر بھی کم باندھتے تھے اور بعد میں اور بیویاں کر کے اُس کی حق تلفی بھی کر سکتے تھے چونکہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی اُن کی طرف سے اس امر میں حامی و مددگار نہ تھا اس لئے اُن کے بارے میں بھی یہ حکم دیا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ... الآیۃ۔ اگر تم یتیم عورتوں کے حق ادا نہ کر سکو تو اُن پر کیا موقوف ہے اور بہت سی عورتیں ہیں تم اُن میں سے پسند کر کے خواہ ایک سے نکاح کرو خواہ دو سے خواہ تین سے خواہ چار سے۔ اور اگر اُن میں بھی باہم عدل و انصاف نہ کر سکو تو پھر ایک ہی پر بس کرو یا اپنی لونڈی پر قناعت کرو تا کہ ظلم میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔

فائدہ:...... عدل و انصاف اور مساوات کی تاکید:...... (۱) اقساط عدل کرنا، قسط عدل، قال اللہ تعالیٰ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ اسلام میں عدل و انصاف کی نہایت تاکید ہے اپنے و بیگانے کی اس میں کوئی قید نہیں۔ عرب میں ایک یہ بھی دستور تھا کہ جہاں تک چاہتے تھے نکاح کرتے چلے جاتے تھے پھر بیویوں میں کھانے پینے کے ساتھ سونے میں برابری نہ کرتے تھے جس سے دل چاہا عیش منایا اوروں کو قید میں ڈال کر جلایا۔ اسلام نے اس خرابی کی بھی اصلاح کر دی اور گھٹا کر صرف چار عورتوں تک کی اجازت دی اور اس میں بھی یہ شرط کی کہ اگر انصاف و عدل کر سکو تو کرو ورنہ نہیں کیونکہ بیویوں کے حقوق نان و نفقہ شب باشی برابر ہونی چاہئیں۔

بیک وقت چار شادیوں کی اجازت اور زائد کی ممانعت:...... (۲) جمہور کے نزدیک اس آیت اور احادیث صحیحہ سے کہ جو حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور اجماع امت سے چار عورتوں سے زیادہ سے ایک وقت میں نکاح کرنا حرام ہے۔ ہاں مر جائیں یا طلاق دیدی جائیں تو کہیں تک نوبت کیوں نہ پہنچے اور لونڈیاں جس قدر چاہے جمع کر سکتا ہے مگر چار کی اجازت غلام کو نہیں لیکن امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اس اجازت میں غلام بھی شریک ہے۔ سدی رحمہ اللہ وغیرہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت سے یا اور کسی آیت سے چار پر حصر کرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ مَا طَابَ لَکُمْ اجازت عام ہے علاوہ اس کے مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ میں واؤ ہے جو جمعیت کا فائدہ دیتا ہے پھر سب کو جمع کیا جائے تو نو بلکہ اٹھارہ ہو سکتی ہیں۔ اقول یہ استدلال غلط ہے اگر اجازت عام دینی مقصود تھی تو صرف مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ کہہ دینا کافی تھا چار تک تعین کرنا کیا ضروری تھا اور اگر واؤ کی جگہ او آتا تو یہ بات سمجھی جاتی کہ تمام اہل اسلام کو اُن میں ایک عدد اختیار کرنا چاہئے

یعنی سب دو دو سے نکاح کریں یا تین تین سے یا چار چار سے۔ یہ نہیں کہ کوئی دو سے کوئی تین سے کوئی چار سے کرے حالانکہ یہی مقصود تھا اس لئے وآ یا او نہ آیا۔ پس وجمعیت جمیع امت کے لئے ہے نہ کہ ایک شخص کے لئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باستثناء حضرات انبیاء علیہم السلام کہ جن کی طبیعت میں عدل وانصاف خمیر کر دیا گیا ہے سب کے لئے کثرت ازدواج اور بے تعداد بیویاں جمع کرنا مقاصد دینی ودنیویہ میں مُخل ہے اور انسان کی ترقی کمالات اور عمدہ عیش میں خلل انداز بھی ہے مقاصدِ دینیہ میں اس وجہ سے کہ جب بہت سی عورتیں ہوں تو سب کے حقوق میں مساوات کرنا عادتاً مشکل ہے اور اگر انصاف کیا اور اقل مرتبہ مہینہ بھر میں ایک عورت کی باری آئی تو اس کثرت مجامعت سے اب یہ اس قابل نہ رہے گا کہ اُس کی طبیعت میں سیاست مُلک اور جہاد کا ولولہ رہے۔ ہندوستان کے رئیسوں کی عین جوانی میں پژمردگی کثرتِ جماع سے، جو کچھ ان کے ملکوں میں بربادی کر رہی ہے ظاہر ہے اور دنیاوی خرابی کثرتِ عیال قلت مال کے صدمہ اور عیش کی تلخی ظاہر ہے۔ آج کیا ہے کوئی لڑکا بیمار ہے، کوئی کچھ مانگتا ہے۔ کوئی مر گیا اس کا سوگ ہے۔ پھر اس قدر عورتیں ایک سے کیونکہ سیر ہو سکتی ہیں اور سب کی طبیعتیں بھی مساوی نہیں پھر کیا کیا فساد اور خلافِ عصمت باتیں کر کے ننگ وناموس شوہر میں دھبہ لگاتی ہیں۔ علاوہ اس کے ہر وقت عورتوں میں رہنا انسان کو تجارت اور سفر اور مشقت کے اُن کاموں سے مانع آتا ہے جو اس کی ترقی دنیا کی سیڑھیں ہوتی ہیں، کیا خوب کہا ہے کسی نے۔

فاحفظ منیک مااستطعت فانه ☆ الخیوة یصب فی الارحام

اور یہ بھی خوب کہا ہے

مرا بہ یک دمِ شہوت کہ خاک برسراو ☆ اسیر زن نتواں شد بسالہائے دراز

اب رہی یہ بات کہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں عیسائیوں کے راہبوں اور ہندوؤں کے جوگی اور گشائیوں کی طرح ملنگ پنا تعلیم نہ کیا اور کیوں ایک ہی عورت پر قناعت کرنے کا حکم نہ دیا۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کو چار تک کی اجازت اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار سے زیادہ نو تک بیویاں ایک وقت میں رکھیں۔ آج کل کے رفارمروں اور عیسائی اور ملحد منش لوگوں کا اسلام پر ایک یہ بھی اعتراض ہے اور اس پر ملمع کار تقریروں سے بڑا زور دیتے ہیں بالخصوص پادری بہت غل مچاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے۔

چار شادیوں کی اجازت کی حکمت:...... (۱) یہ بات ہر عقلمند پر ظاہر ہے کہ انسان جب تک کہ اس جامہ انسانی میں ہے خواہ کوئی کیوں نہ ہو ولی ہو نبی ہو اُس کو تمام انسانی حاجتیں پیش آتی ہیں، بھوک پیاس بھی لگتی ہے، اُس کے بعد نیند بھی آتی ہے، پاخانہ پیشاب بھی آتا ہے اُس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اسی طرح اگر اُس کے کسی عضو میں فتور نہیں تو منی بھی پیدا ہو کر اپنا نکلنا چاہتی ہے اس لئے خواہ مخواہ عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے یہ طبعی بات ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اچھے لوگ اُس کو اُس محل پر صَرف کرتے ہیں، بُرے لوگ بے محل کام میں لاتے ہیں۔ اگر ملنگ پنا سکھایا جاتا تو علاوہ قطع نسل انسانی کے ہزاروں مصیبتیں ❶ پیش آتیں، حرام کاری کا پُل ٹوٹ جاتا۔ دیکھئے باوجود تقدس کے جب جرجیس ❷ نے وہ تالاب صاف کرایا کہ جو اُس کلیسیا سے متعلق تھا جس میں مجرد مرد وعورت رہتے تھے تو سینکڑوں (کھوپڑیاں) حرامی بچوں کی نکلیں اور جو ادھر اُدھر پھینک دیئے گئے تھے یا حمل گرائے گئے اُن کا تو کوئی حساب ہی نہیں۔ علاوہ اس کے بُردباری وغیرہ اخلاق کی درستی عیالداری کی بدولت نصیب ہوتی ہے اور ایک عورت پر عموماً سب کو پابند کرنا بھی بعض لوگوں کی عفت میں فرق لاتا ہے کیونکہ تجربہ سے یہ

---

❶......خانہ داری کے سامان اور انتظام خاص عورتوں کا ہی حصہ ہے اور پاکدامنی اور نیک نیتی بھی نکاح پر موقوف ہے ۱۲ منہ۔

❷...... چنانچہ پادری لوگ بھی نظر عمیق کے بعد اس کا فتویٰ دیتے ہیں جیسا کہ کتاب مسمّی باصلاح سہو مطبوعہ امریکن مشن پریس ۱۸۷۱ء میں کہتے ہیں کہ تعدد ازدواج بنی اسرائیل میں تھا اور خدا تعالیٰ نے اس کو منع نہیں کیونکہ برکت کا وعدہ کیا۔ اور مارٹین لوتھر نے فلپ کو دو جوروؤں کی اجازت دیدی تھی ۱۲ منہ۔

ہوگئی ہے کہ مرد کو عورت سے کہیں زیادہ قوت ہے اور نیز عورت تیس چالیس برس کی عمر میں دس پانچ بچے جَن کر بڑھیا ہوجاتی ہے اور مرد کے لئے یہ عین جوش قوت کا وقت ہے پھر اس بڑھیا پر بس کرنا یا تو اشارۃً اور مزہ اُڑانے ❶ کا حکم دینا ہے یا سہل شریعت کو دشوار کردینا ہے کہ جس کی اصلاح کے لئے پھر کسی نبی کی حاجت پڑتی ہے اور یہ بھی ہے کہ عورت ایامِ حیض ونفاس اور حمل بلکہ رضاعت کے وقت مرد قوی کو بس نہیں کرتی بالخصوص ان گرم ملکوں کے لوگوں کے لئے جن کو ایک روز بھی بغیر جماع کے چین نہیں پڑتا (مرطوب اور بلغمی لوگوں کا ذکر نہیں ہے) پھر ان کے لئے حرام کاری کی اس قدر ممانعت کرکے (کہ کسی کو بدنظر سے بھی نہ دیکھو، کسی غیر محرم کے ہاتھ بھی نہ لگاؤ، اُس سے تخلیہ میں بات بھی نہ کرو اگر کروگے علاوہ عذابِ آخرت کے دنیا میں بھی سزا پاؤ گے) ایک عورت کا پابند کرنا حکمتِ الٰہیہ کی مصلحت کے بر خلاف ہے اس لئے شریعت نے چار تک کی اجازت دی ہے نہ یہ کہ سب کے لئے حکم دیا ہے اور اجازت میں بھی عدل شرط ہے البتہ جس قوم میں بغیر نکاح کے بھی حاجت براری ہوسکے بلکہ خوب طرح سے، اُن کے نزدیک چار کیا ایک بھی جنجال اور جان کے لئے وبال ہے۔

آنحضرت ﷺ کے متعدد نکاح کی مصلحتیں:......رہا آنحضرت ﷺ کا متعدد نکاح کرنا اور آپ ﷺ کا اس حکم سے مستثنیٰ ہونا سو یہ مصالح کے لئے تھا۔

اوّل: یہ کہ عدالت آپ ﷺ کا شیوہ ذاتی تھا، معصوم تھے۔

دوم: یہ کہ آنحضرت ﷺ کو باوجود کسی آمدنی مقرر نہ ہونے کے متعدد بیویں رکھ کر صفتِ توکل اور استقلال کی تعلیم دینا منظور تھا۔

سوم: متعدد عورتوں کی معرفت عورتوں کے متعلق خلوت اور جلوت میں بیشمار مسائل شریعت کا تعلیم کرنا منظور تھا، اور حضرت داؤد حضرت موسیٰ وحضرت یعقوب علیہم السلام نے بھی اس لئے متعدد بیویں کیں ہیں جیسا کہ بائبل سے ثابت ہے اور اب تک یہودی شریعت میں کئی بیویاں کرنا جائز ہیں۔

ادائیگی مہر کا حکم:......تیسرا حکم وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وابن جریج رحمہ اللہ وقتادہ رحمہ اللہ وغیرہ نحلہ کے معنی فریضہ کے کہتے ہیں۔ بولتے ہیں فلان ینتحل کذا یعنی ایسا دین رکھتا ہے اسی لئے مذہب کو نحل کہتے ہیں چونکہ مہر بھی شرعی اور دینی بات ہے اس لئے اس کو نحل کہتے ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ کے نزدیک نحلہ کے معنی عطیہ کے ہیں مگر مراد دونوں کی مہر ہے۔ مہر ❷ کا دینا واجب ہے مگر جب خود عورت یا درصورت صغر سنی اُس کے اولیاء معاف کردیں تو معاف ہوسکتا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا

---

❶ جن لوگوں میں دوسری عورت کرنے کا دستور نہیں اور اسی بڑھیا بدشکل، کج خلق یا بیمار یا مکار، بدوضع، کوتاہ اندیش مخالف مزاج ہی کو گلے باندھنے کی تاکید ہے ان کے حالات دیکھئے کہ کیا کیا مصائب پیش آتے ہیں، کہیں عورت کو زہر دے کر مارا جاتا ہے، کہیں اُس کی ہلاکت کے لئے ڈاکٹروں سے مدد لی جاتی ہے ۱۲ منہ۔

❷ عرب میں دستور تھا کہ عورت کو نکاح کے وقت کچھ ہدیہ اس کی خوشنودی کے لئے دیا کرتے تھے اُس کو مہر اور صداق اور صدقہ کہتے تھے مگر مہر میں کمی کرنے کی تاکید بھی شارع نے ازحد کردی تاکہ خوشی میں آکر سب گھر بار نہ دے بیٹھے اور پھر بھیک مانگتا پھرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک مہر پیسہ دو پیسے یعنی بہت کم چیز بھی ہوسکتی ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اقل مرتبہ دس درہم ہونے ضروری ہیں جن کے تخمینا ساڑھے تین روپے ہوتے ہیں مگر ہندوستان میں یہ رسم بدل گئی صرف برائے نام لاکھوں اور کروڑوں کے فرضی مہر باندھنے لگے۔ کہیں سوا سن گھروں کا بھیجا کہیں کچھ اور فرضی بات ایسے مہر شرع میں کچھ نہیں نہ ان کا ادا کرنا کوئی ضروری بات ہے ۱۲ منہ۔

اَلنِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶

ترجمہ: ۔۔۔۔اورتم اپنے مال کو کہ جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے گزارہ بنایا ہے بیوقوف (یتیموں) کو نہ دو (ہاں) اس میں سے ان کو کھلاؤ اور پہناؤ اور اُن سے اچھی بات کہو۝۵۔ اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں تو پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو ان کے مال ان کے حوالہ کردو۔ اور فضول خرچی سے اور ان کے بڑے ہوجانے کے خوف سے پیش قدمی کر کے نہ کھایا کرو۔ اور جو (سرپرست) بامقدور محتاج ہو تو (وہ) دستور کے موافق کھالیا کرے۔ اور جب ان کے مال ان کے حوالہ کیا کرو تو اُن پر گواہ کرلیا کرو۔ اور حساب لینے کو تو اللہ تعالیٰ ہی بس کرتا ہے۝۶۔

ترکیب: ۔۔۔۔۔السفہآء جمع سفیہ بمعنی بیوقوف مفعول اوّل۔ اموالکم مفعول ثانی۔ قیما میں تین وجہ ہیں اس کو قیاماً بھی پڑھا ہے جو مصدر قام یقوم کا یہ مفعول ثانی۔ جعل بمعنے صیر کا اَی التی جعل اللّٰہ لکم سبب قیام ابدانکم۔ دوسرا یہ کہ جمع قیمۃ کی ہے کدیمۃ و دیم والمعنی ان الا موال قیام کالقیم للنفوس ای لبقاء النفوس۔ سوم یہ کہ اصل قیاماً تھا الف کو حذف کردیا۔

یتیموں کی پرورش وغیرہ کے احکامات

تفسیر: ۔۔۔۔ یہ اُن احکام کی تیسری قسم ہے۔ اس آیت میں تین حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیم اگر سفیہ یعنی بیوقوف ہو اس کو مال کی حفاظت اور تجارت کا طریقہ نہ آتا ہو اور اُس کے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ اُڑا اڑا لے گا تو اُس کے اُس کا وہ مال حوالہ نہ کرو جو تمہاری تفویض میں ہے (اَمْوَالُكُمْ کے یہی معنے ہیں) اور اس مال میں تمہاری معاش ■ ہے۔ (۲) یہ کہ جب تک مال اس کے سپرد نہ کئے جائیں تو اُن کو اُن کے مال میں سے یا اُس کے نفع میں سے جو تجارتِ مال سے حاصل ہو کھانا اور کپڑا دینا چاہیے (۳) یہ کہ مال نہ دینے سے عادتاً اُن کو رنج ہوتا ہے تو اُن سے تسلّی اور دِلاسے کی باتیں کرو کہ یہ تمہارا ہی مال ہے میاں ہم اس کے نگہبان ہیں آخر تم کو مل جائے گا۔ یا یہ مراد کہ ان بیوقوفوں کو اچھی باتوں کی تعلیم کرو۔ اس میں یتیموں پر نہایت شفقت ہے۔ سفاہت کم عقلی اور حماقت کو کہتے ہیں۔

مال یتیم سے تجارت وغیرہ کے اصول: ۔۔۔۔ اور جب کہ یہ فرمایا کہ بیوقوفوں کو مال نہ دو وہ خراب کر ڈالیں گے تو اس کے بعد دوسری آیت میں اس کی تفصیل کردی کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو اس بہانہ سے ولی یتیم کا مال ہضم کرسکتا تھا۔ فرمایا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى . . . الآیہ، اس آیت میں چار حکم ہیں (۱) یہ کہ یتیموں کا کاروبار تجارت وغیرہ میں امتحان کرلیا کرو۔ پھر جب وہ نکاح کو پہنچیں (یعنی بالغ ہوجائیں احتلام اور خاص دانتوں کا نکلنا اور بغلوں اور زیر ناف بالوں کا نکلنا اور بالخصوص عورتوں کے لئے حیض آنا اور چھاتیوں کا اُٹھنا علامتِ بلوغ مقرر

■: مالوں میں تمہارا گزارہ ہے اس سے یہ مراد ہے کہ یتیم کی اُس سے گزراوقات ہے۔ ''تمہارے کہنے میں'' اس طرف اشارہ ہے کہ یتیم بھی کوئی غیر نہیں اس کا گزارہ بھی تمہارا گزارہ ہے ۱۲ منہ

ہے)اور تم کو اُن سے کچھ بھی رُشد یعنی دُنیا کے کاروبار میں ہوشیاری معلوم ہو (رشداً کے نکرہ لانے سے یہ بات سمجھی جاتی ہے) تو اُن کے مال اُن کے حوالہ کر دو۔ (۲) اور اس بات پر شاہد کر لو یعنی گواہوں کے روبرو (ان کو مال)، دو تا کہ پھر کوئی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ (۳) یہ کہ حالتِ سرپرستی میں اُن کے مال فضول خرچی سے اور اس وجہ سے (کہ مبادا یہ بڑے ہو جائیں تو پھر اپنا مال واپس لے لیں گے اب جو کچھ ہو کھالو) نہ کھایا کرو۔ (۴) اگر یتیم کا سرپرست غنی ہے تو اُس کو کچھ بھی لینا نہ چاہیے اور فقیر ہے تو اپنی سرپرستی اور اُن کے مال کی نگرانی اور خدمت گزاری اور اس کی تجارت کے کاروبار کے معاوضہ میں جو اوروں کو دیا جاتا اُسی قدر آپ لے لے فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ کے یہی معنے ہیں۔ بعد میں عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا فرما کر تنبیہ کر دی کہ خدا تعالیٰ تم سے ہر بات کا اس کو مالک نہ دینا چاہیے جیسا کہ پہلے تھا وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ ... الآیہ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں پھر پچیس برس کے بعد بھی ایسا ہی رہے تو دے دینا چاہئے کہ کیونکہ اب اُس کی اصلاح کا زمانہ تمام ہو چکا کوئی امید باقی نہ رہی اب محروم نہ کرنا چاہئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک اخیر عمر تک بغیر رُشد معلوم کرنے کے نہ دینا چاہیے کیونکہ یہ سفیہ ہے تلف کر ڈالے گا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۞ وَاِذَا
حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا
لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۞ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا
خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ
ع اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۞

ترجمہ:...... مردوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ اور عورتوں کا بھی ماں باپ اور قرابت داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے خواہ (ترکہ) کم ہو یا زیادہ (اُس میں سے) حصہ مقرر کیا گیا ۞۔ اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے (جن کا کوئی حصہ نہ ہو) اور یتیم اور محتاج (لوگ) آجائیں تو اُن کو بھی اس میں سے کچھ دے دیا کرو اور ان سے نرم بات کہا کرو ۞۔ اور ان وارثوں کو ڈرنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ننھے ننھے بچے چھوڑ مریں تو ان (کی حالت) پر ان کو (کیا کچھ) ترس (نہ) آتا تو ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور نیک بات کرنی چاہیے ۞۔ جو لوگ ناحق یتیموں کے مال کھا جاتے ہیں وہ (تو) اپنے پیٹ میں آگ (ہی) بھر رہے ہیں۔ اور وہ عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے ۞۔

ترکیب:...... مما قل ... الخ جملہ بدل ہے مما ترک سے اور جائز ہے کہ حال ہو ضمیر محذوف سے ای مما ترک قلیلا او کثیرا نصیبا یہ موقع میں مفعول مطلق کے ہے ای عطاء او استحقاقا۔ و اذا حضر اشرط۔ فارزقوهم الخ جواب لو تر کوا شرط خافوا علیهم جواب ظلما مفعول لہٗ ہے یا مصدر موضع حال میں۔

شانِ نزول آیات

تفسیر:...... یہ اُن احکام کی چوتھی قسم ہے جو توریت سے متعلق ہیں اس کے سبب نزول میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اوس بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور اُن کی تین بیٹیاں اور ایک بیوی پیچھے رہی اور اس کے چچا کے دو بیٹے سوید اور عرفجہ جو وصی تھے کُل مال کو دبا بیٹھے اُس کی بیوی نے آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امر میں خدا تعالیٰ جو حکم دے گا ویسا کیا جائے گا۔ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت میں تعیینِ حصص نہیں بلکہ یہ اگلی آیت میں یُوْصِیْکُمُ اللہ... الایہ کے لئے تمہید ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو حصہ نہیں دیتے تھے خواہ میت کی بیٹی ہو خواہ بیوی ہو۔ یہاں صرف اس قدر فرمایا کہ میت خواہ والدین ہوں خواہ اقارب ہو اُن کے مال میں جس طرح مردوں کو حصہ پہنچتا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی خواہ وہ چیز کم ہو زیادہ۔

تقسیم میراث کے وقت غریب رشتہ داروں سے حسنِ سلوک:...... چونکہ آیندہ آیت میں وارثوں کے حصے مقرر کرنے منظور تھے اور بعض عزیز و اقارب بعید بسبب وارثِ قریب کے میراث سے محروم ہو جاتے ہیں اور مال کے تقسیم ہونے کے وقت فقیر اور یتیم بھی آنکلتے ہیں سو ایسی حالت میں اُن کا بالکل محروم ہو جانا اُن کے لئے گونہ جگر خراش ہے اس لئے حکم دیا کہ جب تقسیم کے وقت اقارب محروم الارث یا یتیم اور فقیر آنکلیں تو کچھ اس میں سے اُن کو بھی دیدو اور نرم بات کہو کہ بھائی یہ فلاں فلاں وارثوں کا حق ہے کہ جو میت سے زیادہ تعلق رکھتے تھے خدا تعالیٰ تمہیں برکت دے گا۔ ان لوگوں کو میراث میں سے کچھ دینا امرِ استحبابی (مستحب) ہے، فرض واجب نہیں پس اس آیت کو آیت میراث سے منسوخ بنانا بے فائدہ ہے۔ اس کے بعد اُن کو بے کسوں پر رحم کھانے اور خدا تعالیٰ سے ترس کرنے کا حکم اس لطف کے ساتھ دیتا ہے کہ جس سے خواہ مخواہ زندہ دل کی آنکھوں میں پانی بھر آئے۔ وہ یہ کہ تم خیال کرو کہ اگر تمہارے پیچھے تمہارے ننھے ننھے بچے رہ جائیں تو تم اُن کی بے کسی اور بسور بسور کر دیکھنے اور غیروں کے آگے ننھے ننھے ہاتھ پھیلا کر مانگنے سے کس قدر ترس کھاؤ سو ایسا ہی دوسروں کی اولاد پر ترس کھاؤ۔ اس لئے خدا تعالیٰ سے ترس کھا کر نرم اور تشفی بخش بات کہا کرو (سچ ہے بے کسوں کے دل میں خدا تعالیٰ کا گھر ہے اُن پر اُس کے لُطف و کرم کی نظر ہے) اس کے بعد آیت کو یتیموں کے مال سے پرہیز کرنے پر ختم کر کے حصہ معین فرماتا ہے۔ آگ کھانے سے مراد یہ ہے کہ ظالم نے جس قدر یتیم کا مالِ ناحق پیٹ میں بھرا ہے آخرت میں آگ ہو جائے گا گویا یہ اُس کا سبب ہے اگرچہ پیٹ ہی میں کھاتے ہیں مگر فِیْ بُطُوْنِهِمْ کے آنے سے تاکید ہو گئی جیسا کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا حالانکہ غیر کی آنکھ سے کوئی نہیں دیکھتا صرف تاکید مراد ہے۔ اسی طرح یہاں اس پر اعتراض کرنا حمق (حماقت) ہے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً
فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ
وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ

وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ
نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ
اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ
مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ
لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ
فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى
الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ
ع اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد (کے حصہ) کی بابت (یہ) حکم دیتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصہ کے برابر ہے، پھر اگر (نری) لڑکیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان سب کے لئے ترکہ کی دو تہائی ہیں۔ اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا (ترکہ) ہے۔ اور اگر میت کے کوئی اولاد ❶ بھی ہو تو میت کے ماں باپ ہر ایک کے لئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے ❷ پھر اگر میت کے کوئی بھی اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ ہی وارث ہوں تو میت کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی باپ کا) اور اگر میت کے لئے (اولاد نہ ہونے کی صورت میں) بھائی ہوں تو (میت کی) ماں کا چھٹا (حصہ) (یہ تقسیم میت کی وصیت پوری کرنے اور ادائے قرض کے بعد ہے۔ تم کو اپنے باپ (دادا) اور بیٹوں (پوتوں) میں سے نہیں معلوم کہ اُن میں سے تمہیں زیادہ نفع دینے والا کون ہے؟ (یہ حصوں کا) تقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بیشک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا ہے (ہر ایک بات کی) حکمت سے واقف ہے ⑪۔ اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکہ میں سے نصف ہے اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پھر اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ میں سے چوتھائی (حصہ) ہے (لیکن) اُن کی وصیت پوری کرنے کے بعد جو وہ کر مرے ہوں اور قرض (ادا کرنے) کے بعد۔ اور اگر تمہارے کوئی بھی اولاد نہ ہو تو (تمہاری) بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے چوتھائی

❶ میت کی کوئی اولاد بھی ہو بیٹا پوتا وغیرہ۔ ۱۲ منہ۔ ❷ باقی کے بھائی وارث ہیں۔ ۱۲ منہ۔

(حصہ) ہے۔ پھر اگر تمہارے کوئی اولاد ہو تو (اس صورت میں) اُن کو تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں (حصہ) ہے (مگر) وصیت کے بعد جو تم کر گئے ہو یا قرض (ادا کرنے) کے بعد۔ اور اگر کوئی مرد و عورت کہ جس کے وارث ہو سکتے ہوں کلالہ ❶ ہو اور اس (میت) کے کوئی بھائی بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا (حصہ) ہے، پھر اگر ایک سے زیادہ ہوں تو پھر ایک تہائی (حصہ) میں سب شریک ہیں (مگر یہ تقسیم ادائے) قرض کے بعد کی گئی ہو بغیر اس کے کہ کسی کو نقصان دیا جائے، (یہ) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ) جانتا (اور) بُردبار ہے⑫۔ یہ اللہ تعالیٰ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کہنا مانیگا تو اللہ تعالیٰ اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے⑬۔ اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اُس کی حدوں سے آگے بڑھے گا تو وہ اُس کو دوزخ میں داخل کرے گا جس میں (وہ) ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلت کا عذاب ہوگا⑭۔

ترکیب:...... للذکر... الخ جملہ موضع نصب میں ہے بسبب یوصی کے فان کن ای المتروکات نساء موصوف فوق اثنتین صفت سب خبر فلھن جواب شرط من بعد وصیة... الخ جملہ موضع حال میں ہے السدس سے تقدیرہ مستحقا من بعد وصیة و العامل الظرف اٰباؤکم وابناؤکم مبتدا لاتدرون جملہ خبر پھر ایھم مبتدا اقرب لکم ممیز نفعا تمیز مجموعہ خبر فریضة مصدر ہے فعل محذوف کا ای فرض ذٰلک فریضة و ان کان تامہ۔ رجل فاعل او امراة اس پر معطوف ہے یورث صفت ہے رجل کی اور کلالة حال ہے ضمیر یورث سے اور اگر کان ناقصہ مانا جائے تو رجل موصوف، یورث صفت معطوف علیہ او امراة معطوف سب اسم کان۔ کلالة خبر بعض کہتے ہیں کلالة اسم ہے مال موروث کا تب نصب کلالة کا اس وجہ سے ہوگا کہ یہ مفعول ثانی ہوگا یورث کا کما تقول ورث زید مالاً بعض کہتے ہیں کہ کلالہ ان وارثوں کو کہتے ہیں کہ جن کے نہ اولاد ہو، نہ ماں باپ دادا وغیرہ تب حذف مضاف مانا جائے گا و لہ ضمیر میت کی طرف راجع ہے یا موروث کی طرف کہ جس میں رجل و امراة دونوں شریک ہیں۔ غیر مضار حال ہے فاعل یوصی سے وصیة مصدر ہے فعل محذوف کا۔

میراث میں اولاد کے حصے

تفسیر:...... یہ آیت سابقہ کی تفصیل ہے واضح ہو کہ جاہلیت میں دو سبب سے وراثت جاری ہوتی تھی ایک نسب، دوسرا عہد نسب میں بھی وہ لوگ ان لوگوں کو حصہ دیتے تھے جو میت کی طرف سے نیزہ لے کر لڑ سکتے تھے اس لئے عورتوں اور چھوٹے لڑکوں کو حصہ نہ دیتے تھے اور عہد دو طرح پر ہوتا تھا ایک یہ کہ کوئی شخص کسی کو یہ کہہ لیتا تھا کہ میری جان تیری جان اور میرا خون تیرا خون، میں تیرا وارث تُو میرا وارث ہے سو اس کے روبرو بھائی بیٹے کسی کو بھی ورثہ نہیں ملتا تھا۔ دوسرا یہ کہ کسی کو متبنیٰ یعنی بیٹا بنا لیتے تھے جیسا کہ ہنود میں رواج ہے سو وہی وارث ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ جب مبعوث ہوئے تو ابتداء میں اس رسم و دستور کو بحال، خود رہنے دیا پھر مدینہ میں آکر کچھ دنوں ہجرت اور مواخات یعنی بھائی چارہ پر وراثت قائم ہوئی یعنی جب کوئی صحابی ہجرت کر کے آتا تھا دوسرا مہاجر اُس کا حصہ پاتا تھا اور کو نہیں ملتا تھا۔ اور مواخات یہ کہ آنحضرت ﷺ دو شخصوں میں بھائی چارہ کرا دیتے تھے اُن میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا مگر اس کے بعد دین

---

❶...... کلالہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے نہ فروع ہوں یعنی کوئی اولاد نہ ہو نہ اصول ہوں یعنی ماں باپ دادا وغیرہ۔ ۱۲ منہ۔

ف: کلالة کے اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کل سے مشتق ہے جس کے معنی بار کے ہیں ایسی قرابت بعیدہ جو نہ اُصول سے تعلق رکھے نہ فروع سے ایک طرح کی بار ہوتی ہے پھر کلالہ کون ہے؟ بعض کہتے ہیں وہ میت ہے کہ جس کے بعد اس کے وارثوں میں سے نہ اُس کے اصول ماں باپ موجود ہوں نہ فروع اولاد ہو بلکہ اور لوگ ہوں بھائی اور اُن کی اولاد وغیرہ اُن کی نسبت یہ بلحاظ پرورش کے ایک بار سمجھا جاتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل لغت و اہل حرمین کا یہی قول ہے بعض کہتے ہیں کہ میت کے ایسے وارث جو اُس کے اصول سے ہوں نہ فروع سے ہوں ۱۲ منہ

اسلام میں توریث کا دارومدار تین چیزوں پر رہا۔ایک نسب، دوسرا نکاح، تیسرا ولاء

فوائد: مسائل وراثت اور اقسام نسب:.....پھر نسب کی بھی چند قسم ہیں۔اوّل: میت کی اولاد ہے کیونکہ اعانت اور کارگزاری انسان کی جس قدر اس کی اولاد کرتی ہے اور کوئی نہیں کرتا اس عمر میں ماں باپ زندہ رہتے ہی نہیں اور بھائی وغیرہ اقارب اپنی اپنی اولاد کی پرورش اور اپنے اپنے دھندے میں مشغول ہو جاتے ہیں اس لئے بقدرِ مشقت سب سے زیادہ ان کا حصہ قرآن میں قرار پایا۔پھر اولاد کی کئی صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ بیٹے اور بیٹیاں مِلے جُلے ہوں عام ہے کہ اور وارث بھی ہوں یا نہ ہوں اگر اور بھی ہیں تو ان کا حصہ دے کر اور اگر نہیں تو کُل مال کو لِلذَّكَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَيَيۡنِ ۚ (یعنی دو حصے مرد کے اور ایک عورت کا) کے موافق تقسیم کر لیں۔چونکہ جس قدر کارگزاری اور اعانت بیٹا کر سکتا ہے اُس قدر بیٹی ضعیف العقل ضعیف القویٰ نہیں کر سکتی۔علاوہ اس کے یہ تو کسی مرد سے نکاح کر کے اپنے خرچ کا ذمہ دار اُس کو کر دے گی، بیٹے کو یہ بات کب نصیب ہوتی ہے۔علاوہ اس کے ہر قوم میں بیٹا باپ کا جانشین قرار دیا جاتا ہے نہ کہ بیٹی۔اس حکمت سے بیٹے کو دو حصے بیٹی کو ایک حصہ دلایا یعنی تین حصے کر کے ایک حصہ بیٹی کو دو بیٹے کو۔دوم: یہ کہ دو سے زیادہ کئی لڑکیاں ہوں اور بیٹا نہ ہو اس کے لئے فرماتا ہے۔فَاِنۡ كُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ کہ کُل مال کے تین حصے دو حصے بیٹیوں کو دیدیں اور اُس کو باہم برابر حصہ کر کے بانٹ لیں خواہ دو ہوں یا ان سے زیادہ ہوں اور ایک حصہ اور وارثوں کو دیدیا جائے۔قرآن میں فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ کا لفظ ہے جس سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر صرف دو لڑکیاں ہوں تو اُن کو بھی نصف ملے گا کس لئے کہ فَوۡقَ اثۡنَتَيۡنِ کے معنی جو مشروط تھے نہ پائے گئے۔مگر جمہور کے نزدیک دو بیٹیاں بھی تین کا حکم رکھتی ہیں اور ان شرطیہ سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ دو سے زیادہ نہ ہوں تو ان کو دو ثلث نہ ملیں اور احادیثِ صحیحہ اور دلائل آیاتِ قرآنیہ بھی جمہور کے موید ہیں۔سوم: یہ کہ صرف ایک بیٹی ہو تو اُس کو کُل مال کا نصف ❶ یعنی آدھا پہنچے گا۔وَاِنۡ كَانَتۡ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصۡفُ ؕ چہارم: یہ کہ صرف ایک ہی بیٹا ہو اُس کو کُل مال ملے گا کیونکہ جب ایک لڑکی کو نصف ملتا ہے اور مرد کا حصہ عورت سے دو چند ہے تو خواہ مخواہ اس کو کُل ملے گا کس لئے کہ دو نصف کے جمع کرنے سے کُل ہو جاتا ہے اور اسی پر اجماعِ امت بھی ہو گیا ہے۔پنجم: یہ کہ کئی بیٹے ہوں اُن کا حکم ظاہر ہے وا اور وارثوں کا حصہ دے کر جس قدر بچے گا برابر تقسیم کر لیں گے۔

ماں باپ کے لئے میراث کا حکم:.....نسب کی دوسری قسم انسان کے ماں باپ ہیں۔ہر چند ماں باپ کا درجہ اور اُن کے حقوق اولاد سے کہیں زیادہ ہیں مگر جب آدمی صاحبِ اولاد ہو کر مرتا ہے تو عادتاً اس عمر میں ماں باپ بڈھے ہو جاتے ہیں جن کی عمر کا کسی قدر حصہ

---

❶ .....شیعہ اس جگہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اُنھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں سے نصف کیوں نہ دیا؟ اس کا اصل جواب یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے بوقتِ اخیر کوئی مال نہیں چھوڑا تھا نہ جائداد منقولہ نہ غیر منقولہ، اور نہ پیغمبر علیہ السلام کی یہ شان تھی کہ وہ نبوت و رسالت کو دنیاوی مال کا ذریعہ بناتے اور نہ کسی اولوالعزم رسول نے کوئی مال چھوڑا۔جو کچھ اُن کو مل بھی گیا تو ضرورتوں اور مہمانوں اور قرباء کے لئے وقف کر دیا تھا فدک میں جو کچھ زمین تھی وہ وقف علی الاقارب تھی۔اگر یہ روایات جو خبر احاد ہیں جن کا ظن سے زیادہ مرتبہ نہیں تسلیم بھی کر لی جائیں تو ممکن ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو وراثت کا خیال پیدا ہوا ہو مگر اصل حقیقت ابو بکر رضی اللہ عنہ رازدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر خاموشی اختیار فرمائی اور ردّم اخیر تک کلام نہ کیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی غصب کر کے جیسا کہ معترض کہتا ہے اپنے تصرف میں نہ لائے اور نہ اپنی اولاد کو دے گئے جن میں سے ایک لڑکی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں جن کو میراث میں سے بھی کچھ حصہ مل سکتا تھا مگر بدستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقارب کو اس کی آمدنی دیتے رہے پھر عمر رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ بلکہ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی اسی پر عمل درآمد رہا اپنی خلافت میں خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اُس زمین کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو نہ دیا اور نہ ردِ مظالم امام برحق کا فرض منصبی تھا نہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں اس پر مالکانہ تصرف فرمایا۔یوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے مخالف اس واقعہ کی برے پیرایہ میں تصویر کھینچتا ہے تو اس کو اختیار ہے مگر وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پر در پردہ طعن کر رہا ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ پر بھی معاذ اللہ ۱۲ منہ

باقی رہ جاتا ہے اس لئے ان کو مال کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ دوم اُن کے پاس ان کا اندوختہ اور اپنے ماں باپ کا زائد حصہ بھی موجود ہوتا ہے برخلاف میت کی اولاد کے کہ اُن کا سرمایہ تو سر دست یہی باپ کی کمائی ہوتی ہے اس لئے ماں باپ کا حق بہ نسبت اولاد کے کم قرار پایا اور اسی لئے اُس کو اس کے بعد میں بہ ترتیب ذکر کیا۔

والدین میت کے تین حال ہیں:......(۱) یہ کہ ان کے ساتھ میت کی کوئی اولاد بھی ہو مثلاً زید مرا اور اُس نے ماں باپ اور اولاد پیچھے چھوڑی تو اس صورت کو اللہ تعالیٰ اس آیت میں بیان فرماتا ہے۔ وَلِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ کہ کُل مال کے چھ حصے کر کے یک حصہ ماں کو ایک باپ کو ملے گا باقی چار حصوں کو اولاد بانٹ لے گی۔ ولد میں میت کا بیٹا اور بیٹی دونوں آ گئے پھر اگر صرف ایک بیٹا ہے تو یہ چاروں حصے یہی لے گا اور اگر کئی ہیں تو باہم برابر بانٹ لیں گے اور بیٹے اور بیٹیاں ہیں تو دوہرا حصہ بیٹا اور کہرا حصہ بیٹی کو دے کر تقسیم کریں گے اور اگر صرف ایک بیٹی ہے تو آدھا مال وہ لے گی اور حصہ کے سوا جو کچھ بچے گا اُس کو بھی باپ ہی عصبہ بن کر لے گا۔

اب ام بنت مسئلہ: اور اگر دو بیٹیاں ہیں یا زیادہ تو دو ثلث وہ لیں گی اور ماں باپ کو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

اب ام بنت مسئلہ: (۲) یہ کہ سوائے ماں باپ کے میت نے اور کوئی وارث نہیں چھوڑا اس صورت میں کل مال کے تین حصے کر کے ایک ماں کو اور باقی باپ کو ملیں گے جیسا کہ فرماتا ہے۔ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ اگر چہ باپ کے حصہ کی شرح نہیں کی مگر دلالت سے سمجھا جاتا ہے کہ ثلث کے بعد جو کچھ ہے باپ کا ہے اور وارث تو کوئی ہے نہیں۔ پھر اگر اور وارث بھی ہو یعنی خاوند عورت کا اور خاوند کی بیوی۔ مثلاً ایک شخص مرا اُس نے اولاد تو کچھ نہ چھوڑی مگر بیوی اور ماں باپ چھوڑے یا ایک عورت لاولد مری اُس نے خاوند اور ماں باپ چھوڑے اُس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کیونکہ آیت میں اس کی کچھ تصریح نہیں۔ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں پیشتر خاوند اپنا چوتھا حصہ لے گا اُس کے بعد تہائی یعنی ثلث ماں لے گی اور جو بچے گا باپ لے گا یوں تقسیم کریں گے۔

زوج ام اب مسئلہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کُل کا ثلث ماں لے گی اس طرح تقسیم زوج، ام، اب، اس صورت میں باپ کو ماں سے کم ملتا ہے۔

(۳) یہ کہ میت کے اولاد تو نہ ہو مگر باپ ماں کے سوا اُس نے بہن بھائی چھوڑے ہوں اس صورت میں صرف ماں کا حصہ خدا تعالیٰ نے بیان کیا کہ اس کو سُدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ۔ مگر یہ حکم جب ہے کہ دو یا دو سے زیادہ میت نے بہن بھائی چھوڑے ہوں۔

اخوۃ اخ: کی جمع ہے مگر مراد وہ ہے کہ جس سے اخوۃ ثابت ہو خواہ بھائی ہو یا بہن عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی اگر ایک بہن ہے تب اُن کو ثلث ملے گا۔ مگر یہ نہ فرمایا کہ سُدس کے بعد باقی کون لے گا۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم یہ کہتے ہیں کہ قرینہ دلالت کرتا ہے کہ باپ لے گا جیسا کہ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ سے دو ثلث باپ کے لئے سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان میں بہن بھائیوں کو اس صورت میں کچھ نہ ملے گا محروم رہیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کو ایک سُدس جو ماں سے لیا ہے دیا جائے گا اور تنہا بہنیں ہوں گی تو ماں کو ثلث ہی ملے گا کیونکہ لفظ اخوۃ ہے نہ کہ اخوات۔ واضح ہو کہ دادا❶ بمنزلہ باپ کے اور نانی دادی بمنزلہ ماں کے ہے۔ یہاں اس کی بھی آیت میں تصریح کر دی کہ سب حصے میت کے قرضہ اور وصیت ادا کرنے کے بعد قائم ہوں گے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ ان حصوں کے مقرر کرنے میں جو مصلحت الٰہی

---

❶..... یعنی اگر باپ نہ ہو تو اُس کے قائم مقام میراث میں دادا ہے اور ماں نہ ہو تو نانی یا دادی ان کا قائم مقام ہونا بعض کے نزدیک لفظ اب اور ام سے ہے اور بعض کے نزدیک اجماعِ اُمت سے۔ اسی طرح پوتا قائم مقام ابن بیٹے کے ہے ۱۲۔

ہے اُس کو تم اچھی طرح نہیں جانتے لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا۔ چونکہ یہ تقسیم عرب کے دستور قدیم کے برخلاف تھی تاکہ اُن کو شاق نہ معلوم ہو اس لئے یہ فرمایا گیا۔

نسب کی تیسری قسم:...... میں بہن بھائی ہیں ان کا مرتبہ اولاد اور ماں باپ کے بعد ہے مگر زوجیت کا تعلق عجیب ہے اور نیز بیوی کو عرب میں حصہ نہیں دیتے تھے اس لئے ان سے پہلے میاں بیوی کا حصہ بیان فرمایا۔ اور میاں بیوی کا حصہ دوسرے سبب یعنی نکاح پر مبنی ہے۔ ہم تفسیر میں پیشتر اس سے فارغ ہولیں پھر اس تیسری قسم کی تشریح کریں گے۔ اگر خاوند لاولد مرے گا مُجملہ اور وارثوں کے بیوی کو چوتھا حصہ کل مال میں سے پہنچے گا خواہ ایک بیوی ہو یا چار سب اسی چہارم میں شریک ہیں۔

اور اگر میت کی اولاد ہے خواہ بیٹا خواہ بیٹی خواہ ایک خواہ دو اس بیوی سے یا کسی اور سے خواہ لونڈی شرعیہ سے تب بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور اگر بیوی لاولد مرے تو خاوند کو نصف ورنہ چہارم ملے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ ......الآیۃ۔ چونکہ عورت مہر بھی پاتی ہے پھر اور شخص سے بھی نکاح کر سکتی ہے اور نیز مرد سے کم رتبہ ہے اس لئے اس کا حصہ ہر حال میں میاں کے حصہ سے نصف رہا۔

واضح ہو کہ اگر ایک ماں باپ کی اولاد ہے تو اُن کو بہن بھائی عینی اور کبھی بنی اعیان کہتے ہیں اور اگر ماں غیر اور باپ ایک ہے تو اُن کو بہن بھائی علاتی کہتے ہیں اور ایک ماں اور دو باپ ہوں مثلاً ایک عورت نے پہلے ایک شخص سے نکاح کیا اُس سے اولاد ہوئی پھر اُس کے طلاق دینے یا مرنے کے بعد اور سے نکاح کر کے اولاد حاصل کی سو یہ بہن بھائی اخیافی کہلائیں گے۔

چونکہ اخیافوں کا رشتہ ضعیف ہے اس لئے پیشتر ان کے حصہ کا ذکر کیا کہ اگر کوئی مرد یا عورت کلالہ ہو یعنی نہ اُس کے ماں باپ ہوں نہ اولاد ہو بلکہ صرف بہن بھائی ہوں تو اُن میں سے ہر ایک کو سُدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا اور دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ایک تہائی ملے گی اُس کو وہ سب آپس میں برابر بانٹ لیں گے بہن بھائی کا حصہ برابر ہوگا۔ اگر میت کی اولاد و ماں باپ عینی یا علاتی بہن بھائی ہوں گے تو اُن کو کچھ بھی نہ ملے گا وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ سے یہی اخیافی بہن بھائی مراد ہیں کس لئے کہ اسی سورہ نساء کے اخیر میں عینی اور علاتی بہن بھائیوں کا ورثہ بیان فرمایا ہے جو اس ورثہ کے غیر ہے کما قال قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ . . . الآیہ۔ یعنی اگر ایک بہن میت کی ہو اور اُس میت کی اولاد اور ماں باپ نہ ہوں (جس کو کلالہ کہتے ہیں) تو اس بہن کو نصف مال ملے گا اور اگر دو یا زیادہ ہیں تو اُن کو دو ثلث ملیں گے اور اگر ان کے ساتھ بھائی بھی ہے تو عصبہ ہو کر مرد کے لئے دو حصہ اور عورت کے لئے ایک حصہ کر کے تقسیم کر لیں گے۔ یہ لوگ کہ جن کے قرآن میں حصے مقرر ہوئے اُن کو اُن کو ذوالفروض کہتے ہیں جس صورت میں کہ یہ لوگ مرتد نہ ہوں یا مورث کو عمداً قتل نہ کریں یا اختلافِ دین نہ ہو یا اختلافِ حریت عبدیت میں نہ ہو اُس وقت اُن کو یہ حصہ ملے گا۔

نسب کی چوتھی قسم:...... ایک اور بھی ہے جس کو عصوبت سے تعبیر کرتے ہیں ذوالفروض کے حصوں کے بعد جو کچھ باقی بچتا ہے اس کو عصبہ لے لیتا ہے۔ عصبوں کی تین قسم ہیں کیونکہ اُس کے عصبہ ہونے میں اگر غیر کی احتیاج نہیں تو اُس کو عصبہ بنفسہٖ کہتے ہیں اس قسم میں وہ ذکور ❶ ہیں کہ جن کا واسطہ میت سے بغیر توسطِ اُنثیٰ ❷ کے ہو جیسا کہ میت کی اولاد (ذکور) اور اُس کا باپ دادا پھر اُس کے بھائی پھر اُس

---

❶ ذکور: مرد۔ ❷ اُنثیٰ: عورتیں۔

کے دادا کی اولاد درجہ بدرجہ یہ چار قسم ہیں اور اگر غیر کی حاجت ہے اور وہ غیر بھی عصبہ ہے تو اُس کا باپ دادا پھر اس کے بھائی پھر اُس کے دادا کی اولاد۔ درجہ بدرجہ یہ چار قسم ہیں اور اگر غیر کی حاجت ہے اور وہ غیر بھی عصبہ ہے تو اُس کو عصبہ بغیرہ کہتے ہیں جیسا کہ میت کی بیٹیاں اور پوتیاں اور بہنیں یہ بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ مع غیرہ کہتے ہیں جیسا کہ میت کی بہن پوتی کی عصبہ ہو جاتی ہے اُن کے بعد ذوالارحام ہیں۔ عصبات کا وارث ہونا احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

تیسرا سبب توریثِ ولاء:...... ہے۔ ولاء یہ ہے کہ کوئی شخص کسی غلام کو آزاد کر دے اور آپ کے اقارب نہ ہوں تو یہ آزاد کرنے والا کہ جس کو مولی العتاقہ کہتے ہیں وارث ہوگا اور اُس کو عصبہ سببیہ کہتے ہیں چونکہ ان میں بھی ایک دوسرے کا ہر طرح سے مددگار ہے اس لئے وراثت قائم ہوگی۔ یا دو شخص ایسے کہ جن کے اقارب نہ ہو باہم معاہدہ یگانگت کر کے گزران کریں تو اس کو مولی الموالات کہتے ہیں ان میں بھی باہم وراثت ہوگی بشرطیکہ اقارب نہ ہوں ورنہ نہیں۔

فائدہ، میراث کی تقسیم قرض کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد ہوگی:......(۱) دوبارہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حصے وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد قائم ہوں گے کیونکہ قرض کا میت پر باقی رہ جانا اور وارثوں کا مال لے کر چلتے پھرتے نظر آنا میت کو بھی عالم آخرت میں ضرر دیتا ہے اور قرض خواہ کا بھی ضرر ہے نیز وصیت کا پورا نہ ہونا بھی میت کی روح کو صدمہ دیتا ہے اس لئے غَيْرَ مُضَآرٍّ فرمایا اور تاکید کر کے وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ کہہ دیا کہ یہ تعمیل بھی وصیت الٰہی ہے۔

(۲) کسی وارث کے لئے بغیر مرضی دوسرے وارثوں کے وصیت جائز نہیں اور اگر کسی غیر کے لئے وصیت کرے تو ایسا نہ کرے کہ تمام مال مرتے وقت غیروں کو بخش کر وارثوں کو محروم چھوڑ جائے۔ نہایۃ الامر تہائی مال تک وصیت کر سکتا ہے کہ فلاں فقیر کو یہ دینا یا مدرسہ یا مسجد میں لگانا یا فلاں میرے دوست کو اس قدر دینا اور جو کل کی وصیت کرے گا تو اس میں سے موصی لہٗ کو صرف ثلث ملے گا۔

(۳) احکام میراث بیان فرما کر یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں جو اُن پر قائم رہے گا جنت میں آرام پائے گا اور نہ جہنم میں ذلت اُٹھائے گا۔

وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ
فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ
لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا
عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ

الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِکَ

اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۱۸

ترجمہ:......اور جو تمہاری ● عورتوں میں سے بدکاری کریں تو ان پر اپنے لوگوں میں سے چار (معتبر) گواہ لاؤ پھر اگر وہ گواہی دیدیں تو ان کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ وہ مرجائیں یا اللہ تعالیٰ اُن کے لئے کوئی راہ نکالے ۱۵۔ اور جو دو مرد تم میں سے بدکاری کریں تو اُن کو سزا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نیکی پر آجائیں تو اُن کا پیچھا چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (بڑا) توبہ (قبول) کرنے والا مہربان ہے ۱۶۔ اللہ تعالیٰ کو انہیں (لوگوں) کی توبہ قبول کرنی پڑتی ہے جو نادانستگی سے گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر (معلوم ہونے پر) جھٹ سے توبہ کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی انہی کی توبہ (بہت جلد) قبول کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے ۱۷۔ اور ان کی توبہ (قبول) نہیں کہ جو گناہ (پر گناہ) کئے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ کھڑی ہوتی ہے کہنے لگتا ہے کہ اب میری توبہ ہے اور نہ انہی کی کچھ توبہ ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ اُنہی (لوگوں) کے لئے تو ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ۱۸۔

ترکیب:...... والّتی، التی کی جمع خلاف قیاس ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ جمع کے لئے وضع کیا گیا ہے مبتدا فاستشھدوا اس کی خبر۔ اگرچہ یہ امر ہے لیکن بسبب ملنے التی کے فعل سے شرط کا حکم رکھتی ہے۔ بعض کہتے ہیں خبر محذوف ہے۔ تقدیرہ 'حکمھن فیما یتلی علیکم وھو۔ فاستشھدوا . . . الخ۔ اویجعل عاطفہ بعض کہتے ہیں بمعنی الی ان۔ لھن یجعل سے متعلق ہے والذان کو والتی پر قیاس کر لیجئے مبتدا و خبر ہونے میں۔ انما التوبۃ مبتدا علی اللہ ثابت کے متعلق ہو کر خبر۔ للذین . . . الخ حال ہے ضمیر ثابت سے جس کے متعلق علی ہے بعض کہتے ہیں للذین خبر علی اللہ شئی مقدر سے حال ہے و لا لذین . . . الخ معطوف ہے الذین یعملون السیات پر مبتدا خبر بھی ہو سکتے ہیں۔

زنا وغیرہ کے احکامات

تفسیر:...... پہلی آیت میں عورتوں کے لئے میراث کا حکم دیا تھا جس کا عرب میں عموماً دستور نہ تھا یہ بات اُن کے حق میں نہایت شفقت کی تھی اس کے ساتھ زنا وغیرہ مفاسد کا بھی حکم بیان کیا تاکہ بُرائی سے منع کر کے کامل شفقت ہو جائے خصوصاً میراث کے بعد جب کہ عورت کے پاس مال ہو جاتا ہے اور نیز اس کا سرپرست مرجاتا ہے تو یہ دونوں باتیں اُس کے نفس کو شتر بے مہار کر دیتی ہیں جس سے آزادگی اور اُس سے حرام کاری جو باعثِ فسادِ عالم ہے پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ہم اب آزاد ملک کی عورتوں کو دیکھتے ہیں اس لئے ایسے موقع پر اس حکم کا بیان کرنا بھی نہایت مناسب تھا۔

(۱) وَالّٰتِیْ . . . الخ، اَلْفَاحِشَۃَ مصدر ہے جیسا کہ العاقبۃ، بُرے کام یا بُری بات کو کہتے ہیں مگر اس جگہ مراد زنا ہے کیونکہ یہ قوت شہوانیہ کا بدنتیجہ ہے جو نہایت بد ہے۔ جمہور کے نزدیک اس کے یہ معنی ہیں کہ جو عورتیں زنا کریں اور چار گواہ اُن پر چشم دید گواہی دیدیں تو ان کو گھر میں یہاں تک مقید رکھیں کہ اُن کا حکم نازل ہو جائے یعنی اُن کے لئے خدا تعالیٰ کوئی طریقہ خلاصی کا نکالے۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا جب کسی عورت پر زنا کی شہادت گزر جاتی تھی تو اس کو گھر میں مقید رکھتے تھے اس بات کے انتظار میں کہ انجام جو حکم اس کے حق میں نازل ہو اُس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ پھر چند عرصہ کے بعد سورۂ نور میں حکم نازل ہوا اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تشریح فرما دی کہ اگر

● ...... ابتدائے اسلام میں زنا کی یہی سزا تھی پھر بعد میں یہ سزا منسوخ ہو گئی رجم یا سو کوڑے مارنے کا حکم آ گیا ۱۲ منہ۔

کنوارا یا کنواری ایسا فعل کرے تو اُس پر سو دُرّے مارنے چاہئیں اور کبھی اُس کی سات برس تک جلاوطنی بھی کی گئی ہے۔اور جو بیاہا ہوا (شادی شدہ) مرد یا عورت جس کو محصن یا محصنہ کہتے ہیں ایسا کرے تو اُس کو سنگسار کرنا چاہئے چنانچہ یہ بیان فرما کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا خُذُوْا عَنِّیْ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا (رواہ مسلم)۔توراۃ میں بھی زنا کی سزا قتل ہے چار گواہ اس لئے مقرر کئے کہ یہ بڑا نازک معاملہ ہے دو ایک کا جھوٹ باندھ لینا سہل ہے مگر چار ثقہ آدمیوں کا ہونا جو جماعت کا حکم رکھتے ہیں ایسی جھوٹی بات پر متفق ہونا عادتاً ناممکن ہے اور نیز اس میں پردہ پوشی بھی ملحوظ ہے اس میں علاوہ سزائے موت کے خاندان کی عزت پر بھی دھبہ لگتا ہے اور نیز یہ فعل دو سے سرزد ہوتا ہے اور کم سے کم مرتبہ شہادت میں دو گواہ ہیں تو دو مرد کے فعل کے لحاظ سے دو عورت کے لحاظ سے چار ہو گئے۔

زنا اور لواطت وغیرہ کی سزا:......(۲) وَالَّذَانِ۔اس سے مراد بھی جمہور کے نزدیک زنا ہے نزول میں تقدیم و تاخیر ہے۔اوّل اسلام میں صرف ایذاء دینا ہی سزا مقرر تھی کہ ان کو زبان سے بُرا بھلا کہو، ملامت کرو فَاٰذُوْھُمَا سے یہی مراد ہے۔اگر باز آئیں اور توبہ کرلیں تو اُس کا پیچھا چھوڑ دو۔چونکہ عرب اس گناہ کے عادی تھے اُن کو بتدریج منع فرمایا پھر اُس کے بعد وَالّٰتِیْ آیت مقدمہ نازل ہوئی کہ جس میں قید کا حکم ہوا۔اس کے بعد سورۂ نور میں سزا معین کردی۔بعض کہتے ہیں والّتی سے مراد زنا ہے۔وَالَّذٰنِ سے مراد لواطت ہے اور فَاٰذُوْھُمَا سے مراد تعزیر ہے۔اور یہی قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔کہ اغلام کے لئے زنا کا حکم نہیں اس کے لئے تعزیر ہے نہ کہ حد۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جو زنا کی سزا ہے وہی اغلام کی صرف یہ فرق ہے کہ مفعول اگرچہ محصن ہو اس کو سنگسار نہ کیا جائے گا۔بعض کہتے ہیں وَالّٰتِیْ سے مراد سحق ہے کہ عورت عورت سے بدفعلی کرتی ہے اور وَالَّذٰنِ سے مراد اغلام ہے کہ جو مرد مرد سے کرتا ہے اوّل کی سزا قید ہے دوسرے کی تعزیر اور زنا کا حکم سورہ نور میں ہے۔

زنا اور اغلام اور سحق کی بُرائی ظاہر ہے کہ اُن سے انتظام میں خلل ہوتا ہے جب عورت عورت کی طرف متوجہ ہوگی تو اپنے شوہر کی طرف کب رغبت کرے گی خواہ مخواہ خانہ داری میں فساد پیدا ہوگا اور اسی طرح جب مرد، مرد سے حاجت روائی کرے گا تو عورت اوروں کی طرف متوجہ ہوگی اور یہ نسل سے محروم رہے گا عورت کو غیروں کی طرف متوجہ دیکھ کر خاموش ہوگا اُس کی غیرت گئی اور مفعول کو زنانہ پن عارض ہوتا ہے اور زنا سے نسب میں فرق آتا رہتا اور نیز اس سے روح میں بھی تاریکی پیدا ہوتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کو حرام کردیا اور اس پر سزا بھی مقرر کردی اور آخرت میں رُوح کا معذّب ہونا بھی بیان فرمادیا۔اسلام اس بات پر فخر کرسکتا ہے کہ اس کی برکت سے جس طرح شرک کی بیخ کنی ہوئی اسی طرح زنا کا بھی دروازہ بند ہوگیا۔اسی لئے بے حجابی جو زنا کی طرف اُبھارتی ہے جیسا کہ آج کل مہذب قوموں میں بھی دیکھا جاتا ہے اس کو بھی منع کردیا اور حجاب کا اسی مصلحت سے حکم دیا۔

توبہ کے اوصاف:......(۳) جب کہ یہ فرمایا کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو اُن سے تعرض نہ کرو تو اس کے بعد توبہ کے اوصاف بیان کرنے بھی مناسب ہوئے فقال اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ یعنی جس توبہ کو خدا تعالیٰ ضرور اپنے فضل سے قبول کرتا ہے وہ دو باتوں پر مبنی ہے۔ایک یہ کہ گناہ کو جہالت سے کرتا ہو اُس کے گناہ ہونے کا علم نہ ہو۔دوم یہ کہ مِنْ قَرِیْبٍ یعنی موت سے اور اُس کے آثار سے پہلے توبہ کرلے یہ نہیں کہ سدا اُس میں مبتلا رہے۔ان دو شرطوں کے ساتھ توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے در حقیقت اُس پر کوئی چیز واجب نہیں وہ فاعل مختار ہے مگر اُس نے اپنے فضل سے وعدہ کرلیا ہے۔بعض کہتے ہیں عَلَی اللّٰہِ کے معنی مِنَ اللّٰہِ ہیں یعنی ان گمراہوں کو جن کی استعداد میں ہنوز کچھ فرق نہیں آیا ہے خدا تعالیٰ توفیق توبہ عطا فرماتا ہے۔اب رہے وہ لوگ کہ جو عمداً گناہ کرتے ہیں یعنی گناہ کو گناہ جانتے ہیں اُن کی توبہ بالاتفاق قبول ہے مگر وہ لوگ بہ نسبت نادان کے زیادہ مجرم ہیں اس لئے ان کی توبہ کا ضرور قبول کرنا نہیں فرمایا، نہ رد ہی کردیا ہے۔اور جہالت کے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ حقیقتِ عذاب کو نہیں جانتے سو وہ بھی اُن میں شامل ہیں اُس کے بعد جن کی توبہ قبول نہیں اُن کا ذکر کرتا ہے۔

توبہ کس کی مقبول نہیں:......وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ یعنی دو شخصوں کی توبہ قبول نہیں ایک وہ مومن کہ جس کو علاماتِ موت دکھائی دیئے جائیں اور اس عالم کا پردہ اُس سے اُٹھ جائے تب اس کی توبہ قبول نہیں۔ دوم، کافر ایسے وقت کفر سے توبہ کر کے ایمان لائے تو اُس کی بھی توبہ قبول نہیں اس کو "ایمان یاس" کہتے ہیں۔ اگرچہ اس کی جناب، جنابِ عالی ہے۔ وہ عذر آوروں کو نہیں نکالتا سو بار گر توبہ توڑ کر توبہ کرے پھر بھی اُس کو معاف کرتا ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے مگر یہ جب تک ہے کہ بندہ پر وہ عالم منکشف نہیں پھر جو منکشف ہو گیا تو گویا عدالت میں حاضر کیا گیا اب عذر کا زمانہ نہیں رہا اب اس کو سزا ہوگی پہلے عذر کرتا تو مضائقہ نہ تھا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمہ:......ایمان والو! تم کو یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی سے عورتوں کے وارث بن جاؤ۔ اور ان کو نہ اس لئے روک رکھو کہ جو اُن کے دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لو (ہاں) اگر وہ کھلم کھلا بدکاری کریں (تو ایذا دینا مضائقہ نہیں)۔ اور اُن کے ساتھ اچھی طرح سے رہو سہو۔ پھر اگر وہ تم کو (کسی سبب سے) پسند نہ ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو بعض چیزیں ناپسند ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ بڑی خیر (برکت) دے ﴿۱۹﴾ (ان پر صبر کرو) اور اگر ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی بدلنا چاہو اور اُس کو بہت سا مال دے چکے ہو تو پھر اُس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا بہتان باندھ کر اور صریح بے جا الزام دے کر اس میں سے لو گے ﴿۲۰﴾ (بھلا) تم اس کو کیونکر (واپس) لے لو گے حالانکہ ایک دوسرے سے بے حجاب ہو کر مل چکا ہے اور انھوں نے تم سے پکا قول وقرار بھی لے لیا ہے ﴿۲۱﴾۔

ترکیب:...... ان ترثوا بتاویلِ مصدر فاعل۔ لایحلّ اور کرھا مصدر اور حال ہے مفعول سے اور بالفتح والضم پڑھا جاتا ہے۔ لتذھبوا کا لام متعلق ہے تعضلوا سے۔ الا ان یاتین استثناء منقطع ہے۔

عورتوں سے متعلق چند احکامات

تفسیر:......توبہ کا وصف بیان کر کے پھر عورتوں کے متعلق احکام بیان فرماتا ہے۔ ایامِ جاہلیت میں عرب طرح طرح سے عورتوں کو تکلیف دیتے تھے جس سے ان آیات میں منع فرماتا ہے۔

عورت کوئی مال نہیں: اوّل:...... لَا يَحِلُّ لَكُمْ، عرب میں پہلے دستور تھا کہ جب کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مرتا تھا تو اس کا بیٹا جو دوسری

بیوی سے ہوتا یا کوئی اور وارث آ کر اُس بیوہ پر کپڑا ڈال دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ جس طرح میں میت کے مال کا وارث ہوں اسی طرح اُس کی بیوی کا بھی۔ اس کے بعد یا تو بغیر مَہر خود نکاح کر لیتا تھا یا اور سے نکاح کر کے اُس کے مَہر آپ لے لیتا تھا۔ یہ بات عورت پر اُس کی خود مختاری کے لحاظ سے نہایت شاق تھی اس لئے اس کو حرام فرمایا۔ اور یہ بھی ہوتا تھا کہ بیوہ مالدار کو نکاح سے منع کر دیتے تھے جب وہ مرتی تو اُن کے آپ زبردستی وارث بن جاتے تھے سو یہ بھی اس آیت سے حرام ہے۔

عورتوں سے مہر واپس لینے کی ممانعت: دوم:..... وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ... الآیۃ۔ عضل کے معنی منع کے ہیں اور اسی لئے مانع صحت مرض کو داء عضال کہتے ہیں۔ عرب میں یہ بھی خراب دستور تھا کہ جب کسی عورتِ منکوحہ سے دل نفرت کر جاتا تھا اور اس کو مَہر دے چکتے تھے تو اس سے نہایت بدخلقی سے پیش آتے تھے تاکہ یہ مجبور ہو کر مَہر واپس دے کر خود طلاق طلب کرے سو اس کو بھی اس آیت میں منع فرمایا کہ اس لئے ان کو مت بند کر کے رکھو کہ جو کچھ ان کو مَہر دیا ہے واپس لو۔ اور بعض طلاق دے کر بھی روک رکھتے تھے اور اسے نکاح نہ کرنے دیتے تھے مَہر واپس لینے کے لئے سو یہ بھی منع ہے۔

(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ایسے فعل میں جب مضائقہ نہیں کہ جب عورت کا قصور ہو نہ کہ عام خانہ داری کا قصور بلکہ فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی جب اُس سے زنا چار گواہوں سے ثابت ہو جائے تب اُس کو مجبور کر کے مَہر واپس لینا کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ایسے وقت بعض علماء کے نزدیک مَہر دینا ہی واجب نہیں رہتا۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ بیویوں کے ساتھ عمدہ طور سے انصاف اور محبت سے گزران کیا کرو اور جو اُس کی صورت و شکل یا کسی بات سے نفرت ہو تو اس نفرت کو دل میں جگہ دے کر خانہ بربادی نہ کرو۔ انجام ہر چیز کا خدا تعالیٰ کو معلوم ہے شاید اس نفرتی اور مکروہ عورت سے تمہارے لئے کوئی عمدہ فائدہ ہو، خدا تعالیٰ اس سے اولادِ صالح پیدا کر دے یا اس کے اخلاق خانہ داری کی بابت عمدہ ہوں اور خیر خواہی اور معیشت میں آسانی کے باعث ہوں نئی بیوی جس کو تم پسند کر رہے ہو اس میں کیا کیا قباحتیں نکلیں۔

سوم:..... وَاِنْ اَرَدْتُّمُ، اس نصیحت کے بعد بھی اگر انسان دوسری بیوی کرنے اور پہلی کے چھوڑنے پر بعض وجوہِ ضروریہ سے مجبور ہو تو اس کے لئے فرماتا ہے کہ جو کچھ تم نے مَہر دیا ہے خواہ خزانہ ہی کیوں نہ ہو اُس کو ہرگز واپس نہ لو اور کیونکر لے سکتے ہو تم نے اُن سے خلوت اور صحبت کر لی ہے جس سے مَہر کامل واجب ہو جاتا ہے اور علاوہ اس کے بوقتِ نکاح تم نے ان کو وفاداری کا اقرار دیا ہے جو نفسِ نکاح سے سمجھا جاتا ہے۔ عرب میں ایسی حالت میں عورت پر بہتان لگا دیتے تھے تاکہ وہ مَہر سے محروم رہے اس کو منع فرماتا ہے کیا تم بہتان باندھ کر مَہر رکھنا چاہتے ہو یعنی ایسا نہ کرو۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ ع

وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيْكُمْ ۙ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

ترجمہ:......اور جن عورتوں سے تمہارے باپ (دادا) نکاح کر چکے ہوں تم اُن سے نکاح نہ کرو مگر جو گزر چکا (سو گزر چکا) کیونکہ یہ بے حیائی اور گناہ کی بات اور بُرا طریقہ ہے ﴿۲۲﴾ تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور خالائیں تمہاری اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں بھی کہ جنھوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری ساسیں اور جن بیویوں سے تم نے صحبت کی ہو اُن کی وہ بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہوں (تم پر حرام کی گئیں) ❶ پھر اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہیں کی تو (اُن کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں، اور تمہاری صلبی ❷ بیٹوں کی بیویاں (بہوئیں) بھی (حرام ہیں ❸) اور دو بہنوں کو جمع کرنا بھی (حرام ہے) مگر جو کچھ کہ گزر چکا (سو گزر چکا)۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ﴿۲۳﴾۔

ترکیب:......مانکح ما بمعنی من والعائد محذوف ای من نکحها اباء و کم الا ما استثناء منقطع ہے حرمت فعل مجہول امهاتکم... الخ مفعول مالم یسم فاعلہ من الرضاعة حال ہے اخوات سے التی صفت ہے من نسآء کم کی وان تجمعوا... الخ بتاویل مصدر معطوف ہے امهاتکم پر۔

آباؤ اجداد کی منکوحہ سے نکاح کی ممانعت

تفسیر:......پہلے فرمایا تھا کہ عورتوں کے زبردستی سے وارث نہ ہو جایا کرو جس کے متعدد طریق تھے ان میں سے ایک کو اور بھی صراحۃً منع فرماتا ہے کہ جس میں سخت بے حیائی ہے وہ یہ کہ عرب میں دستور تھا کہ بڑا بیٹا باپ کی بیویوں کو گھر میں ڈال لیا کرتا تھا سو اس سے خدا تعالیٰ نے وَلَا تَنْكِحُوْا فرما کر منع کر دیا اور فرمایا اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ کہ جو ایامِ جاہلیت میں ہو چکا سو ہو چکا۔

لفظ نکاح کی بحث:......نکاح کے معنی لُغت میں عورت سے صحبت کرنے کے ہیں اور اس کا اطلاق ایجاب و قبول عقدِ شرعی پر بھی ہوتا ہے اوّل معنی کے لحاظ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہوئے جس سے تمہارے باپ نے مباشرت کی ہو یا علی سبیلِ عموم مجاز نکاح یا وطی کی ہو خواہ وہ وطی حلال طور سے ہو یا زنا سے اُس سے تم نکاح نہ کرو پس جس کسی عورت سے زنا کیا جیسا کہ رنڈیوں سے اس زمانہ میں لوگ کرتے ہیں تو بیٹے کو اس باپ کی رنڈی سے نکاح کرنا بھی اس آیت سے ممنوع ہے۔ اسی طرح جس عورت سے زنا کیا اس کی بیٹی سے بھی اُس کو نکاح درست نہیں اس کی تحقیق آگے آتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نکاح سے مراد عقدِ شرعی ہے پس جس سے باپ نے عقدِ شرعی کیا ہے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اُس عورت سے بیٹے کو نکاح منع ہے اور جس سے عقدِ شرعی نہیں کیا بلکہ حرام کیا اُس سے بیٹے کو نکاح کرنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے ابوبکر رازی رحمہ اللہ نے اور امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف سے فخر رازی رحمہ اللہ نے بہت کچھ دلائل بیان کئے ہیں جن

---

❶ ......یعنی جن بیویوں سے نکاح کر کے صحبت کا اتفاق ہوا ہو اُن کے پہلے خاوند کی بیٹیوں سے نکاح درست نہیں اور غالباً وہ مرد کی پرورش میں رہا کرتی ہیں بعض اہلِ ظواہر پرورش کی قید سے یہ بات نکالتے ہیں کہ جو پرورش میں نہ آئی ہوں ان سے نکاح درست ہیں ۱۲ منہ۔ ❷ ...... صلبی بیٹوں کی بیویوں (بہو) سے بھی نکاح حرام ہے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے درست ہے ۱۲ منہ۔ ❸ ......ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح حرام ہے عام ہے کہ وہ سگی بہن ہوں یا علاتی یا اخیافی یا دودھ شریک۔ ہاں ایک کے مر جانے یا طلاق دینے کے بعد اس کی دوسری بہن سے باتفاق سلف و خلف (نکاح) درست ہے ۱۲ منہ۔

کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

محرماتِ ابدیہ:......پھر جب کہ باپ کی بیوی سے نکاح کرنا حرام کیا تو مناسب ہوا کہ جس قدر عورتیں حرام ہیں اُن کا بھی اس کے ساتھ بیان کیا جائے اس لئے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ ۔اس جگہ خدا تعالیٰ نے چودہ قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام فرمایا سات تو اُن میں سے نسب کی جہت سے ہیں۔ماں۔بیٹی۔بہن۔پھوپھی۔خالہ۔بھتیجی۔بھانجی۔اور سات بغیر نسب کے ہیں۔دودھ کے سبب ماں۔دودھ شریک بہن۔ساس، بیوی کی بیٹی بشرطیکہ اس سے صحبت کی ہو۔بیٹے کی بیوی۔باپ کی بیوی جو ابھی مذکور ہوئی ہے۔بیوی کے روبرو اُس کی بہن یعنی سالی۔اب ہم اس مقام پر دو بحث کرتے ہیں۔بحثِ اوّل میں الفاظ کے معانی اور اُن میں ائمہ کا اختلاف اور دوسرے میں ان عورتوں کے حرام ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں وبہ نستعین۔

بحثِ اوّل:......اُمَّهٰتُكُمْ ،امہات ام کی جمع ہے یہ لفظ اصل میں امہ تھا۔ہا مفرد میں کثرتِ استعمال سے ساقط ہوگئی ہے اس کے معنی ہندی میں ماں کے ہیں۔اگرچہ لغت میں اس کا اطلاق حقیقی ماں پر ہوتا ہے مگر عرفِ شرع میں خواہ بطور عمومِ مجاز یا بالاشتراک ہو وہ عورت مراد ہے کہ جس کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو خواہ ماں کی طرف سے خواہ باپ کی طرف سے جیسا کہ نانی، پرنانی، دادی، پردادی۔
بَنٰتُكُمْ جمع بنت ہے جس کے معنی بیٹی کے ہیں اس میں بھی وہ عورت شریک ہے جس کا نسب انسان کی طرف خواہ بواسطہ یا بغیر واسطہ منتہی ہو جیسا کہ بیٹی یا پوتی یا نواسی یہ سب بنات میں داخل ہیں اُسی طریق سے جو مذکور ہو۔

زنا سے جو لڑکی پیدا ہو، اس کے متعلق بحث:......جو بیٹی زنا سے پیدا ہو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اُس کو بھی حرام کہتے ہیں کیونکہ بیٹی ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ بیٹی نہیں۔دلائل فریقین کی کتابوں میں مذکور ہیں۔
اَخَوٰتُ: یعنی بہنیں اس میں عینی اور علاتی اور اخیافی سب شریک ہیں۔عَمّٰتٌ: پھوپھیاں۔جس شخص کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو اس کی بہنیں بھی عمات میں داخل ہیں۔مثلاً دادا کی بہن اسی طرح نانا کی بہن۔خٰلٰتٌ: خالائیں جس عورت کی طرف انسان کا نسب منتہی ہو اُس کی بہن خالہ ہے خواہ ماں کی بہن عام ہے کہ عینی ہو یا علاتی یا اخیافی یا نانی کی بہن۔بَنٰتُ . . . الخ بھتیجیاں خواہ عینی بھائی کی بیٹی یا علاتی کی یا اخیافی کی۔اسی طرح بَنٰتُ الْاُخْتِ بھانجیوں کو قیاس کر لیجئے یہ وہ عورتیں ہیں کہ جن سے کبھی اور کسی وجہ سے نکاح درست نہیں، ان کو محرماتِ ابدیہ کہتے ہیں۔

علت رضاع:......وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ جس نے اُس کو بچپن میں دودھ پلایا وہ بھی بمنزلہ ماں کے ہے۔اور پھر اس ماں کی ماں اور نانی دادی بھی بحکمِ اجماع ماں شمار ہوتی ہے۔رضاع، دودھ پلانا اگرچہ قرآن میں اس کی کوئی مدت معین نہیں کی کہ کس زمانہ تک (دودھ) پلانا ماں بنا دیتا ہے اور کس قدر (دودھ) پلانے سے ماں ہو جاتی ہے؟ مقدار کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نصِ قرآنی کو مطلق قرار دے کر ایک گھونٹ دودھ کو بھی جو بچّے کے شکم میں اُتر جائے باعثِ حُرمتِ نکاح فرماتے ہیں۔اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نص کو احادیث سے خاص کر کے اقل مرتبہ پانچ گھونٹوں سے رضاع ثابت کرتے ہیں اور اس کے کم کو معدوم سمجھتے ہیں۔اور زمانہ کے بارے میں سب ائمہ آیت میں قید لگاتے ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ڈھائی برس کی عمر کے اندر اگر بچہ کسی کا دودھ پیئے گا تو رضاعت ثابت ہوگی۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک دو برس کی مدت معتبر ہے۔دلائل فریقین کسی قدر پہلے گزر چکے ہیں۔پھر مدتِ رضاع کے بعد دودھ پینے سے کوئی عورت حرام نہیں ہوگی۔

جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہیں:......وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ ،دودھ شریک بہنیں۔رضاع کی وجہ سے قرآن میں صرف رضائی ماں اور رضائی بہنوں کی حُرمت بیان کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ رضاعت

بمنزلہ نسب کے ہے اور پھر نبی ﷺ نے اس بات کو اور بھی کھول دیا کہ یحرم من الرضاع مایحرم من النسب رواہ البخاری ومسلم عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔ کہ جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ وہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہیں مرضعہ کی ماں اور بیٹی اور اس کی بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں، الغرض رضاع بمنزلہ نسب کے ہے۔ مگر چند صورتیں مخصوص ہیں اس لئے اس امر میں قاعدہ کلیہ کے طور پر کسی شخص نے ایک شعر میں تمام مسائل جمع کر دیئے ہیں

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ☆ واز جانب شیر خوارہ زوجان فروع

ساس وغیرہ سے نکاح کا حکم:... وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ بیویوں کی مائیں، اس میں بحکم اجماع بیویوں کی نانی، دادی جن کی طرف کہ اس کا نسب منتہی ہو خواہ باپ کی طرف سے خواہ ماں کی طرف سے سب شریک ہیں۔

صرف نکاح سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے؟......(۱)...... جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جس عورت سے نکاح کر لیا خواہ ہنوز اُس سے صحبت نہ کی ہو صرف نکاح کرنے سے اُس عورت کی ماں سے نکاح حرام مؤبد ہو جائے گا البتہ بیوی کی دوسرے خاوند کی بیٹی جب حرام ہو گی کہ جب اس بیوی سے صحبت بھی کرے گا ورنہ محض نکاح سے نہیں اگر چہ اس بیوی کو طلاق دے کر اُس کے پہلے خاوند کی بیٹی سے نکاح کرلے تو اس صورت میں کر سکتا ہے اس لئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اب اُس کی ماں سے نکاح حرام ہے خواہ صحبت کی ہو یا نہ کی ہو اور جو کسی لڑکی کی ماں سے نکاح کیا اور ہنوز صحبت نہیں کی تو طلاق دے کر اُس سے چاہے تو نکاح کرلے، اخرجہ عبدالرزاق و عبدبن حمید وابن جریر وابن المنذر والبیہقی فی سننہ۔ مگر چند صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہما وزبیر رضی اللہ عنہ وجابر رضی اللہ عنہ دونوں میں صحبت کرنے کی قید لگاتے ہیں کہ ساس بھی جب بنتی ہے کہ جب نکاح کر کے اس کی بیٹی سے صحبت کرلے گا کیونکہ دونوں حکموں کے بعد قرآن میں دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی صحبت کی قید موجود ہے اور حدیث مذکور میں کلام ہے۔

زنا سے حرمت نکاح کا ثبوت ہو گا؟......(۲)...... علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی عورت سے زنا کیا تو اس سے اُس عورت کی ماں ساس ہو سکتی ہے؟ جمہور کے نزدیک نہ ہو گی اُس کی ماں سے یا اُس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اس لئے کہ امّہات نساء میں داخل نہیں۔ اور دار قطنی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ کسی نے ایک عورت سے زنا کر لیا تھا پھر اُس نے اُس کی ماں یا بیٹی سے نکاح کرنا چاہا تو آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حرام سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہو جاتی۔ مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ واسحاق رحمہ اللہ وعطاء رحمہ اللہ وحسن رحمہ اللہ وشعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ ساس ہو جائے گی۔ بلکہ اگر شہوت سے ہاتھ لگایا یا ستر خاص کو بہ نظرِ شہوت دیکھا تب بھی اس عورت کی ماں ساس ہو جائے گی اور یہ عورت بمنزلہ بیوی کے قرار پا کر اس کی بیٹی ربیبہ ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ اگر کسی لڑکے سے اغلام کرے گا تو اُس کی ماں سے نکاح کرنا ساس ہو کر حرام ہو جائے گا وفیہ مافیہ۔

سوتیلی بیٹی سے نکاح کا حکم:...... وَرَبَآئِبُكُمْ جمع ربیبہ یعنی عورت کے پہلے خاوند سے بیٹی اور چونکہ ایسی لڑکیاں اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہیں اور نئے باپ کے ہاں پرورش پاتی ہیں اس لئے فِیْ حُجُوْرِكُمْ کی قید واقعی بڑھائی جس کو بعض ناسمجھ یا دری بے فائدہ کہہ کر قرآن پر اعتراض کرتے ہیں۔ حجور جمع حجر بالکسر والضم جس کے معنی گود اور پرورش کے ہیں۔ یہ لڑکیاں بھی جب حرام ہوتی ہیں کہ جب اُن کی ماں سے نکاح کر کے صحبت کا اتفاق ہو اعام ہے کہ اس لڑکی نے اس شخص کے ہاں پرورش پائی ہو یا نہیں مگر بعض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے منقول کیا ہے کہ ایسی لڑکی سے نکاح درست ہے کیونکہ قید پرورش میں ہونے کی ہے اور جب اس کی پرورش میں نہ تھی تو حرام نہیں۔
جمہور اس کے برخلاف ہیں اور قید کو احترازی نہیں کہتے۔ اگر صحبت کا اتفاق نہیں ہوتو بالاتفاق اس لڑکی سے نکاح درست ہے۔

بہو وغیرہ سے نکاح کا حکم:......وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ صلبی بیٹے کی بیوی، اس میں پوتا بھی شریک ہے خواہ بیٹے نے نکاح کر کے صحبت کی ہو یا نہیں۔ حلائل جمع حلیلہ بروزنِ فعیلہ یعنی حلال کی گئی۔ چونکہ بیوی حلال ہوتی ہے اس لئے اُس کو حلیلہ کہتے ہیں۔ اَصْلَابِكُمْ کی قید سے مُنہ بولے بیٹے کی بیوی نکل گئی کیونکہ اس سے نکاح حرام نہیں۔

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت:......وَاَنْ تَجْمَعُوْا دو بہنوں کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے اس میں بحکم حدیث عورت کی خالہ اور پھوپھی بھی شریک ہے یعنی جس طرح دو بہنوں سے نکاح حرام ہے اسی طرح پھوپھی، بھتیجی اور خالہ، بھانجی سے بھی بلکہ ہر ذی رحم محرم سے مگر ملکِ یمین میں جمع کرنا منع نہیں یعنی دو بہنوں کو جو لونڈیاں ہوں ایک ساتھ خرید نا مضائقہ نہیں مگر دونوں سے صحبت نہ کرے۔ ان سب اقسام کے بعد پندرھویں ایک اور قسم حرام اور عورتوں کی وہ ہے (جس کا بیان اگلی آیت میں آتا ہے)۔

پارہ (۵) وَّالْمُحْصَنٰتُ

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ
لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا
اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا
تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمہ:......اور (تم پر) شوہر دار عورتیں بھی (حرام ہیں) مگر وہ جو تمہارے قبضہ میں آ گئی ہوں (یہ) خدا تعالیٰ کا تمہارے لئے نوشتہ ہے اور اُن کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں (بشرطیکہ) تم مال (مہر) کے معاوضہ میں پاکدامنی کے لئے نہ کہ شہوت رانی کے لئے اُن کو نکاح میں لانا چاہو پھر جن سے تم نے صحبت کا فائدہ اُٹھالیا ہو تو اُن کے مہر ادا کرو جو واجبی دینا ہے۔ اور (مہر میں سے) جو کچھ آپس کی رضامندی سے قرار پایا گیا ہے تو اُس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا (اور سب حکمتوں سے واقف ہے ﴿۲۴﴾۔

ترکیب:......والمحصنت بھی امہاتکم پر معطوف ہے الا ماملکت استثناء متصل ہے والمعنی حرمت علیکم ذوات الازواج الا السبایا من المحصنات کتاب اللہ مفعول مطلق ہے کس لئے کہ حرمت بمعنی کتبت احل فعل مجہول ماوراء ما بمعنی من ای احل لکم غیر المذکورات من النسآء بشرط ان ای بان......الخ محصنین حال ہے فاعل تبتغوا سے فما بمعنی الذی شرط جوابہ فاتوھن یا کہو شرط نہیں مبتدا اور فاتوھن خبر۔

محصن کی تعریف وتفسیر

تفسیر:...... وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔ احصان لُغت میں منع کرنے کو کہتے ہیں اور چونکہ قلعہ غیر کو آنے سے منع کرتا ہے اس لئے اُس کو حِصن کہتے ہیں اور اِسی لئے شہر پناہ والے شہر کو مدینہ حصینہ بولتے ہیں۔ حِصان بالکسر نر گھوڑا جو مالک کو قبضہ دشمن سے روکتا ہے۔ حصان بالفتح پارسا عورت جو اپنے ستر کو بدکاری سے روکتی ہے۔ قرآن مجید میں احصان چند معنی کے لئے بولا گیا ہے۔ (۱) حر یعنی آزاد مرد و عورت پر جو کسی کے غلام نہ ہوں وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ای الحرائر (۲) پارسا پر مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ (۳) خاوند والی عورت پر وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ۔ اس صورت میں جمہور کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہوئے کہ تم پر شوہر دار عورتیں بھی حرام ہیں اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ مگر وہ شوہر دار عورتیں جو جہاد میں مقید ہو کر آئیں اور اُن کے شوہر ساتھ نہ ہوں۔ (جیسا کہ ابو حنیفہ ؒ کہتے ہیں) یا ہوں جیسا کہ امام شافعی ؒ کہتے ہیں) تب یہ عورتیں جو لونڈیاں ہو کر آئی ہیں جن کو ہاتھ کا مال کہا ہے مالکوں کے لئے حلال ہیں ایک حیض آنے کے بعد اس لئے کہ کفر کا نکاح ایسے موقع میں معتبر نہ ہوگا اور اس اسیری (قید) کا اثر بمنزلہ طلاق کے بلکہ اس سے بھی زیادہ

واقع ہوگا اور ابو العالیہ اور عبیدہ سلمانی اور طاؤس اور سعید بن جبیر اور عطاء اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ تم پر محصنات یعنی پارسا عورتیں حرام ہیں مگر جن کی عصمت بسبب نکاح یا ملک کے تمہارے قبضہ میں آجائے وہ حلال ہیں۔

فوائد: مہر مقرر ہونے کی بحث:......اُن عورتوں کے بیان فرما کر جن سے نکاح حرام ہے فرماتا ہے وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ کہ ان کے سوا عورتیں تم پر حلال ہیں مگر نہ مطلقاً کہ جس عورت سے ان عورتوں کے علاوہ جو چاہا کر لیا جائے جیسا اجنبی عورتوں سے زنا کر لیا جاتا ہے بلکہ چند شرطیں ہیں جن کے مجموعہ سے عُرف میں نکاح ثابت ہوتا ہے۔

اوّل: اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِکُمۡ یعنی اپنے مال صرف کر کے اُن کو حاصل کرو۔ اگرچہ ہر قوم میں شادی کے وقت مال صرف کرنا بالخصوص شائستہ ملکوں کا قدیم دستور ہے۔ کہیں نکاح سے پیشتر کچھ ہدیہ جس کو چڑھاوا کہتے ہیں بھیجا جاتا ہے اور منگنی کے ایام میں بھی گہنا کپڑا برتن وغیرہ حسب دستور بھیجے جاتے ہیں تاکہ شوہر کی خواہش اور بیوی کا اعزاز ثابت ہو اور لوگوں میں یہ بات شہرت بھی پا جائے آشنائی اور خفیہ سازش نہ معلوم ہو تاکہ کل اُس کی اولاد کو عار و ننگ اور بیوی کے کنبہ کو ذلت کا باعث نہ ہو اور پھر اُس میں اور اُس کے کنبے میں محض اجنبیت نہ پائی جائے جو تمدن کے بارے میں زہر ہے۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ بروقت نکاح عورت کی خوشی اور عزت کے لئے اس کو کچھ نقد دیا جاتا تھا جس کو مَہر کہتے ہیں۔ اقل مرتبہ اس مہر کا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دس درہم ہونے چاہئیں جو تخمیناً ساڑھے تین یا پونے چار روپے مہر شاہی ہوتے ہیں کیونکہ ابتغاء باموال فرمایا ہے اور اس سے کم مقدار کو ایسے موقع میں مال صرف کرنا نہیں کہتے اور اس لئے چور کے ہاتھ کاٹنے میں بھی جو مال کی چوری پر کٹتا ہے دس درہم معتبر ہیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقل مرتبہ کی کوئی حد نہیں خواہ ایک پیسہ ہو یا کچھ اور ہو بلکہ احادیث میں بعض عورتوں کا مَہر تعلیم قرآن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرار دیا تھا۔

دوم: مُّحۡصِنِیۡنَ کہ اس سے مقصود ان عورتوں کو پابند کرنا اور اپنی پاکدامنی مقصود رکھنا ہو۔ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ نہ شہوت رانی مطلوب ہو یہ ساری باتیں گواہوں کے روبرو وایجاب وقبول سے ہوتی ہیں اسی کو عُرفِ شرع میں نکاح کہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ محرمات کے علاوہ اور عورتیں نکاح کرنے سے حلال ہیں۔ ورنہ وہ بھی حرام۔ اس لئے کہ وَّالۡمُحۡصَنٰتُ کا عطف اُمَّهٰتُ پر ہے اَیۡ حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمُ الۡمُحۡصَنٰتُ۔

چونکہ مَہر بسا اوقات وقت پر نقد نہیں دیا جاتا تھا بلکہ ذمہ پر واجب کر لیا جاتا تھا اور اس کو کچھ عرب واجب الاداء خیال نہ کرتے تھے اس لئے اس کے بعد یہ بھی فرما دیا فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ۔ استمتاع لُغت میں نفع حاصل کرنا اور جس چیز سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اُس کو متاع کہتے ہیں۔ پھر آیت کے معنی حسن رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کے نزدیک یہ ہیں کہ جس چیز پر تم نے ان عورتوں سے نفع حاصل کیا ہے جماع اور عقد نکاح کر کے تو اس چیز کو کہ جو ان کا مَہر ہے دیدو۔ اجور اجر کی جمع ہے اور مَہر چونکہ عورتوں سے منافع کا بدل ہے اس لئے اس کو اجر کہہ دیا اور کئی جگہ قرآن مجید اُجر بمعنی مَہر آیا ہے از انجملہ یہ آیت ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ تَنۡکِحُوۡهُنَّ اِذَاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ اس ترکیب میں ضمیر میں عائد محذوف مانی جائے گی۔ اور یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ ما بمعنی مَن لیا جائے یعنی جن عورتوں سے تم نے نفع بطور جماع وعقد نکاح حاصل کیا ہے اُن کے مَہر اُن کو دے دو۔ مگر جمہور کے نزدیک یہاں بھی نکاح مراد ہے۔ اُس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ جب عورت سے نکاح کر کے صحبت کر چکے تو نفع اُٹھالیا اُن کا پورا مَہر واجب ہو گیا۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ پہلی آیتوں میں نکاح مراد تھا اس آیت میں نکاح متعہ مراد ہے۔ جو ابتدائے اسلام میں کسی ضرورت سے جائز ہو گیا تھا پھر اُس کو شریعت نے حرام کر دیا اور قرأت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہما وسعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہ جس میں الی اجل مسمی آیا ہے اس کی موید ہے۔

فوائد: متعہ کی بحث:......متعہ ایک قسم کا نکاح ہے جس میں مرد عورت کو کسی مقدار معیّن مال سے ایک مدتِ معیّن تک اپنے پاس

رکھے اور ایجاب وقبول اس میں بھی شرط ہے پھر اُس کو رنڈی بازی کہنا فضول ہے۔ جمہور اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح فتح خیبر اور فتح مکہ میں جائز ہوا تھا پھر اس کو نبی علیہ السلام نے ابداً حرام کر دیا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ سے منع کر دیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور بھی احادیث اس قسم کی وارد ہیں علاوہ ان کے جب کہ یہ آیت نازل ہوئی وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ، کہ سوائے بیوی اور لونڈی کے اور کوئی عورت درست نہیں۔ تو پھر اس کے منسوخ ہونے میں کیا کلام ہے؟ کس لئے کہ متاعی عورت نہ بیوی ہے کیونکہ بیوی کے لئے میراث ہے اُس کے لئے نہیں اور نہ لونڈی ہے اور بعض علماء متعہ کو بدستور جائز کہتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عورت بھی بیوی ہے مگر اس کے لئے چند روزہ ہونے کی وجہ سے میراث نہیں۔ مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو حالتِ اضطرار میں جائز کہتے تھے پھر اخیر میں رجوع کر لیا۔ اور اس فریق کے بھی دلائل ہیں مگر وہ نہایت کمزور ہیں جن کو علمائے اسلام نے ردّ کر دیا ہے فرقہ شیعہ بھی اس کے جواز کا قائل ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا جواز منقول کرتے ہیں۔

دوسری بحث، محرمات ابدیہ:...... یہ عورتیں جو شریعت نے حرام کی ہیں وہ ہیں کہ جن کی حرمت سلیم الطبع قوموں میں فطری ہے۔ مثلاً ماں کہ جس کا دودھ پی کر انسان اکثر پرورش پاتا ہے ایک ایسی عورت ہے کہ اگر کوئی شریعت یا پیغمبر بھی دنیا میں آ کر منع نہ کرتا تو انسان کی طبیعتِ سلیمہ اُس کی طرف جماع تو کیا خیال بد کی بھی اجازت نہ دیتی بلکہ بوقتِ ہیجان طبع ایسی عورتوں کا خیال بھی شعلۂ شہوت کے لئے سرد پانی کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بات سب لوگوں میں یکساں ہے۔ اسی طرح بہن، بیٹی، بھتیجی، بھانجی، خالہ، پھوپی کا حال ہے علاوہ اس کے اگر بغور دیکھئے تو صدہا قباحتیں بھی ہیں۔

فوائد: طبعی قباحت:...... اُن کی طبعی قباحت یہ ہے کہ ہر وقت کے پاس کے رہنے اور اُن کے روبرو پرورش پانے سے نفس کو اُن کی طرف ہیجان نہیں ہوتا۔ اگر اُن سے نکاح درست ہوتا تو بلاشک یہ جماع اُس کو سخت مضرت پہنچاتا اور اولاد بھی نہایت کمزور ہوتی۔ چنانچہ حیوانات سے جب اس قسم کی جفتی سے بچہ لیا جاتا ہے وہ نہایت کمزور ہوتا ہے اس کا حکمائے حال نے بھی تجربہ کیا ہے۔

فوائد: تمدنی قباحت:...... تمدنی قباحت یہ ہے کہ اگر ان عورتوں سے نکاح درست ہوتا تو اوّل باپ بیٹے اور بھائیوں اور دیگر اُن اقارب میں کہ جن کے اجتماع بغیر خانہ داری کا کوئی سامان ہی نہیں ہو سکتا ہے اُس محبت کے اختلاط سے کہ جو اُن عورتوں کو اپنے پیارے بھائی، بیٹے، بھتیجے، باپ سے ہے مظنہ تہمت ہو کر بڑا فساد پھیلتا۔ دوم جب انہی سرپرستوں سے نکاح درست ہوتا تو حقوق زوجیت عمدہ طور سے قائم نہ ہوتے اور درصورتِ عدم قیام پھر بیچاری عورت کی طرف سے کون مطالبہ کرنے کھڑا ہوتا؟

فوائد: روحانی قباحت:...... روحانی قباحت یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگوں کو اس بہیمیت سے ایک نفرتِ خاص ہے جیسا کہ بدبو سے دماغِ انسانی کو ہے پھر اس نفرت کا اثر اُس کی روح تک اس طرح سرایت کرتا ہے کہ جس طرح اجرامِ علویہ آفتاب کا اثر زمین کے نباتات پر جس سے اس کی رُوح پر ایک ظلمت و مرض طاری ہوتا ہے جو مرنے کے بعد اس کے لئے عذاب الیم اور نارِ جحیم کا مزہ دکھاتا ہے۔ رہیں اور سات عورتیں ان میں سے دودھ کی ماں اور بہن میں تو وہی بات ہے جو حقیقی میں ہے۔ رہی ساس، سالی، بہو، بیوی کی بیٹی، باپ کی منکوحہ سو اگر ان کے پاس یہ لوگ نہ آئیں جائیں تو خانہ داری میں فرق آتا ہے اور بیوی بمنزلہ قیدی کے ہو جاتی ہے اور اس صورت میں نکاح اگر جائز ہو تو طمع پکانے کا موقع ملتا اور پھر باپ، بیٹے، بہنوں میں رقابت سے وہ فساد پیدا ہوتا کہ جو بیان سے باہر ہے اور نیز باہمی

حقوق تلف ہو جاتے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے انبیاء کی معرفت ان کو حرام کیا اور جو پھر کوئی مرتکب ہو تو اسی کے لئے دنیا و آخرت میں حکم عدولی کی سزا معین کی۔ اس پر بھی ملحدوں کا یہ کہنا (کہ ماں اور بیوی میں کچھ فرق نہیں۔ صرف رسم و رواج مانع ہے اور مصلحت کے لئے دینی رفارمروں نے منع کر دیا ہے ورنہ عذاب و ثواب کچھ نہیں) سخت بیوقوفی ہے۔ بعد اس کے مہر کی بابت یہ بھی رخصت دیدی کہ مہر مقرر ہونے کے بعد باہمی رضامندی سے اس کو کم زیادہ بھی کر سکتے ہو خواہ بالکل عورت معاف کر دے تو جائز ہے ان سب امور کی حکمت کی طرف اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ میں اشارہ فرما دیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۱

ترجمہ:......اور جس کو تم میں (اس بات کا) مقدور نہ ہو کہ وہ مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو پھر جو تمہارے قبضہ میں مسلمان لونڈیاں ہوں (اُن سے ہی نکاح کر لے)۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے۔ تم آپس میں ایک ❶ ہو۔ سو ان سے اُن کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کو ان کے مہر دستور کے موافق دے دو، (نکاح) بیویاں بنانے کے لئے ہو نہ کہ شہوت رانی کے لئے اور نہ مخفی آشنائی کے لئے، پھر جب وہ نکاح میں آ جائیں (اور نکاح میں آئے پیچھے) پھر اگر وہ زنا کریں تو جو سزا بیویوں پر ہے اس کی آدھی سزا ان پر ہے۔ یہ (لونڈیوں سے نکاح کی اجازت) اس کے لئے ہے کہ جو تم میں گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ رکھتا ہو اور جو صبر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۲۵﴾۔

ترکیب :...... و من لم یستطع شرط فمن ماملکت جواب طولاً مفعول یستطع۔ ان ینکح منصوب ہے طولاً کی وجہ سے محصنات حال ہے۔ ضمیر ھن سے و لا متخذات... الخ معطوف ہے محصنات پر اخدان جمع خدن مثل عدل و اعدال بمعنی پوشیدہ آشنائی فاذا... الخ شرط فان اتین شرط و جزا کا مجموعہ جواب۔ ان تصبرو ا مبتدا خیر لکم خبر۔

لونڈی سے نکاح کے احکام

تفسیر:......آزاد عورتوں سے نکاح کرنے میں مہر بھی زیادہ دینا ہوتا ہے اور مصارف بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اور تجرد بھی ایک مصیبت ہے۔

❶......لونڈیاں بھی آدم علیہ السلام کی اولاد اور تمہاری جنس ہیں۔ اصل فضیلت ایمان و نیکوکاری سے ہے۔

زنا کا دروازہ بند کر دیا گیا اس لئے لونڈی چھوکریوں سے نکاح کی اجازت دی۔ فقال وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ ...... الخ کہ جس کو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کا مقدور (قدرت) نہ ہو تو کسی مسلمان لونڈی سے نکاح کر لے بشرطیکہ وہ محصنہ یعنی پاک دامن ہو، زانیہ اور در پردہ آشنائی کرنے والی نہ ہو۔ دوم یہ نکاح مسلمان لونڈی سے اُن کے مالک کی اجازت سے کر لے کیونکہ خدا تعالیٰ کو تمہارے ایمان اور دلی حالات معلوم ہیں اور اس میں کوئی عار بھی نہیں۔ کس لئے کہ بنی آدم بلحاظ نسل کے یکساں ہیں، لونڈی ہونا عارضی بات ہے اور جو کچھ قدر قلیل دستور اور رواج کے موافق اُن کے مہر و مصارف ہوں دیتے رہو نہ کہ اُن کے مصارف کا بار مالکوں ہی پر ڈال دو اور نہ یہ ہو کہ ان سے نکاح نہ کر و مخفی آشنائی کر کے شہوت رانی کرو۔

فوائد:...... (۱) وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا۔ طَول تونگری اور فراخی۔ اور بالضم ضد قصر ہے یہ معنی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ اور سُدی رحمہ اللہ اور ابو زید رحمہ اللہ وغیر ہم نے لئے ہیں۔ اور قتادہ رحمہ اللہ اور نخعی رحمہ اللہ اور ثوری رحمہ اللہ کے نزدیک صبر مراد ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ کی شرط سے بطورِ مفہوم مخالف امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ بات نکالی ہے کہ لونڈی سے جب نکاح درست ہے جب کہ اس کو حُرہ سے نکاح کرنے کی قدرت نہ ہو ورنہ نہیں اور مؤمنات کی قید سے یہ بات ثابت کی ہے کہ کافرہ لونڈی سے خواہ اہلِ کتاب ہی کیوں نہ ہو نکاح درست نہیں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ شرط وجودی بات کے لئے ہے نہ کہ عدمی کے لئے اور مومنات کی قید بطورِ افضلیت کے ہے یعنی افضل یہ ہے ورنہ جب نکاح حرہ کتابیہ سے ہو سکتا ہے تو لونڈی کتابیہ سے کیوں نہیں ہو سکتا؟ مِّنْ فَتَیٰتِكُمُ یعنی اہلِ اسلام کی لونڈی سے نکاح کرو ورنہ یہ کہ خود اپنی لونڈی سے کیونکہ اس سے نکاح کی کیا ضرورت ہے؟۔

لونڈیوں کو مہر دینے کا حکم:...... (۲) وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ لونڈی کو مہر دینا اُس کے مالک کو دینا ہے کیونکہ اس کی ہر ایک جائز آمدنی کا وہی مالک ہے۔ پھر ان دونوں باتوں میں تعارض ثابت کر کے قرآن پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ اور امام مالک رحمہ اللہ ظاہر الفاظ سے استدلال کر کے مہر کو خاص لونڈی کا ہی حق قرار دیتے ہیں۔

شادی شدہ لونڈی کے لئے زنا کی سزاء:...... (۳) فَاِذَآ اُحْصِنَّ یعنی جب کہ نکاح میں آ جائیں اور پھر زنا کریں تو جو حرہ عورت کی زنا میں سزا ہے اس کی نصف لونڈی کی ہے حرہ پر سو دُرّے ہیں تو لونڈی پر پچاس اور رجم چونکہ تنصیف کے قابل نہیں اس لئے لونڈی پر رجم نہیں اور یہی غلام کا حکم ہے۔ اور یہ اس لئے کہ بسبب خدمتگاری کے اس کو باہر جانا مردوں سے اختلاط کرنا پڑتا ہے اس لئے محفوظ رہنا بہ نسبت حرہ کے مشکل ہے اور نیز سزا بقدر نعمت ہوتی ہے فاذا کی شرط سے بعض نے یہ لکھا ہے کہ اگر لونڈی نکاح میں نہ آئی ہو اور پھر زنا کرے تو اس پر حد نہیں ماری جائے گی ہاں تعزیر ہوگی۔ چنانچہ طاؤس رحمہ اللہ اور سعید رحمہ اللہ اور ابو عبید رحمہ اللہ اور داؤد ظاہری رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے مگر بحکم حدیث صحیحین (کہ جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ اگر لونڈی زنا کرے تو اس پر حد قائم کرو پھر زنا کرے تو پھر حد قائم کرو۔ اور صحیح مسلم میں ہے لونڈی غلاموں پر حد قائم کرو خواہ وہ محصن ہوں یا نہ ہوں) یہ غلط ہے اُحْصِنَّ کے معنی بعض نے مسلمان ہونے کے لئے ہیں، کماھو مروی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ

يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

ترجمہ:...... اللہ تعالیٰ (یہ) چاہتا ہے کہ جو (نیک لوگ) تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کا طریقہ تم کو بتائے اور اُن کے رستے (پر) تم کو چلائے اور تم پر مہربانی کرے۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے ﴿۲۶﴾۔ اور اللہ تعالیٰ تم پر مہربانی کرنا چاہتا ہے۔ اور جو شہوت کے بندے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم (سیدھے رستے سے) بہت دُور جا پڑو ﴿۲۷﴾۔ (اور) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کر دے (کیونکہ) انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے ﴿۲۸﴾۔

ترکیب:...... یرید کا مفعول ذٰلک محذوف لیبین کا لام یرید سے متعلق ہے۔ اور ممکن ہے کہ لام زائدہ ہو تقدیرہ یرید اللّٰہ ان یبین۔ ویرید الذین یتبعون معطوف ہے واللّٰہ یرید ان یتوب پر ضعیفاً حال ہے انسان سے اور بعض کہتے ہیں تمیز ہے وفیہ مافیہ۔

صبر لونڈیوں سے نکاح کرنے سے بہتر ہے

تفسیر:...... لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کے بعد یہ بھی فرما دیا تھا کہ یہ اُس کے لئے ہے کہ جس کو حرام کاری میں گرفتار ہونے کا ڈر ہو ورنہ صبر کرنا تو بہتر ہے کیونکہ لونڈیوں کی عادتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ اس کے بعد یہ بتلاتا ہے کہ یہ احکام اور نصائح ہم تمہارے فائدہ کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ تم صالحین اور استادوں کے طریقہ پر چل کر مقصود تک پہنچو وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ سے یہی مراد ہے اور جو تمہیں کہیں شبہ ہو کہ فلاں چیز کو کیوں حلال کیا فلاں کو کیوں حرام کیا؟ اور اُس کی حکمت تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو تم وسوسۂ شیطانی میں نہ پڑو بلکہ یہ خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے، ہر چیز کی ابتداء وانتہاء اس کو معلوم ہے اور نیز حکیم ہے ہر امر میں ضرور حکمت مرعی رکھتا ہے پھر جو اُس نے حکم دیا ہے اُس میں ضرور کچھ نہ کچھ حکمت ہے۔ خدا تعالیٰ تو ان احکام کے بیان کرنے اور زنا سے بچنے کے لئے رستہ نیک بتانے میں تم پر مہربانی کر رہا ہے اور شہوات ولذّات کے فریفتہ یہ چاہتے ہیں کہ تم کو راہِ راست سے بہت ہی دُور لے جا کر ڈال دیں کیونکہ مجوسی، یہودی، عیسائی، مشرکین فرقوں میں بڑی آزادی ہے۔ خدا تعالیٰ تمہارے لئے آسانی کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان جبلّی طور پر خواہش کے ساتھ مقابلہ کرنے میں نہایت کمزور ہے۔ بہت لوگ دیوِ شہوت کے مقابلہ میں ذرا بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ انسان کے لئے جس طرح شُتر بے مہار ہو کر لذات وشہوات میں آزادانہ کامرانی کرنا بلا قید حلال وحرام اور پاک وناپاک بہائم جیسی زندگی ہے جو کمالاتِ روحانیہ سے محروم رکھتی ہے جیسا کہ یورپ کی قوموں میں پولوسی مذہب سے پیدا ہے اسی طرح مباح اور جائز اشیاء کو بھی از خود اپنے اُوپر حرام کر کے معیشت کے دائرہ کو تنگ کر لینا ہے جیسا کہ ہنود میں برہمنوں نے کر رکھا ہے اور ان کے ہاں چچا، ماموں، خالا، پھوپی کی بیٹی سے نکاح ممنوع، غیر کے ہاتھ لگ جانے سے اُن کا کھانا پینا ناپاک، بغیر نہائے سردی ہو یا گرمی، جنابت ہو یا نہ ہو کھانا پینا ممنوع وغیرہ دنیا میں قومیت کو برباد کرنے والی چیز ہے۔ یہ کام حضرات انبیاء علیہم السلام کا ہے ہر چیز کی حلت وحُرمت کا نتیجہ روحانی بلکہ جسمانی وہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ جن قوموں نے یہ کام اوروں کے سپرد کیا وہ گمراہ ہو گئیں۔ اسلام نے یہ خدمت حضرات انبیاء علیہم السلام بالخصوص خاتم المرسلین علیہ السلام کے ساتھ مخصوص رکھی اس لئے وہ اس افراط وتفریط سے محفوظ ہے ہر قسم سے انسان کے لئے سہولت بھی ملحوظ رکھی ہے مگر اور قومیں مسلمانوں کو بھی اپنے رستہ پر لے جانے کی کوشش کرتی ہیں جو مسلمان اس طریقہ انبیائی کو چھوڑ کر جس قدر ان کے طریقہ کو اختیار کرے گا اسی قدر گمراہی میں پڑ کر راہِ راست سے دُور جا پڑے گا اور ایسا واقعہ ہوا بھی ہے جن لوگوں پر افراط کی ہوا لگی وہ یورپ کی قوموں کی طرح بے قید ہو گئے یہاں تک کہ فرائض بھی چھوڑ بیٹھے اور جن پر ہنود کا اثر پڑا اُن میں ہزاروں رسوم بیجا پیدا ہو گئے شدہ شدہ ان کے مذہبی قوانین بھی اسی رنگ میں رنگین

ہو گئے بلکہ جس طرح وہ اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں یہ بھی اپنے بزرگوں کی پرستش کرنے لگے، تعزیہ پرستی، قبر پرستی، فال اور ٹوٹکوں کی پابندی ان میں پیدا ہو گئی۔ آیت کے الفاظ میں دونوں فرقوں میں اہلِ افراط و تفریط کی طرف اور درمیانی رستہ کی طرف کس خوبی سے اشارہ ہے درمیانی رستہ کی طرف یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ (ای طریق الانبیاء السابقین) میں اشارہ ہے اور افراط کی طرف وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا۝۲۷ میں اشارہ ہے اور دراصل یہ آزادی بہت ہی دور لے جا کر ڈال دیتی ہے اور تفریط کی طرف یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ میں اشارہ ہے کہ انہوں نے تو رستہ بھاری اور مشکل کر دیا خدا تعالیٰ آسانی کرنا چاہتا ہے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا۝۲۸ اس کی علت ہے کہ انسان ایسی دشواری کا متحمل ہونے میں ضعیف ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا۝۲۹ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِیْہِ نَارًا ؕ وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا۝۳۰ اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ عَنْہُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا۝۳۱

ترجمہ:۔۔۔۔ مسلمانو! تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھا جایا کرو، (ہاں) اگر آپس کی رضامندی سے سودا ہو (تو کچھ مضائقہ نہیں)۔ اور نہ آپس میں خونریزی کیا کرو، بے شک خدا تعالیٰ کی تم پر بڑی مہربانی ہے۝۲۹۔ اور جو کوئی یہ کام سرکش اور ظالم بن کر کرے گا سو ہم عنقریب اُس کو آگ میں داخل کریں گے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر (بہت) آسان ہے۝۳۰۔ اگر تم ممنوعات میں سے بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو گے تو ہم تمہارے گناہ (صغائر) دُور کر دیں گے، اور (علاوہ اُسکے) تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے۝۳۱۔

ترکیب:۔۔۔۔ بینکم ثابت سے متعلق ہو کر حال ہوا اموال سے۔ بالباطل لا تاکلوا سے متعلق ہے۔ الا استثناء منقطع تکون کا اسم ضمیر جو اموال کی طرف پھرتی ہے تجارۃ خبر۔ بعض نے کان تامہ قرار دے کر تجارۃ کو بالرفع بھی پڑھا ہے عن تراض موصوف۔ منکم صفت مجموعہ تجارۃ کی صفت۔ و من یفعل مرفوع بالابتداء۔ فسوف ۔ ۔ ۔ الخ خبر۔ مدخلاً بالضم مصدر و بالفتح ظرف۔

دغا وفریب کے ذریعہ مال حاصل کرنے کی ممانعت

تفسیر:۔۔۔۔ جب کہ عورتوں کے متعلق نکاح کے احکام بیان کئے گئے اور مصارف مہر ادا کرنے کی تاکید فرمائی گئی تو اس کے بعد جو کچھ باہمی کج اخلاقی اور جورو خصم (میاں بیوی) کی بدمزگی سے بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں اُن کی اصلاح فرماتا ہے کہ تم باہم اپنے مال دغا فریب کے طور پر نہ کھا جایا کرو، نہ بیوی میاں کے مال میں ایسا کرے، نہ میاں بیوی کے مال میں ایسا کرے۔ ہاں باہم رضامندی سے تجارت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور نہ میاں کسی بات پر ناراض ہو کر یا کسی طمع فاسد سے یا کسی بدگمانی سے بیوی کو قتل کر دیا کرے، نہ بیوی میاں کا مال لینے کی وجہ سے یا کسی اور شخص سے نکاح کرنے کیلئے میاں کو زہر سے یا کسی اور ترکیب سے قتل کرے اور جو ایسا کرے گا تو

اُس کی سزا جہنم ہے اور خدا تعالیٰ کی تم سے محبت اور مہربانی ہے اُس کی محبوب چیز کو قتل کرنا بُرا ہے۔ یا یوں کہو کہ نکاح میں مالکانہ صرف تھا اس کے ساتھ اور ناجائز تصرفات کا منع کرنا بھی مناسب ہوا اپنے مالوں کو باطل طور سے نہ کھاؤ۔

قتل کی ممانعت:......اس میں اپنا ذاتی مال بھی آ گیا اُس میں اسراف اور طرح طرح کی فضول خرچی کرنا جو عموماً شادی بیاہوں میں ہوتی ہیں باطل طور سے کھانا ہے جو انجام کار اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے وَلَا تَقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اس میں غیر کا مال بھی آ گیا کیونکہ برادرانِ دینی یا بنی آدم بمنزلہ نفس واحد کے ہیں اُن کا مال باطل طور پر کھانا یہ ہے کہ چوری قزاقی (ڈاکہ زنی، لوٹنا) غصب اور رشوت سے یا انکارِ حق کر کے یا کوئی فریب دے کر کسی کا مال کھایا جائے اس میں سب ناجائز طریقے مراد ہیں سوا یسا نہ کرو۔ ہاں تجارت کا کچھ مضائقہ نہیں خواہ اس میں بائع کو فائدہ مشتری کو نقصان ہو یا بالعکس یا نہ ہو۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے تو اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے۔

خودکشی کی ممانعت:......وَلَا تَقۡتُلُوۡٓا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ بھی عام ہے خودکشی کرنا (جیسا کہ رنج کی حالت میں کوتاہ اندیش کرتے ہیں یا بہ نیتِ تقرب کسی دریا میں ڈوب مرنا یا آگ میں جل مرنا یا برف میں دب جانا جیسا کہ ہنود کرتے ہیں) اس میں شامل ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کرے گا اُسی چیز سے اُس کو حشر تک اس عالم میں عذاب دیا جائے گا اور اس میں غیر کا قتل کرنا بھی مراد ہے کیونکہ سب بنی آدم بمنزلہ نفسِ واحد ہیں سو یہ بھی حرام ہے۔ اوّل تو اس فعل سے اس طور سے منع فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر مہربانی ہے انسان مظہر اسرارِ رحمانی ہے اور یہ مخلوق اُس کی عیال ❶ ہے اس کو اپنے ہر ایک بندہ پر رحمتِ کمال ہے جس طرح کہ ماں باپ کو اپنے بال بچوں پر ہوتی ہے پھر دیکھو ان کا قتل کرنا ناجائز طور سے مال کھا جانا ماں باپ کو کہ جس کا تعلق خالق مخلوقیت کا نہیں کس قدر بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ہم نے تمہاری توبہ بنی اسرائیل کی طرح قتلِ نفس مقرر نہیں کی کیونکہ ہم تم پر مہربان ہیں اس کے بعد اس کی سزا سنا کر ڈراتا ہے کہ ایسے کے لئے جہنم ہے عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا سے اس طرف اشارہ ہے کہ قصاص وغیرہ حقوق میں قتل مباح ہے۔ اس گناہ کے بعد توبہ کی رغبت دلاتا ہے کہ اگر تم گناہِ کبائر سے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے پہلے گناہ معاف کر دیں گے خواہ صغائر ہوں خواہ کبائر بشرطیکہ حقوق عباد نہ ہوں یا صغائر کو معاف کر دیں گے۔ کبائر شرک کرنا، قتل کرنا، چوری کرنا زنا کرنا، سحر کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ یہ جن کی تشریح احادیث میں موجود ہے۔ کبائر سے بچنے کی یوں قید لگائی کہ کبائر صغائر سب سے بچنا بجز خاصانِ خدا ہر ایک کا کام نہیں۔

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ ؕ وَسۡـئَلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلۡنَا مَوَالِىَ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ؕ وَالَّذِيۡنَ عَقَدَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ فَاٰتُوۡهُمۡ نَصِيۡبَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا ﴿۳۳﴾ ع

ترجمہ:......اور جس چیز میں کہ خدا تعالیٰ نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس نہ کیا کرو۔ مردوں کو اپنی کمائی کا حصہ ہے

❶ ......حالانکہ وہ عیال و اطفال سب سے پاک ہے لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُوۡلَدۡ ۱۲ منہ۔

۔اور عورتوں کو اپنی کمائی کا حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز جانتا ہے۞۔اور ہم نے ماں باپ اور اقارب کے ترکہ میں ہر ایک کے لئے وارث بنا دیئے ہیں۔اور جن سے ❶ تم نے عہد باندھ لیا ہے اُن کو (بھی) اُن کا حصہ دے دیا کرو۔بے شک اللہ تعالیٰ کے روبرو ہر چیز حاضر ہے۞۔

ترکیب:...... ما بمعنی الذی یا نکرہ موصوفہ اور عائد بہ میں ضمیر ہے بعضکم مفعول ہے فضل کا نصیب مبتدا اللرجال خبر مقدم مما کا من نصیب سے متعلق ہے و لکل کا مضاف الیہ محذوف ہے ای لکل احد جعل کا مفعول اوّل موالی جمع مولیٰ ہے اور مفعول ثانی لکل اَی جعلنا وارثا لکل احد مما ترک یا تو مال محذوف کی صفت ہے ای من مال ترکہ الوالدان یا متعلق ہے یرثون محذوف سے والذین عقدت...الخ مبتدا فاٰتوا ھم خبر جملہ کا عطف کلامِ سابق پر ہے۔

ایک دوسرے کے رتبہ میں حرص کرنے کی ممانعت

تفسیر:...... پہلی آیت میں قتل کرنے اور ناحق کسی کے مال کھانے سے منع فرمایا تھا اور عجیب لطف کے ساتھ ممانعت کی تھی اس جگہ نفوس کی اصلاح اور اس قتل و ناحق مال خوری کے مادہ کو کہ جو اکثر حسد و رشک ہے قطع کرتا ہے کیونکہ بیشتر انسان جب کسی کے مال کی طرف یا اُس کے رُتبہ و منصبِ خداداد کی طرف دیکھتا ہے تو اپنے آپ کو کم مایہ جان کر اُس کے دل میں لالچ اور حسد کا شعلہ بھڑکا کرتا ہے جو اُس کو اُس کے قتل کرنے یا مال مارنے پر آمادہ کر کے دنیا اور آخرت کی سعادت سے محروم کر دیا کرتا ہے اس لئے اس مرض کی دوا تعلیم فرماتا ہے کہ تم ہر ایک فضیلت و منصبِ مختصہ کی دل میں ہوس نہ کیا کرو جو ہر وقت سوخت و گداز اور غمگینی اور خدا تعالیٰ کی ناشکری کا باعث ہو جاتی ہے اور انجام کار حسد و لالچ پیدا کر کے قتل اور ناحق مال مارنے وغیرہ فسادات میں مبتلا کر دیتی ہے بلکہ رضائے الٰہی اور قسمتِ ازلی پر راضی و شاکر ہو کر اُس سے اُس کی عنایت اور فضل کا سوال کیا کرو وہ دے گا۔اور یہ جان لو کہ ہر مرد و عورت کو اس کی جو کچھ تقدیر میں ہے وہی ملتا ہے اور ہر ایک کو جو خدا تعالیٰ ویسا مال و نعمت نہیں دیتا تو اس میں مصلحت و حکمت ہے جس کو وہی جانتا ہے بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا۔واضح ہو کہ جب انسان کسی کو مال و نعمت اولاد و تندرستی میں اپنے سے فائق دیکھتا ہے تو اس کے لئے دو باتیں پیدا ہوتی ہیں یا تو یہ اُس کی نعمت کا زوال چاہتا ہے اس کو حسد کہتے ہیں سو یہ حرام ہے کیونکہ یہ تمام فسادات قطعِ محبت و مودّت کی جڑ ہونے کے علاوہ خود اس کے لئے بھی ہر وقت جلنے کا باعث ہوتا ہے یا یہ کہ زوال تو نہیں چاہتا مگر ویسا اپنے لئے بھی چاہتا ہے اس کو غبطہ کہتے ہیں اگرچہ یہ حرام نہیں مگر انجام کار ایسی آرزوؤں کا دل میں رکھنا بھی خدا تعالیٰ سے ناراضی اور ناشکری اور دنیا میں ہر وقت قلق و اضطراب کا باعث ہو جاتا ہے کیونکہ وہ کون ہے کہ جس کی تمام آرزوئیں حاصل ہو گئی ہیں؟ بلکہ اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ' اس لئے کسی عارف نے نفس کو ان باتوں میں ہر وقت خدا تعالیٰ سے لڑائی اور ناراضی کرتے دیکھ کر یہ کہا ہے

سرمد گلہ اختصار می باید کرد۔ ☆ یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضائے دوست می باید داد ☆ یا قطعِ نظر زیار می باید کرد

احادیث میں بھی ایسے مضامین بکثرت ہیں اس لئے ان سب رنجوں سے نجات پانے کے لئے یہ فرمادیا وَلَا تَتَمَنَّوۡا۔

یا یوں کہو میراث کے بارے میں لوگوں کے خدا تعالیٰ نے کم زیادہ حسبِ مصلحت حصے مقرر کئے تھے اُس پر کم حصے والے کہتے تھے کہ

---

❶ ... ابتدائے اسلام میں لوگ خویش و اقارب چھوڑ کر مدینہ میں آ رہے تھے آنحضرت ﷺ نے انصار و مہاجرین کا آپس میں رشتہ قائم کر دیا تھا۔یہ تھا اُن کا عہد ان میں سے ایک دوسرے کا وارث ہوتا تھا جب آیت میراث اتری تو یہ حکم جاتا رہا جس کے جو اصلی وارث تھے وہی میراث کے مستحق ٹھہرائے گئے مگر ان لوگوں کے لئے بھی عہد کے موافق سلوک کرنے کا حکم باقی رہا ۱۲ منہ۔

ہم کو کم کیوں دیا۔

شانِ نزول:......مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مَردوں کو دو چند میراث دلائی کاش ہم پیدا ہی نہ ہوتیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد فرمایا کہ ہر میّت کے لئے ہم نے اُس کے وارث موالی مقرر کئے ہیں اس کی مصلحت ہم خوب جانتے ہیں یا یوں کہو کہ عورت و مرد کے حقوق بیان فرما کر مَردوں کو فضیلت دی تھی جس سے عورتوں کے دل میں مساوات کی آرزو پیدا ہونا ممکن تھا اس لئے اس خیال سے روک دیا کیونکہ ایک کو دوسرے پر برتری نہ ہو تو انتظام عالم درہم برہم ہو جائے۔ موالی جمع مولیٰ جس کے معنی آزاد کرنے والے اور آزاد کئے گئے کے ہیں۔ اور ابنِ عم اور عصبہ کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں عصبات مراد ہیں۔ یا عموماً وارث۔ وَالَّذِیْنَ عَقَدَتْ . . . الخ اسلام میں پہلے جن میں بھائی چارہ ہو جاتا تھا وہی وارث ہوتے تھے پھر جب کہ آیاتِ میراث نازل ہوئیں تو اقارب کے لئے میراث رہ گئی اور بھائی چارہ والے لوگوں کو کہ جن سے عقد ایمان یعنی باہم ہم قسمی ہوگئی کچھ بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہاں یا تو بطورِ صلہ محبت اُن کے لئے دینا فرمایا کہ جو اُن کی تقدیر میں ہے وہ دے دو (نَصِیْبَھُمْ کے یہ معنی ہیں) یا در صورت نہ ہونے اقارب کے وہ وارث ہیں۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ:......مرد عورتوں پر اس لئے حاکم ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اپنا مال صرف کرتے ہیں۔ پھر جو نیک بیویاں ہیں وہ تو خدا تعالیٰ کی عنایت سے مرد کی تابعدار ہیں (اور) غائبانہ (ہر چیز کی) حفاظت کیا کرتی ہیں۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا ڈر ہو تو (اوّل مرتبہ) اُن کو سمجھا دیا ❶ کرو اور پھر اُن کے ساتھ صحبت داری کرنا ترک کر دو۔ اور (اگر پھر بھی نہ سمجھیں تو) اُن کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم بھی اُن پر کوئی بہانہ ڈھونڈو ﴿۳۴﴾۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ (سب سے) بڑا بالادست ہے۔ اور اگر تم کو میاں بیوی کی باہم نااتفاقی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے کنبہ کا اور ایک منصف بیوی کے کنبہ کا مقرر کر دو اگر یہ دونوں منصف اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ان میں موافقت کرا دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز جانتا بوجھتا ہے ﴿۳۵﴾۔

---

❶......یعنی اوّل نرمی سے سمجھا دینا چاہیے اس پر نہ مانیں تو بے التفاتی کر دو ساتھ سونا چھوڑ دو، اگر کوئی ڈھیٹ اس پر بھی نہ مانیں تو ہاتھ سے دھول دھپا کر کے سیدھا کر دو مگر خواہ مخواہ الزام لگانے کے لئے راہیں نہ تلاش کرو کیونکہ تم پر بھی کوئی بالادست ہے ورا گر اس پر بھی نہ مانیں تو طرفین سے دو شخص ثالث بن کر ملاپ کرا دو ان کی نیت بخیر ہے تو خدا تعالیٰ ان میں ملاپ کر دے گا ۱۲ منہ۔

ترکیب:...... الرجال مبتدا قوامون خبر علی النساء متعلق ہے قوامون سے بما بھی اسی سے ہے۔ و بما انفقوا کا ما مصدر یہ ہے۔ فالصالحات مبتدا قانتات خبر بما حفظ کا ما بمعنی الذی اور نکرہ موصوفہ بھی ہوسکتا ہے دونوں صورتوں میں عائد محذوف ہوگا اور مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے والتی . . . الخ مبتدا فعظوھن خبر فی المضاجع واھجروھن کا ظرف بھی ہوسکتا ہے ایسے اترکوا مضاجعھن دون ترک مکالمتھن اور بمعنی بسبب بھی ہوسکتا ہے یعنی جدائی اسباب ساتھ نہ ملانے کے کرو۔

مَردوں کی فضیلت اور اس کی حکمت

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ ہم نے میراث میں مَردوں کو فضیلت دی ہے اس جگہ اُس فضیلت کو بیان فرماتا ہے کہ وہ کس بات میں ہے؟ فرماتا ہے اس بات میں یہ مرد عورتوں کے سرپرست اور کارکُن ہیں اور نیز یہ مَہر اور نان ونفقہ میں ان پر اپنا مال صرف کرتے ہیں۔ قوامون جمع قوام کی ہے یہ مبالغہ ہے قیام فی الامر کے لئے۔ کہتے ہیں، ھذا قیم المراۃ و قوامھا کہ یہ شخص عورت کا سرپرست اور کارگزار ہے یعنی اُس کا کاروبار اور حفاظت کرتا ہے۔

مرد کو عورت پر دو قسم کی فضیلتیں ہیں:...... ایک ذاتی کہ جو مرد کی ذات میں خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہے کیونکہ انسان کو تمام کائنات پر فخر ہے تو صرف قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ کی وجہ سے ہے چونکہ عورتوں کی سرشت میں مَردوں کی نسبت قضاء وقدر نے برودت رکھی ہے اور مَردوں میں حرارت جو اس کے ادراکات اور عجائب علوم وفنون حاصل کرنے کا آلہ ہے سو اس میں بھی مرد عورتوں سے بڑھے ہوئے ہیں اور اعمالِ شاقہ اور غیرت وشجاعت وغیرہ سرداری کے اوصاف کا بھی سرچشمہ یہی قوت وحرارت ہے اس میں بھی مَردوں کو فوقیت ہے اس لئے آپ تاریخوں کو کھول کر دیکھ جایئے انبیائے اور اولوالعزم اور حکمائے باکمال اور شاہانِ باعزّ وشان اور دیگر کاملین کی فہرست میں بجز مَردوں کے آپ کو اور کوئی نظر نہ آئے گا الّا شاذ ونادر اور نیز قدرتی طور پر مَرد اور عورت کی بناوٹ مرد کی فوقیت کا ثبوت دے رہی ہے اس فضیلت کی طرف اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ میں اشارہ ہے۔

مرد کی فضیلت عرضی:...... دوسری فضیلت عرضی ہے وہ یہ کہ عورت چونکہ وسائلِ معاش میں بھی قاصر ہے اور نیز اس میں ایک شانِ محبوبیت ہے جو اس کو مرد پر ناز اور طلب کی طرف برانگیختہ کیا کرتی ہے اس لئے اس کے تمام مصارف روٹی کپڑا بلکہ مَہر وغیرہ سب مرد کے ذمہ ہیں اور وہی وقتاً فوقتاً اس کو اپنی کمائی سے شادوخرم (خوش وخرم) رکھتا ہے یہ اُس کی دست نگر رہتی ہے یہ اُس کا آقا و ولی النعمۃ ہے اس فضیلت کی طرف وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ میں اشارہ ہے۔ ان وجوہ سے مرد کو محکمۂ قضاء وقدر سے سرداری کی سند ملی ہے۔

شانِ نزول:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے شانِ نزول میں یوں فرمایا ہے کہ محمد بن سلمہ کی بیٹی کو کسی بات پر خفا ہو کر اُس کے میاں سعد بن الربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے ایسا طمانچہ مارا کہ اُس کے مُنہ پر نشان پڑ گیا۔ وہ بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر معاوضہ کی طالب ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں وحی کا انتظار کیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں فضائل مرد کے بعد اس طرف اشارہ ہے کہ مرد سردار ہے ایسی باتوں میں اُس سے برابری نہیں چاہیے۔ ان صفات سے امام مالک رحمہ اللہ وشافعی رحمہ اللہ وغیرہما نے یہ بات نکالی کہ اگر مرد نان ونفقہ سے عاجز ہو جائے تو نکاح فسخ کر دیا جائے۔

خواتین کو فرمانبرداری اور نیک روی کی ترغیب:...... اس کے بعد خدا تعالیٰ عورتوں کو فرمانبرداری اور نیک روی کی ترغیب عجب لطف کے ساتھ دیتا ہے وہ یہ کہ مَردوں کی سرداری اور درجہ فضیلت بیان کر کے عورتوں کی وہ فضیلت بیان فرماتا ہے جس سے ان کی

پارسائی اور فرمانبرداری نکلتی ہے۔ عورت کی دو حالت ہیں: ایک مرد کے روبرو ہونے کا وقت۔ دوسرا اس کے غائب ہونے کا زمانہ۔ روبرو کے زمانہ میں عورت کی یہ خوبی ہے کہ وہ فرمانبردار ہو جو مرد کہے وہ کرے جب سونے کے لئے پاس بلائے تو فوراً تعمیل حکم کرے، نرمی سے بات کرے اور جو میاں سختی سے بولے تو آپ جواب ترش نہ دے، خانہ داری کے معاملات میں اُس کی خوشنودی کو مقدم رکھے اس وصف کو اس لفظ میں ادا کیا فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ کہ نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں۔ قنوت کے معنی طاعت کے ہیں اس میں خاوند اور خداوند دونوں کی اطاعت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری حالت جو سفر کی ہے اُس میں عورت کی یہ خوبی ہے کہ اپنی عصمت اور مرد کا مال حفاظت سے رکھے اس کی طرف حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ، میں اشارہ کر دیا۔ اس کے بعد ان کے برعکس عورتوں کا ذکر کر کے ان کی اصلاح کی تدبیر بیان فرماتا ہے وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ۔ نشوز کے معنی لغت میں بلندی کے ہیں۔ بولتے ہیں نشز الشئی اذا ارتفع۔ اور چونکہ عورت کی نافرمانی اور سرکشی میں اُس کا سر اُٹھانا پایا جاتا ہے اس لئے اس کو نشوز کہتے ہیں۔ پس جو عورت بلا کسی حجتِ شرعیہ کے مرد کی نافرمانی کرے، ساتھ سونا چھوڑ دے یا سخت کلامی کرے یا ستر و پردہ اور غیر محارم کے رُوبرو ہونے میں کہا نہ مانے یا والدین کے گھر رہنا پسند کر کے خاوند کے ہاں نہ آئے، اُس عورت کو ناشزہ کہتے ہیں۔ اُس کو نان و نفقہ دینا خاوند پر واجب نہیں رہتا جب میاں بیوی میں ایسی حالت ہو جائے تو اوّل مرتبہ یہ ہے کہ اُس کو خاوند نرمی سے نصیحت کرے فَعِظُوْھُنَّ کہ تم کو ایسا کرنا مناسب نہیں اس میں تمہارے لئے دنیا اور آخرت کی شرمندگی ہے۔ اگر اس پر بھی نہ مانے تو وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ اس کو ساتھ نہ سُلائے کیونکہ اگر اُس کو میاں سے محبت ہے تو یہ امر اس پر شاق گزرے گا پھر ضرور اطاعت کرے گی اور جو اس کی بھی پرواہ نہ کرے تو ایسی بیہودہ کو وَاضْرِبُوْھُنَّ کسی قدر دھول دھپے سے درست کر دے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں گو یہ بات مباح ہے مگر نہ مارنا اولیٰ ہے۔ مگر ایسا مارنا کہ جس میں اُس کی ہڈی پسلی ٹوٹ جائے یا زخم پڑ جائے یا اُس کے چہرہ یا کسی عضو میں نقص پیدا ہو اتفاقاً (بالاتفاق) ممنوع ہے۔ پھر اگر وہ سیدھی ہو جائے تو مرد کو بھی نہ چاہیے کہ خواہ مخواہ کی نکتہ چینیاں کر کے اس کو دق (پریشان) کرے بلکہ اس میں خدا تعالیٰ سے ڈرے جو بالا دست ہے اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ شریعت نے عورت کی عزت و حرمت بہت کچھ قائم کی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے اہل و عیال سے اچھا نہیں اور ان پر نرم نہیں وہ ہرگز اچھا نہیں۔ اور کہیں فرمایا کہ عورتوں سے بہ نرمی پیش آؤ ان کی جبلت میں کجی ہے اُس پر صبر اور برداشت کرو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ عجب شخص ہے کہ صبح کو تو بیوی کو مارتا پیٹتا ہے پھر رات کو ساتھ لے کر سوتا ہے، یعنی مارنا نہ چاہیے اور یہ ظاہر ہے کہ بیوی میاں کی وزیر ہے اس کی رضامندی اور اس سے بخوشی و خُرمی پیش آنا خوش گزرانی کا باعث ہے ورنہ زندگی تلخ ہو جائے گی مگر باوجود اس کے عورت پر جیسا کہ آٹے پر نمک، تہدید بھی رکھی ہے۔ اگر تہدید نہ ہو تو معاذ اللہ بڑی خرابیاں پیش آتی ہیں (جیسا کہ اس زمانہ میں اسکولوں میں پڑھ کر عورتیں بالکل آزاد ہوتی چلی جاتی ہیں بے حیائی اور فحش اور زنا کاری کا نام تہذیب رکھا جاتا ہے۔ ادھر خاوند بھی دیوث بن کر اُس کی آزادانہ آمد و رفت برداشت کرنے کا اور اس کے دوستوں سے ملنے کا نئی تہذیب کی بدولت عادی ہو جاتا ہے۔

گھریلو جھگڑے میں منصف بنانے کا حکم:......اس کے بعد بھی اگر عورت نہ سمجھے تو ایک شخص عورت کے کنبہ کا اور ایک مرد کے کنبہ کا جو دونوں کے حالات سے بخوبی واقف ہوں باہم فیصلہ کرا دیں مگر نیک نیتی اور اصلاح مدنظر رکھیں تاکہ خدا تعالیٰ ان میں توفیق دے کہ پھر ملاپ ہو کر خانہ آبادی ہو جائے اور جو کنبہ کے پنچ نہ ملیں تو اور نیک لوگ قائم کر لئے جائیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور مالک رحمہ اللہ اور اسحٰق رحمہ اللہ اور اوزاعی رحمہ اللہ بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول ہے کہ اگر پنچوں کو بغیر طلاق کے اور کوئی چارہ نہ ہو اور باہم کسی طرح ملاپ ہوتا نظر نہ آئے تو ان کو اختیار ہے کہ طلاق دیدیں۔ اور عطاء رحمہ اللہ اور حسن رحمہ اللہ اور زید رحمہ اللہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہم علماء یہ فرماتے ہیں کہ طلاق کا اختیار پنچوں کو نہیں یہ بات میاں کے اور حاکم شہر کے ہاتھ میں ہے اُن کی اجازت ہو تو مضائقہ نہیں حکماً من

اهله۔ ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ حاکم وقاضی جو فیصلہ کرے تو فریقین کے حال سے بخوبی واقف بلکہ اُسی قوم کا ہوتا کہ کوئی بات اس پر مخفی نہ رہے۔ وائے برحالِ شاں کہ جن کے مجسٹریٹ محض اجنبی ہوں اور طلاق وغیرہ امورِ شرعیہ کا فیصلہ کرے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

ترجمہ:...... اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو (بھی) شریک نہ کیا کرو اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی کیا کرو اور قرابت دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ کے ساتھ اور پس بیٹھنے والے دوستوں کیساتھ بھی اور مسافر اور غلاموں کیساتھ بھی (نیکی کیا کرو)۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو اِترانے والے شیخی مارنے والے پسند نہیں آتے ﴿۳۶﴾ یہ وہ ہیں جو خود بھی بخل کرتے اور لوگوں کو بھی بخل کرنا سکھاتے ہیں۔ اور جو کچھ اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دیا ہے اُس کو چھپاتے ہیں۔ اور ہم نے منکروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۳۷﴾۔ اور یہ وہ ہیں کہ جو اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر۔ اور جس کا شیطان ساتھی ہو تو بُرا ہی ساتھی ہے ﴿۳۸﴾۔

ترکیب:...... احسانا کے نصب میں چند وجہ ہیں سورہ بقرہ میں بیان ہو چکیں الجنب بضمتین اور فتح جیم اور سکون نون دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے جس کے معنی اجنبی کے ہیں یہ وصف ہے الجار کا بالجنب کی ب بمعنی فی ہے یہ حال ہے الذین یبخلون مبتدا خبر مبغضون وغیرہ محذوف و الذین ینفقون اس پر معطوف ہے۔

انسان کی فضیلت اُخروی

تفسیر:...... جب کہ خدا تعالیٰ مردوں کی فضیلت بیان فرما چکا اور باہم میاں بیوی کے معاملات کا فیصلہ خاوند کی فضیلت ملحوظ رکھ کر فرما دیا تو اُس نے بعد تمام بنی آدم کو یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ فضیلت دنیاوی ہے اور فضیلتِ اُخروی اور چیز ہے اُس میں نوکر آقا سے بڑھ جاتا ہے اور فقیر بے کس بادشاہ سے اور بیوی خاوند سے اس لئے اس جگہ اُخروی فضیلت بیان کی جاتی ہے جو اصل مقصود ہے اور جو ہمیشہ باقی رہے گی۔

انسان کی اصلی فضیلت کا دو چیز کی تکمیل پر دار و مدار ہے:......قوتِ نظریہ۔ دوسری قوتِ عملیہ اور انہیں کی تکمیل کا نام سعادت ہے۔ قوتِ نظریہ کی تکمیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جان کر خالصاً اُس کی عبادت میں مصروف ہو جائے جس سے روح پر آئینہ کی طرح آفتابِ غیبی کے انوار پڑ کر یہ بھی بعد مُردن قدوسیین (مرنے کے بعد اہل فضیلت) کی جماعت میں مِل جائے سو اُسی کی طرف وَاعْبُدُوا اللّٰهَ......الخ میں اشارہ ہے۔

حقوق العباد سے متعلق دس احکامات:......یہاں دونوں ❶ قوموں کے لئے دس حکم دیئے گئے اُن میں سے یہ پہلا حکم ہے، قوتِ عملیہ کی تعمیل دو طرح سے ہے ایک یہ کہ اہلِ حقوق کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آئے سو اس کی بابت۔ دوسرا حکم ماں باپ کے ساتھ احسان اور نیکی کرنے کا دیا گیا۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ......الخ۔ تیسرا حکم عموماً اور اہلِ قرابت کے ساتھ سلوک کرنا علیٰ قدر مراتبہم۔ چوتھا حکم یتیموں کے ساتھ نیکی کرنا۔ پانچواں حکم عموماً ہر فقیر تنگ دست کے ساتھ نیکی کرنا۔ چھٹا حکم ہمسایہ قریب کے ساتھ۔ ساتواں حکم ہمسایہ بعید کے ساتھ۔ قریب سے مراد یا تو اہلِ قرابت یا متصل رہنے والا۔ اسی طرح بعید سے مراد اجنبی شخص یا فاصلہ سے رہنے والا۔ آٹھواں حکم دوست ہم پہلو کے ساتھ نیکی کرنا۔ بِالْجَنْبِ کے معنی ہم پہلو کے ہیں جو کہ مکتب یا کسی اور کار کے شریک یار ہوئے ہیں۔ یا جو سفر و حضر میں ہر وقت مصاحب رہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیوی ہے کہ جو پہلو میں رہتی ہے۔ نواں حکم مسافر کے ساتھ سلوک کرنا۔ دسواں حکم غلاموں کے ساتھ سلوک کرنا جو ملک اور قبضہ میں ہیں اور وَمَا مَلَكَتْ سے ہر جانور بھی مراد ہے اُس کے ساتھ بھی نیکی اور رحم کی کرنی چاہیے۔ دوسری طرح یہ ہے کہ کسی کو ضرر نہ دے اور بیشتر بنیاد ضرر تکبر اور غرور پر ہے اُس کی طرف اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ میں اشارہ فرمایا ہے اور زیادہ تر ضرر ہے کہ باوجود نعمت و قدرت کے اہلِ حقوق کو کچھ نہ دیا جائے بلکہ اوروں کو بُخل سکھایا جائے اور دینے کے ڈر کے مارے مفلسی ظاہر کی جائے۔ اس کی طرف الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ... الخ میں اشارہ ہے کہ دیا جائے مگر بے محل و بے موقع دیا جائے، نہ اُس سے نیت بخیر مقصود ہو نہ صلہ رحمی بلکہ دکھلاوا۔ اس کی طرف وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ... الخ میں اشارہ ہے یہاں تک قوتِ عملیہ کی تکمیل میں خلل انداز باتیں بیان فرمائیں پھر قوتِ نظریہ میں خلل انداز باتیں وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ......الخ میں ذکر فرماتا ہے کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادھا۔

فائدہ:......فخور (متکبّر) کے دو جملوں میں یہ اوصاف رذیلہ بیان فرمائے اوّل الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ... الخ میں بخل کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا اور اسی لئے اپنا مال چھپانا ایک اسی ردی اور ذلیل حالت ہے جو اس کے فخر اور تکبر کو خاک میں ملا دیتی ہے دوم وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ ... الخ یعنی میں ریا کاری کے لئے مال دینا اور خلوص ندارد نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ آخرت پر۔ اس احمق کا شیطان رفیق ہے پھر جس کا وہ رفیق و یار ہے تو پھر اُس سے جس قدر بُرائیاں سرزد ہوں کم ہیں۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ۝۳۹ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً
يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۴۰ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ
اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝۴۱ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

❶......حاکم و محکوم و عورت ۱۲۔

غ وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾

ترجمہ:... اور اُن کا کیا (نقصان) ہوجاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لے آتے اور خدا تعالیٰ کے دیئے میں سے کچھ دے دیتے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن سے خوب واقف ہے ﴿۳۹﴾۔ اللہ تعالیٰ تو کسی پر ذرہ کے برابر (بھی) ظلم نہیں کرتا۔ اور اگر نیکی ہوتی ہے (تو) اُس کے دو چند کر دیتا ہے۔ اور اپنے پاس سے (بھی) بڑا بدلہ دیتا ہے ﴿۴۰﴾۔ پھر کیا حال ہونا ہے جبکہ ہم ہر ایک قوم سے ایک گواہی دینے والا لائیں گے اور آپ ﷺ کو بھی (اے نبی ﷺ) ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے ﴿۴۱﴾۔ اس دن تو منکر اور جنہوں نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہے (یہی آرزو کریں گے کہ کاش زمین کا پیوند ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے ﴿۴۲﴾۔

ترکیب:...... اذا مبتدا علیھم خبر اور صرف ما مبتدا اور ذا موصول علیھم صلہ مجموعہ بھی خبر ہو سکتی ہے لو اٰمنوا...... الخ شرط لم یضرھم خبر محذوف اس سے ترغیب مقصود ہے۔ لو مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ مثقال صفت ہے مصدر محذوف کی اَی لا یظلم ظلماً قدر مثقال ذرۃ اَی وزن ذرۃ مصدر اور اُس کی صفت کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کی جگہ قائم کر دیا و ان تک اصل میں تکن تھا نون صرف کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ نون غنہ سکون کی وجہ سے مشابہ وٓ ہے اگر حرکت دی جائے گی تو نون حذف نہ ہوگا جیسا کہ لم یکن الذین وغیرہ میں۔ یومئذ ظرفِ یودّ الذین کفروا وعصوا الرسول اس کا فاعل لو تسوّٰی بھم... الخ اس کا مفعول لو بمعنی ان۔ تسوّٰی فعل مجہول الارض مفعول مالم یسم فاعلہ۔

قیامت پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنا

تفسیر:...... پہلے ذکر تھا کہ نہ تو ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے نہ قیامت کے دن پر جو انسان کو عمل خیر کی طرف اور امید ثواب رکھ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَرف کرنے کی طرف اور ہر طرح کی نیکی کی طرف برانگیختہ کرتا ہے، سو یہ بڑی بدنصیبی اور حرمان کا باعث ہے۔ اس لئے یہاں بطورِ ترغیب فرماتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف بھی کرتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا؟ یعنی یہ بات خلافِ عقلِ سلیم نہیں نہ اس میں کسی قسم کی مضرّت ہے اس پر مجھ کو ایک حکایت یاد آئی۔

حکایت:...... کسی ملحد نے کسی مؤمن سے کہا تمہارا اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لانا اور خیر و خیرات کرنا فضول ہے کیونکہ نہ کوئی اللہ ہے نہ قیامت، پھر لئے دیئے کا ثواب کہاں؟ ناحق مال کو فرضی ڈھکوسلوں پر صَرف کرنا اور نماز روزہ ہر ایک قسم کی عبادت کی تکلیف اُٹھانا، شراب کباب، رنڈی لونڈے مزے کی باتوں سے رُکنا عبث ہے اور ضررِ صریح۔ مؤمن نے جواب دیا کہ اگر تیرا ہی کہنا سچ ہوا تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں عبادت میں بھی کچھ نہ کچھ فائدہ جسمانی ہے اور نہ ہو نہ سہی کسی قدر تکلیف اور لذائذِ فانیہ سے جو ناجائز ہیں محروم رہنے میں کچھ قباحت نہیں۔ دنیا اور انسان کی عمر بادِ صبا کی طرح آناً فاناً گزر جاتی ہے، تمام لذتیں اور سب عیش عالم خواب کے مزوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے چند روز کے بعد ہم تم دونوں برابر ہیں۔ اور اگر تیرا کہنا غلط نکلا اور مرنے کے بعد اُس عالمِ ثواب و عذاب کا بازار بھی گرم ہوا اور اللہ تعالیٰ اور قیامت برحق نکلے تو فرمایئے وہاں تیرا کیا حال ہوگا، اب محلِ خطر (خطرہ کی جگہ) میں تُو ہے یا ہم؟ یہ سُن کر ملحد کو ہوش آ گیا اور ایمان لے آیا۔

اس کے بعد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ خبردار تمہاری کوئی حالت مخفی نہیں اور نیز وہ کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور جو کوئی نیکی کرتا ہے تو اُس کو اپنے فضل سے عالم آخرت میں دوگنا کر کے دیتا ہے اور اس کے علاوہ اپنی طرف سے بھی اجرِ عظیم دیتا ہے پھر نیکی نہ کرنا اور آخرت کے

سازوسامان سے غافل رہنا سخت غفلت اور صریح بدبختی ہے یُضٰعِفْهَا سے اُس عالم کی سعادتِ جسمانیہ کی طرف اور وَيُؤْتِ مِن لَّدُنْهُ سے سعادتِ روحانیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد کہ جس روز ہم ہر ایک گروہ کے ہادی کو اُن پر اُن کی نافرمانی ثابت کرنے کے لئے گواہ بنا کر لائیں گے اور تم کو اے نبی (ﷺ) ان مخالفوں پر گواہ بنائیں گے (اور اسی طرح عقل بھی جو اُس کو بری باتوں سے مانع تھی گواہی دے گی) تو ان کا کیا حال ہوگا اُس دن تو اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کے نافرمان یہی آرزو کریں گے کہ کاش ہم زمین میں سما جائیں۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ تجھ سے کچھ قرآن سنوں، اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا کیا خدا تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا ہاں، اُس سے اُبی رضی اللہ عنہ کو ایک وجد ہو گیا پھر یہی آیتیں پڑھنی شروع کیں جب یہاں تک نوبت پہنچی تو آنحضرت ﷺ زار زار قوم کی حالت پر رونے لگے اور فرمایا اے اُبی! بس کر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

ترجمہ:...... اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ (یعنی نہ پڑھو) جب تک کہ تم اپنی بات نہ سمجھنے لگو ❶ اور نہ ناپاکی کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کرلو مگر سفر میں (پانی نہ ملے تو تیمم کر کے پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں)۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی پائخانہ ہو کر آئے یا عورتوں سے صحبت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے ❷ تو تم پاک مٹی لے کر اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کو مسح کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے ﴿۴۳﴾۔

ترکیب:...... وانتم...... الخ جملہ حال ہے فاعل لا تقربوا سے سکاریٰ جمع سکران حتٰی تعلموا بمعنی الیٰ ان ولا جنباً حال ہے والتقدیر ولا تصلوا اجنبا، جنب میں جماعت اور ایک دونوں شامل ہیں علی اللغۃ الفصحٰی الا عابری ن بسبب اضافت کے گر پڑا یہ بھی حال ہے ای لا تقربوھا فی حال الجنابۃ الا فی حال السفر۔ حتٰی تغتسلوا غایۃ ہے ولا تصلوا اجنبا کی۔ وان کنتم شرط۔ مرضٰی جمع مریض۔ من الغائط مفعول ہے۔ جاء کا غائط بروزن فاعل ہے غاط یغوط اذا اطمأن سے فلم تجدوا معطوف ہے ماقبل پر داخل ہے شرط میں فتیمموا فعل انتم فاعل صعیدا مفعول طیبا اُس کی صفت جملہ جواب ہے فامسحوا جملہ تفسیر ہے تیمموا کی۔

بحالت نشہ نماز پڑھنے کی ممانعت

تفسیر:...... پہلے تھا کہ اگر وہ ایمان لاتے اور خیر کرتے تو اُن کا کیا نقصان تھا یعنی وہ جو ایسا نہیں کرتے تو عقلِ سلیم کے بھی برخلاف کر رہے ہیں گویا کہ وہ دنیا کے نشہ میں مست مدہوش ہیں۔ جس طرح کہ مست شراب پی کر خلاف عقل باتیں کرتا ہے ایسا ہی یہ بھی کر رہے ہیں۔ اس مناسبت سے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو جس طرح اس نشہ سے منع کیا اسی طرح ظاہری نشہ شراب وغیرہ سے بھی اس جگہ عجب نرمی

❶...... یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا مسئلہ ہے اور شراب کی حرمت کی طرف یہیں اشارہ ہے کہ یہ نماز سے روکتی ہے ۱۲ منہ۔ ❷...... سفر میں نہانے کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو بغیر غسل کے تیمم کے ساتھ نماز درست ہے ۱۲ منہ۔

کے ساتھ منع فرمایا کہ تم نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تم کو ہوش نہ ہو اور اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو۔ اگرچہ بظاہر نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے مگر رمزاً نشہ کی بھی برائی ہے کہ یہ ناپاک چیز اس قابل نہیں کہ اس کو پی کر دربارِ الٰہی میں حاضر ہو۔ پھر سورہ مائدہ میں تو بالکل تصریح کر کے نشہ کی ممانعت کردی اور اُس کو ناپاک کہہ دیا اور یہ اس لئے کہ لوگ اس کے عادی تھے ایسی چیزوں کو بتدریج منع کرنا عینِ حکمت ہے۔

شانِ نزول:...... اور اس آیت کا شانِ نزول یوں ہے عبد بن حمید و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و حاکم نے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی دعوت کی تھی اور اُس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی لوگوں نے کھایا شراب پی اس دوران نماز کا وقت آ گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش امام کیا تو انھوں نے نشہ میں قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ○ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ○ وَاَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ○ پڑھ دیا تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض روایات میں ہے کہ عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی تھی بعض میں ہے کہ نمازِ مغرب کا وقت تھا۔

بحالتِ نشہ مسجد میں جانے کی ممانعت:......(۱) لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ، جمہور مفسرین رحمہم اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک الصلوۃ سے نماز مراد ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نماز کی یعنی مسجد کے اندر جانے کی بھی حالتِ نشہ میں ممانعت ہے۔

(۲) سُكٰرٰی جمع سکران جو صفت فعلان کے وزن پر آتی ہے اُس کی جمع فعال آتی ہے۔ سکر کے معنی لغت میں بند کرنے کے ہیں اور نشہ بھی عقل کو بند کردیتا ہے اس لئے اس کو سکر کہتے ہیں۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے نزدیک شراب کا نشہ مراد ہے ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں نیند کا نشہ مراد ہے کہ نیند کے وقت نماز نہ پڑھو۔ (یہ قول ضعیف ہے)۔

فوائد: غسلِ جنابت فرض ہے:......(۳) وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ، کہ نماز ناپاکی کی حالت میں بھی نہ پڑھو کہ جس کو جنابت کہتے ہیں جب تک کہ غسل نہ کرلو مگر سفر میں تیمم کر کے پڑھنا کچھ مضائقہ نہیں اور حضر میں بھی پانی نہ ملے تو تیمم درست ہے مگر سفر کی قید اس لئے ہے کہ سفر میں بیشتر پانی نہیں ملتا۔ اور جو لوگ الصلوۃ سے مسجد مراد لیتے ہیں ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ نشہ کی حالت میں مسجد میں نہ جاؤ، نہ جنابت کی حالت میں، مگر بطریق گزر جانے کے کچھ مضائقہ نہیں یعنی ٹھہرو نہیں نہ وہاں جا کر کچھ عبادت کرو وہاں کسی طرف جاتے ہو اور وہاں سے راستہ ہو تو نکل جانے کا مضائقہ نہیں۔ عَابِرِیْ سَبِیْلٍ کے اُن کے نزدیک یہ معنی ہیں چونکہ اس آیت میں تیمم کی طرف اشارہ تھا اس لئے اس کے بعد تیمم کے مواقع اور اس کا حکم بھی بیان فرماتا ہے۔

چار اشخاص کے لئے تیمم کا حکم:......(۴) وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى ......الخ چار شخصوں کے لئے تیمم کا حکم دیا گیا ہے ایک بیمار کے لئے عام ہے کہ پانی کے استعمال سے ہلاک ہونے کا خوف ہو یا صرف زیادتی مرض کا۔ پھر عام ہے کہ اُس کو ضرر کا یقین ہو یا ظنِ غالب اور یہ تیمم بھی عام ہے خواہ غسل کے لئے ہو خواہ وضو کے لئے۔ دوسرے مسافر بعض نے سفر کو عام رکھا ہے خواہ وہ سفر ہو کہ جس میں نماز قصر پڑھی جاتی ہے یا نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں وہی سفر مراد ہے ❶ اس میں بھی اگر پانی نہ ملے تو تیمم جائز ہے عام ہے کہ غسل کے لئے ہو یا وضو کے لئے۔ تیسرے پاخانہ پھرنے والے کے لئے مگر اس جگہ عام حدث مراد ہے خواہ پیشاب خواہ پاخانہ خواہ نیند یا ہوا کا نکلنا سب سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگر پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ چوتھے جماع کرنے والے کے لئے لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک

---

❶...... وهو الصحيح۔ ١٢۔

اس سے مراد جماع ہے اس لئے کہ صرف عورت کو چھونے سے بغیر دخول کے یا مذی برآمد ہونے کے وضو نہیں ٹوٹتا جس سے پھر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرنا پڑے کیونکہ احمد رحمۃ اللہ علیہ وابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ وابوداؤد ونسائی وابنِ ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ بعض اوقات وضوء کرنے کے بعد بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لے لیتے تھے مگر دوبارہ وضو نہ کرتے تھے بلکہ اُسی وضوء سے نماز پڑھ لیتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سے مراد بدن سے بدن کا مل جانا ہے اس سے وضو کرنا پڑے گا ورنہ تیمم۔ رہا جماع سو اس کے لئے غسل ہے اور جو پانی نہ ملے یا کچھ عذر ہو تو تیمم کرے جیسا کہ احادیث عمار و عمران ابن حصین و ابوذر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ابتداء میں فرماتے تھے کہ جُنبی کے لئے تیمم نہیں صرف وضوء کی جگہ تیمم ہے نہ کہ غسل کی جگہ۔ پھر اگر جُنبی کو پانی نہ ملے تو نماز نہ پڑھے۔ مگر بعد میں اُنہوں نے رجوع کیا کیونکہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے برخلاف تھے۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً کی قید چاروں قسموں کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر بیمار و مسافر پائخانہ پھرنے والے بھی اور جماع کرنے والے کو پانی مل جائے تو اس کو بموجب اس قید کے تیمم نہ (کرنا) چاہیے۔ حالانکہ اُن کے لئے گو پانی ملے مگر کسی مرض کی وجہ سے وضوء و غسل نہ ہو سکے تو تیمم کا حکم ہے اور اسی طرح مسافر کی کیا قید ہے اگر انسان گھر بیٹھا ہو اور تندرست ہو اور پانی نہ ملے تو تیمم کر سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قیود باعتبار اس امر کے ہیں کہ یہ وہ مواقع ہیں کہ جہاں غالباً تیمم ہوتا ہے اور پانی نہیں ملتا۔ تشریحِ مقام یہ ہے کہ تیمم کی ضرورت یا حدثِ اصغر میں پڑتی ہے جیسا کہ پائخانہ پیشاب وغیرہ یا حدثِ اکبر میں جیسا کہ بیوی سے صحبت کرنا سو ان دونوں کو اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ (حدث اصغر) اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (حدثِ اکبر) میں بیان کیا اور یہ ضرورت وضوء اور غسل کرنے پر قادر نہ ہونے سے ہوتی ہے یہ قادر نہ ہونا بیشتر مرض یا سفر کی وجہ سے ہوتا ہے اس لئے اُس کے مواقع کو سب سے پہلے وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ میں بیان فرمادیا اس لئے سفر میں اگر پانی ملے تو تیمم نہ کرے اور اُس پر علماء نے ان مواقع کو قیاس کیا ہے کہ جہاں گرانی قیمتِ آب یا ڈول رسّی نہ ہونے کی وجہ سے وضوء اور غسل پر قدرت نہ ہو۔

تیمم کا طریقہ:...... اس کے بعد تیمم کی ترکیب بیان فرماتا ہے، فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۔ یہاں اس بات کی کچھ تشریح نہیں کہ دو ضرب مارے یا ایک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کبار فرماتے ہیں کہ اول دفعہ مٹی پر ہاتھ مار کر مُنہ پر پھرائے دوسری دفعہ ہاتھ مار کر کہنیوں تک پھرائے جیسا کہ احادیث اور فعل صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت ہے بعض ائمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک ضرب کافی ہے یعنی ایک بار زمین پر ہاتھ مار کر مُنہ اور ہاتھ پر پھرانا جیسا کہ حدیث عمار سے سمجھا جاتا ہے جس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔ صَعِيْدًا کے معنی زمین کے ہیں خواہ ریتا ہو یا چکنا پتھر ہو یا غبار ہو سب پر تیمم جائز ہے۔ اور طَيِّبًا سے مراد یہ ہے کہ نجس نہ ہو اور یہی مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مٹی کے سوا اور کسی سے تیمم درست نہیں کیونکہ صَعِيْدًا کے معنی زمین اور طَيِّبًا کے معنی عمدہ جس پر گھاس اُگنے کی صلاحیت ہو۔

شانِ نزول آیت تیمم:...... اس آیت کا شانِ نزول یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ مع حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک بار جہاد میں گئے ایک جگہ پر عائشہ رضی اللہ عنہا کا گلوبند (ہار) کھو گیا جو کہ وہ اپنی بہن سے مانگ کر ساتھ لائیں تھیں اس پر آنحضرت ﷺ نے قافلہ کو ٹھہرنے کا حکم دیا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا کہ تیری وجہ سے یہاں قیام کرنا پڑا، نہ پانی ہے، نہ اناج، لوگ نالاں ہیں۔ اس پر یہ آیت تیمم نازل ہوئی جس سے لوگ بہت خوش ہو گئے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ

اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى

بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى

الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

ترجمہ: ..... (اے نبی!) کیا آپ (ﷺ) نے لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب سے (کچھ بھی) بہرہ ور کیا گیا ہے وہ گمراہی مول لے رہے ہیں اور تم کو بھی راہ سے بہکانا چاہتے ہیں ﴿۴۴﴾۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے حمایت کے لئے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے مدد کے لئے ﴿۴۵﴾ بعض یہودی ایسے بھی ہیں کہ جو کلام کو اپنے موقع سے بدلتے ❶ اور زبان مروڑ کر سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ اور رَاعِنَا ❷ کہتے ہیں اور دین (اسلام) میں عیب لگانے کے لئے، اور کاش وہ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور اِسْمَعْ وَانْظُرْنَا کہتے تو (ان کے حق میں) بہت ہی بہتر اور درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کر دی ہے سو اس لئے بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں ﴿۴۶﴾۔

ترکیب: ..... الم تر فعل انت فاعل الی الـذین مفعول اول یشترون مفعول ثانی۔ من الذین ھادو خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ھم من الذین ... الخ۔ یحرفون حال ہے فاعل ھادوا سے یا یوں کہو کہ من الذین نصیرا سے متعلق ہے۔ والذین اوتوا نصیبا کا بیان بھی ہو سکتا ہے عن مواضعہ متعلق ہے یحرفون سے، ویقولون معطوف ہے یحرفون پر، غیر مسمع حال ہے اور قولاً محذوف کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔

یہود کے تمسخر کا ردّ و بطلان

تفسیر: ..... جب تیمم کا مسئلہ پہلی آیت میں بیان ہوا تو یہودی علماء نے اپنے ہاں کے سخت احکام کے مقابلہ میں اس پر تمسخر کیا اور کہنے لگے پانی سے نجاست کو دور ہونا تو ایک معقول بات تھی بھلا خاک پر ہاتھ مار کر ہاتھ منہ پر پھرانے سے کیا ہوتا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ یہ شخص یعنی آنحضرت ﷺ نبی برحق نہیں اس کا یہ زور شور چند روز میں مٹ جائے گا۔ بالخصوص اُن میں سے دو یہودی عالم عبداللہ بن اُبی

❶ ..... مدینہ کے یہود اس مجموعہ میں بھی کہ جو توریت کے نام سے نامزد تھا اپنے اغراض فاسدہ سے تحریف لفظی اور معنوی کر دیا کرتے تھے ایک لفظ کی جگہ اپنے مطلب کے موافق دوسرے لفظ لکھ دیتے تھے اور کبھی لکھے کے خلاف پڑھ دیتے تھے کبھی معنی نئے پیدا کر دیتے تھے تاکہ اُن پر الزام عائد نہ ہو اُن کی بات قرار رہے ۱۲ منہ۔

❷ اطراف مدینہ کے یہود جب آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آتے تو قابلیت جتلانے اور نبی ﷺ اور مسلمانوں کو احمق بنانے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتے تھے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (کہ سن لیا اور نہ مانا) عرب میں بزرگ کے کلام کو سن کر کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کرتے تھے کہ سن لیا اور مان لیا مگر یہ عَصَيْنَا کہتے تھے۔ اور بزرگوں کو مخاطب بناتے وقت وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا کہتے تھے کہ سنئے ہماری طرف التفات فرمائیے مگر یہ وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کہتے تھے جو گستاخی کا کلمہ ہے کہ جس کے معنی ہیں کہ سن اور پھر سننا نصیب نہ ہو اور انظرنا کی جگہ زبان دبا کر رَاعِنَا کہتے تھے ظاہراً تو اس کے معنی ہیں ہماری رعایت کیجئے مگر اس کو کھینچ کر کہنے سے راعینا ہو جاتا ہے جس کے معنی ہیں ہمارا چرواہا یہ اُن کی گستاخانہ اور بے ادبانہ حرکات خدا تعالیٰ کی پھٹکار کا نتیجہ تھیں اور اسی طرح السلام علیکم کی جگہ زبان مروڑ کر السام علیکم بھی کہتے تھے۔ سام موت یعنی تم کو موت آ جائے۔ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اُن کی قابلیت نہیں خدا تعالیٰ کی پھٹکار ہے ۱۲ منہ۔

رئیس المنافقین کے پاس جا کر اسلام کی ہجو کیا کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک ڈالا کرتے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے اُن کا ردّ اِن آیات میں نازل فرمایا۔ اور چونکہ اوّل اس سورہ سے یہاں تک احکام بیان ہوئے تھے اس جگہ سے مخالفوں کے شکوک وشبہات کا ردّ اور جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب شروع ہوتی ہے تاکہ ایک قسم کی کلام سے مخاطب کی طبیعت پر گرانی نہ پیدا ہو اور اسی لئے قرآن میں یہ طریقہ رکھا گیا کہ ایک علم کے بعد دوسرا علم بیان ہوتا رہتا ہے۔ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ) دیکھو جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے یعنی فی الجملہ اُن کو الہامی شریعت اور کلامِ انبیاء علیہم السلام سے آگاہی ہے وہ باوجود اس کے دینِ حق اور اس کے سچے رہبروں پر طعن کر کے گمراہی خرید رہے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے یہ دونوں وصف جس میں ہوں خدا تعالیٰ کی پناہ ،اس کی شقاوت اور بدبختی کا کیا ٹھکانا۔ پھر فرماتا ہے۔ وہ تمہارے دشمنوں کو جانتا ہے وہ تمہارا حامی ہے تم اُن سے کچھ خوف نہ کرو۔ اس کے بعد خصوصاً یہود کی چند عادتِ بد ذکر فرماتا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو کر وہ کونسی باتیں ہیں جن سے گمراہی خرید رہے ہیں اور خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

یہود کی چند عادات بد کا تذکرہ:...... (اوّل) يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کی ضمیر کلم کی طرف راجع ہے اگرچہ قیاسِ ظاہری بھی چاہتا تھا کہ کلم چونکہ کلمۃ کی جمع مؤنث جس کی طرف مؤنث کی ضمیر مواضعہا پھرانی چاہئے تھی مگر چونکہ اس جمع کے حروف مفرد سے کم ہیں پس ایسی جمعوں میں تذکیر وتانیث دونوں طرح کی ضمیریں جائز ہیں (قالہ الواحدی)۔ تحریف: بدلنا کم زیادہ کرنا یا تاویلِ فاسد کرنا خواہ زبانی خواہ کتاب میں۔

تحریف کی بحث:...... یہود کے اقبال بلکہ دین کی عمر طبعی ہو چکی تھی اس لئے اُن میں ایسی ایسی باتیں مروّج ہو گئی تھیں اور یہ بات صدہا سال سے ان میں تھی ان کے علماء دنیاوی طمع سے ہر ایک قسم کی تحریف اور تاویلاتِ فاسدہ کرتے تھے۔ چنانچہ جن مقاماتِ توراۃ میں اب تک حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کی خبریں پائی جاتی ہیں ان کے عجیب وغریب معانی لگا کر ان دونوں رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور نفسِ کتاب میں بھی اُنھوں نے ایسا کیا کہ عہدِ عتیق کے کسی نسخہ کا بھی اعتبار منصف مزاج کے نزدیک نہیں رہا۔ یہ مانا کہ حوادثِ دہر اور مخالف بادشاہوں کے حملوں نے اور حفظ کے دستور نہ ہونے اور قلتِ کاغذ وکتابت نے بھی عہدِ عتیق بلکہ عہدِ جدید کو اُلٹ پلٹ کر دیا کاتبوں کی خود غرضیوں اور سہو نے بھی ہزاروں اختلافات پیدا کر دیئے۔ اور پھر عیسائیوں میں بھی وہی بات پیدا ہو گئی تھی کیونکہ پیشتر وہ بھی یہودی الاصل تھے یہاں تک کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں اس طوفانِ بے تمیزی کا کچھ ٹھکانا نہیں نہ رہا تھا۔ اس لئے اُن کے علماء بوقتِ استدلال اپنی کتابوں سے کسی کو پتہ ہی نہیں لگنے دیتے تھے۔ اگرچہ عیسائی علماء نے بارھویں تیرھویں صدی عیسوی میں بائبل کی مرمت کرنے میں بہت کچھ کوشش کی مگر جب مقابلہ کیا تو پھر بھی ہزاروں ہی اختلافات باقی رہ گئے۔

آج کل عیسائی مشنری اہلِ اسلام کے مقابلہ میں دیدہ دانستہ اس تحریف کا انکار کرتے ہیں اور جو کسی نے کیا تو اور لوگ اس کی خیانت کب چلنے دیتے ہیں؟ یہ انکار شاید ناواقف لوگوں کو گونہ تردّد میں ڈالتا ہو مگر جو بائبل سے بخوبی واقف ہیں ان کے رُوبرو یہ ہٹ دھرمی اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اب بھی اس قوم میں عادتِ قدیمانہ کا اثر باقی ہے۔

اس مختصر (تفسیر) میں گنجائش نہیں کہ میں ہر ایک قسم کی تحریف پر سینکڑوں شواہد پیش کروں مگر کسی قدر اقوال نقل کر کے نمونہ دکھاتا ہوں تاکہ ناظرین کو تصدیق ہو۔

شاہد اول:...... متی نے اپنی انجیل کے دوسرے باب تیئیسویں آیت میں لکھا ہے کہ یوسف عیسیٰ علیہ السلام کو مصر سے لے کر ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا جا کے رہا تاکہ وہ جو نبیوں نے کہا تھا پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائے گا۔ حالانکہ اب کسی نبی کی کسی کتاب میں نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام

پیدا ہو کر ناصری کہلائے گا۔ اور اس لئے ممفر ڈ رومن کیتھلک نے اپنے سوالات مطبوعہ لندن ۱۸۴۳ء میں لکھا ہے کہ اس مقام پر کریز استم اپنی نویں تفسیر میں لکھتا ہے کہ یہود نے کُتبِ انبیاء کو نہ صرف غفلت بلکہ بد دیانتی اور عناد سے جلا دیا اور کسی میں تبدل کر دیا۔ انتہیٰ کلامہ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا۔

شاہد دوم:...... کتاب خروج کے اکیسویں باب آٹھویں آیت عبرانی توراۃ کے متن میں ہے کہ جو کوئی اپنی منگیتر سے ناراض ہو اُس کو روا نہیں کہ اجنبی قوم کے ہاتھ بیچے بلکہ فدیہ لے۔ اس کے حاشیہ کے ایک نسخہ میں برخلاف لکھ دیا اور اسی طرح کتاب احبار کے ۲۵ باب تیس ۳۰ آیت میں ہے کہ جو کوئی شہر پناہ کے اندر اپنا گھر فروخت کر کے برس بھر تک نہ چھڑائے گا تو ہمیشہ کے لئے مشتری کا ہو گا وہ یوبلی کے سال میں چھوٹ نہ جائے گا۔ اس کے حاشیہ میں ایک نسخہ لکھا ہے کہ جس میں اثبات ہے۔ اب دیکھئے گا کس کا اعتبار کیا جائے احکام میں تحریف پائی گئی۔

شاہد سوم:...... انجیل متیٰ کے ۲۷ باب ۳۵ ورس میں یہ فقرہ کہ مسیح کو سولی دی اور اس کے کپڑوں پر چٹھی ڈال کر ان کو بانٹ لیا تاکہ نبی کا کہا پورا ہو الحاقی ہے گریسباخ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے اور ہارن نے اپنی تفسیر کے صفحہ ۳۳۰ و ۳۳۱ جلد ثانی میں دلائل سے اس کا الحاقی ہونا بیان کیا ہے مگر اب تک یہ فقرہ انجیل میں موجود ہے یوحنا کے اوّل خط کے ۵ باب ۷ ورس میں یہ فقرہ جو تثلیث کی بنیاد ہے محققین بالخصوص ہارن اور گریسباخ اور آدم کلارک اور شولز کے نزدیک قطعاً الحاقی ہے اور وہ یہ ہے "تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں...... الخ بائبل مطبوعہ مرزاپور کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ الفاظ کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائے جاتے حالانکہ متن میں درج ہیں۔ زیادہ تحقیق منظور ہو تو مقدمہ تفسیر کو دیکھئے۔

دوم: یہود کا آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ رویہ:...... یہود آنحضرت ﷺ کی محفل میں آ کر زبان موڑ کر تمسخر کی نیت سے یہ کلمات کہہ جاتے تھے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا کہ ہم نے سُن لیا اور نہ مانا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ کہ سُن ان سُنی بات یعنی تجھ کو مکروہ باتیں سُننی نصیب ہوں سَمِعْنَا تو پکار کر کہتے عَصَيْنَا دل میں۔ اسی طرح اِسْمَعْ پکار کر اور غَيْرَ مُسْمَعٍ آہستہ سے وَرَاعِنَا زبان دبا کر جس کے راعینا پیدا ہوتا تھا جو گالی ہے اور تفاخر کرتے تھے کہ ہم یہ باتیں کہہ آتے ہیں اگر وہ نبی ہوتے تو معلوم کر لیتے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خبردار کر دیا اور ان بے ادبوں کی حرکاتِ ناشائستہ پر صبر اور برداشت کرنے کا حکم دیا اور ان بے ادبوں کو ادب سکھایا کہ بجائے اس کے یوں کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا مگر یہ شقی ازلی محروم از سعادت ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا

● سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں بنی اسرائیل میں اس روز شکار اور دنیاوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس بعد بنی اسرائیل کے کچھ لوگوں نے جو کسی دریا کے کنارے بستے تھے ہفتہ کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کرنا شروع کر دیا اس حیلہ سے کہ پانی کی نالیاں بنا دیں ہفتہ کے روز سے پہلے ان کے منہ کھول دیتے تھے مچھلیاں آ جاتی تھیں پھر اتوار کو پکڑ لیتے تھے اس وقت کے علماء نے منع بھی کیا نہ مانا۔ للہذا عذاب الٰہی آیا فوراً بندروں جیسے چہرے ہو گئے۔ ان کو اصحاب السبت کہتے ہیں۔ جو مسلمان ہوں اور شراب حیلے بنا کر جائز کیا کرتے ہیں ان کو عبرت پکڑنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کے عذاب صد ہا قسم کے ہیں ۱۲ منہ

دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۴۸

ترجمہ:......اے اہل کتاب! اس (دن) سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ کر الٹ دیں یا ان پر اصحاب سبت کی طرح لعنت کر دیں اس (کتاب) پر ایمان لے آؤ کہ جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو تمہارے پاس ہے اس کی بھی تصدیق کر رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہو کر رہتا ہے ۴۷۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو تو نہ بخشے گا اور اُس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا تو اُس نے بڑا ہی طوفان باندھا ۴۸۔

ترکیب:......من قبل متعلق ہے امنوا سے۔ علی ادبارھا حال ہے وجوھا سے۔ ویغفر جملہ مستانفہ ہے۔ مادون ذلک مفعول ہے یغفر کا۔ مادون کے معنی سوا کے ہیں اور دون بمعنی کمتر بھی ہو سکتا ہے۔ او نلعنھم والضمیر عائد الی اصحاب الوجوہ افتری اختلق و فعل لانہ کما یطلق حقیقۃ علی القول یطلق علی الفعل ایضا مجازاً۔

یہودیوں کو انذار

تفسیر:......اہل کتاب کے قبائح بیان فرما کر اُن کو سعادت دارین کی طرف بلاتا ہے کہ تم ایمان لاؤ۔ پہلے قبائح بیان کرنا اور پھر اُس کی اصلاح کی تدبیر بتلانا حکمت الہامیہ کا دستور ہے کیونکہ جب تک طبیب مریض کے امراض مہلکہ کو بیان نہیں کرتا اور اُس کے مآل کار موت سے نہیں ڈراتا تو مریض کی طبیعت تلخ دواؤں کے پینے پر مائل نہیں ہوتی اس لئے ان آیات میں مرض بتا کر علاج بتایا کہ اُس کتاب اور شریعت پر ایمان لاؤ جو تمہارے پاس کی چیز یعنی اصول مذہب اور مضامین باقیماندہ توراۃ و دیگر کتب انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرتی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ دین محمدی کوئی ایسی سخت چیز نہیں کہ جس کے تسلیم کرنے میں کسی منصف مزاج کو (اپنے دین قدیم کے لحاظ سے بشرطیکہ وہ الہامی ہو اور اُس میں تحریفات اور پچھلے مشائخ اور ریفارمروں کی قلعی نہ چڑھائی گئی ہیں کچھ تردد ہو۔ اس کے اصول وہ ہیں کہ جن کو الہام کے علاوہ دنیاوی عقلاء بھی بصدق دل قبول کرتے ہیں اُس کے ساتھ اس علاج سے رُوگردانی کی صورت میں جو کچھ بد نتائج پیش آنے والے تھے اُن کی طرف بھی اشارہ کر کے اُن کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اور وہ بد نتیجے ایک دنیا کی بربادی اور بداقبالی اور ذلت و خواری جو آسمانی سلطنت سے بغاوت کرنے والے کے لئے ضرور پیش آتی ہے اُسی کی طرف مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ میں اشارہ فرمایا یعنی ایمان اُس شُدنی سے پہلے لاؤ کہ جس میں چہروں کو بگاڑ کر اُن کی پُشت کی طرف یعنی اُلٹا کر دیں گے یعنی وہ جو اقبال اور ترقی تھی اُس کو اُلٹ دیں گے۔ مُنہ کا بگاڑنا کنایہ عزت کے بگاڑ سے ہے اور پس پشت مُنہ کو کر دینا اُس کی سعادت سے شقاوت کی طرف پھرا دینا ہے، یہ محاورہ کی بات ہے۔ اب اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہم تم کو اصلی حالت غلامی اور اسیری کی طرف رجوع کر دیں گے (لوٹا دیں گے) یا پھر عرب سے ملک شام کی طرف جلاوطن کر دیں گے۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق یہود و نصاریٰ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتوحات سے یہ ماتحتی جو بمنزلہ غلامی اور اسیری کے ہے پیش آئی اور یہود مدینہ سے جلاوطن ہو کر چکی چو لھے سر پر دھر کر شام کو گئے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انسان اس عالم محسوسات میں سن تمیز کو پہنچ کر گوناگوں صنائع دیکھ کر عالم معقول کی طرف چلتا ہے اگر یہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے تو شہر مقصود تک پہنچ جاتا ہے اور جو شہوانی اور حیوانی باتوں میں پڑ جاتا ہے۔ اِدھر سے منہ پل الٹ کر پھر اسی عالم کی طرف آ جاتا ہے حقیقی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ چہروں کو بگاڑ کر پس پُشت کر دیں بری صورت بنا دیں۔

دوسرا عذاب آخرت، اُس کی طرف اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ میں اشارہ ہے کہ جس طرح سبت میں تعدی کرنے

والوں پر عہد داود علیہ السلام میں ہم نے لعنت کی تھی ایسی تم پر نہ کردیں۔

اہل توبہ کے لئے مغفرت کا اعلان: ...... چونکہ اس (مذکورہ بالا) اعلان اور اذنِ عام اٰمنوا سے بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بات تھی کہ ہم بہت سے گناہ کر چکے ہیں اب ہمارا قصور کیونکر معاف ہوسکتا ہے پھر ہمارا اسلام میں داخل ہونا کیا فائدہ دے گا؟ اس لئے اس کے بعد معافی کا اعلان دیا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ مگر اس لئے کہ کسی کو حقوقِ عباد میں عموماً گناہوں پر جرأت نہ ہو لِمَنْ یَّشَآءُ کی قید بھی لگادی کہ جس کو چاہے گا معاف کرے گا جس کو چاہے گا نہیں۔ خدا تعالیٰ شرک کے سوا سب گناہ معاف کردیتا ہے اور توبہ سے شرک بھی معاف کردیتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا یُظْلَمُوْنَ
ع فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۰﴾
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ
وَیَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓىِٕكَ
الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ
مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿۵۳﴾ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ
اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ
وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ﴿۵۴﴾

ترجمہ (اے نبی ﷺ) کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو مقدس ٹھہراتے ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے مقدس کرتا ہے اور (کسی پر) تاگے کے برابر (بھی) ظلم نہ کیا جائے گا ﴿۴۹﴾۔ دیکھو اللہ تعالیٰ پر کیسے (کیسے) بہتان باندھ رہے ہیں، اور صریح گنہگاری کے لئے تو یہی کافی ہے ﴿۵۰﴾ (اے نبی ﷺ) کیا آپ نے اُن کو نہیں دیکھا کہ جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے، وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کی نسبت کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو یہی سیدھے رستہ پر ہیں ﴿۵۱﴾۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن پر خدا تعالیٰ نے لعنت کردی ہے۔ اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کردے تو اس کا کوئی (بھی) مددگار نہ پائے گا ﴿۵۲﴾۔ کیا ان کا بادشاہی میں کچھ حصہ ہے؟ پھر تو یہ کسی کو رائی کے برابر بھی نہ دیں گے ﴿۵۳﴾۔ کیا لوگوں پر اس بات سے حسد کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے نعمت دی ہے۔ سو بے شک ہم ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کو کتاب اور حکمت اور (نیز) بڑی سلطنت بھی دے چکے ہیں ﴿۵۴﴾۔

ترکیب: کیف یفترون میں کیف منصوب ہے یفترون کے سبب اور جملہ محلاً منصوب ہے انظر کی وجہ سے ویقولون معطوف ہے یومنون پر اور للذین متعلق ہے یقولون سے ھٰؤلاء مبتدا اھدٰی خبر جملہ مقول۔

یہودیوں کا اترانا اور نازاں ہونا

تفسیر:۔۔۔۔پہلی آیات میں یہود پر ان کی بدافعالیوں کے سبب عتاب تھا جس کو وہ اپنے انبیائی خاندان کے سبب قابلِ التفات نہ سمجھتے تھے اور اس پر بھی تقدس کا دم بھرتے تھے کہ ہم فلاں بزرگ کی اولاد ہیں تقدس ہمارا موروثی حق ہے اور ہم ابراہیم واسحٰق (علیہم السلام) کی نسل ہیں جن پر آتشِ دوزخ ازخود حرام ہے اور ہم رات کو گناہ کرتے ہیں تو صبح تک خود بخود پاک ہوجاتے ہیں اور دن کو کرتے ہیں تو شام تک پاک ہوجاتے ہیں۔ اور نصاریٰ میں بھی پولوس کا یہ قول کہ مسیح علیہ السلام سب کے گناہ سر پر اُٹھا کر لے گئے، بہت ہی کچھ موثر تھا اس لئے یہ لوگ اپنے آپ کو پاک اور جنتی سمجھتے تھے۔ اور اسی طرح برہمنوں وغیرہ اور بہت سی اقوام میں ایسے ڈھکوسلے ہیں کہ جن پر وہ نازاں رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی تقلید سے اسلام کے جاہل فرقوں میں بھی آج کل یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہیں یہ مشہور ہے کہ ہم فلاں پیغمبر فلاں بزرگ کی اولاد ہیں ہمارے گناہ سب نیست ہوجاتے ہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کے ایسے اور ایسے ہیں جس طرح کہ یہود اپنے تئیں خدا تعالیٰ کے فرزند اور اُس کے پیارے کہتے ہیں۔ اور اقبالِ رفتہ کی پھر واپس آنے کی ان حرکات پر اُمید کرتے تھے اور پاکیزہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پاکیزہ تو وہی ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق پرہیزگاری کی دی ہے اس کے بعد حکیمانہ طور اُن کی خیانت ظاہر فرماتا ہے۔

اہلِ کتاب کا خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا:۔۔۔۔(۱) اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ ... الخ کہ وہ ایسے ایسے دعوے کر کے خدا تعالیٰ پر جھوٹے ڈھکوسلے بناتے ہیں کہ ہم اُس کے فرزند اور محبوب ہیں۔ ہم پر آتشِ دوزخ حرام ہے۔ اور جھوٹ باندھنا بجائے خود اثم مبین ہے (۲) باوجود علمِ کتاب اور روشنیٔ شریعت کے جو ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح کسی قدر ان میں باقی تھی جبت ❶ بت اور طاغوت پر یعنی شیطان ایمان لاتے ہیں یعنی ان کے ماننے والوں کو خدا پرستوں پر ترجیح اور فوقیت دیتے ہیں چنانچہ یہودِ مدینہ میں سے حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف مکہ مکرمہ میں اس لئے گئے کہ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے پر آمادہ کریں۔ اور جب مشرکین نے پوچھا کہ آیا ہم حق پر ہیں یا اہلِ اسلام جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت جائز ٹھہراتے ہیں؟ تو کہہ دیا کہ تم حق پر ہو۔ سو یہ بات اس لئے تھی کہ خدا تعالیٰ نے اُن پر کفر کی وجہ سے لعنت کر دی ہے۔ وہ قریش کی مدد پر بھروسہ نہ کریں۔ دشمنانِ خدا تعالیٰ کا کوئی حامی نہیں ہوسکتا۔ یہ عیوب تو ان میں جہل سے متعلق جو قوتِ علمیّہ کا نقصان ہے۔ اس کے بعد قوتِ عاملیہ کا نقصان بیان کرتا ہے اور قوتِ عملیہ کا سب سے زیادہ نقصان بخل اور حسد سے ہوتا ہے یہ دونوں وصف بھی اُن میں تھے۔

خودستائی اور حسد و بخل کی برائی:۔۔۔۔(۱) اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ کیا اُن کو ان کی آرزو کے موافق تو کیا اس کا کوئی حصہ بھی باوجود بخل کے کہ جو منافی ❷ سلطنت ہے مل سکتا ہے؟ اور بخل کی حالت کہ اگر مل جائے تو کسی کو نقیر ❸ یعنی ذرہ بھی نہ دیں۔

(۲) اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکتِ روز افزوں اور نبوت اور روشنیٔ دین پر حسد کرتے تھے کہ یہی تو ہمارا حصہ تھا

---

❶ الجبت اصلها الجبس فابدلت التاء من السين قاله قطرب وهو الذى لا خير فيه فاختلف فى مصداقه فقيل الساحر وقيل كعب بن الاشرف اليهودى وقيل الشيطان وقيل صنم لقريش سجد له اليهود لما دخلت مكة لمرضاة قريش والطاغوت من طغى يطغى اى تجاوز الحد والتاء زائدة كما فى الرحموت والناسوت والمراد به الشيطان وكل من جاوز الحق ۱۲ منہ۔ ❷ کس لئے کہ سلطنت کے لئے فوج، لشکر، روپیہ ضروری ہیں اور جب انسان بخل کرتا ہے تو مفت کوئی کسی کی نوکری نہیں کرتا نہ یہ تنگ سر پر دھرتا ہے پھر جب یہ ہے تو کون سر کٹوائے پھر کس طرح سے ملک ہاتھ آئے۔ ان کی نیت یہ تھی یہود زمانہ گذشتہ کے اقبال کو جو داؤد و سلیمان علیہما السلام کے عہد میں تھا آرزو کرتے تھے سو خیال محال تھا ۱۲۔ ❸ نقیر نقر سے مشتق ہے جس کے معنی کھودنا اس سے مراد خرما (چھوارہ، کھجور) کا چھلکا اور یہ ضرب المثل عام ہے مراد قلت ہے اور اسی طرح قطمیر سے قلیل مراد ہے ۱۲۔

ان کو کیوں ملا؟ اس پر تسلی دیتا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کو سلطنت اور نبوت دی تھی اب تم ابراہیم کے دوسرے خاندان پر کیوں حسد کرتے ہو؟۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ط وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ط كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ
ع جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ط لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ز وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

ترجمہ: پھر ان میں سے کچھ تو اس کتاب پر ایمان لے آئے اور کچھ اُس سے رُک گئے۔ اور کافی ہے جہنم (اُن کے) جلانے کے لئے ﴿۵۵﴾۔ بے شک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا سو عنقریب ہم اُن کو آگ میں داخل کریں گے، جب کہ اُن کی چمڑی جل جائے گی تو اس کے عوض ہم اور چمڑی بدل دیں گے، تاکہ وہ (خوب) عذاب چکھیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ ﴿۵۶﴾ اور جو ایمان لائے اور (اُنھوں نے اچھے کام (بھی) کئے (سو) اُن کو ہم بہت جلد (ایسے) باغوں میں داخل کریں گے کہ جن کے تلے پڑی نہریں بہہ رہی ہوں گی اُن میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ اُن کے لئے وہاں پاک بیویاں بھی ہوں گی اور ہم ان کو ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھائیں گے ﴿۵۷﴾۔

ترکیب: ...... من اٰمن مبتدا منھم خبر مقدم ف مجموعہ جملہ پر داخل ہے۔ سوف نصلیھم جملہ خبر ان کلما شرط بدلنٰھم جواب۔ والذین ... الخ مبتدا سندخلھم خبر۔ لھم فیھا ... الخ جملہ نعت یا حال ہے۔

اہل کفر نار جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ جلتے رہیں گے

تفسیر: ...... یہ اسی بیان کا تتمہ ہے کہ باوجود اِس کے ہم نے خاندان ابراہیم علیہ السلام کو خصوصاً نسل اسحٰق علیہ السلام و اسرائیل کو کتاب یعنی ظاہر شریعت و حکم یعنی علمِ اسرار اور ملک عظیم یعنی قدرت دی تھی اس پر بھی اُن میں سے کچھ لوگ تو خدا پرست تھے اور کچھ منکر اور مخالف رہے (جیسا کہ تاریخ بنی اسرائیل سے واضح ہوتا ہے) پھر جب اُن کا اپنے ایسے انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ حال تھا تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت انکار اور نکتہ چینی جس قدر ہو وہ اس بدبخت قوم کے حسد کے خیال سے کچھ بھی زیادہ نہیں۔ ہم ایسے بدبختوں کو جہنم میں جلا دیں گے جس طرح دنیا میں آتشِ حسد اور عناد میں یہ نئے نئے رنگ بدلتے ہیں اسی طرح عالمِ آخرت میں ان کے عذاب کی صورت ہوگی کہ جب آگ سے ایک جلد جل جائے گی تو دوسری جلد یعنی چمڑی اور پیدا ہو جائے گی۔ اس سے یہ غرض ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے (کہ اگر وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے آخر وہ آگ ہے گھڑی دو گھڑی میں جل بھن کر مر جائیں گے یہ تکلیف منقطع ہو جائے گی) بلکہ وہ جہنم میں ہمیشہ جلتے رہیں گے اور ایک جسم کے بعد پھر وہی جلنے کے لئے مبدءِ غیب سے پیدا ہوگا تاکہ پورا عذاب چکھیں اور اس زندگی کو کوئی طبیب محال اور فانی نہ سمجھے بلکہ یہ سب ممکن اور اس کے قبضہ قدرت میں ہے کیونکہ ان اللہ کان عزیزا حکیما کہ وہ زبردست بھی ہے یعنی قادر مطلق ہے اور تادیر قائم رہنے کی اس کو سینکڑوں تدبیریں معلوم ہیں کیونکہ وہ حکیم ہے۔

اہل جنت کے لئے عمدہ باغات کی بشارت:......قرآن کی عادت ہے کہ جہاں کہیں مخالفوں کے لئے عذاب وغیرہ عقوبات دنیا و آخرت بیان کئے ہیں اُس کے ساتھ ہی مطیع لوگوں کے لئے ثواب اور جنت کے نعماء بھی بیان ہوتے ہیں تا کہ مخاطب کے لئے کامل ترغیب وترہیب حاصل ہو کر عذاب سے ڈر کر ثواب پر نظر کر کے دنیا اور اُس کے لذائذ فانیہ سے نفرت اور نیک روی اور عالم باقی کا شوق دل میں پیدا ہو۔ یہاں اُن کے لئے جو ایمان لا کر اچھے کام کرتے ہیں یہ وعدہ ہے کہ ہم اُن کو ایسے باغوں میں (نہ دنیا کے باغ بلکہ عالم قدس کے باغوں میں) بساویں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ عیش اُن کے لئے دنیا کے عیش کی طرح یا عالم شباب کی طرح چند روزہ نہ ہوگا بلکہ دائمی اور وہاں اُن کے اُنس کے لئے عالم قدس کی بیویاں بھی ہوں گی اور دراز سایہ میں رہیں گے۔

جنت کے درختوں کا سایہ:......بعض علماء فرماتے ہیں کہ جنت میں دور تک درخت متصل ہوں گے اس لئے ان کا سایہ بھی دراز ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ سایہ دراز سے خدا تعالیٰ کی مہربانی اور دائمی عنایت مراد ہے جو اُس کے تقرب اور روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۙ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۵۹﴾ ع

ترجمہ:...... بے شک اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو جن کی امانت ہوں ان کو دیدیا کرو۔ اور جب لوگوں میں (کسی جھگڑے کا) فیصلہ کیا کرو تو انصاف سے کیا کرو، بے شک اللہ تعالیٰ تم کو (بہت ہی) اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سنتا (اور) دیکھتا ہے ﴿۵۸﴾۔ ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور رسول (ﷺ) کی اور اپنے فرمانرواؤں (حاکم) کے حکم پر چلو، پھر اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اُس کو اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کی طرف لے جاؤ اگر تم کو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ (بہت ہی) اچھی بات ہے اور اس کا انجام (بھی اچھا ہے ﴿۵۹﴾۔

ترکیب:......ان تو ذوا بتاویل مصدر مفعول ثانی ہوا یأمر کم کا واذا کا عامل یأمر کم ہے یہ سب شرط ان تحکمو أی بان تحکموا جملہ جواب۔ نعما یعظکم بہ جملہ خبر ان نعما کا ما بمعنی الشئی معرفتہ تامۃ یعظکم محذوف کی صفت ہے جو مخصوص بالمدح ہے تقدیرہ نعم الشئی یعظکم بہ ما نعم کا فاعل اور ما بمعنی الذی بھی ہو سکتا ہے اس کا ما بعد اس کا صلہ اور یہ بھی فاعل نعم ہے اور مخصوص بالمدح محذوف ای نعم الذی یعظکم بہ تادیۃ الامانۃ اور ما نکرہ موصوفہ بھی ہو سکتا ہے تب فاعل مضمر ہوگا اور مخصوص محذوف جیسا کہ بئس للظالمین بدلا میں ہے۔

امانت اور انصاف کا حکم

تفسیر:......جب کہ اہل کتاب کی خیانت کا ذکر آیا کہ وہ توراۃ وانجیل کی بشارات کو جو دین محمدی کے برحق ہونے کی بابت ہیں

چھپار ہے اور محرّف کر کے کفار کو موحدین سے اچھا بتلا رہے ہیں عموماً اہلِ اسلام کو ابدالآباد کے لئے امانت داری کا حکم دیا یا یوں کہو کہ جب ایمان لانے والوں اور اچھے کام کرنے والوں کے لئے جنّت اور حیاتِ ابدی کا وعدہ کیا گیا تو اس جگہ اعمالِ صالحہ میں جو عمدہ چیز ہے اُس کو بیان کرتا ہے یعنی امانت اور عدالت۔

شانِ نزول آیت:......اس آیت کے شانِ نزول کی بابت یہ روایت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مکہ فتح کیا اور کعبہ کے اندر نماز کے لئے جانا چاہا تو عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہ جس کے پاس کعبہ کی کنجی تھی قفل (تالا) بند کر دیا اور کنجی (چابی) دینے سے انکار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ مروڑ کر اُس کے ہاتھ سے کنجی چھین کر قفل کھولا۔ آنحضرت ﷺ نے اندر جا کر نماز پڑھی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ یہ کنجی مجھے ملے۔ اس پر یہ (مذکورہ) آیت نازل ہوئی تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کنجی واپس دی گئی۔ بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ سے امانتاً لی تھی اس پر عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے لئے درخواست کی تو یہ آیت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمیشہ تیرے خاندان کے لئے ہے بجز ظالم کے تجھ سے کوئی نہیں لے گا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی شیبہ کو دی جو آج تک اُس کے خاندان میں چلی آتی ہے۔

خدا تعالیٰ کو بموجب اپنے اُس وعدے کے جو اُس نے یسعیاہ علیہ السّلام کی معرفت بنی قیدار کے ساتھ کیا تھا جیسا کہ اب تک کتاب یسعیاہ کے بیالیسویں باب سے پایا جاتا ہے یہ منظور ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کو آسمانی سلطنت کا دنیا میں قائم کرنے والا بنا دے اور پھر ان کے جانشینوں کے اس انصاف و عدالت کی کرسی پر بٹھا دے اور تمام دینی مقدمات کا فیصلہ انہیں کے محکمہ سے دلوائے تو اس لئے اوّلاً امانت کا حکم دیا۔ امانت مصدر میمی ہے جس کا اطلاق مفعول پر بھی ہوتا ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جو کسی کا حق تجھ پر ہو تو اُس کو بخوشی خاطر ادا کر دیا کرو۔

حقوق کی تین قسم ہیں

اوّل: اللہ تعالیٰ کے حقوق:......اُس کی عبادت اور توحید اور شکر گزاری کرنا اور بُری باتوں سے باز رہنا اور جن کا اُس نے حکم دیا ہے اُن کو عمل میں لانا پھر یہ بھی ایک دریائے بے کنار ہے اس میں اعلیٰ امانت کا ادا کرنا اُس کی ذات و انوار میں محو ہو جانا ہے

ایں جان عاریت کہ بحافظ سپردہ ست ☆ روزے رُخش بہ بینم و تسلیم وے کنم

اسی کی طرف بہت سی آیات میں اشارہ ہوا ہے۔ منجملہ اُن کے یہ ہے اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ... الآیہ۔

دوم: مخلوقات کے حقوق:......اس میں ادائے امانت، پورا تولنا، راز کو افشاء نہ کرنا، کسی کی چیز کو مستعار (کچھ وقت کے لئے بطور عاریت) لے کر واپس دینا یا کوئی چیز اُس کے پاس (امانت وغیرہ) رکھی جائے تو اُس کو بوقتِ طلب واپس دینا ہے۔ بیوی کو میاں کے مال اور آبرو کو محفوظ رکھنا، بادشاہوں اور ذی اختیار لوگوں کے اپنے ماتحتوں سے بہ نرمی پیش آنا ظلم نہ کرنا، علماء کو مسائل اور کتابِ الٰہی کے بیان کرنے میں کمی زیادتی نہ کرنا، اُن کو تعصباتِ بے جا سے روکنا، گھر والے کو بیوی بچوں کے حقوق برابر ادا کرنا، اُن کی تربیت میں کوشش کرنا وغیرہ امانت کا ادا کرنا ہے۔

سوم: اپنے نفس کے حقوق:......اس میں امانت یہ ہے کہ رُوح کو شہوانی لذائذ سے مکدّر نہ کرے۔ گناہوں میں مبتلا ہو کر اپنے تئیں جہنم میں نہ پہنچائے۔ غرض جو اس کے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے غصہ اور شہوت کے نشہ میں آ کر اُس کے برخلاف نہ کرے۔

قرآن و سنت کو دستور العمل بنانے کا حکم:...... اولاً امانت کا حکم اس لئے دیا کہ جب خود اصلاح پذیر ہو جائے گا تو اُس کے بعد کسی

عدالت پر بیٹھنے کی صلاحیت رکھے گا اس لئے کہ اس کے بعد ثانیاً فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا اور سمیع وبصیر ہونا جتلا کر متنبہ کر دیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس فیصلہ کے لئے کوئی قانونِ آسمانی بھی ضروری ہے اس لئے اس کے بعد ثالثاً یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو یعنی قرآن اور حدیث کو دستور العمل بناؤ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید میں گو بطورِ اجمال یا قواعدِ کلیہ ہر ایک قسم کے احکام ہیں۔ اور اس دریائے بے کنارے سے جس قدر چاہو لُجہ فکر میں غوطہ لگا کر موتی نکال لو اور اسی لئے قرآن مجید میں ہے تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ کہ قرآن میں ہر ایک چیز کا بیان ہے اور احادیث میں بھی آیا ہے اس لئے کہ ظاہر و بطن اور ہر عدل کے لئے مطلع ہے اور اس کے عجائب کم نہیں ہوتے۔ ہر ایک شخص بقدر فہم ان عجائب مودوعہ سے مستفید ہوتا ہے اور احادیث جہاں تک ہیں سب گویا قرانِ مجید کی شرح ہیں خواہ بطور قول اور اسی لئے پیغمبر علیہ السلام کے بعد کوئی شخص ایسا نہیں کہ صرف قرآن پر بس کرے اور اس کی شرح سُنّت کی طرف متوجہ نہ ہو یہ کسی مکلّف کا منصب نہیں اور اسی لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ بعض پیٹ بھرے پلنگ پر لیٹ کر یہ کہنے لگیں گے کہ ہم کو قران کافی ہے جو اس میں حلال ہے وہی حلال ہے اور جو حرام ہے وہی حرام ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرح بہت سی چیزیں حرام بیان کی ہیں۔ منجملہ اُن کے گدھا ہے جو گھروں میں رہتا ہے۔ منجملہ اُن کے درندوں میں سے جنگل والا جانور حرام ہے......الخ رواہ ابو داؤد وابن ماجۃ الیٰ قولہ کما حرم اللّٰہ اور چونکہ قران کے باریک نکتوں پر کماینبغی واقف ہونا نبی کا کام ہے اور ان باریک چشموں سے حکم کی کوئی نہر جاری کرنا گویا ناواقف کے نزدیک اپنی طرف سے پیدا کرنا ہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس تشریح کو از خود بیان کرنا ❶ فرمایا اس لئے اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ باعادہ واطیعو اذکر کیا اور اس کے بعد فَرُدُّوهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ فرمایا لیکن یہ تمام باتیں نہ تو قرآن میں اس طور سے جمع ہو سکتی تھیں کہ ہر مخاصمہ کے وقت ہر شخص اُس سے فیصلہ کرے نہ احادیث میں تمام وکمال تشریح اُمور غیر متناہی کی ہو سکتی تھی اور دین کی باعتبار ان اُصول کے تکمیل ہو چکی تھی اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ آچکا تھا اور رسالت کا دروازہ بند کر دیا گیا اس لئے اس کے بعد وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فرمایا کہ اپنے لوگوں میں سے اولی الامر کی بھی اطاعت کرو۔

اولی الامر کی بحث:......اولی الامر سے بعض کہتے ہیں حکام وسلاطین وقضاۃ وغیرہم مراد ہیں کہ جن کو ولایت شرعیہ حاصل ہو، شیعہ کہتے ہیں ائمہ اثناعشر مراد ہیں، بعض کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم۔ اگر غور کیا جائے تو سب کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اس سے مراد اہلِ علم اور شریعت کے مُفتی اور مجتہد ومستنبط ہیں اور یہی قول جابر بن عبداللہ ومجاہد وحسن بصری وابو العالیہ وعطاء بن ابی رباح وابنِ عباس وامام احمد (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وضحاک رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں اور اس کی وجہ جیسا کہ اعلام الموقعین میں حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے کہ بعد نبی علیہ السلام کی امتِ محمدیہ ﷺ میں جو کسی اور کا کہنا مانا جاتا ہے تو صرف اس وقت کہ وہ علم کے موافق حکم دے کتاب وسنّت کے بموجب حکم کرے خواہ علماء آپ حکم کریں یا ان کے فتویٰ سے امراء وسلاطین حکم دیں پس جس طرح کہ علماء نبی علیہ السلام کے پیرو ہیں اسی طرح اُن کے اُمراء ہیں۔ اب جو احکام کہ کتاب وسُنّت میں بصراحت مذکور ہیں ان میں تو علماء کا قول عامیوں پر ماننا فرض واجب ہے اس میں شاید کسی کو بھی اختلاف نہ رہے وہ احکام ومسائل کہ جو بصراحت کتاب وسُنّت میں نہ پائے جائیں بلکہ بحکم تَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ بطور اسرار مودوعہ پردہ الفاظ میں مستور ہوں اور علماء میں سے جو غواص اور مستنبط ہیں جیسا کہ اگلی آیت میں ہے وَلَوْ رَدُّوهُ اِلَى الرَّسُولِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهٗ مِنْهُمْ ۔ جن کو مجتہد کہتے ہیں وہ ان مسائل کو استنباط اور اجتہاد کر کے نصوص سے ظاہر کرتے ہیں آیا اُن کے ان مسائل میں بھی پیروی غیر مجتہد لوگوں کو چاہیے یا نہیں؟ (اور اس پیروی کو عُرفِ فقہاء

---

❶......ورنہ در اصل تحریم وتحلیل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جیسا کہ فرماتا ہے ان الحکم الا للّٰہ۔ ۱۲ منہ۔

میں تقلید کہتے ہیں)۔

تقلید کی بحث:.....اہلِ اسلام میں سے جمہور سلف سے خلف تک ان مسائل میں بھی اتباع کرنا واجب اور ضروری کہتے ہیں۔ان چند وجوہ سے اول آیات مذکورہ "تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ و اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے یہ کہ قرآن میں خدا تعالیٰ نے خواہ تفصیلاً خواہ اجمالاً کہ وہ اجمال بھی نظرِ مجتہد تک عیان و تفصیل ہے تمام احکام کو بیان فرما کر کتاب اور دین کو کامل کر دیا اور اسی لئے آیندہ کسی اور نبی کی حاجت نہ رکھی خاتم النبیین فرما دیا۔(۲) اور یہ بھی ثابت ہے کہ قرآن و حدیث سنت واجب العمل ہے خواہ وہ مسائل کتاب وسنت سے ہم کو معلوم ہوں یا نہ ہوں۔وجوبِ عمل ہمارے علم پر موقوف نہیں اگر ایسا ہو تو پھر منصوصات کہ جن کا ہم کو یا عامی کو علم ہو وہ بھی واجب العمل نہ رہیں، اذلا فرق بین ذالک و بین ھذا فسادہ' لا یخفی علی ارباب العقول منصوصات وغیر منصوصات میں یہ فرق ہوگا کہ وہ بمنزلہ ایک ایسے خزانہ کے ہیں جو گھر میں رکھا ہو ہر ایک بصیر کو معلوم ہے اور غیر منصوصات بمنزلہ خزانہ مدفون کے ہیں جس کو بجز ماہر کے اور کوئی نہیں جانتا مگر جس کو خزانہ کی ضرورت ہو تو وہ ضرور اس ماہر کے کہنے پر عمل کر کے اُس سے مستفید ہوگا۔اسی طرح گنج قرآنی جو مستور ہے اس کے ماہر مستنبط و مجتہد ہیں کما لا یخفی۔ہاں یہ ضرور ہے کہ منصوصات قطعیات ہیں اور یہ مسائلِ ظنّیہ ہیں کیونکہ اصل مسئلہ کو جو کتاب وسنت میں منصوص ہے مجتہد اصل قرار دیتا ہے اور اس حکم کی احادیث و اقوال علماء صحابہ رضی اللہ عنہم سے نیز اپنے دلائل سے ایک علت معیّن کرتا ہے۔پھر دوسری جگہ اس علت کو دیکھ کر وہی حکم ظاہر کر دیتا ہے۔مثلاً قرآن اور احادیث صحیحہ میں شراب کو حرام قرار دیا ہے اب مجتہد نے دیکھ کہ کیوں حرام قرار دیا ہے کیا سرخ رنگ سے، کیا رقیق ہونے سے، کیا تلخی ہونے سے، پھر دیکھتا ہے کہ یہ وصف تو اور چیزوں میں بھی پائے جاتے ہیں حالانکہ وہ حرام نہیں۔پس معلوم ہوا کہ نشہ کی وجہ سے اس کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ احادیث میں، جن چیزوں کی شراب بنتی ہے جیسا کہ انگور کا شیرہ ان کو نشہ لانے سے پہلے پیغمبر علیہ السلام نے مباح قرار دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پیا ہے اور نشہ کے بعد اس کا نام رکھ کر حرام بنا دیا۔پس معلوم ہوا کہ علت نشہ ہے۔اور اب بھنگ وچرس وافیون میں بھی نشہ معلوم ہوا تو مجتہد نے کہہ دیا کہ یہ بھی حرام ہیں اور ان کی حرمت شراب کی حرمت میں ضمناً مذکور ہے سو اس تعیینِ علت میں کبھی وصفِ خاص کو عام سمجھ لیتا ہے ان احتمالات کی وجہ سے حُرمتِ بھنگ کو ظنّی کہتے ہیں اور ان غلطیوں کی اصلاح کے لئے فن اصولِ فقہ قرار دیا ہے اور مجتہد کے اس استنباط کو قیاس کہتے ہیں۔

(دوم) یہ آیت ہے لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ، اس آیت میں اولی الامر میں سے اُن کی طرف رجوع کرنا فرمایا جو استنباط کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ نص کی موجودگی میں استنباط نہیں کیا جاتا اگر استنباط جو قیاس کا ہم معنی ہے حجتِ شرعیہ نہ ہو تو مکلف پر اُس کی طرف رجوع کرنا واجب نہ کیا جاتا اور یہ کہنا کہ اولی الامر سے مُراد اُمراء ولشکر ہیں اور استنباط سے مراد محاربات میں تدابیر کا استنباط ہے نص کو بلا وجہ وجیہ خاص کر دینا ہے جو ایک قسم کا نسخ ہے۔

(سوم) یہ آیت ہے کہ جس کی ہم تفسیر لکھ رہے ہیں کیونکہ اس میں ہے فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کیونکہ تنازعہ کی صورت میں جو رد کرنا فرمایا تو یہ وہی صورت ہے کہ جس کا کتاب وسنت میں حکم منصوص نہیں کیونکہ منصوص ہوتا تو یہ تو اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ میں آ گیا تھا اور کلمہ ان شرطیہ پھر کیا فائدہ دیتا تھا؟ بلکہ خدا تعالیٰ نے وقائع کو دو قسم بنایا ایک وہ کہ ان کے احکام منصوص ہیں۔دوم وہ کہ منصوص نہیں اوّل میں تو اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اُن کے نائب وَاُولِي الْاَمْرِ کی اطاعت کا حکم دیا اور دوسری قسم میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی کتاب وسنت کی طرف ردّ کرنا فرمایا۔

(چہارم) محمد بن علی الشوکانی نے اپنی مختصر میں لکھا ہے کہ قیاس کا حجت ہونا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے جب کہ ان کو

نبی ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا کس طرح سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ سے، فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ ملے (تو!) عرض کیا کہ سنتِ رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ اگر وہاں نہ ملے؟ عرض کیا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اس حدیث کے راوی اور طرق ہم نے ایک جگہ مستقل طور سے بیان کر دیئے ہیں۔ انتہیٰ (نیل المرام)

لیکن محدثین میں سے ایک گروہ جو ظاہریہ کے نام سے موسوم ہے اس کا منکر ہے اور ان ادلّہ کے جواب میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں کہ جن سے کتاب وسنت پر عمل کرنے کی تاکید اور قیاس مخالفِ کتاب وسنّت کی بُرائی پائی جاتی ہے لیکن جمہور کو اس سے کب انکار ہے بلکہ کُتبِ اصولِ فقہ میں احناف وشوافع کے علمائے علّام نے تصریح کر دی ہے کہ اوّل کتاب اللہ پھر سنتِ رسول اللہ ﷺ پھر اجماعِ امت پھر قیاس۔ اور جو قرآن حدیث کے برخلاف ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں۔ نہ وہ قیاس درست ہے بلکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے قیاس کے مقابلہ میں بھی اپنے قیاس کو معتبر نہ سمجھا چہ جائیکہ حدیث واجماع کے خلاف میں۔

ائمہ اربعہ کی تقلید پر انحصار کیوں؟:.....اب رہا یہ اعتراض کہ چار امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ، احمد رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ، کو معین کرنا اور آئندہ اجتہاد کا دروازہ بند کرنا اور انہیں کی تقلید پر انحصار کرنا اور حنفی شافعی کہلانا بدعت وشرک ہے سو یہ محض تعصب ہے۔ دیکھو سینکڑوں محدث اور بیشمار حدیث کی کتابیں ہیں مگر ان میں سے جس طرح صحاح ستہ اور شیخین رحمہما اللہ کو علماء نے منتخب کر لیا ہے اسی طرح ان کو بھی۔ اگر وہ بدعت نہیں تو یہ بھی نہیں اور جس طرح بخاری ومسلم جیسا محدث ہو جانا ممکن ہے اسی طرح ائمہ اربعہ کا مجتہد ہو جانا بھی امکانِ عقلی رکھتا ہے مگر عادتاً بوجہ مفقود ہونے شرائط کے نہیں پایا جاتا اور چاروں میں انحصار ایک انتظامی بات ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی صحت پر تقلید غیر کے قول کو بلا دلیل حُسنِ ظن سے تسلیم کرنا ہے جو ایک قسم کی تصدیق ہے خواہ وہ کوئی ہو اور جس قول کو بلا دلیل تسلیم کیا ہے خواہ وہ مسائلِ فقہیہ میں سے ہو خواہ الٰہیات فلکیات وغیرہا امور میں سے ہو اور مقلّد کے پاس اُس قول کے برحق ہونے کے لئے بجز حُسنِ ظن کے اور کوئی دلیل نہیں ہوتی ہاں جس کی تقلید کرتا ہے اُس کے پاس ہوتی ہے اب یہ کیا کم تعجب کی بات ہے کہ تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً مسائلِ فقہیہ پر اعتراض، مگر قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ وابن قیم رحمۃ اللہ علیہ وابن حزم رحمۃ اللہ علیہ وامام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اُن لوگوں کی تقلید کہ جن سے اُن کو حُسنِ ظن ہے مقبول ہو، اور نہ اِس تقلید کا وجوب اور اُس کی حرمت مخالف کے ذمہ پر ہے ہاں جو کوئی نصوص قرآنیہ یا احادیث کو قیاس کے مقابلہ میں نہیں مانتا یا تاویل رکیک کرتا ہے وہ بیشک بُرا کرتا ہے

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ أَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا إِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ أُمِرُوْٓا أَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا ۝٦٠ وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝٦١ فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ

بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ
قُلُوْبِهِمْ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾

ترجمہ:......(اے نبی ﷺ) کیا آپ نے ان کو بھی دیکھا کہ جو دعویٰ (تو یہ) کرتے ہیں کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوا اور آپ سے پہلے نازل ہوا ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔(اور حال یہ ہے کہ) شیطان سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو اس سے منکر ہو جانے کا حکم ہو چکا ہے اور شیطان (تو یہی) چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے بہت ہی دُور جا ڈالے ﴿۶۰﴾۔اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور رسول (ﷺ) کی طرف (فیصلے کے لئے) چلو تو (آپ ﷺ) منافقوں کو دیکھیں گے کہ آپ (ﷺ) سے اکڑ کر رہ جاتے ہیں ﴿۶۱﴾۔پھر اُس وقت کیا ہوتا ہے کہ جب اُن کی بد اعمالی سے جو کچھ وہ کر چکے ہیں اُن پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو (اس وقت) آپ ﷺ کے پاس وہ قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور ملاپ چاہا تھا ﴿۶۲﴾۔یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں کی بات جانتا ہے سو آپ (بھی) ان سے درگزر کیجئے اور ان کو نصیحت کر دو اور اُن کے حق میں بڑی موثر بات کہہ دو ﴿۶۳﴾۔

ترکیب:......یریدون حال ہے الذین یزعمون سے۔انهم اور اس کا معمول قائم مقام دو مفعولوں کے ہیں۔وقد امروا حال ہے فاعل یریدون سے۔ضلالاً أی فیضلوا ضلالاً اور بمعنی اضلالاً بھی ہوسکتا ہے۔فی انفسهم متعلق ہے قل سے۔

منافقین کا شر پسند و بد طینت لوگوں کو منصف بنانا

تفسیر:......پہلی آیتوں میں تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور قضایا کے فیصلے انہیں کے سپرد کرو۔یہاں اس بات کو ظاہر کیا جاتا ہے کہ ایسے بھی تیرہ باطن لوگ ہیں کہ باوجودیکہ ان کو اس بات کا اقرار ہے کہ ہم قرآن اور سب اگلی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں مگر اس وجہ سے کہ اُن کے دلوں میں نُورِ ایمان نہیں صرف ظاہری ایمان ہے اپنے قضایا ناپاک اور شیطانی لوگوں کے پاس فیصلے کے لئے لے جانا چاہتے ہیں اس امید سے کہ وہ رشوت لے کر یا کسی خاص وجہ سے ہم پر رعایت کریں گے اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور ان کے جانشینوں کے ہاں یہ بات کہاں؟ وہاں سوا حق کے اور کچھ نہیں۔انسان کی تاریکیٔ باطن کی یہ بھی پوری علامت ہے کہ وہ معاملات میں انصاف ملحوظ نہ رکھے اور صورتِ نزاع جھگڑے کو اچھے اور خدا پرست لوگوں کی طرف سے اُٹھا کر نا خدا ترس لوگوں کی طرف بامیدِ رعایت رجوع کرے ایسی صورت میں اس کا ظاہری ایمان اور لاف زنی کچھ فائدہ مند نہیں۔مدینہ میں کچھ اہلِ کتاب اور کچھ قبیلہ انصار سے ایسے لوگ بھی تھے کہ جو بظاہر دعویٰ ایمان کرتے تھے اور جب کوئی معاملہ آ پڑتا اور کوئی جھگڑا قائم ہو جاتا تو اس کے لئے کعب بن اشرف یہودی وغیرہ رشوت خواروں کے پنچ بناتے اور جو کوئی اُن سے کہتا خدا تعالیٰ کے کلام اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف چلو وہاں کا فیصلہ منظور کرنا چاہیے تو رسول ﷺ کے پاس جانے سے اپنی باطنی خیانت کے سبب انکار کرنے لگتے تھے اور جب ان پر کوئی سخت مصیبت پیش آ جاتی تھی جو بیشتر انسان کے اعمالِ بد کا نتیجہ ہوتا ہے تو اپنے مطلب کے لئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دوڑ کر حاضر ہوتے اور اُس عدم حاضری کے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے کہ یا حضرت ﷺ اس میں بعض مصلحتیں تھیں ورنہ کوئی اور بات نہ تھی۔اس لئے (خدا تعالیٰ) پیغمبر ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں ان کے دل کا حال ہم کو خوب معلوم ہے مگر تم ان کی ان باتوں پر گرفت نہ کرو بلکہ اپنے خُلقِ عظیم کی وجہ سے درگزر کرو اور ان کو نہایت نرم اور اثر بخش بات سے نصیحت کر دو تا کہ اُن کی طبیعتوں میں اثر پیدا ہو۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ ایسا ہی کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے منافق سچے ایماندار ہو گئے۔ اس آیت میں جس طرح بہت سے فائدہ مند اُصول اُمت کو تعلیم دیئے گئے ہیں اسی طرح واعظ اور ناصح لوگوں کو بھی نرمی کی تلقین فرمائی ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ
تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝۶۴ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا
يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا
عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ
مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝۶۶
وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۶۷ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۶۸

ترجمہ:...... اور ہم نے ہر ایک رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس کا حکم مانا جائے، اور کاش وہ لوگ جنہوں نے اپنا بُرا کیا ہے آپ (ﷺ) کے پاس آتے (اور) پھر خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول (بھی) اُن کے لئے معافی مانگتا تو البتہ وہ اللہ تعالیٰ کو (بھی) معاف کرنے والا مہربان پاتے ۝۶۴ پھر (اے نبی ﷺ!) آپ کے رب تعالیٰ کی قسم وہ ہرگز مومن نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو آپس کے جھگڑوں میں منصف نہ بنائیں۔ ان کے دل میں آپ (ﷺ) کے فیصلہ سے کچھ ناراضی (بھی) پیدا نہ ہو اور (اُس کو) بخوشی خاطر قبول بھی کر لیں ۝۶۵۔ اور اگر ہم ان پر یہ بات فرض کر دیتے کہ تم اپنے آپ کو خود ہلاک کر دو یا اپنے ملک سے نکل جاؤ تو اُن میں سے بہت ہی کم لوگ کرتے، اور اگر وہ یہی بات عمل میں لاتے جس کی اُن کو نصیحت کی جاتی ہے تو اُن کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا اور (ان کے حق میں) ثابت قدمی کا باعث ہوتا ۝۶۶ اور بیشک اس وقت تو ہم بھی ان کو اپنے پاس سے بڑا (ہی) اجر دیتے ۝۶۷ اور اُن کو راہِ راست کی ہدایت کرتے ۝۶۸۔

ترکیب:......لیطاع موضع نصب میں ہے مفعول لہٗ ہو کر۔ اور لام ارسلنا سے متعلق ہے۔ باذن اللہ موضع حال میں ہے ضمیر لیطاع سے اور مفعول بہٖ بھی ہو سکتا ہے أی بسبب امر اللہ ولو انہم شرط اذ اس میں خبر ان عامل ہے۔ جو جاءوک ہے لوجدو اللہ جملہ جواب شرط فلاوربک لا یؤمنون میں اوّل لا زائدہ ہے والتقدیر فوربک لا یومنون اور ممکن ہے کہ دوسرا زائدہ ہو اور قسم نفی اور منفی کے درمیان واقع ہو۔

تفسیر:......پہلی آیت میں تھا کہ جب اُن کو رسول ﷺ کی طرف بُلایا جاتا ہے تو وہ باوجود ادعائے (دعویٰ) ایمان کے اس سے اکڑتے ہیں۔ یہاں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ اُن کو رسول ﷺ سے انحراف نہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ رسول علیہ السلام دنیا میں اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ لوگ ان کی اطاعت کریں۔ (۲) پھر اِن کے بروقت حضوری جھوٹی قسمیں کھانے اور ناحق کی باتیں بنانے کی نسبت (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کہ اگر بجائے اس کے اس وقت رسول ﷺ کے پاس حاضر ہو کر خدا تعالیٰ سے معافی مانگتے اور رسول ﷺ بھی اُن کے

لئے معافی مانگتا تو خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے معاف ہی کر دیتا۔ رسول ﷺ کا معافی مانگنا باعث قبولیت ہے اور نیز رسول (ﷺ) اللہ تعالیٰ اور بندہ میں واسطہ ہے اس لئے اس کا ذکر آیا۔ پھر اس رُوگردانی اور دعوائے ایمانی کی نسبت فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ!) ہم کو تمہارے رب تعالیٰ یعنی اپنی ذات کی قسم وہ اس ظاہری ایمان پر نازاں نہ ہوں وہ ہرگز سچے مومن شمار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے جھگڑوں میں پنچ اور حَکم مقرر نہ کریں گے اور پھر اس سے دل میں بھی راضی ہوں اور زبان سے بھی تسلیم کریں۔ بیشک انسان جب تک نبی ﷺ کے حکم پر راضی نہ ہوگا ہرگز مومن نہ ہوگا اور اس کی کسی ایک بات کو بھی رد کرے گا بشرطیکہ قطعی الثبوت ہو کافر ہوگا۔ اس کے بعد یہ بات بتائی جاتی ہے کہ ہم رسول ﷺ کی معرفت سخت اور دشوار حکم بھی نہیں دیتے جس سے وہ رُکتے ہیں کیونکہ اگر ہم کوئی ایسا سخت حکم دیتے کہ بنی اسرائیل ❶ کی طرح اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے ملک سے نکل جاؤ تو اس پر تو بہت ہی کم لوگ عمل کرتے یعنی صرف سچے ایماندار۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ تو بڑی بات ہے کاش وہ انہیں سہل احکام پر عمل کریں تو بھی ان کے حق میں بہتر ہو لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ سے اخیر تک اُس حکمت اور سرّ کی طرف اشارہ ہے جو رسول ﷺ کی اطاعت پر متفرع ہوتے ہیں اور اس بات کا بھی اظہار ہے کہ اس فرمانبرداری سے اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ تمہارا ہی فائدہ ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾
ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ ع ۹

ترجمہ:......اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ اُن کے زمرہ میں ہیں کہ جن پر خدا تعالیٰ نے کرم کیا ہے (یعنی) انبیاء اور صدیقینؒ اور شہداء اور صالحینؒ اور ان کی رفاقت کیا ہی عمدہ ہے ﴿٦٩﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا جاننا کافی ہے ﴿٧٠﴾۔

ترکیب:...... ومن یطع شرط فاولئک جواب اور ممکن ہے کہ مبتدا اور خبر ہوں۔ من النبیین بیان ہے الذین انعم اللہ علیہم کا۔ حسن کا فاعل اولئک۔ رفیقا تمیز ذلک مبتدا الفضل خبر۔

اہل اسلام کے لئے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم انعام

تفسیر:......اس سے پیشتر کئی ایک آیتوں میں پے در پے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کی تاکید چلی آتی ہے اور ہر ایک جگہ اس اطاعت کا جُداگانہ فائدہ بھی بیان ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ اس سے پہلی آیت میں چار فائدہ بھی بیان کئے تھے (۱) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (۲) وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا کہ اس سے خوب ثابت قدمی حاصل ہوتی (۳) وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ ...الاٰية (۴) وَّلَهَدَيْنٰهُمْ ...الخ اب اس آیت میں ایک اور سرّ لطیف کی طرف ایک بڑے فائدے کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے۔

فائدہ:...... یہ کہ اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی اطاعت کہ جس پر انسان طوعاً و کرہاً مامور کیا جاتا ہے نہ کوئی عبث بات ہے نہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کچھ فائدہ ہے کہ وہ زبردستی اپنے بندوں سے نوکری یا خدمت لیتا ہے بلکہ اس میں بندوں کا ایک بڑا فائدہ ہے وہ یہ کہ

❶......بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی کے سبب سخت سخت احکام جاری ہوئے تھے منجملہ ان کے مصر سے (جو مدتوں سے ان کا وطن ہو گیا تھا) نکلنا پھر گوسالہ پرستی کی توبہ میں اپنے آپ کو ہلاک کرو اقتلوا وغیرہ ۱۲ منہ۔

آدمی بسبب غلبہ وقوٰی بہیمیہ کے سعادت آخرت کے سیدھے رستہ پر نہیں چل سکتا وہم اور شہوات اور غضب وطمع راہزن بن کر اس رستہ سے بہکا دیتے ہیں بُری بات کو اچھی بنا کر دکھا دیتے ہیں البتہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہادی اور رسول بھیجتا ہے اور جو اس کو سیدھی راہ کی طرف بُلاتے ہیں کہ ہوشیار اِدھر اُدھر نہ مائل ہونا سیدھے میرے پیچھے چلے آؤ عقل اور الہامِ الٰہی کی مشعل ہاتھ میں لئے میرے قدم بقدم چلو۔ جس نے اُس کا کہنا مان لیا اور رسول ﷺ کے فرمودہ پر عمل کیا تو وہ سیدھا منزلِ مقصود (عالم قدس) تک پہنچ گیا جہاں ابرار انبیاء علیہم السلام اور صدیقین رضی اللہ عنہم اور شہداء رحمۃ اللہ علیہم وصالحین رحمۃ اللہ علیہم رہتے ہیں وہاں نہ کچھ غم ہے نہ رنج بلکہ سُرور ابدی اور حیاتِ جاودانی ہے۔ اُن کے ساتھ ہونے سے یہ بات نہیں پائی جاتی کہ ان کے درجات میں کچھ تفاوت نہ ہوگا جیسا کہ امیر و وزیر و عالم رعایا ایک شہر میں ہوتے ہیں اور ہر ایک کے درجات اور مقامات جُداگانہ ہوتے ہیں۔

شانِ نزول آیت:......ثوبان رضی اللہ عنہ غلام آنحضرت ﷺ نے جو آپ ﷺ پر عاشقِ زار تھے آنحضرت ﷺ سے عالم آخرت میں جُدا رہنے پر رنج ظاہر کیا کہ آپ ﷺ اُن اعلیٰ مقامات میں ہوں گے جہاں ہمارا گزر نہ ہوگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وہاں جُدائی نہ ہوگی کیونکہ اس عالم میں جب کہ ارواحِ ناقصہ کو ارواحِ صافیہ سے محبت واتباع کا تعلق کامل ہو جاتا ہے تو اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے عالم میں منعکس ہوں گے کہ جس طرح باہم آمنے سامنے کے آئینوں کی روشنی صفائی کی وجہ سے ایک دوسرے میں چمکتی ہے۔

سرِّ لطیف یہ ہے کہ ہر چیز اپنے حیزِ آتی کی طرف بے خود کھنچتی ہے پھر جن کا حیز طبعی عالمِ قدس اور صحبت انبیاء علیہم السلام وصدیقین رحمۃ اللہ علیہم و شہداء رحمۃ اللہ علیہم وصالحین رحمۃ اللہ علیہم ہے وہ از خود اِدھر ہی جاتی ہیں۔ یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا کہنا ہی مانتے ہیں جو ان لوگوں کے زمرہ کے ہیں برخلاف بدبخت جہنمیوں کے۔

نیک لوگوں کے بترتیب چار مرتبہ ہیں:......(۱) نبی "النبیین" (۲) نبی علیہ السلام کی قوتِ نظریہ کا (جو اعلیٰ) پرتو ہے صدیق ہوتا ہے جس کی صفت اسرارِ نبوت کی تصدیق کرنا ہے (۳) اور قوتِ عملیہ کا پرتو شہید ہے جس کا کام عالمِ غیب کے برحق ہونے کی گواہی دینا ہے خواہ قلم سے خواہ زبان سے خواہ جان سے اور اسی لئے شہید کچھ مقتول فی سبیل اللہ ہی میں آنحضرت ﷺ نے منحصر نہیں کر دیا بلکہ عام کر دیا (۴) ان کے بعد وہ ہیں کہ جن میں پہلے درجوں سے کم نبی کی دونوں قوتوں کا پرتو ہے اس کو صالح کہتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام رغبت کا تھا اس لئے مناسب تھا کہ اعلیٰ کو پہلے بیان کیا جائے اس لئے اول النبیین پھر الصدّیقین......الخ بیان ہوا۔ اسی طرح ان درجات کی کیفیات اور اطاعت کے خلوص معلوم کرنے کے لئے اللہ ۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا نہایت ہی مناسب ارشاد ہوا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

ترجمہ:......ایمان والو! اپنے ہتھیار پکڑ لو پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر یا سب مل کر نکلا کرو ﴿۷۱﴾۔ اور بیشک تم میں کچھ ایسے (بھی) ہیں کہ جو نکلنے میں سستی

کرتے ہیں۔ پھر اگر تم کو کوئی مصیبت آتی ہے (تو) کہنے لگتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت تھی جو میں تمہارے ساتھ موجود نہ تھا۞ اور جو تم پر فضلِ الٰہی ہو جاتا ہے تو ایسا بن کر گویا کبھی تم میں اور اس میں کوئی محبت ہی نہ تھی، (یہ کہنے لگتا ہے) کہ اے کاش میں بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو بڑی مُراد پاتا۞۔

ترکیب:...... ثبات جمع ثبۃ بمعنی جماعت اور اس کی اصل ثبوت اور تصغیر ثبیۃ یہ حال ہے فانفروا سے۔ اور اسی طرح جمیعًا حال ہے لمن اسم ان لیبطئنّ اس کا صلہ یا صفت۔ منکم خبر ان۔ فان اصابتکم شرط قال . . . الخ جواب اذ ظرف ہے انعم کا۔ کان لم تکن بینکم و بینہ مودۃ جملہ معترضہ ہے۔ لیقولن اور اس کے مفعول یلیتنی . . . الخ میں یہاں منادیٰ محذوف ہے یا قوم لیتنی ابوعلی ایسی جگہ منادیٰ محذوف نہیں مانتے۔

اہلِ اسلام کو دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھانے کا حکم

تفسیر:...... جب کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم مؤکد ہو چکا اور اس کے فوائد بیان ہو چکے کہ جن پر موافق حکم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کے پابندی اور اطاعت ضروری ہے بڑی اصل الاصول بات جہاد ہے اس لئے اُس تمہید کے بعد اس کا حکم دیتا ہے کہ ایماندارو! ہتھیار اُٹھاؤ اور دشمن کے مقابلہ کے لئے ایک ایک جماعت ہو کر نکلو یا سب مل کر چلو۔ حِذْرَکُمْ۔ واحدی کہتے ہیں کہ حذر سے مراد ہتھیار ہیں کیونکہ یہ دشمن سے بچنے اور محفوظ رہنے کا سبب ہیں اور دراصل حذر کے معنی بچاؤ اور ڈر کے ہیں یعنی دشمن سے غافل نہ رہو۔ فانفروا نفر کے معنی کوچ کرنے اور تیار ہونے کے ہیں اور ایسے آمادۂ جنگ لوگوں کو نفیر کہا کرتے ہیں یعنی چھوٹی جماعت جس کو سریہ کہتے ہیں ضرورت پڑے تو وہ نکلے اگر اور سب کی ضرورت ہو تو سب چلیں لڑائی کا انجام یا فتح و ظفر دشمن کا مال و ملک قبضہ ❶ میں آنا یا شکست پانا زخم اُٹھانا ہے۔ چونکہ یہ جنگ دنیاوی بادشاہوں کی جنگ نہیں جس کی صرف فتح مندی میں فائدہ تصور ہو اور یہاں بظاہر فتح نظر نہ آئے یا مشقت و تکلیف دکھائی دے تو کنارہ کشی اور پہلو تہی کی جائے بلکہ یہ اُس آسمانی سلطنت کی جنگ ہے کہ جس کے ظہور کی انبیاء علیہم السلام خصوصاً یسعیاہ علیہ السلام اور داؤد علیہ السلام و دانیال علیہ السلام و حضرت مسیح علیہ السلام خبر دیتے آئے ہیں جس جنگ کا منشا بت پرستی کی شوکت توڑنا، راستی اور تہذیب اور توحید کے مٹانے والوں کا مٹانا ہے جس کی فتح تو، فتح ہے مگر شکست میں بھی عالم آخرت کے لئے اس فوج کے سپاہیوں کو حیاتِ ابدی اور جنان الفردوس کی دائمی پنشن ملتی ہے سو اس میں سُستی نہ کرنا چاہیے۔

جہاد کے حوالے سے منافقین کا رویہ:...... مگر مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ منافق اور سُست ایمان ایسے بھی تھے کہ جو اس جنگ کے شریک ہونے میں حیلہ جوئی اور سُستی کرتے تھے اور جو کبھی اس لشکرِ اسلام پر مصیبت و ہزیمت پڑ جاتی تھی تو خوش ہو کر یہ کہتے تھے خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑی مہربانی کی جو ہم اس جنگ میں شریک نہ ہوئے ورنہ ہم پر بھی مصیبت پڑتی وہ اپنے شریک نہ ہونے کو حالتِ شکست میں انعامِ الٰہی سمجھتے ہیں اور فتح اور نُصرت کے وقت (تاسفکر کے اور اپنے آپ کو بالکل اجنبی سمجھ کر کہ گویا ان میں اور اہلِ اسلام میں کبھی کوئی علاقہ محبت [illegible] ہی نہ تھا جو اس فتح میں ان کا کوئی حصہ مقرر کرتا) یہ کہتے ہیں کہ کاش ہم بھی اُن کے ساتھ ہوتے تو اس غنیمت میں شریک [illegible] ہی نہال ہوتے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی یہ غرض ہے کہ اے ایماندارو! تم کو ایسا سُست ایمان اور حیلہ جو نہیں ہونا چاہیے خصوصاً [illegible] کہ تمہاری سعادتِ دارین موقوف ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۗ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيرًا ﴿۷۵﴾

ترجمہ:.....پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں کو لڑنا چاہئے کہ جو حیات ● دنیا کو آخرت کے لئے بیچتے ہیں۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب آ جائے سو ہم اُس کو جلد اجرِ عظیم دیں گے ﴿۷۴﴾ اور تمہیں کیا ہو گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اور ناتواں مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے نہیں لڑتے کہ جو (پڑے) کہہ رہے ہیں یہ اے ہمارے رب تعالیٰ! ہم کو ظالم لوگوں کے اس شہر سے نکال دے۔ اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایت کھڑا کر دے۔ اور ہمارے لئے اپنے یہاں سے کسی کو مددگار بنا دے ﴿۷۵﴾۔

ترکیب:.....فلیقاتل فعل، فی سبیل اللہ اس سے متعلق، الذین . . . الخ فاعل و من یقاتل شرط، فسوف نؤتیہ جواب۔ و مالکم استفہام مبتدا و خبر لا تقاتلون موضعِ حال ہے و المستضعفین معطوف ہے اسم اللہ پر أی و فی سبیل المستضعفین ای فی تخلیصھم۔ من الرجال . . . الخ ان کا بیان ہے الذین یقولون جملہ صفت ہے مستضعفین کی یا منصوب باضمار اعنی۔

مکہ سے ہجرت

تفسیر:.....مشرکینِ مکہ نے جب آنحضرت ﷺ اور دیگر ایمانداروں پر بے حد ظلم و ستم کرنے شروع کئے ایمانداروں سے خرید و فروخت، شادی بیاہ بند کر دی ادھر کسی ایماندار بلال رضی اللہ عنہ و صہیب رضی اللہ عنہ جیسے کو گرم زمین پر لٹا کر کوڑے مارے جاتے ہیں، کہیں کوئی خاندان کا بزرگ ان عورتوں اور بچوں پر جو ایمان لے آئے ہیں ظلم کر رہا ہے، قید میں ڈال رکھا ہے خاص آنحضرت ﷺ کے قتل کے ہر روز منصوبے باندھے جاتے ہیں جا بجا ایمانداروں پر مار پیٹ ہوتی ہے انتہی یہ ہوا کہ مسلمانوں کو جب برداشت نہ رہی تو ہجرت کی اجازت ہوگئی خود آنحضرت ﷺ اور خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور بہت سے وہ مرد و زن کہ جو مکہ مکرمہ سے نکل سکتے تھے نکل کر مدینہ طیبہ میں آئے اور بہت سے چھوٹے لڑکے اور غلام عورتیں اور ضعیف و بیمار یا اور کسی وجہ میں گرفتار ہیں مشرکین کی قید میں رہ گئے اب تو یہ سمجھ کر مبادا یہ بھی بھاگ کر مدینہ چلے جائیں اُن پر اور بھی ظلم و ستم ہوتا تھا اور سخت قید تھی (عشقِ الٰہی کی بدولت)۔

● جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلے آئے تو آپ ﷺ کے بہت سے ضعیف لوگ بڈھے عورتیں بچے جو ایمان لے آئے تھے کفار کے پنجہ میں گرفتار رہ گئے ان پر طرح طرح کی تکلیفیں پڑتی تھیں، مار پیٹ گالی گلوج سے گزر کر ان کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا وہ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا تعالیٰ ہم کو یہاں سے نکال اور ہمارے لئے کوئی حامی کھڑا کر دے ان کی رستگاری کے لئے مسلمانوں کو جہاد و قتال کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور ان پر رحم دلایا جاتا ہے کہ تم کو کیا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان ضعفاء کی رستگاری کے لئے نہیں لڑتے یہ وہ امور تھے کہ جنہوں نے جہاد و قتال پر مسلمانوں کو مجبور کیا تھا جس کو مخالف ڈاکہ زنی سے تعبیر کرتا ہے ۱۲ حقانی

● .....یعنی آخرت اور رضائے الٰہی میں جانبازی کرنے والوں کو دشمنوں سے لڑنا چاہئے ۱۲ منہ۔

مجاہدین کے فضائل:...... منجملہ ان موقعوں کے جہاں جہاد فرض ہوجاتا ہے ایک یہ بھی موقع تھا اس لئے ان آیات میں خدا تعالیٰ ایمانداروں کو طرح طرح سے حمیت دلا کر جہاد پر آمادہ کرتا ہے تاکہ ایمانداروں کو کفار کے جور وستم سے مخلصی ہو۔ اول تو خُذُوْا حِذْرَكُمْ فرمایا پھر یہاں فَلْيُقَاتِلْ . . . الخ فرما کر وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہے۔ فَلْيُقَاتِلْ یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا اور جان دینا ہر شخص اور ہر بوالہوس کا کام نہیں۔ ع۔ سوز وغم پروانہ مگس راند ہند۔ بلکہ اُن کا کام ہے جنہوں نے آخرت اور وہاں کے نعماء ونعیم باقیہ کے لئے اپنی زندگی کو بیچ دیا ہے تمام مزہ اور کُل ہوسیں خدا تعالیٰ کی نذر کر چکے ہیں۔ اگر فَلْيُقَاتِلْ کا فاعل اہلِ ایمان وغیرہ قرار دیا جائے تو اَلَّذِيْنَ . . . الخ اس کا مفعول ہوگا۔ جس کے یہ معنی ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اُن بدبخت لوگوں سے لڑنا چاہئے کہ جو آخرت دے کر دنیا خرید رہے ہیں۔ يَشْرُوْنَ مضارع کا صیغہ دونوں صورتوں میں عجیب لُطف دے رہا ہے اس کے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ تم صرف فتحمندی ہی پر اجرِ آخرت کا حاصل ہونا منحصر نہ سمجھو بلکہ مغلوب ومقتول ہونے کی صورت میں بھی ہم اجرِ عظیم دیں گے یعنی شکست میں بھی فتح ہے۔ وَمَا لَكُمْ فرماتا ہے کہ تم کو کیا ہوا کہ جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں لڑتے وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ حالانکہ کمزور مکہ مکرمہ میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں...... الخ اس میں ایماء ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنا ناتواں مرد عورتوں بچوں کی خلاصی کے لئے لڑنا ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی منجملہ انہیں قیدیوں کے تھے۔ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ ہی اُن قیدیوں کا قول نقل کرتا ہے اس کے بموجب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حمایتی کھڑا کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح کر کے ان کو قید سے چھڑایا۔

ع اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ اَلَمْ
تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ
اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ
قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ
فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ

ترجمہ:...... جو ایماندار ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو منکر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں سو تم شیطان کے حمایتیوں سے لڑو، بیشک شیطان کا فریب کمزور ہے ﴿٧٦﴾ (اے نبی ﷺ!) کیا آپ نے اُن کو نہیں دیکھا کہ جن کو (چند روز) ہاتھ روکنے اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ

• ابتدائے اسلام میں بعض جلد باز منافق آنحضرت ﷺ سے بار بار تقاضا کرتے تھے کہ ہم کو جہاد کا حکم دیجئے اور جہاد کے متعلق آیات نازل ہونے کا بڑا شوق رکھتے [illegible] اجازت نہ دیتی تھی اور کہا جاتا تھا کہ صرف نماز پڑھ لیا کرو صدقہ وخیرات کرو یہی تمہارا فریضہ ہے۔ پھر جہاد فرض ہوگیا تو جی چرانے اور لوگوں [illegible] تعالیٰ سے کہنے لگے کہ ہائے ہم پر جہاد کیوں فرض کردیا چند روز ہمیں دنیا میں جینے دیا ہوتا ۱۲ منہ

دینے کے لئے کہا گیا تھا، پھر جب اُن پر جہاد فرض ہوا تو اُن میں سے ایک فریق تو لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں یا اس بھی زیادہ۔ اور کہنے لگے اے رب تعالیٰ! تو نے ہم پر کس لئے جہاد فرض کر دیا؟ ہم کو تھوڑے دنوں تک اور مہلت دینا تھا، آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے۔ اور آخرت (کی نعمتیں) پرہیز گاروں کے لئے بہت (ہی) بہتر ہیں، اور (تم پر) تاگے کے برابر (بھی) ظلم نہ ہوگا۞۔ تم جہاں کہیں بھی ہوں گے تم کو موت آ ہی لے گی اگر چہ تم مضبوط برجوں میں کیوں نہ ہو۔

ترکیب:......فلما کتب شرط۔ اذا فریق... الخ جواب۔ اذا یہاں مفاجات کے لئے ہے جو ظرف مکان ہے اور ظرف مکان اس موقع پر اُس اسم کی خبر ہو سکتا ہے جو اس کے بعد ہے وہ یہاں فریق ہے۔ منهم اس کی صفت اور یخشون حال ہے اور ممکن ہے کہ اذا خبر نہ ہو تب فریق مبتداء اور منهم اس کی صفت اور یخشون خبر اینما۔ شرط اور ما زائدہ ہے اور این شرطیہ پر تقویت معنی شرط کے لئے پیشتر داخل ہوتا ہے یدرککم جواب۔

جہاد کی ترغیب

تفسیر:......اس آیت میں اور طرح سے جہاد کی ترغیب دلائی جاتی ہے وہ یہ کہ جب کفار شیطانی کام پر لڑتے اور شیطان کی سپاہ بن کر نیک کاموں سے روکتے ہیں اور موحدین کو ستاتے ہیں تو پھر ایمانداروں کو کیا ہوا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حق پر نہ لڑیں بلکہ جو حقیقی ایماندار ہیں وہ ضرور اُس کی راہ میں جان دینا دریغ نہیں کرتے۔ پھر فرماتا ہے کہ شیطان کے گروہ اور جماعت سے لڑو کیونکہ شیطان کی فوج ہمیشہ ہزیمت کھایا کرتی ہے کہاں فرعون اور کہاں اُس کا لشکر، آخر نمرود کا کیا حال ہوا؟ حضرت مسیح علیہ السلام کے ستانے والے کیا ہوئے؟۔

فرضیت جہاد پر بعض لوگوں کا تردد:......اس آیت میں اور چند اسرار کی طرف اشارہ ہے۔ اوّل یہ کہ جو لوگ اسلام کی اس تعلیم پر اعتراض کرتے ہیں (کہ دینیات اور تعلیم کا سلسلہ تو صرف وعظ و پند اور معجزات پر ہونا چاہیے تھا اس میں مار پیٹ قتال وجدال کیسا؟ دیکھو مسیح علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا بلکہ صبر اور برداشت کا حکم دیا ہے) اس میں اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ ہر چند حق کا اصل منشاء یہ نہیں کیونکہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ہے مگر جب بدتہذیب اور راستی کے دشمن اہلِ حق پر بے انتہاء ظلم کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ اس کو مٹا ڈالیں۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ تو اُن کے مقابلہ میں بشرطِ قوت اگر تلوار اُٹھانے کی اجازت نہ دی جائے تو اور کیا کیا جائے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ قدرت قوم کی وجہ سے بہم پہنچی مخالفوں کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا گیا اور حضرت مسیح علیہ السلام بلکہ اُن کے حواریوں کو یہ قدرت بہم نہ پہنچی اس لئے بجز صبر کے اور کیا کرتے؟ مگر اس پر بھی آپ علیہ السلام کے حواریوں [ف] کو جس وقت کہ گرفتار ہوئے ہتھیار بندی کا حکم دیا اور ایک حواری کی تلوار سے فریق مخالف کے ایک شخص کا کان اُڑ گیا۔ (انجیل لوقا)۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں جب کہ ایمانداروں کے پاس ساز و سامان نہ تھا نہ مقابلہ کے لئے قوت تھی اور بعض دل جلے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ومقداد رضی اللہ عنہ وقدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے ظلم و ستم بیان کر کے اجازت مقابلہ کی مانگتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی مصلحتِ الٰہیہ کی وجہ سے رخصت نہ دیتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ رہو، نماز پڑھو صدقہ خیرات دیا کرو۔ چنانچہ اگلی آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ، کے شانِ نزول میں کلبی

[ف]: انجیل لوقا کے بائیسویں باب ۳۶ ورس میں ہے اور جس کے پاس نہ ہو اپنا کپڑا بیچے اور تلوار مول لے۔ پھر ۴۹ ورس میں ہے کہ جب مسیح کو یہود کی جماعت ہتھیار بند ہو کر شب کو زیتون کی پہاڑی پر گرفتار کرنے آئے تو حواریوں نے اُن کے مقابلہ میں تلوار چلانے کی اجازت مانگی یہاں تک کہ مخالفین میں سے ایک کا کان کٹ گیا پھر یسوعؑ نے فرمایا۔ یہیں تک رہنے دو (کیونکہ یہ امر شدنی ہے) بلکہ خود مسیح علیہ السلام نے رسّی کا کوڑا بنا کر لوگوں کو ہیکل میں سے سودا بیچتے ہوئے نکال دیا۔

وغیرہ نے یہی روایت کی ہے۔ پھر جب مدینہ میں آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے اور صحابہ ؓ مہاجرین وانصار کی جانباز قومیں اسلام میں داخل ہوئیں تو پھر ان کج رؤں کی تہذیب کے لئے تلوار اُٹھانے کا حکم دیا جس میں ان کے فعل بد کا جواب کلمہ بکلمہ دے کر ان کی درستی اور ضعفاء اسلام کی مخلصی کی گئی۔ حاصل جواب یہ کہ جب شیطان کی راہ میں اور دنیاوی اغراض کے لئے لڑنا کسی عقلمند کے نزدیک عیب نہیں تو پھر افشائے توحید وداد رسی اور حق کی اعانت کے لئے لڑنا کیوں عیب ہوگا؟

(دوم) فتحمندی کا وعدہ ہے گو اس وقت (کہ صرف مدینہ طیبہ میں مٹھی بھر کر مسلمان تھے تمام روئے زمین پر کُفر کی کالی گھٹا محیط تھی) اس پیشین گوئی کا ظہور عقلِ ظاہر بین کے نزدیک محال تھا مگر چونکہ عالمِ غیب میں یہ بات مقرر ہو چکی تھی اس لئے بے تردد قرآن نے متعدد مقامات پر اس بات کی صاف صاف خبر دی۔ یہاں اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا فرمایا پھر لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ فرمایا پھر تو صاف صاف وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ کہہ دیا۔

(سوم) یہ کہ صرف لڑنا کوئی عمدہ بات نہیں کیونکہ کفار بھی شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے ہونا چاہیے اس میں شہرت وشجاعت مقصود نہ ہو۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ یہ انہیں جلد بازوں کی بابت بیان فرما کر اور پھر جہاد میں سُستی کرنے سے اُن پر الزام قائم کرتا ہے کہ تم جہاد فرض ہونے سے پہلے تو یہ کچھ کہا کرتے اور کہتے تھے پھر جب جہاد فرض ہوا تو موت سے ڈرنے لگے اور کہنے لگے کہ کاش ہم پر جہاد فرض نہ ہوتا تو ہم چند مدت اور جیتے۔ اگرچہ جہاد کے آرزومند مخلصین لوگ تھے مگر چونکہ منافقین بھی بظاہر انہیں میں شامل ہیں اس لئے اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ کہنا درست ہوا یعنی منافق دشمنوں سے ایسا ڈرتے ہیں کہ جیسا کہ کوئی خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے یا اس سے بھی زیادہ۔

موت یقینی ہے:...... اور جانتے ہیں کہ جہاد میں جانا مرجانا ہے۔ اس کے جواب میں نبی ﷺ کو یوں تعلیم فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ جہاد میں جانا باعث موت اور گھر بیٹھنے سے زندگی ہے تو یہ زندگی کب تک؟ یہاں کی نعمتیں کیا ہیں؟ آخر دار فانی ہے۔ البتہ عیش تو پرہیزگاروں کے لئے دارِ آخرت میں ہے جو کبھی فانی نہیں نہ کلفت پر مبنی ہے نہ اس کے بعد کلفت۔ برخلاف لذائذ دنیا کے جب تک گرمی اور پیاس کی تکلیف نہ اُٹھائی جائے سایہ اور برف کا مزہ نہ آئے اور پھر زیادہ دیر کے بعد طبیعت مکدر ہو جائے ورنہ دراصل یہ خیال غلط ہے۔ مَوت کا وقت مقرر ہے خواہ اس وقت جہاد میں ہو خواہ مضبوط بُرجوں میں بیٹھا ہو خواہ مخواہ آئے گی پھر نامردی اور بزدلاپن عبث ہے۔

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا
هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ
يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ
سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ:...... اور اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اگر ان کو کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ (اے

نبی ﷺ) یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دو سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، پھر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے جو بات بھی نہیں سمجھتے ۷۸۔ (اے انسان!) جو کچھ تجھ کو فائدہ پہنچے تو (وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جو کچھ تجھ کو نقصان پہنچے سو (وہ) تیرے نفس کی شامت سے ہے۔ (اے نبی ﷺ) اور ہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کی (ہدایت کے لئے) رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور (اس پر) اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے ۷۹۔

ترکیب: ......وان تصبہم شرط یقولوا......الخ جواب۔ فما مبتدا، لہو لاء القوم خبر۔ لایکادون ......الخ جملہ حال ہے۔ ما اصابک ما شرطیہ اصابک بمعنی یصیبک، فمن اللہ جواب۔ وارسلنا فعل بافاعل ک مفعول للناس متعلق ہے فعل سے رسولاً حال موکدہ۔

ہر بھلائی و برائی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے

تفسیر: ......جہاد سے منہ چھپانے والوں کا ایک یہ بھی بہانہ تھا کہ وہ عالم اسباب پر نظر کر کے جو کچھ کبھی ہزیمت یا تکلیف پیش آتی یا مال وجان کا نقصان پہنچتا تھا تو وہ اس کو الزام دینے کے لئے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیتے تھے کہ یہ برائی آپ ﷺ کی وجہ سے پیش آئی اور جو فتح وظفر (کامیابی) اور غنیمت حاصل ہو جاتی تو اس کو کہتے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ غرض یہ کہ برائی صرف اے نبی ﷺ! تیری وجہ سے پیش آتی ہے اور بھلائی تو مقدر بات ہے، جہاد میں بجز برائی کے اور کچھ حاصل نہیں۔

اس کا جواب دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو اگر تم اس بات سے قطع نظر کر کے مسبب الاسباب اور فاعل حقیقی کی طرف خیال کرتے ہو جیسا کہ حسنہ یعنی فتح وظفر وغیرہ بہتری میں ہر چیز کا فاعل حقیقی اور موجد اصلی اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر برائی اور بھلائی میں تفرقہ کرنا ایک کو بندہ کی طرف ایک کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا حماقت ہے بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جس کی نسبت فرماتا ہے فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا۝ کہ ان کو کیا ہوا جو بات بھی نہیں سمجھتے؟ اور اگر عالم اسباب کی طرف نظر کرتے ہو تو نیکی کو جس طرح عمدہ اسباب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہو تو سختی اور مصیبت کا باعث بھی تمہاری معصیت اور سوء تدبیری ہے سو اس کو اپنے اعمال بد کا نتیجہ کیوں نہیں کہتے؟ پس ادب کا مقتضا یہی ہے کہ برائی کو اپنی طرف اور بھلائی کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرو ورنہ درحقیقت ہر خیر وشر اس کی طرف سے ہے کس لئے کہ عالم وجود میں ہر چیز یا واجب لذاتہ ہے کہ اس کو کسی بات میں کسی کی حاجت نہیں یا ممکن کہ اپنی ذات اور وجود بلکہ جمیع صفات میں واجب الوجود کی محتاج کیونکہ اگر ممکن کا محتاج مانیں گے تو انتہاءً اسی واجب لذاتہ کا محتاج ماننا پڑے گا ورنہ تسلسل لازم آئے گا۔ اور یہ مسلم ہے کہ واجب لذاتہ تو صرف ایک ہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں اور باقی جو موجود ہے ممکن اور اس کے وجود کا پرتو ہے خواہ اس میں خیر ہو خواہ شر، خواہ فعل ہو خواہ قول، جوہر ہو خواہ عرض، بعض پادری اور آریہ اس کلام کا مطلب نہ سمجھے اور كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور فَمِنْ نَّفْسِكَ میں تعارض سمجھ کر قرآن پر اعتراض کر بیٹھے۔ پھر فرماتا ہے کہ لوگوں کا خیر وشر کو تیری طرف منسوب کرنا نادانی ہے آپ تو اے نبی (ﷺ!) صرف رسول ہیں خالق نہیں اور ہم اس کی شہادت دیتے ہیں۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۸۰
وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ
تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۸۱﴾

ترجمہ:......جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جو پھر گیا تو ہم نے (بھی) آپ (ﷺ) کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا﴿۸۰﴾ اور (منافق) کہتے ہیں۔ (ہمارا کام تو مان لینا ہے، پھر (باوجود اس کے) جب وہ آپ (ﷺ) کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو اُن میں سے ایک گروہ جو کچھ آپ نے کہا تھا اُسے کے برخلاف منصوبہ باندھنے لگتا ہے، اور جو کچھ وہ راتوں کو باتیں بنایا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو لکھتا رہتا ہے، ان سے درگزر کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھو، اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کام بنانے کے لئے﴿۸۱﴾۔

ترکیب:......مَن شرطیہ فقد اطاع اللہ جواب۔ حفیظا حال ہے ک مفعول سے۔ علیھم متعلق ہے حفیظ سے۔ فاذا شرط، بیت جواب۔ طاعۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای امرنا طاعۃ۔ تقول حاضر و غائب دونوں کے لیے، حاضر کے لیے ہوگا تو آنحضرت ﷺ کو خطاب ہوگا ورنہ ضمیر طائفۃ کی طرف پھرے گی و کلاھما جائز۔

رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے

تفسیر:......پہلے فرمایا تھا کہ ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ ہمارے احکام بندوں کے پاس پہنچا دو اور باقی جو لوگ چون وچرا کرتے ہیں آپ (ﷺ) کو ان سے کیا وہ خدا تعالیٰ سے سرکشی کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ جو آپ (ﷺ) کا حکم مانتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہیں کس لیے کہ رسول تو واسطہ ہے جس نے اُس کو مانا تو اُس نے اس کو مانا کہ جس نے وہ بھیجا ہے اور جو نافرمانی کرتے اور طرح طرح کی حجتیں اور حیلہ کر کے آپ کے حکم سے سرتابی کرتے ہیں تو وہ ہماری نافرمانی کر رہے ہیں، آپ (ﷺ) کا کام صرف تبلیغ احکام تھا سو کر چکے باقی ان کا ہدایت پر لانا آپ (ﷺ) کا ذمہ نہیں کہ ان کے باطن پر بھی ہر وقت مطلع ہو کر نگہبانی کرتے رہو یا ان کے دلوں کو پھیر دو۔

منافقین کی کج روی:......پھر ان منافقوں کی کج روی اور سیاہ باطنی بیان فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کے رُو برُو تو سن کر کہہ دیتے ہیں طاعۃ کہ ہم نے قبول کر لیا یا ہمارا شیوہ طاعت ہے (جیسا کہ ہماری زبان میں سن کر لوگ بجا بجا یا بسر و چشم کہہ دیا کرتے ہیں) مگر جب ان منافقوں کی کوئی جماعت آپ سے باہر نکلتی ہے تو جو کچھ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہے اس کے برخلاف منصوبہ باندھتے ہیں۔ بیت تبییت سے متعلق ہے جس کے معنی شب گذاری کرنا اور رات کو گھر میں رہنا اور چونکہ گھر میں خصوصاً رات کو بیٹھ کر فکر کرنے اور سوچنے کا عمدہ موقع ملتا ہے اس لیے ہر فکر اور سوچ کرنے اور منصوبہ باندھنے کو بیت فلان کہنے لگے۔ فرماتا ہے خدا تعالیٰ ان کے منصوبوں کو ان کے نامۂ اعمال میں لکھ رہا ہے یعنی ان کی اس حرکت سے واقف ہے اُن کو سزا دے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کارساز ہیں:......پھر آنحضرت ﷺ کو نصیحت فرماتا ہے کہ تم ان سے درگذر کرو اور خدا تعالیٰ پر توکل کرو، اپنے کسی کاروبار کو ان پر یا کسی اور پر موقوف نہ سمجھو بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے وہ دم بھر میں اسباب پیدا کر دیتا ہے۔ مدبّر عالم وہی ہے ہر کاروبار میں اس کی طرف نظر کرنا چاہیے۔ یہ چند منافق کیا اسلام کا بگاڑ سکتے اور کیا اس کی مدد کر سکتے ہیں۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا

كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا بِهٖ ۖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰٓى أُولِى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾

ترجمہ:.....کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اور اگر وہ (قرآن) خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے ❶ ﴿٨٢﴾ اور جب کہ ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو اُس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو رسول کے پاس اور اپنے بااختیار لوگوں کے پاس پہنچا دیتے تو اُن میں سے تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق ❷ کر لیتے۔ اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل ❸ اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بجز چند لوگوں کے تم شیطان کے تابع ہو گئے ہوتے ﴿٨٣﴾۔

ترکیب:.....ولو شرطیہ لو جدوا جواب اذا جاءھم شرط اذاعوا ازاع یذیع بمعنی افشا اذاعوا افشأوا اظاہر کیا یہ جواب شرط لو ردوہ الی الامر شرط لعلمہ جواب منھم حال ہے الذین سے یا یستنبطونہ کی ضمیر سے الا قلیلاً فاعل اتبعتم سے مستثنیٰ ہے بعض کہتے ہیں کہ لعلمہ الذین یستنبطونہ سے مستثنیٰ ہے۔

منافقین در پردہ بہت کچھ مکر و فریب کرتے تھے

تفسیر:.....پہلی آیتوں میں منافقین کا مکر و کید اور در پردہ مخالفت کا بیان تھا جس کا باعث اصلی یہی تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ رکھتے تھے نہ قرآن کو کتاب الٰہی جانتے تھے اس لیے یہاں ان کے لیے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت کرتا ہے اور چونکہ وہ لوگ نہایت بدذہن اور بلید الطبع تھے اُن کو قرآن کے اور بے شمار دلائل نہ بتائے گئے جو قرآن میں موجود ہیں بلکہ صرف ایک موٹی سی یہ بات صداقت کے لیے بتلائی کہ اگر قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا بلکہ خود محمد (ﷺ) کا تصنیف کیا ہوا ہوتا جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں تو اس میں اختلاف کثیر پاتے (اختلاف کثیر) کے معنی ابوبکر اصم رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ ہیں کہ منافقین در پردہ بہت کچھ مکر و فریب کرتے تھے جن کی وقتاً فوقتاً خدا تعالیٰ نے رسول کو قرآن میں اطلاع دی۔ اگر قرآن مجید کتاب الٰہی نہ ہوتا تو ایسی خبروں میں ضرور بالضرور تفاوت اور اختلاف کثیر واقع ہوتا جیسا کہ قیاسی اور تخمینی باتوں میں ہوا کرتا ہے اور باوجودیکہ منافقوں کی یہ بھی عادت تھی کہ جہاں کوئی بات امن و خوف کی اُن کے کانوں میں پہنچتی تھی تو بلا تحقیق اس کو مشہور کر دیتے تھے اگر ان باتوں میں بھی اختلاف پاتے تو ضرور اس کو بھی مشہور کرتے حالانکہ بجز تسلیم کے کبھی کوئی چارہ ہی نہ ہوا۔ جمہور متکلمین کہتے ہیں کہ قرآن باوجودیکہ ایک بڑی ضخیم کتاب ہے اس

❶.....اگر کوئی کہے کہ قرآن میں اختلاف ہے کیونکہ کہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے پھر ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ اس کو بصر ادراک نہیں کر سکتی کہیں ہے لَنَسْئَلَنَّ کہ ہم سب سے سوال کریں گے پھر ہے لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ إِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ کہ کسی کے گناہ سے سوال نہ ہوگا۔ چنانچہ بعض پادریوں نے بائبل کے اختلاف کثیرہ کے جواب میں ایسے اختلافات قرآن میں گنوائے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں ہرگز اختلاف نہیں اس کی تشریح اس کے مواقع میں موجود ہے بخلاف اختلاف بائبل کے ۱۲۔ ❷.....اس جگہ سے قیاس کا جو استنباط کا ہم معنی ہے حجت شرعیہ ہونا ثابت ہے اس مقام پر امام رازی رحمۃ اللہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ ان العامی یجب علیہ تقلید العلماء فی احکام الحوادث کہ عامی پر علماء کی تقلید واجب ہے احکام حوادث میں۔ ۱۲ منہ۔ ❸.....فضل و رحمت سے مراد قرآن اور آنحضرت ﷺ کی رسالت ہے یعنی اگر قرآن اور نبوت تمہارے لیے نہ آتی تو بجز ان لوگوں کے کہ جن کو ازلی ہدایت ہے سب شیطان کے تابع مشرک و بدکار ہو جاتے اور نفوس زکیہ قبل نبوت کے بھی شرک و حرام کاری سے بچے ہوئے تھے ۱۲ منہ۔

میں بہت سے علوم ہیں، کہیں انبیائے گذشتہ کے حالات، کہیں عالمِ آخرت کا بیان، کہیں طہارت ونجاست کے مسائل، کہیں علم الشرائع والاحکام، باوجودیکہ اس کا ظہور آنحضرت ﷺ سے ہے کہ جنہوں نے نہ کبھی کچھ لکھا پڑھا تھا، نہ کسی سے تعلیم پائی تھی اس پر ہر روز کے محاربات ومخالفین کے جور وظلم کی برداشت پھر ایک بات مختلف سورتوں میں مکرر بیان ہوئی ہے۔ مگر کہیں کچھ بھی تفاوت نہ ہونا صریح دلیل ہے کہ یہ عالم غیب سے اُس شخص کی طرف سے ہے کہ جو ہر ایک بھول وچوک سے پاک ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ اس کے علاوہ یہ ہے کہ جو طرز ہدایت ہے وہ ہر جگہ برابر ہے۔ مثلاً یہود ومشرکین کی مذمت ہے تو وہاں تک کہ جو اصلی ہے نہ یہ کہ حد سے تجاوز ہو جائے جیسا کہ بندے غصہ میں آکر بالکل صفائی کر دیتے ہیں، پھر سخاوت کا حکم اور اسراف سے ممانعت اوصاف متضادہ ہیں ہر ایک جا وہی طرز ہے۔ یہ بات کسی بندہ کے کلام میں پائی نہیں جاتی ایسے اُمور میں اُن سے ضرور اختلاف وتفاوت سرزد ہوتا ہے۔ وَاِذَا جَآءَھُمْ اس کے بعد منافقوں کی عادت بیان کرتا ہے وہ امن یا خوف کی بات کو بلاتحقیق مشہور کر دیتے ہیں جس سے مسلمانوں کا ضرر ہوتا ہے کیونکہ ان دنوں میں اہلِ اسلام اور کفار میں باہم جنگ وجدال کی تیاریاں رہا کرتی تھیں سو مخالفین کے پاس ایسی خبروں کے پہنچنے سے مسلمانوں کی مضرت متصور تھی۔ اس لیے فرمایا کہ اگر وہ ایسی باتوں کو رسول ﷺ یا علمائے مستنبطین سے دریافت کر لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔ استنباط طلب۔ نبط۔ نبط اس پانی کو کہتے ہیں جو کنوئیں سے اوّل بار کھودنے سے نکلتا ہے۔ جس بات کو اجتہاد کر کے نکالتے ہیں وہ گویا فکر کے آلات سے کھود کر نکالی جاتی ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْاؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَاۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَاؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ:......پس اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو (اے نبی ﷺ) آپ پر بجز اپنی ذات کے کسی کی ذمہ داری نہیں اور مسلمانوں کو ابھارو۔ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے اور اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ سخت لڑائی اور سخت سزا ہے ﴿۸۴﴾۔ جو کوئی نیک کام کی سفارش کرتا ہے (تو) اس میں سے اس کو (بھی) ایک حصہ ملتا ہے اور جو کوئی بُرے کام کی سفارش کرتا ہے تو اس پر (بھی) اس کے وبال کا (ایک) حصہ ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے ﴿۸۵﴾۔

ترکیب:......فقاتل میں ف عاطفہ ہے فلیقاتل فی سبیل اللہ پر یا فقاتلوا پر۔ لا تکلف حال ہے فاعل قاتل سے، الا نفسک مفعول ثانی ہے لا تکلف کا اور اول ضمیر مخاطب ہے بأسا و تنکیلا تمیز ہیں واللہ اشد سے من یشفع شرط یکن لہ نصیب منھا جواب مقیتا میں ی و سے بدل ہے جو اصل میں مفعل ہے قوت سے۔

قتال فی سبیل اللہ کا حکم

تفسیر: پہلی آیت میں مذکور تھا کہ منافق بلا تحقیق خبریں اُڑایا کرتے ہیں کہ فلاں قوم مسلمانوں پر چڑھ کر آتی ہے اُنھوں نے ایسی

تیاری کی ہے تمام عرب اب عنقریب مدینہ طیبہ کو آ کر غارت کر دیں گے جن سے بیشتر عام مسلمانوں کے دلوں میں خلجان پیدا ہوتا تھا اور ایک قسم کی پست ہمتی جو عادتاً انسان کو اپنی بے سروسامانی اور مخالفین کے سامان اور انبوہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے آنحضرت ﷺ کو فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑو شر وفتنہ کے مٹانے پر اُس کے توکل پر کمر ہمت باندھو اور اگر کوئی آپ ﷺ کا ساتھ نہ دے تو کچھ پروا نہیں۔ کیونکہ تم اور کسی کے ذمہ دار نہیں (خدا تعالیٰ کے اُس وعدہ کے اعتماد پر جو اُن کے مشرکوں اور بت پرستوں کی بت پرستی مٹانے اور ملک لینے پر آمادہ ہوئے۔ چنانچہ بدر صغریٰ میں ابوسفیان کے مقابلہ میں تنہا نکلے پیچھے دیکھا تو صرف ستر آدمی ساتھ آ رہے تھے اور کتاب یسعیاہ میں چونکہ اس بات کی طرف اشارہ ہوا ہے اور زبور میں بھی۔ اگر اس بے سروسامانی پر یہ عزم وہمت آپ ﷺ کی طرف اس اعتماد پر نہ بھی تو عادتاً کوئی عقلمند ایسا قصد بھی نہیں کر سکتا اور آپ ﷺ کے سچے عزم کا اثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل میں پیدا ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد عربوں کی تھوڑی سی جمعیت نے ہرقل شاہ روم کا مقابلہ کیا کہ جو اس وقت یورپ اور ایشیا کے اکثر ملکوں کا بادشاہ تھا۔ پھر یہ فتوحات اگر اُس وعدہ الٰہی کا ظہور نہ تھا اور کیا بات تھی؟ اس کے ساتھ مسلمانوں کو بھی جہاد کی ترغیب دینے کا حکم دیا گیا کیونکہ یہ نیک کام ہے اس لئے کہ اس جہاد کا منشاء اصلی دنیا کو بدی سے پاک کرنا اور زمین پر آسمانی سلطنت قائم کر کے شر وفساد مٹانا ہے پھر اس سے بڑھ کر اور کونسا نیک کام ہوگا؟ اور جو کوئی نیک کام میں رغبت دلاتا یا سفارش کرتا ہے تو اُس کو بھی اس میں ثواب کا حصہ ملتا ہے جس طرح کہ بُری بات کے لئے رغبت دلانے اور سفارش کرنے والے کو بُری بات کا حصہ ملتا ہے۔

عَسَى اللّٰهُ، اپنے رسول ﷺ سے وعدہ کرتا ہے کہ ہم عنقریب کفّار کے شر کو روک دیں گے۔ آنحضرت ﷺ کی ترغیب اور خدا تعالیٰ کے وعدہ کے اثر نے یہ کیا کہ تخمیناً ایک صدی کے اندر ہی اندر میں دنیا پر کوئی ایسی بت پرست و کافر سلطنت باقی نہ رہی کہ جو آسمانی سلطنت کا مقابلہ کر سکے۔ اِدھر جبل الطارق سے لے کر چین تک اُدھر کوہ قاف اور آذربائیجان سے لے کر افریقہ تک بڑے بڑے ملک اُس جھنڈے کے تلے آ گئے جو مدینہ طیبہ میں خدا تعالیٰ نے قائم کیا تھا۔ اب اس سے بڑھ کر اور کونسا معجزہ اور کونسی دلیل ثبوتِ نبوت کے لئے ہو سکتی ہے۔ بأس، جنگ اس سے مراد مخالفوں کا زور اور اُن کی لڑائی اور عذاب ہے۔ نکال، عذاب وسزا۔ شَفَاعَةً شفع سے مشتق ہے جس کے معنی دو ہو جانے کے ہیں۔ شفیع چونکہ ذوحاجت کے شریک ہو کر اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا دیتا ہے اس کو شفیع کہتے ہیں۔ مقیت کے معنی قادر کے بھی ہیں جیسا کہ نضر بن شمیل شاعر کہتا ہے۔

تجلد ولا تجزع وكن ذا حفيظة ☆ فانى على ماساءهم لمقيت

اور یہ قوت سے مشتق ہو کر بمعنی حفیظ بھی آتا ہے۔ یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ

اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿٨٨﴾

ترجمہ:......اور (مسلمانو) جب تم کو کسی طرح پر بھی سلام کیا جائے تو تم بھی (اس کے جواب میں) بہتر سلام کرو۔ یا وہی (کلمہ جواب میں) لوٹا دو ۔بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے﴿٨٦﴾۔ اللہ تعالیٰ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ وہ تم کو قیامت کے دن جمع کر کے رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے﴿٨٧﴾۔ پھر تم کو منافقوں کی کیا پڑی ہے جو تم دو تھوک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے تو اُن کے اعمال کی وجہ سے ان کو اوندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا تعالیٰ نے گمراہ کیا اس کو ہدایت پر لے آؤ۔ ف اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے تو آپ ﷺ کو اُس کے لئے کوئی رستہ نہیں ملے گا﴿٨٨﴾۔

ترکیب:......واذا حییتم شرط، بتحیة اصلها۔ تحیة وهی تفعلة من حییت یٰ کی حرکت نقل کر کے حؔ کی طرف آئی پھر باہم ادغام ہو گیا فحیوا جواب اس کی اصل حییوا تھی لیجمعنکم جواب ہے قسم محذوف کا پھر یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور مبتدا کی دوسری خبر بھی بن سکتا ہے فما مبتدا لکم خبر فی المنافقین متعلق ہے محذوف سے أی صر تم فئتین اس محذوف کی خبر۔

اخلاق حمیدہ کی تعلیم وتلقین

تفسیر:......فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ میں جس طرح کہ شرک وفساد مٹانے کے لئے لڑنے کی تاکید تھی اسی طرح اس کے ساتھ یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ یہ لڑائی صرف اپنے موقعہ پر ہے اور خاص حقوق الٰہی کے لئے اس سے یہ مراد نہیں کہ تم اپنے اخلاق اور معاشرت میں درندہ پن اختیار کرو، گاہ بگاہ جس کو پاؤ مار ڈالا کرو، بات پیچھے کرو لڑنے کو پہلے آمادہ ہو جاؤ، خرانٹ بن جاؤ۔ (جیسا کہ مخالفین اسلام اسلام کی بعض وحشی قوموں سے آج کل اسلام پر عیب لگایا کرتے ہیں) بلکہ اُس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی اور حلم وتواضع کی بھی عادت کرو یہاں تک کہ جب تم کو کوئی سلام کرے تو تم بھی اُس کو اسی طرح سے سلام کر دیا اس سے عمدہ اور بڑھ کر جواب دو تا کہ تم سے اُس کو وحشت دُور ہو اور لوگ تم سے احکامِ الٰہی اور اخلاقِ حمیدہ کی تعلیم پانے کا قصد کریں۔

سلام کرنے کے آداب:......تحیة دعاء حیات کرنا۔ عرب کا اسلام سے پہلے باہمی بجائے السلام علیکم کے حیاک اللّٰہ کہنے کا دستور تھا جیسا کہ ہر ایک قوم میں ایک دستور ہے۔ چونکہ زندگی بغیر عافیت کے کوئی اچھی چیز نہیں اور لفظِ سلام میں سلامتی اور عافیتِ دارین کی بھی دعاء ہے اور نیز یہ اللہ تعالیٰ کا بھی نام ہے اور نیز اس میں تسلیم یعنی فروتنی کی طرف بھی اشارہ ہے اور مذہب اسلام کی طرف بھی رمز ہے اس لئے اس کی جگہ السلام علیکم کہنا قرار پایا خواہ السلام علیکم کہو خواہ سلام علیکم۔ اب کا اُسی طرح سے رد کرنا تو وعلیکم السلام کہنا اور بہتر طرح سے رد کرنا یعنی جواب دینا وعلیکم السلام ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ، کہنا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس جب کفار آتے تو آپ ﷺ کے اخلاق اور فروتنی سے از حد خوش ہو کر جاتے تھے۔ اسی شمشیر اخلاق نے عرب کے وحشیوں کو چند روز میں مسخر کر لیا تھا اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی دستور تھا کتب تاریخ اس پر شاہد ہیں۔ ان اخلاقِ حمیدہ کی تاکید کے لئے دو باتیں ذکر فرمائیں اِنَّ

ف:...... مدینہ طیبہ کے چند لوگ ابتدائے اسلام میں ایسے بھی تھے کہ ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر در پردہ حب جاہ وغیرہ اسباب دنیا کے سبب آنحضرت ﷺ اور مہاجرین سے سخت عداوت رکھتے تھے مسلمانوں پر نکتہ چینیاں بھی کیا کرتے تھے مخالفوں کو بھی اسرار پر مطلع کرتے اور لڑنے کو ابھارتے تھے۔ مسلمان چاہتے تھے کہ ان منافقوں کو نکال دیا جائے مگر بعض رحم دل انصار اپنی قرابتوں کے سبب درگزر کی طرف مائل تھے اس لئے ان کے بارے میں مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے تھے ان آیت میں انہیں کے حالات کی طرف اشارات ہیں ۱۲

اللہ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا۝ ۔دوسری اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ......الخ اس میں سے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔میں توحید اور لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ میں قیامت کی طرف اشارہ ہے اور قیامت کے برحق ہونے کی دلیل وَمَنْ اَصْدَقُ......الخ سے فرمائی۔

منافقین سے متعلق اہلِ اسلام کو ہدایات:...... جنگِ اُحد میں جب کہ عبداللہ ابن اُبی اپنے گروہ کو عین مقابلہ کے وقت لے کر بھاگ آیا اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کے دو فریق ہو گئے تھے، ایک کہتا تھا کہ ان کو قتل کرنا چاہیے، دوسرا کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ ان کی اصلاح کر دے گا قتل میں بدنامی ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فَمَا لَکُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ کہ تم ان کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ ان پر اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی شامت ڈال دی ہے۔ کیا جس کو خدا تعالیٰ نے گمراہ کیا تم اس کو ہدایت کر سکتے ہو؟ رکس اور نکس دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی اُلٹ دینا یعنی اسلام کی راہِ راست سے اُلٹے کفر میں جا پڑے۔ یہ بھی اخلاقی تعلیم ہے کہ کسی کے اس کی لغزش کے سبب پیچھے نہ پڑ جانا چاہیے۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ
حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝۸۹ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى
قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ
اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ
اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ
عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝۹۰ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ
كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْۤا اِلَيْكُمُ
السَّلَمَ وَيَكُفُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ
جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۹۱ ع

ترجمہ:...... وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہیں ویسے تم (بھی) کافر ہو جاؤ تا کہ برابر ہو جائیں پس تم ان میں سے کسی کو (بھی) دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو ان کو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ تو مار ڈالو۔ اور نہ اُن میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار ۝۸۹ مگر جو لوگ کہ اس قوم سے سلوک کرتے ہیں کہ ان میں اور تم میں معاہدہ ہے یا وہ تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے تنگ

دل ہو کر تمہارے پاس آ گئے ہوں (تو ان سے ملاپ کا مضائقہ نہیں)۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم پر ان کو غلبہ دیتا تو وہ تم سے لڑتے، پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہارے آگے صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان پر الزام کا کوئی رستہ نہیں رکھا ہے۔ عنقریب تم کو ایسے لوگ بھی ملیں گے کہ جو تم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہنا چاہتے ہیں، (مگر) جب فساد کے لئے بلائے جاتے ہیں تو اس میں کود ہی پڑتے ہیں۔ پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور جہاں کہیں پاؤ قتل کرو یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے صاف حجت قائم کر دی ہے۔

ترکیب:......لو تکفرون بتاویلِ مصدر مفعول ہے ودّوا کا، کما کفروا کا نعت ہے مصدر محذوف کی، یا مصدر یہ ہے ای کفروا ککفرھم۔ الا الذین استثناء ہے ماقتلوھم سے۔ بینکم و بینھم میثاق جملہ خبریہ صفت ہے قوم کی او جاء واعطف ہے یصلون پر حصرت صدورھم جملہ بتقدیر قد حال ہے فاعل جاء و کم سے ان یقاتلوکم ای عن ان یقاتلوکم متعلق حصرت سے ہے او یقاتلوا قومھم معطوف ہے ان یقاتلوکم پر فان اعتزلوکم شرط فلم یقاتلوکم......الخ۔ اس کی تفسیر فما جعل جملہ جواب فان لم یعتزلوکم شرط فخذوھم جواب شرط۔

منافقین سے دوستی ضرر و نقصان کا باعث ہے

تفسیر:......ابھی فرمایا تھا کہ جس کو خدا تعالیٰ گمراہ کرے کیا تم اُس کو ہدایت کر سکتے ہو؟ اب یہاں یہ فرماتا ہے کہ تم تو اُن کی ہدایت چاہتے ہو اور وہ ازلی گمراہ خود تم کو ہی اپنے جیسا کافر بنانا چاہتے ہیں پھر اب تم ان سے کوئی علاقہ محبت نہ رکھو کیونکہ اس میں ان کی محبت سے تمہارے لئے دنیا و آخرت کا ضرر ہے۔ مگر جب وہ ایمان لا کر خدا تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں تب اُن کے ایمان کا امتحان ہو چکا اب اُن سے محبت اور دوستی کرنے کا مضائقہ نہیں۔

منافقین سے قتال کا حکم:......اس کے بعد حکم عام دیتا ہے کہ اگر وہ پھر جائیں یعنی نہ اسلام لائیں نہ ہجرت کریں تو اُن کو جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ وہ آسمانی سلطنت کے باغی ہیں بظاہر اس حکم میں ہر ایک کافر سے جنگ کرنا پایا جاتا تھا خواہ اہلِ اسلام سے لڑتا ہو یا نہ لڑتا ہو خواہ اس نے اہل اسلام سے عہد کیا ہو یا نہ کیا ہو گویا ہر ایک کو زبردستی مسلمان بنانا چاہئے حالانکہ پہلے حکم ہو چکا تھا کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ: کہ دین میں کسی پر کچھ زبردستی نہیں ہدایت اور ضلالت خود واضح ہو چکی ہے، اس لئے اس جگہ دو قوموں کا استثناء کرتا ہے۔

کفار سے معاہدہ کی بابت حکم:...... اوّل اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ . . . الخ وہ لوگ کہ جو اُس قوم سے عہد رکھتے ہوں کہ جس سے اہل اسلام سے باہمی عہد ہو مثلاً ایک ایسی قوم ہے کہ اس کا اہلِ اسلام سے عہد ہے کہ نہ ہم تم پر چڑھائی کریں گے نہ تم ہم پر یا ہم تمہارے مددگار تم ہمارے۔ عرب کی کوئی قوم مسلمان ہو اور دارالاسلام میں بسبب اور کافروں کے نہ آ سکے کہ وہ مانع آتے ہوں اور وہ قوم اُن سے عہد کرے سو وہ بھی مسلمانوں کے عہد میں ہیں اُن سے بھی لڑنا نہ چاہئے اور اگر وہ مسلمان نہ ہوں اور یوں بھی اُن سے عہد کر لیں تب بھی اُن سے لڑنا نہ چاہیے کیونکہ آیت کا حکم عام ہے۔ الغرض جس قوم سے اہلِ اسلام کا عہد ہو یا عہد والی قوم سے عہد ہو وہ حکم قتل و جہاد سے مستثنیٰ ہیں۔

معاہد قومیں کون سی تھیں؟ اور ان سے قتال کا کیا حکم ہے؟:......اب رہی یہ بات کہ آنحضرت علیہ السلام کا کفار عرب کی کس قوم کے ساتھ عہد تھا؟ بعض کہتے ہیں کہ اسلمی لوگوں سے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کرتے وقت ہلال بن عویمر اسلمی سے عہد کر لیا تھا کہ نہ تو ہم سے سرکشی کرنا نہ ہم تجھ پر چڑھائی کریں گے اور جو تم سے پناہ لے گا ہم بھی اُس کو پناہ دیں گے۔ ابن

عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں وہ ہم عہد لوگ بنو بکر بن زید مناۃ تھے، مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خزاعہ وخزیمہ بن عبد مناۃ سے عہد تھا، پس جو خود آنحضرت ﷺ کے دامن تلے اور عہد میں آ گئے ان سے کیونکہ جنگ کی جا سکتی تھی۔

۹۰: اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ کہ وہ تنگ آ گئے ہوں گے نہ اہلِ اسلام تم سے لڑتے ہوں نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑتے ہوں یعنی یک طرفہ ہوں پھر عام ہے کہ آنحضرت ﷺ یا اہلِ اسلام کے پاس آئیں یا اپنے مقام ہی سے یہ بات اور امن قائم کرنا ظاہر کر دیں اَوْ جَآءُوْكُمْ کے یہی معنی ہیں۔ بیضاوی کے حاشیہ میں اس مقام پر لکھا ہے المراد بالمجیئی الاتصال و ترک المعاندة والمقاتلة لاحقیقه المجیئی۔ اور یہ قوم جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تنگ ہو کر آئی تھی بنو مدلج تھے ایسی قوموں سے بھی لڑنا نہ چاہیے، خدا تعالیٰ کی شکر گزاری کرنا چاہیے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ چاہتا تو اُن کو تم پر مسلط اور قادر کر دیتا۔ پھر اسی فریق کی تشریح فرماتا ہے فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ کہ کہ اگر وہ تم سے کنارہ کشی کریں اور لڑائی نہ کریں اور تم سے صلح اور امن کے خواہاں ہوں وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ تو ان سے ہرگز نہ لڑو اُن پر خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے کوئی حجت نہیں رکھی ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو کفار و مشرکین اہلِ اسلام سے نہ لڑیں یا معاہدہ کر لیں تو ان سے جنگ نہیں نہ ان کا قتل کرنا جائز ہے، ان کو آزادی ہے۔ لڑنے کا اور جہاں کہیں مل جائیں مارنے کا حکم خاص ان لوگوں سے ہے کہ جن کا حال ان جملوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے برعکس دوسرے چالاک اور بدمعاش تم کو عنقریب ایسے ملیں گے کہ جو صلح و امن یا اسلام تم سے ظاہر کر کے تم سے بھی امن میں رہنا چاہیں گے اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر اُسی کفر و شرکشی میں شریک ہو کر اُن سے بھی امن میں رہنا چاہیں گے بلکہ جب وہ اسلام کے مقابلہ میں جنگ کرنے لئے بلائے جائیں گے تو اس فتنہ و فساد میں کود پڑیں گے جیسا کہ اسد اور غطفان کی قوم نے کیا تھا پھر اگر ایسے لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آئیں اور تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور سچی صلح نہ کریں اور تم سے لڑنے سے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو جہاں پاؤ قتل کرو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے تمہارے لئے خدا تعالیٰ نے حجت قائم کر دی ہے بلاشک اگر ایسے لوگوں سے یہ نہ کیا جائے تو پھر کیا کیا جائے۔

حقیقت ہجرت:...... حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ ہجرت جدائی اور ترک کرنا ہے۔ حقیقۃً ہجرت وہ ہے کہ جس کی تشریح نبی ﷺ نے فرمائی ہے والمهاجر من هاجر الٰی مانهی الله عنه۔ (رواہ البخاری) کہ مہاجر وہ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں کو چھوڑ دے۔ اس میں اُس شہر اور وطن کا رہنا بھی آ گیا کہ جہاں کفار کا ایسا غلبہ ہو کہ جو شرائعِ اسلام بآزادی ادا نہ کرنے دیں ایسی صورت میں وہاں سے ترکِ وطن کرنا اور مسلمانوں کے ملک میں چلا جانا ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں جب تک کہ مکہ مکرمہ فتح نہ ہوا تھا اور وہاں کفار کا غلبہ تھا وہاں سے ہجرت کرنا ضروری تھا اس کی بڑی تاکید کی جاتی تھی سو لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں آتے تھے پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو فرما دیا کہ اب ہجرت کی کچھ ضرورت نہیں نیک نیتی اور جہاد چاہیے۔

کیا ہندوستان دار الحرب ہے:...... ہندوستان آج کل اگرچہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہے پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں آ کر دار الاسلام صدیوں تک رہ چکا ہے۔ اب دار الاسلام تو نہیں مگر یہ لوگ اب تک شرائع اسلام سے منع بھی نہیں کرتے اس لئے دار الحرب بھی نہیں بلکہ دار الامن ہے اس لئے ہجرت کرنا ضروری نہیں (واللہ علم)۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ

وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ

يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمہ:.....اور کسی مومن کا (یہ) کام نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے، ہوتو (اور بات ہے) اور جو کوئی مومن کو خطاءً قتل کرڈالے تو اس کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے اور مقتول کے پاس دیت پہنچانی چاہیے، (ہاں) اگر وہ خود معاف کردیں (تو خیر) پھر اگر وہ (مقتول مومن) اُس قوم کا ہو کہ جو تمہاری دشمن ہے تو مسلمان غلام ہی آزاد کردے، اور اگر وہ اُس قوم سے ہو کہ اُس میں اور تم میں باہم معاہدہ ہے تو اُس کے وارثوں کو دیت دینی چاہیے اور مسلمان غلام (بھی) آزاد کرنا چاہیے۔ پھر جس کو میسر نہ ہو تو پے در پے دو مہینے روزے رکھے خدا تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے﴿۹۲﴾ اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کردے تو اُس کی سزا جہنم ہے جس میں ہو ہمیشہ رہے گا اور (نیز) خدا تعالیٰ کا غضب (اس پر نازل ہوگا اور اس پر اُس کی پھٹکار پڑے گی اور اُس کے لئے بڑا عذاب تیار ہے﴿۹۳﴾۔

ترکیب:.....ان یقتل اسم کان لمؤمن خبر ای ماشان المومن قتل المومن فی ایّ حال الآخطا الافی حال الخطا اور ممکن ہے کہ الآ بمعنی لکن ہو۔ ومن قتل شرط فتحریر خبر ہے مبتدا محذوف کی ای فالواجب وقتل خبرہٗ محذوف ای فعلیہ تحریر مضاف رقبۃ مؤمنۃ مضاف الیہ ودیۃ معطوف ہے تحریر پر جملہ جواب شرط الاان یصّدقوا استثناء منقطع ہے وقیل متصل والمعنی فالواجب دیۃ فی کلّ حال الآفی حال التصدّق۔ فان شرطیہ کان اس کا اسم۔ المقتول من قوم خبر عدوّ لکم اس کی صفت ہو مومن جملہ حال ہے المقتول سے یہ سب شرط فتحریر.....الخ جواب۔

قتلِ خطاء کا بیان

تفسیر:.....پہلی آیت میں ان لوگوں کے قتل کی اجازت تھی کہ جو مسلمانوں میں آکر مسلمان اور کافروں میں جاکر اُن کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے تھے ایسے موقع میں کبھی وہ لوگ بھی آجاتے ہیں کہ جو صدقِ دل سے مسلمان ہیں اور اہلِ اسلام اُن کو کافر ہی سمجھتے ہیں سو ایسے لوگوں کے قتل سے منع کیا اور اس کے ضمن میں عموماً ایمانداروں کے قتل کرنے کا مسئلہ بھی بیان کرنا مناسب ہوا۔ فرماتا ہے کہ کسی مومن کو کسی مومن کا قتل کرنا درست نہیں مگر بھول چوک ہو تو معذور ہے چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کا یہی سبب ہوا کہ اسلام میں دو ایک موقع ہو چکے تھے۔

شانِ نزول:.....عروہ بن زبیر ؒ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد میں ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت حذیفہ ابن الیمان ؓ کے والد یمان ؓ بوقتِ جنگ ایک بھیڑ میں آگئے مسلمانوں نے ان کو کافر سمجھ کر اُن پر تلواریں مارنی شروع کردیں گو حذیفہ ؓ کہتے رہے کہ

میرے والد، مگر اس ہنگامہ میں کوئی نہ سمجھا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے۔ پھر جب معلوم ہوا تو مسلمانوں کو سخت ملال ہوا۔ اس پر یہ آیت کفارہ بنانے کے لئے نازل ہوئی اور اس امر میں دیت کا بھی فیصلہ کر دیا۔

قتلِ خطاء کی سزا:......اس آیت میں یہ حکم ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو خطاءً نادانستہ قتل کر دے تو مقتول کے وارثوں کو دیت دی جائے اگر وہ معاف کر دیں تو مضائقہ نہیں اور ایک مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے (دیت اس لئے کہ مسلمان کے خون کا جو بلاوجہ مارا گیا ہے، معاوضہ نہ لینے کی کوئی وجہ نہیں چونکہ خطاءً مارا گیا ہے اس لئے قاتل کو معاوضہ میں قتل کرنا خلافِ انصاف تھا مگر دیت یعنی خون بہا لینا مقرر کیا اور غلام آزاد کرنا اس لئے فرمایا کہ اگرچہ اس نے یہ کام قصداً نہیں کیا مگر بے احتیاطی کی گئی اس لئے جس طرح اس نے ایک مسلمان کو مارا اُس کے کفارہ میں مسلمان غلام کو آزاد کرے، گویا آزاد کرنا زندہ کر دینا ہے۔ (کیونکہ غلامی انسان کی صفتِ مالکیت اور آزادی کو (جو اس کی فطرت میں رکھی ہے اور جو اس کی حیات کا مقتضی ہے) زائل کرتی ہے اور اس میں بنی نوع انسان پر احسان بھی ہے) پھر اگر وہ مقتول مسلمان جو نادانستہ مارا گیا ہے اُس قوم کا ہے کہ جس سے اہلِ اسلام سے معاہدہ اور دوستی نہیں بلکہ دشمنی قائم ہے تو اس صورت میں صرف کفارہ میں مسلمان غلام ہی آزاد کرنا چاہیے وارثوں کو دیت نہ دی جائے کیونکہ اس سے مخالفوں کو روپیہ کی مدد ملتی ہے اگرچہ ایسی صورت میں آیت میں صرف غلام آزاد کرنے کا ذکر ہے دیت دینے کا ذکر نہیں مگر معرض بیان میں سکوت کرنا نفی پر دلالت کیا کرتا ہے۔ اور اگر وہ اُس قوم کا ہے کہ جس میں اور اہلِ اسلام میں باہم عہد (معاہدہ) ہے تو وہاں دیت وارثوں کو دی جائے اور مسلمان ❶ غلام بھی آزاد کیا جائے۔ اور جو غلام آزاد کرنے کا مقدور نہ ہو تو اس کی جگہ پے در پے دو مہینے کے روزے کفارہ میں رکھے اگر بیچ میں بجز عذرِ معمولی کے جو عورتوں کو لاحق ہوتا ہے روزہ ترک ہو گا تو پھر سرے سے دو مہینے پورے کرنے پڑیں گے اور دو مہینے روزے مقرر ہونے میں ایک سرِّ روحانی ہے جس کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس جگہ چونکہ مقتول کے لئے مؤمن کی قید نہیں اس سے بعض علماء نے ذمی مقتول کا بھی یہی حکم نکالا ہے ❷۔

قتلِ عمد کی سزا:......اس حکم کے بعد کسی مسلمان کو قصداً قتل کرنے کی بابت فرماتا ہے وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا الآیہ چونکہ قتل عمد کا حکم قصاص و دیت سورہ بقرہ میں بیان ہو چکا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ......الخ اس لئے یہاں صرف آخرت کی سزا بیان فرماتا ہے کہ وہ قاتل ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور اس کے لئے لعنت اور غضبِ الٰہی اور اُس کے عذابِ عظیم ہے۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما آیت کو ظاہر طور پر محمول کر کے قاتل عمد کے لئے ہمیشہ کا عذاب ثابت کرتے ہیں اور اس کی توبہ کو بھی غیر مقبول کہتے ہیں اور خوارج نے بھی اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قتلِ عمد گناہِ کبیرہ بالاتفاق ہے باوجودیکہ اس کی سزا ابدی جہنم ہے۔ ثابت ہوا کہ کبیرہ کے مرتکب کے لئے ابدی جہنم ہے۔ جمہور علماء کہتے ہیں کہ اس قتلِ عمد سے مراد وہ ہے کہ جو جائز جان کر کیا جائے تو بیشک اُس کی یہی سزا ہے کیونکہ کبیرہ کا جائز جاننے والا کافر ہے اور کافر کی ابدی جہنم سزا ہے یا یہ کہ جزا تو اس کی یہی ہے مگر وہ کریم بوجہ ایمان کے قاتل کو بحکم آیۃ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ، ابدی جہنم سے نجات دے گا۔ اب ہم آیت کا مطلب بیان کر چکے اس کے بعد چند ابحاث لکھتے ہیں جو احکامِ دیت اور قتلِ خطاء کے متعلق ہیں۔

---

❶......خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ اس کے والدین میں کوئی مسلمان ہو۔ یہ شافعی رحمہ اللہ، مالک رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ، ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ اور شعبی رحمہ اللہ اور نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ غلام آزاد کیا جائے جو نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو ۱۲۔ ❷......مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ مقتول مومن ہی کا ذکر چلا آتا ہے کان کی ضمیر بھی اسی کی طرف پھرتی ہے ۱۲ منہ۔

ابحات احکامِ دیت وقتل خطاء

بحث اول:......(۱) قتل کی پانچ قسم ہیں: **پہلا قتل عمد**: تلوار وغیرہ ہتھیار سے جان کر قتل کرنا۔ اس میں (قصاصا) قاتل مارا جائے گا خواہ کئی قاتل کیوں نہ ہوں بحکم آیت کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ اور آخرت کا گناہ بحکم آیت فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ ہاں اگر مقتول کے وارث معاف کر دیں۔ یا دیت پر راضی ہو جائیں تو دیت دلائی جائے گی اور یہ قاتل اگر وارث کو قتل کرے گا تو میراث سے بھی محروم ہوگا۔ **دوسرا قتل خطاء**: مثلاً شکار سمجھ کر دُور سے کسی آدمی پر گولی چلا دے اور وہ مر گیا یہ خطاء یعنی چُوک قصد میں واقع ہوئی یا کسی مسلمان کو جنگ میں کافر سمجھ کر مار ڈالا اور ایک خطاء فعل میں بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ نشانہ پر گولی چلا رہا تھا کسی انسان کے لگ گئی اس کا حکم آیت میں بیان ہو چکا اس میں بھی میراث سے محروم رہتا ہے۔

احادیث سے ایک اور بھی قتل ان دونوں کے درمیان ثابت ہوا ہے جو شبہ بالعمد ہے۔ یہ قتل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ ہے جو ان آلات سے واقع ہو جو قتل کے لئے موضوع نہ ہوں جیسا کہ لٹھ اور پتھر۔ صاحبین رحمہما اللہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ بھی قتل عمد ہے اور شبہ عمد یہ ہے کہ جس سے غالباً آدمی نہیں مرتا اُس سے مارے جیسا کہ بغیر قصدِ ہلاک کے چھڑی یا مُکا مارے اور وہ مر جائے شبہ عمد میں دیت مغلظہ اور کفارہ اور میراث سے محرومی ہے۔ **چوتھا قتل خطاء کے قائم مقام**: جیسا کہ سوتا ہوا آدمی کسی پر گر پڑے اور جس پر گرا ہے وہ مر جائے اس کا حکم بھی قتلِ خطاء کا حکم ہے۔ **پانچواں قتل بالسبب**: جیسا کہ رستہ میں کنواں کھودے اور اس میں کوئی گر کر مر جائے اس میں دیت ہے نہ کفارہ نہ حرمانِ میراث۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کفارہ بھی اور حرمان میراث بھی ہے۔

اقسام دیت:......(۲) دیت ودی سے مشتق ہے جیسا کہ شیۃ وشی سے واو حذف ہو گیا اس کے معنی معاوضہ کے ہیں مگر عرب میں صرف خون کے معاوضہ کو دیت کہا جاتا ہے یعنی خون بہا اس کی دو قسم ہیں مغلظہ یعنی سخت سو وہ شبہ عمد میں آتی ہے اس میں سو اونٹ چار قسم کے ہیں ❶ ۲۵ بنت مخاض ۲۵ بنت لبون، ۲۵ حقہ، ۲۵ جذعہ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین قسم کے لینے چاہئیں۔ ۳۰ جذعہ، ۳۰ حقہ، ۴۰ ثنیہ حاملہ۔ **دوسری قسم مخففہ**: وہ قتل خطا میں آتی ہے اس میں سو اونٹ پانچ قسم کے ہیں ۲۰ بنت مخاض، ۲۰ بنت لبون، ۲۰ ابن مخاض، ۲۰ حقہ، ۲۰ جذعہ۔ یا ہزار دینار اور یہ نہ ہوں تو دس ہزار درہم۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بارہ ہزار درہم کہتے ہیں مسلمان اور ذمی کے برابر ہے خلافاً للشافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ دیت تین سال میں بتدریج قاتل کے کنبہ اور قوم سے وصول کی جاتی ہے کہ جس کو ''عاقلہ'' کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کے ہر ایک نفع ونقصان کے شریک ہیں اس ناگہانی حادثہ میں بھی ان کو شریک ہونا چاہیے تاکہ آئندہ اس کو احتیاط پر مجبور کیا کریں۔ یہ مذہب جمہور کا ہے اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے مگر ابوبکر اصم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خاص قاتل سے لینی چاہیے باقی قتل اور نقصان مال اور تاوان کے مسائل احادیث سے ثابت ہیں (واللہ علم)۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ

❶ بنت مخاض اس اونٹ کو کہتے ہیں جو دوسرے برس میں ہو۔ بنت لبون وہ جو تیسرے سال کا ہو حقہ یعنی بوجھ لادنے کے قابل جو چوتھے برس میں ہو۔ جذعہ جو پانچویں میں ہو ۱۲ منہ۔

اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

ترجمہ: ایماندارو! جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو (یعنی جہاد کو نکلو) تو تحقیق ❶ کر لیا کرو اور جو شخص تم کو سلام کرے اس کو زندگانی دنیا کا اسباب لینے کے لئے (یہ) نہ کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں۔ سو اللہ تعالیٰ کے پاس تو بہت ہی غنیمتیں ہیں پہلے تم (بھی تو) ایسے ہی تھے (لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر فضل کر دیا، پس تحقیق کر لیا کرو، بے شک جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اُس سے (خوب) واقف ہے ﴿۹۴﴾۔

ترکیب: ......اذا ضربتم ای سافرتم۔ للجهاد شرط فتبینوا جواب۔ السّلام اور سلم دونوں طرح سے آیا ہے اوّل کے معنی تحیہ دوسرے کے معنی انقیاد بکلمۂ شہادۃ۔ تبتغون حال ہے فاعل لاتقولوا سے۔ کذالک خبر کنتم ضمیر انتم اس کا فاعل۔ ان اللہ کو بالکسر جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے پڑھا ہے اور بالفتح بھی معمول تبینوا کا بنا کر۔

قتل وقتال میں احتیاط کا حکم

تفسیر: ......قتل خطا کے بارے میں ابھی تہدید ہو چکی تھی اور قتل ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو بیشتر جہاد میں پیش آتا تھا اس لئے یہاں جہاد میں ہوشیاری اور احتیاط کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

جہاد میں جو اسلام ظاہر کرے قتل نہ کیا جائے: ......بعض اہلِ اسلام کو جہاد میں یہ بات پیش آئی کہ جب دشمن پر اُنھوں نے قابو پایا تو اُس نے لا الٰہ الا اللہ جان بچانے کو کہہ دیا مگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سمجھا کہ یہ دل سے نہیں صرف جان بچانے کے لئے کہتا ہے اس کہنے پر بھی قتل کر دیا جس کی خبر جنابِ رسول اللہ ﷺ کو ہوئی اور آنحضرت ﷺ سخت ناخوش ہوئے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم نے اُسامہ ابن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم کو آنحضرت ﷺ نے جُہینہ قبیلہ کی طرف بھیجا تھا اُن میں سے ایک شخص مل گیا میں نیزہ سے اُس کو چوکنے لگا تو وہ لا الٰہ الا اللہ کہنے لگا انجام میں نے اس کو قتل کر دیا پھر آ کر ہم نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع کی تو فرمایا کیا تو نے اس کو باوجود اس کہنے کے مار ڈالا؟ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا اُس نے بچنے کے لئے کہا تھا۔ فرمایا تُو نے اُس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا یعنی تجھے اُس کے دل سے کیا کام احکام شرع ظاہر ہیں۔ اور مسلم کی روایت میں ہے قیامت میں تو اس لا الٰہ الا اللہ کا کیا جواب دے گا؟ اسی طرح ایک روایت صحیحین میں مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے اس پر خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم جہاد میں باہر جاؤ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنا عام ہے مگر یہاں مراد جہاد ہے) تو خوب تحقیق کر لیا کرو کہ یہ کون شخص ہے یہ نہیں کہ دُور سے ہی اس کا کام تمام کر دیا جائے یا شبہ میں کسی کو قتل کیا جائے۔ اور نیز جو تمہارے رُوبرو اسلام پیش کرے یعنی کلمہ توحید کہے جیسا کہ روایت صحیحین سے پایا جاتا ہے یا صرف سلام کہے اور امان مانگے جیسا کہ ترمذی کی اس روایت سے پایا جاتا ہے جس کو اس ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قبیلہ بنی سلیم کا ایک آدمی صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے بکریاں لے کر گزرا اُس نے سلام کیا مگر اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے مارا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ایسے شخص کو یوں نہ کہو تو مسلمان نہیں، کیا تم غنیمت کے لئے ایسا کرتے ہو اور دنیا کا مال چاہتے ہو جو عرض یعنی فانی ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ان پر نظر رکھو۔ پہلے تم بھی تو کافر تھے اسی کلمہ کی بدولت خدا تعالیٰ کے فضل و احسان سے تم اسلام میں

❶ ......یعنی جو تمہارے سامنے آئے اس کو بے دریغ تہ تیغ نہ کر دیا کرو دریافت کر لیا کرو کہ یہ کون ہے دشمن ہے یا دوست یا کوئی راہ گیر ۱۲ منہ۔

آئے ہو اس پر تنبہ ہونے کے لئے اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۹۴﴾ فرمادیا۔

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۹۶﴾ ع

ترجمہ:......وہ مسلمان جو بغیر کسی (معقول) عذر کے (جہاد سے) بیٹھ رہے ہیں ان مجاہدوں کے برابر نہیں ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو (بلا عذر یا بعذر) بیٹھنے والوں پر درجہ میں فضیلت دی ہے اور (یوں تو) اللہ تعالیٰ کا نیک وعدہ سب (مسلمانوں) سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو بیٹھنے والوں پر اجرِ عظیم کے اعتبار سے (بھی) فضیلت دی ہے ﴿۹۵﴾ (وہ اجرِ عظیم کیا ہے؟) بڑے بڑے درجے اور بخشش اور رحمت، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۶﴾۔

ترکیب:......من المؤمنین بیان ہے القاعدون کا۔ غیر کو بالضم بھی پڑھا ہے کیونکہ یہ قاعدون کی صفت ہے اور بالفتح بھی کیونکہ یہ استثناء ہے قاعدون یا مؤمنین سے اور بالکسر بھی پڑھا ہے صفت مومنین کی بنا کر۔ درجۃً مصدر ہے بمعنی فضیلۃ تب یہ مفعول مطلق ہے اور تمیز بھی ہو سکتا ہے اور ظرف بھی ای فی درجۃ و منزلۃ وعد فعل اللہ فاعل الحسنیٰ مفعول ثانی کُلاًّ مفعولِ اوّل درجات و مغفرۃ و رحمۃ اجرًا عظیمًا کا بیان ہے۔

مجاہدین کو خانہ نشینوں پر درجۂ فضیلت ہے

تفسیر:......جہاد میں چونکہ قتلِ خطا بھی پیش آ جاتا تھا جس کے لئے کفارہ اور دیت کا ذکر ہوا اور نیز بعض وہ لوگ بھی کہ جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا مارے گئے تھے اور اس پر تہدید صادر ہوئی تھی اس سے کسی قدر مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہو کہ گھر بیٹھ کر عبادت و ریاضت کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ اس میں ایسی بات پیش نہیں آتی مگر خدا تعالیٰ کو دنیا میں آسمانی سلطنت (کہ جس کی خبر انبیاء دیتے آئے ہیں) قائم کر کے دنیا کو بدی اور شرک سے پاک کرنا تھا اور یہ بات بغیر لشکر مجاہدین کے عالمِ اسباب میں ممکن نہ تھی اس لئے یہاں فرمادیا کہ بغیر ضرر یعنی مرض کے جو لوگ گھر میں بیٹھے رہتے ہیں وہ اُن لوگوں کے برابر نہیں جو اپنے مال اور جان سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اس سے نفی مساوات کی تو ہوئی مگر مجاہدین کی بھی فضیلت بیان ہوئی تھی اس لئے فضل اللہ المجاھدین......الخ فرمایا کہ جو بغیر عذر کے گھر میں بیٹھ رہے ہیں اُن کا تو کیا ذکر ہے مگر جو عذر سے بھی بیٹھتے ہیں اُن پر بھی خدا تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرنے والوں کو درجہ میں فضیلت دی ہے مگر چونکہ عذر والے بھی دل میں اس کی نیت رکھتے ہیں صرف ناچاری سے شریک نہیں ہو سکتے اس لئے ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ نے بہتری یعنی جنت و مغفرت کا وعدہ کیا۔ چنانچہ ترمذی نے روایت کی ہے کہ جب لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ . . . الخ نازل ہوا تو عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا تھے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آ کر رونے لگے کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کیا حکم ہے؟ تب غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ نازل ہوا اور وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی ؕ سے ان کو بھی بوجہ نیت کے شریک کیا گیا

مگر چونکہ مجاہدین ایک بھاری کام میں مصروف ہیں اور جان و مال کو اللہ تعالیٰ پر قربان کر رہے ہیں اس لئے ان کو مخصوص کر کے فرمایا وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ پھر اس اجرِ عظیم کی تفصیل فرماتا ہے دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً، کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو جنت کے درجات اور مغفرتِ مخصوصہ میں کہ جو وہاں کی فرحتِ ابدی ہے اور رحمتِ مخصوصہ میں جو اس کے دیدار کی تجلی ہے خاص کر لیا ہے مگر پھر اور ریاضت و عبادت والوں کی طرف بھی اشارہ کر کے وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا فرما دیا۔

اِنَّ* الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا
كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا
فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۹۷ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹۸
فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۹۹ وَمَنْ يُّهَاجِرْ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ
مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۰ ع

ترجمہ:...... بیشک جن کی فرشتے (ایسے حال میں) روح نکالتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر ستم کر رہے ہیں ان سے پوچھیں گے کہ تم (دارالحرب میں پڑے پڑے) کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اس جگہ مجبور تھے، (فرشتے کہیں گے کہ کیا خدا تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں کہیں چلے جاتے۔ سو یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ (بہت ہی) بری جگہ ہے ۝۹۷ مگر جو مرد اور عورت اور لڑکے (لڑکیاں) ایسے بے بس ہیں کہ نہ کوئی (نکلنے کا) حیلہ کر سکتے ہیں اور نہ اُن کو کوئی رستہ ملتا ہے ۝۹۸۔ سو اُن کے لئے امید ہے کہ خدا تعالیٰ معاف کر دے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے ۝۹۹۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا (تو) اُس کو زمین میں آسائش اور فراخ دستی (بھی) ملے گی۔ اور جو کوئی اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف نکلے پھر اس کو موت آلیوے تو بیشک اُس کا اجر تو اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو چکا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان غفور الرحیم ہے ۝۱۰۰۔

ترکیب:...... ظالمی مضاف انفسهم مضاف الیہ یہ حال ہے ضمیر هم سے جو توفهم میں ہے فتهاجروا منصوب ہے جواب بن کر

● ...... ان آیات میں ان لوگوں پر عتاب ہے جو ایمان لانے کے بعد اپنے گھروں اور بال بچے اور مال و اسباب میں پڑے رہتے ہیں اور مخالفوں کے خوف سے ارکانِ اسلام نہیں بجا لا سکتے حالانکہ جہاں ارکانِ اسلام بجا لانے کی ممانعت ہو وہاں سے نکل جانا فرض ہے اور اسی کو ہجرت کہتے ہیں۔ جہاں کہیں جس کو آزادی ملے چلا جائے۔ پس ایسے دنیا پسند مصلحت اندیش لوگوں سے بوقتِ مرگ فرشتے یوں پوچھیں گے اور ان کو ہجرت نہ کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا تھا ۱۲ منہ

استفہام کا کیونکہ نفی بسبب استفہام کے اثبات ہوگی الا المستضعفین استثناء ہے اؤلئک مأوٰھم جھنم سے من الرجال والنساء والولدان، مستضعفین کا بیان ہے لا یستطیعون اس سے حال مبینہ ہے۔ خبر انَّ۔ قالوا او قیل فالئک و قیل محذوف وھو ھلکوا۔

ارواح وملائکہ کے مابین سوال وجواب

تفسیر: ..... مدینہ میں چونکہ لوگ ہجرت کر کے مجتمع ہو گئے تھے جو جہاد قائم ہونے کا باعث ہوا۔ اور جہاد کی رغبت پچھلی آیت میں بیان ہو چکی تھی اور بعض لوگ جو کہ مکہ میں یا اور شہروں میں ایمان تو لے آئے تھے مگر بسبب حبّ وطن کے ہجرت کر کے اس جماعت میں شریک ہونے سے پہلو تہی کرتے تھے اور نیز کفار کے شہروں میں وہ ادائے مراسم دینیہ سے بھی روکے جاتے جاتے تھے اس لئے ان آیات میں ہجرت کی تاکید اور بوقتِ مرگ یا بعد مرگ جو کچھ ملائکہ سے جواب وسوال ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے کہ جن ظالموں کی فرشتے جان قبض کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟ یعنی دین میں کیا مدد کی؟ وہ عذر بیان کریں گے کہ ہم مجبوری سے یہاں رہتے تھے۔ وہ کہیں گے کہ کیا خدا تعالیٰ کی زمین تنگ تھی؟ کیوں ہجرت کر کے نہیں چلے گئے؟ (ظلم سے مراد گناہ ہے کیونکہ اس سے انسان اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے جو اُس کو عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو اس عتاب سے مستثنیٰ کرتا ہے جو درحقیقت معذور ہوں، جیسا کہ بیمار یا عمر رسیدہ یا مقید مرد، بچے، عورت اور ہجرت نہ کرنے کے بیشتر ہی دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ پردیس میں یہ عافیت اور آرام جو وطن میں ہے جاتا رہے گا۔ اس کی نسبت خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً کہ اس کو خدا تعالیٰ کشائش اور آرام دے گا۔ چنانچہ دیا۔ مراغم رغام سے مشتق ہے جس کے معنی خاک کے ہیں، بولتے ہیں رغم انف فلان کہ خاک میں بھر گئی اس کی ناک یعنی شرمندہ و ذلیل ہو۔ چونکہ مہاجر کا دارِ ہجرت میں کشائش پانا اس کے مخالفین کے لئے شرمندگی کا باعث ہے اس لئے اس کی بابت فرماتا ہے وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ کہ جو اپنے گھر سے ہجرت کے لئے نکلے اور رستہ میں موت آجائے تو اُس کا اجر عند اللہ ثابت ہو چکا۔ ہجرت کا مسئلہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ (یہ اُس ملک اور شہر میں کہ جہاں کفار کی وجہ سے شرائعِ اسلام کو آزادی سے ادا نہ کر سکے) واجب ہے جیسا کہ فتح سے اہلِ مکہ پر تھا۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ
اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا
مُّبِيْنًا ۝۱۰۱ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ
وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَاۗىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ
اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً
وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى

اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا
مُّهِيْنًا ﴿١٠٢﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِكُمْ ۚ
فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا
مَّوْقُوْتًا ﴿١٠٣﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ
كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٠٤﴾ ع ۱۵

ترجمہ:.....اور (مسلمانو) جب کہ تم سفر میں ہو تو تم پر کچھ (بھی) گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کردو ❶ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ کافر تم کو ستائیں گے کیونکہ کافر (تو) تمہارے کھلم کھلا دشمن ہیں ﴿١٠١﴾ اور جب کہ (اے نبی ﷺ) آپ بھی (سفر میں) اُن کے ساتھ ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کرو (یعنی امام بنو) تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تو آپ کے ساتھ کھڑا ہو اور وہ اپنے ہتھیار بھی ساتھ رکھیں پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو چاہیے کہ وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور وہ دوسرا گروہ کہ جس نے (آپ (ﷺ) کے ساتھ) نماز نہیں پڑھی ہے آئے (اور) آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور چاہیے کہ وہ بھی ہوشیار رہیں اور اپنے ہتھیار (بدستور) لئے رہیں (اور) کافر تو چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے غافل ہو جاؤ اور تم پر (اس میں بھی) کچھ گناہ نہیں کہ اگر تم کو مینہ سے کچھ تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دو، اور اپنی ہوشیاری رکھو، بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿١٠٢﴾ پھر جب تم نماز سے فارغ ہو چکو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر، بیشک نماز ایمانداروں پر وقت پر فرض کی گئی ہے ﴿١٠٣﴾ اور ان کے تعاقب کرنے میں ہمت نہ ہارو۔ اگر تم تکلیف اُٹھا رہے ہو تو وہ (بھی) تمہاری طرح سے تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ اور تم کو (تو) اللہ تعالیٰ سے (وہ) امید ہے جو ان کو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے ﴿١٠٤﴾۔

ترکیب:.....واذا ضربتم شرط، فلیس . . . الخ جواب ان تقصروا اَیْ فی ان تقصروا من الصلٰوۃ کا من زائدہ ہے۔ عدوًا بمعنی اعداءً وقیل مصدر علیٰ فعول مثل القبول و لذا لم یجمع و اذا کنت شرط فاقمت کنت پر معطوف۔ فلتقم جواب۔ لم یصلوا صفت ہے طائفۃ اُخری کی۔ قیامًا و قعودًا و علیٰ جنوبکم یہ تینوں حال ہیں فاعل اذکروا اللّٰہ سے موقوتًا ای مقدرًا وقتھا فلا تؤخر عنہ (جلالین)۔

صلٰوۃ قصر و صلٰوۃ خوف کا بیان

تفسیر:.....منجملہ اُن چیزوں کے کہ جن کی مجاہد کو جہاد میں احتیاج ہے نماز کی کیفیت دریافت کرنا ہے کہ سفر میں کس طرح سے اور

❶.....قصر اور صلٰوۃ خوف کا مسئلہ: صلٰوۃ قصر: قصر چار رکعت کی جگہ دو پڑھنا یہ قصر مسافر کے لئے درست ہے عام ہے کہ دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو اور خوف کی قید احترازی نہیں بلکہ اتفاقی ہے ۱۲ منہ

ف: اس کو صلٰوۃ الخوف کہتے ہیں جو جماعت کی فضیلت کے لئے اسلام میں قائم ہوئی خود آنحضرت ﷺ کے روبرو یہ پیش آیا تھا اس کی مختلف صورتیں ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ ایک گروہ مسلمین ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کھڑا ہو اور جو گروہ دشمن کے مقابلہ میں تھا وہ آ کر امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہو جائے اور ہر گروہ ایک ایک رکعت اپنے طور پر پڑھ لے اور نماز پڑھنے میں ہتھیار ساتھ رکھیں اور ہوشیار رہیں اور جب مقابلہ ہو اور اُس کی بھی فرصت نہ ہو تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر لینا چاہیے اور جو نماز قضاء ہو گئی ہے اُس کو بعد میں ادا کریں ۱۲ منہ

بوقتِ جنگ کیونکر ادا کرنی چاہیے۔ اس لئے خدا تعالیٰ ان آیات میں صلوٰۃ قصر و صلوٰۃ خوف کے متعلق مسائل بیان فرماتا ہے۔

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ سے لے کر عَدُوًّا مُّبِيْنًا تک صلوٰۃ قصر کا مسئلہ مذکور ہے۔ قصر کے معنی لُغت میں کم کرنے کے ہیں اور تخفیف کے خواہ کمیت میں خواہ کیفیت میں اس لئے اس مسئلہ میں علماء کے دو قول ہیں ایک طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اس میں روایت ہے کہ قصر سے مراد بوقتِ جنگ اشارہ سے نماز پڑھ لینا ہے اور رکوع و سجود کی جگہ صرف اشارہ کر دینا اور نماز میں ہتھیار چلانا اور چلنا اور خون آلودہ کپڑوں سے نماز پڑھ لینا درست ہے کیونکہ رکوع و سجود میں دشمن کے غلبہ کا خوف ہے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عین مقابلہ میں ایسا ہی کیا ہے مگر یہ قول قوی نہیں کس لئے کہ قصر بمعنی تغیر اس کے بعد دوسری آیت میں مذکور ہے اور وہ ایک جُدا حکم ہے دوسرا جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین علیہم الرحمۃ کا قول ہے وہ یہ کہ سفر کے وقت نماز کی تعدادِ رکعت میں کمی کی جائے ظہر و عصر و عشاء میں چار رکعت کی جگہ دو پڑھی جائیں مگر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کے نزدیک سفر میں دو رکعت خوف کے وقت ایک رکعت پڑھی جائے۔ جمہور کے قول پر یعلیٰ ابن اُمیہ وغیر کی بہت سی احادیثِ صحیحہ دلیل قوی ہیں۔ دوم: قصر کے معنی عرفِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہی تھے اور نیز مِنَ الصَّلٰوۃِ سے بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ پھر جمہور ائمہ مجتہدین کے نزدیک مسافر کو رخصت ہے کہ وہ چار رکعت کی جگہ دو پڑھے خواہ دشمن کا خوف ہو یا نہ ہو اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کی شرط اس لئے ہے کہ دشمن کے خوف کے وقت یہ قصر غالباً واقع ہوتا ہے جیسا کہ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ کے بعد اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا کی قید ہے اور نیز شرط کے وقت مشروط کا پایا جانا مفہوم ہوتا ہے یعنی اگر سفر میں خوف ہو تو قصر کرو یہ مفہوم نہیں ہوتا کہ شرط ❶ کے نہ پائے جانے سے مشروط نہ پایا جائے یعنی اگر سفر میں خوف نہ ہو تو قصر نہ کر ثابت نہیں ہوتا۔ علاوہ اس کے بہت سی احادیثِ صحیحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا حالتِ سفر میں بغیر خوفِ دشمن کے قصر کرنا پایا گیا ہے چنانچہ حارث بن وہب رضی اللہ عنہ سے بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ منیٰ میں باوجودیکہ ہم بہت تھے اور نہایت امن تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت پڑھائیں۔ اور اسی طرح صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حج کے لئے مکہ آئے تھے عصر کی نماز ذی الحلیفہ میں دو رکعت پڑھی۔

داؤد ظاہری اور اُن کے مقلدین کہتے ہیں کہ بغیر خوف کے سفر میں قصر درست نہیں۔ قرآنِ مجید میں اس بات کی بھی کچھ تشریح نہیں کہ کس قدر سفر پر قصر ہے اس میں دو منزل چار منزل کی کچھ قید نہیں بلکہ عرف پر چھوڑ دیا اور مطلقاً اِذَا ضَرَبْتُمْ فرمادیا اس لئے داؤد ظاہری اور اُن کے مقلد قاضی شوکانی نے اس کو مطلق قائم رکھ کر میل دو میل کے سفر پر بھی قصر کی اجازت دیدی۔ جمہور علماء کے نزدیک ان کی یہ رائے غلط ہے کس لئے کہ اگر نص کو بالکل مطلق رکھا جائے تو ایک محلہ سے دوسرے محلہ جانے میں بھی بحکمِ اِذَا ضَرَبْتُمْ قصر کرنا چاہیے حالانکہ اس کا اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں اور اگر نص کو مقرر کیا جائے تو ضرور وہی معنی مراد لئے جائیں گے جو پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس لفظ سے سمجھے ہیں اور وہ ایک مقدار خاص ہے جس کو عرف میں سفر کہہ سکتے ہیں جس کے اندازہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ شعبی اور نخعی اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اقل مرتبہ تین روز کا راستہ ہونا چاہیے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کیونکہ مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مسافر کے لئے مسحِ خفین میں تین رات دن کا حکم ہے جس سے سفر کی اقل حد تین رات دن سمجھی گئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقل مرتبہ یہ سفر چار برد تک ہونا چاہیے ہر ایک برد چار فرسخ کا اور ہر ایک فرسخ تین میل کا اُن میلوں سے جو ہاشم جدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم سے قائم کئے ہیں وہ میل بارہ ہزار قدم کا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ قصر

---

❶ ..... اس لئے کہ مفہوم مخالف کے اہلِ تحقیق قائل نہیں۔ ۱۲ منہ۔

رخصت ہے خواہ مسافر چار پڑھے خواہ دو۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصر کرنا واجب ہے یہاں تک کہ اگر مسافر چار رکعت پڑھے اور دو کے بعد بقدرِ تشہد نہ بیٹھے گا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ کیونکہ یعلی ابن امیہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ میں نے قصر کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اُنھوں نے کہا میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تھا کہ اب تو امن ہو گیا قصر کی کیا ضرورت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدا تعالیٰ کا صدقہ ہے کہ جو تم کو عنایت ہوا سو تم اس کو قبول کرو۔

صلوٰۃ الخوف:......اس کے بعد وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ سے لے کر كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۝ تک (اللہ تبارک وتعالیٰ) صلوٰۃِ خوف کا مسئلہ بیان فرماتا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا کیونکہ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ کی قید موجود ہے جمہور کے نزدیک حکم عام ہے۔

طریقہ صلوٰۃِ خوف:......صلوٰۃ الخوف کی صورت یہ ہے کہ امام قوم کے دو ٹکڑے (گروپ، گروہ) کرے اور ان میں سے ایک گروہ کو ایک رکعت پڑھائے پھر جب یہ گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے تو پھر کیا کرے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

(ایک یہ) کہ یہ گروہ ایک رکعت کے بعد سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور جو دشمن کے مقابلہ میں تھے وہ آ کر صرف ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیر دیں امام کی دو رکعت قوم کی ایک ایک ہوگی۔ یہ قول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

(دوم) یہ کہ اول گروہ کو امام دو رکعت پڑھائے وہ سلام پھیر کر مقابلہ میں چلے جائیں اور جو مقابلہ میں تھے وہ آئیں اُن کو بھی امام دو رکعت پڑھائے۔ یہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے امام دو بار پڑھے گا۔

(سوم) یہ کہ امام ایک گروہ کو ایک رکعت پوری پڑھائے اور پھر چپکا کھڑا رہے اور یہ لوگ اپنی دوسری رکعت از خود تمام کر کے سلام پھر کر دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور جو مقابلہ میں تھے وہ اگر امام کے ساتھ رکعتِ اخیر میں شریک ہو جائیں اور جتنی دیر تک وہ دوسری رکعت جو فوت ہوئی تھی تمام نہ کر لیں امام تشہد میں بیٹھا رہے پھر امام سلام پھیرے یہ بھی امام کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ یہ قول سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کا ہے اور یہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

(چہارم) یہ کہ ایک گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر (دشمن کے) مقابلہ میں چلا جائے اور سلام نہ پھیرے اور جو لوگ مقابلہ میں تھے وہ آ کر اخیر رکعت میں شریک ہو جائیں اور رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں پھر اوّل گروہ آ کر وہ جو ایک رکعت فوت ہوئی ہے اُس کو تمام کر کے دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا گروہ آ کر اپنی نماز تمام کرے فرق یہ ہے کہ اول گروہ نے اول الصلوٰۃ کو پایا اور دوسرے نے اخیر کو۔ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے یہ سب صورتیں احادیث سے ثابت ہیں۔ رخصت کا دائرہ وسیع کرنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طور پر صلوٰۃِ خوف ادا کی ہے۔ ان آیات سے یہ چاروں صورتیں ثابت ہو سکتی ہیں۔

اب ہم آیت کی تشریح کرتے ہیں، وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم مسلمانوں کے لشکر میں ہو اور حالت خوف کی ہو جیسا کہ غزوہ ذات الرقاع اور ذاتِ نخل میں یہ معاملہ پیش آیا کہ لشکرِ اسلام کی پشت قبلہ کی طرف تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقتِ نماز یہ حکم دیا کہ دو ٹکڑے ہو جائیں چنانچہ ایک دشمن کے سامنے رہا اور ایک نے نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھی فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ اُن کے دو گروہ ہو کر ان میں سے ایک گروہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو اور ایک دشمن کے سامنے ہو وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ یعنی جو لوگ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں ہتھیار رکھ کر نہ کھڑے ہوں جیسا کہ تلوار و خنجر و پیش قبض بندوق کیونکہ اگر حاجت پڑے تو وقت پیش نہ آئے اور ممکن ہے کہ یہ خطاب اُس جماعت کے لئے ہو کہ جو دشمن کے مقابلہ میں ہے اور راجح یہ ہے کہ دونوں کے لئے خطاب ہے۔ فَاِذَا

سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ - یعنی جو نماز میں نہیں ہیں ان کو چاہئے کہ حراست کے لئے نمازیوں کے پیچھے سے دشمن کے مقابلہ میں کھڑے ہوں یا جو لوگ نماز میں ایک رکعت پاچکے ہیں وہ اب جو نماز پڑھ رہے ہیں اُن کی حراست (حفاظت و پہرہ داری) کے لئے دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

مسلح نماز پڑھنے کا حکم:......وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ یعنی وہ گروہ جس نے ہنوز نبی علیہ السلام کے ساتھ نماز نہیں پڑھی بلکہ وہ اول ہی سے مقابلہ میں تھے یعنی گروہ دوم وہ بقایا نماز میں نبی علیہ السلام کے ساتھ شریک ہو جائیں اور پھر اُن سب کو حکم ہے کہ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ کہ اپنے بچاؤ کی چیزیں زرہ وغیرہ ساتھ لئے رہیں۔ بعض کہتے ہیں حذر سے مراد ہوشیاری ہے۔ وَاَسْلِحَتَهُمْ: جمع سلاح یعنی ہتھیار بھی نہ اُتاریں کیونکہ دوسری رکعت میں کفار کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نماز میں ہیں اور دفعۃً حملہ کرنا چاہیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً مگر اس کے ساتھ مرض یا بارش ● وغیرہ عوارض کی وجہ سے ہتھیار رکھ دینے کی بھی اجازت ہے جیسا کہ فرماتا ہے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ... الخ۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ یعنی جب نماز سے فراغت پاؤ تو ذکر الٰہی سے غافل نہ ہو جایا کرو بلکہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرو۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر جنگ سخت ہو اور صلوٰۃ خوف کی بھی مہلت نہ ہو تو پھر جس حال میں ممکن ہو یادِ الٰہی کر لو اور فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ: جب امن ہو جائے تو اس نماز کو جو جنگ میں فوت ہوئی قائم کرو۔ پھر آیت کو نماز کی تاکید پر تمام کرتا اور یہ بتلاتا ہے کہ یہ سب باتیں عارضی تھیں اصل یہ ہے کہ نماز کو ہمیشہ اُس کے وقت پر قائم کیا کرو۔ کیونکہ الصَّلٰوةَ: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ (کبیر) ای فرضا موقتاً مکتوباً محدوداً باوقات معلومۃ (مدارک) اس کے بعد پھر جہاد کی ترغیب دیتا ہے کہ تم سے اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے اور اس سے تم کو وہ امید ہے جو کفار کو نہیں پھر کیوں اُن کی لڑائی سے سُستی کرتے ہو وَلَا تَهِنُوْا ... الخ۔ وَتَرْجُوْنَ ... الخ۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا
تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا
تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا
اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ
يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾ هٰٓاَنْتُمْ
هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ

● ...... بارش میں ہتھیار بھیگ جاتے ہیں اور نیز کپڑے بھی۔ ایسی حالت میں خصوصاً نماز کے وقت ہتھیار طبیعت کو گراں معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

● ...... جو دغا بازی اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں درحقیقت وہ اپنے حق میں بُرا کرتے ہیں کس لئے کہ اس کا وبال اور انجام کار انہی پر پڑتا ہے ۱۲ منہ

ف: ان آیات میں مدینہ کے منافقوں کی طرفداری و حمایت پر عتاب ہے منافق بڑے چرب زبان تھے ان کی باتوں سے بعض مسلمان ان کی طرف سے وکالت کیا کرتے تھے کہ یہ ایسے نہیں کہ ان کو منع کیا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ
ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ
عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ
ع يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾

ترجمہ:...... بیشک ہم نے (اے نبی! ﷺ) آپ پر کتاب برحق نازل کی ہے جیسا کچھ خدا تعالیٰ نے تم کو بتایا ہے، اُسی کے موافق لوگوں کے جھگڑے فیصلہ کیا کرو۔ اور دغابازوں کی طرف داری نہ کیا کرو﴿۱۰۵﴾۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے﴿۱۰۶﴾۔ اور جو لوگ اپنے آپ خیانت کرر ہے ہیں آپ (ﷺ) اُن کی طرف سے نہ جھگڑیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی دغاباز وگناہگار پسند نہیں﴿۱۰۷﴾۔ لوگوں سے تو مخفی کر سکتے ہیں (مگر) اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں کر سکتے کیونکہ جب وہ راتوں کو بیہودہ باتیں کیا کرتے ہیں اس وقت بھی (اللہ تعالیٰ) اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے عمل کا احاطہ کرر کھا ہے﴿۱۰۸﴾۔ بھلا دیکھو تو دنیا میں تو تم اُن کی طرف سے جھگڑتے ہو۔ (لیکن) قیامت میں اُن کی طرف سے کون جھگڑے گا۔ یا کون ان کا وکیل بنے گا﴿۱۰۹﴾۔ اور جس نے بُرا کام یا اپنے نفس پر ظلم کرلیا پھر اس نے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہی (تو) وہ اللہ تعالیٰ کو (بھی) معاف کرنے والا مہربان پائیگا﴿۱۱۰﴾۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو اپنی ہی (خرابی کے) لئے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو (سب کی) خبر (اور) حکمت معلوم ہے﴿۱۱۱﴾۔ اور جو کوئی خطا یا گناہ کر کے پھر اس کو کسی بے گناہ کے ذمہ لگاتا ہے تو وہ بڑا بہتان اور صریح گناہ اُٹھاتا ہے﴿۱۱۲﴾۔

ترکیب:......ازک کا مفعولِ اوّل ک اور مفعول ثانی محذوف ہے أی ارا کہ یرم بہ کی ضمیر انما کی طرف راجع ہے اور خطیئۃ حکمِ اثم میں ہے اور بعض کہتے ہیں یکسب سے جو کسب سمجھا جاتا ہے اُسی کی طرف پھرتی ہے۔

فیصلہ قرآن کے موافق کی جائے

تفسیر:......پچھلی آیتوں میں جہاد کے اندر نماز کا حال اور پھر جہاد کی ترغیب بیان ہوئی تھی جس سے مخالفوں پر حق وناحق وقت بے وقت زیادتی کرنے کا خیال عام طبائع میں پیدا ہونے کا احتمال تھا کس لئے کہ عام طبائع میں یہ جبلّی بات ہے کہ جب ان کو جنگ کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے تو اپنی طرف سے اور بھی شدت وسختی کرنے کی خواہش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ افراط وتفریط انسان کی طبیعت میں خمیر کی گئی ہے اس لئے اس کے بعد ان آیتوں میں اس بات کی تہدید کی گئی ہے کہ جہاد اور قتال اپنے موقع پر ہے باقی ہر ایک معاملہ میں مومن وکافر یگانہ وبیگانہ کا لحاظ نہیں بلکہ حق اور انصاف کو معاملات میں موافق قانونِ الٰہی یعنی کتاب اللہ کے ملحوظ رکھنا چاہیے۔

سبب نزول:......ان آیات کا مطلب صاف سمجھ میں آنا ایک قصہ یا واقعہ کے سُننے پر موقوف ہے جو آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں ان آیات کے نازل ہونے سے پہلے گزرا جس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور وہ قصہ ان آیات کا سبب نزول ہے اور وہ یہ ہے کہ مدینہ طیبہ میں طعمہ ۞ بن اُبیرق ایک شخص بظاہر مسلمان اور در پردہ خراب آدمی تھا اُس نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی زرہ چُرا کر ایک یہودی کے ہاں رکھ دی اتفاق سے وہ زرہ اُس یہودی ۞ کے ہاں سے برآمد ہوگئی۔ یہودی نے کہا کہ میں نے چُرائی نہیں بلکہ میرے پاس طعمہ رکھ گیا ہے۔

۞......قبیلہ بنی ظفر میں سے ہے ۱۲ حقانی۔ ۞......جس کا نام زید بن سمین تھا ۱۲۔

طعمہ سے پوچھا تو وہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے ہرگز نہیں چُرائی اور اس میں طعمہ کے بھائی بند اور اکثر مسلمان اس کو مسلمان سمجھ کر مددگار بن کر جھگڑنے لگے اور آنحضرت علیہ السلام کے روبرو بھی یہودی کو ملزم ٹھہرانے لگے اور چوری کی سزا کا وہی بیچارہ مستحق ٹھہرنے لگا۔ چونکہ بظاہر یہودی کے گھر سے مال برآمد ہوا تھا اور یہودی کے قول پر کوئی گواہ یا دلیل بھی نہ تھی کہ طعمہ نے اس کو دی ہے اس لئے آنحضرت علیہ السلام کا خیال بھی اس باب میں یہودی کی طرف تھا کہ غالباً اس نے چُرائی ہے اس لئے کہ وحی تو ہنوز اس امر میں نازل ہوئی نہ تھی کہ غیب کا حال منکشف ہوتا اس میں قریب تھا کہ یہودی کو قطع ید کی سزا دی جائے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ سے لے کر خَصِيْمًا تک کہ ہم نے (اے نبی ﷺ!) آپ کے اوپر قرآن برحق اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ (ﷺ) لوگوں میں اس کے مطابق بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ (ای عِلْمِكَ فِيْهِ) فیصلہ کیا کریں اور خیانت کرنے والوں طعمہ وغیرہم کی طرف سے جواب دہی اور جھگڑا نہ کیا کریں بلکہ اس قصد سے وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ خدا تعالیٰ سے معافی چاہو کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

خیانت کاروں کی حمایت وسفارش نہ کی جائے:...... پھر اس حکم کی تاکید کرتا ہے۔ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ کہ آپ ﷺ ان خیانت کاروں کی حمایت نہ کریں (گنہگار یا چور غیر کی تو خیانت کرتا ہی ہے مگر دراصل اپنے نفس کی بھی خیانت کرتا ہے کہ اپنی نعماء جنت وعیش آخرت کو برباد کرتا ہے) کس لئے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِـيْمًا ۝ خدا تعالیٰ کو کسی دغاباز خائن گناہگار سے محبت نہیں خوان مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس سے طعمہ وغیرہ کی طرف اشارہ ہے اگرچہ بظاہر اُس نے ایک خیانت کی تھی مگر انکار کرنا اور کسی بے جرم پر جرم لگانا یہ بھی خیانت ہے۔

علاوہ اس کے بعض روایات سے ثابت ہے طعمہ ہاتھ کاٹنے کی سزا سے ڈر کر مرتد ہو کر چلا گیا اور پھر وہاں بھی اس نے کسی کے گھر میں نقب لگائی دیوار گر پڑی دب کر مر گیا۔ اس لئے اس کو خَوَّانًا اَثِـيْمًا کے الفاظ سے یاد کیا گیا۔ آگے ان کی خیانت کے ثبوت میں فرماتا ہے يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ کہ وہ اس امر کو شرم یا ڈر کے مارے چھپاتے ہیں مگر اس سے کیا ہوتا ہے وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ۔ خدا تعالیٰ سے نہیں چھپا سکتے اُس پر ہر راز منکشف ہے۔ پھر اس کا ثبوت دیتا ہے وَھُوَ مَعَھُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ کہ جب وہ رات کو ناپسند باتیں بناتے تھے تو وہ اُن کے ساتھ تھا۔ بیت کے معنی ہم بیان کر چکے ہیں اور بیت کے معنی شب گزارنے کے بھی ہیں جس سے اس مخفی بات کی طرف اشارہ ہے جو طعمہ نے زرہ برآمد ہونے کے وقت کی تھی۔ وہ یہ کہ رات کو ایک گوشہ میں بیٹھ کر طعمہ نے اپنے بھائیوں دوستوں سے یہ کہا کہ میں یہودی کے ذمہ لگا دوں گا اور قسم کھا جاؤں گا تم بھی میری اس امر میں اعانت کرنا اُس کے بعد عموماً اُن مسلمانوں کو تنبیہ کرتا ہے جو طعمہ کے اس کی ظاہری دینداری کی وجہ سے طرفدار ہو گئے تھے ھٰٓاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَاۗءِ جٰدَلْتُمْ عَنْھُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ تم اُن کی طرف سے دنیا میں تو جھگڑتے حمایت کرتے ہو مگر فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ قیامت کو کون اُن کی طرف سے جھگڑے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا (بلکہ کوئی بھی نہیں) جب کہ تہدید فرما چکا تو اس کے بعد توبہ کی طرف ترغیب دلائی جاتی ہے اور ترغیب کے لئے تین جملے کس حکمت بالغہ سے ذکر کئے جاتے ہیں

(۱) وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ سُوء سے مُراد بُری بات ہے کہ جس سے دوسرے کو تکلیف پہنچے جیسا کہ طعمہ کا فعل چوری اور تہمت اور ظلم نفس سے مراد وہ گناہ کہ جو اپنے نفس سے خاص ہو جیسا کہ زنا وغیرہ۔ اس آیت میں عموماً خدا تعالیٰ بندوں کو اذنِ عام دیتا ہے کہ جو گنہگار ہماری جناب عالی میں معافی چاہے گا تو ہم اُس کو معاف کر دیں گے

این درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست ☆ صد بار اگر توبہ شکست باز آ

بعض علماء کہتے ہیں کہ استغفار کے ساتھ توبہ بھی شرط ہے۔

(۲) وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪ کہ اے بندے گنہگار! تیرے اس گناہ سے ہمارا کچھ ضرر نہیں ہوا بلکہ خاص تیرا ہی ضرر ہے پھر کیوں معافی نہیں چاہتا؟ اگر تو دل میں نادم اور پشیمان اپنے فعل سے ہوگا تو ہم علیم و حکیم ہیں معاف کر دینا ہماری علم و حکمت کا مقتضاء ہے۔

(۳) وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ (ای بذلك الكسب) بَرِيْۗـــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ⑫ ۔ خطیئۃ گناہ صغیرہ، اثماً کبیرہ۔ اس میں اس بات کو جتلایا جاتا ہے کہ گناہ کر کے دوسرے بے گناہ کی طرف منسوب کرنا جیسا کہ طعمہ نے کیا یہ کوئی برات کی وجہ نہیں کہ اس سے آدمی عند اللہ اور عند الناس بری ہو جایا کرے بلکہ اس کی تدبیر سوچتا ہے یہ اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں مضر ہے۔ بہتان سے اشارہ ہے دنیا کی ندامت اور اثم مبین سے آخرت کی ندامت کی طرف ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ⑬ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ⑭ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ⑮ ع

ترجمہ: ...... اور (اے نبی ﷺ!) اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت نے تو آپ (ﷺ) کے بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا۔ اور تم کو تو وہ کیا گمراہ کرتے مگر اپنے ہی آپ کو (گمراہ کرتے) اور نہ وہ تم کو کچھ ضرر ہی دے سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور تم کو وہ باتیں سکھائیں کہ جن کو تم نہیں جانتے تھے۔ اور (اے نبی ﷺ) تم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل رہا ہے ⑬ (تمہارے مقابلہ میں) ان کے اکثر مشورے بے کار ہیں مگر اس کا کہ جو خیرات یا نیک بات یا لوگوں میں باہم اصلاح کرنے کا مشورہ دے۔ اور جو ایسی باتیں خدا تعالیٰ کی مرضی حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے سو ہم اُس کو عنقریب اجرِ عظیم دیں گے ⑭۔ اور جو کوئی ہدایت ظاہر ہونے کے بعد بھی رسول ﷺ کی نافرمانی کرتا اور مسلمانوں کے برخلاف طریقہ پر چلتا ہے تو ہم ابھی اس کو اسی رستہ پر چلائے جائیں گے اور اس کو آگ میں لے کر ڈال دیں گے۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے ⑮۔

ترکیب: ...... لھمت جوابِ لو لا۔ مایضرونک من شئی من زائدہ ہے اور شیٔ بمعنی ضرر ہو کر مفعول مطلق ہے من نجوٰھم صفت ہے کثیر کی الا من امر استثناء لا خیر فی کثیر من نجوٰھم سے ہے۔ نجوٰی مصدر ہے بمعنی مشورہ۔ اور من ذاتِ اشخاص کے لئے تو

استثناء منقطع ہوگا اور یہ بھی بلغاء کے کلام میں بکثرت مستعمل ہے اور نجوی کا اطلاق کبھی مشورہ کرنے والوں پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیا ہے واذھم نجوٰی اس صورت میں استثناء متصل ہوگا موضعِ جر میں بھی اور نصب میں بھی۔

آنحضرت ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل

تفسیر:......ان آیات میں بھی اُسی واقعہ کی طرف بطورِ تکملہ اور تتمہ کے اشارہ فرماتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا تم پر فضل و رحمت نہ ہوتی تو ایک گروہ نے ان میں سے (یعنی طعمہ اور اُس کے اقارب نے) اے نبی (ﷺ)! تم کو بہکا دینے کا قصد ہی کر لیا تھا کہ آپ (ﷺ) سے یہودی پر ظلم کرائیں لیکن ہمیشہ اُس کا تم پر فضل رہا ہے۔ اُس نے وحی اور الہام سے تم کو مطلع کیا اور وہ جو آپ (ﷺ) کے بہکانے کا قصد کرتے ہیں دراصل وہ اپنے تئیں گمراہ کرتے ہیں آپ (ﷺ) کا کچھ بھی ضرر نہ کرسکیں گے (اس میں آنحضرت ﷺ کی عصمت کی طرف اشارہ ہے) اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور بہت سے احکام و شرائع جو تم نہیں جانتے تھے تم کو بتلائے اُس پر بڑا ہی فضل رہا ہے حقیقت میں انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف سے نعمتِ وحی اور الہام اور کتاب اور حکمت کا ملنا اور پھر اقتدار پا کر یگانہ بیگانہ میں عدل و انصاف بھی قائم کرنا اور دنیا میں مکارمِ اخلاق کی تعلیم پر صبر و برداشت کرنا ایذائیں جھیلنا بھی بڑی نعمت ہے اور بڑا فضل ہے۔

طعمہ اور اُس کے اقارب جو اس امر میں خفیہ سرگوشی کیا کرتے تھے جس کو نجوٰی کہتے ہیں اس کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ سرگوشی اور خفیہ باتیں اسلام اور دینِ حق میں کچھ نہیں جو بات ہو کھلم کھلا اور صاف ہونی چاہیے ہاں اگر نجوٰی سے کوئی خیر مقصود ہو تو مضائقہ نہیں۔

خیر کی تین قسمیں:......اس کے بعد خیر کی تین ❶ قسم ذکر فرماتا ہے جو تمدن اور آخرت کے لئے تریاق کا حکم رکھتی ہیں کس لئے کہ خیر یا دوسرے کو نفع پہنچانے میں ہے یا دفعِ ضرر ہیں اور خیر یا جسمانی ہے جیسا کہ مال کا دینا اس کی طرف اَمَرَ بِصَدَقَةٍ۔ میں اشارہ ہے یا خیر روحانی۔ اس کی دو قسم ہیں۔ تکمیل قوتِ نظریہ اور تکمیل قوتِ عملیہ یعنی علم و عمل ان کے مجموعہ کی طرف اور معروف میں اشارہ ہے یا دفعِ ضرر کے لئے تو اس کا اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ۔ میں اشارہ ہے۔ اس کے بعد یہ بتلاتا ہے کہ ان میں بھی ریاکاری نہ ہو بلکہ خاص لوجہ اللہ یہ باتیں ہونی چاہئیں۔ پھر رسول ﷺ کی نافرمانی اور مسلمانوں کی جماعت سے علیحدگی کی بُرائی کا بدنتیجہ بتایا جاتا ہے کہ ایسے شخص کی سزا جہنم ہے جیسا کہ طعمہ نے علیحدگی اختیار کی اور مکہ مکرمہ میں مرتد ہو کر مر گیا۔ اس آیت میں اجماعِ امت کے برحق ہونے کا ثبوت ہے اور یہ کہ اجماع کا مخالف گناہگار ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ
بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝۱۱۶ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ
اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝۱۱۷ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا
مَّفْرُوْضًا ۝۱۱۸ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ

❶ ...... ان تینوں میں نجوی اچھا ہے صدقہ میں اس لئے کہ ظاہر کرنے میں لینے والے کو عار ہوگا نیک نصیحت میں اخفاء اس لئے بہتر ہے کہ ظاہر میں اس کی فضیحت ہے اصلاح باہمی میں اس لئے کہ ظاہر کرنے میں اکثر بنے بنائے کام جو اصلاح کے باعث ہیں فوت ہو جاتے ہیں ۱۲ منہ۔

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ
اِلَّا غُرُوْرًا ﴿١٢٠﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿١٢١﴾ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿١٢٢﴾

ترجمہ:...... بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کوتو ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک کیا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے گا معاف کردے گا اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو وہ بڑی دور کی گمراہی میں پڑ گیا ❶ ﴿١١٦﴾ وہ مشرکین تو اس کے سوا عورتوں ہی کو پکارا کرتے ہیں ❷ اور کسی کو بھی نہیں پکارا کرتے مگر شیطان مردود کو ❸ ﴿١١٧﴾ کہ جس پر خدا تعالیٰ نے لعنت کردی ہے اور وہ کہہ چکا ہے کہ میں ضرور تیرے بندوں میں سے ایک حصہ اپنا مقرر کرلوں گا ﴿١١٨﴾۔ اور یہ کہ میں ان کو گمراہ کر کے ہی رہوں گا اور اُن کو جھوٹی امیدیں ❹ دلاؤں گا اور حکم دوں گا کہ جانوروں کے کان چیرا کریں۔ اور اُن کو سکھاؤں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلیں۔ اور جس نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالیا تو ہو کھلم کھلا خسارہ میں پڑ گیا ﴿١١٩﴾، وہ اُن کو وعدے دیا کرتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے، اور شیطان کے جو وعدے اُن سے ہوتے ہیں تو صرف دھوکہ ہی دھوکہ ہوتے ہیں ﴿١٢٠﴾۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور وہاں سے نکل جانے کا کوئی بھی رستہ نہ پائیں گے ﴿١٢١﴾۔ اور جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام بھی کئے سو ان کو ہم جلد ایسے باغوں میں داخل کریں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات کا سچا ہے ﴿١٢٢﴾۔

ترکیب:...... اللہ اسم ان لایغفر خبر ان یشرک بہ مفعول ہے یغفر کا لمن کالام یغفر سے متعلق ہے۔ اناثا جمع انثی علی فعال ویراد بہ کل مالا روح فیہ من الاحجار والا صنام والشمس و یمکن ان یقال انھم کانوا یعبدون الخبائث من الشیاطین والارواح الغیر المرئیۃ ویستعینون بھا و ینادو نھا فی کل شدۃ و غمرۃ لعنہ اللہ صفت ہے شیطانا کی اور ممکن ہے کہ مستانفہ ہو جملہ بددعا کے لئے لاتخذن... الخ مقولہ شیطان ہے۔

❶...... کیونکہ انسان کی سعادت و شقاوت قوتِ نظریہ وعملیہ کی تکمیل وتخریب پر موقوف ہے اور قوتِ نظریہ ہی بڑی چیز ہے مرنے کے بعد علم وادراک ہی رہ جاتا ہے پھر جس نے قوتِ نظریہ کو اس درجہ خراب کیا کہ خدائے واحد کے ساتھ اوروں کو شریک کیا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا گناہ ہوسکتا ہے زنا چوری جس قدر بداعمالیاں ہیں ہر چند بُری ہیں مگر قوتِ عملیہ کا نقصان ہے جو بمقابلہ اس کے کچھ بھی نہیں اس لئے نجات کا مدار بھی تکمیل قوتِ نظریہ پر رکھا گیا ہے جس کا خلاصہ توحید واقرارِ رسالت ہے جو کوڑ مغز اس سے واقف نہیں وہ اعتراض کرتا ہے ۱۲۔

❷...... مشرکین عرب خیالی روح کو پکارتے تھے اور ان کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں سمجھتے تھے جیسا کہ ہندو دیویوں کو پوجتے ہیں ۱۲ منہ۔

❸...... باوجود خدا تعالیٰ کے بندے ہونے کے شیطان کے ہی حکم بردار ہوں گے ۱۲ منہ۔

❹...... شیطان جہاں بنی آدم کے دل میں طرح طرح کے خیالات فاسدہ پیدا کرتا ہے ایسا کرو گے تو یوں ہوگا فلاں معبود کو پکارو گے تو رستگاری کرے گا اولاد اور مواشی میں ان کی نذر و نیاز کرو گے تو برکت ہوگی۔ اسی قسم سے تھا جو وہ مکہ کے کافروں کے دل میں ڈالتا تھا کہ بتوں کی نذر و نیاز کے لئے جانوروں کے کان چیر ڈالتے تھے اور داغ دے کر ان کی شکل بگاڑ دیتے تھے اس سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ یہ بتوں اور غیر اللہ کے نام سے مخصوص ہوجائیں۔ اب بھی جاہلوں بلکہ جاہل مسلمانوں میں بھی ایسے دستور ہیں صرف فرق یہ ہے کہ بتوں کی جگہ صلحاء واولیاء کرام کے نام سے ایسا کیا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

شرک کی بغیر توبہ معافی نہیں

تفسیر: ...... اگلی آیتوں میں گناہ کی معافی کی طرف اشارہ تھا۔ یہاں اس بات کی تصریح ہے کہ گناہوں میں شرک ایسا سخت گناہ ہے کہ جس کی سزا ابدی جہنم ہے یہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتا ہاں اگر اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا خدا تعالیٰ بغیر توبہ کے بھی اپنی رحمت سے بخش دے گا۔ پھر اس کے وجہ ذکر فرماتا ہے کہ ومن یشرک . . الخ کہ اس عالم میں ہر ایک عاقل مخلوقات اور اس کے مصنوعات پر غور کر کے یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تمام عالم اور اس کُل کائنات کا پیدا کرنے والا ایک شخص ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور ہر چیز نبی، ولی، فرشتہ، جن چاند، سورج، اپنی ذات اور کمالات میں ہر دم اسی کے دست نگر اور محتاج ہیں پھر جو کوئی ممکنات میں سے کسی کو خدائی میں شریک کرے تو اُس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو راہِ عقل سے ہزاروں کوس دُور پڑا ہے۔ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۔ سو یہ بغاوت ہے اگر اس سے توبہ واستغفار نہ کرے گا تو یہ جرم ہے ہرگز عفو نہ ہوگا

مشرکین دو قسم کے لوگ ہیں: ...... اور ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا کی دوسری وجہ یہ ذکر کرتا ہے اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ ...... الخ کہ یہ مشرک دو قسم کے لوگ ہیں بعض تو اپنے بزرگوں اور ملائکہ یا قویٰ مدبر عالم کو اپنے نزدیک ایک خیالی صورۃ پتھر یا پیتل یا کسی اور چیز کی بنا کے پوجتے ہیں اور جن کی یہ تصوریں ہیں ان کو بوقتِ پرستش یا بوقتِ دُعاء حاضر جانتے ہیں دوسرے وہ ہیں کہ تصویر یا بُت تو نہیں بناتے بلکہ جن، بھوت، ملائکہ ارواح غیر مرئیہ کو عالم کا مدبّر کارکُن سمجھ کر اُن کی پرستش کرتے اور نذر و نیاز کر کے ان کو پکارتے ہیں اور ان کو خدا سمجھتے ہیں سو اوّل گروہ کی نسبت فرماتا ہے اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ کہ وہ بتوں کو پکارتے ہیں یعنی جن کو وہ حاضر سمجھ کر پکارتے ہیں وہ کہاں ہیں؟ یہ تو انہیں بتوں کو پکار رہے ہیں۔ عرب کے بُت پرست اپنے خیالی معبودوں کو عورتوں کے نام سے نامزد کیا کرتے تھے جیسا کہ لات اللہ کی تانیث اور عزّیٰ عزیز کی تانیث ہے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عرب میں ہر ایک قبیلہ کا ایک بُت تھا جس کو وہ انثیٰ کہتے تھے انثیٰ بنی فلاں اور اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ قرأت ہے کہ جس میں انثا کی جگہ اوثانا ہے۔ ہندوستان میں بھی کالی بھوانی، لونوں والی بہت سی عورتیں پوجی جاتی ہے۔

مشرکین کا دوسرا گروہ: ...... دوسرے گروہ کی نسبت فرماتا ہے وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ کہ وہ گو اپنے نزدیک اُن ارواحِ غیر مرئیہ جن بھوت ملائکہ کو پوجتے ہیں اور حاضر اور موجود جانتے ہیں مگر وہاں بجز شیطان کے کہ جس پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور نہیں ہوتا اور جو کچھ کبھی ان لوگوں کو کوئی بات معلوم ہو جاتی ہے سو وہ بھی اسی کے کرشمے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد شیطان کے چند اقوال نقل کرتا ہے اُس کی مذمت کے لئے۔ خواہ یہ بات شیطان نے زبانِ حال سے کہی ہو خواہ زبانِ مقال سے اس وقت میں کہی ہو جب کہ وہ آدم علیہ السلام کے سجدہ نہ کرنے سے راندہ کیا گیا تھا۔

(۱) لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ ۔ فرض لغت میں قطع کو کہتے ہیں جس سے مراد مقدرِ معیّن ہے یعنی میں بندوں میں سے ایک جماعتِ معیّن کو اپنے حصے میں لے لوں گا۔ وہ میرے کہنے پر چلیں گے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اس کے وسواس اور خطرات کی پیروی کرتے ہیں۔

(۲) وَلَاُضِلَّنَّهُمْ یعنی لوگوں کو راہِ راست سے گمراہ کر دوں گا۔

حرص اور لمبی اُمیدیں: ...... (۳) وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ کہ میں ان کے دلوں میں طرح طرح کی آرزوئیں اور امیدیں دلاؤں گا اور جب انسان کے دل میں اس قسم کی بیجا آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں تو ان سے حرص اور طولِ امل پیدا ہوتا ہے جو آدمی کو اخلاقِ ذمیمہ پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اس لئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابنِ آدم بوڑھا ہو جاتا ہے اور اس کی حرص اور خواہشیں جوان ہوتی جاتی ہیں یہ دونوں وصف

انسان کے اندر نہایت بد اور تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں۔ کس لئے کہ طولِ امل کی وجہ سے دل میں اس بات کا خیال بھی نہیں آتا کہ کبھی مجھے اس دارِ فانی سے کوچ بھی کرنا ہے اس پر اس کی دلی امیدوں کا محیط ہونا جو کسی کو ساری عمر حاصل نہ ہوئی ہیں نہ ہوں گی اس کو خلق کی ایذار سائی جھوٹ ظلم دغابازی وغیرہ باتوں میں مبتلا کرتا ہے کیونکہ یہ جانتا ہے کہ جس طرح سے ممکن ہو میری یہ آرزو حاصل ہو جائے پھر اُس کے دل میں نہ کسی کا وعظ اثر کرتا ہے نہ کوئی عبرتناک بات اثر کرتی ہے۔

(۴) وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ۔ بتک کے معنی کاٹنے کے ہیں، بولتے ہیں سیف باتک ای قاطع ۔ یعنی لوگوں کو سکھاؤں گا کہ وہ بتوں کی قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ عرب کے بت پرستوں میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ اپنے خیالی معبودوں کی نذر و نیاز اور قربانی کے لئے جانوروں کے کان کاٹ ڈالتے تھے اور یہ فعل اللہ تعالیٰ کی نظر میں نہایت فسق اور ناپاک تھا۔

تخلیق خداوندی میں تغیر وتبدل:......(۵) وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ کہ میں اُن کو یہ بات بھی سکھاؤنگا کہ وہ مخلوقِ الٰہی کو متغیر کریں گے۔

مفسرین کے اس میں دو قول ہیں۔ اوّل سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ وسعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ وحسن رحمۃ اللہ علیہ وضحاک رحمۃ اللہ علیہ ومجاہد رحمۃ اللہ علیہ وسدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تغیرِ خلق اللہ سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کی اصل فطرت میں راستی اور توحید کی پیدا کی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں و مامن مولودٍ الا یولد علی الفطرۃ (الحدیث)، کہ ہر شخص اصلی حالت میں فطرت پیدا ہوتا ہے جس کو اسلام کہا جاتا ہے مگر پھر شیطانی خیالات اور قوتِ وہمیہ کی وجہ سے وہ کفر و بدعت میں پڑ کر مخلوقِ الٰہی میں تغیر کر دیتا ہے اور ممکن ہے کہ اِس سے مراد حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دینا ہو۔ دوم: اس کے ظاہر معنی پر محمول کر کے اس سے یہ مراد لی ہے کہ انسان میں تغیر یہ ہے کہ جینے کی امید سے اس کے کان یا ناک چھیدتے تھے اور عورتیں تزئین کے لئے بالوں میں چٹلا لگاتی تھیں، دانتوں کو ریت کر باریک وحسین کرتی تھیں، مرد کو خصی کرتے تھے، خواجہ سرا بناتے تھے، اس میں ڈاڑھی منڈانا بھی آ گیا اور جانوروں کے کان چیرتے تھے۔ اور اس سے یہ بھی مراد ہے کہ ارواحِ بشریہ اس عالم میں بطورِ سفر کے اس لئے آئے ہیں کہ کمالات حاصل کر کے پھر اس عالمِ قدس میں جا ملیں اب غضبانی اور شہوانی اور وہمانی باتوں سے روح کو تیرہ و ناپاک کر دینا تغیرِ خلق اللہ ہے۔

اِن باتوں سے شیطان کی غرض ضرر اور مرضِ دینی پیدا کر دینا ہے سو وہ غالباً تشویش سے یا نقصان یا بطلان سے ہوتا ہے۔ پس تشویش کی طرف وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ میں اشارہ ہے۔ کیونکہ جس کے دل میں اس قسم کی آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں وہ رات دن اسی تشویش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح ان کو حاصل کروں۔ اور یہی مرض روحانی ہے اور نقصان کی طرف فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ میں اشارہ ہے اور بطلان کی طرف وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ میں اشارہ ہے کس لئے کہ تغیر سے وہ وصف جو مقصود ہوتا ہے باطل ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنانے والے خسارے میں ہیں:......اس کے بعد فرماتا ہے کہ جو خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بناتا ہے وہ بڑے خسارہ میں رہتا ہے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو یار بنانا یہ ہے کہ اس کے وسواس پر عمل کرنا الہامِ الٰہی کی طرف متوجہ نہ ہونا اور نقصان کی وجہ ظاہر ہے کہ عالمِ آخرت میں اس کا انجام ابدی جہنم ہے۔ اس کے بعد اَمانی کو دفع کرنے کا علاج بتلاتا ہے اور اس کی حقیقت پر متنبہ کرتا ہے کہ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ غرور دھوکہ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی کسی چیز کو لذیذ اور شیریں سمجھ کر منہ میں ڈالے اور وہ نہایت بدمزہ اور تلخ نکلے سو اسی طرح کے یہ شیطانی وعدے ہیں جو شیطان دل میں ڈالتا ہے کہ تو دنیا کے فراہم کرنے میں کوشش کر۔ سو وہ عمر ضائع کرتا ہے مگر پھر بھی سب باتیں حاصل نہیں ہوتیں اور جو ہوئیں موت کے وقت ان کی مفارقت سے

نہایت رنج وہ الم ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ کہتا ہے نہ قیامت ہے نہ خدا تعالیٰ نہ کوئی اعمال پر جزا و سزا دیتا ہے۔ رسول ﷺ صرف لوگوں کے سمجھانے کے لئے یہ باتیں بنایا کرتے ہیں۔ پھر جب مرنے لگتا ہے تو ہر ایک بات کو رسول ﷺ کے کہنے کے موافق دیکھتا ہے اور حسرت کرتا ہے۔ اس کے بعد اہلِ ایمان اور خدا تعالیٰ کے فرمانبرداروں کی عمدہ خوبیاں فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ . . . الآیہ کہ یہ لوگ وہاں عالمِ خلد میں ہمیشہ سرور و راحت پائیں گے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع ۱۸

ترجمہ:...... نہ تو تمہاری ہی آرزوؤں پر کچھ موقوف ہے نہ اہلِ کتاب کی خواہشوں پر کچھ منحصر ہے۔ (بلکہ) جو کوئی برائی کرے گا اس کی سزا پاوے گا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی اپنے لئے حمایتی پائے گا اور نہ مددگار ﴿۱۲۳﴾ اور جو کوئی نیک عمل کرے گا (خواہ وہ) مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو گا سو وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور (ان پر) تل برابر ظلم نہ کیا جائے گا ﴿۱۲۴﴾۔ اور اس سے کس کا بہتر دین ہو سکتا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکا دیا ہو اور وہ نیکی بھی کئے جاتا ہو اور وہ ملتِ ابراہیم علیہ السلام کا جو یکطرفہ تھا پیرو بھی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو دوست بنالیا ہے، ﴿۱۲۵﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، اور اللہ تعالیٰ (ہی) کے قابو میں ہر چیز ہے ﴿۱۲۶﴾۔

ترکیب:...... لیس کا اسم اور خبر دونوں محذوف اور بامانیکم خبر سے متعلق ہے ای لیس الامر منوطا بامانیکم من یعمل سوءا شرط یجزبہ جواب ولا یجد معطوف ہے یجز پر من ذکر او انثیٰ بیان ہے من کا و من مبتدا احسن ممیز دینا تمیز ممن متعلق ہے احسن افعل التفضیل سے وھو محسن جملہ حال ہے فاعل اسلم سے واتبع معطوف ہے اسلم پر پھر یہ سب مجموعہ خبر ہے۔

جو گناہ کرے گا

تفسیر:...... پہلی آیت میں تھا وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ کہ ان لوگوں نے شیطان جو کچھ وعدہ کرتا ہے فریب کا کرتا ہے۔ عام ہے کہ شیطان سے ابلیس مراد ہو یا قوت وہمیہ اور اُس کے وعدے دل میں خیالاتِ باطلہ کہ جو ہر ایک قوم میں خلافِ حق چلے آتے ہیں مثلاً عیسائیوں میں یہ ہے کہ تمام گناہ حضرت مسیح علیہ السلام اُٹھا کر لے گئے۔ اب ہم شریعت اور حلال حرام کی قید سے آزاد ہیں۔ اسی طرح یہود میں یہ تھا کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی اولاد اور خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں نجات اور ہر ایک قسم کی کرامات کے ہم ہی مستحق ہیں۔ یا ہندوؤں میں مشہور ہے کہ برہمن خدا تعالیٰ کے گھر اور مکتی کے مالک ہیں اور چار قوم برہمن چھتری ویش شودر کے علاوہ سب ملیچھ یعنی نا قابلِ نجات

ہیں۔ یا مشرکین کے خیالات تھے کہ ہمارے یہ معبود (ہم کو نجات دیں گے خواہ ہم کچھ ہی کیوں نہ کریں۔ یا یہ خیالات کہ نہ حشر ہے نہ دوزخ نہ جنت نہ ثواب وعقاب۔ یا بعض اہلِ اسلام کے یہ خیالات تھے کہ گو ہم کبائر کے مرتکب ہوں ہم پر کچھ سرزنش نہ ہوگی اسلام کی وجہ سے ہم کو کچھ ضرر نہ ہوگا جیسا کہ مُرجیہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان سب کے جواب میں خدا تعالیٰ نے فیصلے کے طور پر یہ فرمایا ہے کہ نہ کچھ تمہارے خیالات پر ہے نہ اہلِ کتاب کے جو کوئی گناہ کرے گا اُس کی سزا پائے گا اور اس سزا کے روکنے میں نہ ان کا کوئی حامی ہوگا نہ مدد گار، نہ مسیح علیہ السلام نہ موسیٰ علیہ السلام نہ کوئی اور جو کوئی کسی قوم کا ہو نیکی کرے گا بشرطیکہ وہ ایمان بھی رکھتا ہو اس کو جنت ملے گی اور ان کے اجر سے کچھ بھی کم نہ کیا جائے گا۔

دینِ اسلام کے برحق ہونے پر دو دلیلیں:…… حقیقت میں یہی ایک بات انصاف اور قانونِ عقل کے موافق قرآن اور مذہب کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جب تمام عالم کا خدا ہے تو اُس کو اپنے تمام بندوں سے نسبت مساوی ہے۔ انہیں حق اور روح افزا تعلیموں کی تلوار نے چند روز میں اگلے مذہب کو سرنگوں کر دیا۔ اور شرق سے غرب تک قوموں کی قومیں اپنے مذاہب باطلہ سے توبہ کر کے اسلام قبول کرتی گئیں اور جب کہ نجات اور حیاتِ ابدی کا مدار ایمان پر ٹھہرایا تھا جو در اصل دینِ اسلام میں پایا جاتا ہے، اس کے بعد دین اسلام کے برحق ہونے پر دو دلیل کس لطف کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ جن کے تسلیم کرنے میں کسی منصف مزاج کو انکار کی مجال نہیں۔

دلیل اول:…… اوّل دلیل عقلی مقدماتِ یقینیہ پر مبنی ہے وہ یہ کہ ہر ایک دینِ حق کے دو جزو ہوتے ہیں اوّل عقائدِ صحیحہ توحید و نبوت و معاد کے متعلق دوم اعمالِ صالحہ عبادات و خیرات وصلہ رحمی۔ پس جس دین میں یہ دونوں جزو موجود ہوں اُس کے برحق ہونے میں کیا کلام ہے؟ اور اسلام میں یہ دونوں ہیں۔ اول کی طرف مِمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ میں اشارہ ہے اور دوسرے کی طرف وَهُوَ مُحْسِنٌ میں اشارہ ہے یہ دو کیا مختصر سے جملے ہیں کہ جن میں سیکڑوں باریک معنی رکھے ہیں۔ مثلاً اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ میں یہود و نصاریٰ و مشرکین کی طرف ایک لُطف کے ساتھ الزام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے آگے سر نہیں جھکائے ہوئے ہیں بلکہ کہیں مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں کہیں عزیر علیہ السلام کو کہیں کسی اور کو۔

دلیل دوم:…… دوسری دلیل مقدماتِ مسلّمہ اہلِ کتاب و مشرکین عرب پر مبنی ہے وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا تعالیٰ کے برگزیدہ تھے جن کو بہ لفظِ خلیل تعبیر کیا ہے اور ان کا مذہب کہ کون موافق اور کون مخالف ہے اور اسلام کی بنیاد سراسر انہی سچے اُصول پر رکھی گئی اسی دلیل کی طرف وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ میں اشارہ کر دیا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا وصف حنیف اور خلیل بیان فرما کر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ کچھ خدا تعالیٰ کے کارکن یا بیٹے نہ تھے کہ اِحتیاج کی وجہ سے ان کو خلیل بنایا تھا بلکہ محض اُن کی عبودیت کی وجہ سے اس بات کی طرف وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ …… الخ میں اشارہ فرما دیا۔

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝۱۲۷

ترجمہ:.....اور (اے نبی ﷺ!) وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تم کو اُن کے بارے میں (بھی) اور ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کا حکم تم کو کتاب میں سُنایا جاتا ہے جن کا حق تو تم ادا کرنا نہیں چاہیے اور ان سے نکاح کرنے کی رغبت رکھتے ہو اور بے کس بچوں کے حق میں بھی (وہی) حکم دیتا ہے (جو سُنا جا چکا ہے)، اور یہ بھی (حکم دیتا ہے) کہ تم یتیموں کی کارگزاری انصاف سے کرتے ہو۔ اور جو کچھ تم نیکی کرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس سے (خوب) واقف ہے ﴿۱۲۷﴾۔

ترکیب:.....وما یتلی معطوف ہے فیھن کی ضمیر پر ❶ ای ویفتی فی مایتلی علیکم فی الکتاب میں فی یتلی سے متعلق ہے اور فی یتمی النسآء ای فی حکم یتمی النسا بھی یتلی سے متعلق ہے کس لئے کہ دونوں کے معنی مختلف ہیں اوّل ظرفیہ ثانی بمعنی الباء یتمی النسآء میں صف کو موصوف کی طرف مضاف کر دیا ہے و ترغبون حال ہے والمستضعفین معطوف ہے ضمیر مجرور پر جو فیھن میں ہے وَاَن بھی اُسی پر معطوف ہے بغیر اعادۃ الجار وذٰلک جائز عند الکوفیین۔

عورتوں اور یتیموں کے حقوق

تفسیر:.....قرآن مجید میں یہ ایک پُراثر بات ملحوظ رکھی گئی ہے کہ کچھ احکام بیان فرما کر اس کے بعد ترغیب و ترہیب وعدہ و وعید اور جلالِ کبریائی کی آیتیں نازل ہوتی ہیں تاکہ مخاطب کو اُن کے احکام کا نیک نتیجہ اور دنیا و آخرت میں تعمیل کا عمدہ ثمرہ معلوم ہو کر رغبت ہو اور نیز اس حکم دینے والے کی عظمت بھی دل پر پڑے اس لئے اس سورۃ کے اوّل میں چند احکام بیان فرمائے تھے پھر اُن کے بعد ترغیب و ترہیب اور نیز کفار و منکرین کی عدولِ حکمی کا بد نتیجہ اور عالمِ آخرت کی خوبیاں اور ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے صفاتِ کاملہ کا ذکر فرما کر پھر احکام بیان فرماتا ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ عرب زمانہ جاہلیت میں نہ عورتوں کے حصہ دیا کرتے تھے اور نہ اُن یتیم لڑکیوں کا (جن کے وہ ولی و وارث بن کر اُن سے مال و جمال کا خیال کر کے خود نکاح کر لیتے تھے) پورا حق ادا کرتے تھے اور نہ اُن کو اور لوگوں سے نکاح کرنے کی اجازت دیتے تھے نہ خود برضا و رغبت ان کا نکاح اُس شخص سے کرتے تھے کہ جس سے اُن کو رغبت ہو اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! وہ مسلمان تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ دریافت کرتے ہیں۔ چنانچہ عُیَینہ بن حِصن نے پوچھا تھا کہ یا حضرت (ﷺ)! ہم تو اس کو حصہ دیا کرتے تھے جو لڑائی میں شریک ہوتا تھا۔ اب عورتوں کا حکم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو عورتوں کے لئے بھی حصہ دینے کا فتویٰ یعنی حکم دیتا ہے اور جو کچھ کتاب یعنی قرآن مجید میں اُن یتیم عورتوں کے بارے میں تمھیں سنایا گیا کہ جن سے تم نکاح کی تو رغبت رکھتے ہو مگر اُن کا حق و مہر پورا نہیں دیتے اور بے کس بچوں کے بارے میں بھی وہی حکم دیتا ہے جو پڑھ کر تم کو سُنایا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یتیموں کے بارے میں عدل کرو اور اس کے سوا جو نیکی کرو گے وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہوگی کیونکہ وہ ہر ایک چیز سے واقف ہے۔ حاصل مطلب آیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو عورتوں کے لئے میراث کا فتوے یعنی حکم دیتا ہے اور قرآنِ مجید میں پہلی آیتوں میں یتیم عورتوں اور بچوں کے حق میں جو کچھ تمھیں سُنا گیا یا اب سُنایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تم یتیموں کے حق میں عدل و انصاف اور بہتری ملحوظ رکھو یہی خدا تعالیٰ کا فتویٰ یعنی حکم ہے اس کی پابندی کرو پہلے احکام کو (جو اسی سورہ

❶ بعض کہتے ہیں مرفوع ہے بسبب ابتداء کے ۱۲ منہ۔

ف: عموماً عورتوں سے نکاح اور اُن کی میراث کا بھی حکم پہلے بیان ہو چکا اور یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم بھی بیان ہو چکا۔ فرماتا ہے کہ اب نئی بات اور نیا پوچھتے ہیں سب احکام اُن کے موافق بیان کر دیئے گئے اُن پر عمل کرو اور صغیر بچوں اور یتیموں کے معاملہ میں اُن کے کاروبار اگر تم اُن کے ولی ہو انصاف و ایمانداری سے کرتے رہو اور تنبیہ کر دی کہ جو کچھ تم نیک کام کرتے ہو خدا تعالیٰ سے مخفی نہیں ۱۲۔

نساء میں یتیموں کے حق میں نازل ہو چکے ہیں) یاد دلاتا ہے کہ ان پر عمل کرو جس طرح کوئی کسی سے کوئی بات پوچھے اور وہ اس کے جواب یہ کہہ دے کہ اس کا وہی جواب ہے جو ہم پہلے دے چکے۔ سورۂ نساء میں وہ حکم بیان ہو چکے ہیں اور یہاں بھی مجملاً وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ فرماتا ہے اور اس بات پر متنبہ کرتا ہے کہ جو کچھ تم نیکی اللہ تعالیٰ کے واسطے کرو گے اس کا وہ تمہیں اجر دے گا یہ نہ سمجھو کہ یہ اُس کو معلوم نہیں کیونکہ وہ ہر بات جانتا ہے۔

وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۱۲۸ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۱۲۹ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۱۳۰

ترجمہ:......اور اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی یا بے رغبتی سے ڈرے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ باہم کچھ مصالحت کرلیں۔ اور صلح بہتر (چیز) ہے اور ہر ایک شخص کے سامنے لالچ حاضر کیا گیا ہے (یعنی لالچ انسان کی جبلی بات ہے) اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے (سب) عمل معلوم ہیں ۱۲۸ اور تم عورتوں کے حقوق میں ہرگز برابری نہ کرسکو گے پڑے حرص کیا کرو پھر بالکل ہی پھر نہ جاؤ کہ اُس کو اس طرح چھوڑ رکھو کہ گویا اُدھر میں لٹکتی ہے۔ اور اگر تم اصلاح اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۱۲۹ اور اگر وہ دونوں الگ ہوجائیں گے (تو) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی فراخ دستی سے غنی کردیگا۔ اور اللہ تعالیٰ کشائش والا حکمت والا ہے ۱۳۰۔

ترکیب:......وان شرطیہ امراۃ مبتدا خافت خبر اور صحیح یہ ہے کہ امراۃ خافت محذوف کا فاعل ہے اور یہ خافت اُس کی تفسیر ہے فلا جناح جواب احضرت کا مفعول اوّل الانفس ہے جو فاعل بنا گیا اور الشح مفعول ثانی۔

میاں بیوی کے درمیان صلح بہتر ہے

تفسیر:......عورتوں کے حقوق کا ذکر پہلی آیت میں آچکا ہے اس لئے یہاں بھی اُن کے بعض معاملات میں حکم دیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مرد بدمزاج سخت گیر ہوتا ہے اور غالباً یہ سخت گیری اور بدمزگی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ عورت اپنے حقوق اور مہر وغیرہ کا مطالبہ کرتی ہے۔ اس کی بابت ارشاد ہوتا ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی بدمزاجی اور بے اعتنائی کا خوف ہو تو اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں کہ باہم کچھ حقوق چھوڑ کر مصالحت کرلی جائے کس لئے کہ انسانی جبلت ہے کہ وہ بخل کی طرف مائل ہوتا ہے مرد کو دینا ناگوار معلوم ہوتا ہے جب دینے میں کمی کی جائے گی تو باہم رضامند ہوجانا ممکن ہے مگر اس کے ساتھ مردوں کو بھی تنبیہ کردی کہ حقوق زائل کرنے کے

بعد پھر وہی بدمزاجی اور اعراض نہ کریں وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ کہ اگر تم احسان اور نیکی کرو اور حقوق تلفی میں خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو تمہارے لئے بہتر ہے کس لئے کہ خدا تعالیٰ کو جو کچھ تم کرتے ہو معلوم ہے۔ دوسری بات موجب اعراض و بدمزگی یہ ہوتی ہے کہ مرد کو عورت کی صورت یا عمر کے سبب بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے دل میں دوسری عورت سے لگاؤ کرنے کا خیال پیدا ہو جاتا ہے مگر پہلی بیوی کو چھوڑنا جس سے ایک عرصہ تک گھرداری کی ہے اور اس کے بال بچے بھی ہیں ایک سخت دلی اور بڑی خانہ خرابی اور بے لطفی بھی ہے اس کی نسبت بضرورت تعددِ ازواج کی ضمناً اجازت تو دیتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ دو عورتوں میں حقوق کی مساوات لازم ہے اور یہ تم سے ہونی مشکل ہے۔

بیویوں کے مابین حقوق میں مساوات اور برابری:......وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ کہ متعدد عورتوں میں تم سے برابری رکھنا ہرگز نہ ہو سکے گا گو تم کو دوسری عورت کی حرص ہوا کرے پھر ایسا نہ ہو کہ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ کہ تم ایک ہی کے ہو رہو اور دوسری کو اُدھر میں لٹکا ہوا رکھ چھوڑو نہ تو اُس کو طلاق ہی دو نہ اس کے حقوق ادا کرو پس وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا اگر پہلی بیوی سے باہم مصالحت کر لو اور حق تلفی کرنے سے خدا تعالیٰ سے ڈرو تو خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے۔ تمہاری بے اعتنائی اور حق تلفی کو جو اِس عرصہ میں تم سے ہو چکی معاف کر دے گا وہ مہربان بھی ہے اس کو عورتوں اور ان کی اولادِ صغار پر بھی رحم آتا ہے اور خیر اگر پہلی بیوی سے بحسنِ سلوک پیش ہی نہیں آ سکتے تو ہر روز تکرار و باہمی حقوق تلفی سے تو یہی بہتر ہے کہ بہ مجبوری طلاق ہو جائے، خدا تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے مرد کو اور عورت کو بھی اپنے فضل و کرم سے مستغنی کر دے گا خدا تعالیٰ کے ہاتھ بڑی وسعت ہے وہ حکیم بھی اس طلاق میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ملحوظ ہے شاید مرد کو اُس سے بہتر عورت مل جائے اور عورت کو اُس سے بہتر مرد مل جائے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝۱۳۱ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝۱۳۲ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ
بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝۱۳۳ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ
ع اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۳۴

ترجمہ:......اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ اور البتہ ہم نے جن کو تم سے پہلے کتاب دی ہے اُن کو اور (خاص) تم کو (بھی) بتاکید کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، اور اگر تم کافر ہو جاؤ گے (تو اُس کو کچھ بھی پروا نہیں کیونکہ) ۝ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، اور اللہ تعالیٰ بے پروا خوبیوں والا ہے ۝، اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے۔ اور کارسازی کے لئے اللہ تعالیٰ ہی بس ہے۔ لوگو! اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تم کو سمیٹ لے جائے اور دوسروں کو

لے آئے ، اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر (بھی) ہے۔ جو کوئی دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت (دونوں) کا بدلہ موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ (سب کی) سُنتا (اور سب کچھ) دیکھتا ہے۔

ترکیب:۔۔۔۔۔وایاکم معطوف ہے الذین پر ان اتقوا اللہ بیان ہے وصیت کا اور ب محذوف ہے ان شرطیہ یشا کا مفعول محذوف ہے یذھبکم جواب اور یات اس پر معطوف۔

رب تعالیٰ کے واسع ہونے کی دلیل

تفسیر:۔۔۔۔۔یہاں واسع ہونے کی دلیل اور کلمہ سابق کا تتمہ ہے وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے سب اُسی کا ہے اُس کو کس چیز کی کمی ہے اور اسی جملہ کو وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ۔۔۔ الاٰیۃ کے لئے تمہید اور دلیل بنا کر اور اپنی عظمت و کبریائی بتا کر یہ بات بتلاتا ہے کہ کچھ تمہیں کو شریعت اور احکام الٰہی پر چلنے کا حکم نہیں ہوا ہے بلکہ تم کو اور جو تم سے پہلے اہل کتاب ہیں ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنے کا (جو تمام شریعت اور احکامِ الٰہی پر چلنے کے لئے محرک ہے) ہم نے بتاکید حکم دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حکم شریعت پر چلنے اور خدا تعالیٰ سے ڈرنے کا خاص تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے (کیونکہ جن چیزوں میں روحانی اور جسمانی اور تمدن کے بارے میں سینکڑوں مصالح ہیں ان کو فرض و واجب کیا ہے اور جن میں ہزاروں دنیا و آخرت کی خرابیاں ہیں اُن کو حرام و مکروہ قرار دیا ہے) ورنہ اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی پروا نہیں نہ تو اس کو اس بات کی پروا ہے کہ تمہاری اطاعت سے اُس کی شوکت و حکومت بنی رہے گی کس لئے کہ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا ف مالک ہے ہر شئی پر اس کا قبضہ ہے۔ اور نہ اس بات کی کہ اس میں اس کا کوئی ذاتی نفع و نقصان ہے کس لئے کہ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا وہ اپنی ذات و صفات میں کسی کا بھی محتاج نہیں بلکہ سب خوبیاں اُس کو بلا توسط غیر حاصل ہیں اور تم یہ بھی غرور دل میں نہ کرو کہ ہم ہی پر خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور تسبیح و تقدیس کا انحصار ہے اگر ہم نہ کریں گے تو پھر اور کوئی اُس کی فرمانبرداری نہ کرے گا یا اس کے اسرارِ ربوبیت ظاہر نہ ہوں گے کیونکہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ۔۔۔ الخ یعنی وہ بڑا قادر اور کارساز ہے ایسی صورت میں وہ تم کو نیست و نابود اور ایک ایسی قوم فرمانبردار پیدا کر سکتا ہے کہ جو اس کی شریعت اور اُس کے رستوں پر دل سے چلے گی وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا۔ اس میں ضمناً اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دینِ الٰہی اور اس کے جلال کبریائی زمین پر ظاہر کرنے میں کسی قوم اور کسی شخص پر انحصار نہیں۔ جب بنی اسرائیل نے از حد نافرمانی کی تو اس نے ان کو پامال کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کے تابعداروں کو اور حواریوں کو سرفراز کیا پھر جب اُنھوں نے طرح طرح کی بدعتیں اختیار کیں۔ اور شریعت سے انحراف کیا تو عرب کے ریگستان میں حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور ایسی قوم سے کہ جو ہمیشہ لوگوں کی نگاہوں میں حقیر تھی روم و ایران کی سلطنتوں کو برباد کرا کے روئے زمین پر آسمانی سلطنت کو نور افگن کر دیا پھر فرماتا ہے کہ شریعت پر عمل کرنے کا نتیجہ صرف دنیا ہی کی بھلائی نہ سمجھنی چاہیے جو کسی وقت دُنیا حاصل نہ ہو تو اس سے رُوگردانی کرو بلکہ اُس کا نتیجہ ثوابِ آخرت بھی ہے۔ خلوصِ نیت تم کو لازم ہے وہ تمہاری باتیں سُنتا تمہارے کام دیکھتا ہے۔ کلام میں کیا خوبیاں ہیں۔

(اول) وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ کے بعد وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کو ذکر کر کے اپنا واسع الوجود اور واسع الکرم ہونا ثابت کر دیا۔

(دوم) وان تکفروا کے بعد وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کو ذکر کر کے یہ بات بتلائی کہ اُس کو کسی کی طاعت و عبادت سے

ف: عربوں میں جب دولت و سلطنت کے سبب وہ بات نہ رہی تو ترکوں کو اسلام کا حامی کھڑا کر دیا اور جانے اب کس قوم کو حامی بناتا ہے ۱۲ منہ

نہ کچھ نفع ہے اگر تمام عالم متقی اور دیندار ہو جائے تو اُس کی خدائی میں ذرہ بھر بھی ترقی اور اُس کا کچھ بھی فائدہ نہیں نہ اُس کو کسی کے کفر اور بُت پرستی اور فسق و فجور سے کچھ نقصان ہے اگر تمام جہان کے لوگ کافر و مشرک و فاجر ہو جائیں تو اس کے جلالِ کبریائی کا ذرہ بھر بھی نقصان نہیں۔ اس سے مقصودی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی شریعت اور احکامِ نبوت صرف بندوں کی بھلائی اور فائدہ دارین کے لئے ہیں۔ پھر اس سے اغماض کرنا اور سرتابی سرکشی کو شیوہ بنانا محض حماقت ہے۔ مثلاً کوئی مریض حکیم کے حکم کو نہ مانے اور بد پرہیزی کرے تو حکیم کا کیا نقصان کرتا ہے اپنی ہی جان پر ظلم و ستم کرتا ہے۔

خدا تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کوئی قوم سرسبز نہیں رہی ہے:...... یوں تو ہر زمانہ کے لوگ دنیا کی تمام خوبیاں اپنے ہی زمانہ میں منحصر جانتے آئے ہیں مگر آگے بھی بہت سربلند قومیں اس سرزمین پر جاہ و جلال کے پرچم اُڑا چکی ہیں جن کے آثار باقیہ اور حیرت انگیز یادگاریں دنیا کو حیرت دلا رہی اور اپنے بنانے والوں کی چند روزہ بقا پر اشکِ حسرت بہا رہی ہیں۔ ان کا جب فسق و فجور حد سے متجاوز ہوا غیب سے ایک ایسی بلا آئی کہ جس کا ان کو سان و گمان بھی نہ تھا نہ کوئی شخص ان کے عروج و اقبال کو دیکھ کر یہ خیال کر سکتا تھا کہ کبھی یہ قوم اس قدر بلندی سے اتنے عمیق گڑھے میں پھینکی جائے گی مگر خدا تعالیٰ کا قہر جلدی نہیں کرتا اس مہلت پر مغرور نہ ہونا چاہیے۔

(سوم) اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ کے پیشتر وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ کو ذکر کر کے شریعت سے انحراف کے بدنتیجہ کو مدلل کرتا ہے اور جب کہ ایک دلیل چند مدلولات پر دلالت کرے تو بہ نسبت اس کے کہ اس کو ایک بار ذکر کیا جائے یہ بہت خوبی رکھتا ہے کہ مکرر لایا جائے ایک مدلول کے لئے ایک بار وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ کو ذکر کیا پھر دوسرے مدلول کے لئے اسی کو ذکر کیا پھر تیسرے مدلول کے لئے اسی کلمہ کا اعادہ فرما کر کلام کو حسن و خوبی میں یکتا کر دیا۔ کس لئے کہ جب ایک بار یہ کلمہ ذکر کیا گیا اور اس ایک مطلب یعنی صفتِ باری تعالیٰ مخاطب کے ذہن میں آئی اور پھر اُسی کلمہ سے دوسرے مقام پر دوسری صفت اور تیسرے مقام پر تیسرے صفت ذہن نشین ہو گئی تو ذہن میں یہ بات بھی پیدا ہو گی کہ آسمان و زمین کا پیدا کرنا سینکڑوں اسرارِ جلیلہ اور مطالب شریفہ پر دلالت کرتا ہے اگر کوئی اس کی ذات و صفات کے لئے دلائل ڈھونڈے تو گویا یہ اُن کے لئے ایک بے نہایت خزانہ ہے اور جب کہ وہ یہ جانے گا تو خواہ مخواہ اس میں غور و فکر کرے گا جس سے مخلوق سے مُنہ پھیر کر خالق کی طرف مشغول ہونا پایا جائے گا اور کُتب سماویہ سے اصل غرض بھی یہی ہے

قانونِ شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کے لئے تین باتیں:...... واضح ہو کہ قانونِ شریعت پر عمل کرنے کی تاکید کے لئے تین باتیں نہایت مناسب ہیں (۱) اپنی ذات کا استغناء کہ اس میں ہمارا فائدہ نہیں بلکہ تمہارا ہے (۲) عدولِ حکمی کا بدثمرہ (۳) عمل کرنے کا نیک نتیجہ۔ سو اول بات کو وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا میں، دوسری کو اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ . . . الخ میں تیسری کو فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ...... الخ میں بیان فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓی اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْ

نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ

وَمَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۳۶﴾

ترجمہ:......ایمان والو! انصاف قائم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف کے گواہ بنے رہو اور گو تمہاری شہادت خود تمہارے یا تمہارے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی غنی یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ خود اُن کا کارساز ہے (اُن کی رعایت نہ کرو) پھر تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کی پیروی نہ کرو۔ اور اگر تم دبی زبان سے گواہی دو گے یا انکار کرو گے تو بیشک اللہ تعالیٰ بھی تمہارے کام سے خبردار ہے ﴿۱۳۵﴾۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسول (ﷺ) پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو پہلے نازل کر چکا ہے ایمان لاؤ۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ اور اُس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن کا انکار کیا تو وہ بہت ہی دُور بھٹک گیا ﴿۱۳۶﴾۔

ترکیب:......قوامین ای قائمین خبرِ اوّل کونوا بالقسط خبر سے متعلق شهداء للہ خبر ثانی ولو علی متعلق ہے فعل محذوف سے ای ولو کانت الشهادة علی انفسکم ان یکن اس کا اسم محذوف ہے ای المشهو دعلیه غنیا او فقیر خبر جملہ شرط فالله اولی بهما جواب ان تعدلوا مفعول لۂ تقدیرہٗ مخافۃ ان تعدلوا عن الحق اور ممکن ہے کہ فی مقدر ہو ای فی العدل و ان مصدریہ ہو۔

شریعت پر چلنے کی ہموار راہ

تفسیر:......اس آیت سے پیشتر بہت سے احکام شریعت مذکور ہوئے تھے اور درمیان میں اُن احکام پر عمل کرنے کی نئی نئی خوبیوں سے تاکید بھی تھی مگر یہاں دو باتیں بعد میں ایسی ذکر کیں جو شریعت پر چلنے والے کے لئے بمنزلہ دو آنکھوں کے ہیں یا بمنزلہ دو پاؤں کے ہیں کہ ان کے بغیر انسان اس رستہ کو طے نہیں کر سکتا۔

(اوّل) کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ قوام مبالغہ کا صیغہ ہے قائم کے لئے اور قسط بالکسر عدل یعنی عدالت کو خوب قائم رکھو۔ یہ ایک ایسا عام لفظ ہے کہ جس میں دنیاوی معاملات خانہ داری اور آپس کے تمام برتاوے اور کل معاملات اپنے اور بیگانہ کافر و مومن حیوان و انسان کے متعلق اور دینی معاملات سخاوت رضا تسلیم صبر جن کی تفصیل سورہ فاتحہ میں ہوئی شامل ہیں۔ اور درحقیقت جب انسان کے اندر صفتِ انصاف آجاتی ہے تو آپس کی طبیعت اُس کو خواہ مخواہ اُن آسمانی قوانین پر چلنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔

(دوم) شُهَدَآءَ لِلّٰهِ کہ اللہ تعالیٰ کے گواہ بنے رہو دینی اور دنیاوی معاملات میں خدا تعالیٰ کے لئے شہادت ادا کرو۔ نیک کو نیک اور بد کو بد کہو اور جو سچی بات ہو اس کے بیان کرنے میں کچھ بھی پروا نہ کرو خواہ اس میں تمہارا نقصان ہو یا والدین یا کسی قرابت مند کا ہو اس میں امیر و غریب کی کچھ بھی رعایت نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کی رعایت رکھو چونکہ شاہد کے لئے یہ ضروری ہے کہ عادل ہو اس لئے قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ کو مقدم کیا۔

تین چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید:......قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ اور شُهَدَآءَ لِلّٰهِ کے معنی سے بظاہر اعمالِ صالحہ کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے حالانکہ اس میں نظریات یعنی تکمیل عقائد کی بھی بہت ضرورت تھی اس لئے اس کے بعد یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ...الخ بھی فرمایا اس میں تین چیزوں پر ایمان لانے کی تاکید ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ پر یعنی اس کی ذات و صفات پر۔

(۲) اس کے رسولوں پر جو اس کے وسائط ہیں۔

(۳) کتاب خاص یعنی قرآن اور اس سے پیشتر جو کتابیں خدا تعالیٰ نے انبیاء پر نازل کی ہیں۔ چونکہ انبیاء اور کتابوں پر ایمان لانا اس بات کا مستلزم تھا کہ انسان ملائکہ پر بھی جو انبیاء اور اللہ تعالیٰ میں واسطہ ہیں ایمان لائے اور اسی طرح قیامت پر جو دار الجزاء ہے اس لئے ان کا ذکر نہ کیا مگر احتمال تھا کہ کوئی موؤل تاویل کر کے انکار کر دے تو دوسرے جملہ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ......الخ میں ان تینوں چیزوں کے ساتھ ان دونوں کو ملا کر یہ کہہ دیا کہ جو ان چیزوں کا انکار کرے گا کافر اور گمراہ ہوگا۔

فائدہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا پھر ایمان کا حکم دینا یا آئندہ ایمان پر ثابت قدم رہنے کے لئے یا یہ کہ جو تقلیداً ایمان لائے ہیں اُن کو تحقیقاً ایمان لانا چاہیے یا اس سے مراد منافقین و یہود ہیں کہ بظاہر اپنے تئیں ایماندار کہتے تھے ان کو نئے سرے سے ایمان لانے کا حکم ہوتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ
اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا
اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ
عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا
سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا
فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ڮ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ
فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ
قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ
عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
ع وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

ترجمہ:...... جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر (ہی) میں بڑھتے چلے گئے تو خدا تعالیٰ (بھی) ایسا نہیں کہ ان کو بخش دے اور ان کو راہ راست دکھائے ﴿۱۳۷﴾۔ (اے نبی ﷺ!) منافقوں کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دیجئے ﴿۱۳۸﴾ (اور) اُن کو کہ جو ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو یار بناتے پھرتے ہیں۔ کیا اُن کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں سو عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے ﴿۱۳۹﴾۔ حالانکہ وہ تم پر کتاب میں یہ بات بھی نازل کر چکا ہے کہ جب تم آیات الٰہی کا انکار ہوتے اور ان سے ٹھٹھا کرتے سنو تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اور کسی بات میں نہ لگیں (ورنہ) اس وقت تم بھی ویسے ہی ہو جاؤ گے ضرور اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرے گا ﴿۱۴۰﴾۔ (اور) ان کو جو تمہارے لئے برائی کے منتظر رہتے ہیں۔ پھر اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تم کو فتح نصیب ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور

اگر کافروں کے لئے (فتح) نصیب ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تم پر غالب نہ آئے تھے اور تم کو مسلمانوں سے نہ بچا لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی تم میں قیامت کے دن تمہارا اور ان کا فیصلہ کر دے گا۔ اور ہرگز اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے مسلمانوں پر (غلبہ کا) کوئی رستہ پیدا نہ کرے گا۔

ترکیب:......بان کا عذابا الیما اسم لھم خبر مجموعہ متعلق ہے بشر سے الذین صفت ہے المنافقین کی ان مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ای انہ اذا سمعتم فعل با فاعل ایت اللّٰہ مفعول یکفر بھا جملہ حال ہے ایات اللّٰہ سے یستھزء بھا اس پر معطوف مجموعہ شرط فلا تقعدوا معھم جواب مجموعہ خبر۔ انا اپنے اسم و خبر سے مل کر مفعول ہو النزل کا۔ اذا ملغاۃ ہے کیونکہ ان کے اسم کم اور خبر مثلھم میں واقع ہے اور اسی لئے اس کے بعد فعل نہیں آیا نستحوذ برخلاف قیاس مستعمل تھا اسی طرح پر آیا اور قیاس نستحذ ہے۔

ایمان پر ثابت قدمی کا حکم

تفسیر:......یہ بھی آیتِ سابق کا تتمہ ہے کہ ایمان لا کر اُس پر ثابت قدم رہنا چاہیے نہ کہ کبھی ایمان لے آیا پھر کسی غرض سے کافر ہو گیا پھر جو کچھ مصلحت معلوم ہوئی مسلمانوں میں مل گیا پھر کسی غرض سے کافر ہو گیا اور پھر کفر میں ترقی کرتا گیا ان کی سزا فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو معاف نہیں کرے گا اور نہ اُن کو راہِ حق کی ہدایت کرے گا۔

مفسرین کے اس آیت میں مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا . . . الخ سے یہود کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اوّل بار توراۃ اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے پھر چند مدت کے بعد ملکِ کنعان میں غیر قوموں کی صحبت سے بت پرستی اور فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے پھر داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں ایمان لائے بت پرستی چھوڑی، دین پر قائم ہوئے۔ پھر عزیر علیہ السلام کے بعد سے لے کر مسیح علیہ السلام تک کُفر میں پڑے رہے پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے اور بھی زیادہ کُفر میں ترقی کر گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے منافقین کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اوّل ایمان لائے پھر دل میں نفاق پیدا کر کے کافر ہو گئے پھر جہاں شوکتِ اسلام دیکھی ایمان لے آئے پھر جب کوئی شکست یا تکلیف دیکھی پھر گئے۔ میں کہتا ہوں کہ اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جن کے دل پر نُورِ ایمان کی تجلّی نہیں پڑی ایمان اور کُفر کو اُنھوں نے ایک ہلکی سی بات سمجھ رکھی ہے کبھی اِدھر کبھی اُدھر ہو گئے اور ہنوز یقین کا آفتاب ان کے دل پر، پرتو افگن نہیں ہوا وہ ظلمات شکوک میں بھٹکتے پھرتے ہیں کبھی ایمان اور کبھی کفر میں پڑ گئے خواہ یہود ہوں خواہ منافق یا کوئی اور کہ جس کے دل میں ایمان کی وقعت نہ ہو اور وہ ادنیٰ سبب سے ایمان سے برگشتہ ہو جائے۔ لَّمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ اگر کوئی کہے کہ بغیر توبہ کے تو کوئی کفر بھی معاف نہیں ہوتا خواہ ایمان ملا کر کفر اختیار کرے یا نہ کرے پھر اس قید کی ضرورت کیا ہے اور توبہ کے بعد تو شرع میں ہر ایک قسم کا کُفر معاف ہے خواہ ہزار بار مُرتد ہو کر اسلام لائے ایمان مقبول ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں وہ کُفر مراد ہے جس سے توبہ نہ ہو اور اُن لوگوں سے وہی لوگ معین مراد ہیں کہ جو شقی ازلی ہیں جن کا علمِ الٰہی میں بغیر توبہ کے مرنا لکھا ہے اور ان کا یہ ذکر اس لئے ہے کہ ایسے لوگ کہ جو جلدی سے کُفر اور ایمان اختیار کر لیتے ہیں اُن کے نزدیک ایمان کی چنداں وقعت و عظمت نہیں ہوتی اور ایسے شخص غالباً کُفر ہی کی حالت میں مرتے بھی ہیں۔

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ . . . الخ اس میں منافقین کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو دنیا کے مقابلہ میں دین کی کچھ بھی پروا نہیں کرتے کبھی کرستان (کرسچن) کبھی مسلمان۔

عزت خدا کے ہاتھ میں ہے:...... اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ . . . الخ میں ان منافقوں کا شیوہ بیان فرماتا ہے کہ وہ کُفار و مشرکین کا جاہ و حشم دیکھ کر ان سے جا ملتے ہیں اور ان کو اس لئے یار بناتے ہیں کہ ہم کو عزت و شوکت حاصل ہوگی۔ مدینہ کے منافق ایسا کیا

کرتے تھے یہود کے پاس جا کر اسلام سے نفرت اور اُس پر تمسخر کرتے تھے جیسا کہ آگے آتا ہے اور اس سے مقصد یہ تھا کہ ان باتوں سے یہ مخالفین ہم کو اپنا سچا دوست سمجھ کر ہماری عزت کیا کریں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا کہ عزت تو خدا تعالیٰ ہی کے ہی ہاتھ ہے جس کو وہ ذلیل کرنا چاہتا ہے کوئی بھی اس کو عزت نہیں دے سکتا۔ چنانچہ ایسے لوگ ہمیشہ ان کی نظروں میں بھی ذلیل و حقیر ہی رہتے ہیں اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جن کے ہاں یہ عزت تلاش کر رہے ہیں ان کو بھی ذلت ہو جائے گی اللہ تعالیٰ اور اس کے مطیعوں کے لئے عزت برقرار رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مخالفین کی شوکت خاک میں مل گئی۔

اسلام کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ مجلس میں نہ بیٹھا جائے: ......وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ ......الخ مکہ معظمہ میں بھی ہجرت سے پہلے مشرکین اپنی مجلسوں میں قرآن کی نسبت کفر بکتے اور ہنسی کیا کرتے تھے مسلمانوں کو اس بارے میں وبا[illegible]نے کی بابت یہ حکم آیا تھا، وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ کہ تم وہاں سے اُٹھ[illegible]ے ہوا کرو پھر جب مسلمان اور آنحضرت علیہ السلام مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہاں کے احبار نے بھی وہی طریقہ اختیار کیا (اور یہ بے دینوں کا قدیم دستور ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام اور اُن کی باتوں پر قہقہہ اُڑایا کرتے ہیں) اس پر خدا تعالیٰ منافقوں سے جو اُن کی خوشامد کے لئے اس مضحکہ میں شریک ہوتے تھے یہ فرماتا ہے کہ ہم پہلے بھی اس بارے میں حکم دے چکے ہیں کہ جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی آیات پر ہنسی ہوتے دیکھو تو وہاں سے اُٹھ جاؤ ورنہ تم بھی ان کے ساتھ کفر میں شریک ہو مگر جو بے بسی سے اُٹھ نہ سکے تو وہ معذور ہے مگر دل میں ناراض ہونا شرط ہے۔

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ : یہ ان منافقین کا دوسرا حال ہے کہ جب مسلمانوں کو فتح اور کامیابی ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یعنی تھے ہمیں بھی اس میں سے حصہ دو۔ اور اگر کافروں کو کوئی دنیاوی کامیابی اسلام پر غلبہ پانے کا موقعہ ملتا ہے یعنی جب وہ کامیاب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو ہم تم پر قابو پا سکتے تھے مگر پھر بھی ہم نے تمہاری مدد کر کے مسلمانوں کو تم سے روک دیا سو اس میں ہم کو بھی شریک کرو یعنی دونوں سے ملے رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ ہم اس بات کا قیامت میں فیصلہ کر دیں گے اور آئندہ وعدہ فرماتا ہے کہ کافروں کو مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کبھی سبیل یعنی غلبہ کی حجت اور فتح میں کوئی رستہ نہ نکالے گا (بشرطیکہ مسلمان اسلام پر قائم رہیں)

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا
كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ
ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾
يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ اَتُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ
مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا

بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ

الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ: ...... (اے نبی ﷺ) بیشک منافق (اپنے نزدیک) تو خدا تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں حالانکہ وہ انہی کو دھوکہ دے رہا ہے، اور جب کہ وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو ہارے دل سے کھڑے ہوتے ہیں (صرف) لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ تعالیٰ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں ﴿۱۴۲﴾، اس میں (یعنی کفر و ایمان میں) متردد ہیں نہ ان کی ہی کی طرف ہیں نہ ان کی ہی کی طرف ہیں۔ اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہ کرے سو تم (اے نبی ﷺ) اس کے لئے رستہ نہ پاؤ گے ﴿۱۴۳﴾، ایمان والو! ایمانداروں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ۔ کیا تم اپنے اُوپر اللہ تعالیٰ کا صریح الزام قائم کر لینا چاہتے ہو؟ ﴿۱۴۴﴾ بیشک منافق آگ کے سب سے نیچے کے درجہ میں ہوں گے، اور تم کو اُن کا کوئی بھی مددگار نہ ملے گا ﴿۱۴۵﴾۔ مگر ان میں سے جنہوں نے توبہ کر لی اور وہ سنور گئے اور اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑ لیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے خالص فرمانبردار بھی ہو گئے سو وہ تو ایمانداروں کے ساتھ ہیں۔ اور عنقریب اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو اجرِ عظیم دے گا ﴿۱۴۶﴾۔ اگر تم شکر گزاری کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ قدردان خبردار ہے ﴿۱۴۷﴾۔

ترکیب: ...... وھو خادعھم جملہ حال ہے اللہ سے کسالیٰ حال ہے فاعل قاموا سے اسی طرح یراء ون الناس بھی حال ہے مذبذبین منصوب علی الذم ہے اور ممکن ہے کہ فاعل یذکرون سے حال ہو ہمزہ استفہام انکاری تریدون کا ضمیر انتم فاعلِ ان تجعلوا۔ سلطانا مبینا مفعولِ اوّل تجعلوا للہ ثابت کے متعلق ہو کر مفعولِ ثانی او العکس یہ جملہ مفعول ہے تریدون کا من النار حال ہے الدرک الاسفل سے مایفعل میں ما میں دو وجہ ہیں، اول یہ کہ یہ استفہام کے لئے ہو اور یفعل کا مفعول واقع ہو کر محلِ نصب میں ہو بعذابکم متعلق ہے یفعل سے دوم یہ کہ ما نافیہ ہو والمعنی لا یعذبکم۔

منافقین کی علامات

تفسیر: ...... یہ آیات بھی پہلی آیات کا تتمہ ہیں ان میں منافقین کے اوصاف باقی ماندہ بتلاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو ان اوصاف سے اجتناب کرنے کا خیال رہے اور یہ جانیں کہ منافق کسی کی ذات نہیں جس میں یہ وصف ہیں وہی منافق ہے:

(۱) اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ ...... الخ کہ وہ لوگ ایمان اور ظاہری طاعات کو خلوص اور امیدِ ثواب کے لئے نہیں بلکہ مسلمانوں میں شریک ہونے کے اور دنیا کے لئے کرتے ہیں جس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو فریب دے رہے ہیں گو ان کا یہ خیال نہ ہو مگر اس قسم کی کارروائی اس علام الغیوب کے رُوبرو اسی بات کو ظاہر کرتی ہے اور اس کا وبال چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن پر دُنیا و آخرت میں پڑنے والا تھا۔ اس لئے خَادِعُهُمْ ❶ فرمایا یعنی يُخٰدِعُوْنَ. خَادِعُهُمْ بطور استعارہ کے بولے گئے ہیں۔

(۲) وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ ... الخ کُسَالیٰ، بضم الکاف وفتحہا جمع کسلان بمعنی سُست، جیسا کہ سکران کی جمع سُکاریٰ آیت ہے چونکہ

❶ ...... وہ تو اپنے زعم میں خدا تعالیٰ کو بعض کہتے ہیں لفظ رسول محذوف ہے یعنی رسول خدا ﷺ کو، فریب دے رہے ہیں یا بطور استعارہ کے ان کی حرکات کو فریب سے تعبیر کیا اور خدا تعالیٰ جو ان کو اس بدفعلی پر سزا دے رہا ہے یا قیامت میں دے گا اس کو بطور استعارہ کے یا بطور مشاکلت کے خادعھم سے تعبیر کیا الفاظ کے لفظی معنی پر اعتراض کرنا بے عقلی ہے۔ ۱۲ منہ

منافقوں کونماز سے نہ آخرت میں امید ثواب تھی نہ ترک سے خوف عقاب بلکہ ظاہرداری تھی سو ایسے کام میں قطعاً سستی اور کاہلی ہوا کرتی ہے اس لئے اس کو سستی سے ادا کرتے تھے۔

نماز میں سستی پسندیدہ نہیں:..... نماز میں سستی کئی طور سے ہوتی ہے، وقت پر جماعت سے نہ پڑھنا، مکروہ اوقات میں بلارعایت شروط پڑھنا اور رکوع وسجود وقیام وقرات میں خشوع وخضوع ملحوظ نہ ہونا یوں ہی ٹھونگیں مارنا۔ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں اسی طرح نماز پڑھی تھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر پڑھ تو نے نہیں پڑھی۔ اسی طرح کئی بار اس نے پڑھی اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ آخر آپ ﷺ نے سمجھایا کہ اس طرح سے پڑھ۔ اہل حقیقت کے نزدیک نماز میں اگر سراسر حضور قلب اور محویت نہ ہو تو نماز نہیں۔

ریاکاری کی ممانعت:..... (۳) یُرَآءُوْنَ النَّاسَ کہ وہ یہ نماز اور یہ سب باتیں ریاکاری یعنی لوگوں کے دکھانے کو کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو کم یاد کرتے ہیں۔ کم یاد کرنے سے یہ مراد ہے کہ نماز میں صرف تکبیرات تو پڑھتے ہیں ورنہ چپ چاپ کھڑے رہتے ہیں۔ یا نماز ہی کم پڑھتے ہیں۔ جب لوگوں کے ساتھ ہوئے تو پڑھ لی اور گھر میں ندارد۔ اور یہ بھی معنی ہیں کہ نماز کے باہر رات دن بجز دنیاوی باتوں کے منہ سے ذکر الٰہی نہیں نکلتا اب بھی سیکڑوں لوگ نام کے مسلمان ہیں۔ اگر آپ چند روز بھی اُن کے پاس رہیں تو بجز دنیا کے بکھیڑوں کے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ سنیں گے۔

(۴) مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ یعنی وہ حیرت اور شک میں ہیں جب اسلام کی روشنی دکھائی دے جاتی ہے تو اسلام کو حق جان کر اُس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ اور جب کبھی ظاہری مصیبت اور فقر وفاقہ کی گھٹا اور اندھیری آجاتی ہے تو اس کے فوائد پر نظر نہیں کرتے اس کے اندیشوں کی گرج اور کڑک سے انکار کی اُنگلی گوش قبول ویقین میں رکھتے ہیں۔ بلاشک جب تک انسان کو نور یقین حاصل نہ ہو وہ آندھی میں پر کی طرح اِدھر اُدھر اُڑتا پھرتا اور ڈانواں ڈول رہتا ہے یہ سخت بلا ہے واہ رے یقین تیرے کیا کہنے ہیں ؎

بدرد یقین پر دہا خیال ☆ نماند سراپردہ الا جلال

بلاشک جو اس تردد کے بیابان میں پڑا ایسا ہی گمراہ ہوا کہ اس کا کوئی ہادی نہیں وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ سے یہی مراد ہے خدا تعالیٰ اس وادی پرخار سے بچائے۔

اہل کفر سے دوستی کی ممانعت:..... جب کہ خدا تعالیٰ منافقوں کے اوصاف بیان فرما چکا تو اس کے بعد مسلمانوں کو اُن کی عادت سے صراحۃً منع فرماتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہ تم کفار کو دوست نہ بناؤ اور نہ ان منافقوں کو منہ لگاؤ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں رکھتے ان کی محبت تم کو غفلت اور دنیا کی خواہش کی طرف کھینچے گی اور ایک دل دو طرف نہیں رہتا۔ خدا تعالیٰ سے تم غافل ہوجاؤ گے اور جب یہ ہوگا تو تم پر محبت الٰہی میں الزام قائم ہوگا۔ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ سے اسی طرف اشارہ ہے اس کے بعد منافقوں کا انجام بتلاتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ، درک بسکون الراء اور بعض کے نزدیک بفتح الراء بھی ہے۔ زجاج اس کو فصیح کہتے ہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ درک کی جمع ادراک جیسا کہ جمل اور اجمال اور درک بھی جمع ہے جیسا کہ فلس کی افلس اور کلب کی اکلب درک کے معنی قعر اور نہایت کے ہیں جیسا کہ دریا کی تہ۔

اور وجہ اس کی کہ منافق جہنم کی سب سے نیچے کی تہ میں ہوں گے یعنی سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے یہ ہے کفار چونکہ ظاہر اور باطن منکر اور مخالف ہیں ان سے اس قدر اسلام کو مضرت نہیں جس قدر کہ ان سے ہے۔ دیکھئے بہت سے ایسے خبیثوں سے جو در پردہ کافر وبے دین

اور ظاہر میں مسلمان ہیں کس قدر اسلام کو مضرت پہنچی ہے، ہزاروں بدعتیں انہی کی ایجاد ہیں، تاویلات رکیکہ کر کے یہی قرآن مجید کو اُلٹ پلٹ کرتے ہیں۔

توبہ پر معافی کا وعدہ چند شرائط کے ساتھ:...... تمام قرآن مجید میں یہ بات مرعی رکھی گئی ہے کہ ترہیب کے بعد ترغیب اور وعدہ کے بعد وعید اس لئے اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کے بعد ان کے لئے توبہ کی ترغیب اس پر معافی کا وعدہ دیتا ہے اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مگر چار باتیں شرط ہیں۔ اوّل تَابُوْا کہ صدقِ دل سے توبہ کریں، دوم: وَاَصْلَحُوْا کہ نیک وتقی اختیار کریں جو کچھ علم وعمل میں فساد ہے اس کی اصلاح کریں، سوم وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑیں یعنی اُس کے دشمنوں اور دین کے مخالفوں کو چھوڑ کر اُسی کی ذات پر تکیہ کریں، چہارم وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ کہ خلوص اور صدقِ نیت پیدا کریں کیونکہ تمام چیزوں کا مدار اسی پر ہے۔ اُن چار اوصاف ذمیمہ کے مقابلہ میں یہ چار اوصافِ حمیدہ بیان فرمائے۔ پھر اس کے بعد ان کو برابر کی جماعت میں داخل کرتا ہے فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس کے بعد یہ بھی ظاہر فرماتا ہے کہ بندہ کو جو کچھ عذاب ہوگا اس کے اعمالِ بد کی وجہ سے ورنہ ہم نے اپنی مخلوق کو اس لئے نہیں پیدا کیا کہ ہم خواہ مخواہ اُن کو عذاب کریں یا ہم کو ان سے دلی نفرت ہے بلکہ اگر تم ایمان لاؤ اور شکر کرو تو ہم تمہیں عذاب کر کے کیا کریں گے؟ اور جو کوئی کچھ بھی نیکی کرتا ہے تو ہم قدردانی کرتے ہیں۔

پارہ (۶) لَا یُحِبُّ اللّٰہُ

رکوعھا (۲)

لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ۝۱۴۸
اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ۝۱۴۹
اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ
وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ
سَبِیْلًا ۝۱۵۰ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝۱۵۱
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ
ع ۱ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۱۵۲

ترجمہ:……خدا تعالیٰ کو بُری بات کا ظاہر کرنا پسند نہیں آتا مگر جن پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ (خود خوب) سُنتا جانتا ہے ۝۱۴۸ اگر تم نیکی کو ظاہر کرو یا اُس کو چھپاؤ یا کوئی بُرائی معاف کرو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف کرنے والا (اور) قدردان ہے ۝۱۴۹ بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں میں تفرقہ کریں اور (یہ) کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ (یہ بھی) چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان ایک اور راستہ نکالیں ۝۱۵۰ (سو) ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے ۝۱۵۱ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُنھوں نے ان میں سے کسی میں بھی تفرقہ نہ کیا (سو) ان کو عنقریب اللہ تعالیٰ ان کا اجر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ۝۱۵۲

ترکیب:……بالسوء الجہر سے متعلق ہے ای لایحب ان یجہر بالسوء من القول بیان ہے السوء کا الا من استثناء منقطع ہے موضع نصب میں، بعض کہتے ہیں متصل ہے ای لایحب ان یجہر بالسوء احد الا من ظلم فلا باس علیہ ان یجہر عن ظلم ظالمہ ویدعوا علیہ عند الحکام۔ حقا مفعول مطلق ای حق ذٰلک حقًا اور ممکن ہے کہ حال ہو ای اولئک ہم الکافرون غیر شک۔

خدا تعالیٰ کو برائی کا اظہار و افشاء پسند نہیں

تفسیر:……منافقوں اور گنہگاروں کو توبہ و استغفار کرنے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا اس خوبی اور عمدہ پیرایہ سے بیان ہوا تھا کہ جس سے طبائع سلیمہ پر عمدہ اثر پڑتا ہے مگر بعض لوگ اُن کے عیوب گزشتہ بیان کرکے طعن و طنز کیا کرتے ہیں اس لئے ان طعن و تشنیع کرنے والوں کی زبان بند کی جاتی ہے کہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ . . . الخ کہ خدا تعالیٰ کو برائی کا افشاء کرنا اور کسی کے عیوب ظاہر کرنا پسند نہیں

مگر مظلوم کو اجازت ہے کہ وہ اُس کے ظلم وستم بیان کرے کیونکہ بغیر بیان کرنے کے چارہ بھی نہیں مگر دراصل اب بھی ان میں کوئی بات بد باقی ہے تو خدا تعالیٰ خود سمیع و علیم ہے اور کو مناسب نہیں کہ اُس کی عیب جوئی کرے۔اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ خود بھی اپنے گزشتہ عیوب لوگوں پر ظاہر نہ کرے اور نہ توبہ اس بات کی مقتضی ہے کہ کسی کے سامنے اپنا کچا چٹھا کھولے (جیسا کہ رومن کیتھولک عیسائیوں میں دستور ہے کہ پادری کے سامنے گزشتہ عیوب کا بوقتِ توبہ اقرار واظہار کرایا جاتا ہے) کیونکہ خدا تعالیٰ خود جانتا ہے وہ ستار ہے۔اب توبہ کے بعد یہ بات ضرر باقی رہتی ہے کہ اس پر کسی کے حقوق تھے یا اس نے لوگوں پر ظلم کئے تھے ان کے انتقام ومطالبہ کی بابت فیصلہ فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا کہ اگر تم کوئی نیکی ظاہر کر کے کرو بشرطیکہ ریاکاری مقصود نہ ہو تو اس کے اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں تا کہ دوسروں کو بھی رغبت ہو یا تم ان توبہ کرنے والوں کی بُرائیاں معاف کرو تو بہتر ہے اس لیے کہ خدا تعالیٰ بھی غفور ہے اور اس کے انتقام لینے پر بھی قادر ہے۔پھر جب تم کسی کو معاف نہیں کرتے تو آخر تم بھی خدا تعالیٰ کے گناہوں سے پاک نہیں۔قدیر کا لفظ کس لطف کے ساتھ معافی کی رغبت دلا رہا ہے جس میں تہدید کی شان بھی ہے۔

یہود یقینی طور پر کافر ہیں:......اس کے بعد پھر ڈھیٹھ اور آپ کے سیاہ کاروں کی طرف رُوئے سخن کیا جاتا ہے کہ اپنی بُرائی پر اَڑے ہوئے ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللهِ . . . الخ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کا انکار کر رہے ہیں اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں اور وہ تفرقہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو تو مانیں گے یعنی انبیائے بنی اسرائیل کو کیونکہ وہ ہمارے ہیں بعض کو نہیں جو اُن کے غیر ہیں خصوصاً نبی عربی کو اس لیے کہ یہ گنوار عربوں کے نبی ہیں ہم کو ان کی حاجت نہیں اور یہود تو حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی نہیں مانتے اور ایک اور میانہ راستہ جُداگانہ پیدا کرنا چاہتے ہیں سو وہ مؤمن اور نیکوکار نہیں بلکہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وہ یقینی کافر ہیں جن کے لئے ہم نے جہنم کا عذاب تیار کر رکھا ہے اس میں یہود ونصاریٰ کی کارد ہے جن کو منافقین مدینہ اپنا پیر ومرشد اور ان کو انبیائی سلسلہ کا کلید بردار سمجھ کر ان کی باتوں کو بہت کچھ مانتے تھے ان کے مقابلہ میں حقیقی مؤمنوں کی مدح اور ان کا نیک نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور برابر سب کو برحق مانتے ہیں تفرقہ نہیں کرتے ہیں وہ صرف حقیقی مؤمن ہی نہیں بلکہ ان کو ہم بہت جلد اُن کے ایمان اور نیکوکاریوں کا نیک بدلہ دیں گے اور اُن کی لغزشوں کو بھی مٹا ڈالیں گے کیونکہ ہم غفور رحیم بھی ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ خدا تعالیٰ جرم کی سزا دینے پر مجبور ہے جیسا کہ آریہ اور عیسائیوں کا کفارۂ مسیح کے معاملہ میں اعتقاد ہے تو اُنھوں نے خدا تعالیٰ کو اس صفت سے معرا کر دیا جو ایک بڑا ہی نقص ہے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾

ترجمہ:......(اے نبی!) اہلِ کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اُتار لادیں سو وہ تو اس سے (بھی) بڑھ کر موسیٰ علیہ السلام سے سوال کر چکے ہیں (جب کہ انھوں نے یہ) کہا تھا کہ ہم کو کھلم کھلا خدا تعالیٰ دکھا دے پھر تو اُن پر اُن کے ظلم کی وجہ سے بجلی آپڑی۔پھر کھلی

نشانیاں آنے کے بعد بھی اُنھوں نے بچھڑا اپنالیا پھر ہم نے یہ بھی معاف کردیا تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو کھلا ہوا غلبہ دیا۔

ترکیب:...... یسئلک کا فاعل اھل الکتاب ک مفعول اوّل ان تنزل جملہ بتاویل مصدر مفعول ثانی اکبر صفت ہے مفعول محذوف کی ای سألوا شیئاً اکبر من ذٰلک جھرۃً عیاناً۔

اہل کتاب کا گستاخانہ مطالبہ

تفسیر:...... گزشتہ آیات میں اہلِ کتاب کے افعالِ زشت کی مذمت تھی کہ وہ رسولوں میں تفرقہ کرتے ہیں بعض پر ایمان اور بعض سے انکار کرتے ہیں اُس پر اپنے آپ کو مقدس ایماندار بھی سمجھتے تھے۔ ان آیات میں ایک دوسری جہالت بیان کی جاتی ہے وہ یہ کہ یہودِ مدینہ معجزات و آیاتِ بیّنات دیکھ کر بھی ایمان نہ لاتے تھے اور عناد سے یہ کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ نبی برحق ہیں تو ایک بار آسمان سے کوئی کتاب اُتروا دیجئے جس طرح کہ یکبارگی موسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے الواح یعنی تختیاں خدا تعالیٰ کے ہاں سے لکھوا کر لائے تھے۔ غالباً اس سوال کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے (بقولِ شخصے خُوئے بدرا بہانہ بسیار) کہ قرآن مجید ان مصالح اور اسرار کی وجہ سے کہ جن کا ہم نے متعدد مقام پر ذکر کیا ہے حسب حاجت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا اور اس کی بھی یہ صورت تھی کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کے قلب پر القاء کرتے تھے سوائے آنحضرت ﷺ کے اور کسی کو نظر نہ آتے تھے پھر آپ ﷺ اُن آیات کو لوگوں کو سُناتے اور کاتبوں سے لکھوا دیتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ سُن رکھا تھا کہ وہ پہاڑ سے لکھوا کر تختیاں لائے تھے جن کو سب (تمام) بنی اسرائیل نے آنکھ سے دیکھا اس لئے آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا کہ آسمان سے لکھی لکھائی کوئی کتاب کیوں نہیں نازل ہوتی؟ چونکہ یہ سوال صرف سرکشی کی وجہ سے تھا اور عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ایسے سوالوں پر اُن کی خواہش پوری نہیں کی جاتی اس لئے یہ جواب دیا گیا کہ اُن کی عادت میں یہ سرکشی ہمیشہ سے چلی آتی ہے کیونکہ اس سے پیشتر اُنھوں نے یعنی ان کے بزرگوں نے خود موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑھ کر سوال کیا تھا کہ ہم کو کھلم کھلا خدا تعالیٰ دکھلا دو جب ایمان لائیں گے حالانکہ خدا تعالیٰ کو کھلم کھلا ان آنکھوں سے دیکھنا کسی بشر کی بھی قدرت نہیں لیکن یہ سوال بھی محض سرکشی سے تھا اس لئے غضب الٰہی نازل ہوا بجلی گر پڑی (یہ ماجرا کوہِ طور پر واقع ہوا تھا) اس کی تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر میں دیکھو) پھر فرماتا ہے کہ جبلّی کج طبعوں کو کوئی معجزہ فائدہ نہیں دیتا ازلی گمراہ معجزات دیکھ کر بھی ویسے ہی گمراہ اور بدکار رہتے ہیں دیکھو ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ باوجودیکہ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات مصر میں اور مصر سے نکل کر سفر میں دیکھے تختیاں بھی دیکھیں پھر بھی اُن کے بعد سب سے بڑھ کر گمراہی اختیار کی یعنی بچھڑا بنا کر پوجا۔ مگر ہم نے اُس پر بھی ان کو معاف کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو سلطان مبین عطا کی تھی وہی اُن کی نبوت و رسالت کی مسکت دلیل تھی۔ اگرچہ سلطان مبین کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں کوئی معجزات کہتا ہے کوئی حکومت و غلبہ بتاتا ہے لیکن دراصل سلطانِ مبین نبی کی ایک خاص شان ہوتی ہے جس کا اثر لوگوں پر پڑتا ہے جس لئے مخلوق ان کے حکم میں آجاتی ہے۔ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے دی تھی اس میں اشارہ ہے کہ یہی سلطانِ مبین خاتم المرسلین ﷺ کو دی گئی ہے جس سے عرب جیسے وحشی متکبر سفاک خود بخود آپ ﷺ کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں ورنہ ان کے پاس کونسا لشکر و خزانہ تھا۔ پھر اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہوسکتا ہے جس کو وہ دن کے اندھے نہیں دیکھتے اور لکھی لکھائی کتاب آسمان سے اُترنی چاہتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو اس میں بھی صد ہا نکتہ چینیاں کرتے اب ایسے رسول کا انکار اور تفرقہ موجب نار نہ ہو تو کیا ہوگا۔

فائدہ: کسی نبی ﷺ پر کوئی کتاب آسمان سے اس طرح نازل نہیں ہوئی جیسا کہ یہود نے سوال کیا تھا بلکہ الہام کے ذریعہ سے نازل ہوئی ہیں وہ تختیاں جو موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے لائے تھے توراۃ نہ تھی بلکہ ان پر دس حکم لکھے ہوئے تھے جن کو موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ میں لکھوا دیا تھا

واللہ علم۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا
لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ
مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا
غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ
وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى
ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ
الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ
الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ:......اور ہم نے ان سے عہد مستحکم کرنے کے لئے ان پر کوہِ طور بلند کیا اور ہم نے اُن سے (یہ بھی) کہا کہ (شہر کے) دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے جانا اور ہم نے اُن سے (یہ بھی) کہہ دیا تھا کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرنا اور ہم نے اُن سے سخت عہد بھی لے لیا تھا ﴿۱۵۴﴾ پھر اُن کی عہد شکنی سے اور آیاتِ الٰہی کے انکار کرنے سے اور ناحق انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کی وجہ سے (ان پر قہر نازل کیا) اور اس قول سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں ، (غلاف نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مہر کردی تھی اس لئے وہ کمتر ہی ایمان لاتے ہیں ﴿۱۵۵﴾ اور اُن کے کفر سے اور مریمؑ پر بڑا بہتان باندھنے سے ﴿۱۵۶﴾ اور ان کے اس کہنے سے (بھی) کہ مسیح بن مریمؑ رسولِ خدا کو ہم نے قتل کر ڈالا۔ حالانکہ نہ اس کو انھوں نے قتل کیا نہ سولی دی بلکہ اُن کو اشتباہ ہو گیا۔ اور جو لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں وہ خود شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کو اس کا کچھ بھی یقین نہیں بلکہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور اُنھوں نے اُس کو قطعاً قتل نہیں کیا ﴿۱۵۷﴾ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اپنی طرف اُٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۵۸﴾۔

ترکیب:......ورفعنا معطوف ہے اتینا پر الطور مفعول رفعنا کا فوقھم ظرف بمیثاقھم متعلق ہے رفعنا سے ای بسبب اخذ المیثاق علیھم۔ فبما نقضھم ما زائدہ ہے اور ب سببیہ متعلق ہے محذوف سے ای لعناھم بسبب نقضھم اور ممکن ہے کہ حرمنا سے متعلق ہو جو تین آیات کے بعد واقع ہے اور فبظلم بدل ہے اس نقضھم سے۔ میثاقھم مفعول ہے نقضھم کا و کفرھم قتلھم وقولھم معطوف ہیں نقضھم پر وبکفرھم بھی مگر یہاں اعادہ جار کر دیا گیا وقولھم اور قولھم انا کی اسی پر معطوف ہیں بھتاناً حال ہے قولھم سے وقیل مصدر۔ الا اتباع الظن استثناء متصل ہے یقیناً صفت ہے محذوف کی اے قتلاً یقیناً وقیل مصدر من غیر لفظ الفعل۔

یہود کی جہالتیں اور ان کی سزائیں

تفسیر: ...... یہ بھی آیاتِ سابقہ کا تتمہ ہے اس میں یہود کی جہالتیں اور اس پر جو ان کو سزائیں ہوئی ہیں اُن کا ذکر فرماتا ہے۔(۱) جب اُن سے اس بات پر عہد لیا گیا تھا کہ تم میرے سارے حکموں پر چلنا اور اُنھوں نے پہلوتہی کی تو کوہِ طور ان پر اُٹھایا گیا۔(۲) ان کو شہر اریحاء فتح ہونے کے وقت یہ حکم دیا گیا تھا کہ اس نعمت کے شکر یہ میں جب شہر کے دروازوں میں سے گزرو تو جھکتے اور عاجزی کرتے ہوئے جانا تکبر نہ کرنا۔ اُنھوں نے اس کے برخلاف کیا۔(۳) سبت کی تعظیم کا اور اس روز کاروبار نہ کرنے کا حکم مؤکد دیا تھا اور اس پر اُن سے سخت عہد بھی لیا تھا مگر انہوں نے سبت کی تعظیم نہ کی داؤد علیہ السلام کے عہد میں اس پر اُن کو سزا ملی۔ ان واقعات کی تفصیل سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔

اس کے بعد وہ جو ان پر وقتاً فوقتاً مصیبتیں نازل ہوئی (جیسا کہ فلسطینیوں کا اُن پر غالب آنا، تابوتِ سکینہ کا چھن جانا کچھ لوگوں کی صورتیں مسخ ہو کر بندر کی شکل بن جانا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں واقع ہوا اور پھر بخت نصر اور دیگر بادشاہوں کے ہاتھ سے قوم اور ملک اور یروشلم کا برباد ہونا، سلطنت اور اقبال کا جانا غیر قوموں کے ہاتھ میں قیدی اور غلام بننا وغیرہ حوادث جن کی تفصیل تاریخِ بنی اسرائیل میں ہے) ان کا سبب بیان فرماتا ہے کہ یہ خاندانی شریر ہیں اے نبی! تم سے سرکشی کرنا کچھ نئی بات نہیں۔ منجملہ ان نالائق حرکات کے:

(۱) ...... فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ ہے یہ سب سے اوّل گناہِ عظیم اُن سے سرزد ہوا کہ اُنھوں نے اپنے اس عہد کو جو موسیٰ علیہ السلام کے روبرو کیا تھا توڑ ڈالا۔ (یہ) عہد احکام شرع کے بجالانے کا اور توحید پر قائم رہنے کا تھا اور یہ عہد اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بھی توڑا جو بچھڑا پُوجا اور ان کے بعد ملک شام میں آکر غیر قوموں کی صحبت سے بھی جب کہ وہ بت پرستی اور زنا کرنے لگے اور توراۃ کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔ ان واقعات کی تشریح کتابِ تاریخ اور کتابِ سموئیل میں موجود ہے۔

(۲) ...... وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ آیات سے مراد یا توراۃ کی آیات ہیں یا انبیاء علیہم السلام کے معجزات یا قضاء وقدر کی وہ نشانیاں جو ہمیشہ اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ آسمان اور چاند اور سُورج رات دن کا بدلنا پھر زمین کی چیزیں کہ کس ڈھنگ سے پیدا ہوتی اور نشوونما پاتی اور پھر فنا ہو جاتی ہیں جن میں غور وفکر کرنے سے انسان کو اپنی سعادت کا رستہ ملتا ہے۔ سو بنی اسرائیل نے اپنے اسی بت پرستی اور بدکاری کے زمانہ میں ان تینوں معنی کی آیت سے انکار اور کفر کیا یہ بھی اُن کتابوں سے بخوبی ثابت ہے۔

(۳) ...... وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ بنی اسرائیل میں جب بُت پرستی اور بدکاری نے رواج پایا اور سیکڑوں برس یہی حالت رہی کہ کبھی کسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نیک بادشاہ کی نصیحت اور کوشش سے درستی پر آ گئے پھر چند روز بعد انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کر کے پھر ویسے ہی سرکش ہو گئے۔ سلیمان علیہ السلام کے بعد جب سلطنتِ بنی اسرائیل کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک سلطنت جس کو اسرائیل کی سلطنت کہا جاتا تھا، اس کے اکثر بادشاہ سخت بے ایمان اور بُت پرست بدکار گزرے ہیں انھیں ایام میں بہت سے انبیاءؑ اُن کے ہاتھ سے ناحق قتل ہوئے ہیں اور اخیر میں حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ناحق قتل کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی اپنے زعم میں دار پر کھینچا۔

یہود کے دلوں پر مہر کردی گئی ہے: ...... (۴) ...... وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ۔ قفال کہتے ہیں غلف اصل میں بہ تحریک لام جمع غلاف ہے تخفیف کے لئے ساکن کر دیا جیسا کہ کتب رسل۔ بسکون تا ومیں اس تقدیر پر یہ بھی معنی ہوں گے کہ یہودی اپنے دلوں کو علم کا غلاف یا ظرف دان کہتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو بہت کچھ علم حاصل ہے اب ہم کو کسی کے وعظ کی کچھ ضرورت نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح

علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اس بد بخت قوم کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنا چاہتے تھے لیکن جب بھی اُن کے امام و کاہن لوگوں کو ان کے وعظ سُننے سے منع کیا کرتے تھے۔ اور ممکن ہے کہ غلف کی جمع ہو جس کے معنے غلاف میں لپٹا ہوا کیونکہ خصوصاً مدینہ طیبہ کے یہود یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں ہم اے محمدؐ! آپ کی اس نصیحت کو ہرگز دل میں جگہ نہ دیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بَلْ طَبَعَ اللهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا کہ ان کے دل پر یہ غلاف ولاف کچھ نہیں صرف ان کے کفر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے اُن میں ایمان نہیں جا سکتا مگر وہ قدر قلیل کہ جس کو وہ اپنے ادعاء کے بموجب ایمان کہتے ہیں یا یہ قلت باعتبار قلتِ افراد اہلِ ایمان کے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں چونکہ کمتر لوگ ایمان لاتے ہیں اس لئے اس قوم میں کم ایمان پایا جاتا ہے اور یہ کمی اسی شامت سے ہے۔

یہود کا حضرت مریمؑ پر بہتان لگانا:.....(۵)..... وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا یہ نالائق فعل اُن سے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت کے وقت صادر ہوا تھا وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے صرف اس کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے وہ اس کے منکر ہو گئے وَبِكُفْرِهِمْ سے اسی طرف اشارہ ہے۔ سو اُنھوں نے اس قدرتِ کاملہ کا انکار کیا اور حضرت مریم علیہا السلام پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائی کہ اُس نے یہ حرامی بچہ جنا ہے اور اخیر تک اسی لئے یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو بہ نظرِ حقارت دیکھتے رہے۔ بعض یہود کا یہ بھی گمان تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہوئے ہیں جن کی تقلید سے آج کل نیچری بھی یہی کہتے ہیں اور قرآنِ مجید کی بے جا تاویلیں کرتے ہیں مگر انجیل کی کیا تاویل کریں گے کہ جہاں روح القدس سے حاملہ پائے جانے کی تصریح ہے۔ گرچہ کسی پاکدامن عورت کو زنا کی طرف منسوب کرنا بہتان ہے مگر اُنھوں نے اس زنا کو ایک بڑے پاکدامن شخص یعنی زکریا علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جیسا کہ عموماً یہود کا گمانِ بد تھا بُہتان عظیم ہے اس لئے بُہتان کے بعد لفظ عظیم آیا۔

حضرت عیسیٰ کے پھانسی سے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ درست نہیں:.....(۶)..... وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللهِ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ نہ جانتے تھے مگر پھر رسول اللہ کہنا بطور تمسخر کے تھا جیسا کہ مکہ کے کفار آنحضرت علیہ السلام کو تمسخر سے کہتے تھے يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور اُن کی والدہ ماجدہ کو بُرے الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے، ساحر بن الساحرۃ فاعل بن الفاعلۃ کہتے تھے اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے رسول اللہ کا وصف ذکر کیا، یہ بھی ان کا سخت گناہ اور اُن کی نسل در نسل بربادی اور خرابی کا باعث تھا۔ وہ بڑے تفاخر سے کہا کرتے تھے کہ ہم نے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا جس کا رد خدا تعالیٰ اس جملہ میں کرتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ کہ اُنھوں نے نہ اُن کو قتل کیا نہ سولی دی بلکہ اشتباہ واقع ہوا۔ پھر اس اشتباہ کی اس آیت میں خود توضیح فرماتا ہے وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ کہ جو اس بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں خود اُن کو یقین نہیں بلکہ ظنی باتیں کرتے ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا سے مراد عیسائی ہیں ان کے متقدمین میں اکثر تین فریق تھے۔ نسطوریہ، ملکانیہ، یعقوبیہ۔ اوّل فریق کا گمان یہ تھا کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب جسم کے طور پر ہوئی ہے نہ کہ روح کے طور پر اور یہ بات قرین قیاس بھی ہو سکتی ہے اس لیے کہ جس قدر مار پیٹ قتل وضرب کی تکلیفات ہیں صرف جسمِ عنصری پر واقع ہوتی ہیں روح کو نہ کوئی قتل کر سکتا ہے نہ مار سکتا ہے۔ نہ دار پر کھینچ سکتا ہے اسکندریہ کے اسقف آریُو کا بھی اس کے قریب قریب عقیدہ تھا۔ جس کی وجہ سے عیسائیوں میں بڑا اختلاف پڑا اور قسطنطین شاہِ روم کو مجلس قائم کرنی پڑی جیسا کہ انگریزی رومن اُردو عربی تواریخ کلیسیہ خصوصاً الدرۃ النفیسہ فی تاریخ کلیسہ مطبوعہ بیروت سے واضح ہوتا ہے اور آریوس الوہیتِ مسیح کا بھی منکر تھا۔ دوسرا

فرقہ صرف روح سے صلیب پانا بیان کرتا ہے۔تیسرا فرقہ جسم اور روح دونوں سے صلیب پانا بیان کرتا ہے۔بلکہ بعض فرقے یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو صلیب نہیں ہوئی بلکہ کسی دوسرے شخص کو (پھانسی ہوئی)، یہودی جھوٹی شیخی مارتے ہیں۔بعض علماء کہتے ہیں کہ خود یہود کو اختلاف تھا کیونکہ جب اُنھوں نے مسیح علیہ السلام کو مکان میں بند کیا تو اُن کو خدا تعالیٰ نے چھت پھاڑ کر آسمان پر اُٹھا لیا اور اُن کی شکل میں ایک یہودی کو کر دیا وہ دار پر کھینچا گیا۔چونکہ اس کے افشاء کرنے میں حضرت مسیح علیہ السلام کمالات کا اظہار تھا اس لیے یہود نے کہہ دیا کہ ہم نے خود مسیح کو قتل کیا۔یہ سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس کی تصدیق بھی اناجیل کے بعض فقروں سے ہوتی ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور خود قرآن کی یہ آیت کہہ رہی ہے وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

آج کل عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے کو اپنی کتابوں اور مؤرخوں کے اقوال سے زور دے کر ثابت کیا کرتے ہیں اور اس پر یہود کی گواہی بھی لاتے ہیں۔لیکن اس کا جواب پہلے ہو چکا اور اگر ہم اُن کے قول کو تسلیم بھی کر لیں تو قرآنِ مجید کی آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کے معنے عیسائیوں کے اوّل گروہ کے مطابق بھی ہو سکتے ہیں۔کہ دراصل جو عیسیٰ یعنی روح منور تھی نہ اس کو اُنھوں نے قتل کیا نہ سولی دی بلکہ وہ روح خدا تعالیٰ کے پاس پہنچی مگر جمہور اہلِ اسلام اس کے قائل نہیں، واللہ علم۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ ۱۵۹

ترجمہ:۔۔۔۔۔اور اُس کی موت سے پہلے ہر اہلِ کتاب اُس پر ایمان لائے گا، اور وہ قیامت کے دن اُن پر گواہی دے گا ۝ ۱۵۹۔

ترکیب:۔۔۔۔۔ان بمعنی ما من اهل الکتاب خبر ہے مبتدا محذوف کی جو احد ہے تقدیرہ ما من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن استثناء متصل ہے۔

تفسیر:۔۔۔۔۔پہلی آیتوں میں یہود کے فضائح اور قبائح ذکر ہوئے تھے اور اس کی بھی تشریح تھی کہ اُنھوں نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ ذلت وخواری دینے کا ارادہ کیا تھا وہ اس میں ناکام رہے خدا تعالیٰ نے اُن کو اس کے بالعوض عزت دی اُن کو آسمان پر بُلایا۔اب اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک اور بڑی عزت وشوکت کی خبر دی جاتی ہے ہر اہلِ کتاب ان کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لائے گا جبکہ ان کی شوکت اور جلال دیکھیں گے اور پھر قیامت کو وہ ان پر گواہی دیں گے قَبْلَ مَوْتِهٖ کی ضمیر میں علماء کے دو قول ہیں ایک (قول) شہر بن حوشب وغیرہ کا وہ کہتے ہیں کہ مَوْتِهٖ کی ضمیر اہلِ کتاب کی طرف پھرتی ہے اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ ہر اہلِ کتاب اپنی موت سے پہلے ضرور اُن پر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائے گا۔اہلِ کتاب کا لغوی معنی کے لحاظ سے یہود اور نصاریٰ اور اہلِ اسلام سب پر اطلاق ہو سکتا ہے ان میں سے نصاریٰ اور اہلِ اسلام تو حضرت مسیح علیہ السلام پر موت سے پہلے اپنی زندگی میں ایمان رکھتے ہیں اور بہ ادای بخرو جہ بھی لیا جائے تو ان کے بار دیگر قربِ قیامت کے دنیا میں تشریف لاتے پر بھی ان کا ایمان ہے۔

مذکورہ قول پر دو شبہے:۔۔۔۔۔ رہے یہود سو اُن کی نسبت یوں توجیہ کرنی پڑے گی جب وہ مرنے لگتے ہیں اور اُن کو ملائکہ موت نظر آتے ہیں تو حضرت مسیح پر ایمان لاتے ہیں ہر چند وہ ایمان کچھ فائدہ نہیں دیتا۔اس قول پر دو شبہ ہوتے ہیں۔اوّل تو اس بات کے ثبوت کے لئے کوئی ثبوت مخبر صادق ﷺ سے ہونا چاہیے حالانکہ اس کا ثبوت نہیں اور جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ مخدوش ہیں۔دوسرا شبہ یہ ہے کہ ایسے وقت تو عالمِ غیب کا پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ہر منکر غیب کی باتوں کی تصدیق خواہ مخواہ کرتا ہے اس میں حضرت مسیح کی کیا خصوصیت اور کیا

فوقیت ثابت ہوئی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر مَوْتِہٖ کی حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے جس کے یہ معنے ہوئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ہر اہلِ کتاب ایمان لاوے گا اور اس میں اشارہ ہے کہ یہود جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے اُن کو مار ڈالا ❶ وہ جھوٹے مسیح تھے سو یہ ان کا قول غلط ہے وہ ہمارے پاس زندہ ہیں اُن کے مرنے سے پہلے جب کہ وہ آسمان سے اُتریں گے یہ منکر ایمان لائیں گے اور یہ حق ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب قیامت کے قریب نازل ہوں گے اور امام مہدی بھی ہوں گے سو اُس وقت سوا دینِ حق کے اور کوئی دین دنیا پر غالب نہ ہوگا اس وقت یہود بھی اس جلال و شوکت کو دیکھ کر ایمان لے آئیں گے اور یہ معنے اُس حدیث سے ثابت ہیں کہ جس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے صلیب ❷ توڑ ڈالیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ موقوف کریں گے۔ الخ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے ثبوت میں اسی آیت کو پڑھا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۲

ترجمہ: پھر تو ہم نے یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے کتنی ایک پاک چیزیں جو ان کو حلال تھیں حرام کر دیں اور اس سے بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بہت کچھ روکتے تھے ﴿۱۶۰﴾ اور اُن کی سود خوری سے بھی حالانکہ اس سے ان کو ممانعت کر دی گئی تھی اور اس سے بھی کہ ناحق لوگوں کے مال کھاتے تھے۔ اور ان میں سے ظالموں کے لئے تو ہم نے عذابِ الیم تیار کر رکھا ہے ﴿۱۶۱﴾ البتہ ان میں سے وہ جو علم میں ثابت قدم اور مومن ہیں اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تم پر (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) نازل ہوا اور اس پر بھی کہ جو تم سے پہلے نازل ہو چکا ہے اور (وہ) نماز بھی قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم عنقریب اجرِ عظیم دیں گے ﴿۱۶۲﴾۔

ترکیب: فبظلم ب حرمنا سے متعلق ہے و بصدھم متعلق ہے حرمنا سے و اخذھم اس پر معطوف اور اسی طرح اکلھم اور یہ

❶ یہ دلیل ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور قربِ قیامت جلال و شوکت سے تشریف لائیں گے اور اُن کے آنے کا انکار کیا جائے اور موت ثابت کی جائے تو اس تقدیر پر آیت کی تکذیب لازم آتی ہے اس لئے کہ اہلِ کتاب میں سے یہودی اب تک بھی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے چہ جائیکہ ان کی زندگی میں جو تمام ہو چکی ۱۲ منہ۔ ❷ صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے سے یہ غرض ہے کہ دینِ نصرانی جس میں صلیب پوجی جاتی ہے چنانچہ رومن کیتھلک اب تک پوجتے ہیں اور سور کھایا جاتا ہے اس کو مٹا دیں گے اور دینِ الٰہی جو اسلام ہے اس کو قائم کریں گے۔ اور جزیہ موقوف کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس وقت [illegible] ایسے وقت [illegible] پڑے گا ۱۲ منہ۔

سب مصادر فاعل کی طرف مضاف ہیں الراسخون مبتدا فی العلم اس سے متعلق منھم الراسخون سے حال و المؤمنون معطوف ہے الراسخون پر اور خبر اس کی یؤمنون ہے وقیل سنؤتیھم۔ والمقیمین منصوب علے المدح ہے ای واعنی المقیمین وقیل انہ معطوف علیٰ ماوفیہ ما فیہ والموتون معطوف علیہ المومنون معطوف پھر یہ الراسخون پر معطوف ہیں۔

یہود کے لیے چند سزائیں

تفسیر:۔۔۔۔ یہود کے اوصاف ذمیمہ کے بعد جو کچھ اُن پر سزائیں نازل ہوئیں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ منجملہ اور سزاؤں کے ایک یہ بھی تھی کہ ان پر شریعت کا سخت گراں بوجھ ڈالا گیا بہت سی حلال چیزیں حرام کی گئیں جیسا کہ دوسری آیت میں اس کی تفصیل ہے۔ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ؈ اور علت اس کے حرام کرنے کی اُن کی سرکشی اور ظلم اور اللہ تعالیٰ کے رستے سے رُکنا اور سُود کھانا باوجودیکہ اس سے ممانعت کی گئی تھی اور لوگوں کے ناحق مال کھانا ہے۔

واضح ہو کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک خلق اللہ پر ظلم کرنا دوسرے دینِ حق سے سرکشی کرنا۔ اوّل کی طرف فَبِظُلْمٍ میں اشارہ ہے دوسرے کی طرف وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا میں۔ ظلم اور خونریزی یہود میں بہت کچھ تھی آج یہودا کے قبیلہ نے بنیامین کے قبیلہ پر چڑھائی کر کے ہزاروں کو تہِ تیغ کر دیا کل دوسرے قبیلہ نے اور کو ایسا ہی برباد کر دیا اور بیگانوں اور غیر قوموں کی تو اُن کے نزدیک جان اور مال مباح تھے۔

یہود کی چند سرکشیاں:۔۔۔۔ حضرت ﷺ کے زمانہ میں بنی نضیر و بنی قریظہ جو یہود کے دو قبیلہ مدینہ طیبہ کے پاس رہتے تھے نہایت سفاکی کرتے تھے۔ اور دینِ حق سے سرکشی کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں چالیس برس بیابانوں میں ہر روز معجزات و کرامات دیکھنے پر بھی کہیں بچھڑا کو پوجا، کہیں توراۃ کے احکام سے بلکہ خود موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے سرتابی کی اور پھر ان کے بعد سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک جو کچھ دینِ حق سے سرکشی کی کہ جس کی وجہ سے کُتبِ مقدسہ بھی ہاتھ سے جاتے رہے اور اخیر حضرت مسیح علیہ السلام کو گرفتار کیا اور بزعمِ خود سولی پر چڑھایا، بیان سے باہر ہے۔ اور یہی حال آنحضرت ﷺ کے عہد تک اس قوم کا تھا اُن پر وہ صاف صاف الزام قائم کئے جاتے ہیں جو اُن کے ظلم اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کامل ثبوت ہے۔

یہود کا سود اور رشوت لینا:۔۔۔۔ اوّل یہ کہ اُن کے عوام (باوجودیکہ توراۃ میں سود کی سخت ممانعت تھی اور اب بھی پائی جاتی ہے) کھلم کھلا سود لیتے تھے اور اسی کو اپنی مرفہ الحالی کا باعث خیال کرتے تھے۔ مدینہ کے یہود سُود پر اس طرح سے لین دین کرتے تھے جیسا کہ آج کل سُودخور مہاجن کیا کرتے ہیں اس کی طرف وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا میں اشارہ ہے دوم ان کے علما و حکام جو خاص لوگ تھے ان میں یہ بلا تھی کہ وہ رشوت لیتے تھے جس کی طرف وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ میں اشارہ ہے۔ یہ دنیا کی سزا تھی جو ان جرائم کی پاداش میں اُن پر بہت سی حلال چیزیں حرام کر دی گئیں۔ دوسری آخرت کی سزا جس کی طرف وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا میں اشارہ ہے چونکہ کوئی قوم بُری سے بُری کیوں نہ ہو اُس میں چند لوگ اچھے بھی ہوتے ہیں یہود میں بھی کچھ لوگ اچھے تھے اُن کی نسبت فرماتا ہے، لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔ کہ جو لوگ اُن میں سے بڑے عالم اور علم میں ثابت قدم ہیں جن کو ان بشارات پر بھی نظر ہے کہ جو حضرت محمد علیہ السلام کی نسبت انبیائے سابقین نے بیان فرمائے ہیں وہ لوگ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ کہ جو کچھ اے نبی تم پر نازل ہوا اور جو تم سے پہلے نازل ہوا سب پر ایمان رکھتے ہیں (یہ تکمیل قوت نظریہ کی طرف اشارہ ہے) اور اس کے ساتھ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ ، وہ بدنی اور مالی عبادت نماز اور زکوٰۃ بھی بجالاتے ہیں (یہ قوتِ عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہے

)نماز آنحضرت ﷺ سے پہلے یہود میں بھی تھی نہ اس طور سے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے لئے حکم ہوا بلکہ صرف رکوع وقیام یا صرف سجود و دعاء اوقاتِ مخصوصہ میں تھی۔ اور نظریات میں جو کچھ مبدا و معاد پر ایمان لانا سب سے مقدم بات ہے گو وہ اجمالاً مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ میں آ گئے تھے لیکن پھر تصریح کر دی تا کہ اس طرف اشارہ ہو کہ بعد مُردن (مرنے کے بعد) انسان کے عمدہ علوم خصوصاً ذاتِ باری اور عالمِ آخرت کے متعلق اس کے ساتھ باقی رہتے ہیں اس لئے یہ بھی کہہ دیا وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ مبداءِ عالم پر اور وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ معاد یعنی عالمِ آخرت پر ان کا یقین کامل ہے۔ اس کے بعد اُن کی جزاء ذکر فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ان کو عنقریب اجرِ عظیم عطا کریں گے۔

یہود پر پاکیزہ چیزیں کیوں حرام کی گئیں؟:..... حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ اس کے متعلق دو بحث ہیں۔ اول یہ کہ وہ کون سی پاک چیزیں ان پر حرام کی گئیں تھیں؟ دوسرے یہ کہ کیوں پاک چیزیں خدا تعالیٰ نے بندوں پر حرام کیں حالانکہ مضر اور ناپاک چیزوں کو حرام کرنا چاہیے تھا جیسا کہ خود فرماتا ہے وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور پھر یہ کس زمانہ میں ہوا۔

اوّل بات کی نسبت یہ تحقیق ہے کہ یہود پر اونٹ اور خرگوش حرام کیا گیا (۳) جو چار پائے جُگالی کرتے ہیں یا کُھر اُن کے چرے ہوئے ہوتے ہیں اُن کو نہ کھاؤ۔ توراۃ سفر احبار باب ۱۱ گیارہ میں اسی طرح چربی کی بھی ممانعت تھی جس کی تشریح اب تک یہود کی کتابوں میں موجود ہے كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ سے کُھر چرے جانور مراد ہیں اور بھی چیزیں ممنوع تھیں جن کا ذکر ہم آگے کریں گے سو یہ پاک چیزیں اُن پر حرام کی گئیں۔ اور ان کو خدا تعالیٰ نے اس لئے ان پر حرام کیا کہ ان کے نفسِ سرکش کو ان چیزوں سے باوجود رغبت کے روکا جائے تا کہ نفس کی تیزی ٹوٹے۔ اس کا نمونہ تھوڑا بہت اور شریعتوں میں بھی ہے اسلام نے بھی ایک اعتدال کے ساتھ نفس کی تیزی توڑنے کے لئے روزہ وغیرہ احکام صادر کئے ہیں ان چیزوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت حرام کیا اور اس کا اثر حضرت ﷺ کے زمانہ تک یہود پر داغِ ملامت کی طرح باقی تھا جس پر قرآن میں ان کو متنبہ کیا جاتا ہے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ:..... ہم نے آپ کی طرف (بھی) اسی طرح وحی بھیجی ہے جیسا کہ نوح کی طرف اور اس کے بعد کے انبیاء (بھیجی تھی) اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب علیہ السلام اور اس کی اولاد اور عیسیٰ علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرف بھی وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور دی تھی ﴿۱۶۳﴾ اور بہت سے رسولوں کا حال ہم تم سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے رسول ہیں کہ جن کا ذکر ابھی

تک ہم نے تم سے بیان نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے تو باتیں بھی کی ہیں ﴿۱۶۴﴾ ہم نے رسولوں کو خوش خبری اور ڈر سنانے کو بھیجا تھا تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے کوئی بھی حجت اللہ تعالیٰ پر باقی نہ رہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۶۵﴾۔

ترکیب:...... کما او حینا تحت ہے مصدر محذوف کی ما مصدریہ اور ممکن ہے کہ ما بمعنے الذی ہو کر مفعول بہ ہو تقدیرہ او حینا الیک مثل الذی او حینا الی نوح من بعدہ متعلق او حینا کے اور ممکن ہے کہ النبیین سے متعلق ہو رسلاً منصوب فعل محذوف سے جس پر قصصنا دال ہے رسلاً بدل ہے اول رسلاً سے حجتہ اسم یکون۔ للناس خبر علی اللہ حال ہے حجۃ سے ممکن ہے کہ خبر علی اللہ ہو بعد الرسل ظرف ہو حجۃ کا اور ممکن ہے کہ اُس کی صفت ہو۔

وحی کی اہمیت وعظمت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اثبات

تفسیر:...... اہلِ کتاب خصوصاً یہود آنحضرت علیہ السلام کی نبوت سے انکار کرتے تھے اصل منشاء تو اس کا یہ تھا کہ غیر قوم کے شخص کو تسلیم کرنے سے ناانصاف لوگوں کی طبائع گریز کیا کرتی ہیں۔ اور اپنے مذہب کا ترک کرنا (خواہ اس میں کیسی ہی خرابیاں پیدا ہوں حتیٰ کہ بُت پرستی کا مذہب ہی کیوں نہ ہو اور مصلح کا اتباع کرنا رسم اور اُلفتِ مذہب اور مخالفتِ قوم کی وجہ سے) سخت گراں معلوم ہوتا ہے۔ اور چونکہ مدت سے اُن میں کوئی نبی نہیں آیا تھا اور ان کے انبیاء کے معجزات وکرامات ان میں مشہور تھے اور کچھ عجب نہیں کہ سینکڑوں بے اصل قصے بھی اُن کی نسبت کرامت واعجاز کی بابت مشہور ہوں۔ خصوصاً عیسائیوں میں بھی تخمیناً چھ سو برس سے مسیح علیہ السلام اور حورایوں کے بہت کچھ افسانے زبان زد تھے جیسا کہ ہر قوم میں مبالغہ کے ساتھ باتیں مشہور ہوا کرتی ہیں۔ اس سبب سے نبی یا رسول کے معنے اُن کے ذہن میں کچھ عجائب غرائب آدمی کے جم گئے ہوں گے کہ اس کے اُوپر لکھی لکھائی آسمان سے کتاب نازل ہوتی ہے اور فرشتے اُس کے پاس رات دن لوگوں کے رُوبرو آیا جایا کرتے ہیں اور جو معجزے لوگ اس سے طلب کرتے ہیں تو اُسی وقت دِکھا دیتا ہے۔ اس کو بیوی بچوں سے کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ تمام خدائی کے اختیارات اُس کے قبضۂ قدرت میں ہوتے ہیں۔ جیسا کہ عرب کے جاہل سمجھتے تھے کہ نبی علیہ السلام کو کھانے پینے، بازاروں میں پھرنے سے کیا علاقہ؟ چونکہ یہ باتیں ان کی تراشیدہ تھیں ان کا نبی میں پایا جانا کوئی شرط نہیں بلکہ نبی میں دو باتیں ہونی چاہئیں۔ ایک وحی کا آنا دوسرے معجزات حسب مرضی الٰہی۔ اور چونکہ اہلِ کتاب حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ایوب علیہ السلام اور یونس علیہ السلام وہارون علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام وداؤد علیہ السلام کو مانتے اور نبی جانتے تھے ان پر برہان الزامی قائم کرتا ہے کہ جب تم ان کو نبی جانتے ہو اب بتلاؤ ان کے ثبوت پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے بجز ان دو باتوں کے ان کے پاس اور کیا بات تھی جو محمد علیہ السلام کے پاس نہیں اس میں تو یہ اور وہ سب شریک ہیں اس کی طرف اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ ... الخ میں اشارہ فرماتا ہے۔ رہے معجزات سو ان کا تو وہ وقتاً فوقتاً مشاہدہ ہی کرتے تھے كَمَآ اَوْحَیْنَآ میں جو تشبیہ ہے وہ کیفیت نزول وحی میں بھی ہے کہ جس طرح اُن کے پاس ناموسِ اکبر یعنی جبرائیل علیہ السلام وحی لاتا تھا اسی طرح آنحضرت علیہ السلام کی طرف اور نفس وحی کی ہدایت افزا مضامین میں بھی ہیں۔ اور سب انبیاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں رکھ کر شریکِ وحی بنانا اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ اصل وبالذات انبیاء کے بھیجنے سے مقصود خلق کی ہدایت ہوتی ہے اور معجزات تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے منکروں کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اب دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خلق اللہ نے کس قدر ہدایت پائی۔ عرب کی کیا حالت تھی، خراب چال چلن تھے، بُت پرستی اور توہّمات کی پرستش، خونریزی، زنا، جہالت کس درجہ تھی۔ پھر چند برس میں کایا پلٹ گئی۔ برخلاف اور انبیائے مذکورین کے کہ اُن سے تو اس قدر بنی اسرائیل کی بھی اصلاح نہیں ہوئی۔ اب اُن کو نبی کہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا وجہ انکار کرنا اگر وہی رسم کی پابندی نہیں تو اور کیا ہے؟

(۱)......اِلٰی نُوْحٍ کے بعد وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ میں اجمالاً سب نبیوں کا ذکر آ گیا مگر ان میں سے بارہ نامور شخصوں کا ذکر کرنا کہ جو اہلِ کتاب اور عرب کے نزدیک مسلّم تھے نہایت مؤثر تھا اس لئے اُن کا ذکر کیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تو عرب کے نزدیک بعد ابراہیم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے مسلم النبوہ تھے اور ان کے سوا گیارہ شخصوں کو اہلِ کتاب بھی مانتے تھے مگر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے عیسائی سب کو مانتے ہیں اس لئے مِلا کر ذکر کیا۔

(۲)......اَلْاَسْبَاطِ سبط کی جمع ہے بمعنی اولاد جس طرح عرب میں قبیلہ کا اطلاق خاندان کی شاخ پر ہوتا ہے بنی اسرائیل میں اس کی جگہ لفظ سبط بولا جاتا تھا اس سے ان کے خاندان کے انبیاء مراد ہیں جن کو بمنزلہ شخصِ واحد شمار کیا گیا ہے۔ وحی زجاج کہتا ہے ایحاء اعلام سبیل خفاء کو کہتے ہیں اس کی تحقیق مقدمہ میں ہو چکی۔ زبور بروزنِ فعول بمعنی مفعول یعنی کتاب جیسا کہ رسول ورکوب وحلوب۔ اور اس کی اصل زبوث بمعنی کتبتُ سے ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ نے ایک کتاب دی تھی جس کا نام زبور تھا۔ اس میں مناجات اور دُعاء اور فروتنی اور احکام الٰہی اور شریعت پر پابندی کی ترغیب اور عمدہ عمدہ نصائح تھے۔ اس نام کی ایک کتاب اب بھی اہلِ کتاب کے پاس ہے جس کے ہر باب کو بلفظ زبور تعبیر کیا ہے اس میں خود انھیں علماء کا سخت اختلاف ہے کہ یہ کس کی تصنیف ہے؟ چونکہ یہ نسبت اور انبیاء کے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام زیادہ کیا تھا اس لئے ان کا جداگانہ ذکر کیا۔

(۳)......وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ، اِس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ یہود اس بات پر غرّہ نہ کریں کہ ہمارے ہی خاندان میں خدا تعالیٰ نے انبیاء بھیجے ہیں اور انھیں کے گھرانہ پر خدا تعالیٰ کی ہمیشہ نظر رحمت ہی رہی ہے اس لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انحراف کرتے ہیں بلکہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کہ کوئی ایسا گروہ نہیں اور کوئی ایسی قوم نہیں کہ جس میں کوئی نہ کوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانے والا نہ آیا ہو اس لئے یہاں بھی فرما دیا کہ چند رسولوں کا حال تو ہم نے اے نبی! تم سے بیان کیا اور بہت سے ایسے رسول بھی ہیں جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا اس سے مقصد یہ ہے کہ اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ آخر ان تمام انبیاء علیہم السلام کا کیا کام تھا؟ اور کس لئے وہ بھیجے گئے تھے؟ پھر آپ ہی فرماتا ہے۔ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ کہ ان کو ہم نے نجات اور عالمِ آخرت کی خوشی سنانے اور نافرمانی اور شرک و بدکاری بُرے نتیجہ سے ڈرانے کے لئے بھیجا تھا سو اب اے منکرو! تم اس علامت کو اس اخیر نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دیکھو پائی جاتی ہے کہ نہیں؟ جب یہ بات سب سے بڑھ کر پائی جاتی ہے اور اُن کی تعلیم سب میں اعلیٰ درجہ کی ہے تو پھر نبی نہ ماننے کی کیا وجہ ہے؟ اور جن کو تم نبی مانتے ہو پھر اُن کے ثبوت کی کیا وجہ؟ جو دلائل تم اُن کے لئے قائم کرو گے سو وہ سب بدرجہ کمال ان میں پائے جاتے ہیں سبحان اللہ! آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت پر کیا ہی عمدہ دلیل قائم کی ہے سب کے بعد اس سلسلہ انبیاء کے قائم کرنے کی وجہ بیان فرماتا ہے۔ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ کہ قیامت کو رسولوں کے بعد پھر اس کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے کہ الٰہی تنہا عقل امور آخرت اور افعالِ حسنہ اور غیر حسنہ اور تیری رضامندی اور نارضامندی کے دریافت کرنے میں قاصر تھی، تو نے رسول کیوں نہیں بھیجے۔ مطلق نبوت کے ثبوت کے لئے براہمہ اور آریوں کے مقابلہ میں کیا خوب دلیل ہے؟۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾ اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ

وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۷۰﴾

ترجمہ:...... (یہ معاند گو گواہی نہ دیں) لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے علم سے اُس چیز پر کہ جو تم پر نازل کی ہے گواہی دیتا ہے اور فرشتے بھی شہادت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی بس ہے ﴿۱۶۶﴾ بیشک جن لوگوں نے کہ انکار کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا وہ تو بڑی ہی گمراہی میں جا پڑے ہیں ﴿۱۶۷﴾ بیشک جو کافر ہو گئے اور اُنھوں نے ظلم (بھی) کیا اُن کو اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اور نہ اُن کو رستہ بتائے گا ﴿۱۶۸﴾ مگر جہنم کا رستہ کہ جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے (بتائے گا)۔ اور یہ (بات خدا تعالیٰ پر (بہت) آسان ہے ﴿۱۶۹﴾ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے رسول برحق آچکا ہے، سو تم ایمان لاؤ (اگر) اپنی بہتری چاہو۔ اور اگر تم انکار کرو گے (تو کیا پروا ہے) اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمان اور زمین میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے ﴿۱۷۰﴾

ترکیب:..... اللہ مبتدا یشھد خبر بما اس سے متعلق والملئکۃ یشھدون جملہ کا عطف اول جملہ پر ہے کفی باللہ فعل با فاعل ب زائد بعلمہ حال ہے فاعل یشھد سے ای متلبسا بعلمہ الا طریق استثناء متصل ہے خلدین حال مقدرہ ہے خیر الکم مفعول ہے فعل محذوف کا اے اقصدوا خیرا۔

قرآن کی عظمت و شہادت

تفسیر:...... جب کہ یہ فرمایا تھا اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ تو اس پر بھی منکرین شبہ کرتے تھے اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اگر یہ یہود تمہاری نبوت کی شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں یہ چند نفسانیت کے بھرے ہوئے جاہل پشتینی سرکش کیا چیز ہیں؟ خود خدا تعالیٰ اُس چیز کی کہ جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اس کے فرشتے گواہی دے رہے ہیں اور اسی کی گواہی بس ہے۔ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ جب کہ خدا تعالیٰ نے اپنے نازل کئے پر شہادت دینا فرمایا تو اس کے بعد اس کی صفت بھی بیان کی گئی ہم نے اس قرآن کو کمال خوبی سے نازل کیا ہے، اپنے علم سے نازل کیا ہے کچھ یوں ہی بے سوچے سمجھے نازل نہیں کر دیا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کتبت بالقلم و قطعت بالسکین، میں نے اس کو قلم سے لکھا ہے نہ کہ کسی اور چیز سے اور چھری سے کاٹا ہے۔

ازلی گمراہوں کا اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جانا:...... اس کے بعد تمام حجت ختم کر کے ان ازلی گمراہوں اور جہنم کے اندھوں کا وصف بیان کرتا ہے کہ جو لوگ خود کافر ہو گئے محمد ﷺ اور قرآن مجید کا جو ہدایت کی دو آنکھیں ہیں انکار کر بیٹھے اور اس پر مزید یہ کہ شبہات و شکوک لوگوں کے دلوں میں ڈال کر اوروں کو بھی گمراہ کر دیا جیسا کہ یہود کہتے تھے کہ ایک بار کیوں قرآن نازل نہیں ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہو گی اور ہمارے خاندان کے سوا غیر کو استحقاق نبوت نہیں وغیرہ وغیرہ۔ (اور اسی طرح آج کل کے پادری بھی طرح طرح کے شبہات ڈالتے ہیں) ایسے لوگ گمراہی کے اخیر درجہ پر پہنچ گئے ہیں قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا پھر اُن کی نسبت فرماتا ہے کہ ان کافروں اور ظالموں کو خدا تعالیٰ معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہیں اور اس لئے ان کو سوائے جہنم کے راستہ کے اور کوئی راستہ ہدایت کا نہیں دکھائے گا۔ ان کو جب سوجھے گی تو اوندھی بات سوجھے گی۔ اور یہی جہنم کا رستہ ہے۔

نبی علیہ السلام تمام انسانوں کے نبی ہیں:...... یہود کے شکوک و شبہات کا جواب دے کر تمام بنی آدم کو اعلان کرتا ہے کہ تمہارے رب

کی طرف سے تمہارے پاس اُس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حق بات قرآن و توحید و احکامِ فطرت لے کر آیا ہے سو تم ایمان لاؤ اس میں تمہاری بہتری ہے اور اگر تم کو انکار کرو گے تو ہم کچھ پرواہ نہیں اس لیے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت ہمارے لئے ہے۔ آسمان میں لاکھوں قدوسی ہماری عبادت و تسبیح و تقدیس کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عالم و حکیم ہے۔ شریعت اور الہام میں جو کچھ خوبیاں تمہارے لئے رکھی گئیں اُن کو وہی خوب جانتا ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ۫ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۱۷۱﴾

وقف لازم — ع ۲۳ / ۲

ترجمہ:......اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور نہ اللہ تعالیٰ کی نسبت کوئی بات بجز حق کے کہو۔ مسیح تو صرف عیسیٰ مریم کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے رسول اور اُس کا کلمہ ہیں۔ جس کو مریم کی طرف ڈالا تھا اور اس کی طرف کی روح ہے۔ سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور تین نہ کہو باز آؤ اپنی بہتری چاہو۔ معبود تو صرف ایک اللہ ہی ہے۔ وہ (اس بات سے) پاک ہے کہ اس کے کوئی اولاد ہو (اس کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ) جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں سب اسی کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کافی ہے کام بنانے والا﴿۱۷۱﴾۔

ترکیب:......الا الحق یہ مفعول ہے تقولوا کا أی ولا تقولوا الا القول الحق المسیح مبتدا عیسیٰ بدل یا عطف بیان رسول اللہ خبر و کلمۃ اس پر معطوف القھا الی مریم کلمۃ سے حال اور عامل بمعنے کلمہ و روح منہ معطوف ہے خبر پر یہ تین خبر ہیں ثلثۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای لا تقولوا الھنا ثلثۃ انما اللہ مبتدا الٰہ واحد خبر۔

دین میں غلو کی ممانعت

تفسیر:......جب کہ یہود کے متعلق کلام ہو چکا تو اب نصاریٰ کی طرف التفات کیا جاتا ہے کیونکہ جس قدر یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت تفریط تھی اُسی قدر عیسائیوں کو اُن کی نسبت افراط تھی اُن کو خدا تعالیٰ اور خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

فرماتا ہے کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو اور تعصب نہ کرو سب سے اول یہ ایک ایسی بات فرمائی کہ جس کے تسلیم کرنے میں کوئی کسی کو بھی تردد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ غلو اور تعصب عقلاً ممنوع ہے۔ یہ تمہید تھی اور بلاغت کا بھی مقتضیٰ و کمال بھی ہے اور اسی کو حسن الاستدلال کہتے ہیں کہ اوّلاً ایک ایسا مقدمہ پیش کیا جائے کہ جس کا مخاطب انکار نہ کر سکے پھر اُسی مسلّمہ مقدمہ سے اس کو قائل کر دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرے جملہ کی تائید میں بطور تمہید کے ارشاد ہوتا ہے کہ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی بابت حق بات کے سوا اور کوئی بات نہ کہا کرو اس لیے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کی صفات غیر محسوس ہیں اور وہاں وہم و خیال کو رسائی نہیں، اس کا مخلوق پر قیاس کرنا غلط قیاس ہے۔ اس کے بعد اصل مقصد میں کلام شروع ہوتا ہے اور اُن کو ان عقائدِ فاسدہ سے روکا جاتا ہے

جو وہم وخیال پر بنے تھے اس لئے ان میں غلو بھی تھا اور حق کے بھی خلاف تھا۔ اس جملہ میں یہود ونصاریٰ دونوں کی طرف رُوئے سخن ہے ان کو خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ نہ سمجھنا اور عادت کے خلاف توالد سے حرامی سمجھ لینا بھی خلافِ حق اور غلو ہے اور اسی بات سے اُن کو خدا تعالیٰ کا بیٹا سمجھ لینا بھی خلافِ حق اور غلو ہے بلکہ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ . . الخ مسیح علیہ السلام جس کو عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں وہ مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ کے اور اس کے رسول ہیں اور نہ خدا تعالیٰ نہ اُس کے فرزند نہ حرامی اور اس کا کلمہ بھی ہیں جس کو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا تھا اور اسی کی طرف کی رُوح بھی ہیں۔

حضرت مسیح کے چند اوصاف اور ابطالِ تثلیث:...... اس جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کے چند وصف بیان فرمائے۔ پہلا وصف یہ کہ وہ ابنِ مریم ہیں یہ بات چونکہ سب کے نزدیک مسلّم تھی مگر باپ کا نام نہ بیان کیا اس لیے کہ یہ امر متنازع فیہ تھا یہود ان کو معاذ اللہ حرامی کہتے تھے عیسائی ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے اور یہ عقیدہ حواریوں کے بعد عیسائیوں میں غالباً پولوس کے اشارات سے پیدا ہوا تھا۔ دوسری صدی عیسوی میں اکثر کلیسائیوں میں یہ عقیدہ ذہن نشین ہوگیا تھا اور ان میں ہزاروں سچے دیندار جو قدیم طریق حواریوں کے پابند تھے اس کو نہیں مانتے تھے چنانچہ آریوس وغیرہ محققین نے اسکندریہ میں اس عقیدہ کا بڑے زور سے بطلان کیا اور اس کے بعد بھی یونی ٹیرین وغیرہ فریق منکر ہیں مگر زیادہ تر گروہ پولوس کے مُریدوں کا پھیل گیا جن کا یہ عقیدہ تھا (اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں کلیسائی عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا) قرآنِ مجید نے دونوں قوموں کو غلط ٹھہرایا اور امرِ حق کو ظاہر کر دیا کہ نہ وہ حرامی تھے نہ خدا تعالیٰ کے فرزند بلکہ وہ اس کے کلمہ اور اس کی طرف کی رُوح تھے جو محض کلمہ کُن کے کہنے سے پیدا ہو گئے تھے اور اس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے ان کو مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بے باپ کے پیدا کر دیا تھا ❶۔ کَلِمَتُہٗ وَرُوْحٌ مِّنْہُ کے یہی معنی ہیں۔ دوسرا وصف رسول اللہ کو وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس میں یہود کا بھی ردّ ہے کہ وہ ان کو خدا تعالیٰ کا رسول نہیں سمجھتے تھے بلکہ معاذ اللہ جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے اور نصاریٰ کا بھی ردّ ہے کیونکہ وہ اُن کو خدا کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے مریمؑ کے پیٹ میں حلول کیا ہے اور وہ انسانی صورت میں ظاہر ہوا ہے جس طرح کہ ہنود اوتاروں کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ ردّ اس لئے ہوا کہ رسول ہونا تو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں اور تمام بشریّت کی باتیں کھانا پینا، عبادت کرنا سب ان میں مانتے ہیں اور یہ بدیہی بات ہے کہ صفاتِ بشریہ خواہ عمدہ ہوں جیسا کہ رسالت وعبادت خواہ ادنیٰ ہوں جیسا کہ کھانا پینا اوصافِ اُلوہیت کے برخلاف ہیں جیسا کہ غلامی من حیث غلامی اور خاوندی من حیث خاوندی دونوں وصف ضد ہیں جس طرح کہ آگ اور پانی کے اوصاف حرارت وبرودت۔ اور یہ بھی بدیہی ہے کہ اوصافِ متضادہ ایک ذات میں جمع نہیں ہوسکتے جس سے لازم آیا کہ وہ خدا نہیں ہوسکتے اس لیے کہ انتفاءِ لازم سے انتفاءِ ملزوم ہوجایا کرتا ہے۔ تیسرا وصف کلمۃ کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلمہ ہیں۔

کلمۂ خدا تعالیٰ کی تحقیق وتفسیر:...... انجیل یوحنا کے اوّل میں یوں ہے:

---

❶......نیچری کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قرآن سے بھی ثابت نہیں۔ میں کہتا ہوں عقلاً بھی ممکن ہے اور نقلاً بھی ثابت ہے۔ عقلاً تو یوں کہ آپ نے مٹی سے سیکڑوں جاندار پیدا ہوتے بار بار دیکھے ہوں گے پھر مریم علیہا السلام کے پیٹ میں ذی روح کے پیدا ہوجانے سے کیا محال لازم آسکتا ہے اور نقلاً یوں کہ علاوہ انجیل متی کے قرآن مجید کی بھی متعدد آیات سے مطلب ثابت ہوتا ہے۔ ازانجملہ یہ آیت ہے کیونکہ وَکَلِمَتُہٗ ۚ اَلْقٰھَآ اِلٰی مَرْیَمَ کے یہی معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس کلمہ کو مریم کی طرف ڈالا نہ کے یوسف نجار یا کسی اور نے پھر اس سے زیادہ کیا صراحت ہوگی؟ دوم رُوْحٌ مِّنْہُ بھی اسی مطلب کو ادا کر رہا ہے اگر یہ نہیں تو پھر ان کی کیا خصوصیت تمام لوگ روح منہ ہیں۔ ازانجملہا۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ میں امکان عقلی کی طرف بھی اشارہ ہے کیونکہ یہود حضرت آدم علیہ السلام کا بغیر باپ بلکہ بے ماں کے بھی صرف قدرت کاملہ سے پیدا ہونا مانتے تھے اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اُس نے مسیح علیہ السلام کو بھی بغیر باپ کے پیدا کر دیا جو اوّل سے آسان تر ہے پھر جب اس کو مانتے ہو تو اس کو کیوں نہیں مانتے؟ معرضِ نزاع میں بغیر دلیل کے یہودی منکروں کے رد بر دیوں کہہ دینا کہ عیسیٰ علیہ السلام بے باپ کے پیدا ہوئے جیسا کہ نیچری صلاح دیتے ہیں عین حمق تھا۔ حقانی۔

(۱)......ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔

(۲)......یہی ابتداء میں خدا کے ساتھ تھا۔

(۳)......سب چیزیں اس سے موجود ہوئیں۔اس کے معنے جس طرح عیسائی سمجھتے ہیں اس سے تو یہ کلام بے معنے ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تھا کی ضمیر حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف پھیرتے ہیں جس کے معنے کہ ابتداء میں مسیح علیہ السلام کلام تھا۔اور یہ ظاہر ہے کہ کلام خدا خدا نہیں ہو سکتا مگر چونکہ قرآنِ مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام کو کلمہ کہا اس کی تفسیر سے آیت یوحنا کا بھی صحیح مطلب نکل آتا ہے۔کلمہ اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی معنے مفرد کے لئے وضع کیا جائے خواہ وہ اسم ہو خواہ فعل خواہ حرف اس صورت میں کلمہ کُن اعنی ہو جا بھی کلمہ ہے کیونکہ صیغہ امر ہے اور اگر اس کے فاعل انت کا لحاظ کر لیا جائے تو یہی کلام بھی ہو جائے گا کیونکہ کلمات سے مرکب کا نام کلام ہے بشرطِ اسناد۔اس تقدیر پر کلمہ اور کلام تھا میں کچھ فرق نہ رہا مگر اس کلمہ یا کلام سے یہ کلمہ یا کلام مراد نہیں جو زبان سے ادا کئے جاتے ہیں بلکہ کلام نفسی اور امر تکوینی جو اُس کا ایک وصف یعنی خدا تعالیٰ نے کُن کہا اور اس کلمہ یعنی حکم کو مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا جس سے حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہو گئے غرض کہ وہ صرف کلمہ کُن سے بلا توسطِ اسباب پیدا ہوئے ہیں اس لئے باعتبار اطلاق السّبب علی المسبب حضرت مسیح علیہ السلام کو کلمہ کہا جاتا ہے اور یوحنا جو کہتا ہے کلام خدا کے ساتھ تھا اس سے وہ سبب یعنی وصفِ باری تعالیٰ مراد لیتا ہے نہ کہ مسبّب یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اور یہ صاف ہے کہ اُس کا وصف اَزل میں اس کے ساتھ تھا اور بقولِ حکماء اُس کے وصف عین ذات ہیں لہٰذا کلام خدا بھی ہو سکتا ہے اور پھر تمام عالم کی تکوین اسی وصف سے ہوئی مگر عیسائیوں کو یہ دھوکہ ہو گیا کہ وہ دونوں جگہ کلام سے ایک مراد یعنی سبب لیتے اور پھر غلط کر دیتے ہیں جس سے تعارض کلام میں پیدا ہوتے ہیں۔

روح کے معانی وتفسیر:......چوتھا وصف رُوۡحٌ مِّنۡهُ، اس کے چند معانی ہیں (۱) عرب کی عادت تھی کہ جب وہ پاکیزگی اور طہارت و لطافت میں کسی چیز کی صفت کرتے تھے تو اُس کو رُوح کہتے تھے یعنی چونکہ مسیح علیہ السلام کو بغیر باپ کے محض نفخ جبرائیل علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے پیدا کیا تھا تو اس لطافت کے واسطے اُن کو روح اللہ کہتے تھے اور مِن اضافتِ تفصیل کے لئے ہے جیسا کہ بولتے ہیں نِعۡمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ اور بادشاہ جس نوکر کی مدح کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا نوکر یعنی خاص اور معزز نوکر ورنہ یوں سب ہی روح للہ ہیں۔(۲) چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام لوگوں کی حیاتِ اُخرویہ کا باعث تھے اس لئے اُن پر روح کا اطلاق ہوا جس طرح کہ قرآنِ مجید کو روح کہا گیا وَ كَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا (۳) روح وریح عرب کی زبان میں قریب المعنی ہیں جس کو ہندی میں پھونک کہتے ہیں یا سانس چونکہ جبرائیل علیہ السلام کے پھونکنے سے مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اس لئے اُن کو روح کہتے ہیں۔

نصاریٰ کو تثلیث سے باز آنے کا حکم:......ان چاروں اوصاف کے بعد پھر تصریح کرتا ہے کہ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول مسیح علیہ السلام پر ایمان لاؤ (جو اُن کو خدا کہتے ہیں دراصل وہ رسالت کے منکر ہیں اسی طرح جو حرامی کہتے ہیں وہ بھی رسالت کے منکر ہیں) ان سب کے بعد امرِ حق کی تصریح کرتا ہے وَلَا تَقُوۡلُوۡا ثَلٰثَةٌ کہ تثلیث سے باز آؤ کیونکہ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کہ وہ ذات واحد لاشریک ہے جب تثلیث کے قائل ہوئے کہ خدا اور روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام مل کر ایک خدا ہو تو توحید کہاں رہی اس لیے کہ اگر یہ تینوں ذوات مستقلہ ہیں تو پھر ایک ہونا گویا جمہوری خدائی قائم کرنا ہے اگر غیر مستقلہ ہیں تو ان تینوں میں سے جس کو اب یعنی باپ کہتے ہو جس سے خدا تعالیٰ مراد ہے وہ بھی معاذ اللہ غیر مستقل ہو جائے گا تثلیث کے بطلان کے بعد مسیح علیہ السلام کی ابنیت کو باطل کرتا ہے سُبۡحٰنَهٗۤ اَنۡ يَّكُوۡنَ لَهٗ وَلَدٌ، وہ اس بات سے پاک ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو۔اس لئے ابطالِ ابنیت کہ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اُسی کا ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

ترجمہ:...... مسیح کو خدا تعالیٰ کا بندہ ہونے سے ہرگز کچھ (بھی) عار نہیں ہے اور نہ ملائکہ مقربین (ہی) کو (عار ہے)۔ اور جو کوئی اُس کی بندگی سے عار اور سرکشی کرتا ہے سو وہ عنقریب ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کرے گا ﴿۱۷۲﴾ پھر جو ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک کام بھی کیے سو وہ اُن کو اُن کا بدلہ پورا پورا دے گا، اور اپنے فضل سے اُن کو اور زیادہ (بھی) دے گا۔ لیکن جو عار اور تکبر کرتے ہیں سو اُن کو عذاب الیم میں مبتلا کرے گا، اور نہ اُن کا اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار ﴿۱۷۳﴾۔

ترکیب:...... ان یکون اے عن ان یکون و لا الملئکۃ موصوف المقربون صفت مجموعہ کا عطف المسیح پر ہے اور کلام میں حذف ہے ای ان یکونوا عبیدا۔

رب تعالیٰ کو بیٹے کی ضرورت نہیں

تفسیر:...... سب اُسی کا ہے اُس کو ضعف و پیری بے کسی کہاں جو بیٹے کی ضرورت پڑے بلکہ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا کہ وہ اپنے تمام کام کرنے کے لئے کافی ہے پھر بیٹے کی کیا حاجت؟۔ ان آیات میں جس طرح اس صاف مطلب کی طرف اشارہ ہے اسی طرح ایک باریک دلیل کی طرف بھی اشارہ ہے کہ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ . . . الخ سب کچھ اس کی خاص ملک ہے اگر کوئی بیٹا ہوگا تو ضرور باپ کا مثل ہوگا اور باپ تو کبھی نہ مرے گا سو بیٹے کے لئے بھی کوئی جُداگانہ آسمان و زمین اور وہاں کی بادشاہی چاہیے ورنہ باپ کا مثل نہ رہے گا اور جو اُسی میں ویسی شریک ہوگا تو یہ تخصیص کہ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ میں لہ کے مقدم کرنے سے سمجھی جاتی ہے فوت ہو جائے گی حالانکہ اس کو عقل تسلیم کر چکی ہے۔

الوہیت مسیح کا ابطال: ...... اس کے بعد ایک اور صاف طور سے مسیح کی الوہیت باطل کرتا ہے اور عیسائیوں کو جو وجہ اشتباہ پیش آئی تھی اس کو بھی بیان فرماتا ہے لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ...... الخ کہ مسیح علیہ السلام کو اُس کی عبادت سے ہرگز عار نہ تھا کیونکہ تم خود مقر ہو کہ وہ رات بھر زیتون کی پہاڑی پر اس کی عبادت کیا کرتے تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ عبادت ناسوتی مرتبہ نہ تھی بلکہ لاہوتی اور ملکوتی مرتبہ میں تھی اس لیے کہ روحانیت میں مسیح علیہ السلام ملائکہ مقربین سے بڑھ کر نہ تھے جو نہ ماں سے پیدا ہوئے ہیں نہ باپ سے، نہ کبھی کھاتے ہیں نہ پیتے پھر جب اُن کو عار و انکار نہیں تو ان کو کیوں ہونے لگا؟ علاوہ اس کے جو کوئی اُس کی عبادت سے عار و انکار کرتا ہے وہ پکڑا بھی جاتا اور اُس کے بارگاہ جلال میں حاضر کیا جاتا ہے۔ پس جب عبادت کرتا پایا گیا تو وہ خدا نہ تھے بلکہ اس کے بندے۔ چونکہ عبادت سے عار کرنے کا ذکر

*......استنکاف انکار اور عیب سمجھنا، عار کرنا ۱۲ منہ

آ گیا اس لئے دربارِ کبریائی میں سُرخ رُوئی اور سزا یابی کا بیان فرماتا ہے اور ایمان اور عبادت کی رغبت کس خوبی سے دلاتا ہے کہ جو ایمان لایا اور اُس نے اچھے کام بھی کئے تو ہم ان کا پورا بدلہ دیں گے اور اس پر اپنی طرف سے علاوہ بدلہ کے اور بھی اپنے فضل سے زیادہ دیں گے۔ اور جو ہم سے عار وانکار کرتے ہیں ہم اُن کو عذاب الیم میں مبتلا کریں گے پھر نہ اُن کو اس رنج دائمی کے قید خانہ سے بھاگنے کی جگہ ملے گی نہ کوئی حمایتی کھڑا ہوگا نہ طرفداری وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ میں ایک لطیف سا اشارہ اس طرف بھی ہے کہ خواہ مسیح علیہ السلام ہو خواہ کوئی اور پیغمبر یا فرشتہ کس نے جان پائی ہے کہ جو ہماری غلامی اور بندگی سے سرتابی کرے۔ منصبِ خُدائی تو در کنار ذرہ بھر سرتابی کی بھی کسی کو مجال نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾

ترجمہ:......اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے دلیل آ چکی ہے اور ہم تمہاری طرف چمکتی ہوئی روشنی بھی نازل کر چکے ہیں﴿۱۷۴﴾ (قرآن) پھر جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اُنہوں نے اُس کے دین کو مضبوط پکڑ لیا سو اُن کو عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا۔ اور اُن کو اپنی طرف (پہنچنے) کا سیدھا رستہ بھی دکھائے گا﴿۱۷۵﴾۔

ترکیب:......من ربکم صفت برہان کی فسیدخلھم جواب اما صراطًا موصوف مستقیمًا صفت مجموعہ مفعول ثانی ہے یھدی کا۔

برہان ربّی کا نزول

تفسیر:......جب کہ خدا تعالیٰ منافقین اور کفار عرب اور یہود و نصاریٰ وغیرہم باطل فرقوں پر حجت قائم کر چکا اور ان کے شبہات باطلہ کا جواب باصواب دے چکا تو اعلانِ عام کر کے تمام بنی آدم کو حضرت محمد علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ کہ لوگو! تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی بُرہان آ چکی ہے۔ برہان سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ بُرہان کہتے ہیں دلیل کو آنحضرت علیہ السلام کا وجود مبارک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان اور معجزات اور رویہ تمام عالم کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے حجت قاطعہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجسم حق تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف طریقہ اختیار کرنا صریح حق کا خلاف کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تنہا اپنے وعظ و پند سے بنی آدم کی ڈوبتی کشتی کو تھام لیا بلکہ اپنے ایک ایک حرکات و سکنات کو ہدایت و نیک روی، بُردباری، صلہ رحمی، خدا پرستی کے لئے سچا نمونہ بنا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے پہلے کُتب تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گمراہی اور ہر ایک قسم کی بدکاری اور شرک سے دنیا کی تمام قومیں آلودہ تھیں لیکن جب اس آفتاب ہدایت نے طلوع کیا تو عالم کو منور کر دیا۔ اور نہ صرف نبی برحق تمہارے پاس آئے بلکہ ہم نے اُس کے ساتھ اس سلسلۂ ہدایت کو ہمیشہ قائم کرنے کے لئے وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا صاف نور اور کھلا ہوا یعنی قرآن مجید بھی نازل کیا ہے۔ قرآن مجید کا نورِ مبین ہونا بھی دنیا کے منصف اور روشن دماغوں نے تسلیم کر لیا ہے۔ جس قدر آج دنیا میں الہامی کتابیں کہلاتی ہیں اگر کوئی ذرا انصاف کر کے اُن سے قرآن کے مضامین روح افزا توحید و عبارت عالم آخرت کی رغبت خدا تعالیٰ کی تنزیہہ و تقدیس نیک روی تمدن کے اُصول وغیرہ کو مقابلہ کر کے دیکھے گا تو بے ساختہ نورِ مبین ہونے کا مقر ہو جائے گا وہ جو سیکڑوں برس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب نے دنیا میں خدا پرستی نہ پھیلائی تھی جو چند برسوں میں قرآنِ مجید نے

اطراف عالم بت پرستوں، دہریوں، شہوت پرستوں، درندوں کو فرشتہ بنادیا یہ بات تاریخ سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔

اس کے بعد یہ فرماتا ہے کہ ہم نے دنیا میں بُرہان اور نور مبین بھیج دیا پھر جو اس کو مان کر اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور اس کو مضبوط پکڑیں گے یعنی اس کی ذات پر تکیہ اور توکل کریں گے یا یہ مُراد کہ شریعت محمدیہ ﷺ اور قرآن کو جس نے مضبوط پکڑا (یہ اس لئے فرمایا کہ صرف ایمان لانا کافی نہیں بلکہ اُس پر قیام اور استقامت بھی ہو) اُن کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا رستہ دکھائے گا۔

رحمت اور فضل سے مُراد جنت اور حیاتِ جاودانی ہے۔ کیونکہ جنت اُس کی رحمت کا مظہر ہے اور فضل میں ولدینا مزید کی طرف اشارہ ہے۔ وَیَھْدِیْھِمْ کے ساتھ الیہ یعنی اپنی طرف ہدایت کرنا اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور کتابیں اُس معشوقِ حقیقی کے کہ جو پردۂ حسنی میں ہے پیامبر ہیں۔

یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ ع مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾

ترجمہ:۔۔۔۔۔(اے نبی ﷺ!) وہ تم سے حکم پوچھتے ہیں (سو) کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ ❶ کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص مرے کہ اُس کی کوئی اولاد (تو) نہ ہو اور بہن ہو تو اس بہن کے لئے آدھا ترکہ ہے۔ اور اگر بہن کے کوئی اولاد نہ ہو تو وہ بھائی اس کا وارث ہوگا۔ پھر اگر (۲) دو بہنیں ہوں تو اُن کو (ترکہ میں سے) دو ثلث ملیں گے۔ اور اگر (کلالہ کے وارث) کئی بہن بھائی مرد عورت ہوں تو مرد کو (۲) دو عورتوں کے حصے کے برابر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر شئے سے واقف ہے ﴿۱۷۶﴾۔

ترکیب:۔۔۔۔۔فی الکلالۃ متعلق ہے یفتی سے۔ امرؤ امرفوع بسبب فعل کے کہ جس کی تفصیل ھلک کر رہا ہے لیس لہ ولد جملہ ضمیر ھلک سے حال ہے۔ اسی طرح ولہ اخت فلھا الخ جواب ان۔

کلالہ کی تعریف وتفسیر

تفسیر:۔۔۔۔۔جس طرح اس سورۂ کے اوّل میں احکام بیان فرمائے گئے ہیں اسی طرح اس (اس کا اختتام) بھی مسائل ہی پر کیا تاکہ اوّل کو آخر کے ساتھ ربط ہو جائے۔ کلالہ کے بارے میں اوّل بھی اس سورۂ میں حکم ہوا تھا جو سردی کے موسم میں نازل ہوئی تھی اور پھر یہاں بھی اور یہ گرمی کے موسم میں آیت نازل ہوئی۔ کلالہ اُس میت کو کہتے ہیں کہ جو نہ ماں باپ چھوڑ کر مرے نہ اولاد اور اُس کے وارث کو بھی کہتے ہیں کہ جو نہ میت کے ماں باپ میں سے ہوں نہ اولاد میں سے یہ کل سے مشتق ہے جس کے معنی بوجھ کے ہیں چونکہ اس قسم کے شخص کو آدمی اپنی کفالت اور وراثت میں بوجھ اور بارِ طبع سمجھتا ہے اس لئے اس کو کلالہ کہتے ہیں۔

❶ کلالہ وہ مرد یا عورت جو کہ نہ ماں باپ چھوڑے نہ اولاد صرف بہن بھائی وارث چھوڑے ایسی صورت میں اگر بھائی مرجائے تو اس کی ایک بہن کو آدھا ترکہ اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی اور اگر بہن بھائی ملے جلے ہوں تو مرد کو دو چند عورت سے اور اگر بہن مرجائے تو سب بھائی کا بشرطیکہ اس کا شوہر نہ ہو۔ ۱۲ منہ۔

۱)......اس آیت میں کلالہ سے وہ میت مراد ہے جو صرف ایک بہن چھوڑ کر مرے اُس کی بہن کے لئے نصف ملے گا۔ اگرچہ آیت میں لَیْسَ لَہٗ وَلَدٌ ہے کہ میت کے اولاد نہ ہو۔ مگر بحکم اجماع ماں باپ بھی نہ ہوں تب بہن اگر اکیلی ہے تو نصف لے گی۔

۲)......اگر اسی طرح لاولد بہن مرے اور اس کے ماں باپ بھی نہ ہوں تو بھائی کل مال کا وارث ہوگا۔

۳)......اور اگر اس قسم کے میت کے دو بہنیں ہوں تو دو تہائی مال اُن کا باقی اور وارثوں کا۔

۴)......اگر کئی بہن بھائی یا ایک بہن ایک بھائی کلالہ نے چھوڑے تو فَلِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ دوہرا حصہ بھائی کا اور اکہرا بہن کا قرار پائے گا اور باہم اس حساب سے تقسیم ہو جائے گی۔ اس جگہ بہن بھائی سے عینی یا علاتی مراد ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیونکہ اخیافی بہن بھائی کا حق چھٹا حصہ ہے جو پہلے آ چکا۔ اس کے بعد تمام شرائع بیان کرنے کی حکمت بیان فرماتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اس لئے ہم احکام بیان کرتے ہیں اور ان کے اسرار بھی ہم جانتے ہیں کیونکہ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وہ ہر چیز جانتا ہے جو کچھ وہ فرماتا ہے ٹھیک فرماتا ہے۔

اٰیَاتُهَا ۱۲۰ (۵) سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۲) رُکُوْعَاتُهَا ۱۶

یہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سوبیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ ①

ترجمہ:.....اے ایمان والو! عہدوں کو پورا کیا کرو۔ تمہارے لئے چرنے والے چار پائے حلال کر دیئے گئے سوا اُن کے کہ جن کو تم سے بیان کیا جائے گا نہ یہ کہ احرام باندھ کر شکار کو حلال سمجھو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے ①۔

ترکیب:.....اُحِلَّتْ فعل مجہول بھیمۃ الانعام مفعول مالم یسم فاعلہ۔ الا مایتلٰی محلاً نصب میں ہے بوجہ استثناء از بھیمۃ الانعام کے غیر حال ہے ضمیر مجرور سے جو علیکم یا لکم میں ہے۔ مُحِلّی اسم فاعل مضاف ہے مفعول کی طرف جو الصید ہے دراصل محلین تھا نونِ اضافت کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ الصید مصدر ہے بمعنی مفعول۔

اس سورۃ کو مائدہ کہتے ہیں مائدہ کے معنی ہیں خوان۔ اس میں اُس خوان کا ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا شروع سورۃ سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ ہمارا خوانِ نعمت دنیا پر بسیط ہے تم ہر روز اسی سے کھاتے پیتے ہو، تم کو اس نعمت کے شکر یہ میں اپنے عہد پورے کرنے چاہئیں۔ اوّل عہد یا عقدِ ازلی ہے۔ دوم عقل کا عہد وہ جس فطرت پر چلنے کا حکم دے اس پر چلو، ہماری نعماء کو کھا کر نفس کی باگ ڈھیلی نہ چھوڑو۔ تیسرا رسول ﷺ و کتاب کا عہد جو تم کو بدمست ہونے سے روکتا ہے اور مائدہ کے بدنتائج سے بچاتا ہے تاکہ تمہیں اُس جہان میں ویسی مائدہ نصیب ہو، پھر خدا تعالیٰ کی نعمتیں کھا کھا کر شتر بے مہار بھی نہ بن جاؤ اور بُرا بھلا کچھ نہ دیکھو۔ آنکھیں بند کر کے بال مکھی کھانے لگو کیونکہ اس کی مضرت تمہارے روح اور جسم دونوں کو پہنچے گی اس لئے ہم رحیم و حکیم تم کو آپ ہی بتاتے ہیں کہ تم کو اس مائدہ سے یہ چیزیں کھانی چاہئیں اور ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اسی لئے سب سے اوّل اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ فرما کر آئندہ اوامر و نواہی کی تکمیل کے لئے عقود کا ایک ایسا جامع لفظ فرمایا جو باہمی عہد و عقود کو بھی شامل ہے کہ نعمتیں کھا کر انسان خرمستیاں کرنے لگتا ہے اور جس قدر جور و جفا ہوتے ہیں یہ سب پیٹ بھرائی کے نتائج ہیں۔ جو آقا کی پوری نمک حرامی ہے جس کا نتیجہ عالم آخرت میں نعماء رُوحانی و جسمانی سے بے نصیبی ہے اس کے بعد جو کھانی چاہئیں وہ نعمتیں ارشاد فرمائیں اُحِلَّ لَکُمْ الخ سے کہ تمہارے لئے نباتات اور فواکہ (پھل) تو حلال ہی ہیں جیسا کہ ہم نے سورۂ بقرۃ میں فرمایا تھا خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مگر اب ہم تم کو گوشت کی بھی اجازت دیتے ہیں جو بوجہ مشابہت معتدی کے لذیذ اور مفید غذا ہی ہے پس چار پائے عموماً تمہارے لئے حلال ہیں مگر وہ نہیں کہ جن کو ہم ابھی بیان کریں گے اس لیے کہ ان میں تمہارے لئے سخت مضرت ہے جس کو ہم حکیم خوب جانتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ میں اس طرف اشارہ ہے اور یہ حلال جانور بھی ہر وقت تمہارے لئے حلال نہیں یعنی جب چاہو ان جنگل کے وحشیوں کا شکار کر کے نفس کو تازہ کیا کرو بلکہ حالتِ احرام میں جب کہ ایک خاص لباس پہن کر ہمارے دربار میں حاضر ہونے کا قصد کرو یا دربار کے حدود یعنی حرم میں داخل ہو جاؤ تب ہمارے ادب سے نفس کی باگ روکو اور ان کا شکار نہ کرو یہ تم کو نفس اور خواہشات نفسانی کو زیر کرنے کے لئے ایک ریاضت کی تعلیم دی جاتی ہے بے شک جس کا نفس جس پر غالب آ گیا اور جدھر لے جاتا ہے چلا جاتا ہے اس میں اور گدھے وغیرہ حیوانوں میں کچھ بھی فرق نہیں بے شک سعادت انسانی نفس کے مقہور کرنے میں ہے۔ ۱۲ منہ)

چند احکامات

تفسیر:......سورۂ نساء میں پیشتر احکام معاملات بیان ہوئے تھے جن کی زیادہ ضرورت تھی اس کے بعد کھانے پینے اور حلال وحرام چیزوں کے متعلق احکام بیان کرنا بھی عین حکمت تھا اور لطف یہ کہ اس سورۂ مائدہ میں کہ جس کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مائدہ یعنی دسترخوان یا نعمت نازل ہونے کے بیان سے مائدہ رکھا گیا حرام حلال چیزوں کا بیان کرنا گویا یہ بتلا دینا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد پولوس وغیرہ نے سب ناپاک چیزوں کو حلال بتا کر جو شریعتِ انبیاء علیہم السلام کو درہم برہم کیا فطرت الٰہی کو محرف کر دیا ہے۔

پہلا حکم: ایفائے عہد:......اس سورۃ میں سب سے پہلا حکم عقود کا پورا کرنا ہے عقود عقد کی جمع ہے جس کے معنی گرہ لگانا یعنی خواہ ایک جسم کو دوسرے جسم سے خوب ملا کر باندھنا جس طرح دورسّی کے ٹکڑوں کو گرہ لگاتے ہیں۔ خواہ کسی بات یا معانی میں گرہ لگانا۔ اس لفظ کے تعبیر کرنے میں اس بات کی پابندی اور التزام مقصود ہوتا ہے اور یہی بات عہد میں بھی ہوتی ہے۔ عقد اور عہد قریب المعنے ہیں جن سے محاورۂ قرآن میں خدا تعالیٰ کی شریعت مراد لی جاتی ہے اور امر ونواہی ومعاملات وعبادات جیسا کہ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللهِ بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ اس جگہ دونوں میں یہ فرق ہے کہ عہد سے مراد وہ جو قضائے ازل میں خدا تعالیٰ نے ارواح سے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى سے توحید کا اقرار کرایا تھا جس کی پابندی فطری طور پر ہر فرد وبشر پر بذریعۂ رسول عقل لازم وواجب ہے اور دنیا میں ہر فرد بشر جب آتا ہے تو اسی فطرت پر پیدا ہوتا ہے اور اسی فطرت کو اسلام کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی بارِ امانت ہے اور عقد عالم ظہور میں آ کر شریعت کی بجا آوری ہے جو اس عہد کے پورا کرنے کا سبب ہے، پس عہد عقد سے مقدم ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا کے بعد اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کا مطالبہ کر کے پھر اُحِلَّتْ لَكُمْ . . . الآیۃ میں احکام حلال وحرام کا بیان فرمانا ایک اعلیٰ درجے کی فصاحت وبلاغت کو کام میں لانا ہے۔ نقل ہے کہ فیلسوف کندی سے اُس کے یاروں نے کہا کہ آپ بڑے حکیم ہیں ہمارے لئے ان مسلمانوں کے قرآن کے مانند کوئی کتاب بنا دیجئے تا کہ ان کا دعوٰئے اعجاز رد ہو جائے۔ اس نے کہا بہتر۔ دو ایک سورتوں کے برابر تو ضرور بنا دوں گا۔ اس کام کے لئے چند روز تخلیہ میں بیٹھ کر آخر باہر نکل کر کہا بھائی اس کا مثل مجھ سے بن نہیں سکتا۔ میں نے جو قرآن کھول کر دیکھا تو پہلے میری نظر سورۂ مائدہ پر پڑی جس کی اس آیت نے مجھے حیران کر دیا اس تھوڑے سے جملہ میں وفاء عہد کا مطالبہ کرتا اور عہد شکنی سے منع کرتا، پھر تحلیلِ عام کے بعد استثناء کر کے اپنے علم وقدرت اور اُن کے رموزِ مصلحت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ دو سطروں میں ایسا کوئی کر سکتا ہے۔

دوسرا حکم: چند چیزوں کا حلال ہونا......اُحِلَّتْ لَكُمْ . . . الخ۔ دوسرا حکم ہے، اس آیت میں حکم دیتا ہے کہ تمہارے لئے اُن جانوروں کے کہ جن کو ہم اگلی آیت (حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ . . . الآیۃ) میں بیان کریں گے۔

جانوروں کے حلال ہونے کی وجہ اور ہنود کا جواب:......بہیمۃ الانعام یعنی چار پائے حلال ہیں مگر بہ حالتِ احرام یا حرم میں حلال نہیں پھر ان کے حلال اور ان کے حرام ہونے کی وجہ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ میں فرماتا ہے کہ ہمیں اپنی مخلوقات کا اختیار ہے جس چیز میں مصلحت عباد اور اُن کے فوائد دیکھتے ہیں اجازت دیتے ہیں۔ ہم پر یہ اعتراض کرنا (کہ جانوروں کے کھانے کی اجازت دے کر اپنے بندوں کو ظلم اور دُکھ دینے کی اجازت کیوں دیتا ہے؟ جیسا کہ بعض ہنود کہتے ہیں) عبث ہے رہا بے زبان جانوروں پر تکلیف پہنچانا بوقتِ ذبح وشکار سو یہ ویسی ہی تکلیف ہے جو عمر طبعی سے بڈھا ہو کر بیماری کے دُکھ اُٹھا کر از خود مرنے میں ہوتی ہے اور اگر یہی ہے تو پھر کوئی سبز

درخت یا گھانس بھی نہ کاٹی جائے، نہ پھل توڑے جائیں کیونکہ نفسِ نباتیہ کو بھی تکلیف دینا ویسا ہی ہے اور یہ بات انتظامِ عالم میں خلل انداز ہے۔ بہیمۃ مشتق ہے ابہم الامر علی فلان اذا اشکل سے جس کے معنے ہیں بے عقل جاندار، جس کو ہندی میں پشو کہتے ہیں یعنی چار پائے اور اَنْعَام، اُونٹ، بکری، گائے، نعومۃ بمعنے نرمی سے مشتق ہے اس تقدیر پر بہیمۃ بمنزلہ جنس اور انعام بمنزلہ نوع کے ہے تب بہیمۃ الانعام کی اضافت بتقدیر مِن ہوگی بیان کے لئے جیسا کہ خاتم فضۃ میں ہے یعنی وہ بہائم جو از قسم انعام میں یا دونوں سے ایک مراد ہے تب اضافت تاکید کے لئے ہوگی۔ جیسا کہ ذات الشئی اور نفسہ میں ہے اس لفظ میں گائے، بھینس، اونٹ، بھیڑ، بکری، جنگل کے قابلِ شکار جانور ہرن، چکارا وغیرہ وہ سب شامل ہیں جو کچلیاں اور ناخن یعنی پنجے نہیں رکھتے اور انسان پر حملہ نہیں کرتے، اس میں بجز شیر، بھیڑیے وغیرہ درندوں کے سب چار پائے شامل ہیں۔ اور پرند غیر شکاری اور غیر انعام گھوڑا، گورخر وغیرہ سوا وہ اور آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْمَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا (الآیۃ) یا حدیث یا قیاس سے حلال ہیں۔

بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ کو خدا تعالیٰ نے حلال کر دیا مگر ان میں دو قید لگائیں:

اوّل:.....اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ یعنی ان میں سے وہ جانور جو آئندہ ذکر ہوں گے جیسا کہ بت کا ذبیحہ سو حرام ہیں۔

دوم:.....غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ یعنی اُن بہائم میں جو شکار کئے جاتے ہیں حالتِ احرام یا حرم میں وہ بھی شکار کرنے درست نہیں اور جو قابلِ شکار نہیں ہیں حالتِ احرام یا حرم میں ان کے کھانے کا مضائقہ نہیں جیسا کہ بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے۔

وَاَنْتُمْ حُرُمٌ یعنی جب کہ تم احرام باندھے ہوئے ہو۔ خواہ حج کے لئے یا عمرہ کے لئے، بولتے ہیں۔

احرم بالحج او العمرۃ فھو محرم و حرم۔ جیسا کہ کہتے ہیں اجنب فھو مجنب و جنب۔ اور احرم اس وقت پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے کہ جب کوئی حرم میں داخل ہو یعنی حرم مکہ معظمہ میں۔ پس حرم کے معنے حرم میں داخل ہونے والے کے بھی ہوئے۔ اس لئے حرم مکہ معظمہ میں بھی او باشکار حرام ہے جس طرح کہ حالتِ احرام میں حرمِ مکہ میں اور اس سے باہر بھی شکار کرنا حرام ہے۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ کے حلال ہونے سے مراد اُس کا گوشت کھانا اور اُس کے چمڑے اور ہڈی اور چربی سے ہر ایک قسم کا انتفاع حاصل کرنا ہے۔

فائدہ:.....بعض اہلِ طریقت نے حرم واحرام میں شکار نہ کرنے سے بارگاہِ تقرب میں مستلذات کی طرف متوجہ ہونے یا خواطر نفوس کے شکار کے حرام ہونے کی طرف اشارہ ہونا بھی بیان کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

ترجمہ:......اے ایمان والو! بے حُرمت نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں ❶ کو اور نہ عزت والے مہینے کو اور نہ ہدی کو اور نہ قلائد کو اور نہ بیت الحرام کے قصد کرنے والوں کو جو اپنے ربّ کا فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کو جاتے ہیں۔ اور جب تم احرام کھولو تو (بدستور) شکار کرو۔ اور کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجد الحرام سے روک دیا تھا تم کو زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کرے۔ اور ایک دوسرے کی نیک کام اور پرہیزگاری میں مدد کیا کرو اور گناہ اور زیادتی پر مدد نہ کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے ②۔

ترکیب:......ولا القلائد معطوف ہے ولا الھدی پر اے لا تحلوا القلائد جمع قلائدہ ❶ اور مراد قلادہ پہننے والے جانور ہیں نہ کہ صرف قلادوں کی تحریم مراد ہے ولا آمین اے ولا تحلوا القتال آمین اے قاصدین البیت الحرام۔ یبتغون موضع حال میں ہے ضمیر آمین سے یجرمنکم بالفتح والضم اور یہ دونوں لغت ہیں یقال جرم واجرم فاعل اس کا شنان مصدر ہے جیسا کہ غلیان اور نزوان ان صدوکم ان مفتوحہ مصدریہ والتقدیر لان صدوکم ای لاجل ان صدوکم وقیل بکسر النون وھی شرطیۃ۔

حرم شریف کی تعظیم وادب

تفسیر:......پہلی آیت میں حرم یا احرام میں شکار کرنے کی ممانعت تھی اس لئے اس کے بعد بیت الحرام کے ادب اور اس کی تعظیم اور اُس کی رونق اور آبادی کے متعلق ادب ملحوظ رکھنے کے مسائل بیان کرنا گویا کلام سابق کو تمام کردینا ہے۔

شانِ نزول:......اس کا شانِ نزول یوں ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے ہجرت سے چھٹے سال مکہ معظمہ کا قصد عمرہ کے لئے کیا جب مع صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت علیہ السلام مکہ مکرمہ کے متصل ایک مقام حدیبیہ پر آکر خیمہ زن ہوئے تو مکہ مکرمہ کے مشرکین قریش نے جنگ کی تیاری کردی اور یہ کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز کعبہ کا طواف نہ کرنے دیں گے نہ شہر مکہ میں آنے دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوجوا! میں جنگ کرنے کے لئے نہیں آیا، اچھا تم نہیں چاہتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ باہم ایک عہدنامہ ہوگیا اور آنحضرت علیہ السلام مع صحابہ رضی اللہ عنہم واپس چلے آئے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُن کی سرکشی سخت ناگوار معلوم ہوئی آخر یہ بھی عرب کے بہادر اور شیر دل لوگ تھے۔ خصوصاً جب کہ ایک محرک مذہبی اور جوش دینی بھی مؤید ہو تو پھر مخالفین کی کیا حقیقت سمجھتے تھے؟ اس عرصہ میں اسلام اور بھی ترقی کر گیا اور مخالفوں پر بہت کچھ اقتدار آتشی شریعت اور آسمانی بادشاہت کی وجہ سے ہوگیا اُنہوں نے بھی حج کے لئے آنے والے مشرکین کو روکنا اور اُن کے ہدایا اور قافلوں پر دست درازی شروع کی چونکہ اسلام ایک حقانی اور آسمانی مذہب ہے اس میں ضد میں آکر بدلہ لینے اور غیروں کے نیک کاموں میں دست انداز ہونے سے کیا علاقہ؟ اس لئے آٹھویں سال یہ آیت مسلمانوں کو اس دست اندازی سے روکنے کے لئے نازل ہوئیں۔ ان آیات میں خدا تعالیٰ ان باتوں سے منع کرتا ہے۔

اوّل: شعائر اللہ کی تعظیم......لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللهِ شعائر جمع شعیرہ کی ہے۔ ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں شعارۃ کی جمع ہے اور شعیرہ بروزنِ فعیلۃ بمعنے مفعلۃ اور اشعار کے معنے اعلام یعنی خبر دینے کے ہیں۔ شعور سے مشتق ہے اور مشاعر کا مفرد مشعر ہے یعنی وہ مواضع جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے علامات وبرکت وعزت رکھی گئی ہے۔ یا وہ اوقات جن میں اُس کے وہ فرائض ادا کئے جاتے ہیں جو اُس کے برگزیدوں کی یادگار ہیں جیسا کہ ارکانِ حج پہلی تقدیر پر مشاعر اور شعائر سے مُراد صفا، مروہ کی پہاڑی جس پر حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اُس کی

ف:...... حرم اور احرام میں حلال جانوروں کی ممانعت مذکور ہوئی تھی اس لئے اسی مناسبت سے اور جو جو افعال حرم احرام کے منافی اور خلاف ادب ہیں اُن کو بھی منع فرماتا ہے فَقَالَ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الخ ان آیات میں اول تو عموماً جملہ ارکان وفرائض واحکام شرعی خصوصاً احکام حج کی بجاآوری کی تاکید، مخالفت کی ممانعت ہے کہ ان کی خلاف ورزی کر کے بے حُرمت نہ کرو جو مائدہ الٰہی کے کھانے والے کے لئے پوری نمک حرامی ہے۔ شعائر اللہ میں سب آگئے۔ اس کے بعد بالخصوص چند چیزوں سے ممانعت فرماتا ہے شہر حرام، ہدی، قلائد وغیرہ کی بے حُرمتی سے۔ ۱۲ منہ ❶...... پٹہ جو جانوروں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

رحمت کا کرشمہ دکھایا گیا تھا۔ ان کی بے حُرمتی نہ کرو کیونکہ ایام جاہلیت میں عامۃ العرب ان کا طواف نہیں کرتے تھے۔ یہ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ دوسری تقدیر پر عام فرائض مراد ہیں۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شَعَآئِرَ اللّٰہِ دین اللہ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہاں مخصوص چیزیں مراد ہیں یعنی جو چیزیں حالتِ حل میں حلال ہیں وہ حرم میں اس کی تعظیم کے لئے حرام کردی گئی ہیں۔ وہ شعائر اللہ ہیں ان کو حلال نہ جانو، شکار نہ کرو، اور جو چیزیں ارکانِ حج ہیں اُن کو بجالاؤ، ترک کر کے بے حُرمتی نہ کرو، کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ بعض کہتے ہیں وہ جانور مراد ہیں جو خانۂ کعبہ میں قربانی کے لئے نیاز اللہ کے طور پر ذبح ہونے کو بھیجے جاتے تھے۔ جن کو ہدی کہتے ہیں چونکہ عرب میں یہ رسم قدیم تھی مشرکین بھی ایام حج میں ایسا کرتے تھے۔ جن پر مسلمانوں نے اُن کے مقابلہ میں آ کر دست درازی شروع کی تھی جیسا کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے اور گو لفظ شعائر اللہ عام ہے تمام فرائض اور دیگر شعائر کو شامل ہے مگر قرینہ کلام اسی کا مؤید ہے۔

دوم: اشہر حرم کی تعظیم......وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ، شہر مہینے کو کہتے ہیں۔ حرام بمعنے محترم یعنی جو مہینے خدا تعالیٰ کے نزدیک محترم ہیں اور وجہ احترام ملااعلیٰ کو ان ایام میں بندوں کی عبادت و تقربات کی طرف زیادہ التفات ہونا ہے۔ الشہر اگرچہ لفظ مفرد ہے مگر جنس ہے ایک مہینے پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے اور کئی پر بھی۔ عرب میں قدیم دستور چلا آتا تھا کہ اور مہینوں میں باہم جنگ وجدال مار دھاڑ کرتے تھے مگر ان چار مہینوں میں کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا تھا وہ چار یہ ہیں۔ (۱) ذوالقعدہ۔ (۲) ذوالحجہ۔ (۳) محرم۔ (۴) رجب۔

قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ یعنی بارہ مہینوں میں سے یہ چار محترم ہیں۔ اس آیت میں عام مفسرین کے نزدیک چاروں مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں صرف ذی الحجۃ کیونکہ زیادہ کاروبار حج کے اس میں ادا ہوتے ہیں۔ مسلمان بھی مشرکین کو ان مہینوں میں روک ٹوک کرنے لگے تھے اس لئے اس کی ممانعت کی گئی کہ ان مہینوں کو بھی حلال نہ سمجھو یعنی ان میں ایسے اُمور کو حلال نہ جانو۔

فائدہ:......عام مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ اس میں مشرکوں سے ان مہینوں میں جنگ کی ممانعت ہے اور ناسخ اس کی یہ آیت ہے۔ وَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ کہ جہاں کہیں مشرکین کو پاؤ قتل کرڈالو۔ مگر محققین کہتے ہیں یہ آیت منسوخ نہیں اس لیے کہ اول آیت میں مشرکین کی بابت کوئی حکم نہیں اس لیے کہ قطع نظر سبب نزول کے اخیر کا جملہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ صاف یہی کہہ رہا ہے کہ مشرکین کی ہدی اور خاص اُن سے ان ایام میں تعرض نہ کرو۔ اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں کچھ تعارض ہی نہیں نسخ کیسا؟ اس لیے کہ آیت وَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ کے یہ معنے نہیں کہ جہاں کہیں کسی مشرک کو پاؤ مار ڈالو اس لیے کہ جو مشرکین اسلام کے ساتھ مصالحت رکھتے اور امن میں ہیں وہ ہرگز قتل نہیں کئے جاتے تو لامحالہ آیت اقتلوا کو خاص کرنا پڑا۔

اور آیت وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ میں انہیں مشرکین سے تعرض نہ کرنے کی ممانعت ہے جو اسلام سے پُرخاش اور جنگ قائم نہیں رکھتے اور بجزمِ اسلام کسی مسلمان کو ایذا دینا گوارا نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ اس تقدیر پر تو شہر حرام کی کیا خصوصیت، ہر مہینے میں ان سے تعرض نہ کرنا چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں یہی بات ہے مگر اُس زمانے میں مشرکین اور دیگر قبائلِ عرب کو باہمی مار دھاڑ سے بجز ان مہینوں کے امنِ سفر میسر نہ آتا تھا اور وہ ان ہی مہینوں میں کعبہ میں نذر و نیاز لایا کرتے تھے اس لئے شہر حرام کی تخصیص کرنی پڑی، والعلم عند اللہ۔

سوم:......وَلَا الْهَدْيَ امام واحدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہدی وہ نذر و نیاز ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے کعبہ میں بھیجی جاتی ہے اُونٹ اور گائے اور بکری، اس کا مفرد ہدیہ ہے بسکونِ دال یعنی ان چیزوں سے بھی تعرض نہ کیا کرو۔ اگرچہ شعائر اللہ میں یہ بھی شامل ہیں مگر تعمیم کے

بعد تخصیص تاکید واہتمام کے لئے ہے۔

چہارم: قلادہ ڈالی گئی ہدی سے تعرض نہ کیا جائے:......وَلَا الْقَلَآئِدَ، یہ قلادہ کی جمع ہے اور مراد اس سے وہ ہدی ہیں کہ جن کے گلے میں کوئی قلادہ یعنی پٹہ اس لئے ڈال دیا جاتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نیاز ہے پھر اس سے کوئی ایام جاہلیت میں تعرض نہ کرتا تھا۔ایسی قربانیوں کے گلے میں عرب کے لوگ بھی کوئی بالوں کی رسی بٹ کر ڈال دیتے تھے کبھی اس کے جسم میں ذرا سا چرکا دے کر نشان بھی کر دیتے تھے۔ہدی قلائد کا ذکر بھی وہی تعمیم کے بعد تخصیص ہے۔

پنجم: حج وعمرہ کے لئے آنے والوں کو پریشان کیا جائے:......وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ، اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے آمِّی الْبَیْتِ الْحَرَامِ بھی پڑھا ہے اضافت کی وجہ سے ن ساقط کر کے۔امت بمعنی قصدت سے مشتق ہے یعنی کعبہ کے قصد کرنے والوں کو جو حج وعمرہ کے لئے آتے ہیں نہ چھیڑو۔عام مفسرین نے اس جملہ کو بھی آیت فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا سے منسوخ کہا ہے یعنی مشرکین کو خانہ کعبہ میں آنے کی اس آیت میں ممانعت ہوگئی۔پہلے جملہ سے اجازت ثابت ہوتی تھی۔لیکن اگر یوں کہا جائے کہ یہاں بھی نسخ نہیں تو ممکن ہے۔اس لئے کہ اس جملہ میں صرف یہ بات ہے کہ جو کوئی مسلمان یا مشرک خانہ کعبہ کو آئے تو اُس سے تعرض نہ کرو۔یہ اور بات ہے کہ اب ان کو اس آیت میں آئندہ آنے کو ممانعت کر دی دونوں باتوں میں کچھ مخالفت نہیں۔

فائدہ:...یَبْتَغُوْنَ...الخ یہ جملہ مفسرین کے نزدیک آٰمِّیْنَ کی صفت ہے بہ پیرایہ حال۔پھر ان کا حج وعمرہ میں جب کہ آٰمِّیْنَ سے مشرکین مراد لیا جائے فضل اور رضا الٰہی کے تلاش کرنے کے یہ معنی ہیں کہ بذریعہ تجارت نفع چاہتے تھے جو فضلِ ربی ہے اور اپنے عقائد میں حج وغیرہ سے اُس کی رضا حاصل کرتے تھے۔وَاِذَا حَلَلْتُمْ...الخ یعنی شکار کی ممانعت حرم واحرام میں ہے اور جب تم حلال ہو جاؤ یعنی احرام کھول دو یا حرم سے باہر نکل جاؤ تب شکار کرنا مضائقہ نہیں۔یہ امر وجوب کے لئے نہیں بلکہ اباحت کے لئے ہے بہ قرینہ اس بات کے کہ نہی کے بعد آیا ہے۔

ششم: بغض وتعدی کی ممانعت اور تعاون علی البر کا حکم:......وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ۔جرم بمعنی کسب تھا جب لا اُس کے ساتھ لگا تو معنی لا یحملنکم کے ہو گئے وقیل لا یکسبنکم بغض قوم ان تعتدوا الحق الی الباطل۔شناٰن کے معنے بغض کے ہیں۔مرد کو شناٰن اور عورت کو شناٰنہ کہا کرتے ہیں۔یعنی تم کو جو انہوں نے مسجد الحرام سے روک دیا ہے اس بغض میں آ کر تعدّی نہ کرو کیونکہ بُری بات کے بدلے میں بُرائی نہ کرنا چاہئے بلکہ جو کوئی نیکی کرے اس میں مشارکت کرنی چاہئے۔اسی لئے اس کے بعد یہ (امر) صادر فرمایا وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔اس میں نیکی میں شرکت اور اعانت کرنے اور بدی سے بچنے کا حکم دیا۔امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں وابصہ کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ سے برّ (نیکی) اور اثم (گناہ) کی تفسیر میں یہ نقل کیا ہے کہ جس پر دل ٹکے وہ نیکی ہے اور جو دل میں کھٹکے وہ بدی ہے۔حقیقت میں دل آئینۂ غیب ہے۔

سب کے بعد آیت کو وَاتَّقُوا اللّٰہَ پر تمام کیا۔کیونکہ تمام عملیات کا دارومدار تقویٰ یعنی خوف خدا پر ہے اور خوف خدا قائم کرنے کے لئے اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ فرمایا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا

ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ
اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ
اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ
دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ③

ترجمہ:.....حرام کردیا گیا ہے تم پر مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور (وہ جانور) جس پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھٹنے سے مرجائے، اور جو لاٹھی یا پتھر سے مارنے سے مرجائے اور جو اُوپر سے گر کر مرجائے اور جو سینگ مارنے سے مرجائے اور (وہ جانور) جس کو درندوں نے پھاڑ کھایا ہو مگر (وہ حلال ہے) جس کو تم نے ذبح کرلیا اور وہ جانور جو بتوں پر ذبح کیا گیا اور حرام ہے فال کے تیروں سے تقسیم کرنا۔ یہ گناہ کی بات ہے۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہوگئے، پھر اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا۔ اور تم پر اپنی (کُل) نعمت پوری کردی اور میں نے تمہارے لئے مذہب اسلام پسند کیا۔ ہاں جو بھوک کے مارے بے قرار ہوجائے گناہ گاری کا قصد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے③۔

ترکیب:.....حُرِّمَتْ فعل مجہول المیتۃ مفعول مالم یسم فاعلہ والدم اور لحم الخنزیر اور ما اھل اور المنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع وما ذبح وان تستقسموا سب اس پر معطوف ہیں۔ فمن اضطر شرط ہے محلِ رفع میں بسبب مبتدا ہونے کے غیر حال ہے فانّ اللّٰہ جواب شرط اور عائد محذوف ہے اَی لہ۔

حرام اشیاء کا بیان

تفسیر:.....یہاں سے اُن حرام چیزوں کا بیان شروع ہوتا ہے کہ جن کا پہلی آیت اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ میں بیان کرنے کا اشارہ فرمایا تھا۔ اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ جو حلال چیزوں سے مُستثنیٰ کی گئی تھیں اور وہ گیارہ چیزیں ہیں۔

میتہ کی بحث۔ چوپایہ:.....۱)..... اَلْمَيْتَةُ یعنی مُردار، بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والمیتۃ ما فارقہ الروح من غیر تذکیۃ

فائدہ:.....یہاں اُن چند چیزوں کا بیان ہے کہ جن کی نسبت فرمایا تھا کہ اُن کو ہم ابھی بیان کریں گے ان کو اس خوان دنیا میں سے نہ کھانا (۱) مُردار۔ (۲) خون۔ (۳) سور کا گوشت، ان کی حرمت توریت میں بھی ہے اور ان کا اخلاق اور جسم پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ (۴) بُتوں کے نام پر جو جانور چھوڑا گیا اس لئے کہ اس میں حکمی نجاست ہے۔ (۵) گلا گھونٹا ہوا۔ (۶) چوٹ سے مرا ہوا۔ (۷) گر کر مرا ہوا۔ (۸) سینگ سے مرا ہوا۔ (۹) درندوں کا پھاڑا ہوا اگر زندہ پا کر ذبح نہ کیا گیا ہو۔ (۱۰) بُتوں پر ذبح کیا ہوا۔ (۱۱) گوشت یا اور کسی چیز کا پاسے ڈال کر تقسیم کرنا جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ وہ تیروں کے پاسے ڈال کر تقسیم بھی کرتے تھے اور اسی پر سفر اور نکاح وغیرہ کاموں میں بھی کاربند تھے۔ یہ جُوا ہے جو بدکاری اور اس قوم کے لئے جو دنیا کی قوموں کی رہبر بتائی جائے بدنما ہے۔ اس گیارہ چیزوں کی حُرمت بیان فرما کر ارشاد فرماتا ہے کہ اب کفار کو تمہارے دین کی طرف سے ناامیدی ہوگئی۔ کیونکہ اب مسلمانوں کا دستور وقانون مرتب ہوگیا اُن کو کفار کے رسم و رواج سے بے نیازی ہوگئی اور یہ قانون بھی مکمل ہے اس میں دست اندازی کا کوئی موقعہ نہیں رہا ایسی حالت میں جبکہ کفار کی امیدیں اسلام سے پھر جانے کی جاتی رہیں تو طبعی بات ہے کہ وہ ستادیں گے پر تم اے مسلمانو! ان سے کچھ خوف نہ کرو، خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اس لیے کہ خدا ترس کی ہیبت مخالف پر پڑتی ہے۔ یہ جملہ معترضہ تھا۔ اس کے بعد پھر انہیں حرام اشیاء میں کلام کرتا ہے کہ اگر کوئی بھوک سے مرتا ہو اور کچھ نہ ملے اور شکم پری اور نفس کی خواہش مقصود نہ ہو تو خدا تعالیٰ معاف کرنے والا ہے اگر کھالے۔ ۱۲ منہ

کہ میتۃ اُس جانور کو کہتے ہیں کہ جس کی روح بغیر ذبح کئے نکل جائے۔ اس میں کسی جانور کی خصوصیت نہیں خواہ چرند ہو خواہ پرند۔ عرب کے محاورہ میں خصوصاً جب کہ قرآن مجید نازل ہو رہا تھا میتۃ کو اسی عام معنی پر اطلاق کرتے تھے اس میں بہیمہ کی کوئی خصوصیت نہیں کیونکہ اگر میتۃ سے خاص بہیمہ ہی مراد ہوتا تو خود حضرت پیغمبر علیہ السلام کہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے اور جن سے بہتر کوئی شخص قرآن کے معنی و مطالب نہیں جان سکتا۔ میتہ میں مچھلی اور ٹڈی کو شامل کر کے پھر اس سے مستثنیٰ نہ کرتے۔ دیکھو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ احل لنا میتتان و دمان فاما المیتتان فالحوت و الجراد و اما الدمان فالکبد و الطحال، کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے دو میتہ اور دو خون حلال کر دیئے۔ دو میتہ مچھلی اور ٹڈی اور دو خون سے مراد کلیجی اور تلی ہے۔ اس حدیث کو امام شافعی، اور امام احمد بن حنبل، اور ابن ماجہ، اور دار قطنی، اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اسی کی مؤید ایک اور حدیث ہے جس کو اصحابِ سنن اور احمد اور جماعتِ محدثین نے اسنادِ مختلفہ سے روایت کیا ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اُس کی میتہ یعنی بغیر ذبح کی ہوئی مچھلی حلال ہے اور جن مفسرین نے المیتۃ کے اوّل لفظ البھیمۃ کو موصوف مقدر مانا ہے تو فردِ غالب کا لحاظ کیا ہے نہ کہ حصر۔ اس آیت میں بعبارۃ النص اس بات کی تصریح ہے کہ جس جانور کو خواہ پرند ہو مرغی وغیرہ یا کوئی چرند بہائم گائے، بکری جب تک ذبح نہ کیا جائے حرام ہے۔ بجز مچھلی اور ٹڈی کے اور کوئی جانور ذبح سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس پر خدا تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے جو ذبح میں لیا جاتا ہے اس کو نہ کھاؤ اس میں پرند کی کوئی خصوصیت نہیں۔ لفظ ما عرب کی زبان میں عام ہے اپنے معنی پر قطعاً دلالت کیا کرتا ہے اس میں صرف مچھلی اور ٹڈی ہی مستثنیٰ ہو سکتی ہے کہ جن کو کسی خاص وجہ الہامی سے خود پیغمبر علیہ السلام نے مستثنیٰ کیا اب جو بعض محرضینِ کلام الٰہی نے نصاریٰ کی خوشامد سے آیتِ مذکورہ سے جاہلانہ اگر مگر ملا کر پرند خصوصاً مُرغی کو بغیر ذبح کئے حلال کیا اور گلا گھونٹی مرغی کو المنخنقۃ سے باطل تاویل کر کے حلال بنایا ہے اور اُس کو طعامِ اہل کتاب بنا کر مباح کیا ہے محض لغو اور سراسر بے دینی اور علم قرآن و حدیث سے محض ناواقفی ہے۔ اوّل تو آیات کے عموم کو بلاوجہ وجیہ خاص کرنا اور پھر آج کل کے انگریزوں کو جو اکثر عیسائی نہیں بلکہ ملحد اور دہریہ ہیں۔ اہلِ ❶ کتاب قرار دینا اور پھر اُن کے طعام کو عام رکھنا نہ اس میں سے شراب مستثنیٰ کرنا نہ سُور کو نہ مُردار کو ایک جاہلانہ گفتگو ہے جس کی طرف کوئی مسلمان سلف سے لے کر خلف تک کان بھی نہیں لگا سکتا۔

دم۔ یعنی خون کی بحث:.....۲).....اَلدَّمَ یعنی خون۔ صاحبِ کشاف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ وہ خون کو جما کر توے پر بھون لیا کرتے تھے یا تل لیا کرتے تھے پھر اُس کو کھاتے تھے مگر وہ خون جس کا کھانا اس آیت میں حرام کر دیا ہے دَم مسفوح ہے یعنی وہ خون جو بہہ سکتا ہے یا بہایا گیا۔ اس سے وہ خون جو کہیں گوشت پر لگا رہتا ہے یا کلیجی اور تلی مستثنیٰ ہے۔

وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ:.....۳).....وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ یعنی سور کا گوشت، اس میں اُس کی چربی اور بال کھال سب شامل ہیں۔

وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ:.....۴).....وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ یہ وہ جانور جو خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا گیا ہو۔ ایامِ جاہلیت میں مشرکین اپنے بتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے تھے جس طرح اب تک ہندو دیوی دیوتاؤں کے نام پر سانڈ چھوڑتے ہیں جن کو وہ

---

❶.....اہلِ کتاب اور اُن کے طعام سے جو کہ حلال کیا گیا ہے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر آگے چل کر ہم خوب بیان کریں گے مگر مختصراً یہ کہ اہلِ کتاب سے مراد یہود ہیں جو توریت اور شریعت موسویہ علیہ السلام کی پابندی کا دعویٰ کرتے ہیں اور عیسائی بھی جو توراۃ اور انجیل اور شریعت عیسویہ علیہ السلام کی پابندی کے مدعی ہیں اور یہ بات ہے کہ وہ اس دعویٰ میں کامل ہیں یا ناقص، سچے ہیں یا جھوٹے نہ کہ وہ ملحد کہ اُن کو برائے نام عیسائی کہا جاتا ہے اور دراصل وہ اپنے مذہب کو بھی ہیچ در ہیچ سمجھتے ہیں۔ نبوت الہامِ الٰہی پر تمسخر اُڑاتے ہیں جیسا کہ فرنگستان کے اکثر لوگ۔ اور اُن کے طعام سے مراد وہ چیزیں ہیں کہ جن میں شریعت محمدیہ ﷺ کے برخلاف چیزیں نہ ہوں خصوصاً وہ کہ جن کو نص نے ممنوع نہ کیا ہو ۱۲ منہ۔

لوگ ادنیٰ چھیڑتے نہ تھے۔ ان کا بتوں کے نام پر چھوڑنا اھلال لغیر اللہ ہے جس سے وہ جانور شریعت محمد یہ ﷺ میں بت پرستی کی تحقیر کے لئے ناپاک اور حرام قرار دیا گیا۔ مگر عام مفسرین کا قول ہے کہ صرف اُس کا نام پکارنے سے وہ جانور اس مرتبہ میں نہیں پہنچ گیا کہ اب جو کوئی اللہ تعالیٰ کے نام سے اُس کو ذبح کرے تب بھی وہ حرام ہی رہے بلکہ مُراد یہ کہ جو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے جیسا کہ جاہلیت کا دستور تھا اور پھر اس میں اور وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ میں یہ فرق ہوگا کہ اول میں خاص بتوں کا نام لے کر ذبح کرنا دوسرے میں بتوں کے لئے ذبح کرنا نام لیں یا نہ لیں۔ یہ بحث سورۂ بقرہ میں ہو چکی ہے۔ اُس کو وہاں سے دیکھنا چاہیے۔

وَالْمُنْخَنِقَةُ:......۵)......اَلْمُنْخَنِقَةُ۔ یعنی جو جانور گلا گھوٹنے سے مرجائے۔ خنق اور اختناق گلا گھٹنا، اس کی تین صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ ایام جاہلیت میں بغیر ذبح کرنے یوں بھی جانور کا گلا گھونٹ کر مار ڈالتے تھے، پھر اُس کو کھاتے تھے۔ دوم یہ کہ کسی رسّی کے پھندا لگ جانے سے گلا گھُٹ کر مرجائے۔ سوم یہ کہ درختوں کی ٹہنیوں میں گردن پھنس جانے سے گلا گھٹ کر مرجائے تینوں صورتوں میں یہ جانور چونکہ بغیر ذبح کئے مرا ہے میتہ یعنی مُردار ہے سو یہ بھی حرام ہے (تفسیر کبیر) اس میں اس کی کوئی قید نہیں کہ اگر وہ جانور مرغی ہے اور کسی جنٹلمین کے گورے گورے ہاتھوں سے اُس کی گردن مروڑی گئی ہے تو وہ حلال ہے اور جس کو حرام کھانے، شراب پینے سے کچھ نہ ہو تو پھر کیا ضرورت ہے کہ زمین آسمان کے قلابے ملا کر قرآن میں تحریف کر کے اُس کو حلال بھی بنا دے۔

وَالْمَوْقُوْذَةُ:......۶)......وَالْمَوْقُوْذَةُ۔ وقذھا بمعنی ضرب، یعنی جس جانور کو لٹھ سے یا پتھر سے مار دیا جائے جیسا کہ عرب کا دستور تھا یہ بھی ذبح نہ ہونے کی وجہ سے میتہ اور حرام ہے اور وہ جانور کہ جو بندوق کی گولی سے مارا جائے وہ بھی موقوذہ میں شمار ہے۔

فائدہ: شکار میں جانور مارے جانے کی بابت:...... شکار کھیلنے میں شریعت نے یہ اجازت دی ہے کہ شکار اگر ہاتھ آ کر ذبح نہ ہو سکے تو بسم اللہ پڑھ کر دھار دار چیز نیزہ یا تیر پھینک کر مار دینے سے اگر اُس کا جسم کٹ کر خون نکلے خواہ کہیں لگے وہ جانور حلال ہے۔ اسی طرح شکاری ❶ کتے کا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑنا بھی ذبح میں داخل ہے اگر اس کی گرفت میں وہ جانور مرجائے گا حلال ہوگا، مگر جو چیز شکار پر پھینکی جائے دھار دار ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امام مالک، اور امام ابوحنیفہ، اور امام شافعی، اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کا یہی فتوے ہے۔ مگر بعض علماء نے بسم اللہ کہہ کر گولی کے مارنے سے جو مرجائے اُس کو بھی حلال بتایا ہے اور دلیل اس پر عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے کہ جس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ یا رسول اللہ! میں تیر سے شکار کھیلا کرتا ہوں اس میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جب دھار کی طرف سے لگ کر کٹے تو کھالیا اور جو اُس کے عرض سے ❷ مرے تو مت کھا۔ اور گولی میں کٹنا نہیں پایا جاتا بلکہ بارود کے زور سے ٹوٹتا اور نہ اُس میں دھار ہے۔ ہاں قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس میں اختلاف کرتے ہیں۔

وَالْمُتَرَدِّيَةُ......۷)......اَلْمُتَرَدِّيَةُ۔ تردی کہتے ہیں اُوپر سے نیچے گر پڑنے کو، جا جونور پہاڑ یا کسی درخت یا چھت پر سے گر کر مر جائے اس کو متردیہ کہتے ہیں یہ بھی بہ سبب ذبح نہ ہونے کے میتہ میں شمار ہے۔

النَّطِيْحَةُ:......۸)......النَّطِيْحَةُ۔ بروزن فعیلۃ بمعنے مفعولۃ، نطح کہتے ہیں سینگ مارنے کو، نطیحہ وہ جانور جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرجائے یہ بھی بسبب ذبح نہ ہونے کے میتہ ہے۔

---

❶ ... اس کو کلب تعلیم کردہ کہتے ہیں اور اس میں باز اور چیتا بھی شامل ہیں یعنی جو قابل تعلیم ہوں اور نجس العین نہ ہوں ان سے شکار کرنا درست ہے۔ بسم اللہ کہہ کے چھوڑنا ذبح کرنا ہے مگر اس شکار میں زخم ہو کر خون نکلنا چاہیے۔ اور بعض روایات میں خون نکلنا کچھ شرط نہیں جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے (درالمختار) ۱۲ منہ ❷......یعنی جو اس کی لکڑی یا چوڑے رخ سے تیر کا پھل لگے۔

مَآ اَکَلَ السَّبُعُ :......۹)......مَآ اَکَلَ السَّبُعُ۔وہ جانور کہ جس کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو اور وہ اُسی حالت میں بغیر ذبح کئے مرگیا ہو وہ بھی حرام ہے (اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ) یہ سب اقسام کی طرف راجع ہے یعنی (۱) موقوذہ اور (۲) متردیہ اور (۳) نطیحہ اور جس کو درندے نے پھاڑ کھایا ہو حرام ہیں، مگر جب کہ تم ان کو زندہ پالو اور ذبح کرلو تب درست ہیں ذکوٰۃ کلام عرب میں ذبح کے لئے آتا ہے اور لغت میں بمعنے تمام اور تیزی طبع کے بھی آتے ہیں (الذکوٰۃ) شرع میں شہ رگوں اور حلقوم کو کاٹ کر خون نکالنا (یہ اس جانور کے لئے جو ذبح کیا جائے) اور نحر کرنا ہے اور جس پر ذبح کی قدرت نہ ہو تو اُس کی بسم اللہ کہہ کر کونچیں کاٹنا یا زخمی کردینا ذکوٰۃ ہے۔اور جس آلہ سے ذکوٰۃ واقع ہوتی ہے وہ جمہور کے نزدیک بجز ناخن اور دانت کے ہر دھار دار چیز ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔

مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ :......۱۰)......مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ۔یعنی وہ جانور جو نصب کے لئے ذبح کیا جائے۔نصب اَن گھڑت پتھروں کو کہتے ہیں کہ جن کو مُشرکین پوجتے اور نذر و نیاز کے لئے کھڑا کر لیتے ہیں اور اصنام وہ جن میں صورت کھدی ہو۔ایامِ جاہلیت میں مشرکین عرب کہیں تو ترشے اور کھدے ہوئے پتھر کھڑے کر لیتے تھے اور کبھی ایسے ہی اَن گھڑت پتھر کھڑے کر کے اُن پر اپنے دیوی دیوتاؤں کے نام سے قربانیاں کرتے اور کچھ خون اُن پر بھی چھڑک دیتے تھے جیسا کہ اب تک ہندوؤں میں دستور ہے۔اس کو بھی خدا تعالیٰ نے نجس قرار دیا اور حرام کردیا۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ :......۱۱)......وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ۔یعنی فال کے تیروں سے تقسیم کرنا۔ازلام زلم کی جمع ہے جس کے معنی برابر کرنے کے ہیں چونکہ ایام جاہلیت میں تیر رکھ چھوڑتے تھے جن سے پاسے کے طور قربانی کے گوشت اور دیگر چیزوں کی تقسیم اس طور سے کرتے تھے جو ایک قسم کا جُوا ہوتا تھا اس کو بھی حرام کردیا۔مثلاً کسی تیر پر تین حصّے کسی پر دو حصّے کسی کو خالی قرار دے کر ان کو کسی کپڑے کی تھیلی میں سے ہاتھ ڈال کر نکالتے تھے اگر جس پر دو حصّے مقرر تھے وہ نکل آیا تو وہ دو حصّے لے گیا اور جس کے لئے خالی نکلا تو وہ محروم رہا اور اسی طرح کسی تیر پر لکھا تھا کر، کسی پر نہ کر، کسی کو خالی رکھا پھر جس کام کو کرنا چاہتے تو اسی طرح ان تیروں کو نکالتے اگر وہ تیر نکلا کہ جس پر کرنا لکھا تھا تو اُس کام کو کرتے ورنہ ترک کرتے، اور جو خالی تیر نکلتا تو بار دیگر اس عمل کو کام میں لاتے تھے۔اگرچہ آیت میں عموماً ان سب قسم کی لغو حرکات کر حرام کردیا مگر یہاں گوشت کی اسی طرح سے تقسیم کرنے کی طرف اشارہ ہے جو وہ اپنے بُتوں کے چڑھاوے کے گوشت کو تقسیم کرتے تھے اور قرعہ میں جس کو شرع نے جائز رکھا ہے اور اس پاسے اندازی میں بڑا فرق ہے۔قرعہ حصصِ مساویہ پر ڈالا جاتا ہے اس میں کسی کو مُضرت نہیں پہنچتی نہ کچھ عیب جوئی مقصود ہوتی ہے۔

فائدہ: محرمات کی تقسیم :......جن چیزوں کو اس آیت میں حرام کیا ہے ان کی تین قسم ہیں۔اوّل وہ کہ اُن کی ذات میں ایسی خباثت دائی پائی جاتی ہے کہ انسان کے اخلاق اور روح پر بُرا اثر پیدا کرتی ہے اور وہ میتۃ اور دَم اور لحم خنزیر ہے۔دوم وہ کہ ان جانوروں کو بُتوں کے نام اور اُن کی نیاز کے لئے ذبح کیا گیا ہے اور یہ خباثت ان میں عارض ہوگئی ہے ورنہ بذاتِ خود ان جانوروں میں کوئی قباحت نہیں۔سوم وہ کہ ان میں عارضی قباحت ہے مگر ان کی اصلاح ممکن ہے۔دوم قسم میں اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ جو زیادہ نجس ہے اور مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ قسم سوم میں داخل ہے اور گیارہویں قسم کوئی جداگانہ نہیں بلکہ ان ہی کے گوشت کی بُری تقسیم ہے پھر ان تینوں قسموں کو کس خوبی اور لحاظ مراتب سے خدا تعالیٰ نے مقدم اور مؤخر کیا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔اس کے بعد اَلْیَوْمَ سے لے کر رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا تک جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات بتلائی ہے کہ ابتدائے اسلام میں نہ تو بعض مصالح کی وجہ سے ان اشیاء کی حلّت و حُرمت بیان ہوئی تھی اور نہ مخالفین کے جور و ظلم سے شرائط اسلام پر عمل کرنے کی آزادی تھی اس لحاظ سے کہ کفار اس چشمۂ غیبی کو تعصب کے رہتے

اور منی سے روکنا چاہتے تھے اور مسلمانوں کو بارِ دیگر اپنے مذہب میں پھر آنے کی طرف مجبور کرتے تھے آخر وہ چشمۂ غیبی اس روک سے اور بھی چاروں طرف ایسا پھوٹ نکلا کہ اب مخالفین کو اُس کے بند کرنے کی اُمید بھی باقی نہ رہی اور تمام وکمال شرائع ظاہر کر دیئے گئے۔

مضطر کے لیے خصوصی حکم: ۔۔۔۔۔ اے اہلِ اسلام! اب تم کو کسی کا خوف نہیں رہا، اس بات پر میرا شکر کرو۔ اس کے بعد فَمَنِ اضْطُرَّ سے لے کر غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ تک یہ بات بیان کرتا ہے کہ یہ جانور جو ہم نے حرام کئے ہیں ایسی حالت [illegible] کہ جب [illegible] بھوکا مرتا ہو [illegible] میں نہ پڑ سکو اور جب ایسی حالت ہو کہ جس کو اضطرار اور مخمصہ ① سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس شخص کی نیت بھی حرام خوری کی نہ ہو صرف بھوک سے جان بچانا یا سخت دشمن سے جان بچانا مقصود ہو تو اس کے لئے ان چیزوں کی اجازت ہے مگر اس کے ساتھ غفور رحیم کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ یہ حالتِ اجازت بھی خطرہ سے خالی نہیں مگر وہ تم کو معاف کر دے گا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِیْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَیْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ④ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْۤ
ع اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ⑤

ترجمہ: ۔۔۔۔۔ (اے نبی ﷺ!) وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لئے کیا کیا حلال کیا گیا ہے؟ کہہ دو تم کو پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور شکار بھی تمہارے سکھائے ہوئے شکاری جانوروں کا کہ جن کو تم وہ طریقہ سکھاتے ہو جو تم کو خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے۔ (حلال ہے) پس جو کچھ وہ تمہارے لئے شکار پکڑیں تو اُس کو کھالیا کرو اور اُس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے ④ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہلِ کتاب کا کھانا بھی تمہیں حلال ہے اور تمہارا کھانا اُنہیں حلال ہے اور ایمان دار پاک دامن عورتیں اور اُن لوگوں کی پارسا عورتیں بھی کہ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے (وہ بھی حلال ہے) جب کہ اُن کے مہر ادا کر دو اور تم کو پاکدامنی بھی مقصود ہو نہ یہ کہ مستی نکالنا اور خفیہ آشنائی کرنا۔ اور جس نے ایمان کی باتوں سے انکار کیا اُس کا کیا کرایا غارت ہوا اور وہ آخرت میں بھی خسارہ پانے والوں میں ہوگا ⑤۔

ترکیب: وما بمعنے الذی والتقدیر ما علمتم۔ من الجوارح حال ہے ہائے محذوفہ سے یا ما سے جوارح جمع جارحۃ ای الکواسب یعنی شکار کرنے والے جانور جیسا کہ کتا اور باز۔ مکلبین بالتخفیف والتشدید حال ہے ضمیر علمتم سے تعلمونہن جملہ مستانفہ

---

① ۔۔۔ خمص یا خمیص پیر کے تلوے کے گڑھے کو کہتے ہیں۔ بھوک میں پیٹ میں گڑھا پڑ جاتا ہے اس لئے بھوک کو مخمصہ کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

بھی ہوسکتا ہے اور ضمیر مکلبین سے حال بھی ہوسکتا ہے۔ طعام الذین مبتدا أحلّ لکم خبر و طعامکم مبتدا حل لھم خبر و المحصنت معطوف ہے الطیبات پر اذا اٰتیموھنّ سے غیر صفت ہے محصنین کی و لا متخذی اس پر معطوف ہے۔

پاک اور ستھری چیزیں حلال ہیں

تفسیر:..... پہلی آیت کا تتمہ ہے۔ ایام جاہلیت میں عرب کی قومیں باوجود یکہ بعض چیزوں کو پاک اور ستھری سمجھتی تھیں مگر اپنے واہی شبہات سے ان کا کھانا حرام جانتے تھے۔ (حالانکہ شریعت نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ یا تو ناپاک اور گندی ہیں یا اُن میں بُت پرستی کی وجہ سے عارضی ناپاکی آ گئی ہے) جیسا کہ بحیرہ اور سائبہ سو اس لئے وہ پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرتے تھے۔ اُن کے جواب میں فرمایا کہ سب پاک اور ستھری چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔

شکاری کتوں کے شکار کا ذکر:..... وَمَا عَلَّمْتُمْ یعنی کھانے پینے کی نہ صرف یہی پاک چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں بلکہ تمہارے کئے ہوئے شکاری کُتوں کے وہ شکار بھی تمہارے لئے حلال ہیں کہ جو وہ تمہارے لئے پکڑتے ہیں۔ اس آیت سے تمام اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کتے کو شکار کرنا سکھایا جائے اور امتحان ہو جائے کہ وہ ہمارے کہنے سے شکار پر منہ ڈالتا اور منع کرنے سے رُک جاتا ہے۔ (تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ سے اسی طرف اشارہ ہے) اور خود نہیں کھاتا۔ بشرطیکہ اس کو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو جیسا کہ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ سے مستفاد ہے۔ اُس کا کھانا بغیر ذبح کئے بھی درست ہے گویا یہ اُس کا پکڑ کر اُس کو پھاڑنا ذبح کرنا ہے۔ اس میں بعض نے اُس کے پھاڑنے کی بھی قید لگائی ہے بعض کہتے ہیں اس کی کچھ قید نہیں۔ اس قدر تو قرآنِ مجید کی عبارت سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے۔ اب آئندہ آیت کے الفاظ پر بحث کر کے علماء نے اپنے اجتہاد اور اخبار سے اختلاف کیا ہے۔

باز، شکرہ وغیرہ کے شکار کا حکم:..... (۱)..... مِّنَ الْجَوَارِحِ، اس کو جمہور نے جرحؔ و اجترح بمعنے اکتسب سے لیا ہے، اور اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ وَالَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اے اکتسبوا و قال وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ اے کسبتم یعنی کمانے والے جانور اس میں کتے کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ چیتا اور باز اور صقرف بجز نجس العین جانوروں کے جو قابلِ تعلیم ہیں سب شامل ہیں اور ان کے شکار میں زخم کرنے کی بھی کوئی قید نہیں۔ مگر بعض علماء نے جرح کو زخم کے معنے میں لے کر یہ بات ثابت کی ہے کہ اس شکار میں اُن کے پکڑنے سے زخم ہو کر خون بھی نکلنا چاہیے اور جو خون نہ نکلے گا تو اُس کو بغیر ذبح کے کھانا درست نہیں ہوگا۔

(۲)..... مُكَلِّبِيْنَ، جمع مکلب کی ہے اور مکلّب اُس شخص کو کہتے ہیں جو شکاری جانوروں کو شکار کرنا سکھائے اور چونکہ کُتا سب میں زیادہ اس صنعت کو قبول کرتا ہے اس لئے اس کو کلب سے لیا گیا اور مراد عام ہے جس میں اور جانور بھی شامل ہیں اور نیز عرب میں ہر ایک درندہ پر لفظ کلب کا اطلاق ہوتا تھا خواہ مجازاً خواہ حقیقۃً۔ اور ضحاک، اور سدی، اور ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہم نے لفظ کلب جس کے معنی کتا ہیں خیال کر کے اُس کو کتے کے شکار میں مخصوص کیا ہے اور دیگر جانوروں کے شکار کو بغیر ذبح کے نادرست قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے تھی اور پھر کُتوں میں سے کالے کتے کو حسنؒ اور قتادہ، اور نخعی، اور ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم نے مستثنیٰ کیا ہے کہ اس کو حضرت پیغمبر علیہ السلام نے بلفظ شیطان تعبیر کیا ہے، اُس کا شکار بھی درست نہیں مگر جمہور نے عام رکھا ہے اور ان ہی کے دلائل قوی ہیں۔

(۳)..... جمہور کے نزدیک بقید مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ اور حدیث عدی بن حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے کہ جس کو بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے یہ بات ثابت ہے کہ جو شکاری کُتا شکار پکڑ کر آپ کھانے لگے اُس کا شکار بغیر ذبح کے درست نہیں کیونکہ قرآن مجید اور حدیث میں یہ لفظ ہے کہ "جو تمہارے لئے پکڑے" مگر اب اُس نے اپنے لئے پکڑا اور نیز اوّل صورت میں تو بمنزلہ ایک آلہ

یا حربہ کے تھا اور جب اُس نے اپنے لئے ایک فعل خلاف منشاء شکاری کیا تو وہ ایک مستقل ہو گیا، پھر کُتّے کے مارے کو بغیر ذبح کے کیونکر کھایا جائے۔ اوّل صورت میں وہ کُتا بمنزلہ چھری کے تھا مگر بعض علماء جیسا کہ عطاء بن ابی رباح، اور اوزاعی رحمۃ اللہ علیہم اور حضرت سلیمان فارسیؓ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہیں کہ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ کے منافی نہیں کہ کچھ شدتِ گرسنگی (شدت بھوک) میں اُس نے بھی کھالیا ہو اس لئے یہ شکار بھی درست ہے اس صورت میں بھی کُتّے کا شکاری کے لئے شکار مارنا پایا جاتا ہے اور اس کی سند میں وہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ جس کو ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اور نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ عن ابیہ عن جدّہٖ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کُتّے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو تو شکار کو کھالو گو وہ بھی اس میں سے کھالے۔

شانِ نزول:......اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بڑے شکاری تھے اُنہوں نے آنحضرت علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا تھا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور نیز احادیث میں اکثر ان ہی کے سوال کے مطابق شکار کے مسائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ تیر سے بسم اللہ پڑھ کر شکار مارنا یا کسی اور دھاردار چیز سے اسی پر قیاس کیا گیا ہے اور اس بارے میں احادیث صحیحہ بھی وارد ہیں۔ جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جو صحیحین میں ہے وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تیر سے بھی شکار کیا کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دھار سے مرے اور زخم ہو تو کھا اور جو اُس کے عرض یعنی بغیر دھار کے دوسری طرف سے لگ کر اُس کے صدمہ سے مرے تو نہ کھا، کیونکہ وہ موقوذہ قیذ ہے۔

بوقت شکار بسم اللہ پڑھنا:......وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، جمہور مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا نام اُس پر لینے سے کُتا چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا مُراد ہے اور حدیثِ عدی رضی اللہ عنہ جو صحیحین میں ہے اُسی کی مؤید ہے ان ارسلت کلبک وسمیت فاخذ فکل مگر بعض علماء نے اس سے کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا مراد لیا ہے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اسی کو اس حدیث سے کھانے کے وقت جو بسم اللہ کہنے کے بارے میں آئی ہیں ترجیح دیتے ہیں۔ مگر یہ وہم ہے کیونکہ کھانے کے وقت بسم اللہ کہنا اور حکم ہے اور تیر چلاتے یا شکاری کُتا چھوڑتے وقت بسم اللہ کہنا جُداگانہ حکمِ مؤکد ہے۔

اہلِ کتاب کا کھانا حلال ہے؟:......اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ کا اعادہ گویا طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ کے لئے صرف تمہید بلکہ اس بات کا اعلان بھی ہے کہ اہل کتاب کا ہر کھانا تمہارے لئے حلال نہیں بلکہ صرف طیبات کہ جن میں شرعی یا عرفی کوئی ناپاکی یا بدمزگی نہ ہو۔

طعام اہل کتاب کی بحث:......طعام اہل کتاب اہل کتاب میں جمہور مفسرین کے تین قول ہیں۔ (۱) اُن کے ذبائح۔ (۲) اُن کے ہاں کی روٹی اور میوے وغیرہ وہ چیزیں جن میں ذبح کی حاجت نہیں پڑتی اور یہ قول بعض ائمہ زیدیہ سے منقول ہے۔ (۳) عموماً ذبائح و دیگر مطعوماتِ طیبہ۔ اوّل قول قوی ہے بقرینۂ مقام۔

اہلِ کتاب سے جمہور کے نزدیک یہود و نصاریٰ مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ خاص بنی اسرائیل۔ مجوس جمہور کے نزدیک اہل کتاب نہیں۔ آنحضرت علیہ السلام نے مقامِ ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ اب ہم کو اس بات کا بتلانا ضروری ہے کہ اس آیت میں جو طعام اہل کتاب کو حلال قرار دیا ہے اس سے ان کا ہر قسم کا کھانا مراد نہیں کہ جس میں گلا گھونٹی مُرغی بھی شامل ہو چند وجوہ سے:

اوّل:......اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ، یہ جملہ سب سے اوّل اعلان کر رہا ہے کہ جن چیزوں کو شرع نے نجس یا رجس قرار دیا ہے وہ مسلمانوں کو کسی حالت میں بجز اضطرار کے درست نہیں کیونکہ ان میں قبح ذاتی ہے جو کسی وقت دور نہیں ہوتا یہ عقل میں نہیں آسکتا کہ جس چیز کو ناپاک قرار دے کر مسلمانوں کے لئے حرام کرے وہ ناپاک چیز اہل کتاب کے ہاتھ میں جا کر پاک ہوجائے، مسلمانوں کے

دسترخوان پر سور، شراب، منخنقہ حرام اور ناپاک ہو اہل کتاب کے دسترخوان پر رکھنے سے پاک ہوجائے۔ اور شراب اور سور اور منخنقہ وغیرہ چیزوں کو خدا تعالیٰ ناپاک اور اُن کے کھانے کو اس سے پہلی آیت میں فسق فرما چکا ہے۔

دوم:......سلف سے خلف تک کسی مسلمان نے طعام اہلِ کتاب کو عام مراد نہیں رکھا ہے کہ اس میں سور اور شراب بھی شامل ہوں، پھر جب یہ نہیں تو منخنقہ جو منصوصاً حرام ہے اس میں کیونکر شامل ہوسکتا ہے۔

سوم:......آیتِ مذکورہ سے جس نے ذبائح مراد لئے ہیں اُس کے نزدیک تو منخنقہ ذبائح میں داخل نہیں اور نیز ذبائح بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا و دیگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک وہ حلال ہیں جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کئے گئے ہوں نہ وہ کہ جو مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کے نام سے بقرینہ آیت وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور یہی صحیح اور احوط ہے۔ اور جس نے عام مراد لیا ہے تو عام سے ہر قسم کے طعام مراد نہیں بلکہ ذبائح اور دیگر خوردنی چیزیں جو ناپاک اور حرام نہیں۔

چہارم:......یہود کے نزدیک قدیم سے اب تک ذبح کرنے کا دستور ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری شریعت موسویہ علیہ السلام کی پابندی کیا کرتے تھے کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ اُنہوں نے سور یا شراب یا گلا گھونٹی مرغی کا استعمال کیا ہو۔ ہاں رومیوں اور دیگر اقوام جو پولوس کے تراشیدہ مذہب میں آئی تھیں اُن کے ہاں ان کا دستور ہو تو ہو مگر آنحضرت علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے برائے نام عیسائیوں کے ذبیحہ کو بھی درست نہیں جانا ہے۔ چہ جائیکہ اُن کے ہاں وہ ناپاک اور نجس چیزیں جن میں گلا گھونٹی مرغی بھی شامل ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم عرب کی قوموں میں سے بنو تغلب اور تنوخ اور جذام اور لخم اور عاملہ وغیرہا قبائلِ عرب متنصرہ کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے کی اجازت نہ دیتے تھے، صرف اس لئے کہ یہ لوگ برائے نام عیسائی ہیں پھر آج کل کے ملاحدہ یورپ تو ہرگز عیسائی شمار نہ ہوں گے۔ فقیر کے نزدیک ان لوگوں کے ساتھ طیبات کامل کر کھانا بھی خالی از فتنہ وفساد نہیں۔

اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح کا شرعی حکم:......وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ اگرچہ یہود ونصاریٰ مسلمانوں کے کھانے کو حلال سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں مگر پھر حِلٌّ لَّهُمْ کہنے سے یہ اشارہ ہے کہ طرفین میں اباحتِ ذبائح حاصل ہے نہ کہ اباحتِ مناکحت جس کو اس جملہ میں واضح فرماتا ہے۔ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ یعنی مسلمان پارسا عورتیں تمہارے لئے نکاحاً حلال ہیں وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی اہلِ کتاب کی پارسا عورتوں سے بھی نکاح کرنا حلال ہے۔ جمہور کا اس پر اتفاق ہے۔ مگر ابنِ عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اہلِ کتاب کی عورتوں سے جب نکاح درست ہے جب کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ جمہور کے نزدیک بغیر مسلمان ہوئے نکاح درست ہے کیونکہ عورت زیر دست ہے، اُمید ہے کہ اس کی صحبت سے اسلام میں آجائے برخلاف مرد کافر کے خواہ اہلِ کتاب ہو خواہ کوئی اور ہو مسلمان عورت کا نکاح اُس سے درست نہیں جیسا کہ پہلے گذرا۔ اکثر فقہاء کتابیات (اہل کتاب عورتوں) کو جن سے نکاح درست ہے ذمیات ❶ میں منحصر کرتے ہیں۔ سعید بن المسیب ؒ اور حسن رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کی کچھ قید نہیں۔ مجوس اہل کتاب میں داخل نہیں مگر ابو ثور ؒ کے نزدیک داخل ہیں۔ پھر ان سب کے نکاح میں مہر ادا کرنا پارسائی اور ہمیشہ کے لیے ساتھ رکھنے کا قصد ملحوظ ہونا شرط ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ . . . الآیۃ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

❶......یعنی ان اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح درست ہے جو مسلمانوں کی رعیت اور زیر فرماں ہوں اور اُن کو ذمی کہتے ہیں کہ ان کے مال وجان کی حفاظت کا اسلام نے ذمہ لے لیا ہے۔ ۱۲ منہ

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۶

ترجمہ:...... اے ایمان والو! جب کہ تم نماز کے لئے اُٹھا کرو تو اپنے منہ اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولیا کرو۔ اور اپنے سر کا مسح کرلیا کرو اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک (دھولیا کرو) اور اگر ناپاک ہو تو نہالیا کرو، اور اگر تم بیمار ہو یا برسر سفر ہو یا کوئی تم میں سے پاخانہ پھر کر آئے یا تم میں سے کسی نے عورت کو چھوا ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اس سے اپنے منہ اور اپنے ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے لیکن وہ تم کو پاک رکھنا چاہتا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کیا چاہتا ہے، تاکہ تم شکر کیا کرو ۶۔

ترکیب:...... اذا شرطیہ فاغسلوا جواب الی المرافق الی بمعنے مع متعلق ہے اغسلوا سے برؤسکم باتی زائدہ ہے وقیل للالصاق وارجلکم بالنصب اس لئے کہ اس کا عطف وجوھکم پر ہے۔ ای فاغسلوا ارجلکم اور بالجر اس طور سے کہ اس کو رؤس پر معطوف کیا جائے اور حکم دونوں کا مختلف ہو اور اس کو جر جوار کہتے ہیں یعنی سر کا مسح ہو اور پاؤں دھونے چاہئیں۔ اور اس قسم کا جر قرآنِ مجید اور کلامِ شعراء میں واقع ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ شرط فَتَيَمَّمُوْا ... الخ جواب۔

نماز کے لیے وضو کا حکم

تفسیر:...... اس سورۃ میں اوّل اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ کہہ کر وفاء عہد کا حکم دیا تھا مگر اس سے ضمناً یہ بات بھی نکلتی تھی کہ جب تم بندے ہو کر عہد کو پورا کرنے پر مجبور کئے جاتے ہو تو میں ربّ العالمین زیادہ تر اپنے اُس عہد کے پورا کرنے کا مستحق ہوں جو میں نے اپنے بندوں سے کیا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا عہد بندوں سے یہ تھا کہ ان کو منافع دنیاویہ مباح کردے اور عالمِ آخرت میں ان کو جنت میں رکھے۔ سو سب سے اوّل منافعِ دنیا کی بابت (کہ جس کی انسان کو ہر وقت ضرورت پڑتی ہے اور جو حسناتِ عقبیٰ کا ذریعہ ہیں) اُس نے اپنا عہد وفا کیا۔ منافع دنیا یا کھانے پینے کی چیزیں ہیں یا مناکحت کے متعلق اور مقدم کھانا پینا ہے۔ اس لئے اوّل کھانے پینے کی چیزوں کی اباحت اور حلّت بیان فرما کر پھر حلال عورتوں کا ذکر کیا کہ جن سے نکاح کی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد وہ بندوں سے اُن کے عہدِ عبودیت کو پورا کرتا ہے اور عبودیّت میں سب سے اوّل درجہ نماز ہے اور نماز بغیر وضوء درست نہیں اس لیے کہ کثافتِ جسمانیہ کا اثر نفس پر پہنچتا ہے یہ تجربہ کی بات ہے۔ اس لئے وضوء کے بارے میں فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ... الخ۔ یا یوں کہو دنیا میں بندہ ہمیشہ نہیں رہے گا آخر اس کو سفر درپیش ہے کہیں جانا ہے کہ جہاں سے پھر آنا نہیں۔ سودا کہتا ہے۔

رخصت دے باغباں کہ ذرا دیکھ لیں چمن
جاتے ہیں واں جہاں سے پھر آیا نہ جائے گا

اور آسمانی کتاب انسان کے فوائد دنیا و دین کے لئے نازل ہوا کرتی ہے پس جس طرح اس نے سب سے اوّل اس دنیا کے فوائد کو حلال و حرام چیزیں کھانے پینے کے متعلق اور نکاح کے متعلق بیان فرما کر معاش کی اصلاح کر دی کیونکہ سچ پوچھو تو دنیا ان ہی دو چیزوں سے عبارت ہے اور باقی سب جھگڑے اور بکھیڑے ان ہی کے لئے ہیں۔ اسی طرح اُس نے عالمِ جاودانی اور فضائے نورانی کی تدبیر عباداتِ الٰہی تعلیم فرمائی اور عبادتِ اعلیٰ نماز ہے۔ جو پنج وقتہ اس کے دربار کی حضوری ہے اور یہ بغیر طہارت جسمانی یعنی وضوء کے ٹھیک نہیں اس لئے وضو کا حکم دیا فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ فرمایا جس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اے بندے! تو کب تک دنیائے فانی کے لذائذ کھانے پینے عورتوں سے صحبت کرنے میں مصروف رہے گا۔ اس ظلمت کدہ کی اس شہوانی سیاہی سے ہاتھ منہ دھو کر پاک صاف ہو کر اپنے اصلی مقام پر آ اور شہوات سے ہاتھ دھو۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اس سے مراد یہ ہے کہ جب نماز کا ارادہ کرو، کیونکہ قیام الی الصلوٰۃ سے وضو بالاتفاق مقدم ہے اس آیت سے وضو کا فرض ہونا ثابت ہے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کرنا چاہیے بلکہ ایک وضو دوسری نماز کے وقت تک باقی رہے تو کافی ہے۔ وضو جدید ضروری نہیں جیسا کہ داؤد ظاہری کا مذہب ہے کیونکہ مسلم رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ و اہلِ سنن نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز کے لئے جداگانہ وضو کیا کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا اے عمر! میں نے اس کو عمداً کیا ہے۔ اور بخاری، اور احمد، اور اہل سنن رحمۃ اللہ علیہم نے عمرو بن عامر انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نبی ﷺ ہر نماز کے لیے جُداگانہ وضو کرتے تھے۔ اور فتح مکہ کے روز صرف ایک وضو سے کئی نمازیں خفین پر مسح کر کے پڑھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آج آپ نے وہ بات کی جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے وہ کہتے ہیں میں نے پوچھا پھر تم کیا کرتے ہو؟ کہا کہ ہم تو جب تک حدث نہ ہو کئی نمازیں ایک ہی وضو سے پڑھ لیتے ہیں۔ ہاں باوجود وضو ہونے کے اگر دوسرے وقت میں وضو کر لے گا تو مستحب ہے۔

وضوء کا اول فرض:..... فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ یہ وضو کا اوّل فرض ہے۔ اس میں تمام اُمت کا اتفاق ہے۔ اب رہے غَسل وجہ (یعنی مُنہ دھونے) کے معنے اور کیفیت کہ جس کو قرآن نے عرفِ اہل زبان پر چھوڑ دیا البتہ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ غسل لغت میں کسی عضو پر پانی بہانے کو کہتے ہیں نہ کہ محض تر کرنے کو۔ اقل مرتبہ غسل میں یہ بات ہے کہ کچھ قطرات ٹپکیں اس تقدیر پر اگر کسی نے برف کے ڈلے کو منہ یا اور اعضاء پر وضو میں پھرایا پس اگر ہوا کی گرمی یا جسم کی گرمی سے برف پگھل کر ٹپکے تو وضو ہو گیا ورنہ نہیں۔ آیت میں دو بار یا تین بار دھونے کی کوئی قید نہیں بلکہ باعتبار معنی لغوی کے ایک بار بھی اعضائے وضو کو دھوئے گا تو وضو ہو جائے گا۔ اور اسی لئے بخاری اور ترمذی اور ابنِ ماجہ اور نسائی اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے وضو میں اعضاء کو گاہے صرف ایک بار بھی دھو کر یہ بتلا دیا ہے کہ اس قدر وضو میں فرض ہے۔ وجہ جو مواجہۃ سے لیا گیا ہے جس کے معنے سامنے کے ہیں، منہ کو کہتے ہیں یعنی ماتھے کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی تک اس لئے آنکھ کے اندر پانی پہنچانا جمہور کے نزدیک کچھ ضروری نہیں اِلّا عند ابن عباس رضی اللہ عنہ اور اسی طرح کان اور ڈاڑھی کے درمیان جو خالی جگہ ہے وہ بھی منہ میں شمار ہے اس کا دھونا بھی جمہور کے نزدیک فرض ہے مگر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ منہ نہیں اُس کا دھونا بھی کچھ ضروری نہیں۔ اسی طرح جس کی ہلکی ڈاڑھی ہو اس کو بالوں کی جڑ تک پانی پہنچانا ضروری نہیں۔ کیونکہ بجائے جلد کے بال ہیں صرف ان کا دھونا کافی ہے۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں چونکہ بال ہلکے ہیں جڑوں میں پانی پہنچانا چاہیے۔ مگر گھنی ڈاڑھی میں بالاتفاق بالوں کی جڑ دھونا ضروری نہیں ہاں خلال کرنا مستحب ہے جیسا کہ ابنِ ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ کان النبی ﷺ یخلل لحیتہ اور جس قدر ڈاڑھی نیچے لٹکی ہوئی ہے اور جو کانوں سے اوپر تک اُٹھی ہوئی ہے آیا اُس کا دھونا بھی واجب ہے کہ نہیں؟ امام ابوحنیفہ

رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نہیں کیونکہ اس پر وجہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ واجب ہے۔مگر اُس حدیث سے کہ جس کو مسلم اور احمد نے روایت کیا ہے دھونا مستحب ہے۔

وضوء کا دوسرا فرض:...... وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ یہ وضو کا دوسرا فرض ہے۔یعنی دونوں ہاتھوں کا مرافق (جمع مرفق یعنی کہنی) تک دھونا فرض ہے۔جمہور کے نزدیک کہنیوں کو بھی دھونا چاہئے۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہنیوں تک فرمایا ہے۔کہنیاں اس میں شامل نہیں۔جمہور کہتے ہیں اس مقام پر مابعد اور ماقبل الیٰ ہم جنس ہونے کی وجہ سے غایۃ مغیا میں داخل ہے۔آیت میں اس کی بھی کچھ تشریح نہیں کہ پہلے دائیں ہاتھ کو دھوئے یا بائیں کو مسنون یوں ہے کہ اوّل دائیں کو پھر بائیں کو دھوئے اور پہنچوں سے دھوتا ہوا کہنیوں تک آئے نہ کہ کہنی سے پانی ڈال کر پہنچوں تک پہنچائے کیونکہ یہ مکروہ خلاف حدیث ہے اس لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ درست نہ ہوگا۔

وضوء کا تیسرا فرض:...... وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ یہ تیسرا فرض وضو کا ہے۔مسح کہتے ہیں ہاتھ تر کر کے کسی چیز پر لگانا اور لغت میں عموماً چھونا ہے۔اس آیت میں کچھ تصریح نہیں کہ آدھے سر کا مسح کرے یا کُل کا یا چوتھائی کا۔اس لئے علمائے کرام و مجتہدین عظام کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح امام شافعیؒ اور اکثر علماء کے نزدیک کُل سر کا مسح کرنا ضروری نہیں اس لیے کہ اوّل تو بِرُءُوْسِكُمْ میں ب بعضیت کا فائدہ دیتی ہے، بولتے ہیں مسحت یدی بالمندیل کہ میں نے اپنے ہاتھوں کو رومال سے مسح کیا۔اس میں یہ کچھ ضروری نہیں کہ تمام رومال کا مسح کیا ہو بلکہ بعض اجزاء کے مسح پر بھی یہ قول صادق آسکتا ہے۔دوم اگر ب کو زائدہ بھی تسلیم کرلیں تب باعتبار عرف اہلِ زبان کے تمام سر کا مسح کرنا نہیں سمجھا جاتا یہ مسح مطلق ہے۔پھر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو مطلق ہی رکھا ہے حتیٰ کہ اگر سر کے چند بالوں کا مسح بھی کرلے گا تو جائز ہوگا۔مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ان احادیث سے جو مسح بعض رأس کے لئے آئی ہیں چوتھائی سر مراد لیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قرائن اور اُن احادیث سے کہ جن میں تمام سر کا مسح کرنا پایا گیا ہے کل سر کا مسح کرنا مراد لیا ہے۔احادیث صحیحہ میں کل سر کا مسح کرنا بھی آیا ہے اور بعض کا بھی۔اگرچہ یہ بحث علماء کی فرضیت میں تھی مگر سب کے نزدیک تمام سر کا مسح کرنا مسنون اور احوط ہے۔اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر بجائے سر کے کوئی عمامہ پر مسح کرلے گا تو درست ہوگا۔کیونکہ نبی ﷺ نے بعض اوقات ایسا کیا ہے۔جیسا کہ عمرو بن اُمیہ ضمری اور بلال اور مغیرہ بن شعبہ اور سلمان اور ثوبان رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات آئی ہیں جن کو بخاری اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر علماء کے نزدیک یہ کافی نہ ہوگا اور آنحضرت علیہ السلام کا یہ فعل اس بات پر محمول ہوگا کہ آپ ﷺ نے عمامہ کو ہاتھ سے اُٹھا کر سر کا مسح کیا۔راوی نے یہی سمجھ لیا کہ صرف عمامہ پر مسح کیا۔دیکھو صحیحین میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے ان النبی ﷺ توضا فمسح بناصیتہ و علی عمامۃ الخ۔(ترجمہ نبی ﷺ نے وضو کر کے اپنے ماتھے اور عمامہ پر مسح کیا) اور نیز قرآنِ مجید میں سر کا مسح کرنا مصرح ہو چکا ہے نہ کہ عمامہ کا اور نیز وہ صحیح احادیث کہ جن میں اس بات کا بیان ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے وضو کر کے دکھایا اور فرمادیا کہ اس طرح کے وضو کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں کرتا اُن میں سر کا مسح کرنا پایا گیا ہے۔

فائدہ:...... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گردن بھی سر میں شمار ہوتی ہے اس پر بھی مسح کرنا مستحب ہے جیسا کہ کانوں کا، اور مسح رقبہ (گردن کا مسح) میں چند احادیث بھی وارد ہیں۔

وضوء کا چوتھا فرض:...... وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ چوتھا فرض وضو کا ہے۔یعنی ٹخنوں تک پاؤں دھونا۔ارجل رجل کی جمع ہے جس کے

معنے پاؤں کے ہیں اور کعب ٹخنوں کو کہتے ہیں۔ کعب کے لُغت میں معنی بلندی اور ارتفاع یا اُبھار کے ہیں اور اسی لئے عرب میں اُن عورتوں کو کہ جن کے سینے اُبھرے ہوئے ہوتے ہیں کواعب کہتے ہیں۔ اس لئے پاؤں میں جو دونوں طرف اُبھری ہوئی ہڈی دکھائی دیتی ہے اُن کو کعبین کہتے ہیں۔ جمہور اہل لغت کا یہی قول ہے مگر شیعہ امامیہ کے نزدیک کعب اُس گول ہڈی کو کہتے ہیں کہ جس پر پنڈلی کی ہڈی آ کر جڑی ہے وہ ٹخنے سے نیچے کی طرف کسی قدر اسی جانب میں یعنی اندر کے رُخ ایک چھوٹی سی ہڈی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کعب جوڑ کو کہتے ہیں اور اسی لئے عرب اونٹ کے مفاصل کو کعوب کہا کرتے ہیں اور محمد بن حسن رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور اصمعی رحمہ اللہ بھی اس کو پسند کرتے تھے مگر کعبین صیغہ تثنیہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہر پاؤں میں دو کعب ہوں سو یہ بات صرف ٹخنوں پر صادق آتی ہے نہ کہ شیعہ کی ہڈی پر کیونکہ وہ ہر پاؤں میں ایک ہے علاوہ اس کے اہل زباں خصوصاً وہ لوگ کہ جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا ہے کعبین ٹخنوں کو کہتے تھے اَرْجُلَکُمْ کو نافع، وابن عامر، وحفص، وکسائی، ویعقوب، اور اعمش رحمہ اللہ نے بالنصب پڑھا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ کی بھی یہی قرأت ہے اس لئے اَرْجُلَکُمْ کا عطف وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ پر ہوگا جس کے بارے میں بہت احادیث آئی ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے:

عن عبداللہ بن عمر قال تخلف عنا رسول اللہ ﷺ فی سفرہ فادرکناہ وقدار ھقنا العصر فجعلنا نتوضا ونمسح علی ارجلنا قال فنادی باعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا (متفق علیہ)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گئے سو ہم آپ ﷺ سے آ ملے اور عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا ہم وضو کر کے پاؤں پر مسح کرنے لگے تب آپ ﷺ نے بآواز پکار کر فرمایا کہ ایڑیوں کو عذابِ نار کی خرابی ہے، دو بار یا تین بار فرمایا۔ از نجملہ یہ ہے۔ **عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ رأی رجلا لم یغسل عقبہ فقال ویل للاعقاب من النار۔ (رواہ مسلم)**

کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اُس نے وضو میں اپنی ایڑی کو نہیں دھویا تب اُس کے لئے فرمایا کہ ایڑیوں کو آگ کا عذاب ہے۔ اسی طرح اور بہت سی صحیح احادیث پاؤں کے دھونے کے لئے وارد ہیں اور ابن کثیر و ابو عمرو و حمزہ نے اَرْجُلِکُمْ کے لام کو بالکسر پڑھا ہے بقاعدۂ جرِ جوار اور شعرائے عرب کے کلام میں اور نیز قرآن میں متعدد جگہ جر جوار پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ہود میں ہے عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ اور سورۂ واقعہ میں ہے حور عین اور عرب کہا کرتے ہیں (جحر ضب خرب) جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کا رُءُوْسِکُمْ پر عطف نہیں بلکہ رُءُوْسِکُمْ قریب ہونے کی وجہ سے جر میں شریک ہے نہ کہ مسح کرنے میں۔ علاوہ اس کے مسح میں کوئی حد نہیں بخلاف غسل کے اور پاؤں میں اِلَی الْکَعْبَیْنِ کی حد لگا دی گئی ہے لیکن شیعہ امامیہ اس کو رُءُوْسِکُمْ پر معطوف سمجھ کر سر کی طرح پاؤں کا بھی وضو میں بجائے غسل کے مسح کرنا بتلاتے ہیں اور اپنے اس قول پر کچھ دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ جن کے نقل کر کے جواب دینے کی یہاں گنجائش نہیں۔ مگر اس بات کو تو شاید منصفین امامیہ بھی تسلیم کرتے ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے جو وضو میں اعضاء کا دھونا فرمایا ہے صرف پاکیزگی اور دفعِ کثافت کے لئے جو بارگاہِ کبریائی میں بوقتِ مناجات روح پر تازگی پہنچانے کا ایک فطری سبب ہے اور بہ نسبت ہاتھ منہ کے پاؤں زیادہ تر زمین پر ٹکتے ہیں کہ جہاں نجاست و کثافت کا محل وقوع ہے پھر کیا وجہ کہ پاؤں جیسے عضو خسیس کو سر جیسے عضو رئیس کے برابر کیا جائے اور دونوں کو مسح کا حکم دیا جائے؟ حالانکہ سر بیشتر نجاسات و کثافات سے محفوظ رہتا ہے سر پاؤں کو یکساں سمجھنا بے سر و پا بات ہے علاوہ اس کے غسل تو مسح سے بھی بڑھ کر ہے اور اُس کا کام بھی دے سکتا ہے برخلاف مسح کے پھر احتیاط تو غسل ہی میں ہے یہ وضو کے چار فرض تھے جن کا بیان ہوا باقی نیت کرنا اور مسواک کرنا اور تین بار ہر عضو کا دھونا اور داہنی طرف سے شروع کرنا اور ترتیب کو ملحوظ رکھنا اوّل ہاتھ پھر منہ...... الخ اور بغیر خشک ہونے ایک ایک عضو سے دوسرے عضو کو دھونا جس کو توالی کہتے ہیں اور سب سے اوّل ہاتھ پہنچوں تک دھونا، پھر کلی و مسواک کرنا، پھر ناک میں پانی ڈالنا اس کے بعد منہ دھو کر وضو اخیر تک تمام کرنا۔ یہ سب باتیں پیغمبر علیہ السلام کے قول و فعل

سے ثابت ہیں جو سنّت و مستحب شمار ہوتی ہیں جن میں صدہا ❶ اسرارِ روحانی رکھے ہوئے ہیں۔ اب کوئی ان چیزوں میں سے کسی کو آنحضرت ﷺ کی مواظبت یا آیت میں استنباط و خوض سے واجب و فرض بھی کہہ دیتا ہے اور یہی وجہ ان جزئیات میں اختلاف کی ہے ورنہ اصل میں کچھ اختلاف نہیں اور جب کہ اسلامیوں نے اپنے پیارے اور برحق پیغمبر ﷺ کی ہر ایک بات کا اتباع کرنا چاہا اور ہر ایک بات کی تہہ کو پہنچنے کا قصد کیا اور قرآن مجید میں جو باتیں مطلقاً تھیں ان کی تحدید و تعیین کرنی پڑی تو ایسی صورت میں ان جزئیات میں اختلافِ رائے ہونا ایک ضروری بات تھی کوئی بات ہو جب اُس میں موشگافی کی جائے گی اختلاف آرا ہوگا۔ سو یہ کچھ باعث نقصان ملّت نہیں بلکہ علماء کے کمالِ علم کی دلیل ہے۔

غسل اور تیمم کا بیان:...... جب خدا تعالیٰ طہارتِ صغریٰ یعنی وضو کے بیان سے فارغ ہو چکا تو طہارت کبریٰ یعنی غسل اور یہ نہ ہو سکے تو تیمم کا بیان فرماتا ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا اس آیت میں جنابت والے کے لئے طہارت یعنی غسل کا حکم دیتا ہے کہ جس کی شرح قولاً و عملاً نبی علیہ السلام نے بیان فرما دی کہ پہلے نجاست دھوئے پھر وضو کر کے تین بار تمام جسم پر پانی بہائے اور پاؤں بعد میں وہاں سے اُٹھ کر دھوئے اگر جگہ اچھی نہیں اور جس عورت کے بال ایسے گندھے ہوئے ہوں کہ اُن کے کھولنے میں دِقت ہو تو صرف بالوں کے اُوپر ہی سے پانی ڈال دینا کافی ہے بالوں کی جڑ تر کرنی ضروری نہیں۔ یہ بیان صحاح ستہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لفظ فَاطَّهَّرُوْا جس میں تاکید طہارت پائی جاتی ہے، غسل میں کلی کرنا، ناک میں پانی دینا بھی ضروری تصور کرتے ہیں۔ جنابت کہ جس پر غسل کرنا واجب ہے۔ دو باتوں سے پائی جاتی ہے اوّل یہ کہ احتلام ہو کر خواب میں منی برآمد ہو جس کا اثر کپڑے یا بدن پر معلوم ہو جیسا کہ حدیث (انما الماء بالماء) سے ثابت ہے۔ دوم یہ کہ عورت سے صحبت کی جائے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، جیسا کہ حدیث (اذا التقی الختانان وجب الغسل) سے ثابت ہے۔ جمہور کا یہی مذہب ہے مگر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ و معاذ رضی اللہ عنہ و ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں۔ اس کے بعد وضو اور غسل کے قائم مقام بوقتِ ضرورت تیمم کا حکم دیتا ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى ... الخ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تیمم نہ صرف اُس کے لئے جائز ہے کہ جو وضو پر قادر نہیں بلکہ حالتِ جنابت میں جو مرض یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے غسل پر قادر نہ ہو اس کو بھی تیمم درست ہے جیسا کہ حدیث عمران بن حصین رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ثابت ہے (صحیحین) مگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابتداء میں جُنبی کے لئے تیمم کافی نہیں سمجھتے تھے پھر اس سے رجوع کیا۔ اس کے بعد يُرِيْدُ بِكُمُ الْيُسْرَ ... الخ سے اپنے احکام میں رحمت و طہارت روحانی و جسمانی اور دیگر فوائد مرعی رکھنے کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاۗءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓي اَلَّا

❶ از جملہ ترتیب وضو میں یہ بھی حکمت ملحوظ ہے کہ اوّل ہاتھوں پر پانی ڈالنے سے حار و بارد (گرم و ٹھنڈا ہونا) معلوم ہو جاتا ہے، پھر کلی کرنے سے اُس کا مزہ اور کیفیت معلوم ہو جاتی ہے، پھر ناک میں پانی لینے سے اُس کی بُو بھی معلوم ہو جاتی ہے، اس سے نہ صرف اُس پانی کی طہارت بلکہ اُس کا مضر نافع ہونا بھی معلوم ہو جاتا ہے اس کے بعد اُس کو منہ پر ڈالا جاتا ہے اور وضو کیا جاتا ہے، اگر دفعۃً منہ دھونے کا حکم ہوتا تو یہ بات معلوم نہ ہوتی۔ علاوہ اس کے اسی ترتیب سے یہ اعضاء استعمال میں لائے جاتے ہیں جن کو اسی کے موافق کثافت اُٹھانی پڑتی ہے جس کا ازالہ وضو میں کیا جاتا ہے۔ ۱۲ منہ۔

تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا قف هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ز وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧

ترجمہ: ...... اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے اور اس کے اُس عہد کو بھی جو تم سے لیا گیا ہے۔ جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سُن لیا اور مان لیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ وہ دل کی باتیں جانتا ہے ⑦ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے انصاف سے گواہی دینے کو کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی سے انصاف کو ترک نہ کرو (اور) عدل کیا کرو (کیونکہ) یہی بات پرہیز گاری سے قریب تر ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کام سے خبردار ہے ⑧۔

ترکیب: ...... اذ قلتم ظرف ہے واثقکم کا قوامین للہ خبر ہے کونوا کی شھداء سورۂ نسآء میں اس کی ترکیب آ چکی۔ ھو کی ضمیر اعدلوا سے عدل سمجھا جاتا ہے اس کی طرف پھرتی ہے۔

وہ اسباب جن سے احکام پر ثابت قدمی ہوتی ہے

تفسیر: ...... جب کہ خدا تعالیٰ یہ احکام بیان فرما چکا تو اس کے بعد وہ بات بیان فرماتا ہے کہ جس سے ان احکامات پر ثابت قدمی ہوتی ہے اس کی دو قسم ہیں:

اوّل: ...... اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کثرت: ...... اس لیے کہ نعمت احسانات کا ایک ایسا مضبوط رشتہ ہے کہ جو انسان کے دل کو اپنے منعم کی طرف باندھ لاتا ہے اس بات کو وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ میں ذکر فرمایا اور چونکہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی تعداد اور شمار ممکن نہیں اس لیے کہ حیات اور تندرستی اور عقل اور ہدایت اور بلاؤں سے محفوظ رکھنا دنیا اور آخرت کی خوبیوں کا عطا کرنا بے شمار نعمتیں ہیں جیسا کہ خود فرماتا ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ یہ نعماء اگرچہ ایسی ہیں کہ کوئی بھی ان کو نہیں بھول سکتا مگر انسان کی ایک جبلّی عادت ہے کہ وہ یا تو بکثرت اور پے در پے انعام و احسانات کو ایک امر معتاد سمجھ لیتا ہے۔ دیکھئے جو لوگ ریگستان خشک کے رہنے والے ہیں وہ سرد پانی کو جو کہیں نصیب ہو جاتا ہے کیسی نعمتِ الٰہی سمجھتے ہیں اور جو سرسبز ملک اور ایسے باغوں کے رہنے والے ہیں کہ جن میں نہریں چلتی ہیں اور وہاں اپنے عمدہ مکانات میں خس کی ٹیٹوں میں بیٹھ کر بجز برف کے اور کچھ نہیں پیتے وہ اُس کو کیا نعمت سمجھتے ہیں؟ اور یا ایک نعمت کے عام ہو جانے سے وہ اس کو چنداں نعمت نہیں سمجھتا۔ اگر کسی شخص کی آنکھ پھوٹ جائے پھر دیکھئے کہ وہ اُس کے درست ہو جانے کو کس قدر نعمت سمجھتا ہے اور چونکہ ابتداءً ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے دو آنکھیں دی ہیں تو یہ جانتا ہے کہ یہ میری کیا خصوصیت ہے سب ہی کو دو آنکھیں ملی ہیں۔ پس انسان پر ایسی حالت کا طاری ہو جانا اُس کی نعمتوں کا بھول جانا ہے کیونکہ کثرت ظہور باعثِ نسیان ہو گئی اور اسی لئے کہا گیا ہے سبحان من احتجب عن العقول بشدۃ ظھورہٖ واختفی عنھا بکمال نورہٖ۔

دوم: ...... عہد و پیمان اور قول و قرار: ...... وہ بات کہ جس کے سبب سے انسان تکلیف احکام کی برداشت کرتا ہے عہد و پیمان قول و قرار ہے اس کو اس جملہ میں ذکر فرماتا ہے وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ۔ اس عہد و میثاق سے یا تو وہ عہد و میثاق مراد ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت علیہ السلام سے بیعت رضوان وغیرہا مواقع میں کیا تھا کہ ہم سختی و نرمی میں ہمیشہ خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پابندی کریں گے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کرنا گویا خدا تعالیٰ سے عہد کرنا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور کلبی رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا علماء کہتے ہیں کہ اس سے مُراد وہ عہد ہے کہ جو بندوں نے روز ازل خدا تعالیٰ سے کیا تھا۔ سُدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انعام الٰہی اور اُس کی عبودیت کا مقتضیٰ یہ عہد و میثاق ہے کہ جس پر دلائل عقلیہ قائم ہیں اور یہ بہت ٹھیک ہے کیونکہ انسان کی یہ حالت احتیاج و حدوث جو اس کو ہر دم اُس کا دست نگر کر رہی ہے یہی ایک باہمی عہد نامہ ہے جس

پر بندے کی طرف سے مُہر ہے کہ ہمیشہ ہم تیرے احکام و شریعت کی پابندی کریں گے۔ اس کے بعد اجمالاً اُس تکلیف عبادت کو بیان فرماتا ہے کہ جو دو نوع میں منحصر ہے۔ اوّل تعظیم اَمرُاللہ، دوم ترحم عَلٰی خَلْقِ اللہِ۔ اول بات کی طرف کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰہِ میں اشارہ کرتا ہے کہ اس کی توحید اور تعظیم دنیا میں رواج دینے کے لئے اور مکارم اخلاق کی تعلیم کے لئے تمام لوگوں کے لئے قولاً اور فعلاً معلّم و ذمہ دار ہو جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے ایسے ہی ہو گئے تھے، ہر ذرّہ آفتاب ہو گیا تھا۔ دوسری بات کی طرف شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ میں اشارہ کرتا ہے اور چونکہ قیم لاَمراللہ کے لئے بعض لوگوں کی بے جا کاوش اور ناحق کی سرکشی اس بات کی طرف اُبھارا کرتی ہے کہ اُن شریروں کی گوشمالی کی جائے جو بسا اوقات شفقت و ترحم سے دُور کر کے اصل منصب قیومیت میں فرق ڈالتی ہے اس لئے وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ ..... الخ بھی فرمادیا۔ اور دوسرے مرتبہ کے لئے انصاف شرط تھا اس لئے اِعْدِلُوْا بھی فرمادیا اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تاکید بھی فرمادی۔ وَاتَّقُوا اللہَ۔ اور اس مقام سے اِنَّ اللہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ کا وہ تعلق ہے جو مُہر کو عہد نامہ سے ہے۔

وَعَدَ اللہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ⑨

وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ⑩ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ

اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ

ع فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللہَ ؕ وَعَلَی اللہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪

ترجمہ:..... اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جو ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر لیا ہے ⑨ اور جنہوں نے کُفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ جہنّم میں رہنے والے ہیں ⑩ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو جو تم پر کیا ہے جب کہ ایک قوم (اہلِ مکہ) نے تم پر دست درازی کا ارادہ کیا تو خدا تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر توکّل کرنا چاہئے ⑪۔

ترکیب:..... وعد کا فاعل اللہ الذین الخ مفعول اوّل لھم مغفرۃ جملہ دوسرے مفعول محذوف کے قائم مقام اذھم ظرف نعمۃ اللہ علیکم کا اور علی اللہ فلیتوکل سے متعلق ہے۔

خدا تعالیٰ کی اطاعت پر ابھارنے والے اسباب

تفسیر:..... اوامرِ الٰہی کے بجالانے کے اسباب ذکر فرما کر دو اور سبب ذکر کرتا ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ کی اطاعت و محبت پر اُبھارتے اور اُس کی معصیات سے باز رکھتے ہیں۔ گویا یہ جملہ کلامِ سابق کے لئے تتمہ ہے۔ اوّل سبب اطاعت و محبت کا آئندہ خیر کا امیدوار کرنا ہے اس لیے کہ احسانات سابقہ ہی پر انسان کی نظر بس نہیں کرتی بلکہ آئندہ کی بھلائی اور امید پر بہ نسبت انعام سابق کے زیادہ تر آمادۂ اطاعت ہوتا ہے پس اس بات کو وَعَدَ اللہُ الَّذِیْنَ سے وَاَجْرٌ عَظِیْمٌ تک بیان کیا یعنی جو ایمان لا کر اعمالِ صالح کرے گا اُس سے خود تعالیٰ وعدہ کرتا ہے کہ اُس کو بخشے گا اور نہ اسی پر بس کرے گا بلکہ اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرمائے گا جو عالمِ قدس کی حیات ابدی ہے چونکہ ایمان مقدم ہے اس لئے اوّلاً اٰمَنُوْا کہا اور ایمان کے بعد عمل صالح گویا وہ ایمان کی رونق ہے اس لئے اس کے بعد وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فرمایا اور ان دونوں کے مقابلہ میں دو ہی وعدے

فرمائے۔ اوّل مغفرت، دوم اجرِ عظیم۔ دوسری بات کہ جس سے انسان خدا تعالیٰ سے ڈر کر بری باتوں سے بچتا ہے خوفِ سزا ہے پس ان کو وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا . . . الخ میں بیان فرمادیا کہ جو کفر کر کے ہماری آیتیں جھٹلائے گا جہنم میں رہے گا۔ جس سے بڑھ کر پھر کوئی اور سزا نہیں۔

اہل اسلام کا ظالمین کی دست اندازی سے محفوظ ہونا:..... اس کے بعد خدا تعالیٰ پھر مسلمانوں کو اپنی نعمت اور احسان خاص یاد دلاتا ہے تاکہ شکر گذاری کیا کریں سو اس کو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اے شروع کیا کہ تم کو ایک قوم کی دست اندازی سے محفوظ رکھا۔ اس دست اندازی سے محفوظ رکھنے کی تفسیر میں علماء مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ اس سے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس میں کہ کفار مشرکین چاروں طرف سے ان پر چڑھائیاں کرتے، اور مار دھاڑ کرتے تھے۔ جس سے خدا تعالیٰ نے اُن کو محفوظ رکھا اہل اسلام کو غلبہ دیا۔ دوسرا یہ کہ اس سے کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو ہجرت سے پانچویں سال وقوع میں آیا وہ یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور آنحضرت علیہ السلام کسی جنگ سے واپس آ کر بمقام عسفان ظہر کی نماز میں مصروف تھے کہ کفار نے اس بات سے مطلع ہو کر یہ قصد کیا کہ اب اگلی نمازِ عصر میں موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دو اُن پر اس حالت میں دفعۃً آ کر اور سب کو قتل کر ڈالو۔ اس بات سے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس میں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ قبیلہ بنی نضیر میں آنحضرت علیہ السلام مع خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم دیت میں امداد کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ یہود بنی نضیر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسی جگہ بٹھلایا کہ جس کے اوپر سے بھاری پتھر ڈال کر قتل کرنے کا قصد کر رکھا تھا خدا تعالیٰ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے قصہ کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ جو قریش سے جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اصل یوں ہے کہ اس قسم کے معجزات آنحضرت علیہ السلام سے کئی بار واقع ہوئے ۔ اس آیت میں اُن میں سے ہر ایک کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے سب میں خدا تعالیٰ کے فضلِ خاص کا جلوہ اہلِ اسلام پر تھا جس کا یاد کرنا مسلمانوں کو شکر گذاری کے لئے ایک عمدہ بات ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰي خَاۗىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ⑬

ترجمہ: .....اور بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے (بھی) عہد لیا تھا اور اُن سے بارہ نقیب کھڑے کر دیئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر تم نماز پڑھتے رہو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے، اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے اور اُن کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض دیتے رہو گے تو ضرور میں تمہاری بُرائیاں تم سے دور کر دوں گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پھر جس کسی نے تم میں سے اس کے بعد کفر کیا تو سیدھے رستے سے گمراہ ہوا⑫ پھر ہم نے اُن کے عہد توڑ ڈالنے کی وجہ سے اُن پر لعنت کر دی اور اُن کے دلوں کو سخت کر دیا کہ الفاظ (توراۃ) کو اُن کے موقعوں سے بدلا کرتے تھے اور جس سے اُن کو نصیحت دی گئی تھی اس سے ایک (بڑا) حصہ بھلا بیٹھے اور آپ کو ان میں سے چند لوگوں کے سوا سب کی نت نئی خیانت ہی معلوم ہوتی رہے گی۔ پس اُن کو معاف کرو اور در گزر کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے⑬۔

ترکیب: ......منهم نقیبا کی صفت لئن شرط لا کفرن جملہ جواب فبما نقضهم ب لعناهم سے متعلق ہے اور ما مصدریہ ہے یحرفون جملہ مستانفہ اور ممکن ہے کہ حال ہو الا قلیلا استثناء ہے خائنة سے۔

اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور بنی اسرائیل سے بھی عہد لیا تھا

تفسیر: ......پہلے ذکر ہوا تھا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ کہ اے اہلِ اسلام! خدا تعالیٰ کے عہد کو یاد کرو۔ اب یہاں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ یہ عہد کچھ تم ہی سے نہیں لیا گیا تھا کہ جس کی پابندی کی تم کو تاکید کی جاتی ہے بلکہ تم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اور اُن کے متبعین سے بھی ایسا کیا گیا تھا عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے۔ اور نیز یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ عہد خدائی کے برخلاف کرنے سے بنی اسرائیل نے نہایت سختی اور ذلت اُٹھائی ہے دیکھو کہیں تم ایسا نہ کیجیو کہ پھر تم کو بھی ذلت اُٹھانا پڑے اور نیز یہود کے بدخصائل سے جو عہد شکنی کے بعد ظہور میں آئے بتلا کر متنبہ کرتا ہے۔

بنی اسرائیل کے بارہ سردار: ......اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا . . . الخ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا وہ واقعہ ہے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل بیابانوں میں ٹکراتے ٹکراتے دشتِ فاران میں پہنچے تو خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تو بنی اسرائیل کے بارہ اسباط یعنی قبائل میں سے ایک ایک سردار نقیب ❶ یعنی جاسوس بنا کر کنعان کی اس سرزمین میں بھیج کہ جس کے دینے کا میں نے تم سے عہد کیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر سبط سے یہ (۱۲) بارہ سردار نقیب بنا کر بھیجے۔ روبنؔ کے فرقہ میں سے (۱) سموع بن زکور۔ اور شمعونؔ کے فرقہ میں سے (۲) سافت بن حوری۔ اور یہوداہ کے فرقہ میں میں سے (۳) کالب بن یفنہ۔ اور اشکار کے فرقہ میں سے (۴) اجال بن یوسف۔ اور افرائیم کے فرقہ میں سے (۵) ہوسیع بن نون، جس کا نام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع رکھا تھا۔ اور بنیامین کے فرقہ میں سے (۶) فلتی بن رفو۔ اور زبلونؔ کے فرقہ میں سے (۷) جدی ایل بن سودی۔ اور دان کے فرقہ میں (۸) عمی ایل بن جملی۔ اور آشر کے فرقہ میں سے (۹) ستور ابن میکائیل۔ اور نفتالی کے فرقہ میں سے (۱۰) نخبی بن وفسی اور جدؔ کے فرقہ میں سے (۱۱) جوایل بن ماکی اور یوسفؔ یعنی منسی کے فرقہ میں سے (۱۲) جدی بن سوسی۔

---

❶ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں نقیب بروزنِ فعیل، نقیب بمعنی کھودنے اور چھید کرنے سے مشتق ہے۔ چونکہ جو لوگ کسی قوم کی طرف جاسوسی اور تفتیش کے لئے جاتے ہیں وہ ہر امر کی تفتیش کرتے، کھود کر بات نکالتے ہیں اس لئے ان کو نقیب کہتے ہیں جس کو جملہ نقباء آتی ہے۔ اور نقیب قوم کے مصالح اور فوائد ملحوظ رکھنے والے کو بھی کہتے ہیں ۱۲۔

ف: یہود کی بربادی کے دو ہی سبب تھے جن کو یہاں بیان فرمایا۔ اوّل کتاب اللہ کی تحریف اپنے مطلب کے موافق بتانا۔ دوم کتاب اللہ کا بھلا دینا اُس کو پس پشت ڈال کر اور چیزوں میں معروف ہونا۔ مسلمان جو ترقی کے وسائل تلاش کرتے ہیں اُن کو ادھر بھی خیال کرنا چاہیے ۱۲ منہ۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ
فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ
اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝۱۴ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ
كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ
اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ
وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۶
لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ
اللّٰهِ شَيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ
جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷

ترجمہ:......اور جولوگ کہ (یہ) کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اُن سے بھی ہم نے عہد لیا تھا پھر تو وہ اس کا ایک حصہ بھول گئے کہ جس سے اُن کو نصیحت دی گئی تھی، سو ہم نے ان میں قیامت تک عداوت اور کینہ ڈال دیا اور عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کو بتلا دے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے ⑭ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا ہے جو تم کو بہت سی وہ باتیں بتلاتا ہے کہ جن کو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی باتوں سے در گزر بھی کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ⑮ جس سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اُس کی رضامندی کے تابع ہوں گے سلامتی کے رستے بتلاتا اور ان کو اندھیروں سے نور کی طرف لاتا ہے اپنے حکم سے اور ان کو راہِ راست دکھاتا ہے ⑯ بے شک وہ تو کافر ہی ہو گئے کہ جنہوں نے (یہ) کہہ دیا کہ بے شک مسیح بن مریم اللہ ہی ہے۔ (اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دو پھر اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کا کیا مقدور ہے، اگر وہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین کے رہنے والوں کو ہلاک کرنا چاہے اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ⑰۔

ترکیب:......ومن الذین الخ اخذنا سے متعلق ہے بینهم اغرینا کا ظرف ہے یبین جملہ حال ہے رسولنا سے سبل السلام مفعول ثانی ہے یهدی کا من اتبع مفعولِ اوّل اور یخرجهم کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے اس کا عطف یهدی پر ہے ان اراد شرط فمن یملک جملہ دال بر جزا۔

بنی اسرائیل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا عہد

تفسیر:...... یہ بارہ نقیب حبرون تک آئے اور وہاں سے ملک کی سرسبزی اور خوبی اور وہاں کے لوگوں کی خصوصاً بنی عناق اور عموری اور عمالیق اور حتی اور یبوسی لوگوں کی قدآوری اور بہادری دیکھ کر واپس آئے اور بنی اسرائیل کو نہایت تشویش اور خوف میں ڈال کر ڈرایا۔ مگر کالب اور یوشع بن نون نے لوگوں کو تسلی اور خدا تعالیٰ کی مدد کا بھروسہ دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ ... الآیہ۔ (توریت سفر عدد باب ۱۳) اس عہد کے علاوہ کہ وہاں کے لوگوں کی قدآوری اور بہادری نہ بیان کریں، یہ بھی عہد خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے لیا تھا کہ تم اُس ملک میں جاؤ تو میری شریعت اور احکام پر عمل کرنا جیسا کہ سفر عدد کی ۱۵ اور دیگر فصول سے ثابت ہے اور خدا تعالیٰ نے اُن سے یہ عہد کیا تھا کہ میں تم کو اُس سرزمین میں بساؤں گا کہ جہاں باغ اور نہریں جاری ہیں۔ سو اوّل تو اس عہد کو ان نقیبوں نے توڑ ڈالا کہ جس پر خدا تعالیٰ نے غصہ ظاہر فرما کر یہ فرمایا کہ میں اس خبیث گروہ کو بجز ان دو شخصوں کے اس سرزمین میں جانے نہ دوں گا۔ بیس برس کی عمر سے لے کر اور زیادہ تک کے لوگ بیابانوں میں وبا اور دشمنوں کی تلواروں سے فنا کیے گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع بن نون کے عہد میں یہ ملک خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عطا کیا، پھر ان ملکوں پر قبضہ واقتدار پا کر بنی اسرائیل نے اُس عہد نامہ کو کہ جو یوشع کی معرفت تازہ کیا گیا تھا (کتاب یشوع اوّل باب ورس ۸) بنی اسرائیل نے بت پرستی اور شریعت کو ترک کرنے سے توڑ ڈالا جس پر طرح طرح کے مصائب اور غیر بادشاہوں کے ہاتھ سے ذلت اور رسوائی اُن پر پڑی جیسا کہ کتاب تاریخ اور کتاب سموئیل سے ثابت ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نبی علیہ السلام کو فرماتا ہے وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ کہ اس خبیث گروہ میں اب تک وہی آثار بدبختی باقی ہیں جن پر وقتاً فوقتاً آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں مگر ان میں عبداللہ بن سلام (رضی اللہ عنہ) جیسے چند نیک بھی ہیں سو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان بدبختوں سے درگزر کیجئے۔ اس کے بعد نصاریٰ نے جو کچھ خدا تعالیٰ سے عہد کر کے اُس کے برخلاف کیا اور اس کی سزا باہمی عداوت جو اُن پر پڑی اس کو بیان فرماتا ہے۔ نصاریٰ سے عہد کا لینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ہوا تھا۔ انجیل یوحنا کے ۱۴ باب ۱۵ ورس میں ہے "اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو" اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت کچھ مدح فرمائی تھی جیسا کہ اسی کتاب کے اسی باب سے ثابت ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں "اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں"۔ اور اسی کتاب کے ۱۶ سولہ باب میں تو صاف فارقلیط کے آنے کی خبر ہے جو لفظ احمد کا ترجمہ ہے۔ مگر نصاریٰ نے باوجودیکہ فارقلیط کے منتظر تھے جب فارقلیط آنحضرت علیہ السلام ظاہر ہوئے تو انکار کر دیا، حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد کو توڑ ڈالا۔ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ یہود ونصاریٰ میں عداوت مذہبی قائم ہوئی اور قائم رہے گی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے مراد خود نصاریٰ کی باہمی عداوت ہے اور یہی ٹھیک ہے۔ سو بموجب پیشین گوئی خدا تعالیٰ کے نصاریٰ فرقوں میں جیسی کچھ عداوت پیدا ہوئی اور اب ہے، بیان سے باہر ہے۔ تاریخ کلیسا سے معلوم ہو جائے گا کہ باہم صرف مذہبی امور میں ان میں کس قدر قتال وجدال واقع ہوا ہے!۔

اس کے بعد تمام اہلِ کتاب یہود ونصاریٰ سے خطاب کر کے فرماتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا ... الخ کہ تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا جو تم پر ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے کہ جن کو تم چھپایا کرتے تھے یعنی آنحضرت علیہ السلام کے متعلق اور نیز رجم وغیرہ احکام کے متعلق اور جن باتوں کے ظاہر کرنے بغیر کچھ حرج نہیں ان میں تم سے درگذر کرتا ہے یا یوں کہوں کہ احکام فطرت اور ملت میں جس قدر تم نے تحریفات کر رکھی ہیں وہ سب کی اصلاح کرتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور قرآن مجید کو کتاب مبین بیان فرما کر یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ

قرآن نے جو کچھ مذہب انبیاء علیہم السلام میں تحریفات واقع ہو گئیں تھیں سب کی اصلاح کر دی، ہر بات کو جس کی ضرورت تھی بیان کر دیا اور آنحضرت ﷺ یا مذہب اسلام آسمانی نور ہے مگر یہ بات ہے کہ اس آفتاب جہاں تاب کی روشنی سے وہی مستفید ہو سکتا ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے توفیقِ ازلی کی آنکھیں عطا کی ہیں۔ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس قید سے یہی مطلب ہے۔ پھر اس کے بعد وہ جو نصاریٰ نے مذہب عیسوی میں تحریف کر کے اُس کو بگاڑ دیا تھا اس میں سے سب سے اوّل اور بڑھ کر فساد اعتقادِ تثلیث والوہیت مسیح علیہ السلام تھا اس کو کس خوبی کے ساتھ ان آیات میں ردّ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا......الخ۔ اس عقیدے کے بطلان پر تین دلائل قائم کرتا ہے۔

عقیدۂ تثلیث والوہیت مسیح کے بطلان پر تین دلیلیں:......(۱)......فَمَنْ يَّمْلِكُ سے جَمِيْعًا تک۔ اس میں ضمناً حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعۂ گرفتاری وقید کی طرف اشارہ کر کے ان کو محکوم و مسخر امر الٰہی ہونا ظاہر کرتا ہے، جو خدائی کے برخلاف ہے اس سے مسیح علیہ السلام کی خدائی باطل ہوئی۔

(۲)......وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس میں اپنی غنائے ذاتی کو ظاہر کر کے بیٹے بنانے کی ضرورت کو رفع کرتا ہے۔

(۳)......يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اس میں اُن کے بغیر باپ کے پیدا ہونے سے جو لوگوں کے دل میں ان کے لئے خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے اس کو دور کرتا ہے کہ یہ کچھ مشکل بات نہیں ہم جس طرح چاہیں پیدا کر سکتے ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾ ع

ترجمہ:......اور یہود اور نصاریٰ نے کہہ دیا کہ ہم (تو) اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اُس کے پیارے ہیں۔ پوچھو پھر تم کو کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب دیا کرتا ہے؟ بلکہ تم بھی ویسے ہی آدمی ہو اُس کی مخلوق میں (جیسا کہ اور) وہ جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے اور اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۱۸ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا وہ رسول آچکا ہے کہ جو تمہیں رسولوں کے بند ہو جانے کے بعد بتاتا ہے اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈر سنانے والا، سولو تمہارے پاس بشیر اور نذیر بھی آ گیا اور اللہ تعالیٰ تو ہر بات پر قادر ہے۱۹۔

ترکیب:......نحن الخ جملہ مقولہ ہے قالت الیہود... الخ کا علی فترۃ موصوف من الرسل اس کی صفت مجموعہ حال ہے ضمیر یبین سے اور ممکن ہے کہ لکم کی ضمیر سے حال ہو۔

یہود و نصاریٰ کا ابناء اللہ ہونے کا دعویٰ

تفسیر:...... پہلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کی عہد شکنی کا بیان تھا جس سبب سے اُن پر آسمانی بلائیں نازل ہوئیں۔ یہاں یہ بات ظاہر کی جاتی ہے کہ جس قوم پر سے خدا تعالیٰ کا سایہ اُٹھ جاتا ہے تو اُس کی عقل میں بھی فتور آ جاتا ہے وہ نقصان کی صورتوں میں نفع ڈھونڈتی ہے وہ نافرمانی اور سرکشی کر کے جس کا بدلہ سخت عذاب ہے نہ صرف انعام کا ہی مستحق سمجھتی ہے بلکہ وہ خدا کے بیٹے اور محبّ ہونے کی بھی مدعی ہو جاتی ہے جس کے سبب غرور میں آ کر خدا تعالیٰ کے احکام اور اُس کے فرستادوں سے بمقابلہ پیش آتی ہے۔ بائبل میں چند مواقع پر خدا تعالیٰ کے مطیعوں پر بیٹے کا لفظ بولا گیا ہے۔ انجیل میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام نے کئی ایک جگہ ایسا فرمایا ہے خصوصاً یہود کو تو اُن وعدوں پر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسحق علیہ السلام سے کئے گئے تھے۔ بہت کچھ گھمنڈ تھا اس لئے وہ باوجود اس سرتابی اور خدا تعالیٰ کے احکام سے رُوگردانی کے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جس کا ظاہر ہونا اُن کے انبیاء علیہم السلام کی معرفت مشتہر کیا گیا تھا اس کلمہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ... الخ کو زبان پر لاتے تھے، اُس کے جواب میں صرف ایک موٹی سی بات سے خدا تعالیٰ اُن کو رد کرتا ہے کہ اس بات کا تو تم کو بھی اقرار ہے کہ ہماری سرتابی اور گناہوں کی وجہ سے ہم پر بے شمار مصیبتیں خدا تعالیٰ نے نازل کی تھیں (بخت نصر اور دیگر سلاطین نے کیا کچھ کیا) اور کرتا ہے اور آخرت میں بھی گناہوں پر عذاب ہوگا، پھر جب تم خدا تعالیٰ کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہو تو ایسا کیوں ہوا؟ محبوب بیٹے سے کوئی ایسا کرتا ہے؟ یہ بات آنحضرت علیہ السلام کے عہد کے یہود و نصاریٰ نے کہی تھی اور گو بظاہر آج کل کے یہود و نصاریٰ ایسا نہیں کہتے مگر ان کے دل میں اپنی جماعتوں کی نسبت اب تک اسی کے قریب قریب خیال ہے۔ اس کے بعد اس خیال کے بطلان پر تین دلیلیں قائم کرتا ہے: (۱) بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ... الخ کہ تمہاری پیدائش اور دیگر انسانوں کی پیدائش میں کچھ بھی فرق نہیں پھر تم میں کیا فوقیت ہے؟ (۲) يَغْفِرُ... الخ کہ اُس کی مغفرت اور اُس کا عذاب اُس کے اختیار میں ہے تم بھی اُس میں شامل ہو پھر تمہارے اس دعوے نے کیا نتیجہ پیدا کیا ہے؟ (۳) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ... الخ کہ وہ واجب الوجود مستغنی اور ہر ایک چیز کا مالک ہے بیٹا بنانا ثمرۂ احتیاج و حدوث ہے۔ اس کے بعد تمام اہلِ کتاب کو آنحضرت علیہ السلام کی بعثت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی ضرورت سے مطلع کرتا ہے (عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ) کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد دیگر انبیاء علیہم السلام دینِ الٰہی کی اصلاح کے لئے پے در پے آئے، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے آنحضرت علیہ السلام کے عہد تک جو تخمیناً چھ سو برس تک کا زمانہ ہے۔ جس قدر اس مذہب میں خرابیاں پڑ گئی تھیں وہ خود اُن ہی کے مؤرخین کے اقوال سے ثابت ہیں۔ اس خرابی کی اصلاح کرنے والا ایسے مواضع اختلافات میں حق بیان کرنے والا بھیجنا اُس کی رحمت کا مقتضی ہے جیسا کہ اوّل زمانے میں انبیاء علیہ السلام کا بھیجنا مقتضائے رحمت تھا تا کہ پھر کوئی یہ عذر نہ کرے کہ اتنے عرصے میں ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ
اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰
يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى
اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۱ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَاِنَّا

لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ
رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا
دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا
يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا
هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى
ع الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمہ:......اور (یہ واقعہ بھی) یاد دلاؤ جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے جب کہ تم میں انبیاء پیدا کئے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا کہ جو جہان میں کسی کو بھی نہیں دیا﴿۲۰﴾ اے قوم! اُس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ کہ جو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہے اور اپنی پیٹھ نہ پھیرو، ورنہ خسارہ کے ساتھ اُلٹے آؤ گے﴿۲۱﴾ وہ بولے اے موسیٰ! وہاں تو جبار لوگ ہیں [ف] اور ہم تو وہاں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ نہ نکل جائیں گے۔ پھر اگر وہ نکل جائیں گے تو ہم داخل ہو جائیں گے﴿۲۲﴾ (مگر ان) دو خدا پرستوں نے کہ جن پر خدا تعالیٰ نے فضل کیا تھا (یہ) کہا کہ تم اُن پر دروازے کی طرف سے حملہ کر کے گھس جاؤ پھر جب تم داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو﴿۲۳﴾ انہوں نے کہا اے موسیٰ! ہم تو وہاں ہرگز کبھی بھی داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ وہاں ہوں گے سو تو اور تیرا خدا جا کر لڑے ہم تو یہیں بیٹھے ہوئے ہیں﴿۲۴﴾ موسیٰ نے کہا اے ربّ! مجھ کو بجز اپنے اور اپنے بھائی کے اور کسی کا (بھی) اختیار نہیں، پھر تو ہم میں اور نافرمان لوگوں میں فیصلہ کر دے﴿۲۵﴾ خدا تعالیٰ نے کہا اب یہ زمین چالیس برس تک ان کو نصیب نہ ہوگی۔ یہ لوگ جنگل میں ٹکراتے پھریں گے۔ سو آپ نافرمان قوم پر کچھ رنج نہ کریں﴿۲۶﴾۔

ترکیب:......یقوم اذکروا اور یقوم ادخلوا مقولے ہیں قال موسیٰ کے علی ادبارکم حال ہے فاعل ترتدوا سے فتنقلبوا مجزوم ہے اس لئے کہ جواب نہی ہے۔ من الذین یخافون رجلان کی صفت۔ انعم اللہ علیہم دوسری صفت ہے مادامو الخ بدل ہے ابدًا سے اربعین سنۃ ظرف ہے محرمۃ کا۔ تأس کا الف واو سے بدل ہے۔

ف:......یہ (وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی... الخ) اس وقت کا تذکرہ نبی اسرائیل کو یاد دلایا جاتا ہے جب کہ بنی اسرائیل قلزم کو عبور کر کے عرب کے مغربی و شمالی بیابانوں میں خیمہ زن تھے اور عمالیق قوم کے ملک سے ان کو گزرنا تھا اس لئے اُن سے مقابلہ کی ٹھہر رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمت دلاتے اور یہ نامرد ہمت ہارے جاتے تھے اور منہ سے کفر بکتے جاتے تھے جس کی سزا میں ۴۰ چالیس برس تک بیابانوں میں ٹکرا کر مرنا نصیب ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھ میں اور ان میں فرق کر دے یعنی تیرے عتاب میں ہم شامل نہ ہوں ۱۲ منہ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب اور ان کا جواب

تفسیر: ..... پہلی آیت میں بنی اسرائیل کے عہد کا ذکر تھا اور اُس کے ساتھ تبعاً نصاریٰ کے عہد اور فترت ❶ میں بعثت کا ذکر فرما کر پھر اُس عہد کے بنی اسرائیل کا ذکر فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کیا فرمایا تھا اور اُنہوں نے اُس کے جواب میں کیا کہا اور کیا کیا؟

فائدہ: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یہ آیت دشتِ فاران کا تذکرہ ہے جب کہ بارہ نقیب ملک شام سے لوٹ کر آئے اور بجز دو شخصوں کے اوروں نے بنی اسرائیل کو ڈرا کر نامرد کر دیا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن سے فرماتا ہے اور جنگل میں کھڑے ہوئے سرکش قوم کو سمجھا رہے ہیں کہ اے قوم! تم خدا تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو اوّل تو یہ کہ تمہاری قوم میں خدا تعالیٰ نے بہت سے انبیاء علیہم السلام پیدا کئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسحٰق علیہ السلام و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اور وہ ستر ہ آدمی جو کوہِ طور پر گئے تھے۔ دوم تم کو خدا تعالیٰ نے بادشاہ بنا دیا یعنی پہلے تم فرعونیوں کی قید میں تھے اب آزاد ہو۔ حقیقت میں آزادی سے بڑھ کر اور کیا سلطنت ہوگی؟ اور ممکن ہے کہ اُن کے آئندہ اقتدار و سلطنت کو بلفظِ ماضی تحقیق کے لئے تعبیر کیا ہو۔ سوم تم کو وہ چیزیں دیں جواب تک کسی کو نہیں دیں۔ دریائے قلزم سے خشک پار اُتارنا، فرعونیوں کو تمہارے رُوبرو غرق کر دینا۔ جنگل میں پتھر سے پانی کے بارہ چشمے نکالنا، ابر کا سایہ کرنا، کھانے کو من و سلویٰ دینا، یہ احسان یاد دلا کر اُن کو ارضِ مقدسہ یعنی ملک فلسطین کے چلنے کا حکم دیتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے میوؤں اور سر دپانیوں کی برکتیں رکھی ہیں اور یہ بھی کہ تم پُر واپس مصر جانے کا قصد نہ کرو ورنہ خسارہ میں پڑ جاؤ گے۔

یہ تمام گفتگو توریت سفر عدد کے ۱۴ باب میں خوب تفصیل سے بیان ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں۔

''تب ساری جماعت چلا کر روئی اور لوگ اُس رات بھر رویا کئے پھر سارے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر گڑ گڑائے کہ اے کاش! ہم مصر میں مرجاتے ...... الخ خداوند کس لئے ہم کو اس زمین میں لایا ...... الخ تب اُنہوں نے ایک دوسرے کو کہا کہ آؤ اپنا ایک سردار بنائیں اور مصر کو پھر چلیں۔ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کے مجمع کے سامنے زمین پر اوندھے گر پڑے اور نونؔ کے بیٹے یشوعؔ اور یفنہؔ کے بیٹے کالبؔ نے جو اُس زمین کی جاسوسی کرنے والوں میں سے تھے۔ اپنے کپڑے پھاڑے اور ساری جماعت بنی اسرائیل کو کہا کہ وہ زمین جہاں ہم جاسوسی کے لئے گئے تھے خوب زمین ہے اگر ہم سے خدا تعالیٰ راضی ہے تو ہم کو اس زمین میں لے جائے گا ..... الخ مگر تم خداوند سے بغاوت نہ کرو اور نہ تم وہاں کے لوگوں سے ڈرو وہ تو تمہاری خوراک ہیں ان کا سایہ اُن سے جا چکا ہے (قَالَ رَجُلَانِ . . . الخ کی یہ پوری تفسیر ہے) تب ساری جماعت نے چاہا کہ اُن پر پتھراؤ کرے اُس وقت جماعت کے خیمہ میں سارے بنی اسرائیل کے سامنے خدا تعالیٰ کا جلال نمایاں ہوا۔ خداوند نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ یہ لوگ کب تک مجھے غصہ دلائیں گے اور کب تک میری نشانیوں کا جو اُنہیں دکھائیں یقین نہ کریں گے۔ میں اُنہیں وبا سے ماروں گا اور اُنہیں خارج کروں گا، ان کے بدلے تجھے اور قوم دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر یہ خبر مصر والے سُنیں گے تو کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو بیابان میں ہلاک کر دیا سو میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو اپنی رحمت سے اس اُمت کا گناہ بخش دے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں نے تیرے کہنے سے بخشا، پر مجھے اپنی حیات کی قسم جیسا کہ تم نے غصہ دلایا اور سنا کے کہا میں تم سے ویسا ہی کروں گا، تمہاری لاشیں سب کی بیس برس والے سے لے کر اُوپر والے تک جنہوں نے میری شکایتیں کیں اس بیابان میں گریں گی تم بے شک اس زمین پر نہ پہنچو گے جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے، بجز یوشعؔ اور کالبؔ

---

❶ فترۃ کے معنے ہیں بند ہونا اس سے مراد وہ زمانہ ہے کہ جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی اولوالعزم نبی برپا نہ ہوا۔ یہ تخمیناً پانچ سو برس کا زمانہ ہے اس عرصہ میں دین عیسوی بھی بگڑتے بگڑتے بالکل بدل گیا تھا یہود اور مجوس اور بت پرستوں کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں۔ اس ظلمت کدہ میں عرب سے آفتاب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) جلوہ گر ہو الوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا ۱۲ منہ۔

کے اور تمہارے لڑکوں کے جن کے حق میں تم کہتے ہو کہ وہ لٹ جائیں گے میں اُن کو داخل کروں گا اور تمہاری لاشیں اس بیابان میں گریں گی اور تمہارے لڑکے اس بیابان میں چالیس برس تک بھٹکتے پھریں گے اُن دنوں کے شمار کے موافق جن میں تم اُس زمین کی جاسوسی کرتے تھے جو چالیس دن ہیں دن پیچھے ایک سال ہوگا۔ انتہی ملخصاً۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اکثر لوگ تو اس واقعہ کے اگلے روز عمالیق کے ہاتھ سے قتل ہوئے جو باوجود ممانعت موسیٰ علیہ السلام کے پہاڑ پر ان سے لڑنے کو چڑھے چلے جاتے تھے اور وہ دس جاسوس اور پھر اور سب لوگ اس قرن کے وقتاً فوقتاً وبا اور قتل سے ہلاک ہوئے حتیٰ کہ اس چالیس برس کے عرصہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے پہلے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام بھی یردان ندی کے اسی پار جاں بحق ہوئے۔ پھر جب یہ چالیس برس گزر گئے اور یہ لوگ تمام ہوگئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قائم مقام خلیفہ ان کا بھانجا اور یوشع بن نون ہوا تو خدا تعالیٰ نے نئی نسلِ اسرائیل کو وہاں کا ملک عطا کیا۔ عمالیق اور دیگر اقوامِ شام پر یوماً فیوماً بنی اسرائیل فتح پاتے رہے خدا تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوگیا۔

تیہ:.....تاہ یتیہ تیہاً و توہاً، سرگردانی، تیہاء اُس زمین کو کہتے ہیں جس میں آدمی کو رستہ نہ ملے یہ زمین کہ جس میں بنی اسرائیل بھٹکتے پھرے وہ ہے کہ جس کو ہم نے سورۂ بقرہ میں ایک نقشہ میں دکھایا ہے یعنی بحرِ قلزم سے مشرق کی طرف عبور کر کے بیابان قادسیہ اور عرب کا شمالی اور مغربی گوشہ دریائے یردن تک یعنی شام کے کنارہ تک۔ یہ کئی سو کوس کا میدان ہے وہاں اُس زمانہ میں کہیں کہیں پہاڑوں اور شاداب جگہوں میں کچھ قومیں بھی رہتی تھیں جن سے بنی اسرائیل سے جنگ وجدال کا اتفاق پڑ جاتا تھا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت تھی کہ شام کے ملک میں پہنچنا چاہتے تھے مگر دو چار منزل چل کر پھر بھول بھٹک کر وہیں آ جاتے تھے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ

يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ النصف وقف لازم

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ

كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا

الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم معانقۃ عند المتاخرین

ترجمہ:.....اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا قصہ ٹھیک طور سے سنا دو۔ جب کہ دونوں نے (اللہ تعالیٰ کے لئے) نیاز

گزرانی سو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی۲۷ (تب ایک نے دوسرے سے کہا) میں تجھے مار ہی ڈالوں گا۔ اُس ❶ نے کہا اللہ تعالیٰ تو صرف پرہیزگاروں کی نیاز قبول کیا کرتا ہے۔ اگر تو میرے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو میں تیری طرف تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہان کا رب ہے۲۸ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹے، پھر تو ہی دوزخی بنے اور ظالموں کی یہی سزا ہے۲۹ سو اس کے دل کو اپنے بھائی کا مار ڈالنا پسند آیا سو اُس کو مار ڈالا تب وہ خود برباد ہو گیا۳۰ پھر اللہ تعالیٰ نے کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تا کہ اُس کو دکھاوے کہ اپنے بھائی کی لاش کیونکر چھپانی چاہئے۔ وہ بولا کہ ہائے شامت کیا میں اس کوے کے برابر بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپاتا۔ پھر تو وہ پچھتانے لگا۳۱۔

ترکیب:...... نبامضاف ابنی مضاف الیہ مضاف آدم مضاف الیہ مجموعہ مفعول واتل۔ بالحق حال ہے فاعل اتل اَی اذ ظرف ہے نبا کا باثمی معطوف علیہ واثمک معطوف متعلق ہیں تبوء بمعنی ترجع کے جو بتاویل ان مصدر یہ جملہ مفعول ہے ارید کا جو خبر ہے ان کی کیف حال ہے ضمیر یواری سے اور جملہ محل نصب میں لیریہ سے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل وہابیل کا قصہ

تفسیر:...... پہلی آیت میں یہود و نصاریٰ کا عہد توڑنا بیان ہوا تھا اور نیز بزرگوں کی اولاد اور انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے وہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کہتے تھے۔ اس کلمہ کو بھی نقل کیا تھا جو دراصل دونوں قوموں کی بربادی کا باعث ہوا۔ یہود کو اس کلمہ سے تفاخر ہوا جس سے حضرت مسیح علیہ السلام کو بزعم خود قتل کر ڈالا اور پھر یہی بلا نصاریٰ میں پیدا ہو گئی اُنہوں نے بھی اس تفاخر اور حسد میں آ کر نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کیا جو قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اب ان آیات میں خدا تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بیان فرما کر یہ بات جتلاتا ہے کہ تفاخر سے حسد پیدا ہوتا ہے جو دوسرے شخص میں کوئی خوبی و کمال دیکھ کر اُس کی ایذا اور قتل پر آمادہ کرتا ہے جو اُس کے لئے دارین کی رُوسیاہی کا باعث ہو جاتا ہے اور پھر یہ بزرگ زادہ ہونا اس کے کچھ بھی کام نہیں آتا۔ جیسا کہ قابیل کے کچھ کام نہ آیا ابد تک لعنتی ہوا۔

ابنی آدم سے مراد ہابیل اور قائن کے قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس قصے کو توریت موجودہ سفر پیدائش کے ۴ چار باب میں بیان کیا ہے کہ ''آدم علیہ السلام جو حوّا سے ہم بستر ہوا وہ حاملہ ہوئی اور قائن کو جنی (عربی میں اس کو قابیل کہتے ہیں) پھر اُس کے بھائی ہابیل کو جنی اور ہابیل بھیڑ بکری کا چرواہا اور قائن کسان تھا۔ چند روز کے بعد یوں ہوا کہ قائن اپنے کھیت کے حاصل (پیدا) میں سے خداوند کے لئے ہدیہ لایا۔ ہابیل اپنی پہلوٹھی اور موٹی بھیڑ بکریوں میں سے لایا اور خداوند نے ہابیل کو اور اُس کے ہدیہ کو قبول کیا۔ پر قائن کو اور اُس کو ہدیہ کو قبول نہ کیا۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۳۲

❶ یعنی میرا کیا قصور جو تو مجھے نیاز نہ قبول ہونے سے مارنا چاہتا ہے۔ نیاز پرہیزگاروں کی قبول ہوا کرتی ہے سو یہ تیرا قصور ہے کیوں حسد کرتا ہے۔ یہاں سے حسد کی برائی بیان ہو رہی ہے جس میں یہود و نصاریٰ مبتلا تھے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے بمقابلہ پیش آ رہے تھے ۱۲ منہ۔

ترجمہ: ......اس سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ بات لکھ دی کہ جو کوئی کسی جان کو بغیر معاوضہ کسی جان کے یا بغیر زمین پر فساد کرنے کے قتل کرے گا تو گویا اُس نے سب کو قتل کر ڈالا اور جس نے کسی کو بچا لیا تو گویا اُس نے سب کو بچا لیا۔ اور بے شک اُن کے پاس ہمارے رسول نشانیاں لے کر آئے ، پھر اُس کے بعد بھی بہت سے لوگ ان میں سے زمین میں بیہودگیاں کرتے پھرتے ہیں۔۳۲

ترکیب: ......من اجل متعلق ہے کتبنا سے علی بنی اسرائیل بھی کتبنا سے متعلق ہے انہ جملہ الی جمیعًا مفعول ہے کتبنا کا۔ اس جملہ میں انہ کی ضمیر شان ہے اور من شرطیہ بغیر نفس حال ہے ضمیر قتل سے ای من قتل نفسًا ظالمًا او فسادٍ معطوف ہے نفس پر فکانما جملہ جوابِ شرط بعد ذلک ظرف ہے لمسرفون کا۔

تفسیر: ......اس لئے قائن نہایت غصہ اور ترش رُو ہوا اور خداوند نے قائن (قابیل) سے کہا تجھے کیوں غصہ آیا اگر تو اچھا کرتا تو کیا (تیرا صدقہ) مقبول نہ ہوتا...... الخ۔ اور جب دونوں کھیت میں تھے تو قائن اپنے بھائی ہابیل پر اُٹھا اور اسے مار ڈالا تب خداوند نے کہا تیرا بھائی کہاں ہے؟ اس نے کہا کیا میں اُس کا نگہبان ہوں۔ پھر اُس نے کہا کہ تو نے کیا کیا، تیرے بھائی کا خون زمین سے تجھے پکارتا ہے اور اب تو زمین سے لعنتی ہوا الخ۔ سو قائن (قابیل) خداوند کے حضور سے نکل گیا اور عدن کے پورب کی طرف نُود کی زمین جا رہا۔ پھر آدم علیہ السلام اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا اور وہ ایک بیٹا جنی اور اس کا نام سیت (یعنی شیث) رکھا'' انتہی ملخصًا۔

سب سے پہلی تدفین: ......قابیل اپنے بھائی کو قتل کر کے اپنی پیٹھ پر لادے پھرتا تھا۔ اس سے پہلے کسی کو دفناتے نہ دیکھا تھا جو دفناتا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے دو کوّے بھیجے جو باہم لڑے اور ایک نے ایک کو مار کر پنجوں سے زمین کُرید کر دبا دیا۔ اس پر قابیل کو دیکھ کر سخت ندامت ہوئی کہ اے افسوس میں تو اس کوّے کے برابر بھی نہیں ہو سکا یعنی مجھے دفنانا نہ آیا اور نیز کوّے نے جانور ہو کر بعد مُردن (مرنے کے بعد بھی) دوسرے پر رحم کیا جو اس کی لاش کو تہ خاک کیا (خاک کے نیچے دفنا دیا) میں نے اپنے بھائی کے ساتھ انسان ہو کر کیا کیا؟

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ سے یہ مراد نہیں ہے کہ قابیل کے قتل کرنے سے بنی اسرائیل پر قصاص مقرر کر دیا کیونکہ اس کے قتل سے بنی اسرائیل کو کیا خصوصیت ہے بلکہ ذٰلِكَ سے اشارہ مفاسد قتل کی طرف ہے کہ چونکہ قتل ناحق میں یہ کچھ خرابی ہے اس لئے جب توریت اور شریعت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل پر ہم نے قصاص مقرر کر دیا جنہوں نے باوجود اس کے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا۔

فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا سے یہ مُراد نہیں ہے کہ ایک شخص کے قتل ناحق کا گناہ بنی اسرائیل پر جمیع بنی آدم کے قتل کے برابر مقرر ہو گیا تھا۔ کیونکہ یہ عدالت الٰہی سے بعید ہے بلکہ تشبیہ صرف عظمت قتل عمد میں ہے کہ جس بد بخت نے اپنی خواہش نفسانی اور حسد سے ایک آدمی کو ناحق قتل کیا سو اس سے تمام بنی آدم کا قتلِ ناحق کچھ بعید نہیں اگر یہ اُن پر موقع پاتا تو ان سے بھی ایسا ہی کرتا۔ جس نے چوری سے باغ کا ایک پھل توڑا اُس نے گویا سب کو توڑا اور ایک کو زندہ رکھنے سے سب کو زندہ رکھنے کا اسی پر قیاس کر لیجئے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ

يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ

الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۳۳ اِلَّا

ع الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۳۴

ترجمہ:......جولوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول سے لڑائی کرتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں (سو) اُن کی یہی سزا ہے کہ اُن کو قتل کیا جائے یا سولی دی جائے یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں اِدھر اُدھر سے کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔یہ تو اُن کی دنیا میں رُسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کو بڑا (ہی سخت) عذاب ہے۳۳ مگر جنہوں نے کہ تمہارے قابو پانے سے پہلے (ہی) توبہ کرلی۔سو تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ (بڑا) غفور رحیم ہے۳۴۔

ترکیب:......جزاء مضاف الذین مضاف الیہ یحاربون اللہ معطوف علیہ ویسعون معطوف الذین کا صلہ جملہ مبتدا ان یقتلوا مع اُس کے عواطف کے مجموعہ خبر ذٰلک مبتدا لھم خزی جملہ خبر۔

بدامنی پھیلانے والوں کی سزا

تفسیر:......پہلی آیت میں قتل ناحق کی سخت مذمت تھی اب اس آیت میں اس قتل کی سزا بیان فرمائی جاتی ہے اور نیز یہ کہ کونسا جُرم کس سزا کو چاہتا ہے؟ جمہور کے نزدیک یہ آیت عرینیوں ❶ کے حق میں نازل ہوئی جو کہ مُرتد ہو کر قتل اور دھاڑے (ڈاکہ زنی) کے مرتکب ہوئے تھے پھر وہ گرفتار کر کے لائے گئے اور اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اُن کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیر کر اُن کو دھوپ میں ڈال دیا گیا وہیں تڑپ کر مرگئے۔اس فعل کی ممانعت کے لئے یہ آیت نازل ہوئی جس میں حد مقرر کردی گئی۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوثور رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مجتہدین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اُن اہلِ اسلام کے حق میں ہے جو بادشاہِ اسلام سے باغی ہو کر راہزنی اور فساد کرنے لگیں بقرینہ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا۔

اپنی تفسیر میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ گو یہ آیت کسی کے حق میں ہو مگر عموم الفاظ کا لحاظ کیا جائے گا خصوص سبب کو نہ دیکھا جائے گا اس لئے ہر ایک ڈاکو اور راہزن پر یہ حکم جاری ہوگا خواہ وہ مسلمان ہو خواہ کافر اس میں کسی کا بھی خلاف نہیں۔اَلَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ خدا تعالیٰ سے لڑائی کرنا اس مقام پر بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما وسعید بن المسیب ومجاہد وعطاء وحسن بصری وابراہیم نخعی رحمہم اللہ وغیرہم شاہِ اسلام کے مقابلہ میں ہتھیار اُٹھانا اور مسافروں کو چھیڑنا، لُوٹنا، مارنا ہے نہ کہ چوری اور زنا وغیرہ معاصی کہ ان جرائم کی اور سزا مقرر ہے پس جو شخص جمعیت بہم پہنچا کر ایسا کرے خواہ شہر میں رہ کر خواہ جنگل میں رہ کر (مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سزا اُن شخصوں کے لئے ہے جو شہروں میں نہ ہوں کیونکہ شہر میں رہنے والے پر حکومت ہر وقت قابو پاسکتی ہے وہ بمنزلہ چور کے ہے) شاہِ اسلام کو بقولِ ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وعلی بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ وحسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم قابو پاکر اختیار ہے خواہ قتل کر ڈالے خواہ دار پر کھینچے خواہ جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دے، خواہ جلاوطن کردے، اس کو اختیار ہے چاروں سزاؤں میں سے جونسی چاہے دے کیونکہ کلمۂ او تخییر کے لئے ہے مگر جمہور کے نزدیک او تخییر کے لئے نہیں بلکہ یہ سزائیں جرائم پر منقسم ہیں اور وہ صرف قتل کے مرتکب ہوئے ہیں تو اُن کو صرف قتل کرنا چاہئے اور اگر قتل کے ساتھ مال بھی لوٹا ہے تو قتل کر کے عبرت کے لئے سولی پر بھی لٹکا دیا جائے اس صورت میں ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھر قتل کیا جائے اور سولی پر بھی تشہیر کے لئے لٹکا دیا جائے اور اگر صرف مال لُوٹا ہے تو ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ کر چھوڑ

❶ ...... بنو عرینہ عرب کی ایک قوم ہے ان میں سے مدینہ میں آ کر چند لوگ مسلمان ہوئے چونکہ مرض استسقاء میں مبتلا تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جہاں بیت المال کے اُونٹ چرتے تھے بھیج دیا کہ وہاں تندرست ہو جائیں جب تندرست ہوئے تو نیت میں فرق آیا اُونٹوں کے چرانے والوں کو قتل کر کے اُونٹ لے کر چل دیئے۔مدینہ میں خبر ہوئی تو وہ گرفتار کر کے لائے گئے اُن کے لئے یہ سزا دی گئی تھی جس پر یہ آیت نازل ہوئی ۱۲ منہ۔

دیا جائے اور اگر صرف لوگوں کو خوف ہی دلایا ہے تو نفی کی جائے یعنی اس کو قید کیا جائے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کے معنی جلاوطن کے ہیں یعنی جلاوطن کر دیا جائے۔

حد توبہ سے ساقط ہو جاتی ہے:...... اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ...الخ یعنی اگر وہ لوگ گرفتار ہونے سے پہلے اس فعلِ بد سے توبہ کر لیں تو ان سے یہ حد ساقط ہو جائے گی۔ ہاں حقوقِ عباد خواہ مالی ہوں خواہ جانی اس کا عوض عدالت ان سے ضرور لوگوں کو دلائے گی، وھذا ھو القوی۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٣٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٣٦ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝٣٧

ترجمہ:...... اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اُس تک وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد ❶ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ ۝٣٥ بے شک کافروں کے پاس اگر زمین میں جو کچھ ہے (وہ) سب اور اُس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہوتا کہ اس کو دے کر وہ قیامت کے عذاب سے چھوٹ جائیں (اور اس کو تاوان میں دیں) تو ہرگز ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور اُن کو عذاب الیم ہی ہوگا ۝٣٦ وہ چاہیں گے کہ ہم آگ سے نکل جائیں اور وہ اُس سے ہرگز نکل نہ سکیں گے اور اُن کے لئے (تو) ہمیشہ کا عذاب ہے ۝٣٧۔

ترکیب:...... الیه الوسیلة ممکن ہے کہ ابتغوا سے متعلق ہو اور جائز ہے کہ خود الوسیلة سے کیونکہ یہ بمعنی التوسل یہ ہے۔ الذین کفروا صلہ وموصول اسم ان لو ان شرط ما تقبل الخ جواب مجموعہ خبر ان۔

وسیلۂ الٰہی کو اختیار کرنے کی ترغیب

تفسیر:...... اس سے پہلی آیت میں اُن مفسدوں اور باغیوں کی مذمت تھی جو خدا تعالیٰ سے لڑتے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے حکم سے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے کا وسیلہ اور حبل المتین ہے چھوڑ کر دائرۂ اطاعت سے باہر ہوتے تھے جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں رسوائی اور خواری ہے۔ اس مقام پر ان کے برخلاف اس وسیلۂ الٰہی کو اختیار کر کے ہر ایک قسم کی نیکی اور بھلائی کرنے کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور اس کے برخلاف کرنے میں آخرت کا انجام بد بتایا جاتا ہے۔

احکامِ الٰہی کی دو قسمیں:...... واضح ہو کہ جمیع احکامِ الٰہی دو قسم میں منحصر ہیں۔ قسم اول بُری باتوں کا ترک کرنا اور یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ انسان جب تک بُری باتوں کو ترک نہیں کرے گا تو اُس کے لوحِ دل پر ضرور ایک ایسا اثر پیدا ہوگا جو اُس کو نیکیوں سے روکے گا

❶ جان لگا کر۔

اور اپنی ہی طرف کھینچے گا علاوہ اس کے جب کسی لوح پر کوئی عمدہ نقش کھینچنا چاہتے ہیں تو اوّل اس کو صاف کر لیتے ہیں پھر کچھ لکھتے ہیں۔

چاہئے تجھ کو اگر وصل صنم
دل کو خالی غیر سے کر یک قلم

اس لئے سب سے مقدم اس قسم کی طرف وَاتَّقُوا اللّٰهَ میں اشارہ کیا۔ دوسری قسم اچھی چیزوں کا عمل میں لانا عبادت، سخاوت، رحم دلی، بردباری، صبر و شکر، رضا و تسلیم وغیرہ ان سب کی طرف وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ میں اشارہ فرمایا۔ پس یہ کرنا اور نہ کرنا افعال میں بھی معتبر ہے۔ نہ کرنے میں منہیات اور کرنے میں مامورات شامل ہیں اور اسی طرح اخلاق میں بھی اخلاقِ رذیلہ، تکبر، عجب (خود پسندی) ریا کو ترک کرنا چاہئے، بردباری رضا و تسلیم کو عمل میں لانا چاہئے اور اسی طرح افکار میں بھی ترک اور عمل معتبر ہیں جن افکار کا ترک لازم ہے وہ برے خیالات ہیں جو انسان کے لئے بری باتوں کی طرف محرک ہوتے ہیں اور اچھے خیالات کو عمل میں لانا چاہئے جو حسنات کی طرف محرک ہیں۔ اور اسی طرح یہ ترک اور فعل مقام تجلی میں بھی معتبر ہے۔ ترک التفات الی غیر اللہ کرنا چاہئے۔ فعل کیا ہے اس کی ذات پُرانوار میں مستغرق رہنا اہل ریاضت ترک کو تخلیہ اور کبھی صحو اور محو اور نفی اور فنا کہتے ہیں اور ان سب میں نفی مقدم ہوا کرتی ہے اس لئے کلمہ توحید لَآ اِلٰهَ میں نفی مقدم ہے اثبات اِلَّا اللّٰهُ مؤخر۔ وسیلہ ہر قسم کے اچھے کام ہیں اور قرآن مجید اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور بزرگانِ دین بھی خدا تعالیٰ کی طرف کا وسیلہ ہیں ارشاد اور فیض سے انسان خیرات (اچھائیوں) کی طرف راغب ہوتا ہے اور ان ہی کی برکت سے خدا تعالیٰ کا طالب بنتا ہے اور جب کہ حسنات اور سعادات کا عمل میں لانا کوئی آسان ❶ بات زبانی جمع خرچ نہ تھا اس لئے اس کے بعد وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ بھی فرما دیا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام باایں علومرتبت راتوں رویا کرتے اور آنسوؤں کے موتی اُس جمال جہاں آراء کی یاد میں پرویا کرتے تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین کی جان کاہیاں مشہور ہیں۔ اس میں طالبان ذات کے بلند مرتبہ کی طرف اور لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ میں طالبان عقبیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں ان لوگوں کا انجام کار بیان ہوتا ہے جو اس عالم فانی کے لذائذ حسیہ پر فریفتہ ہو کر اس عالم جاودانی کو بھول بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وسیلہ کو چھوڑ کر خدا سے توڑ بیٹھتے ہیں۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ
وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمہ: اور جو کوئی مرد یا عورت چوری کرے تو اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کے فعل کی (یہی) جزا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ﴿۳۸﴾ پھر جو کوئی اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور سدھر جائے تو اللہ تعالیٰ (بھی) اُس کو معاف کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ﴿۳۹﴾ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے آسمان اور زمین کی بادشاہت۔ جس کو چاہتا ہے عذاب کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے

❶ مولانا اوحدالدین کرمانی فرماتے ہیں:

تا دیدۂ دل خون نہ کنی پنجاہ سال ۔۔۔ ہرگز نہ دہندت رہ از حال بقال

اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے ⊙۔

ترکیب:...... والسارق معطوف علیہ و السارقۃ معطوف مبتدا سیبویہ کے نزدیک بوجہ ف کے فاقطعوا خبر نہیں ہوسکتا پس خبر فیما یتلی علیکم محذوف ہے اور کہتے ہیں فاقطعوا۔ کیونکہ الف لام السارق میں بمنزلہ الذی کے ہے پس یہ مشابہ شرط ہے ف کا خبر میں آنا درست ہوگیا۔ جزاء فاقطعوا کا مفعول لہ ہے وقس علیہ نکالا۔ فمن تاب شرط فان اللہ جواب۔

چور کی سزا کا بیان

تفسیر:...... باغیوں اور لٹیروں کی سزا بیان کرنے کے بعد چور کی سزا بیان کرنا گویا اس بیان کا تکملہ کر دینا ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ، اگرچہ قرآنِ مجید میں عموماً احکام میں خطاب مردوں کی طرف ہے عورتیں تبعاً ان احکام میں شامل ہیں مگر اس آیت میں محض اس حکم کی تاکید ظاہر کرنے کی غرض سے سارق مرد چور سارقۃ چور عورت، دونوں کو ذکر کیا۔ سرقہ لغت میں چوری کو کہتے ہیں یعنی کسی کا مال جو حفاظت میں رکھا ہو چھپا کر لے جانا یہاں تین باتیں ہیں۔

کس قدر مال چرانے پر حد لازم آتی ہے:...... ایک مال جس کی چوری کی گئی اُس کی اس آیت میں کوئی قید نہیں کہ کس قدر مال چُرانے پر سزا دی جائے اس لئے بعض علماء نے جیسا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما و حسن بصری رحمہ اللہ ہیں اس کو مطلق رکھا ہے مگر جمہور علماء مجتہدین کہتے ہیں کہ مال کا لفظ ایک وسیع لفظ ہے ہر شخص اور ہر قوم اور ہر زمانے کے لحاظ سے اس کے معنی میں تفاوت ہوسکتا ہے متمول ملکوں میں دو پیسے چار پیسے کچھ مال نہیں یہی دو چار پیسے مفلس لوگوں میں مال گنے جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس اس لئے ایسے اختلاف معنی کے وقت عرب کا عرفِ عام خصوصاً قریش کا دستور دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کو مال کہتے تھے کیونکہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اکثر ان ہی کے رواج و عادات کا زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ یہ بات تو اُن کی عادت دیکھنے سے قطعاً معلوم ہوتی ہے کہ ایک دو مٹھی اناج یا کسی قدر چھوارے یا دو ایک انگور کے خوشے ان کے ہاں ایسا مال نہ سمجھا جاتا تھا کہ جس کے چھپا کر لے جانے کو چوری کہا جائے ایسی قلیل چیزوں کو اجازت بے اجازت لے کر کھالیا کرتے تھے۔ پس اس مقدار کا اندازہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ثوری رحمہ اللہ نے بعض احادیث و اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اُن کے معاملات پر غور کر کے دس درہم قرار دیا ہے اس قدر جو کوئی چُرائے گا تو یہ سزا پائے گا اس سے کم کی چوری پر یہ سزا نہیں دی جائے گی۔ اور امام مالک رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ و اسحاق رحمہ اللہ نے تین درہم یا ربع دینار کی تعداد قائم کی ہے اور ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے پانچ درہم اور امام شافعی رحمہ اللہ نے رُبع دینار معین کیا ہے۔ ہر ایک کے دلائل اس تعداد کے لئے مبسوطات میں مذکور ہیں مگر داؤد اصفہانی اور خوارج نے آیت کو مطلق رکھ کر ذرا سی چیز کی چوری پر یہی سزا قائم رکھی ہے حتیٰ کہ کوڑی دو کوڑی کے چور کو بھی قطع ید (ہاتھ کاٹنے) کا حکم دیتے ہیں۔

دوسری بات اس فعل کے لئے یہ کہ یہ مال جس کو چُرایا ہے مالک کی حفاظت میں ہو کیونکہ رستہ پر پڑی ہوئی چیز کا اُٹھا کر لے جانا عُرف میں چوری نہیں، مگر داؤد ظاہری یہاں بھی خلاف جمہور کرتے ہیں اور حفاظت کو کوئی شرط نہیں سمجھتے۔

تیسری بات سرقہ میں یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر لے جائے کہ عادتاً لوگ اس کو دیکھیں تو پکڑ لیں۔ اب اگر وہ بالکل لوگوں کے سامنے سے لے گیا ہے تو اس کو بھی چوری نہیں کہیں گے بلکہ غصب یا سینہ زوری اور اگر ایسے موقع سے لے گیا کہ اس کو لوگوں نے نہ دیکھا اور معلوم نہیں کر سکے جیسا کہ کیسہ بُر یا گرہ کٹ عام (جیب کترے) مجمعوں میں لوگوں کے رُو برُو کاٹ لیتے جیب کتر لیتے ہیں یہ بھی عرف میں

چوری کے علاوہ دوسرا فعل گنا جائے گا ان دونوں صورتوں میں چوری کی سزا نہ دی جائے گی بلکہ اور سزا ملے گی۔ بعض علماء مجتہدین فرماتے ہیں کہ بلا شک غصب کی صورت میں تو چوری نہیں کیونکہ اخفاء نہیں پایا جاتا جو چوری کے معنے میں لیا گیا ہے۔ ہاں دوسری صورت میں چوری کے معنی پر ایک بات اور زیادہ ہوگئی کہ وہ سب کی آنکھوں میں خاک ڈال کر لے گیا سو یہ اعلیٰ درجہ کی چوری ہے اس لئے یہ سزائے سرقہ کا مستوجب سمجھا جائے گا۔ ان تینوں باتوں پر بہت سے مسائل فقہ مبنی ہیں فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا یہ سزا ہے چور کی کہ اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ آیت میں اس کی بھی کچھ تصریح نہیں کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں تک کاٹا جائے؟ مگر جمہور نے آنحضرت ﷺ کے عہد کی سزا سے یہی ثابت کیا ہے کہ اوّل بار چوری کرنے سے تو داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنا چاہئے اور نیز جب ایک بار چوری کرے تو تو داہنا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور دوبارہ کرے تو بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے اور امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تیسری بار چوری کرے تو بایاں ہاتھ اور چوتھی بار کرے تو دایاں پاؤں بھی کاٹ ڈالنا چاہئے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور سفیان ثوری رحمہ اللہ وغیرہ علماء دو بار تک قطع کا حکم دیتے ہیں باقی پھر قطع نہیں بلکہ حبس۔

یہ سزا آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات میں دی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں بکثرت وارد ہے اور نیز آپ ﷺ کے بعد خلفائے اربعہ سے خلفائے بنو العباس تک بھی اس قانونِ الٰہی پر عمل درآمد رہا ہے۔ شاہانِ اسلام ہندوستان و دیگر بلاد اپنے تمام علماء و قضاۃ کے فتوے کے بموجب اس پر عمل کرتے آئے ہیں۔ کتب تواریخ شاہد عدل ہیں اور اس میں حکمت بھی ہے کیونکہ جس ہاتھ سے اُس نے یہ بد کام کیا تھا اس کی سزا میں ایسی نعمت سے محروم کر دینا پورا انصاف ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ سزا اس جرم کے انسداد کے لئے اکسیر اعظم کا حکم رکھتی ہے اور کیوں نہ ہو آخر جس نے قرآن نازل کیا ہے وہ حکیم و علیم ہے جس کے علم و حکمت کے آگے بندوں کے علم و دانش کو کیا نسبت ہے؟ کوئی تو حکمت سمجھی ہے جو ایسا حکم جاری کیا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص الہام کو فرضی ڈھکوسلا سمجھے یا اپنی عقل کو خدا تعالیٰ کے علم پر ترجیح دے۔ آج کل یورپ نے علوم میں ترقی کی مگر الحاد اور بدکاری حد سے زیادہ ترقی کر گئی ہے۔ اُن کے رسم و رواج خواہ کیسے ہی قبیح ❶ ہوں اُن کے مُریدوں کے نزدیک تہذیب کا معیار قرار دیئے گئے ہیں۔ اس لئے اُن کے مرید تمام شریعت کو ان ہی کے رسم و رواج کے مطابق کرنے کی تدبیریں کرتے ہیں اور اسی کو اعانتِ اسلام کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب اس سزا کی یہ توجیہ کرتے ہیں ''صفحہ ۲۰۳ مگر جب کہ ملک میں تسلّط ہوا اور قید خانوں کا انتظام موجود ہو تو قرآنِ مجید کی رُو سے اس سزائے بدنی کا دینا (یعنی چور کا ہاتھ کاٹنا) کسی طرح جائز نہیں''۔ حضرت نے قزاقوں کی سزا کو جو (یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ) ایک صورت خاص میں ہے یعنی قید کرنا مؤخر سمجھ لیا حالانکہ مقدم ہے اس کے بعد آیت اَلسَّارِقُ۔۔۔ الخ موجود ہے جس میں بجز ہاتھ کاٹنے کے چور کی اور کوئی سزا ہی بیان نہیں ہوئی اس کو چور کی سزا قرار دیا ہے اور بے سند چوروں کے اشعار اور اُن کے خیالات نقل کر کے تمام کُتب تواریخ کے برخلاف یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں ہاتھ نہیں کاٹے گئے بلکہ قید کیا گیا ہے۔'' حالانکہ اگر قید کئے گئے ہوں گے تو وہ ڈاکو جن سے ملک کو دہشت ہوگی نہ کہ چور، اور لطف یہ کہ آپ بھی اقرار کرتے جاتے ہیں کہ ڈاکوؤں کو قید کیا گیا ہے مگر دونوں کو خلط کر دینے سے اور ملا کر بیان کرنے سے شاید بمقابلہ بے شمار احادیث صحیحہ و اجماع جمہور مسلمین اپنے خیال میں اپنی کامیابی سمجھتے ہیں جَزَآءًۢ بِمَا کَسَبَا سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنا ہی اُس کے فعلِ بد کی سزا ہے، اس تقدیر پر اگر مال موجود نہیں رہا تو اُس سے تاوان لینا درست

❶ باوجود اس کے اہلِ یورپ کیا بدنی سزا نہیں دیتے، بیدر دمارتے پھانسی دیتے ہیں اور چونکہ چوری کی بابت یہ سزا نہیں تو دیکھئے اُن کی عمل داری میں چوری کا کیسا بازار گرم ہے۔ بدمعاش لوگ جیل خانہ کو اپنا گھر سمجھتے ہیں اس کی انہیں کیا پرواہ ہے اور عیسائی تو کوئی اُس کی بابت اعتراض ہی نہیں کر سکتا کیونکہ بائبل میں ادنیٰ ادنیٰ مجرموں پر قتل کرنا جلا دینا موجود ہے ۱۲ منہ۔

نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ واحمد رحمۃ اللہ علیہ واسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ خواہ مال مسروق موجود ہو یا نہ ہو چور سے باوجود اس سزا کے وہ واپس لیا جائے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مقدور ہے تو واپس لیں گے ورنہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ میں اس سزا کی حکمت کی طرف اشارہ ہے۔ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک اعرابی کے سامنے بھول کر میں نے اس جملہ کی جگہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پڑھ دیا اُس نے چونک کر کہا یہ کس کا کلام ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا۔ اُس نے کہا یوں نہ ہوگا پھر میرے یاد آیا تو عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پڑھا کہنے لگا اب ٹھیک ہے کیونکہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قطع ید کے مناسب نہیں۔ فَمَنْ تَابَ کے متعلق تفسیر ہو چکی۔ اَلَمْ تَعْلَمْ . . . الخ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ توبہ قبول کرنا ہمارے اختیار میں ہے اور نیز ایسا حکم دینا بھی۔ اپنے بندوں کے لئے ہمارے لئے کچھ ظلم نہیں ہم مالک ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾

ترجمہ:......اے رسول! آپ ان لوگوں سے کہ جو کفر میں دوڑ پڑتے ہیں کچھ غم نہ کریں (وہ منافق ہیں) جو اپنے منہ سے تو (یہ) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور ان کے دل میں ایمان نہیں۔ اور کچھ وہ یہودی (بھی) ہیں جو جھوٹی بات بہت سنتے ہیں اور ان لوگوں کے کان بھرتے ہیں جو ہنوز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آتے۔ الفاظ کو ان کے بعض مواقع سے بدل ڈالتے ہیں ❶ (اور لوگوں سے) کہتے ہیں تم کو یہ (حکم محرف) ملے تو لے لو اور اگر یہ نہ ملے تو اس سے بچو۔ ❷ اور جس کو کہ خدا تعالیٰ خراب کرنا چاہے تو اُس کے لئے اللہ پر تیرا کچھ بس نہیں چل سکتا۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کا پاک کرنا خدا تعالیٰ نے نہیں چاہا۔ اُن کو دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور اُن کو آخرت میں (بھی) رسوائی ہے ﴿۴۱﴾ بڑے جھوٹ کے سننے والے (اور) بڑے حرام خور۔ پھر اگر تمہارے پاس آویں تو ان میں فیصلہ کر دو، یا اُن سے کناری کشی کر دو اور اگر آپ اُن سے کنارہ بھی کریں گے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

❶......احکام توریت ۱۲۔ ❷......یعنی اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بعینہ وہی حکم دیں (جیسا کہ بدل کر انہوں نے دیا) تو مان لو ورنہ نہیں ۱۲ منہ۔

کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے اور اگر آپ ان میں فیصلہ کریں تو انصاف سے کرنا۔ اس لیے کہ خدا تعالیٰ کو انصاف کرنے والوں سے محبت ہے ۴۲

ترکیب:...... الذین یسارعون الخ فاعل لایحزن ک مفعول من الذین قالوا الّذین یسارعون کا بیان ۔ ومن الذین ھادوا معطوف ہے من الّذین قالوا پر۔

منافقین کی دو خصلتیں

تفسیر:......پہلی آیت میں شرائع اور احکام بیان ہوئے جن کی مخالفت کرنا دو قوموں سے متوقع تھا اس لئے نبی علیہ السلام کو تسلی کے طور پر فرماتا ہے کہ ان کفر میں کوشش کرنے والی قوموں مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا . . . الخ منافقین اور مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا یہود سے کچھ رنج وغم نہ کرو کیونکہ امرِ حق کی مخالفت ان کا شیوہ ہو گیا ہے۔ منافقین کی یہ دو خصلتیں ہیں۔

اوّل: سَمّٰعُوْنَ کہ وہ جھوٹی باتیں بہت جلد قبول کرتے ہیں جو کوئی اسلام کی مذمت میں ان سے کیسی ہی بے اصل بات کیوں نہ کہے اس کو مان لیتے ہیں یا یہ معنی کہ آپ ﷺ سے جو زیادہ سنتے ہیں نہ عمل کرنے کے لئے بلکہ لِلْكَذِبِ جھٹلانے کے لئے۔

دوم: سَمّٰعُوْنَ کہ جو قومیں ہنوز آپ ﷺ کے پاس نہیں آئیں اُن کو دور سے ہی یہ لوگ بہکاتے اور اسلام سے بدگمان کرتے ہیں۔ یہ باتیں اُن کو کفر میں کوشش کرنا ہے جس سے آنحضرت ﷺ کو ملال خاطر ہوتا تھا۔

یہود کے دو وصف بد یہ ہیں:......اوّل يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ کہ جو بات حلال وحرام کے متعلق خدا تعالیٰ نے قائم کر دی ہے اس کو بھی اپنی خواہش نفسانی سے بدل ڈالتے ہیں۔

دوم: يَقُوْلُوْنَ کہ لوگوں سے کہتے ہیں اگر نبی ﷺ تمہاری خواہش کے مطابق حکم دے تو لو ورنہ نہیں (توریت سفر احبار باب ۲۰ ورس ۱۰) ان جملوں کے متعلق مفسرین نے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ خیبر کے یہود میں سے دو معزز مرد و عورت نے زنا کر لیا تو حکم تورات (جو سنگسار کرنا یا قتل کرنا ہے) ان کو شاق معلوم ہوا اس لئے باہم قیل وقال ہو کر یہ بات ٹھہری کہ آنحضرت علیہ السلام جو فرمائیں اُس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ نے بھی یہی حکم دیا جس کے انکار پر وہ نسخہ منگایا گیا جس کو یہود توریت سمجھتے تھے اس میں بھی یہی نکلا۔ فرماتا ہے کہ یہ گمراہ ازلی ہیں آپ ﷺ کہاں تک فہمائش کر سکتے ہیں اور نیز اُن کے دل پاک کرنا اس کی تقدیرِ ازلی نے نہ چاہا ان کو دنیا و آخرت میں رسوائی اور عذابِ الیم ہے فَاِنْ جَآءُوْكَ اس آیت میں صاف ہے کہ اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ اے نبی! مختار ہیں اعراض کریں یا حکم دیں اگر حکم دیں تو انصاف سے دیں۔ نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ وعطاء رحمۃ اللہ علیہ وابوبکر اصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہی اختیار تمام احکام میں کُفّار کی نسبت باقی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ومجاہد رحمۃ اللہ علیہ وعکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حاکم اسلام کو جب کہ اُس کے پاس کُفّار کا جھگڑا آئے خواہ وہ اہلِ ذمہ ہوں یا نہ ہوں بموجب آیت وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللهُ قانون آسمانی کے موافق فیصلہ کرنا چاہئے مگر بجز ناچارہ یہ کسی مسلمان کا قول نہیں کہ کُفّار میں اُن کے قانون کے موافق حاکم اسلام فیصلہ کرے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ
ع ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۴۳ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ
يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ

وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمہ:......اور (اے نبی!) وہ آپ کو کس طرح ثالث بناتے حالانکہ اُن کے پاس تو خود توراۃ ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے پھر وہ اس کے بعد بھی پھر جاتے ہیں اور (سرے سے) ایمان دار ہی نہیں (۴۳) توراۃ ہم نے نازل کی تھی اس میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور نور تھا۔ خدا تعالیٰ کے فرمانبردار انبیاء علیہم السلام یہود کو اسی پر چلنے کا حکم دیتے آئے ہیں اور (نیز) اُن کے مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب اللہ ❶ کے امانت دار بنائے گئے اور اس پر محافظ بھی تھے۔ پھر (اے یہود!) تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کو تھوڑی سی قیمت پر فروخت نہ کرو اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی (کتاب کا) حکم نہ دے سو وہی کافر ہیں (۴۴)۔

ترکیب:...... کیف ضمیر یحکمونک فاعل سے حال ہے و عندھم خبر التوراۃ مبتدا جملہ موضع حال میں ہے فیھا ھدی و نورا جملہ حال ہے التوراۃ سے اسی طرح یحکم... الخ۔ للذین ھادوا کا لام یحکم سے متعلق ہے والربانیون اور والاحبار معطوف ہے النبیون پر بما أی بسبب الذین استحفظوہ أی استودعوہ اعنی استحفظھم اللّٰہ ایاہ۔ من کتاب حال ہے ما سے۔

یہود کا تورات پر بھی ایمان و یقین نہیں

تفسیر:......اس جگہ خدا تعالیٰ نبی علیہ السلام سے یہود کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جھگڑا لانے اور فیصلہ پر راضی ہونے پر تعجب ظاہر فرماتا ہے کہ یہ لوگ باوجودیکہ توریت کے معتقد ہیں اور اُس میں احکام الٰہی ہیں اور اُس کو خاص اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا جس پر انبیاء علیہم السلام اور مشائخ علماء چلتے تھے مگر اُس کے حکم سے اعراض کر کے اے نبی! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم بنانا کہ جس کے منکر ہیں کمال تعجب کی بات ہے یعنی ان کے قلوب ایسے خراب ہو گئے ہیں کہ جس کتاب کو برحق سمجھتے ہیں اُس کے احکام پر نہ چلنے کے لئے اُس کو چھوڑ کر مخالف کے پاس جاتے ہیں پس جن کی اپنی کتاب توریت کی نسبت یہ حالت ہو تو اُس قوم کا نبیٔ عربی کے مقابلہ میں حق سے چشم پوشی کرنے میں کیا کچھ حال نہ ہوگا؟ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ میں اسی طرف اشارہ ہے کہ دراصل ان کا توریت پر ایمان ہی نہیں۔

تورات کے چند اوصاف:......اس کے بعد توریت کی مدح فرماتا ہے کہ جس کے وہ دراصل منکر ہیں:

(۱)...... اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ کہ توریت کو ہم نے نازل کیا ہے وہ کسی شخص کی تصنیف کردہ کتاب نہیں بلکہ منزل من اللہ ہے جو خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے ❷۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ای التوراۃ اور بہت جگہ ایسا ہی آیا ہے۔

❶......یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جو انبیاء بنی اسرائیل کے گزرے ہیں سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام الیاس علیہ السلام الیسع علیہ السلام عزیز نحمیا علیہ السلام زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام سب توریت کے پابند تھے جب بخت نصر وغیرہ کے حوادث میں تورات جاتی رہی تو ان ہی بزرگوں نے جو کچھ مل سکا بہم پہنچا کر اس کے احکام کو منضبط کیا یہ اس معنی سے اس کے امانت دار محافظ تھے اور ان کے سوا یہود کے ربی یعنی مشائخ تارک دنیا اور احبار علماء بھی اسی کی تعمیل کراتے تھے جس کو یہود نے یوں پس پشت ڈال دیا ۱۲ منہ۔ ❷...... یہاں سے صاف ثابت ہوا کہ جو کتاب موسیٰ کے بعد توریت کے نام سے تصنیف کی گئی وہ ہرگز توریت نہیں اور یہ مجموعہ جو آج کل اہل کتاب کے ہاں توریت کہلاتا ہے قطعاً موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف ہوا سو یہ بھی قطعاً وہ توریت نہیں کہ جس کے اوصاف قرآن میں مذکور ہیں جن کو پادری مغالطہ دینے کے لئے اس پر منطبق کر کے مسلمانوں کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور کیا کرتے ہیں ۱۲۔

(۲)...... فِیْہَا ھُدًی وَّنُوْرٌ ہدیٰ سے مراد شرائع واحکام اور نور سے مراد توحید وتنزیہہ باری تعالیٰ اور نبوّت اور معاد کا بیان۔

(۳)...... یَحْکُمُ بِہَا النَّبِیُّوْنَ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جس قدر انبیاء علیہم السلام آئے ہیں احکام و شرائع میں سب کے سب توریت پر چلتے تھے۔ ان کے لئے کوئی جُدا گانہ شریعت نہ دی گئی تھی گویا وہ سب دین موسوی کے مجدد تھے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی صفت میں اَلَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا کا جملہ لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ تمہاری طرح منحرف نہ تھے بلکہ مطیع تھے اور یہ بھی کہ وہ یہود و نصاریٰ نہ تھے بلکہ مسلمان جس سے یہ بات پیدا ہوئی کہ تمام انبیاء علیہم السلام بجز چند احکام کے سب میں متفق اور ملقب باسلام تھے۔ لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا کا لام یَحْکُمُ سے متعلق مانا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ انبیاء علیہم السلام احکام توریت پر چلنے کا یہود کو حکم دیتے تھے۔

احبار کی تعریف وتفسیر:...... احبار، حِبر بالکسر کی جمع ہے (فراء) ابوعبیدہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حَبر بفتح الحاء ہے اور یہ تحبیر بمعنی تحسین سے مشتق ہے، چونکہ علم بڑی زینت ہے اس لئے یہود میں حَبر کہتے تھے۔ ربانی لوگ بمنزلہ مجتہدین کے ہوتے تھے اور احبار بمنزلہ عام علماء کے۔ یا رَبّانِیِّیْن درویش، احبار علماء۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ یہ احبار کا صلہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کا ہے کے عالم تھے یعنی اُس چیز کے جو کتاب اللہ یعنی توریت میں سے حافظ کئے گئے تھے۔ یا یحکم سے متعلق کیا جائے کہ جو کچھ ان کو توریت میں سے یاد کرایا گیا تھا اس سے حکم دیتے تھے (کبیر) یعنی نہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی توریت پر یہود کو چلنے کا حکم دیتے آئے ہیں بلکہ ان کے بعد مشائخ اور علماء بھی اسی پر چلاتے تھے۔ بعد میں جو یہود نے توریت میں تحریف کرنی شروع کی تھی غالباً اس کے دو سبب تھے ایک خوف حکام کہ اگر ان کے بر خلاف یہ احکام بیان کریں گے تو ہم کو ایذا دیں گے۔ اس کے دو جواب فرماتا ہے۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ کہ لوگوں سے ڈرو بلکہ خاص مجھ سے کیونکہ نافع وضار میں ہوں۔ دوسرا سبب طمع تھا کہ لوگوں کی خواہش کے موافق کم زیادہ کر کے حکم دیتے تھے تاکہ لوگ اُن کو کچھ دیا کریں۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا[■] بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا کہ دنیا چندروزہ اور بے حقیقت ہے اس کے لئے میری امانت میں خیانت نہ کرو اس کے بعد بطورِ تہدیہ کے فرماتا ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ . . . الخ کہ جو بدبخت خدا تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب پر حکم نہ دے وہ کافر ہے۔

فائدہ: غیر مذہب والوں کی نوکری کے متعلق:...... عکرمہؓ کہتے ہیں خلاف بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ حکم کرنے سے جو کافر ہوتا ہے تو اس صورت میں کہ دل سے بھی اس کا منکر ہو ورنہ دل میں حق جاننے اور زبان سے حق کہنے پر جو کوئی خلاف کتاب اللہ کسی دنیاوی غرض سے فیصلہ کرے گا کافر نہ ہوگا بلکہ فاسق۔ یہاں سے وہ انگریزی نوکریاں جن میں خلاف قرآن حکم دیا جاتا ہے ممنوع وحرام سمجھی گئیں بلکہ جو قرآن کے مقابلہ میں ایکٹ کو دل سے پسند کر کے حکم دے گا تو بموجب آیتِ مذکورہ کافر ہوجائے گا۔

لارڈ ولیم میور نے اپنی کتاب شہادت قرآنی میں اس آیت کے جملہ عِنْدَھُمُ التَّوْرٰىةُ اور اسی قسم کی دیگر آیات سے جو توریت کی مدح میں وارد ہیں یا توریت پر عمل نہ کرنے سے اہل کتاب پر الزام ہے یہ بات ثابت کی ہے کہ آج کل جو اہلِ کتاب کے پاس توریتؑ ہے وہی اصل توریت بلاتغیر موجود ہے اور نیز اُن کے ایک قدیم مُرید نے جو در پردہ ان ہی کے حامی مذہب ہیں صحیح بخاری اور فوز الکبیر سے یحرّفون کی تفسیر میں تحریف معنوی مراد لینا نقل کر کے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ یہ توریت بلاتحریف وہی اصل توریت ہے اور نیز اس کی سند میں

[■]...... عوام یہود ہر حال اپنے منافع وتجارت وزراعت میں سے تھوڑا سا حصہ صدقتاً اپنے علماء کو دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ حق کو چھپاتے اور ان کے مظالم و ناجائز باتوں کے درست ہونے پر جھوٹی روایتیں گھڑ کر تاویلیں کیا کرتے تھے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر ہم اس امرِ حق کو ظاہر کریں گے جیسا کہ توریت میں مذکور ہے تو ہمارا سالانہ صدقہ کہیں بند نہ ہوجائے جس کے جواب میں وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ فرمایا۔ ۱۲ حقانی

بعض اقوال بے تُک بھی نقل کر کے اس توریت کے ایک جملہ کے منکر کو بھی خواہ وہ مخالف قرآن ہی کیوں نہ ہو کافر بتلایا ہے۔

توریت کے گم ہونے پر بحث: ......مگر یہ سب دھوکا ہے۔ اوّلاً تو یوں کہ توراۃ سے مراد مجازاً یہ مجموعہ ہے کہ جس میں اصلی توریت کے بھی بیشتر مضامین موجود ہیں باعتبار تسمیۃ الکل باسم الجزء کیونکہ مدعی بھی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ اس مجموعہ پر لفظ توریت کا مجازاً اطلاق ہوا ہے اس لیے کہ اصلی توریت انٹیوکس و بخت نصر وغیرہ کے حوادث میں تلف ہو گئی۔ یہ مجموعہ تاریخ و مسائل بعد میں مشائخوں نے جمع کیا ہے علاوہ اس کے توریت تو وہ ہے کہ جو خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اور اس مجموعہ میں سینکڑوں مضامین وہ ہیں کہ جو بعد موتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درج کئے گئے۔ چنانچہ کتاب استثناء کا اخیر باب جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت اور قبر کے مفقود ہونے کا حال درج ہے اور جو شئے مرکب ہو ایک سے اور اس کے غیر سے وہ نہیں رہتی۔ سکنجبین جو شہد و سرکہ سے مرکب ہے نہ وہ سرکہ کہلاتی ہے نہ شہد اِلّا مجازاً ایس مجازاً توریت کہنے سے اس مجموعہ کا اصلی ہونا کیونکہ لازم آ گیا۔ ثانیاً یوں کہ اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد تک وہی اصلی توریت یہود عرب کے پاس موجود تھی اور وہ اس میں تحریراً تحریف نہیں کیا کرتے تھے بلکہ صرف بیان کرتے وقت اُلٹ پلٹ کر دیتے تھے بنا بر تحریف معنوی اور پھر اس توریت کی پیغمبر علیہ السلام نے نہایت مدح و عزت بھی کی تھی جیسا کہ مدعی ثابت کرتا ہے اور اس سے بھی ہم قطعِ نظر کر لیں کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر توریت کے اوراق پڑھتے سنے نہایت پُرغضب ہوئے تھے جیسا کہ دارمی نے بسندِ صحیح نقل کیا ہے اور اس سے بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (لَا تُصَدِّقُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ) فرمایا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں موجود ہے تب بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ جو آج کل یہود و نصاریٰ کے پاس مجموعۂ صحیح و غلط روایات ہے کہ جس کو وہ توریت کہتے ہیں وہی اصلی توریت ہو۔ اگر اصلی ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک یہود عرب کے پاس ہوگا نہ کہ یہ جو قطعاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تصنیف ہوا جس کا مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا اور یہی مذہب جمہور علمائے اسلام کا ہے اور اس بات پر تمام فرقۂ اسلامیہ متفق ہیں کہ توریت وہی تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی نہ وہ جو بعد میں بنائی گئی واللہ اعلم۔

اگرچہ آپ کو مقدمۂ تفسیر سے یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی ہوگی کہ یہ جو آج کل یہود و نصاریٰ کے پاس توریت ہے یہ ایک مجموعہ ہے صحیح اور غیر صحیح مرویات کا نہ کہ وہ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن اس مقام پر اور بھی اس امر کا تحقیق کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ جب اس توریت کو دیکھا جاتا ہے تو بے شمار مقدمات سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد اس کو ترتیب دیا ہے۔ منجملہ اُن کے کتابِ استثناء کے ۳۴ باب کی یہ عبارت ہے۔

سو موسیٰ علیہ السلام خداوند کا بندہ، خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مر گیا اور اُسے اسی موآب کی ایک وادی میں بیتِ فغور کے مقابل گاڑا پر آج تک کوئی اُس قبر کو نہیں جانتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا کہ نہ اُس کی آنکھیں دُھندلائیں اور نہ اُس کی تازگی جاتی رہی۔ سو بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک رویا کئے اور اُن کے رونے پیٹنے کے دن موسیٰ کے لئے آخر ہوئے۔ اور نون کا بیٹا یوشع دانائی کی روح سے معمور ہوا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ اُس پر رکھے تھے اور بنی اسرائیل اس کے شنوا ہوئے اور جیسا خداوند نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا اُنہوں نے ویسا کیا اب تک بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند کوئی نبی نہیں اُٹھا جس سے خداوند آمنے سامنے آشنائی کرتا ان سب نشانیوں اور عجائب اور غرائب کی بابت جن کے کرنے کے لئے فرعون اور اُس کے سب خادموں اور اُس کی ساری سرزمین کے سامنے خداوند نے مصر کی سرزمین میں بھیجا تھا اور اُس قوی ہاتھ اور بڑے ہیبت کے سب کاموں کی بابت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کے آگے کر دکھائے۔

اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عبارت جس پر توریت کا خاتمہ ہو گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تو کیا اُن کے کسی معاصر کے ہاتھ کی بھی لکھی ہوئی

ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ بہت عرصہ کے بعد جب کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کا نشان بھی مٹ گیا جو بنی اسرائیل میں قرنوں اور صدیوں زیارت گاہ خاص و عام رہ چکی ہوگی اور لطف یہ ہے کہ اس تمام توریت میں کسی جگہ بھی نہیں پایا جاتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکھ رہے ہیں بلکہ یہ کوئی دوسرا مؤرخ اُن کا حال تحریر کر رہا ہے اور جیسی یہ عبارت ہے اسی قسم کے اور صدہا مقامات ہیں کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد صدہا سال والے شخص کے لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اس بات کا خود اہلِ کتاب کو بھی اقرار ہے کہ یہ مقامات توریت میں کسی اور شخص نے بعد میں لکھے ہیں اور بلا سند حضرت عزیر علیہ السلام کا نام بتاتے ہیں۔

فرض کرلو کہ یہ عبارتیں حضرت عزیر علیہ السلام نے بعد میں زیادہ کر دیں مگر جب کہ حضرت عزیر علیہ السلام نبی تھے غلط باتیں کیونکر لکھتے؟ پھر وہ جو سینکڑوں مقامات غلط فاحش ہیں کہ جن کے غلط ہونے کا اہلِ کتاب کے مفسرین کو بھی اقرار ہے (جیسا کہ عدن سے جیحون و سیحون کا نکلنا اور (۲) خدا سے یعقوب علیہ السلام کا کشتی لڑنا اور (۳) آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے پچھتانا اور اُس سے خائف ہونا (۴) حضرت لوط علیہ السلام کا شراب پی کر اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا۔ (۵) حضرت ہارون علیہ السلام کا بنی اسرائیل سے بچھڑا پجوانا۔ یا تاریخی واقعات میں غلطیاں ہیں) وہ تو کسی طرح کلامِ الٰہی نہیں ہوسکتے نہ غیر لوگوں کے کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر منزل توریت ہوسکتے ہیں۔ پس جب اس آج کل کی توریت میں غلط باتیں بھی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور اشخاص کے کلام بھی مندرج ہیں تو یہ مجموعہ جو مرکب ہے کلامِ اصلی اور غیر اصلی سے ہرگز وہ اصلی توریت نہیں۔ اگر کوئی شخص کچھ مضامین قرآن مجید کے اور کچھ باتیں دیگر لوگوں کی لے کر کوئی کتاب مرکب کرے تو یہ مجموعہ ہرگز قرآن نہ شمار ہوگا پس اسلامی عقیدہ کے بموجب یہ مجموعہ ہرگز توریت نہیں کمالا یخفی۔

(۲) اصل حال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد کے اندر اندر جانے کس وقت فلسطینیوں اور مصر کے بادشاہوں کی غارت گری میں جو کئی بار بنی اسرائیل پر واقع ہوئی توریت مفقود ہوگئی کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس صندوق کو کھولا کہ جس میں توریت دھری تھی (جیسا کہ کتاب استثناء کے ۳۱ باب ۲۶ ورس سے صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کتاب دھرنا پایا جاتا ہے) تو بجز پتھر کی دو لوحوں کے جو کوہِ حورب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور کچھ نہ نکلا جیسا کہ اوّل کتاب السلاطین کے ۸ باب ورس ۹ میں مذکور ہے۔ یہ واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً ہزار برس پیشتر کا ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل میں سلطنت کے دو ٹکڑے ہوگئے اور اسرائیلی بادشاہ اکثر بُت پرست اور بدکار ہونے لگے کہ ہیکل کو بھی جلایا اور جو کچھ اس مقدس مقام میں تبرکات تھے سب کو لُوٹ کھسوٹ کر برباد کر دیا بلکہ خود ہیکل میں بت رکھ دیئے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام سے تخمیناً چار سو برس بعد یوشیاہ بن آمون کے عہد میں حلقیاہ کاہن نے کہیں ہیکل کے کسی کونے میں دبے ہوئے کئی سو برس کے بوسیدہ اوراق اُٹھا کر یہ دعویٰ کیا کہ مجھ کو دبی ہوئی توریت دستیاب ہوگئی جس کو سن کر یوشیاہ بڑا رویا۔ پھر یہ مجموعہ بھی جس کو حلقیاہ نے مرتب کیا تھا اور جو بنی اسرائیل میں توریت سمجھا جانے لگا تھا بنوکدنیصر یعنی بخت نصر کی دوبارہ چڑھائی میں بالکل نیست و نابود ہوگیا یہاں تک جب بنی اسرائیل (۷۰) ستر برس کی اسیری کے بعد شہر بابل سے شام میں آئے تو اُن کے پاس توریت تو کیا کوئی مذہبی کتاب بھی نہ تھی بلکہ وہ تو سرے سے اپنی زبان قدیم کو بھی بھول گئے تھے اور کلدانی زبان بولتے تھے۔ اس کے بعد مشہور کرتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے پھر از سرِ نو توریت کو مرتب کیا مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں ایک بے سند بات ہے بلکہ خود عزیر علیہ السلام کی کتاب مجموعہ بائبل میں شمار کرتے ہیں وہ بھی بقولِ محققین شمعون صادق کی تصنیف ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً تین سو برس پیشتر تھا۔ خیر یہ بھی سہی کہ حضرت عزیر علیہ السلام نے پھر توریت کو مرتب کیا مگر آنٹیوکس یعنی انٹیوکس سُریا کے بادشاہ نے حضرت مسیح علیہ السلام سے (۱۷۱) ایک سو اکہتر برس پیشتر ساڑھے تین برس تک اور شلیم اور ہیکل کو ایسا برباد و نیست و نابود کر دیا کہ ہزاروں آدمیوں کو تہِ تیغ کر دیا اور شہر اور ہیکل کو جلا دیا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تمام کُتب مذہبیہ یہود کو جلایا جیسا کہ مقابیین کی پہلی کتاب کے باب اوّل میں اس کا

اقرار ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بجز ہیکل کے توریت اور کہیں نہیں رہتی تھی سو وہ عزیر علیہ السلام کا مرتب کردہ نسخہ بھی معدوم ہو گیا اس کے بعد یہوداہ مقابیین نے مسیح علیہ السلام سے ایک سو پینسٹھ برس پیشتر ہیکل کی تعمیر کی اور سُن سُنا کر ایک مجموعہ احکام وقصص بھی مرتب کیا اور نام توریت رکھا اس کا ایک نسخہ ہیکل میں رہتا تھا (مفتاح الکتاب صفحہ ۱۳۵) اور یہی نسخہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک باقی تھا۔ اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً چالیس برس بعد روم کے بادشاہ طیطس نے شلیم پر چڑھائی کر کے تمام شہر کو نیست و نابود کر دیا ہیکل اور اس نسخہ کو جلا دیا، لاکھوں آدمیوں کو تہِ تیغ کر کے اُس نقلی توریت کو بھی صفحۂ عالم سے نیست و نابود کر دیا جس کا تمام یہود و نصاریٰ کو ملال رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ طیطس اس کو روم میں لے گیا۔ اس کے ۶۵ برس بعد آدرین قیصر شاہِ روم نے جو بت پرست تھا یہودیوں کی سرکشی دیکھ کر اور شلیم شہر اور ہیکل پر ہَل چلوا دیئے اور پیٹر بٹ کا مندر بنا دیا اور شلیم کا نام اپنے خاندان کی یادگار پر ایلیا رکھ دیا۔ اس کے بعد اور بھی بربادیاں اہلِ کتاب پر سخت سخت آئیں مگر پھر امن پا کر ایک مجموعہ مرتب احکام وقصص کا مشائخ یہود نے کیا اور اُس کا نام توریت رکھا اگرچہ پھر عمداً یا سہواً اس میں بھی صدہا غلطیاں اور تحریفات ہوئیں مگر آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں یہودِ عرب کے پاس یہی نسخہ تھا۔ اب اگر بعض علمائے اسلام کا یہ قول مان لیا جائے کہ یہودِ مدینہ تحریفِ لفظی نہ کرتے تھے تو کیا اس سے یہ نسخہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصل توریت ہو گیا؟

مولوی رحمۃ اللہ صاحب اپنی کتاب اظہار الحق کے صفحہ ۱۴۲ جلد اوّل میں فرماتے ہیں ان التوراۃ الاصلی وکذا الانجیل الاصلی فقدا قبل بعثته محمد صلی اللہ علیہ وسلم والموجودان آلان بمنزلة کتابین من السّیر مجموعین من الروایات الصحیحة والکاذبة اس کے علمائے اسلام کے اقوال اور احادیث اس بات کی تائید میں کئی صفحہ تک درج فرماتے ہیں۔ فمن شاء فلیرجع الیه۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

ترجمہ:.....اور ہم نے (اُس) توریت میں اُن پر یہ بات لکھ دی تھی کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے میں ویسے ہی زخم اور جو کوئی اس بدلہ کو معاف کر دے تو یہ اُس کے لئے کفارہ ہے اور جو کوئی نہ چلے اس حکم پر کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی ظالم ہے ﴿۴۵﴾ اور ہم نے (ان انبیاء کے) قدم بقدم مریم کے بیٹے عیسیٰ کو چلایا جو اپنے سے پہلے (نوشتوں) کی تصدیق کرتے تھے توریت (وغیرہ) کی۔ اور ہم نے اُن کو انجیل دی تھی جس میں ہدایت اور نور تھا اور (وہ

انجیل) اپنے سے اگلی چیزوں کی تصدیق کرتی تھی توریت (وغیرہ) کی اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت اور نصیحت (بھی) تھی ۴۶ اور انجیل والوں کو چاہئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں نازل کیا اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو کوئی اس چیز کا حکم نہ دے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے سو وہی بدکار ہیں ۴۷۔

ترکیب:......وکتبنا ای فرضنا۔ ان النفس تقتل بالنفس خبر ان جملہ مفعول کتبنا والعین معطوف ہے النفس اسم ان پر اور اسی طرح پر الانف اور الاذن اور السن اور الجروح معطوف ہیں فمن تصدق شرط فھو کفارۃ لہ جواب بعیسی متعلق ہے قفینا سے۔

تورات کے چند احکام کا ذکر

تفسیر:......توریت کی مدح فرما کر اُس کے بعض احکام کا بیان یہود پر تعریضاً کرتا ہے کہ دیکھو تم ان احکام کے بھی پابند نہیں جس طرح یہود نے زنا کی سزا میں یہ کر رکھا تھا کہ غریب کو قتل کرتے تھے اور امیر یا ذی عزت کو صرف تشہیر کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ اسی طرح قصاص کے بارے میں شریف کو غیر شریف کے بدلے میں قتل نہیں کرتے تھے۔ مدینہ کے آس پاس یہود کے دو گروہ رہتے تھے۔ ایک بنی قریظہ۔ دوسرا بنی نضیر۔ بنی نضیر ذرا اپنی کسی فوقیت پر نازاں تھے اس لئے اگر کوئی بنی قریظہ میں سے کسی بنی نضیر کو قتل کرتا تھا تو اُس کے بدلے میں قاتل کو برابر قتل کرتے تھے اور جو بنی نضیر کا کوئی شخص بنی قریظہ کے کسی شخص کو قتل کر ڈالتا تھا تو قاتل صرف دیت لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا اور عرب کے قبائل میں بھی یہی جہالت تھی کہ شریف کو وضیع کے بدلے میں قتل نہیں کرتے تھے اس لئے ان آیات میں توریت کے قصاص کے متعلق احکام بیان فرما کر اُن کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتا ہے۔

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ ، اس توریت میں یہ بھی حکم ہے سفر استثناء کے ۱۹ باب ۲۱ ورس میں یہ ہے اور تیری آنکھ مروت نہ کرے کہ جان کا بدلہ جان، آنکھ کا بدلہ آنکھ، دانت کا بدلہ دانت، ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور پاؤں کا بدلہ پاؤں ہوگا۔ اور سفر خروج کے ۲۱ باب ۲۴۔ ۲۵ ورس میں یوں ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ اور پاؤں کے بدلے پاؤں، جلانے کے بدلے جلانا، زخم کے بدلے زخم، چوٹ کے بدلے چوٹ۔

عُلمائے اسلام نے اُصولِ فقہ میں اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی جس قدر شریعتیں منسوخ نہیں ہیں اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں ماننا چاہئے بشرطیکہ اُن شرائع کو قرآن نے یا پیغمبر علیہ السلام نے نقل کیا ہو کیونکہ کُتبِ سابقہ محرف ہوگئیں اُن پر وثوق نہیں ہوسکتا (نور الانوار) چونکہ قصاص کے اس مسئلہ کو خداوند تعالیٰ نے بحوالہ توریت شریف ذکر فرمایا ہے سو یہی حکم اسلام میں بھی جاری ہے۔

ہر عضو کے بدلے دوسرے کا وہی عضو کاٹا جائے گا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ اور زخم کے بدلے زخم دیا جائے گا۔ مگر جس زخم کے دینے سے موت کا خوف ہو یا اُس زخم کا طول و عرض و عمق معلوم نہ ہوسکے تو ان صورتوں میں زخم دینے والے کو ایسا زخم دینا متعذر سمجھ کر اس سے تاوان لیا جائے گا جس کو شرع میں ارش کہتے ہیں۔ باقی اس ارش کی مقدار اور اُس کے متعلق دیگر مسائل جزئیہ جو ائمہ دین نے قرآن و احادیث سے استنباط کر کے نکالے ہیں کُتبِ فقہ میں کمال تشریح کے ساتھ مذکور ہیں جو چاہے وہاں دیکھ لے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اہلِ علم نے اس آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ خواہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کرے خواہ کسی کافر ذمی کو قتل کرے، یا کسی غلام یا عورت کو قتل کرے خواہ بڈھے یا لڑکے یا بیمار کو قتل کرے ان سب کے بدلے میں جان فرمائی ہے اور جانیں سب کی برابر ہیں اور یہی بات اُصولِ سلطنت آسمانی کے موافق ہے اور تمدن کے لئے بھی نہایت نافع ہے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ

لَہٗ۔ یعنی جو شخص اپنے ہاتھ یا کسی عضو کو کاٹ دینے والے کو یا زخم لگانے والے کو معاف کر دے اور اپنا بدلہ نہ چاہے تو یہ اُس معاف کرنے والے کے گناہوں کا کفارہ ہے خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اُس مظلوم کے گناہ معاف کر دے گا۔ بعض کہتے ہیں کہ لَہٗ کی ضمیر قاتل کی طرف پھرتی ہے کہ یہ معاف کرنا زخم کرنے والے کے لئے کفارہ ہو گیا۔ اب اس سے کچھ بدلہ نہ لیا جائے گا مگر معنی اوّل سیاقِ عبارت سے نہایت مناسبت رکھتے ہیں۔

مظلوم کے معاف کرنے پر انتقام کا حاکم وقت بھی مجاز ہے یا نہیں؟:......اس مقام پر ایک اور بحث ذکر کرنے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر مظلوم نے یا اس کے وارثوں نے قاتل یا زخم دینے والے سے دست برداری کر لی معاف کر دیا تو اس صورت میں حاکم بھی اُس کو انتظامًا کوئی سزا دینے کا مجاز ہے یا نہیں؟ یہ تو بالاتفاق ہے کہ ایسی صورت میں قاتل قتل سے اور زخم دینے والا زخم سے محفوظ و بے گا مگر تہدیدًا قید یا کوئی اور سزا بھی حاکم کے اختیار میں ہے؟ ایک جماعت کہتی ہے کہ نہیں کیونکہ اب اُس پر کوئی مطالبہ باقی نہیں رہا۔ مگر محققین کہتے ہیں کہ حاکم کو بھی تہدیدًا سزا دینے کا اختیار ہے نہ مقتول و مجروح کے حقوق کی وجہ سے بلکہ امنِ عام میں خلل پیدا کرنے کی وجہ سے قتل و زخم کی سزا سے کم سزا مالی یا جسمانی قید وغیرہ کا مجاز ہے۔

انجیل سے متعلق بحث:......جب توریت کی ایسی حالت اور یہود کی ایسی نوبت تھی تو اُن کی اصلاح کے لئے خدا تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل شریف دے کر بھیجا اس لئے فرماتا ہے وَقَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِهِمْ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ......الخ عیسیٰ علیہ السلام کی مدح میں مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ فرمایا کہ وہ اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتے تھے۔ اس مقام پر اہلِ کتاب کہتے ہیں کہ گو توریت کا حال حوادث مذکورہ میں کچھ ٹھیک نہیں رہا تھا مگر جب کہ مسیح علیہ السلام نے اس کی شہادت دی تو توریت گم شدہ پائی گئی۔ میں کہتا ہوں کہ کہیں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے توریت کو ہاتھ میں لے کر یہ کہا ہو کہ وہی اصلی توریت ہے بلا تغیر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی کسی موقع پر اس کی بعض آیات سے استدلال کرنا یا توریت کو منجانب اللہ کہنا اور اس کی مدح فرمانا سو ایسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ضرور کیا ہوگا مگر اس سے مجموعہ کا اصلی اور بلا کم و بیش توریت موسیٰ علیہ السلام ہونا لازم نہیں آتا اور کسی شئی کی تصدیق کرنا یہ نہیں چاہتا کہ وہ چیز وجود خارج میں بھی موجود ہو بلکہ وجودِ ذہنی کافی ہے۔ مثلاً آج جو ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کریں تو اس سے یہ لازم نہ آئے گا کہ موسیٰ علیہ السلام شام میں موجود بھی ہوں۔ مگر مسیح علیہ السلام کے بعد جو حوادث قیاصرۂ روم کی طرف سے پڑے ان میں تلف ہو جانے کے بعد پھر موجود ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ اس میں صاف بیان ہے کہ انجیل وہ کتاب آسمانی ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی جس میں یہ پانچ وصف تھے۔ فِیْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً کہ اس میں ہدایت اور نور اور تصدیق اور نصیحت تھی اور اسی انجیل پر اہلِ اسلام کا ایمان ہے۔ پس یہ جو آج چار شخصوں کی تاریخیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں نے اُن کے حالات میں لکھیں جن کو انجیل متی، انجیل مرقس، انجیل لوقا، انجیل یوحنا کہتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کے رُو برُو بھی نہیں لکھیں گئیں بلکہ بہت زمانہ بعد۔ علاوہ اس کے خود عیسائیوں کے فرقوں میں بہت سی مختلف انجیلیں کہ جن کی تعداد سو (۱۰۰) سے زیادہ ہے اس بات پر صریح دلیل ہے کہ ہر شخص اپنی تصنیف کو انجیل کہا کرتا تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی انجیل اگر اُن کے پاس سے حوادثِ قیاصرہ میں گم نہ ہو جاتی تو ان تصانیف کی بنام نہاد انجیل کچھ ضرورت نہ پڑتی۔

خود ان چاروں کتابوں کی بھی تسلیم اور عدم تسلیم میں باہم بہت کچھ اختلاف رہا ہے کیونکہ پہلی صدیوں ہی میں جعلی انجیلوں کی تصانیف کا بازار گرم تھا اس لئے عیسائیوں کا پولوس مقدس اس بات کی بہت کچھ شکایت کرتا ہے کہ لوگوں نے خداوند کی انجیل کو پلٹ دیا دہ اپنی ایک

اور انجیل بتاتا ہے اور اُس کے سوا اور انجیلوں کے سننے والے پر لعنت کرتا ہے پھر ان چاروں انجیلوں میں بھی جو کچھ تحریفات اور کمی بیشیاں ہیں اُن کا بھی خود عیسائی علماء کو اقرار ہے۔ پادری فنڈر، گریسباخ وغیرہ کے حوالہ سے ہزاروں سہو اور اغلاط کا اختتام مباحثہ دینی اکبرآباد میں مقر ہے پس جب ان کا یہ حال ہے تو پولوس وغیرہ حواریوں کے خطوط تو کسی طرح بھی علمائے اسلام کے عقیدے کے بموجب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل نہیں ہو سکتے۔

واضح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام کے عہد میں عرب کے بعض قبائل عیسائی تھے جیسا کہ یمن میں اور نجران میں بنی حارث اور یمامہ میں بنی حنظلہ اور تیما میں بنی طے اور تغلب وغیرہ قومیں مگر ان سب کے پاس فرقہ ملینکیوں اور ابیونیوں اور سریانی اور مصری اور ارمنی عیسائیوں کی اناجیل تھیں نہ کہ یہ اناجیل سو اُن کی تو کسی طرح قرآن میں تصدیق نہیں۔ کیونکہ اسی زمانہ میں ابیونی اور مانیئیز وغیرہ فرقے تھے جن کو یہ فرقہ پراٹسٹنٹ جو سولھویں صدی عیسوی میں پیدا ہوا خود بدعتی اور گمراہ بتاتا ہے وَلْیَحْکُمْ اَھْلُ الْاِنْجِیْلِ یعنی جو دلائل تمہاری کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال ہیں تم اُن کے مطابق حکم دو ورنہ تمہارے دعوے کے موجب تم فاسق ہو۔ کافر اور فاسق اور ظالم تین وصف خدا تعالیٰ کے حکم پر عمل نہ کرنے والے کے بلالحاظ حقوق اللہ و حقوق العباد فرمائے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَکَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۴۸ وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۴۹ اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ۵۰

ترجمہ: اور (اے نبی!) آپ پر (بھی) ہم نے کتاب برحق نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے اور اس پر نگہبان (بھی) بنا ہوا ہے۔ پس آپ ان میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اس سے فیصلہ کیجئے اور آپ اس حق رستہ کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس آیا ہے ان کی خوشی پر نہ چلو۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک دستور اور رستہ مقرر کر دیا ہے اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی گروہ کر دیتا لیکن جو کچھ تم کو

دے رکھا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے سو تم نیکیوں میں پیش قدمی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کو پھر کر جانا ہے سو تم کو وہ باتیں کہ جن میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے ﴿۴۸﴾ تجھے آپ بتا دے گا اور یہ بھی ہے کہ آپ اُن میں اُس کے موافق فیصلہ کر دیجئے کہ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلنا اور ان سے بچتے رہنا (ایسا نہ ہو) کہ وہ کسی حکم سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے آپ کو بہکا دیں۔ پھر اگر (اس پر بھی) نہ مانیں تو یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کو اُنہیں اُن کے بعض گناہوں سے کسی بلا میں مبتلا کرنا منظور ہے اور بہت سے لوگ تو بدکار ہی ہیں ﴿۴۹﴾ کیا وہ (اب) جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ اور ایمان داروں کے لئے کون شخص اللہ تعالیٰ سے اچھا حکم دینے والا ہوسکتا ہے ﴿۵۰﴾۔

ترکیب:...... بالحق حال ہے الکتاب مفعول انزلنا سے مصدقًا و مهيمنًا بھی حال ہیں عمّا جاءک موضعِ حال میں ہے ای عادلا عما جاءک ولکن لیبلوکم لام متعلق محذوف ہے۔

قرآن کا مہیمن ہونا

تفسیر:...... چونکہ توریت کی بربادی کے بعد خدا تعالیٰ نے انجیل نازل کی تھی اسی طرح انجیل کے معدوم ہو جانے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے دین میں افراط و تفریط ہو جانے کے سبب قرآنِ مجید نازل کیا جس میں خدا تعالیٰ نے تمام کُتبِ سابقہ کے مضامین و مطالب ہدایت افزا کو جمع کر دیا اس لئے فرماتا ہے انزلنا . . . الخ۔ چونکہ قرآن توریت و انجیل کی اس بات پر تصدیق کرتا ہے کہ وہ برحق اور من اللہ تھیں اور اُن کے عمدہ مضامین قرآن میں ہیں اس لئے وہ اُن کا مہیمن یعنی محافظ ہے کیونکہ جب وہ مضامین قرآن میں آئے تو اب اُن میں کسی طرح کی تبدیل و تحریف ممکن نہیں۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو قرآن کے اتباع کی تاکید کرتا ہے اور تینوں اُمتوں میں جو وقتاً فوقتاً جُداگانہ بھیجے اُن کی مصلحت فرماتا ہے لِكُلٍّ **❶** جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا، شرع ماخوذ ہے شروع فی الشئی سے وھو الدخول فیه، شریعت کلامِ عرب میں گھاٹ کو کہتے ہیں۔ شریعۃ بروزنِ فعیلۃ وہ امور کہ جن کو خدا تعالیٰ نے بندوں پر مقرر کر دیا ہے۔ مِنْهَاج کھلا ہوا رستہ۔ بعض کہتے ہیں دونوں سے ایک چیز مراد ہے بعض کہتے ہیں کہ شریعت سے مراد احکام ظاہر یہ اور منہاج سے طریقت یعنی اس کے مکارم۔ (کبیر)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾ ربع

---

❶...... انبیاء علیہم السلام کا اصول مذہب ایک ہے اس لئے یکے بعد دیگر تین کتابیں نازل ہوئیں جو ایک دوسرے کی تصدیق و تجدید کرتی ہیں۔ توریت، انجیل، قرآن، مگر مصالح وقت کے لحاظ سے احکام بدلتے رہے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا میں اسی طرف اشارہ ہے خدا تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی دستور العمل رکھتا اختلاف نہ ہونے دیتا مگر بندوں کی آزمائش کے لئے میدان نہ رہتا۔ پچھلے لوگوں کو پہلی اُمت کے سخت احکام کی پابندی میں عذر ہوتا اب جب کہ ہر ایک زمانہ کے لوگوں کو اُن کے موافق احکام عطا فرمائے تو اب جو کوئی کوشش نہ کرے اُس کا قصور ہے یہی آزمائش الٰہی ہے اس کے بعد اُمتِ محمدیہ ﷺ کے تیز رو سواروں کو فرماتا ہے کہ ہاں میدان صاف ہے لو دوڑ و سعادت کے جھنڈے لے اُڑو ۔

گوئی توفیق وسعادت درمیان افگندہ اند ☆ کس بہ میدان در نمی آید سواران راچہ شد

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۔ اب اگلے احکام کی آرزو کرنا پرانی لکیر کا فقیر ہونا یہ ضد ہے جس کا ثمرہ مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا فَيُنَبِّئُكُمْ الخ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو جدید شریعت پر استقامت کی تاکید فرماتا ہے اور یہود و نصاریٰ کے داؤ گھات سے بچنے کا حکم دیتا ہے ۱۲ منہ۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا

فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

ترجمہ:......اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنایا کرو وہ (تو) آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو کوئی تم میں سے اُس سے رفاقت کرے گا تو وہ بھی اُنہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کیا کرتا ﴿۵۱﴾ پھر تم دیکھتے ہو کہ جن کے دل میں مرض ہے (یعنی نفاق) اُن سے دوڑ دوڑ کر ملتے ہیں (اور آپس میں) کہتے ہیں کہ ہم کو خوف ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے۔ سو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے ہاں سے فتح لاتا ہے یا کوئی اور بات پھر تو اپنے دل کی پوشیدہ باتوں پر پچھتانے لگیں گے ﴿۵۲﴾ اور ایمان والے کہنے لگیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت قسمیں کھا کر کہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ان کی کمائی غارت گئی سو وہ خسارہ میں پڑ گئے ﴿۵۳﴾۔

ترکیب:......الیہود والنصاریٰ لا تتخذوا کا مفعول اوّل اولیاء مفعول ثانی الذین فتری کا مفعول اوّل یسارعون مفعول ثانی فیصبحوا معطوف ہے یأتی پر۔

یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت

تفسیر:......چونکہ خدا تعالیٰ سے نافرمانی کرنا اور فسق و فجور اور شرک و کفر ایک مرضِ روحانی ہے جو بیشتر ایسے لوگوں سے دلی میل جول رکھنے سے متعدی ہو جاتا ہے اس لئے یہود و نصاریٰ کی خرابیاں بیان فرما کر اُن سے دلی میل جول کی ممانعت کرتا ہے بقولہٖ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ اَوْلِیَآءَ۔ تک کلام تمام ہو گیا۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ الگ جملہ ہے یعنی وہ کفر و نفاق میں ہم جنس ہیں ان کی باہم محبت قرینِ قیاس ہے مگر تم اُن سے محبت نہ کرو اور جو ایسا کرے گا تو اُنہیں میں شمار ہوگا۔

شانِ نزول:......روایت ہے کہ عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ السلام کے رُوبرو حاضر ہو کر یہود کی دوستی قدیم سے دست برداری کی مگر وہیں عبداللہ ابن اُبی منافق بھی کھڑا تھا۔ اُس نے کہا ہم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ اُن سے ترک کرنے میں کسی مصیبت کا اندیشہ ہے جس پر یہ آیت نازل ہوئی (کبیر)

منافقین کی گفتگو کا ذکر:......اور فَتَرَى الَّذِيْنَ سے منافقوں کی گفتگو کا ذکر ہے کہ وہ اُن سے دوڑ کر ملتے اور کہتے ہیں کہ ہم کو مصیبت کا اندیشہ ہے فَعَسَى اللّٰهُ اس کا جواب دیتا ہے کہ عنقریب خدا تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اُن کے دشمنوں پر فتحیاب کرے گا اور اپنا حکم ازلی جو سلطنت آسمانی کے غلبہ اور ظہور کا ہے پردۂ خفا سے عرصۂ ظہور میں لائے گا تو اُس وقت اپنے دل کی پوشیدہ باتوں پر (کہ اب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی غلبہ نہ ہوگا چند روز میں اُن مخالفین کے ہاتھ سے اُن مسلمانوں کا یہ جوش و خروش سرد ہو جائے گا، ہم کیوں اپنے قدیمی دوستوں سے بگاڑیں) بڑے نادم ہوں گے اور مسلمان متعجب ہو کر کہیں گے کہ لو صاحب یہ منافقین بڑی سخت قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور مخالفوں سے اندر خانہ کیسا میل جول ان کی شوکت پر بھروسہ رکھ کر کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ احزاب کے بعد

مسلمانوں نے منافقوں کو سخت ملامت کی اور خدا تعالیٰ کی یہ پیشین گوئی پوری صادق ہوگئی۔ چند روز میں اسلام کا غلبہ ہوگیا مخالفوں کی تمام شوکت مٹ گئی۔ حبطت یعنی منافقوں کا ایمان ظاہر کچھ کام نہ آئے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۫ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:......اے ایمان دارو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے برگشتہ ہوجائے گا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم موجود کرے گا کہ جن کو وہ دوست رکھے گا اور وہ اُس سے محبت کریں گے۔ مسلمانوں سے نرم کفاروں سے سخت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عنایت کرے اور اللہ تعالیٰ کشائش دینے والا خبر دار ہے ﴿۵۴﴾ تمہارا دوست تو صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان دار ہیں کہ جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور جھکے رہتے ہیں ﴿۵۵﴾۔

ترکیب:......من یرتد شرط منکم من کی صفت یا حال۔ فسوف یحبھم اور یحبونہ اذلۃ اعزۃ یجاھدون لا یخافون قوم کی صفت جو مفعول ہے یأتی کا۔

اہل ارتداد کے حالات

تفسیر:......اس سے پہلی آیت میں کفار سے دلی میل جول سے ممانعت کے بعد یہ فرمایا تھا کہ جو اُن سے ملے گا وہ اُنہیں میں سے ہو جائے گا یعنی مُرتد ہوگا۔ اب اس آیت میں مُرتدوں کے حالات بیان کرتا ہے۔ مَنْ یَّرْتَدَّ ارتداد کے معنے پھر جانا، جو لوگ دینِ اسلام سے پھر جاتے ہیں ان کو مرتد کہتے ہیں۔

مرتدین کے گیارہ گروہ:......صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ مُرتدوں کے گیارہ گروہ تھے جن میں سے تین آنحضرت ﷺ کے روبرو ہوئے تھے۔

(۱)......بنو مدلج ان کا سردار ذوالحمار اسود عنسی ساحر تھا جس نے اطرافِ یمن میں قبضہ کر کے آنحضرت ﷺ کے عمال کو نکال دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور یمن کے رئیسوں کی طرف لکھا آخر یہ شخص فیروز دیلمی کے ہاتھ سے قتل ہوا اس کے قتل کی خبر اُسی روز آنحضرت ﷺ نے دی تھی گو وہاں سے خبر دو مہینے بعد آئی تھی)۔

(۲)......بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کی قوم ملک یمامہ میں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

(۳)......بنو اسد طلیحہ بن خویلد (اور اس) کی قوم جس نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ شکست کھا کر ملک شام میں بھاگ گیا مگر اخیر میں پھر

توبہ کر کے سچا اسلام اختیار کر لیا تھا اور سات قومیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتد ہو گئی تھیں۔(۱) فزارہ: عُیینہ ابن حصن کی قوم۔(۲) غطفان: قُرۃ بن سلمہ قشیری کی قوم۔(۳) بنوسلیم: فجاءۃ بن عبد یالیل کی قوم۔(۴) بنو یربوع: مالک بن نویرہ کی قوم (۵) اور بعض لوگ بنی تمیم کے جو سجاح بنت منذر کے مُرید ہو گئے تھے اس عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور مُسیلمہ سے نکاح کیا تھا۔(۶) کندہ: اشعث بن قیس کی قوم (۷) اور بحرین میں بنوبکر بن وائل حطم بن زید کی قوم۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں غسّان کے لوگ جبلہ کے مُرتد ہو جانے سے مُرتد ہو گئے تھے۔ جبلہ نے ایک شخص کے طمانچہ مارا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قصاص کا حکم دیا اس نے ہزار ہا روپے معاوضہ میں دینا چاہا مگر مدعی نے کہا کہ میں بدلہ ہی لوں گا اس خوف کے مارے وہ مُرتد ہو کر روم چلا گیا۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں سے تہدید کے طور پر فرماتا اور وعدہ کرتا ہے کہ اسلام کا مدار تم پر نہیں اگر تم میں سے کوئی مُرتد ہو جائے گا تو وہ ایک ایسی قوم لائے گا جس میں یہ وصف ہوں گے۔

اہل اسلام کے چند اوصاف:......(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھیں گے۔(۲) ایمان داروں کے حق میں نرم خدا تعالیٰ کے دشمنوں سے گرم ہوں گے (۳) دبنا اور تقیہ تو کجاء۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔(۴) کسی کی ملامت اور بُرا کہنے کی امرِ حق کے اظہار میں کچھ بھی پرواہ نہ کریں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عرب کی اس قدر قومیں مُرتد ہو گئی تھیں اُن کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کون سی قوم کو لایا تھا اور اس کا کون سردار تھا جس کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوا۔ جو تاریخ اسلام سے واقف ہے بے ساختہ کہہ دے گا کہ اُن مُرتدوں کے مقابلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم اور انصار و مہاجرین اور اہلِ یمن کے لوگ اُٹھے تھے جنہوں نے ان سب مُرتد قوموں کو پست کر دیا تھا اور ان کے سردار اور خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ اب اس آیت سے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے سے تصدیق ہوتی ہے۔

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝۵۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝۵۷ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۝۵۸

ترجمہ:......اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور ایمان داروں کا دوست بن کر رہے گا تو اللہ تعالیٰ کا لشکر ہی غالب رہے گا۵۶ ایمان والو! جنہوں نے تمہارے دین کو ٹھٹھا اور کھیل مقرر کر رکھا ہے (یعنی) وہ لوگ کہ جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اُن کو اور کافروں کو دوست نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اگر تم مؤمن ہو۵۷ اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو وہ اس سے ہنسی اور مسخرا پن کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ بے عقل قوم ہے۵۸۔

ترکیب:......ومن مبتدا متضمن شرط اللہ اور رسولہ اور والذین امنوا یتول کا مفعول فان حزب اللہ خبر لا تتخذوا نہی انتم ضمیر اُس کی فاعل الذین موصول اتخذوا فعل دینکم مفعول اوّل ہزوا و لعبا مفعول ثانی من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم الذین کا بیان یہ تمام

صلہ و الکفار اس پر معطوف یہ سب مفعولِ اوّل یاایھاالذین امنو الاتتخذو اکا اولیاء مفعولِ ثانی۔

خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ثبوت

تفسیر:......اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی برحق ثابت ہوتی ہے اگر شیعہ یہ کہیں (کہ اس گروہ کا سردار اور اس وعدہ کی تکمیل کے مہتمم حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور لوگوں کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ کرنا اور اُن کا حق تلف کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حق باغ فدک نہ دینا ارتداد ہے اس وجہ سے جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا وہ سب مُرتد ہو گئے) تو ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت تمام انصار ومہاجرین کے مشورے سے ہوئی تھی اگر یہ سب اس وجہ سے مرتد ہو گئے تو پھر اُن مُرتدوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب پست کیا اور خدا تعالیٰ نے کب اپنے وعدہ کو سچا کیا اور وہ کون سی قوم معینِ اسلام پیدا ہوئی تھی؟ بلکہ برخلاف اس کے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمیشہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شریک رائے رہے اور ان عرب کی مُرتد قوموں پر چڑھائی کرنے میں اُن کے دل سے شریک رہے اور کسریٰ وقیصر کی سلطنتیں برباد کر کے اسلام کے قبضہ میں کرنا اور اسلام کی بے نہایت ترقی کا پایا جانا سب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وزارت میں محقق ہوا۔ رہا یہ احتمال کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ دل سے شریک نہ تھے اوّل تو وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ کے خلاف ہے۔ دوم پھر اس ارتداد کے مقابلہ میں بجائے مقابلہ کے مدد کرنا معاذ اللہ خدا تعالیٰ کے وعدہ کو جھوٹا کر دینا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہی ارتداد مُراد ہے جو دراصل اسلام سے پھرنا تھا اور جس کو سب ارتداد کہہ سکتے ہیں نہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اوّل مقدم خلیفہ نہ بنانا کیونکہ اس کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی ارتداد نہیں قرار دیا بلکہ وہ اُن لوگوں کو مسلمان سمجھتے رہے مناکحت، امامتِ صلوٰۃ، نماز جنازہ اور تمام باتوں میں ان سے متفق رہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ولایت وحمایت میں رہنے کی ترغیب:......اس کے بعد کافروں کی ولایت سے منع کر کے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی ولایت اور حمایت میں رہنے کی ترغیب دلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جماعت کے لئے انجامِ کار غلبہ کا وعدہ دیتا ہے بقولہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا۔

اہلِ ایمان کے چند اوصاف:......پھر مؤمنین کے یہ چند اوصاف ذکر کرتا ہے يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں یہ بدنی اور رُوحانی عبادت کا اصلِ اُصول ہے وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں یہ مالی عبادت کا رُکنِ اعظم ہے وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ابو مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رکوع سے مُراد خضوع ہے کہ وہ یہ باتیں نہایت خشوع خضوع سے کرتے ہیں۔ بعض نے اس کو وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ سے حال بنا کر حالتِ نماز میں اللہ تعالیٰ کے لئے انگوٹھی دینا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت روایت کیا ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّ یہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ اور ایمان داروں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کے حق میں بشارت دیتا ہے کہ فَاِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ کہ انجامِ کار خدا تعالیٰ کا گروہ غالب رہے گا سو ایسا ہی ہوا۔ پھر اس کے بعد منافقوں کے ساتھ محبت کرنے سے اُن کے چند اوصاف ذمیمہ بیان کر کے ممانعت کرتا ہے کہ انہوں نے دین کو کھیل کود سمجھ رکھا ہے اور جب کہ اذان کہی جاتی ہے تو اُس پر ٹھٹھا کرتے ہیں چنانچہ مدینہ کے منافق اور یہود اذان سن کر واہی تباہی باتیں بنایا کرتے تھے۔ فرماتا ہے کہ یہ اس لئے کہ یہ احمق ہیں ورنہ نماز واذان میں عقلاً کوئی بُرائی نہیں۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ
مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ
وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ
السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا
بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي
الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:...... کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب! کیا تم ہم سے اس بات کا بدلہ لیتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور وہ جو ہماری طرف نازل ہوا اُس پر اور جو کچھ ہم سے پہلے نازل ہوا اُس پر ایمان لے آئے ہیں اور اس لئے بھی کہ تم میں سے بہت لوگ فاسق ہیں ﴿۵۹﴾ (اے نبی ﷺ! سوان سے) کہہ دو کہو تو میں تم کو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدتر لوگ ہیں وہ سنادوں۔ (یہ وہ ہیں) جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر غصہ ہوا اور ان میں سے بندر اور سور بنادیئے اور (وہ لوگ کہ) جنہوں نے شیطانوں کو پوجا انہی لوگوں کا بُرا ٹھکانا ہے اور (یہی لوگ) سیدھے رستے سے گمراہ ہیں ﴿۶۰﴾ اور جب کہ وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر لے کر آئے اور وہی لے کر نکلے بھی اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں ﴿۶۱﴾ اور آپ ﷺ تو ان میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ گناہ اور ظلم اور حرام خوری میں دوڑ کر گرتے ہیں البتہ وہ بہت ہی بُرا کررہے ہیں ﴿۶۲﴾

ترکیب:...... واَنّ اکثر کم فاسقون جملہ معطوف ہے ان اٰمنا پر مثوبۃ تمیز ہے بشیر سے من لعنہ اللہ جملہ بدل ہے بشر سے وعبد اگر ماضی کا صیغہ مانا جائے تو اس کا عطف لعنہ اللہ پر ہے ورنہ القردۃ پر۔

یہود و نصاریٰ کا اسلامی عبادت پر ٹھٹھا کرنا

تفسیر:...... یہود و نصاریٰ جو اسلام کی عبادت و اذان پر ٹھٹھا کرتے تھے اب اُن سے بطور الزام کے کہا جاتا ہے کہ کیوں صاحبو! ہم پر ٹھٹھا کرنے کا یہی باعث ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ اس نبی ﷺ اور اس سے پہلے انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا ایمان رکھتے ہیں اور تم میں سے اکثر نماز و روزہ سے غافل اور فاسق ہیں۔ سو یہ تو کوئی عیب اور بُرائی کی بات نہیں ہاں عیب اور بُرائی کے قابل وہ لوگ ہیں کہ:

بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ ہونا:...... (۱) جن پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی اور اُن کی صورتوں کو (۲) بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کیا اور اُنہوں نے طاغوت یعنی شیطان کی پرستش یعنی پیروی کی۔ چونکہ یہود میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی تھیں اور اس کو وہ تسلیم کرتے تھے اس لئے تعریضاً اُن پر اس قابل عیب بات کا اشارہ کیا۔

بندر اور سور بنانا اُس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں یہود پر سبت کے روز شکار کرنے کی وجہ سے گزرا تھا کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے چہروں کو طاعون کی مرض میں مبتلا کر کے ایسا سوجا پھلا دیا تھا کہ بعض کی بندر کی صورت اور بعض کی سور کی صورت

معلوم ہوتی تھی آخر تین روز کے اندر اندر اسی میں ہلاک ہو گئے اس کا بیان اوپر گذر چکا۔

شیطان کی پوجا کرنے والوں کا انجام: ...... وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ میں یہود کی اُس بت پرستی اور فسق و فجور کی طرف اشارہ ہے کہ جو بخت نصر کے عہد سے پہلے اور اُس کے پیچھے اُن میں توریت اور شریعت کے ترک کرنے سے واقع ہوئی۔ چونکہ یہود کا حسنِ ایمانی بالکل جاتا رہا، خدا پرستی اور نیک بختی اور فسق و فجور اُن کے نزدیک کچھ بھی وزن نہیں رکھتا تھا اس لئے وہ اغراضِ دنیا کے واسطے جب آنحضرت علیہ السلام کی مجلسِ وعظ و پند میں آتے تو ایمان ظاہر کرتے تھے مگر جب اُٹھ کر جاتے تھے تو دامن و آنچل جھاڑ کر ویسے کے ویسے ہی اُٹھتے تھے اُن کی اس حالت سے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ...... الخ یعنی اس قوم کے شجرِ کہنہ میں اصلاح کی قابلیت ہی نہ رہی یہ اس قابل ہے کہ اس کو زمین پر سے بالکل کاٹ دیا جائے کہ اس کے کانٹے اور بُرے پھلوں سے اور بنی آدم کا مزاجِ رُوحانی خراب نہ ہو سو ایسا ہی ہوا۔

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ
نصف الحزب وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا
اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَوْ اَنَّ
اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ
لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ
ع ۱۰ ۱۲ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ: ...... اُن کے درویش اور علماء اُن کو بُری بات اور حرام کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ البتہ وہ بہت ہی بُرا کر رہے ہیں ﴿۶۳﴾ اور یہودیوں نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تنگ ہے۔ تنگ ہو جائیں اُنہی کے ہاتھ اور لعنت پڑے اُن کے اس کہنے پر۔ بلکہ اُس کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں، جس طرح وہ چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اور جو کچھ آپ پر آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا وہ تو اُن میں سے بہتوں کو اور بھی سرکشی اور کفر کا باعث ہوگا اور ہم نے اُن میں قیامت تک آپس کی عداوت اور کینہ ڈال دیا ہے وہ جب کبھی آتشِ جنگ سُلگاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُس کو بجھا دیتا ہے اور وہ

زمین میں فساد کرنے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور خدا تعالیٰ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۶۴﴾ اور اگر اہلِ کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم اُن سے اُن کی بُرائیاں دور کرتے اور اُن کو نعمتوں کے باغوں میں داخل کرتے ﴿۶۵﴾ اور اگر وہ توریت اور انجیل کو اور اُس کو جو اُن کی طرف اُن کے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (پورا پورا مانتے) تو کھایا کرتے اپنے اوپر اور اپنے پاؤں کے نیچے سے (یعنی آسمان وزمین سے) اُن میں سے ایک جماعت تو راہِ راست پر ہے اور بہت سے اُن میں سے بُرے کام کر رہے ہیں ﴿۶۶﴾۔

ترکیب:...... واکلھم السحت مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف وکذا قولہ عن قولھم الاثم ما کانوا یعملون جملہ بتاویلِ مصدر فاعلِ بئس۔ لیزیدن کا فاعل ما انزل۔ . . الخ کثیرًا مفعولِ اوّل طغیانًا و کفرًا مفعولِ ثانی غلّت...... الخ جملہ بدعاء کے لئے ولو انّ شرط لکفرنا جواب ولو انھم قاموا شرط لاکلوا جواب شرط۔

یہودی علماء کو سرزنش

تفسیر:...... پہلے جملے میں ان کے عوام پر عتاب تھا کہ وہ حرام خوری اور بے دینی میں مبتلا ہو رہے ہیں یہاں ان کے علماء اور درویشوں پر تنبیہ ہوتی ہے کہ پھر یہ لوگ کیوں اُن کو ایسی بُری باتوں سے منع نہیں کرتے؟ اور جب جس قوم کے علماء اور عوام کا یہ حال ہوگا تو وہ قوم کیونکر فلاح اور سعادت کا منہ دیکھ سکتی ہے؟ اس نصیحتاً فرماتا ہے کہ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ پھر مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ کی تفصیل کرتا ہے۔

رب تعالیٰ کی شان میں یہودیوں کی گستاخی:...... وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ یہ بات غالبًا مدینہ کے آس پاس کے رہنے والے بعض شریروں نے کی تھی نہ کہ کل یہود نے اور اس کفر کے کلمہ کہنے کا باعث علمائے اسلام نے یہ بیان کیا ہے کہ جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا کہ کون شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسن دے؟ یہودی بے ادبوں نے اُس کا مطلب نہ سمجھ کر یہ کلمہ جواب میں کہہ دیا۔ یا آنحضرت ﷺ اور صحابہ ؓ کا فقر وفاقہ دیکھ کر تمسخر کے طور پر یہ کہہ دیا ہو۔ یا اس لئے کہ یہود کی سلطنت وشوکت کا زوال خیال میں آ گیا ہو۔ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ ۔

نعوذ باللہ اللہ کا ہاتھ تنگ ہے:...... وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ یہ جملہ بددُعاء کے طور پر اس کے جواب میں فرمایا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ (بلکہ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں) ہاتھوں کا بند ہونا اور کشادہ ہونا کنایہ ہے بخل اور جود سے۔ زبان عرب میں سخی کو مبسوط الید کہتے ہیں آیت میں اگرچہ خدا تعالیٰ کے لئے لفظِ ید آیا ہے اور اسی طرح اور بہت جگہ ید اور وجہ کا اطلاق ہوا ہے مگر جمہور اہلِ اسلام آیاتِ تنزیہ پر لحاظ کر کے اس بات پر متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانیت اور اُن کے لوازمات حدوث وامکان سب سے پاک اور منزّہ ہے۔ شرح عقائد نسفی اور شرح مواقف اور شرح مقاصد وغیرہ کتب کلام میں اس کی تصریح ہے۔ پھر ہاتھ اور منہ اور ساق سے کیا مُراد ہے؟ متقدمین فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ چونکہ قرآن واحادیث صحیحہ میں اس کی نسبت وارد ہیں اور ان کے معنے متبادر جو ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ اس کی ذاتِ پاک کے لائق نہیں، اس لئے ہم ان الفاظ کے معانی کو اس کے سپرد کرتے اور الفاظ پر ایمان رکھتے ہیں۔

متکلمین کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق مجازاً ہوا ہے چنانچہ اس جگہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کشادہ ہونے سے محاورۂ عرب کے موجب اُس کا جواد، کریم ہونا مراد ہے اور یہی حال تمام الفاظ کا ہے (کبیر) اور صحیح تر بھی یہی ہے۔

اہل کتاب کی فتنہ پروری:...... وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ . . . الخ یہاں یہ بات جتلاتا ہے کہ یہود نے جو اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا پر اعتراض کر کے يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ کہہ دیا اور ایسی کُفر کی باتیں منہ سے بکنے لگے کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ شریر اور بدنہادوں کا قاعدہ ہے

. کہ ان کو جس قدر نصیحت کیجئے وہ اسی قدر ضد میں آ کر اور بھی کفر بکنے لگتے ہیں جوں جوں قرآن مجید میں اُن کے لئے نصائح نازل ہوتے رہیں گے اُسی قدر اُن کا انکار اور ضد کر کے یہ کفر اور سرکشی میں آگے قدم رکھیں گے کیونکہ ان میں صلاحیت نہیں رہی، ہر ایک شخص اپنی خواہش نفسانی کا بندہ ہے اور اس کے جو کوئی سدِّ راہ ہوتا ہے اُس سے بجنگ وجدال پیش آتا ہے، کینہ وعداوت ظاہر کرتا ہے اس لئے اتفاق کا باعث اتحاد مقصود ہے اور اختلاف وعداوت کا سبب اختلافِ اغراض ومقاصد ہے۔ سو اس حالت کو خدا تعالیٰ نے اپنا آسمانی قہر جتلا کر یہ فرماتا ہے وَاَلْقَیْنَا بَیْنَہُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ اور کچھ باہمی عداوت اور بغض پر منحصر نہیں بلکہ یہ حق کے مقابلہ میں بھی بار بار آتشِ فتنہ وفساد سلگاتے ہیں جس کو خدا تعالیٰ اپنی رحمت کے پانی سے بجھا دیتا ہے۔ کُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَھَا اللّٰہُ پھر جب اُس سے ناکام رہتے ہیں تو اور طرح طرح کے فساد اُٹھاتے پھرتے ہیں۔

آسمانی احکام پر عمل نہ کرنے کے سبب برکتوں کے دروازے کا بند ہونا: ..... وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ..... الخ پھر اُن کے ذمائم بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ جو کچھ خرابیاں اُن پر پڑیں دارین کی برکات سے محروم ہو گئے۔ خصوصاً یہود دنیاوی ذلتوں میں گرفتار کئے گئے۔ بخت نصر اور انٹیوکس اور طیطس وغیرہ کے حوادث میں مبتلا ہوئے یہ سب بلا اُن پر اس سبب سے ہے کہ اُنہوں نے توریت وانجیل پر عمل نہیں کیا وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْکِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا ..... الخ۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ . . . الخ اگر یہ آسمانی کتابوں پر عمل کرتے تو ان پر برکتوں کے دروازے کھل جاتے اور اپنے اوپر اور اپنے نیچے سے کھاتے یعنی ہر طرف اور ہر طرح سے ان پر رزق میں وسعت اور کشایش ہو جاتی۔ جلا اُوپر سے کھانا آسمانی بارش سے آمدنی یا درختوں کے پھل مُراد اور نیچے سے کھانے سے یا زمین کی پیداوار نباتات یا زمین کی اور آمدنی مگر اُنہوں نے ایسا نہ کیا۔ توریت کو یہود نے ایسا چھوڑا کہ عالم سے ہی معدوم کر دیا۔ اسی طرح اپنی اپنی تصانیف کے لئے انجیل شریف کو کھو دیا۔ یہ کلام بالذات تو اُسی زمانہ کے لوگوں سے ہے جنہوں نے توریت وانجیل کی موجودگی میں اُن پر عمل نہ کیا اور تبعاً آنحضرت ﷺ کے عہد کے یہود ونصاریٰ سے جیسا کہ اوّل سورہ میں وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ وغیرہ میں اُن کے خاندان کی نعماء کا اُن پر ہونا ظاہر کیا ہے اور اگر خصوصاً آنحضرت علیہ السلام کے عہد کے یہود ونصاریٰ سے خطاب ہو تو توریت وانجیل سے مُراد اُن کے احکام ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے ''اِقَامَۃُ التوراۃ والانجیل اقامۃ احکامھا وحدودھا'' اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں گو توریت وانجیل اصلی موجود نہ تھی مگر اُن کے احکام تو اس فرضی توریت وانجیل میں بیشتر موجود تھے اس لئے وہ بھی عمل نہ کرنے سے موردِ الزام ہوئے۔

یہاں سے آنحضرت ﷺ کے عہد میں توریت وانجیل اصلی کا موجود ہونا سمجھ لینا اور پھر اس سے آج کل کے فرضی مجموعہ کو وہی توریت وانجیل بتانا محض کم فہمی ہے اور دھوکہ ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ
رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾
قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ
اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾

ترجمہ:......اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا اس کو پہنچا دو اور اگر یہ نہ کیا تو آپ نے اس کا کچھ بھی پیغام نہ پہنچایا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ رکھے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کی راہنمائی نہیں کرتا ﴿٦٧﴾ (اے نبی! ان سے) کہہ دو کہ اہلِ کتاب! تم جب تک توریت و انجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (سب کو) قائم نہ رکھو گے تو تم کسی طریقہ پر بھی نہیں اور البتہ اُن میں سے بہتوں کو اُس کلام سے کہ جو آپ کی طرف آپ کے ربّ تعالیٰ کے ہاں سے نازل ہوا ہے اور بھی سرکشی اور کفر بڑھ جائے گا۔ سو آپ کافروں پر کچھ بھی افسوس نہ کریں ﴿٦٨﴾۔

ترکیب:......بلغ فعل با فاعل ما انزل الخ صلہ و موصول اس کا مفعول۔ و ان لم تفعل شرط فما بلغت جواب و اللّٰہ مبتدا یعصمک خبر حتٰی غایۃ ہے لستم کی۔

آنحضرت ﷺ کو بلاخوف و خطر تبلیغ کرنے کا حکم

تفسیر:...... یہود و نصاریٰ کی خرابیاں بیان فرما کر آنحضرت علیہ السلام کو تبلیغِ وحی میں بلّغ کے ساتھ تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اگر آپ ﷺ کسی کے خوف و اندیشہ سے تبلیغ دین میں کچھ کوتاہی کریں گے تو عہدِ رسالت کے ذمہ دار ہوں گے۔ چونکہ عرب کی مشرک قوموں سے تو مکہ ہی سے بسببِ توحید ظاہر کرنے کے مخالفت سخت ہو گئی تھی وہ شب و روز نبی علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی جماعت کی ایذاء اور تکلیف دہی میں سرگرم تھے اس لیے جب اُن ظلموں کی برداشت نہ ہو سکی مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ میں رہنا اختیار کیا، یہاں یہود و نصاریٰ کے گروہ زور آور اور سرکش تھے یہ بھی امرِ حق کے ظاہر کرنے سے جو ان کی طبائع کے خلاف اور رسمی مذہب کے برخلاف تھا سخت دشمن ہو گئے، رہے بے چارے انصار اور چند غریب اور مفلس مہاجرین سو وہ بظاہر تمام قبائلِ عرب اور یہود و نصاریٰ کے دفع ظلم و ستم پر پورے قادر نہ تھے ایسی صورت میں انسانی طبیعت کا مقتضیٰ ہے کہ ذرا لب بند کرے۔ مگر چونکہ آپ ﷺ اُس کے رسولِ برحق اور نبیٔ موعود تھے جن کے آنے پر تمام قوموں کی بھلائی اور نجات منحصر رکھی گئی تھی، اس لئے خدا تعالیٰ نے تاکید سے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ فرمایا اور لوگوں کے خوف اور دہشت کی بابت آپ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لیا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اور ایسی حالت میں جس کا عشرِ عشیر حضرت مسیح علیہ السلام اور زکریا و یحییٰ علیہما السلام پر نہ تھی تب وہ کفار کی گزند سے محفوظ نہ رہے۔ آنحضرت ﷺ کا محفوظ رہنا خصوصاً ایسے ملک میں کہ جہاں کوئی حاکم بھی ظالموں کے لئے دار و گیر کرنے والا نہیں ایک بڑی دلیل منجانب اللہ ہونے کی ہے مگر کافروں کی آنکھوں پر ازلی پردہ ہے اور اُس سے دیکھ نہیں سکتے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ کے یہی معنے ہیں۔ اس کے بعد مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ کی قسم خاص کو جو اُس وقت ضروری التبلیغ تھی یہود و نصاریٰ کے گمانِ فاسد کو ایسے طور پر غلط کرنے کے لئے کہ جس کو وہ بھی تسلیم کر لیں یہ ارشاد ہوا۔ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ . . . الخ کہ جب تک تم توریت و انجیل اور خدا تعالیٰ کے تمام نوشتوں پر نہ چلو گے فلاح و سعادت کا منہ نہ دیکھو گے۔ یہ مقدمہ مسلّم ہے رہا ان کتابوں پر چلنا سو وہ ان کی تحریفات و تخریبات کی وجہ سے بجز قرآنِ مجید کے کہ جو اُن کتابوں کا محافظ و مہیمن ہے یعنی سچا خلاصہ مع ترمیم الٰہی ممکن نہیں۔ سو بغیر قرآن و نبی علیہ السلام راہ ہدایت ملنی ممکن نہیں، مگر یہود و نصاریٰ اس بات کو کب ماننے والے تھے بلکہ سرکشی اور عناد کرنے والے وَلَيَزِيْدَنَّ...... الخ اس لئے آپ ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ پھر تم کچھ اُن کی اس حالت پر رنج و افسوس نہ کرو فَلَا تَأْسَ...... الخ۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِـُٔوۡنَ وَالنَّصٰرٰی مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ رُسُلًا ؕ کُلَّمَا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰۤی اَنۡفُسُهُمۡ ۙ فَرِیۡقًا کَذَّبُوۡا وَفَرِیۡقًا یَّقۡتُلُوۡنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوۡۤا اَلَّا تَکُوۡنَ فِتۡنَةٌ فَعَمُوۡا وَصَمُّوۡا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ ثُمَّ عَمُوۡا وَصَمُّوۡا کَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۱﴾

ترجمہ:...... بے شک جو کوئی مسلمان اور یہودی اور صابی اور نصرانی اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور اچھے کام بھی کرے تو اُس پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غمگین ہوگا ﴿۶۹﴾ البتہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لے لیا تھا اور اُن کے پاس رسول بھی بھیجے تھے جب کوئی رسول اُن کے پاس وہ احکام لے کر آیا جو اُن کے دل کو ناپسند ہوئے تو رسولوں کے ایک فریق کو جھٹلایا اور کتنوں کو قتل کرنے لگے ﴿۷۰﴾ اور یہ سمجھ لیا تھا کہ کچھ خرابی نہ آئے گی سو وہ اندھے اور بہرے بن گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر عنایت کی تو پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے بن گئے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں (اس کو) اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے ﴿۷۱﴾۔

ترکیب:...... من اٰمن شرط فلا خوف . . . الخ جواب جملہ خبر ان والصائبون مبتدا اس کی خبر محذوف جیسا کہ فَاِنِّیۡ وَقَیَّارٌ بِهَا لَغَرِیۡبٌ ای فانی لغریب وقیار بہا کذالک کلما جاء شرط ھم جاء کا بسبب متعدّی ہونے کے مفعولِ اوّل بما لا تھوٰی مفعول ثانی رسول فاعل فریقًا . . . الخ جملہ جواب۔

فلاح وکامیابی کا دائمی معیار

تفسیر:...... چونکہ یہود ونصاریٰ کو یہ گمان تھا کہ نجات یہودی یا نصرانی کے بعد (کسی) اور کو نہیں ہوگی اور اب تک دونوں فریق کو یہی گمان ہے جیسا کہ ہنود کا گمان ہے حالانکہ یہ گمان بالکل غلط ہے اس کا ابطال کرنا منصب خاتم النبوۃ کا فرض تھا۔ اگر یوں ابطال کرتے کہ تمہارا گمان غلط ہے تو چنداں مؤثر نہ ہوتا بلکہ وہ یہ طعن کرتے کہ یہ نبی (ﷺ) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے منع کیا کرتا ہے کیسا نبی ہے؟ بلکہ ایک ایسی مسلّم بات بیان کی کہ جس کے تسلیم کے بغیر کسی عقل مند آدمی کو چارہ نہیں ہے جس سے خود بخود اُن کے عقیدۂ فاسدہ کا ابطال ہو جاتا ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عنایت کی ہیں جن کی تکمیل سے اُس کی نجات ہے۔ (۱) ایک قوتِ نظریہ اس کی تکمیل یہ ہے کہ اشرف الموجودات حق سبحانہٗ کو مع صفات خصوصاً صفت اقامۃ حشر ونشر جزا وسزا جانے۔ (۲) دوسری قوتِ عملیہ اس کی تکمیل یہ ہے کہ خالق کی تعظیم وعبادت کے بعد خلق کی نفع رسانی، اس لئے اعلانِ عام کے طور پر فرماتا ہے کہ خواہ کوئی یہودی ہو یا خواہ نصرانی، خواہ مسلمان ہو خواہ صابی جو ان دونوں قوتوں کی تکمیل کرے گا (اوّل کی طرف مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ میں اور دوسری کی طرف وَعَمِلَ صَالِحًا میں اشارہ کیا) وہ نجات کے دونوں حصوں کو حاصل کرے گا اوّل اس کو وہاں کے عقوبات سے کچھ خوف نہ ہوگا۔ دوم وہاں کے نعماء کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتیں ہاتھ سے جانے پر کچھ حزن نہ کرے گا۔ چونکہ اس تکمیل کا نام اسلام ہے اس لئے اُن کے مقابلہ میں نجات کا انحصار اسلام پر کرنا بہت ٹھیک بات ہے۔

یہودیوں کی قدیم سرکشی: ..... اس کے بعد یہود کی قدیم سرکشی بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ جو ایسی سرکش اور گمراہ قوم ہو اور اس گمراہی کو تسلیم بھی کرتی ہو نبی معہود کی اطاعت نہ کرے اور اپنی سرکشی میں نجات کا دعویٰ کرے بایں خواری توقعِ ملک داری کا مضمون ہے اور وہ قدیم سرکشی یہ ہے۔ لَقَدْ اَخَذْنَا یعنی باوجودیکہ بنی اسرائیل سے عہد لے لیا تھا اس پر پے در پے انبیاء بھی بھیجتے رہے مگر جب کسی نے اُن کے برخلاف کہا تو اُس کے قتل و تکذیب کے درپے ہو گئے جیسا کہ زکریا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ کیا اور لُطف یہ ہے کہ باوجود اس قتل و تکذیب کے صرف نسل حضرت یعقوب علیہ السلام و ابراہیم علیہ السلام سے ہونے کی وجہ سے یہ سمجھتے تھے کہ اُن پر کوئی بلا نہ نازل ہو گی۔ اصل یہ ہے کہ وہ اندھے بہرے ہو جاتے تھے پھر خدا تعالیٰ اُن کو کسی نبی کی معرفت متنبہ کرتا تھا ثُمَّ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مگر چند روز بعد پھر وہ اندھے بہرے ہو جاتے تھے، نہ حق کو دیکھتے تھے، نہ کسی حق گو کی سنتے تھے۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا قہر اور باعثِ ہلاکت دارین ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ
اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ
عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۷۲ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ
قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ یَنْتَهُوْا عَمَّا (وقف لازم)
یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۷۳ اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ
وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۷۴ مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ؕ كَانَا یَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ
كَیْفَ نُبَیِّنُ لَهُمُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝۷۵

ترجمہ: ..... بے شک وہ کافر ہو چکے جنہوں نے (یہ) کہا کہ خدا تو مسیح مریم کا بیٹا ہے حالانکہ خود مسیح (یہ) کہہ چکا ہے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو جو میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے۔ کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے تو ضرور اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور بے انصافوں کا کوئی مددگار نہیں ۝۷۲ بے شک وہ کافر ہو چکے جنہوں نے کہ اللہ تعالیٰ کو تین میں سے تیسرا کہا۔ حالانکہ بجز ایک اللہ تعالیٰ کے اور کوئی معبود نہیں اور اگر وہ جو کچھ کہتے ہیں اُس سے باز نہ آویں گے تو ضرور اُن میں سے کافروں کو عذابِ الیم پہنچ کر رہے گا ۝۷۳ مگر وہ کس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۝۷۴ مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہے جو اس سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو چکے ہیں اور اس کی ماں پاک دامن (سچی بندی) ہے۔ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھو ہم اُن کو کیسے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر دیکھو وہ کیسے بہکے چلے جاتے ہیں ۝۷۵۔

ترکیب: ..... ثالث ثلاثۃ ای احد ثلثۃ اور ایسے موقع میں بجز اضافت کے اور کوئی صورت جائز نہیں و ما من الہ من زائد اور الہ موضعِ مبتدا میں ہے اور خبر محذوف ہے ای و ما للخلق الہ۔ الا اللہ بدل ہے الہ سے لیمسن جواب ہے قسم محذوف کا اور یہ قائم مقام ہے

جواب شرط کے جو ان لم ینتھوا ہے منھم موضع حال میں ہے الذین سے قد خلت موضعِ رفع میں صفت رسول کی کانا یا کلان . . .
الخ اس کا اعراب میں کوئی محل نہیں۔

ایک عقیدۂ فاسدہ اور اس پر کلام

تفسیر:..... بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ کے بعد مجملاً اہلِ کتاب کو لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ کہہ کر پھر تفصیلاً ہر ایک عقیدۂ فاسدہ پر کلام کرتا ہے چونکہ عیسائی اپنے دین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کا عطر اور پچھلے نبی کا آراستہ کردہ اور روحانی مذہب خیال کرتے تھے۔ یہ خیال اس وقت تک صحیح تھا جس وقت کہ اُس مقدس مذہب میں تحریف وتبدل نہ ہوئی تھی مگر چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد پولوس اور اُس کے مُریدوں کی افراط وتفریط سے اس دین میں ایسا خلط ہوا کہ کچھ کا کچھ ہو گیا جس کی اصلاح اور درستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر منحصر تھی اس لئے سب سے اوّل اُن کی اوّل غلطی اعتقاد ظاہر فرماتا ہے اور یہ اعتقاد حد درجہ کی تاریکی روح کا باعث تھا اس لئے اس کو لفظِ کُفر سے تعبیر کیا (الوہیتِ مسیح علیہ السلام کو) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ عیسائیوں کے اکثر فریق خصوصاً کلیسائے عرب بلکہ آج کل کے رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ حضرت مسیح علیہ السلام کو الٰہ یعنی خدا کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لئے حضرت مریمؑ کے پیٹ سے بشکلِ مسیح علیہ السلام ظہور کیا۔ جیسا کہ ہندوؤں کا اعتقاد اوتاروں کی نسبت ہے کہ ایشر یعنی خدا تعالیٰ شیر اور انسانوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اس لغو اعتقاد کے ابطال پر دلائل کی ضرورت نہ سمجھ کر صرف مسیح علیہ السلام کے قول پر بس کیا کہ جس سے الوہیت کی نفی اور عبودیت کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ وَقَالَ الْمَسِيْحُ..... الخ کہ مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا دونوں کا خدا ہے کیونکہ جو اُس کے سوا اور کو پوجے گا وہ مُشرک ہوگا کہ جس پر جنت حرام اور جہنم اُس کا ٹھکانا ہے۔ انجیل مرقس کے ۱۲ باب ۲۹ ورس میں ہے: ”یسوع (مسیح علیہ السلام) نے اُس سے جواب میں کہا کہ سب حکموں سے اوّل یہ ہے کہ اے اسرائیل سن! وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خداوند ہے اور تو اپنے خداوند کو سارے دل وجان وعقل وقوت سے پیار کر“ (یعنی اُس کی خالصاً عبادت کر) انتہیٰ ملخصاً۔ یہ مضمون اس جگہ پورا پایا گیا۔ رہا اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ دوسرے مواضع سے ثابت ہے اور ممکن ہے کہ ناقلِ انجیل نے یہ جملہ سہواً ترک کیا ہو۔ یہ نقلِ کلام مسیح علیہ السلام نہ ہو اور اس مطلب کے مؤید اور بھی جملے انجیل موجودہ میں پائے جاتے ہیں جن سے مسیح علیہ السلام کا بندہ ہونا پایا جاتا ہے، بلکہ خود اُن کا عبادت کرنا، روزہ رکھنا ان اناجیل میں مذکور ہے پس اگر خدا ہوتے تو عبادت کس کی کرتے؟ اور اپنا خداءِ واحد کیوں بتلاتے؟ بلکہ خود خدائی کے مدّعی ہوتے سوا ایسا کہیں نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قول غلط ہے لوگوں نے افراطِ محبت سے پیدا کر لیا ہے۔

ابطالِ عقیدۂ تثلیث:..... عیسائیوں کا دوسرا عقیدۂ بد تثلیث کا تھا اور اب بھی ہے کہ جس کو وہ موجب نجات سمجھتے ہیں اس کو بھی خدا تعالیٰ نے بلفظِ کُفر تعبیر کیا لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ۔ عیسائی (نہیں بلکہ پولوسی) کہتے ہیں کہ جوہرِ واحد ❶ کے تین اقنوم (حصے)

---

❶..... ان تینوں اقنوم کو بعض نے (۱) وجود، (۲) حیات، (۳) علم کے ساتھ تعبیر کیا ہے سیل نے مقدمۂ ترجمۂ قرآن میں لکھا ہے کہ عرب میں ایک فرقہ تھا جس کو لیز یدیتس کہتے ہیں وہ بھی مریم کو تثلیث میں بجائے روح القدس داخل کرتا تھا۔ جس طرح کہ میریا مائٹ کہلانے والے لوگ داخل کرتے تھے۔ قرآنِ مجید میں آیا ہے اتخذونی وأمی الٰھین الآیہ انہیں لوگوں کے اعتقاد کے ردّ میں ہے۔ فرقہ ابیونی اس تثلیث کا اوّل سے منکر تھا اور سنہ ۲۰۰ عیسوی میں مارتمن فرقہ بھی منکر تثلیث تھا (رومن تاریخ کلیسا) چنانچہ فرقہ یونی ٹیرین اب تک منکر ہے۔ یہ خراب عقیدۂ اریوس کے انکار اور اتھانیشیس کے اصرار اور قسطنطین بادشاہِ روم کی حمایت اور شہر نائس میں کمیٹی کے مجبورانہ فتوے سے زیادہ رواج پا گیا گو اس کے بعد بھی اسی عقیدہ پر سالہا سال باہم جنگ وجدال رہا۔ یہ بلا پولوس اور اُس کے گروہ نے حواریوں کے خلاف ہو کر پھیلائی تھی ۱۲ منہ۔

ہیں، اب، ابن، روح القدس، اور یہ تینوں مل کر ایک خدا ہوا۔ جیسا کہ آفتاب کا اطلاق قرص اور شعاع اور حرارت پر ہوتا ہے۔ اب سے مراد اللہ اور ابن سے کلمہ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام اور روح سے حیات یا جبرئیل علیہ السلام اور عرب کے عیسائی بجائے روح القدس کے تیسرا اقنوم حضرت مریم علیہا السلام کو قرار دیا کرتے تھے۔ اس کو تثلیث کہتے ہیں اس سے خدا تعالیٰ منع کرتا اور عذاب الیم کا خوف دلاتا ہے۔

ابطال الوہیت مسیح علیہ السلام: .....اب اس خراب اور فاسد عقیدے کے بطلان پر چند ادلہ قائم کرتا ہے۔

۱).....مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ.....الخ یہ بات کہ خدا ایک ہے تمام انبیائے سابقین اور عقل اور خود مسیح علیہ السلام کی شہادت سے ثابت ہے جو اناجیل مروجہ میں بھی اب تک پائی جاتی ہے اور تثلیث اس توحید کی صریح نقیض ہے پس اس کے بطلان میں اب کیا کلام باقی ہے؟ اس کے جواب میں بعض پادری کبھی ان تینوں اقانیم کو صفات کہتے ہیں کبھی مراتب اجمال و تفصیل قرار دیتے ہیں مگر ان کے وجود مستقل ماننے اور باہم علت و معلوم قرار دینے نے سب توجیہات کو باطل کر رکھا ہے۔

۲).....مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ کہ اور رسولوں سے مسیح علیہ السلام میں کوئی بات زائد نہ تھی پھر جب وہ خدا یا خدائی کا جزو نہیں تو یہ کیونکر ہو گئے؟ اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا تو آدم علیہ السلام بغیر باپ اور ماں کے پیدا ہوئے تھے اگر مُردہ زندہ کرنا تو حضرت الیاس علیہ السلام کا لڑکے کو زندہ کرنا (اوّل کتاب السلاطین ۱۷ باب) اور حضرت الیشع علیہ السلام کے معجزات ۲ کتاب السلاطین میں بہت کچھ موجود ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا بندہ کہلانا تو اس لفظ کا اطلاق اور بھی سینکڑوں پر بائبل میں ہوا ہے جیسا کہ انجیل متی باب ۶ و دیگر مقامات سے ثابت ہے۔ اگر آسمانوں پر اُٹھایا جانا تو حنوخ کا کتاب پیدائش کے ۵ باب میں اور الیاس علیہ السلام کا کتاب دوم السلاطین کے ۲ باب میں اور کوئی وجہ خصوصیت پائی نہیں جاتی۔

۳).....وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۚ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ جس کی ماں ہوگی تو وہ ضرور حادث ہوگا۔ اور حادث نہ خدا ہے نہ خدائی کا جزو۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں مریم علیہا السلام تھیں۔ دوم دونوں کا کھانا کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بھوک اور پیاس کو دفع نہ کر سکتے تھے، کھانے کے محتاج تھے اور اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور یہ تاویل کچھ مفید نہیں کہ مسیح علیہ السلام میں الوہیت اور انسانیت جمع تھی۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ
ع قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ
ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ
لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:.....(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے) کہو کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو کہ نہ تمہیں ضرر دے سکتی ہیں نہ کچھ نفع۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی

سنتا جانتا ہے۷۶ (اور) کہو کہ اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق کی زیادتی نہ کرو اور نہ اس قوم کی خواہشوں پر چلو کہ جو اس سے پہلے خود گمراہ ہو چکی اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکی اور سیدھے رستے سے بہک چکی ہیں۷۷ بنی اسرائیل میں سے کافروں پر تو داؤد (علیہ السلام) اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کردی گئی ہے یہ اُن کی نافرمانی اور حد سے گذرنے کے سبب سے۷۸ وہ لوگ جس بُرے کام کو کرتے تھے اُس سے باز نہیں آتے تھے بہت ہی بُرے کام تھے جو وہ کیا کرتے تھے۷۹۔

ترکیب:......مالا یملک ما نکرہ موصوفہ یا بمعنی الذی مفعول تعبدون، لاتغلوا فعل لازم ہے اور غیر الحق صفت ہے مصدر محذوف کی أی غلوا غیر الحق اور جائز ہے کہ حال ہو ضمیر فاعل سے أی تغلوا مجاوزین الحق۔ من بنی اسرائیل حال ہے الّذین کفروا سے علٰی لسانِ داؤد متعلق ہے لعن سے۔

معبودانِ باطلہ کے ابطال پر ایک اہم دلیل

تفسیر:......اب ایک اور دلیل یہود و نصاریٰ و مشرکین کے مقابلہ میں ایسی ذکر فرماتا ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں کا معبود ہونا باطل ہوتا ہے وہ یہ کہ معبود ہونا چاہئے جو نفع و ضرر کا مالک ہو اور یہی بات ہے کہ جس سے کسی کی عبادت اور اطاعت کی جاتی ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام اور مشرکین کے فرضی خدا نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں، نہ ضرر کیونکہ جب وہ اپنے ضرر کو دفع نہیں کر سکتے (مسیح علیہ السلام نے بقول نصاریٰ صلیب پر چیخ چیخ کر جان دی اور ایلی ایلی پکارا کئے) تو اور کا فر کیا دفع کریں گے۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ سے هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ تک اس دلیل کی طرف اشارہ ہے۔ پھر اہلِ کتاب سے خطاب کرتا ہے کہ تم اپنے دین میں غلو یعنی زیادتی نہ کرو اور اپنے سے پہلے گمراہ قوموں کی پیروی نہ کرو جو خود بھی گمراہ ہو چکیں اور لوگوں کو گمراہ کرتی تھیں جیسا کہ حور (حیرہ) بابل اور نینوٰ کے بُت پرست، اور در اصل انہیں قوموں کے رسم ورواج نے اہلِ کتاب کو تباہ کیا۔ ادھر یونان اور روم کی بُت پرست قوموں کی صحبت نے عیسائیوں کو خراب کیا اس کے بعد بنی اسرائیل کے اُوپر جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے پھٹکار پڑی اس کو جتلا کر یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ یہ قوم قدیم سے سرکش اور کج رائے ہے۔

بنی اسرائیل کے سرکشوں پر داؤد علیہ السلام کی زبان سے لعنت:...... لُعِنَ الَّذِیْنَ، جمہور مفسرین کے نزدیک بنی اسرائیل کے سرکشوں پر داؤد علیہ السلام کی زبان سے لعنت کرنے سے مراد اصحاب السبت پر لعنت کرنا ہے جنہوں نے ہفتہ کے روز ایلہ کے قریب سمندر کے کنارہ زمانہ داؤد علیہ السلام میں شکار کیا جس سے ان پر پھٹکار پڑی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ حالت تھی کہ نافرمان اور حد سے تجاوز کرنے والے اور جس بُرے کام کو کرتے تھے لَا یَتَنَاهَوْنَ (تفاعل من النهی ای لاینهٰی بعضهم بعضًا) کہ ایک دوسرے کو منع نہ کرتا تھا (یا بمعنے الانتہاء) کہ اُس میں کمی نہ کرتے تھے۔ پھر جب اُن کی اُس عہد میں یہ کیفیت تھی تو اب نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تو جس قدر سرکش اور بد باطن یہ قوم ہوگئی تھی ظاہر ہے۔

تَرٰی كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَفِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ۸۰ وَلَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۸۱

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

ترجمہ:......آپ (ﷺ) (تو) اُن میں سے بہتوں کو دیکھتے ہیں کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں۔ بہت ہی بُرا ہے جو کچھ کہ اُنہوں نے اپنے لئے آگے بھیجا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اُن پر غصہ ہوا اور وہ عذاب ہی میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۰﴾ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ اور نبی (ﷺ) پر اور جو کچھ اُن پر نازل ہوا ایمان لاتے تو اُن کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں سے بہت تو بدکار ہیں ﴿۸۱﴾ ایمان والوں سے زیادہ عداوت رکھنے والے آپ (ﷺ) کو یہودی اور مشرک ملیں گے اور اُن سب میں ایمان والوں سے زیادہ محبت کرنے والے آپ (ﷺ) کو وہ لوگ ملیں گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس لئے کہ ان میں اہلِ علم اور درویش بھی ہیں اور وہ تکبّر بھی نہیں کرتے ﴿۸۲﴾۔

ترکیب:......ان سخط ان بتاویلِ مصدر خبر ہے مبتدا محذوف کی جو ھو ہے اور ممکن ہے کہ یہ بدل ہو ما قدمت کا جو محلاً منصوب ہوگا، وہذا ارجح۔ مااتخذوھم جواب ہے ولو کانوا یؤمنون کا عداوۃ منصوب ہے بوجہِ تمیز ہونے کے اشدّ سے للّذین امنوا متعلق ہے عداوۃ سے الیھود معطوف علیہ والّذین اشرکوا معطوف مجموعہ مفعول ہے لتجدنّ کا۔ للّذین متعلق ہے مودّۃ سے الذین قالوا انا نصٰرٰی جملہ مفعول ثانی ہے لتجدن کا بان ثابت کے متعلق ہو کر خبر ہے ذٰلک کی۔

یہود کے احوال

تفسیر:......جب کہ خدا تعالیٰ یہود کے اسلاف کا حال بیان کر چکا تو اب خود اُن کا حال بیان کرتا ہے وہ یہ کہ تری کثیرا منھم مدینہ کے یہود کعب بن اشرف وغیرہ مشرکین عرب کو جوش دلا کر اسلام کے مقابلہ میں اُبھارتے تھے اور باوجودیکہ توحید اور اقرار نبوت موسیٰ علیہ السلام اور تصدیق توریت میں اسلام ان کا ہم زبان تھا مگر اپنے خبث باطنی سے ان کے مقابلہ میں مشرکین عرب سے یاری کرتے تھے پھر فرماتا ہے کہ اگر وہ اپنے نبی (علیہ السلام) پر بھی بصدق دل ایمان لاتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے اس کے بعد یہود و نصاریٰ کا اس امر میں کیا فرق بیان فرماتا ہے لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ کہ اگرچہ یہود سے نصاریٰ کا کُفر بڑھ کر ہے (کیونکہ یہود سے تو صرف نبوت میں کلام ہے مگر نصاریٰ تو آدمی کو خدا کہتے ہیں) لیکن بایں ہمہ ان کی ایک قسم کی خدا ترسی اور خوفِ آخرت اور دُنیا سے نفرت پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں قسیس و رُہبان بھی ہیں جو نہایت نرم دل ہوتے ہیں مگر یہود میں سراسر حُبِّ جاہ ہے جو تمام سخت دلیوں اور عداوتوں کا سرچشمہ ہے پس اسلام کا سب سے سخت تر دشمن اے نبی (علیک السلام) آپ یہود کو پائیں گے اور کافروں میں نرم اور رحم دل اسلام کے لئے عیسائیوں کو پائیں گے پھر آگے ان عیسائیوں کی رحم دلی اور خُدا ترسی کا ذکر فرماتا ہے کہ جب وہ کلام الٰہی سنتے ہیں تو حق جان کر رونے لگتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو بھی نیک لوگوں کی جماعت میں داخل کر دے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ اُن کے لئے ثوابِ آخرت، جنت کا وعدہ اور تکذیب و کُفر کرنے والوں کے لئے جہنم کی سزا ذکر کرتا ہے۔

پارہ (۷) وَاِذَا سَمِعُوْا

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا
مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾
فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ
جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع

ترجمہ:......اور جب وہ چیز سنتے ہیں کہ جو رسول (ﷺ) پر نازل ہوئی تو (اے مخاطب!) تو ان کی آنکھوں کو آنسو بہاتے دیکھے گا حق شناسی کی وجہ سے۔(اور وہ) دُعاء بھی کرتے ہیں کہ اے رب تعالیٰ! ہم ایمان لائے ہم کو بھی گواہوں میں لکھ رکھ ﴿۸۳﴾ (اور یہ بھی کہتے ہیں) اور ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ حق بات ہمیں پہنچی اس پر کیونکر نہ ایمان لاتے، حالانکہ ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک جماعت میں ملائے ﴿۸۴﴾ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اس کہنے پر ایسے باغ بدلے میں دے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی جزاء ہے نیک بختوں کی ﴿۸۵﴾ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں وہی دوزخی ہیں ﴿۸۶﴾۔

ترکیب:......واذاسمعوا معطوف ہے خبر انّ پر جو لایستکبرون ہے اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو، گو معنیً اس کو ماسبق سے علاقہ ہو۔ تریٰ کو اگر رؤیۃ عین سے لیا جائے تو تفیض حال ہوگا و نطمع حال و عاملہ حال الحال الاولی ولکن مقید بالحال الاولی بتقدیر نحن او عطف علی لانؤمن او حال من فاعل لانؤمن۔

عیسائی یہود و مشرکین سے بہتر ہیں؟

تفسیر:......جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ وَاِذَا سَمِعُوْا سے آخر تک عام عیسائیوں کے حق میں نہیں بلکہ نجاشی اور اس کے متبعین کے حق میں ہے پس جب یہ ہے تو لَتَجِدَنَّ . . . الخ اسلام کی نسبت رحم دل اور بامروت ہونا بھی کے قابل ہے کہ مذہب عیسوی میں رحم دل اور نرمی کا ایک بڑا بھاری حصہ ہے۔ مذہب کی پابندی کے لحاظ سے عیسائیوں کے نزدیک محمدیوں کو برا کہنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ ان کو ستانا اور ان سے عداوت رکھنا۔ اس لیے کہ اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ادب سے ایمان لانے کی اور حواریوں کی تعظیم کی اور انجیل شریف کے تصدیق کی نہایت تاکید ہے اور عیسائیوں کے نزدیک مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے والا مستحق نجات ہے اور اس سے برادرانہ برتاؤ کرنا لازم ہے۔ ہاں جو لوگ کہ برائے نام عیسائی ہیں اور پورے ملحد ہیں یا وہ مسلمانوں سے مقابلہ کرتے کرتے سخت دل ہو گئے ہیں جیسا کہ پادریان حال، البتہ وہ مسلمانوں سے بجائے مودت کے عداوت اور سختی برتتے ہیں۔

معرکہ حرب الصلیب:......یہی لوگ تو ہیں کہ جنھوں نے صلاح الدین ایوبیؒ کے عہد میں جب کہ عیسائیوں نے متفق ہوکر بیت المقدس چھوڑانے کے لئے مسلمانوں سے برسوں تک سخت خونخوار لڑائیاں کیں اور ایک بار باوجود امن مانگنے کے ہزاروں مرد وزن اسلام کو نہایت بے دردی سے قتل کیا اس معرکہ کو حرب الصلیب ❶ کہتے ہیں یہ لڑائی مدتوں تک رہی تھی کتب تواریخ میں اس مفصل کا ذکر ہے مگر ان کے خلاف جب صلاح الدینؒ نے بیت المقدس کو پھر واپس لیا تو کسی عیسائی کو ایذا نہیں دی بلکہ جو لڑنے کو جمع ہوکر آئے تھے ان کے زخمیوں کے علاج کئے ان کو ضرورت کی چیزیں عطا کیں۔ اور اس سے بڑھ کر جو عیسائیوں کی سخت دلی اور مسلمانوں پر بے حد ظلم اور زیادتی دیکھنی منظور ہو تو وہ اسپین یعنی اندلس ❷ کے اس معرکہ کو دیکھے جب کہ عیسائیوں نے پادریوں کی ہدایت سے اندلس کے مسلمانوں پر حملہ کرکے ان کو مغلوب کیا اور اس کے بعد ایک حکمنامہ جاری کیا کہ جو عیسائی ہوجائے گا تو امن پائے گا ورنہ قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہزاروں مرد وزن مسلمان بھوک اور پیاس اور سردی کے مارے بن آئی مرگئے جو کہ عیسائیوں کی تلوار سے بچے تھے۔ سینکڑوں گھروں کو مع اس کے مکینوں کے آگ لگادی گئی سینکڑوں عورتوں کو بے عزت کر کے سپاہیوں نے قتل کیا، ہزاروں معصوم بچوں کے خون سے ان کے ماں باپ کے روبرو اپنے ہتھیاروں کو سرخ کیا۔ بوڑھے سے لے کر جوان تک، بیمار سے تندرست تک، کون تھا کہ جس پر ظلم کی تلوار نہ دھری گئی ہو، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینکڑوں برسوں کے رہنے والے مسلمانوں کو یک لخت ملک سے بدر کردیا۔ مقابر و مساجد کو گرادیا۔ اس کے برخلاف اہل اسلام نے اپنے علماء کی ہدایت سے آج تک کسی ہندو یا عیسائی یا موسائی (یہودی) کے ساتھ ایسا نہیں کیا صرف ایک حد تک جنگ قائم رکھی جس میں بچے اور عورتیں مستثنیٰ تھیں اور امن کے بعد یا اسلام یا اطاعت ظاہر کرنے کے بعد کسی کو بھی کچھ مضرت نہیں دی گئی جس پر مسلمانوں کے مذہب کو ہلاکو اور سفاک اور بے رحم اور لڑاکا اور بدخواہ ورُا کہتے ہیں۔ بغور نظر کی جاتی ہے تو آیات مذکورہ میں عیسائیوں کے ایک خاص گروہ کی یہ مدح ہے جس سے مفسرین نے نجاشیؒ اور اس کی قوم مراد لی ہے۔

شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی:......مکہ معظمہ میں جب مشرکوں کے ہاتھ سے اہل اسلام پر نہایت سختی پہنچنی شروع ہوئی کہ کوئی دھوپ میں ڈال کر کوڑوں سے پیٹا جاتا ہے، کسی کو قتل کیا جاتا ہے، کسی کو زخم لگاتے ہیں، گوشت کاٹا جاتا ہے یہاں تک حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور اس کے والدین کو عذاب دیا جارہا تھا کہ اتنے میں ابوجہل بھی آنکلا اس بدبخت نے سمیہ رضی اللہ عنہا والدۂ عمار رضی اللہ عنہ کی پیشاب گاہ میں نیزہ ایسا چلایا کہ وہ شہید ہوگئیں۔ ایسی حالت میں ۸۲ ایماندار کہ جن میں تیرہ عورتیں اور باقی مرد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وجعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے دریائے قلزم پار اتر کر ملک حبشہ میں ہجرت کر گئے اس ملک کا بادشاہ اصحمہ نام، نجاشی لقب، عیسائی مذہب کلیسا افریقہ کے عقائد کا آدمی تھا۔ وہ یا تو ان اناجیل سے کہ جن کا اب عیسائیوں میں مفقود ہونا مسلم ہے جیسا کہ متی کی عبرانی انجیل یا انہی اناجیل میں اس وقت تک احمد تغیر نہ ہوا ہوگا، فارقلیط و معین وکیل جواب بنایا گیا ہے نہ بنایا گیا ہوگا یا اور صحائف کی وجہ سے وہ مدت پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کا منتظر تھا اور مجملاً یہ جانتا تھا کہ یہ آخیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے قبائل سے مبعوث ہوگا۔ اس بات کی طرف اس کے کان لگے ہوئے تھے کہ

---

❶......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے اورشلیم اور بیت المقدس اہل اسلام کے قبضہ میں چلا آتا تھا۔ پھر پطرس (پیٹر) راہب کی اشتعال سے یورپ کے بادشاہوں نے جمع ہوکر دسویں صدی عیسوی میں بیت المقدس پر حملہ کیا اور شہر کو لے لیا اور چالیس ہزار مسلمانوں کو جن میں بچے اور بیمار عورتیں اور بڈھے بھی تھے سب کو بے رحمی سے قتل کیا۔ (کتاب جان ڈیون پورٹ مطبوعہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۱۰۳) مگر ۱۱۸۸ء میں جب صلاح الدین ایوبیؒ نے یہ شہر واپس لیا تو کسی کے ساتھ بدسلوکی نہ کی بلکہ آسائش دی یہ لڑائی تخمیناً دو سو برس اہل اسلام اور اہل یورپ عیسائیوں میں رہی۔ ❷......یہ ملک خلیفہ ولید شاہ دمشق کے سپہ سالار طارق غلام نے کہ جس کے نام سے جبل الطارق (انگریزی میں جبرالٹر) مشہور ہے ۹۲ھ میں فتح کیا اور عبدالرحمن ابن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان ۱۳۹ھ میں اس کا اوّل بادشاہ ہوا۔ قرطبہ اس ملک کا دارالسلطنت تھا جس میں ایک مسجد تھی کہ جس کے ہزار سے زیادہ ستون تھے۔ علامہ قرطبی اور ابن العربی وغیرہ ہزارہا علماء وفضلاء اس ملک میں گزرے ہیں یورپ کے حسن و دولت کا چشمہ اہل اسلام بادشاہوں کی نالائقی اور عیش پسندی اور ان کے کارپردازوں کی حماقت اور خودغرضی اور ملک والوں کے فسق وفجور کی شامت سے ۱۶۱۰ء میں عیسائیوں کے ہاتھ آگیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ جماعت اس کے ملک اور اس کے خاص شہر میں تاجروں کی ہوائی کشتیوں پر سوار ہو کر پہنچے اور ان کے بعد میں کفار قریش نے نجاشی کے لئے ہدیہ اور خط دے کر عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ یہ جماعت نئے مذہب کی پیدا ہوئی ہے یہ لوگ مسیح علیہ السلام کو خدا نہیں بلکہ خدا کا بندہ کہتے ہیں ان کو مقید کر کے ہمارے پاس واپس بھیج دیجئے تا کہ یہ آپ کے ملک میں شورش نہ برپا کریں۔

اس مراسلہ کے بعد نجاشی نے اپنے اراکین سلطنت وعلماء فضلاء کی ایک مجلس قائم کی اور اس جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان دونوں ایلچیوں کے روبرو طلب کر کے مسلمانوں سے پوچھا کہ تم میں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ قرابت دار کون ہے؟ حضرت جعفر طیارہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ہوں۔ نجاشی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حال استفسار کیا، مہاجرین پر ظلم وستم کا برپا ہونا بھی معلوم کیا۔ اس کے بعد پوچھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی پر کوئی آسمان سے کتاب بھی نازل ہوتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ کہا کچھ پڑھ کر سناؤ۔ (چونکہ عرب وحبش میں چنداں فاصلہ نہیں اور نیز نجاشی عربی جانتا تھا اس لئے باہم عربی میں تکلم ہوا کرتا تھا) جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم پڑھنی شروع کی یہ پڑھتے جاتے تھے نجاشی اور ان کے ارکان دولت زار زار کلام الٰہی سن کر رقت سے روتے جاتے تھے اور یہ باتیں منہ سے کہتے تھے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں نقل فرمایا۔ پس نجاشی مسلمان ہو گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہدیے بھیجے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی خاطرہ تواضع کرتا رہا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک بھی اس کے پاس پہنچ گیا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾

ترجمہ:...... ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو کہ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کر دی ہیں حرام نہ ٹھہراؤ اور نہ حد سے بڑھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو حد سے تجاوز کرنے والے پسند نہیں ﴿۸۷﴾ اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو، اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو کہ جس پر تمہارا ایمان ہے ﴿۸۸﴾ اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری لغو قسموں پر تو پکڑتا نہیں (ہاں) ان قسموں پر گرفت کرے گا کہ جن کو تم نے مستحکم کیا ہے۔ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا کھلا دینا ہے کہ جس کو تم گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا۔ پھر جس کو میسر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھے، یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب کہ تم قسم کھا بیٹھو ❶ اور اپنی قسموں کو قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی آیتیں یوں بتلاتا ہے تا کہ تم شکر کرو ﴿۸۹﴾

❶...... بشرطیکہ حانث ہو جاؤ یعنی ان قسموں میں پورے نہ اترو صرف قسم کھانے پر کفارہ نہیں بالاتفاق ۱۲ منہ۔

ترکیب: ...... حلالاً میں تین وجہ ہو سکتی ہیں اول یہ کہ کلوا کا مفعول ہو اس صورت میں مما حال ہوگا۔ دوم یہ کہ مما رزقکم سے حال ہو کیونکہ یہ بمعنے الذی ہے۔ سوم یہ کہ صفت ہو مصدر محذوف کی اے اکلا حلالاً۔ باللغو فی ایمانکم ممکن ہے کہ حال ہو باللغو سے اے باللغو کائنا فی ایمانکم اور ممکن ہے کہ یؤاخذکم سے متعلق ہو اطعام مصدر مضاف ہے مفعول بہ کی طرف من او سط صفت ہے مفعول کی۔

حلال کو حرام نہ کیا جائے

تفسیر: ...... چونکہ ان پہلی آیات میں نصاریٰ میں قسیس و رہبان ہونے کی وجہ سے ان کی مدح تھی جس سے دل میں رہبانیت کی خوبی کا خطرہ گزرتا تھا اور دراصل رہبانیت (یعنی حلال اور پاک اور لذت کی چیزوں کا کھانا پینا ترک کر بیٹھنا نکاح وغیرہ مستلذات کو اپنے اوپر حرام کر لینا) عند اللہ کوئی عمدہ چیز نہیں کچھ اللہ تعالیٰ کو بندے کی حالت ترفہ اور اس کے کھانے پینے سے چڑ نہیں ہے اور نہ اس کا یہ مقصد کہ اس کو اپنی نعمتوں سے ترسائے محروم رکھے ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لذاتِ جسمیہ میں مبتلا رہنا مبتدی کو معارف عقلیہ سے باز رکھتا ہے اور اسی لئے پہلی امتوں میں یہ ریاضت اور نفس کشی مروج ہوئی تھی تا کہ بہیمیت کا زور ٹوٹے مگر شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام میں تقرب الٰہی اور بہیمیت کے مغلوب کرنے کا ایک ایسا عمدہ برقی آلہ قرار پایا ہے جو طرفۃ العین میں اس کو کہیں سے کہیں پہنچاوے اور وہ استغراق فی ذات اللہ ہے جس کے مواضع صلوٰۃ و ادعیہ ہیں اور جس قدر ریاضت شریعت نے اس آلہ برقی کے ساتھ مناسب سمجھی اس کو قائم بھی رکھا ہے چنانچہ روزۂ رمضان وغیرہ لیکن ہر شخص کو ان پاک اور لذت کی چیزوں کے حرام کر لینے کا اختیار نہیں دیا اس لئے فرمایا لَا تُحَرِّمُوْا وَكُلُوْا ... الخ۔ اور ان چیزوں کے حرام کرنے کا طریقہ قسم کھانا بھی ہوتا تھا کہ کسی چیز کے کھانے پر قسم کے مسائل اور ایسی بے فائدہ قسموں میں کفارہ دے کر اس قسم سے باہر ہو جانے کا حکم بھی ذکر کیا۔

قسم کا بیان: ...... لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ (۱) یمین ❶ لغو کا کچھ کفارہ نہیں (۲) یمین منعقدہ پر جب کہ حانث ہو یعنی قسم توڑ دے اس کا کفارہ ہے دس بھوکوں کو کھانا کھلانا اوسط درجہ کا یا ان کو کپڑا پہنانا یا ایک غلام آزاد کرے۔ (۳) یا تین روزے رکھے (۴) اچھی قسموں پر تا بمقدار قائم رہنا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ
عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٩٠ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ
بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ
الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝٩١ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ
فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝٩٢ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

❶ یمین لغو اور غموس کے معنے کی تعیین اور کفارہ میں اس بات کی بحث کہ دو وقت کا کھانا کھلانا چاہیے یا ایک وقت اور ان کو غلہ دیا جائے تو کس قدر، دس شخصوں کو یا ایک شخص کو دس روز تک اور پھر کپڑا جو پہنایا جائے تو کس قدر ہو اور جو غلام کہ آزاد کیا جائے تو مسلمان ہو۔ اور روزے پے در پے ہوں یا (متفرق طور پر) یہ سب مسائل ائمہ کے اجتہاد اور احادیث و اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ سے ثابت ہیں اور ان باتوں میں علماء کا اختلاف ہے۔ اس بحث کی تفسیر سورۂ بقرہ میں دیکھو۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ترجمہ:......اے ایمان والو! شراب اور جوا، بت اور پانسے تو محض گندے (اور) شیطانی کام ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ تمہارا بھلا ہو ﴿۹۰﴾ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں دشمنی اور بغض ڈالے اور تم کو ذکر الٰہی اور نماز سے روک دے۔ پھر تم (اب بھی) باز آتے ہو (یا نہیں) اور اللہ تعالیٰ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور (برے کاموں سے) بچتے رہو ﴿۹۱﴾ پھر اگر نہ مانو تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف احکام کھول کر پہنچا دینا ہی ہے ﴿۹۲﴾ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے تو جو کچھ کہ وہ (پہلے) کھا چکے اس میں ان پر کچھ بھی گناہ نہیں جب کہ وہ (آئندہ) پرہیزگار ہو گئے اور ایمان لائے اور نیک کام کرنے لگے پھر وہ (ممنوعات سے) ڈرے اور ایمان پر (قائم) رہے پھر وہ پرہیزگار اور نیک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کو نیک لوگوں سے محبت ہے ﴿۹۳﴾۔

ترکیب:...... رجس موصوف من عمل الشیطٰن صفت خبر ہے انما الخمر کی فی الخمر و المیسر متعلق ہے یوقع سے ویصدّ اس پر معطوف ہے عن ذکر اللہ جار یصدّ سے متعلق و عن الصلوٰۃ اس پر معطوف۔

شراب اور جوئے وغیرہ کی ممانعت

تفسیر:...... یہود و نصاریٰ سے مناظرہ ختم کر کے احکام شروع کئے تو یہ ان کی تیسری قسم ہے اوّل تو لاتحرموا۔ دوم قسم کے مسائل لاتحرموا میں اس بات کی طرف وہم کیا جا سکتا تھا کہ شراب بھی تو ایک مزہ دار چیز ہے اسی طرح جوا بھی سو یہ بھی حلال ہوں اس لئے تصریح کر دی کہ یہ چیز طیبات میں داخل نہیں اس لئے رجس اور عمل شیطانی ہیں۔ خمر شراب. میسر جوا۔ انصاب ان گڑھت پتھر کہ جن کو ایام جاہلیت میں پوجتے تھے صنم تو تراشی ہوئی مورت اور نصب ان گڑھت پتھر، ازلام پانسے کے تیروں سے جوئے کی طور (طریقہ پر) بتوں کی قربانی کا گوشت تقسیم کرتے اور کبھی ان سے فال لے کر کاروبار کرتے تھے ان کی زیادہ تشریح اس سورہ کے اوّل میں ہو چکی۔

عرب میں شراب نہایت درجہ کی مرغوب چیز تھی اس لئے اس کو تدریجاً حرام کیا۔ اوّل تو یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ ...... الخ فرمایا جس پر بعض نے پینا ترک کیا بعض نے نہیں۔ پھر لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى نازل ہوا جس سے بوقت صلوٰۃ سب نے استعمال ترک کیا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ کے قرآن زبان سے اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سخت حرام سمجھ کر مطلقاً ترک کیا اور اس کی حرمت پر امت محمدیہ ﷺ کا اتفاق ہو گیا۔

شراب کی حرمت:...... صاحب کشاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں شراب کی حرمت چند در چند وجوہ سے مؤکد کر دی ہے اوّل جملہ کو انما کے ساتھ صادر کیا۔ دوم اس کو بت پرستی کے ساتھ ملا دیا۔ سوم اس کو رجس یعنی ناپاک کہا۔ چہارم عمل شیطان فرمایا کہ جو تمام خرابیوں کا سرچشمہ ہے۔ پنجم اس سے بچنے کا حکم دیا۔ ششم اس کے اجتناب میں فلاح کا واقع ہونا بیان فرمایا تو ارتکاب میں فلاح کہاں؟ ہفتم اس کی علت تحریم انسان کا اپنے حواس سے معطل ہو جانا جو اس کی معاش و معاد میں مخل ہے معاش میں تو باہمی رنجش اور عداوت کے پیدا کر دینے اور معاد میں نماز اور یاد الٰہی سے غافل کر دینے سے۔ اس کے بعد اَطِيْعُوا اللّٰهَ سے لے کر اَلْمُبِيْنُ تک اور بھی اس حکم کی تاکید کر دی۔ اب لفظ حرام کا اطلاق اس کی حرمت کے لئے کچھ ضروری نہ تھا۔ شراب کے جب اس قدر قبائح بیان ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان لوگوں پر نہایت تأسف ہوا جو اس سے پہلے اس کو استعمال میں لاتے تھے، اس لئے ان کی تسلی کو یہ آیت لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ نازل ہوئی

کہ ایسی حالت میں ان پر کچھ گناہ نہیں یعنی جب توبہ کرلی کفر کو ترک کیا کبائر پھر صغائر سے باز آئے اب اس سے پہلے فعل میں ان پر کچھ گرفت نہیں۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۹۴ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۹۵

ترجمہ:......ایمان والو! اللہ تعالیٰ تم کو ایک ذرا سے شکار کے معاملہ میں آزماتا ہے کہ جس پر تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ سکتے ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ کون اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔اور پھر جو اس کے بعد بھی دست درازی کرے تو اس کے لئے عذاب الیم ہے۹۴ ایمان والو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارا کرو، اور جس نے اس کو تم میں سے قصداً مار ڈالا تو جیسا کہ اس نے مارا ہے ویسا ہی چارپایوں میں سے جس کو تم میں سے دو منصف مقرر کردیں بدلے میں نیاز بنا کر کعبہ پہنچا دینا چاہیے یا کفارہ میں محتاجوں کو کھانا کھلا دے یا اس ❶ کے برابر روزے رکھے تا کہ اپنے کام کی سزا چکھے، جو کچھ ہو چکا اللہ تعالیٰ نے درگزر کی۔اور جو کوئی پھر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے بدلہ لے گا۔اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے۹۵۔

ترکیب:......بالغیب ممکن ہے کہ حال ہو من سے یا ضمیر فاعل یخافہ سے ای یخافہ غائباً عن الحق اور ممکن ہے کہ بمعنے فی ہو۔ وانتم حرم حال ہے ضمیر فاعل لاتقتلوا سے متعمداً حال ہے ضمیر فاعل قتلہ سے فجزاء خبر ہے مبتدا محذوف کی ای فالواجب جزاء مثل اس کی صفت یا بدل اور مثل یہاں بمعنی مماثل۔من النعم صفت ہے جزاء کی۔

حالت احرام وحرم میں شکار کی ممانعت

تفسیر:......جس طرح لَا تُحَرِّمُوْا کے بعد شراب وقمار کو بسبب ان کی ذاتی قباحت کے مستثنیٰ کیا تھا اسی طرح حالت احرام وحرم میں شکار کو محض تعظیم کعبہ وحج کے لئے ممنوع فرمایا۔یہ احکام کی دوسری قسم ہے۔اوّل بطور تمہید کے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ سے عَذَابٌ اَلِیْمٌ تک فرمایا کہ اے امت محمد یہ ﷺ یہ تمہاری آزمائش ایک تھوڑی سی بات یعنی شکار سے کی جاتی ہے کہ جس پر تمہارا ہتھیار وہاتھ پہنچ سکتا ہو اور پھر تم ہماری تعظیم کے لحاظ سے دست کشی کرتے ہو کہ نہیں؟ مقاتل بن حیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال یہ آزمائش ایسی ہوئی کہ پرند

❶......یعنی مسکینوں کے برابر روزے رکھے جتنے مسکین کو اس کی قیمت میں کھانا کھلا سکتا تھا اگر مقدور نہ ہو تو اتنے روزے رکھے ۱۲ منہ۔

وحرند شکار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ڈیروں میں گھسا چلا آتا تھا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے لے کر ذُو انْتِقَامٍ تک یہ چند حکم دیتا ہے۔(۱) یہ کہ حرم کعبہ کے اندر اور حالت احرام میں (کیونکہ اَنْتُمْ حُرُمٌ دونوں کو شامل ہے) شکار نہ کرو۔ امام ابوحنیفہؒ وغیرہ علماء کہتے ہیں کہ صید یعنی شکار زبان عرب میں وحشی جانور کو کہتے ہیں خواہ کھانے میں آتا ہو یا نہ آتا ہو، اس تقدیر پر بھیڑیا، گیدڑ وغیرہ کے شکار کی بھی حرم میں ممانعت ہوگی اور جوان کو مارے گا تو وہ تاوان دے گا جس کا ذکر دفعہ ۲ میں آتا ہے۔ ہاں چیل، کوا، سانپ، بچھو، ہڑکایا کتا جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس فواسق فرما کر ان کے قتل کی حل وحرم میں بضرورت اجازت دی ہے مستثنیٰ ہیں۔ امام شافعیؒ شکار کھانے کے قابل جنگلی جانوروں کو کہتے ہیں۔ مگر دریائی شکار کی ممانعت بالاتفاق نہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔(۲) یہ کہ جو کوئی ایسی حالت اور ایسی جگہ میں شکار کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کے بدلے میں اسی کا مثل چوپایہ کہ جس کو اہل اسلام کے دو منصف مقرر کر دیں ہدی بنا کر کعبہ یعنی حرم میں پہنچا دے کہ وہاں وہ ذبح کر کے فقراء کو دی جائے (۳) یا اس کی قیمت سے اناج خرید کر مساکین کو تقسیم کر دیا جائے (۴) یا ہر مسکین کے کھانا کھلانے کے بدلے میں ایک روزہ رکھے۔

یہ چار باتیں اس کے فعل کا تاوان ہیں جیسا کہ فرمایا لیذوق وبال امرہ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وشافعی رحمۃ اللہ علیہ وجمہور کے نزدیک اس کو ان تین باتوں میں اختیار ہے جو چاہے کرے سب میں سزا محقق ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وزفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نہیں! بلکہ ہر ایک بات اپنے موقع پر کرے اوّل ہدی مثل بھیجے اور نہ ہو سکے تو قیمت کو یا اس کا غلہ تصدیق کرے اور یہ بھی نہ ہو سکے تو روزے رکھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے اور جو کچھ علماء کا اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کے قیود میں اختلاف ہے اس کو بیان کرتا ہوں۔ قصداً اس نے قتل کیا یا بے قصد اس سے مر گیا جمہور کے نزدیک اس پر تاوان واجب ہوگا اور قصداً کی قید علیٰ سبیل عادت ہے۔ داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ قید قصد معتبر ہے بے قصد سے کچھ لازم نہیں آئے گا اس نے کسی کو شکار بتلایا اور اس نے مار ڈالا تو یہ فعل اس کی طرف بھی منسوب ہوگا اور اس کو تاوان دینا پڑے گا جیسا کہ حدیث ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جزا خاص اسی کے قتل کرنے پر مرتب ہوگی قتل اگر شکار کو زخمی ہی کیا ہے کہ جس سے اس کی قیمت میں کمی تصور ہو سکتی ہے تو جمہور کے نزدیک اس نقصان کا اندازہ کر کے صدقہ دینا پڑے گا۔ داؤد ظاہری کے نزدیک بغیر قتل کے جزا لازم نہیں کیونکہ جزا قتل پر مرتب ہے جمہور کے نزدیک زخم بھی ایک قتل کی شاخ ہے اسی کی مثل دے۔ مماثلت تو ضرور ہونی چاہیے مگر اس میں اختلاف ہے کہ مماثلت قیمت میں ہو یا صورت میں مماثلت ہونی چاہیے جیسا کہ ہرن سے بکری اور نیل گائے سے گائے صورت میں مماثل ہے پھر یہ مماثلت جمہور کے نزدیک جو دو عدلوں پر مفوض ہے موضع قتل کے لحاظ سے دیکھی جائیگی کہ اس موضع میں اس کا مماثل قیمۃً یا صورۃً یہ جانور شمار ہوتا ہے یا نہیں؟ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اندازہ قیمت بازار کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہی پہنچایا جائے گا۔ قیمت سے جو اناج تقسیم کیا جائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر گیہوں ہو تو ایک شخص کو ایک دن کا طعام نصف صاع دے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک مد کہتے ہیں کا وزن صاع سے کم ہے اور نصف صاع سیر بھر سے کچھ زیادہ کا ہے۔ اس تقدیر پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس قدر مد ہوں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جس قدر صاع ہوں اسی قدر روزہ رکھے۔

اس کے بعد فرماتا ہے کہ اگر یہ معاملہ کسی سے پہلے ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرے گا اور جو آئندہ پھر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ حرم اور احرام میں شکار کرنے والوں پر جو کچھ آخرت میں ہوگا سو ہوگا مگر دنیا میں بھی ایسے لوگ بلاء آسمانی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ

صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹۶ جَعَلَ اللّٰهُ
الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ
ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۹۷ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۸ مَا
عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝۹۹ قُلْ لَّا
يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي
الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۰ ع

ترجمہ:.....(احرام میں) دریائی شکار کرنا اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لئے حلال کیا گیا ہے۔ اور تم پر جنگل کا شکار حرام ہے جب تک کہ تم احرام میں ہو۔ اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ جس کے پاس جمع کر کے لائے جاؤ گے ۝۹۶ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو معزز گھر ہے لوگوں کے لئے امن کی جگہ بنا دیا۔ اور حرمت والے مہینوں کو اور نیاز کے جانور اور گلے ❶ میں پٹے پڑے ہوئے جانوروں کو (بھی مامون بنایا تا کہ تم کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی سب چیزیں جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بات سے آگاہ ہے ۝۹۷ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے اور یہ (بھی) کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ۝۹۸ رسول پر تو صرف احکام پہنچا دینا ہے، اور جو کچھ تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو کچھ خفیہ کرتے ہو سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ۝۹۹ (اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دو ناپاک اور پاک برابر نہیں ہو سکتا اور گو (اے انسان) تجھ کو ناپاک کی کثرت بھلی کیوں نہ لگے۔ پس اے عقلمندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ ۝۱۰۰۔

ترکیب:.....أحلّ فعل مجہول صید البحر معطوف علیہ و طعامہ معطوف مجموعہ مفعول مالم یسم فاعلہ متاعاً مفعول لہٗ ہے احل کا حُرُم جمع کلتاب وکتب ای ذوی حرام ای احرام۔ الکعبۃ مفعول اوّل قیاماً مفعول ثانی اور اگر جعل بمعنے خلق ہو تو قیاماً حال ہوگا۔ اور بیت الحرام بدل ہے الکعبۃ سے و الشہر الحرام و الہدی و القلائد معطوف ہیں الکعبۃ پر۔

حالت احرام وحرم میں دریائی شکار کی اجازت

تفسیر.....اس کے بعد اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ سے احرام وحرم میں دریائی شکار کی اجازت عطا فرماتا ہے۔ صید البحر عام ہے خواہ وہ کھانے کی چیزیں ہوں یا نہ ہوں جیسا کہ صدف نکالنا یا بعض بحری جانوروں کو اس کے دانت یا ہڈیوں کے لئے شکار کرتے ہیں۔ اور طعام سے مراد کھانے کی چیزیں ہیں جو کچھ دریا سے شکار کیا جاتا ہے اس کی تین قسم ہیں ایک مچھلیاں سو یہ سب قسم کی حلال ہیں۔ دوم مینڈک سو

---

❶ کعبہ میں ذبح ہونے کے لئے ایام حج میں اونٹ وغیرہ قربانی کے گلے میں شناخت کے لئے پٹہ باندھ دیتے تھے پھر اس کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا ایسے جانور کو قلائد کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو اور چند مہینوں کو اور قلائد کو لوگوں کے واسطے قیام یعنی امن اور تعظیم کی چیز بنا دیا۔ اس لئے کعبہ میں اور محترم مہینوں میں کوئی کسی کو نہیں چھیڑتا اسی طرح ہدی اور قلائد کو بھی ۱۲ منہ۔

یہ سب قسم کے حرام ہیں علاوہ ان کے جو کچھ ہے وہ تیسری قسم میں شمار ہے سو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو ان کو حرام فرماتے ہیں اور ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء حلال سمجھتے ہیں اس لفظ طعامہ سے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دلائل خارجیہ سے طعام کو مچھلی میں منحصر کرتے ہیں۔ بحر سمندر کو کہتے ہیں مگر بالاتفاق عام مراد ہے خواہ دریا ہو خواہ حوض کبیر خواہ کنواں (ک)۔

بری و بحری جانوروں میں فرق:......وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا، بری اور بحری جانوروں میں یہ فرق ہے کہ بحری تو وہی جانور ہیں کہ جو پانی میں پیدا ہوتے اور پانی میں رہتے ہیں یا کبھی خشکی میں بھی رہا کرتے ہیں سو وہ سب بری جانور ہیں جیسا کہ مینڈک اور سرطان گوہ اور بگلا ان سب کے قتل کرنے میں محرم کو جزاء لازم ہوگی۔

غیر کا شکار کیا ہوا محرم کے لئے حلال ہے؟:......اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ محرم کو صید بری حرام ہے مگر اور کسی کا شکار کیا ہوا بھی اس کے لئے حلال ہے کہ نہیں؟ اس میں چند اقوال ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ بھی حرام ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ وسعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ و اسحاق کا قول ہے بدلیل آیت مذکورہ۔ دوسرا یہ کہ حلال ہے بشرطیکہ کسی محرم نے یا کسی نے محرم کے لئے نہ مارا ہو اور یہ مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ سوم یہ کہ گو محرم کے لئے شکار کیا گیا ہو مگر اس کی شرکت سے نہ مارا گیا ہو محرم کے لئے حلال ہے بدلیل حدیث ابی قتادہ رضی اللہ عنہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے۔ احرام و حرم و شکار کے مسائل کے بعد کعبہ کی اور اس کی ہدی اور ماہ حج کی عزت و حرمت بیان فرماتا ہے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ . . . الخ کہ ہم نے کعبہ اور ماہ حرام کو لوگوں کے قیام کا باعث بنایا کہ اس جگہ اور ان ایام میں کوئی کسی سے تعرض نہیں کرتا عرب کے قبائل اور مہینوں میں لڑتے اور کٹتے مگر ان ایام میں اور اس جگہ کوئی کسی کو کچھ نہیں کہتا تھا اس سے تجارت اور باہمی وہ منافع جن پر تمدن کا مدار ہے حاصل ہوتے تھے۔ اسی طرح ہدی اور قلائد کو بھی نہیں چھوتے تھے سو یہ مکہ کے فقراء کے قیام کا باعث ہو گیا۔ سو ایسی عمدہ تدبیر کرنا (کہ لوگوں کے دلوں میں کعبہ اور مناسک حج کی عظمت پیدا کر کے وہاں کے لوگوں اور وہاں کے آجانے والوں کے لئے باعث امن اور سبب آبادیٔ مکہ کر دیا) بڑے علیم و خبیر کا کام ہے تاکہ تم کو بھی اللہ تعالیٰ کے صفات علم و رحمت کا حال معلوم ہو جائے ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا . . . الخ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (صفت غضب کے لئے آیا وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ رحمت کے لئے) اس کے بعد منہیات سے روکتا ہے۔ اوّل تو اس بے پروائی کے جملہ سے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تو صرف پہنچا دینا ہے ذمہ داری تم پر ہے مَا عَلَى الرَّسُوْلِ . . . الخ دوم یہ کہ ہم ہر چھپی کھلی بات جانتے ہیں ہمارے سامنے گناہ کرنا؟ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ......الخ۔ سوم یہ کہ جس چیز سے تم کو منع کیا جاتا ہے دراصل اس میں خباثت ہوتی ہے اور جس کا حکم دیا جاتا ہے اس میں خوبی ہوتی ہے سو دونوں برابر نہیں گو ناپاک چیز بکثرت ہو۔ اس کے بعد فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ سے فرمانبرداری کی تمام حکمتوں کی طرف اشارہ کر کے تاکید فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى

اللّٰهِ الْكَذِبَؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ

اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَاؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ

لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:.....ایمان والو! بہت سی باتیں نہ پوچھا کرو کیونکہ اگر وہ تم پر کھولی جائیں تو تم کو رنج ہوگا۔ اور اگر قرآن کے نازل ہوتے وقت ان کو پوچھو گے تو وہ تم کو (آپ) معلوم ہو جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر کیا۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا بردبار ہے﴿۱۰۱﴾ تم سے پہلے (بھی) ایک گروہ نے ان کو پوچھا تھا پھر تو وہ ان سے انکار کرنے لگے﴿۱۰۲﴾ اللہ تعالیٰ نے نہ تو بحیرہ ہی مقرر کیا ہے۔ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام ہی مگر کافر لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر لوگ تو بیوقوف ہی ہیں﴿۱۰۳﴾ اور جب کہ ان سے (یہ) کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم کو تو وہی کافی ہے کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اور گو کہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ راہ راست پر آ رہے ہوں﴿۱۰۴﴾۔

ترکیب:..... ان تبد شرط تسؤکم جواب جملہ محل جر میں ہے صفت اشیاء کی ہو کر۔ من قبلکم سألھا سے متعلق ہے من بحیرۃ من زائد اور جعل بمعنی وضع سو یہ اس کا ایک ہی مفعول ہوگا اور بمعنی سمّٰی ہو تو ایک مفعول محذوف ہوگا ای ماسمی اللہ حیوانا بحیرۃ حسبنا مصدر بمعنی اسم الفاعل مبتدا ما وجدنا جملہ خبر اولوکان وصلیہ و اذاقیل شرط قالوا جواب۔

بلاضرورت سوالات کی ممانعت

تفسیر:..... پہلے فرمایا تھا کہ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ جس میں صاف اشارہ اس بات کا تھا کہ امر شریعت میں تم کو از حد تکلیفات کرنا اور بال کی کھال نکالنا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کرنا چاہئے اور حاجت سے زیادہ پوچھنا نہ چاہئے۔ چنانچہ اولاً مشرکین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جانے کیا سمجھ کر بات بات پر معجزات اور خدائی اقتدارات کے ظہور کا سوال کرنا شروع کیا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا... الخ اس کے بعد اہل اسلام میں سے کسی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً غیب دان سمجھ کر دنیاوی بکھیڑے پوچھنے شروع کئے۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ (لوگوں کو ان کے باپ میں کلام تھا)۔ کسی نے دینی مسائل میں ایسے سوالات کئے۔ چنانچہ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا حضرت! حج ہر سال واجب ہے یا ایک بار؟ (مسلم) اس لئے ادب سکھانے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔ تم ایسے سوالات نہ کیا کرو کیونکہ ظاہر ہو جانے پر تم کو برا لگے گا۔ معجزات کا حسب خواہش ظہور تو منکر کی ہلاکی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ قوم صالح علیہ السلام نے ناقہ کا سوال کیا پھر ان پر آفت آئی۔ بنی اسرائیل نے رویت خدا کا سوال کیا ان پر بجلی گری۔ اور اسی طرح بہت لوگوں نے انبیاء علیہم السلام سے سوالات کئے ظاہر ہونے پر منکر ہو گئے، قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ...... الخ اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے کہ تیرا باپ یہ نہیں تو اس کے لئے کیسی شرمناک بات ہوتی۔ اور حج کو ہر سال کے لئے فرض کر دیتے تو بڑی وقت ہوتی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص بڑا بدنصیب ہے کہ جس کے سوال کرنے سے کوئی حلال چیز حرام ہو جائے یعنی شارع سے پوچھو گے کوئی حکم اس پر قائم ہو جائے گا پھر ترک میں عذاب ہوگا اور بغیر پوچھے ایک گول بات تھی۔ اس مضمون کی احادیث بکثرت وارد ہیں ہاں قرآن مجید نازل ہوتے وقت بعض مسائل ضرور یہ خود بخود ظاہر ہو جائیں گے۔ جس طرح سوالات سے منع کیا تھا اسی

طرح از خود حلال چیزوں کو حرام بنانے اور از خود مذہب وزندگانی انسانی انسان کی آزادی کے برخلاف حکم گھڑ لینے سے منع کرتا ہے۔ بقولہ مَا جَعَلَ اللّٰهُ . . . الخ۔ عرب میں ملت ابراہیمیہ کا متغیر کرنے والا آنحضرت ﷺ سے تخمیناً تین سو برس پیشتر ایک شخص عمرو بن لحی خزاعی مکہ مکرمہ کا بادشاہ ہو گیا تھا۔ اس بیوقوف نے سینکڑوں چیزیں از خود حرام اور بہت سی حلال کر دیں مکہ مکرمہ میں بت بھی اس نے قائم کئے تھے۔ چونکہ ایسی بدرسمی یہ بدنصیب اُمراء اور سلاطین ایجاد کیا کرتے ہیں اور عام لوگ تو بے تحقیق ان کو پسند کرنے لگتے ہیں۔ ہندوستان میں رنڈی نچانا، ساچق، باجا گاجا، شادی غمی کی رسوم یہ سب اُمراء وسلاطین کی ایجاد ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ
اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۰۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ
مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ۭ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ
لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ
الْاٰثِمِيْنَ ۝۱۰۶ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ
الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ
شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ڮ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۷ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا
بِالشَّهَادَةِ عَلٰي وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
ع ۴ وَاسْمَعُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۱۰۸

ترجمہ:...... ایمان والو! تم اپنی فکر کرو، کوئی گمراہ ہوا کرے تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جب کہ تم ہدایت پر رہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تم سب کو پھر کر جانا ہے سو وہ تم کو آپ بتلا دے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے ۝۱۰۵ ایمان والو! جب کہ تم میں سے کسی کے سامنے موت آوے وصیت کے وقت آپس کی گواہی کے لئے دو معتبر آدمی تم میں سے ہونے چاہئیں یا اور دو غیروں میں سے ہوں اگر تم سفر میں ہو اور تم پر موت کی مصیبت پڑ جائے، سو ان دونوں گواہوں کو اگر تم کو شک ہو تو نماز کے بعد کھڑا کرو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہم اس سے کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہتے گو وہ ❶ قرابت دار ہی کیوں

❶...... خلاصہ یہ کہ وصیت کے وقت جب کہ مرنے لگے تو اپنے مال کے لئے جو اس کو کسی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یا اس میں سے کسی کے لئے کچھ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہ ہو۔ اور نہ ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی چھپائیں گے (اگر) ایسا کریں گے تو ہم گنہگار ہیں ﴿۱۰۶﴾ پھر اگر معلوم ہو جائے کہ ان دونوں نے گناہ کمایا ہے (یعنی گواہی میں کمی زیادتی کی ہے) تو ان کی جگہ اور دو شخص میت کے قرابت مندوں میں کھڑے ہو کر کہ جن کا حق دبایا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے سچی ہے اور ہم نے کچھ تجاوز نہیں کیا ہے (اگر) ایسا کیا ہو تو ہم ظالم ہیں۔ یہ اس لئے کہ قرین قیاس ہے کہ وہ اصل اصل گواہی دیں ﴿۱۰۷﴾ یا ان کو خوف ہو کہ وارثوں کی گواہی کے بعد ہماری گواہی رد کردی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (اس کے احکام) سنو۔ اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۱۰۸﴾۔

ترکیب:...... علیکم یہاں اسم فعل ہے جس سے انفسکم کو نصب ہوا والتقدیر احفظوا انفسکم شهادة مبتدا مضاف بینکم مجازاً مفعول مضاف الیہ اذا حضر اس کا ظرف حین الوصیة۔ موت کا یا حضر کا ظرف و جاز ذٰلک اذ کان المعنی حضرت اسباب الموت اثنان خبر ذوا عدل منکم اس کی صفت او آخران خبر پر معطوف من غیر کم اس کی صفت اور اسی طرح تحبسونهما مگر ان کے درمیان ان انتم ... الخ جملہ معترضہ آ گیا۔ لانشتری ... الخ جواب قسم جو یقسمان ہے ان ارتبتم جملہ معترضہ ولو کان ، ولا نکتم بھی جواب قسم میں داخل ہے استحق کو معروف پڑھا جائے تو الاولیان فاعل ہوگا اور مفعول محذوف ای وصیتهما اور جو مجہول پڑھا جائے تو فاعل ضمیر اثم ہے لتقدم ذکرہ و علیهم یا اپنی اصل پر ہو جیسا کہ وجب علیہ یا بمعنی فی ای استحق فیهم الوصیة۔

جاہلیت کے بعض رسوم شعائر کا رد و بطلان

تفسیر:...... منجملہ اور خرافات کے اس نے بحیرہ وغیرہ مقرر کئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ فطرت کی سادگی باقی رکھنے کے لئے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بحیرہ سائبہ مقرر نہیں کئے ہیں بلکہ مفتریوں نے افترا کرلیا اور احمق جہلاء ان کے مقلد ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اگر ان سے کلام الٰہی کی طرف رجوع کرنے کو کہا جاتا ہے تو کہتے ہیں صاحبو! ہمارے باپ دادا کا طریقہ ہم کو کافی ہے اور گو ان کے باپ دادا نرے احمق ہی کیوں نہ ہوں (اس قسم کی تقلید شرعاً حرام ہے ایسی تقلید انسان کو شقی الدارین کردیتی ہے) بحیرہ بروزن فعیلہ بحر بمعنی شق سے مشتق ہے بحر ناقته اذا شق اذنها ۔ ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جاہلیت میں جب کوئی اونٹنی پانچ بچے دیتی اور آخر نر ہوتا تو اس کے کان چیر کر آزاد کردیتے تھے نہ کوئی اس پر سوار ہوتا تھا، نہ بوجھ لادتا تھا، نہ ذبح کرتا تھا۔ اس کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اس کو نہ کوئی پانی سے روکتا تھا نہ کھیت سے۔ سائبة بروزن فاعلة من ساب اذا جری۔ یہ وہ اونٹنی تھی کہ جس کو مشرکین بتوں کے نام پر جب سفر سے سلامت آتے یا بیماری سے تندرست ہوتے تھے چھوڑ دیتے تھے۔ فراء نے کہا ہے کہ جس اونٹنی کے دس بچے پیدا ہوتے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے آگے) وصیت کرنا چاہتا ہو کہ اس میں سے اتنا فلاں کو دیا جائے آپس کے دو گواہ کرنے چاہئیں اور اگر سفر میں موت سامنے آئے اور آپس کے نہ ملیں تو غیر سہی پھر موقع پر نماز کے بعد وہ دو گواہ یہ کہہ کر اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم کو کوئی لالچ نہیں گو جس کے حق میں یہ شہادت ہے ہمارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور جو ہم ایسا کریں تو گنہگار ہیں پھر اگر یہ شہادت ٹھیک ہو تو خیر ورنہ میت کے دو قرابت والے کھڑے ہو کر جن کو میت کے مال اور حال پر پوری واقفیت ہے یہ کہہ کر قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے ٹھیک ہے اور ہم نے ان سے ذرا بھی فرق نہیں کیا اور جو ایسا کیا ہو تو ہم ظالم ہیں۔ اس سے یہ ہوگا کہ پہلے دو گواہ خوف آخرت سے یا گواہی رد ہو جانے کے سبب دنیا کی رسوائی سے پوری پوری گواہی ادا کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ایک اسی قسم کا واقعہ گزرا ہے وہ یہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سفر میں مرنے لگے اور انہوں نے اپنا مال دو نصرانیوں کے سپرد کیا اور ان کو گواہ اس کا بنایا کہ میرے وارثوں کو یہ دینا مال میں سے انہوں نے ایک چاندی یا سونے کا کٹورا اڑا کر جب اور مال وارثوں کو دیا اور قسم کھا گئے کہ یہی تھا اور وارثوں کو کٹورے کا حال معلوم تھا فہرست میں بھی تھا وہ کٹورا کہیں بکتے ہوئے پکڑا گیا اس پر جھگڑا ہوا تب وارثوں میں سے دو نے ان کے مقابلہ میں قسم کھا کر گواہی دی کہ یہ کٹورا میت کا ہے اور ان گواہوں نے جھوٹ بولا آخر وہ ان سے دلوایا گیا۔ ان دو نصرانیوں میں ایک تمیم بھی تھے جنھوں نے اسلام لانے کے بعد اپنی خیانت کا اقرار کیا۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا آیت میراث سے یعنی جب میراث کا مسئلہ نہ تھا مورث کو کم زیادہ دینے کا اختیار تھا جب یہ وصیت ضروری اور شہادت لابدی تھی، مگر محققین کہتے ہیں کہ سپردگی اور غیر ورثہ کے لئے وصیت کرنے میں اب بھی اس کی ضرورت ہے (واللہ اعلم) ۱۲ منہ۔

تھے اس کو بتوں کے نام پر متبرک سمجھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ وصیلۃ بمعنی موصلہ عرب میں جب کوئی اونٹنی مادہ بچہ دیتی تو اس مادہ کو اپنے لئے رکھتے اور جو نر بچہ دیتی تو اس کو اپنے بتوں کی نذر کرتے اور دونوں ایک ساتھ ہوتے تو کہتے کہ اس نے اس کو اس کے بھائی سے ملا دیا تب یہ نر بتوں کے لئے ذبح نہ کیا جاتا۔ حام وہ نر اونٹ ہوتا تھا کہ جس کے بچے کا بچہ لدنے (بوجھ وغیرہ اٹھانے) کے قابل ہو جاتا تھا تب اس کو چھوڑ دیتے تھے گویا اس نے اپنی پیٹھ کو بچا لیا حمی ظہرہ ای حفظہ عن الرکوب۔

قولہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ... الخ کہ یہ جہال جو تمہارا کہنا نہیں مانتے تو تم کچھ پروا نہ کرو تم اپنی فکر و کسی کا گمراہ ہونا تمہارے لئے کچھ مضر نہیں جو کرے گا بھرے گا۔ ہاں حتی المقدور وعظ و نصیحت میں کمی نہ کرو۔ یہاں سے یہ نکلتا کہ تم کسی کو نصیحت نہ کرو بلکہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی و ابن ماجہ و ابن جریر و دارقطنی وغیرہم نے روایت کیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ تم اس آیت کو غیر معنی پر محمول کرتے ہو حالانکہ میں نے نبی علیہ السلام سے سنا ہے کہ جب لوگ کسی بری بات کو دیکھ کر اس کو دور نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ عنقریب سب پر بلائے عام نازل کرے گا۔

مال وغیرہ کی حفاظت سے متعلق ایک نصیحت: ..... ایمان و جان کی حفاظت کے بعد جو عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ کے ساتھ تھی مال کی حفاظت کا حکم دیتا ہے بقولہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ، شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ تمیم داری اور اس کا بھائی عدی عیسائی تھے بدیل عمرو بن العاص کے غلام مسلمان مہاجر کے ساتھ مل کر ملک شام میں تجارت کو گئے وہاں جا کر بدیل کا وقت اخیر آیا تو کل اسباب کی فہرست لکھ کر اسباب میں خفیہ رکھ دی اور اسباب کو ان دونوں بھائیوں کے حوالہ کیا اور وصیت کی کہ میرے ورثہ کو دیدینا۔ اس اسباب میں ایک چاندی کا پیالہ بھی تھا جس پر سنہری کام تھا جس کی قیمت تین سو مثقال تھی وہ تو مر گیا اور انہوں نے مدینہ طیبہ میں آ کر سب اسباب دیدیا اور پیالہ رکھ لیا۔ وارثوں نے فہرست دیکھ کر پیالہ کا مطالبہ کیا تب یہ قضیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جب تم سفر پر ہو اور کسی کو موت کے آثار معلوم ہونے لگیں تب وہ اپنے مال کی بابت کچھ وصیت کرنا چاہے تو اپنے لوگوں میں سے دو شخص معتبروں کو وصیت کر دے اور ان کو گواہ بنا لے اور اپنے نہ ملیں تو غیروں میں سے دو گواہ کر لے پھر اگر کچھ نزاع نہ ہو اور جو کچھ مال و اسباب یا وصیت وہ ادا کریں اور وارث بلا نزاع سچ جان کر قبول کر لیں تو خیر ورنہ ان دونوں گواہوں سے نماز ❶ کے بعد کھڑا کر کے قسم لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس قسم سے دنیا کی کوئی غرض نہیں رکھتے گو کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو یعنی جھوٹ نہیں بولتے اگر اس قسم کے بعد کوئی خیانت نہ ظاہر ہو تو خیر ورنہ میت کے زیادہ قرابتیوں میں سے (کہ جن کو ان وصیوں نے مستحق کر دیا جن کا حق دبا لیا گیا) دو شخص اُٹھ کر قسم کھا جائیں کہ ہمارا کہنا سچ ہے اور ہم حق سے تجاوز نہیں کرتے (پس اگر قسم کھا جائیں گے تو جس قدر مال کا وصیوں سے ان کو دعویٰ ہے دلایا جائے گا) چنانچہ تمیم اور اس کے بھائی سے بعد نماز عصر کے آنحضرت علیہ السلام نے قسم لی کہ ہم نے اس مال میں کچھ خیانت نہیں کی قسم کے بعد دونوں کو بری کر دیا گیا۔ عرصہ کے بعد وہ پیالہ کہیں سے بکتا ہوا پکڑا گیا پھر یہ قصہ آنحضرت علیہ السلام کے روبرو پیش ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو ابن العاص اور مطلب بن ابی رفاعہ سے جو بدیل کے زیادہ قرابت دار تھے قسم لی اور وہ پیالہ انہیں کو دلا دیا۔ تمیم نے مسلمان ہو کر اقرار کیا کہ بیشک میں نے جھوٹی قسم کھائی تھی اور حق وہی تھا جو کیا گیا۔

کافر کو گواہ بنانا درست ہے؟: ..... اپنے لوگوں میں سے ورنہ غیروں میں سے دو گواہ کر لو' عام مفسرین کہتے ہیں کہ اپنے اہل اسلام مراد ہیں اور غیر سے اس جگہ اور مذہب والے پس اگر اپنے مذہب کے آدمی ایسے وقت نہ ملیں تو غیر مذہب کے دو عدل یعنی سچے آدمی گواہ یا

---

❶ ..... نماز عصر بعض نے کہا ظہر بعض نے عام رکھا ہے ان اوقات میں دعا قبول ہوتی ہے جھوٹ بولنے سے انسان ڈر جاتا ہے ۱۲ منہ۔

وصی کر لئے جائیں وبہ قال ابن عباس ؓ وابو موسیٰ ؓ وسعید بن جبیر ؒ وسعید بن المسیب ؒ وشریح ؒ وابن جریج ؒ ومجاہد ؒ وابن سیرین ؒ مگر حسن بصری ؒ اور زہری ؒ اور جمہور فقہاء کہتے ہیں کہ اپنے سے مراد قرابت دار اور غیر سے مراد غیر قرابت دار کیونکہ کافر عادل نہیں اس کی گواہی معتبر نہیں یہ حکم وصیت اکثر فقہاء کے نزدیک آیت میراث سے منسوخ ہے یعنی اس کی کچھ ضرورت نہیں رہی، فتامل واللہ اعلم۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى
وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ
وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ
كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ
بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ
اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا
مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ
نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ
السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ

أُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

ترجمہ:......جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تم کو کیا جواب دیا گیا تھا۔ وہ کہیں گے ہم کو کچھ بھی خبر نہیں ۔تو ہی بڑا غیب دان ہے﴿۱۰۹﴾ جب کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ مریم (علیہا السلام) کے بیٹے سے فرمائے گا کہ تم میرے اس احسان کو یاد کرو جو تم پر اور تمہاری ماں پر کیا تھا۔ جب کہ میں نے روح ❶ القدس سے تمہاری مدد کی، تو تم لوگوں سے (ماں کی) گود میں اور بڑی عمر میں بھی باتیں کرنے لگے۔ اور جب کہ میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی، اور جب کہ تم گارے سے پرندوں کی صورت میرے اذن سے بناتے تھے پھر ان میں پھونک مارتے تو وہ میرے حکم سے پرند ہو جاتے تھے اور تم مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کرتے تھے۔ اور جب کہ تم مردوں کو (قبروں سے) میرے حکم سے باہر لا کھڑا کرتے تھے، اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جب کہ تم ان کے پاس نشانیاں لے آئے تو ان میں سے منکروں نے کہہ دیا کہ یہ تو محض کھلا ہوا جادو ہے﴿۱۱۰﴾ اور (یاد کرو) جب کہ میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لائیں، تو حواریوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں﴿۱۱۱﴾ جب کہ حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ! مریم (علیہا السلام) کے بیٹے کیا تمہارا رب ہم پر آسمان سے کوئی خوان اتار سکتا ہے۔ (عیسیٰ علیہ السلام نے) کہا اللہ تعالیٰ سے ڈرو ❷ اگر تم کو ایمان ہے﴿۱۱۲﴾ (حواریوں نے) کہا ہم ❸ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو اطمینان ہو اور ہم کو معلوم ہو کہ تم نے ہم سے سچ کہا تھا اور ہم بھی اس پر گواہ ہو جائیں﴿۱۱۳﴾ عیسیٰ مریم (علیہا السلام) کے بیٹے نے دعاء کی کہ اے اللہ! ہمارے رب ہم پر آسمان سے خوان نازل کر دے کہ وہ ہمارے اگلے اور پچھلوں کے لئے عید اور تیری طرف سے نشانی ہو جائے۔ اور ہم کو روزی دے اور تو ہی بڑا روزی دینے والا ہے﴿۱۱۴﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس کو تم پر نازل تو کرتا ہوں پر جو اس کے بعد بھی تم میں سے کوئی ناشکری کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ جہاں بھر میں کسی کو بھی نہ دوں گا﴿۱۱۵﴾

ترکیب:......یوم یجمع کا عامل لایھدیھم الی الحجۃ اور ممکن ہے کہ یہ مفعول بہ ہو اسمعوا کا اور اذکر بھی عامل ہو سکتا ہے۔ ماذا موضع رفع میں ہے اجبتم کا مفعول ہو کر اور حرف جر یہاں محذوف ہے اَیْ بماذا اجبتم اذقال اللہ بدل ہے یوم سے اور اذکر بھی محذوف ہو سکتا ہے اذایدتک اس کا عامل نعمتی ہے تکلم الناس حال ہے کاف ایدتک سے فی المھدظرف ہے تکلم کا من الطین تخلق سے متعلق ہے الطیر مصدر بمعنے فاعل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی اصل طیر تھی جیسا کہ سید پھر تخفیف ہو گئی اذجئتھم ظرف ہے کففت کا واذاوحیت معطوف ہے اذایدتک پر ان اٰمنوا مصدر ہو کر مفعول ہے اوحیت کا اذقال الحواریون اس کا حال اذکر ہے یستطیع بمعنے یقدر ان ینزل . . . الخ جملہ اس کا مفعول یا یستطیع کی تفسیر تکون کی عید اٰخبر و اٰیۃ اس پر معطوف جملہ صفت مائدۃ۔

قیامت وانبیاء علیہم السلام کے احوال

تفسیر:...... اللہ تعالیٰ کی قرآن مجید میں عادت ہے کہ جہاں چند احکام و شرائع بیان فرمائے ہیں اس کے بعد یا تو ذات کے متعلق یا کچھ انبیاء علیہم السلام کے احوال یا قیامت کے حالات اور آخرت کے درجات کا بھی ساتھ ہی ذکر فرماتا ہے تاکہ یہ ان احکام کے لئے مؤکد ہو جائے۔ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ یہ قیامت کا حال ہے کہ ہم رسولوں سے یوں پوچھیں گے اور وہ یہ کہیں گے لَا عِلْمَ لَنَا کہ امر واقعی اور دل کی بات تو تو ہی جانتا ہے۔ اور ظاہری قیل وقال کا جو ہمیں علم ہے سو وہ تیرے علم کے آگے بمنزلہ لاشئی کے ہے۔ پس اس آیت میں اور

❶......روح القدس سے مراد اکثر کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک اور معزز فرشتہ ہے ۱۲ منہ۔ ❷......کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا امتحان ہے جو بڑی گستاخی ہے ۱۲ منہ۔ ❸......حواریوں نے کہا امتحان مقصود نہیں بلکہ اس نعمت میں سے کھانا چاہتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ ہمارے اطمینان قلبی اور تیری تصدیق کا باعث ہوگا ۱۲ منہ۔

جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا میں کچھ تعارض نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احوال: ...... وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ یہاں سے حضرت عیسیٰ کا حال شروع ہوتا ہے کہ قیامت کو ہم ان سے یہ سوال کریں گے اور اپنی نعمتیں یاد دلا کر کہیں گے کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لیجیو؟ اس پر عیسیٰ علیہ السلام نہایت عاجزی سے اپنی برأت بیان کریں گے۔ اس ذکر سے غرض عیسائیوں کا خیال باطل کرنا ہے کہ جو عیسیٰ کو اللہ اور خدائی کا حصہ دار سمجھتے ہیں اور حضرت ﷺ کے معاصر عیسائی مریم علیہا السلام کو بھی اللہ سمجھتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت کو لرز کر یوں عذر کریں گے کہ میں نے ان سے ایسی بات نہیں کہی نہ میں کہہ سکتا تھا تو قادر ہے خواہ معاف کرے عذاب دیوے۔ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یہاں سے وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر احسان کئے تھے یاد دلائے جاتے ہیں اور اشارتاً یہ بات جتلائی جاتی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ یا اس کے بیٹے ہوتے تو ان کو ان احسانات کی حاجت کیا تھی؟ غرض کس لطف سے ابتدائے ولادت سے لے کر ان کی موت تک کا حال جو عبودیت پر دال ہے وَإِذْ کر کر کے گنا تا اور بتاتا ہے کہ یہ سب باتیں جو ان پر گزری ہیں ان سے قیامت میں سوال کیا جائے گا۔

۱) ...... إِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ...... الخ یہ سب سے اوّل احسان ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر کیا تھا کہ روح القدس سے ان کی تائید کی تھی جس سے وہ لڑکپن میں بھی کلام کرتے تھے کہ جس وقت عادتاً لڑکے نہیں بول سکتے ورنہ پھر تائید روح القدس کی اور کلام کرنے کی خصوصیات کیا ہے؟ روح سے مراد جبرئیل، القدس سے ذات باری تعالیٰ۔ جبرئیل کی تائید یہ تھی کہ یہ ہر وقت اپنی ملکیت کا اثر ان کی بشریت پر ڈالتے رہتے تھے جس سے ان سے معجزات سرزد ہوتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ ارواح کے درجات متفاوت ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پاک روح عطا کی تھی جس کے آثار ہمیشہ جسمانیت اور بہیمیت پر غالب رہتے تھے سو یہ تائید تھی کہ لڑکپن میں کلام کرنا اور اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ کہنا انجیل طفولیت ❶ میں ثابت ہے اور آج اس کو مسلم الثبوت نہ کہنے سے اس کے جمیع واقعات کی تکذیب نہیں ہو سکتی خصوصاً جب کہ انجیل یوحنا کے اخیر باب میں تصریح ہے کہ مسیح علیہ السلام نے جو کچھ کام کئے ہیں آج اگر وہ سب لکھے جائیں تو دنیا میں نہ سما سکیں۔ اور کہلا یعنی اخیر عمر میں قریب قیامت پھر آ کر کلام کریں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسانات ربانی: ...... ۲) ...... وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ کتاب کا بیان توریت و انجیل ہے سو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں کتابوں کو اور حکمت الٰہیہ کے اسرار و رموز کو جانتے تھے جیسا کہ لوقا کی انجیل کے ۲ باب ورس ۱۶۔ ۱۷ سے ثابت ہے۔

شفاء دینا اور مردہ کو کھڑا کر دینا: ...... ۳) ...... وَإِذْ تَخْلُقُ ... الخ مٹی کے جانور بنا کے ان میں پھونکنا اور ان کا زندہ ہو کر اڑ جانا یہ معجزہ بھی آپ علیہ السلام کا انجیل طفولیت میں موجود ہے۔

۴) ...... وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ اندھوں اور کوڑھیوں کا شفا دینا بھی لوقا کے ۱۷۔ ۱۸ باب میں مذکور ہے۔

۵) ...... وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ، مردہ کا زندہ کرنا بھی لوقا کی انجیل کے ۸ باب میں مذکور ہے۔ یہ اخیر تینوں باتیں بڑے کام کی تھیں اس لئے سب میں باذنی کا لفظ بھی زیادہ کر دیا تا کہ یہ خیال رہے کہ یہ کام مسیح علیہ السلام اپنی قدرت سے نہیں بلکہ خدائے قادر کی قدرت و اجازت و مدد سے کرتے تھے ان باتوں سے ان کو خدا یا اللہ تعالیٰ کا بیٹا سمجھ لینا خلاف عقل ہے۔

❶ یہ دو انجیلیں ہیں اوّل انجیل طفولیت عیسائیوں کے فرقہ ناسٹکس میں دوسری صدی میں مسلم تھی۔ اور جو ایشیاء و افریقہ کے اکثر گرجاؤں میں پڑھی جاتی اور جس پر عقائد کا مدار تھا وہ یہی انجیل تھی اور بعد میں یوسیس اور اتھانیس وغیرہ عیسائیوں کے مستند علماء بھی ان سے سند پکڑتے تھے ۱۲

۶)......وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل یعنی یہود کے شر سے مسیح علیہ السلام کو محفوظ رکھا جب کہ مسیح علیہ السلام نے ان کو معجزات دکھائے اور انہوں نے جادو بتلایا اور قتل کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا زندہ آسمان پر اُٹھالیا۔ یہودیوں کا درپے قتل ہونا اناجیل اربعہ میں مصرّح ہے۔

حواریین حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام:......۷)......وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ جو لوگ حواریوں کی نبوت کے قائل ہیں وہ وحی سے وحی انبیاء علیہم السلام مراد لیتے ہیں اور جو ان کو نبی نہیں سمجھتے تو بمعنے الہام یعنی القاء فی القلب۔ اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دل میں حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کی توفیق پیدا کی سو وہ ایمان لائے۔ جیسا کہ اناجیل سے ثابت ہے۔

۸)......إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ یہ اس وقت کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریائے طبریاس کے پاس دعاء کی تو اللہ تعالیٰ نے پانچ روٹیوں اور دو تلی ہوئی مچھلیوں سے پانچ ہزار آدمیوں کو شکم سیر کر دیا۔ یہ برکت دینا آسمان یعنی عالم غیب سے مائدہ نازل کرنا ہے جیسا کہ انجیل یوحنا کے ۶ باب میں مذکور ہے۔ باقی یہ حواریوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ان کتابوں میں نہ ہو مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حواریوں میں گفتگو ہوئی تھی وہ سب ان چاروں انجیلوں میں موجود ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ مائدہ ❶ کا نازل ہونا اس معجزۂ مذکور کے علاوہ دوسرا واقعہ ہے جو اناجیل اربعہ میں مذکور نہیں پھر اس کی کیفیت میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ ایک ایسے محل کا قصہ ہے کہ جہاں حواریوں کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا تب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ ایسا کر سکتا ہے؟ اس پر حضرت علیہ السلام نے خفا ہو کر فرمایا کہ اگر تم کو ایمان ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ محض اطمینان اور اپنے کھانے کے لئے یہ سوال ہے۔ ورنہ اس کی قدرت میں کچھ کلام نہیں۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دعاء کی کہ الٰہی! آسمان سے مائدہ نازل کر کہ ہمارے اوّل آخر کے لئے عید یعنی باعث خوشی ہو اور تیری طرف کی نشانی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں مائدہ نازل کرتا ہوں مگر اس کے بعد جو ناشکری کرے گا اس کو وہ عذاب دوں گا جو جہاں میں کسی کو نہ دوں گا۔ اس پر آسمان سے سرخ دسترخوان کہ اس کے اُوپر بھی ایک بدلی اور نیچے بھی ایک بدلی تھی نازل ہوا اس کو کھول کر دیکھا تو اس میں تلی ہوئی مچھلی اور پانچ روٹیاں اور ترکاریاں رکھی ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں کہ ہر قسم کی نعمتیں اس میں تھیں پھر بعض کہتے ہیں کہ یہ بات صرف ایک بار ہوئی بعض کہتے ہیں کہ چالیس روز تک نازل ہوتا رہا ایک دن بیچ (چھوڑ) کر کے آتا تھا۔ پھر جب لوگوں نے سحر اور نظر بندی کی بدگمانی کی تو ان کے سور کے منہ ہو گئے تین روز کے بعد تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ ایسا ہونا ممکن ہے مگر یہ قصص نہ تو قرآن میں ہیں نہ نبی علیہ السلام سے ان کا کچھ ثبوت ہے، مورخوں کے اقوال ہیں۔ مگر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہے کہ جب لوگوں نے ناشکری پر سخت عذاب آنے کی سنی تو پھر درخواست نہ کی اس لئے مائدہ نازل نہ ہو کیونکہ اگر ہوتا تو اس کے نازل ہونے کا دن نصاریٰ میں عید کا دن ہو جاتا حالانکہ نہیں ہے قرآن مجید سے بھی صرف دعاء کرنا ثابت ہے۔

فقیر کے نزدیک مائدہ (خون) کا نازل ہونا پایا گیا جیسا کہ اس کا پتہ انجیل یوحنا سے لگتا ہے اور عیسائیوں کے پاس بے اندازہ دنیا کا جمع ہونا اسی کا ثمرہ ہے۔ نیچری مفسر نے ان معجزات کے مٹانے پر بہت کچھ ہاتھ مارے ہیں اور جب کہ آیات قرآنیہ کی کوئی تاویل ہی نہ ہو سکی تو کہیں بے تک ف عطف ف تفریع کا جھگڑا لے بیٹھے، کہیں یہ کہہ دیا کہ مفسرین کو یہود و نصاریٰ کی تقلید کی عادت ہے، غرض بے تک ہذیان (بکواس) ہے جس کی بنیاد کسی دلیل عقلی پر ہے نہ نقلی پر بلکہ صرف اس بات پر کہ معجزہ کا وجود ممکن نہیں سو اس کا جواب مقدمہ

❶......زجاج کہتا ہے مائدة بروزن فاعلة من ماد يميد اذا تحرك فكانها تميد بما عليها۔ ابن انباریؒ کہتے ہیں کہ مائدہ کو اس لئے مائدہ کہتے ہیں کہ وہ بمعنی عطیہ ہے ۱۲ منہ۔

میں ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ؕ اِنْ
كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ
اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ
وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ
اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ
عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ
يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ
مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ:......اور جب کہ عیسیٰ مریم کے بیٹے سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا لوگوں سے تم نے ہی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے اور میری ماں ❶ کو دو خدا بنالو؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے مجھے کیا ہوا تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کچھ بھی حق نہ تھا۔ اگر میں نے (یہ) کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا۔ تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں نہیں جانتا تیرے دل میں کیا ہے؟ بے شک تو ہی بڑا غیب داں ہے ﴿۱۱۶﴾ میں نے تو ان سے وہی کہا تھا کہ جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔ اور میں ان کا نگہبان رہا جب تک کہ ان میں رہا ﴿۱۱۷﴾ پھر جب کہ تو نے مجھے وفات دی تو ان پر تو ہی نگہبان رہا۔ اور تو ہی ہر چیز کا نگراں ہے۔ اگر تو ان کو عذاب دے تو پھر وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان معاف کرے تو پھر تو ہی زبردست ❷ حکمت والا (بھی) ہے ﴿۱۱۸﴾ اللہ تعالیٰ فرمادے گا یہ وہ دن ہے کہ جس میں سچوں کو ان کا سچ (ہی) نفع دے گا۔ ان کے لئے ایسے باغ ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوگا اور وہ اس سے خوش ہوں گے۔ یہی ہے بڑی کامیابی ﴿۱۱۹﴾ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب پر اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۲۰﴾۔

ترکیب:...... اذ قال اس کا عامل اُذکر۔ اتخذونی بمعنی صیرونی ہوکر دو مفعول چاہتا ہے اوّل ی اور امی دوم۔ الٰہین من دون اللہ اس

❶ ...... اس سے عرب کے ان عیسائیوں کے عقیدے کے بطلان کی طرف اشارہ ہے کہ جو حضرت مریم علیہا السلام کو بھی اللہ کہتے تھے یا تثلیث کا ایک اقنوم مراد لیتے تھے ۱۲ منہ۔

❷ ...... تجھے کوئی منع نہیں کرسکتا ۱۲ منہ۔

کی صفت ان اقول فاعل یکون لی خبر۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بروزِ قیامت کلام

تفسیر:...... یہ وہ کلام ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز کیا جائے گا۔ جس پر وہ عاجزی سے کہیں گے کہ میں ہرگز ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔ میں نے تو خاص تیری ہی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی زندگی بھر یہی کہتا رہا پھر میرے بعد تجھے خبر ہے اب آپ کو اختیار ہے اگر عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں اور معاف کرے تو تو بڑا حکیم زبردست ہے۔

پھر فرمایا ہے کہ آج کے دن سچوں کا سچ کام آئے گا کہ ان کے لئے روحانی اور جسمانی جاودانی بہشت ملے گی جس میں ہمیشہ رہیں گے اور نیز اللہ تعالیٰ ان سے راضی وہ اس سے راضی رہیں گے اور بڑی مراد اور سب باتوں کا آل کار بھی یہی ہے۔

فائدہ: سورۃ کو بندوں کے عہد پورا کرانے سے شروع کیا تھا پھر جس کا تتمہ احکام اور یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ کا بطلان خصوصاً عیسائیوں کے اعتقاد تثلیث کا رد، سو یہ تمام باتیں اس سورۃ میں ذکر کی گئیں اور پھر آخر میں اس عالم کی فنا اور حشر کا برپا ہونا اور انبیاء علیہم السلام سے سوال کرنا اور صادقوں کا اپنے صدق کے بدل میں سعادت ابدی پانا بیان کرنا گویا اس عہد نامہ کا نتیجہ سامنے قائم کر دینا ہے۔

پھر سورۃ کو لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ . . . الخ کے ساتھ ختم کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی کبریائی و عظمت چند وہ وصف بیان فرمائے جو تمام سورۃ کے مضامین کے لئے مہر ہیں کیونکہ لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ میں اس ذات و صفات کاملہ کا ثبوت جس کے ضمن میں نقائص تثلیث و تثنیہ کا رد اور علی کل شئی قدیر میں اور بھی مخالفین کے عقائد باطلہ کا فساد کھول دیا۔ سبحان اللہ! ان اسرار کا بیان کرنا طاقت بشریہ سے باہر ہے۔ (و لہ الحمد دائماً):

اٰیَاتُهَا ۱۶۵ (۶) سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ (۵۵) رُکُوْعَاتُهَا ۲۰

یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی (چند آیتیں) مگر وَمَا قَدَرُوا اللہَ سے تین آیتیں، قُلْ تَعَالَوْا سے تین اور آیتیں مکہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ اس سورۃ میں ایک سو پینسٹھ یا چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی
اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی
الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ
اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا
جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ
اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا
السَّمَآءَ عَلَیْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ⑥

ترجمہ:...... سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کو ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور اجالا بنایا۔ پھر بھی کافر (بتوں کو) اپنے رب کے برابر کر رہے ہیں ① وہی ہے کہ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر (ہر ایک کی) میعاد مقرر کی۔ ❶ اور میعاد اس کے نزدیک مقرر ❷ ہے، پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو ② اور وہی اللہ تعالیٰ ہے (یعنی قادر و متصرف) آسمانوں اور زمین میں ہے۔ تمہاری چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے اور جو تم کرتے ہو اس کو بھی جانتا ہے ③ اور جب کوئی آیت ❸ ان کے رب کی آیتوں میں سے ان کے پاس آتی ہے تو اس سے منہ ہی پھیر لیتے ہیں ④ جب حق

❶ ...... یعنی ہر ایک کی موت کا ایک وقت مقرر رکھا ہے زندگی معین ہے ۱۲ منہ۔ ❷ ...... اور ایک میعاد یعنی قیامت کی جس میں فناء کلی ہوگی اس کے نزدیک مقرر ہے جیسا کہ افراد و جبال کی فناء جزئی کا وقت مقرر تھا ۱۲ منہ۔ ❸ ...... قرآن کی آیت یا معجزہ یا اس کے جلال و کبریائی کی نشانی زلزلہ کڑک قحط وبا وغیرہ جب کفار کے سامنے پیش ہوتی ہے تو اس میں غور و تامل نہیں کرتے منہ پھیر لیتے ہیں ۱۲ منہ۔

(قرآن) ان کے پاس آ گیا تو ان کو جھٹلا کر رہے۔ ابھی انہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ جس کو ٹھٹھوں میں اُڑایا کرتے تھے ⑤ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ایک ایسی قومیں ہلاک کر دیں کہ جن کو ہم نے زمین پر ایسا بسایا تھا کہ جو تم کو بھی ویسا نہیں بسایا۔ جن پر ہم نے برسانے کے لئے بادل چھوڑ رکھے تھے، اور ان کے نیچے نہریں جاری کر دی تھیں پھر ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد اور قومیں پیدا کر دیں ⑥۔

ترکیب:...... جعل بمعنے خلق۔ الذین الخ مبتدا یعدلون خبر بو بھم اس سے متعلق ھو مبتدا اللہ خبر یعلم خبر ثانی اور ممکن ہے کہ اللہ ھو سے بدل ہو یعلم خبر فی السمٰوٰت اللہ سے متعلق ہے جو بمعنے معبود ہے۔

سورۂ انعام کا نزول

تفسیر:...... یہی وہ سورۃ ہے کہ جو سب کی سب ایک بار نازل ہوئی۔ سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ تو مدینہ طیبہ آنے کے بعد اور یہ ان سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہو چکی تھی۔ مکہ میں مشرکین عرب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کا وجود ان صفات قاہرہ کے ساتھ بیان ہوتا تھا کہ جن سے تمام عالم میں اسی کا قبضہ و تصرف ثابت ہو، مرکر دوبارہ زندہ ہونے کے جو منکر تھے ان کے مقابلہ میں حشر و نشر کا اثبات ہوتا تھا اور جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر تھے صرف دہر کو پیدا اور فنا کرنے والا جانتے تھے ان کے مقابلہ میں اس کا وجود اس کے آثار قدرت و جبروت کے نشانوں سے ثابت کیا جاتا تھا اور نیز عرب یا مکہ کے مشرکوں کو جو اپنی دولت و راحت پر گھمنڈ تھا اور باوجود اس کفر اور بدکاری کے اس کے عذاب سے کچھ بھی ڈر نہ تھا، ان کے مقابلہ میں ان سے پہلے کی قوموں کی حد افزوں ثروت و قدرت اور پھر آیات الٰہی کے انکار سے ان کی ہلاکت بیان کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس سورۃ اور ان آیات میں انہیں مضامین کی رعایت ہے اور یہی کلام کی خوبی بھی ہے اور منصب الہام کا یہی فرض ہے کہ جس خرابی کو دیکھے اسی کی اصلاح کی تدبیر کرے۔ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سے وَالنُّوْرَ تک اوّل امر کا اثبات ہے جس لئے مشرکوں پر طعن کیا جاتا ہے کہ باوجودیکہ آسمانوں اور زمینوں اور نور و ظلمت کا خالق اسی کو جانتے ہیں مگر پھر بھی اس کے ساتھ بتوں یا اور خیالی معبودوں کو ملا کر اس کے برابر کرتے ہیں۔ ھُوَ الَّذِیْ سے اپنا حشر پر قادر ہونا بیان کیا جاتا ہے یہ بات بتلا کر کہ جس نے تم کو اوّل بار مٹی [1] سے پیدا کیا، کیا وہ دوبارہ نہیں زندہ کر سکتا پھر شک کیا؟ وَھُوَ اللّٰہُ سے تیسری بات کا ثبوت کرتا ہے کہ دہر یا افلاک خود اس کے حکم کے مسخر ہیں ان میں شب و روز اس کے تصرفات دیکھتے ہو پھر اگر یہ اللہ تعالیٰ کا فعل نہیں تو اور کس کا ہے؟ دہر کیسا؟ وَمَا تَاْتِیْھِمْ سے چوتھی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان سے پہلے لوگ بھی ایسا کر چکے ہیں پھر ان کی تو کیا ہستی ہے ان کو بھی ہم نے غارت کر دیا اور ان کی جگہ اور قومیں پیدا کر دیں۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا
لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ⑧ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا
عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ

[1] چونکہ آدم خود مٹی سے اور ان سے سب آدمی پیدا ہوئے یا انسان نطفہ سے پیدا ہوتا ہے جو غذاؤں سے حاصل ہوتا ہے اور غذائیں زمین کی پیداوار انجام مٹی ہیں اس لئے اس کا مٹی سے پیدا ہونا بیان فرمایا ۱۲ منہ۔

ع سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑩

ترجمہ:......اور اگر ہم آپ پر کوئی کتاب کاغذوں پر لکھی لکھائی بھیجتے پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے ٹٹول بھی لیتے تب بھی منکر یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے ⑦ اور کافروں نے کہا نبی ﷺ پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں ❶ بھیجا گیا؟ اور اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو کام ہی تمام ہو جاتا پھر ان کو مہلت بھی نہ ملتی ⑧ اور اگر ہم اس کو فرشتہ بناتے تو انسان ہی کی صورت ❷ بناتے اور جو شبہ وہ (اب) کر رہے ہیں اس میں ہم (پھر) ان کو ڈال دیتے ⑨ اور تم سے پہلے بھی (بہت سے) رسولوں کی ہنسی اُڑائی گئی ہے پھر ہنسی اُڑانے والوں پر (وہی) بلا آ پڑی کہ جس کی وہ ہنسی اُڑایا کرتے تھے ⑩۔

ترکیب:......فی قرطاس ثابت کے متعلق ہو کر صفت ہوئی کتابًا کی اور خود کتاب بمعنی مکتوب سے بھی متعلق ہو سکتا ہے مایلبسون ما بمعنی الذی جملہ مفعول للبسنا۔ ما کانوا بہ... الخ فاعل حاق۔

مشرکین مکہ کے قرآن پر شبہات

تفسیر:......ان چاروں باتوں کے بعد ایک پانچویں بات اور بھی قابل اثبات تھی۔ وہ یہ کہ مکہ مکرمہ کے کافر آنحضرت علیہ السلام کی نبوت کا انکار اس شبہ سے کرتے تھے کہ فرشتہ آتا ہوا اس کے پاس کیوں نہیں دکھائی دیتا۔ اور قرآن کا انکار اس بناء پر کرتے تھے کہ آسمان سے لکھی لکھائی کتاب ایک بار کیوں نہ نازل ہوگئی؟ یہ بار بار الہام کیسا اور نزول روح القدس کیا؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اس کی اصل حکمت سے درگزر کر کے بوجہ ان کے افہام کے قاصر ہونے کے صرف ایک عام فہم بات ذکر فرماتا ہے کہ اگر قرآن لکھا لکھایا نازل ہوتا تو اس کو بدرجۂ اولیٰ یہ لوگ سحر مبین کہہ دیتے اور اگر فرشتہ آتا تو دو خرابیاں پیش آتیں۔ اوّل یہ کہ عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جب ملائکہ آتے ہیں تو پھر کام ہی تمام ہو جاتا ہے (جیسا کہ لوط علیہ السلام کی بستی میں ملائکہ آئے اوّل بار حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دیکھتے ہی گھبرا گئے کہ اب بستی پر بلا نازل ہوتی ہے جس میں کہ میرا بھتیجا لوط علیہ السلام بھی ہے)۔ دوم یہ کہ ملائکہ اجسام لطیفہ ہیں ان کے بغیر اس کے کہ وہ کسی آدمی وغیرہ محسوس چیز کی شکل میں متشکل ہوں نظر آنے کی کیا صورت؟ ایسی حالت میں شبہ کرنے والوں کا شبہ پھر قائم ہو جاتا کہ اس کا کیا اعتبار کہ یہ فرشتہ ہے یا کوئی کہیں سے آدمی چلا آیا ہے؟ پس جب یہ دونوں شبہے غلط تو آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونا درست رہا۔ اس کے بعد یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں ان کی ازراہِ تمسخر ہیں جس کا نتیجہ پہلی اُمتیں خوب دیکھ چکی ہیں۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰي يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

❶ یعنی عیاناً فرشتہ آ کر تصدیق کرتا تو ہم مانتے۔ جواب دیتا ہے کہ اگر فرشتہ آتا تو فیصلہ ہی ہو جاتا اس لیے کہ فرشتہ آنے کے بعد انکار کرنا اور یہ فرشتہ میں بھی شبہ کرتے عادت اللہ کے موافق ہلاکی کا باعث ہے ۱۲ منہ۔ ❷ اس لئے کہ فرشتہ کو اس کی صورت اصلی پر دیکھنے کی ان میں صلاحیت نہیں کیونکہ وہ نور مجرد ہے اور یہ آنکھیں عالم ناسوت دیکھنے کو بنائی گئی ہیں پھر جب وہ آدمی بن کر آتا تو وہی شبہات اس کے حق میں پیدا ہوتے کہ اس کے فرشتہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟ ۱۲ منہ۔

وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ⑮ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ⑯

ترجمہ:......(اے نبی! ان سے) کہہ دو کہ ملک میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا ⑪ پوچھئے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے؟ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ کا۔اس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم کرلیا ہے۔وہ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع کر کے رہے گا جس میں کچھ بھی شک نہیں۔جنھوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال رکھا ہے پھر بھی وہ ایمان نہیں لاتے ⑫ اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں رہتا ہے اور وہی سنتا (اور) جانتا ہے ⑬ کہہ دو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کہ جس نے آسمان اور زمین بنائے کوئی اور کارساز بنالوں۔حالانکہ وہی کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔کہہ دو مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے اوّل میں ہی فرمانبرداری کروں،اور یہ بھی (حکم ہوا ہے) کہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا ⑭ کہہ دو اگر میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے ⑮ جس سے اس دن وہ عذاب ٹل گیا تو اس پر بڑی مہربانی ہوئی۔اور یہ صریح کامیابی ہے ⑯۔

ترکیب:......ما بمعنی الذی مبتدا لمن خبر قل للہ ای قل هو للہ لیجمعنکم کلام مستأنف یا الرحمۃ سے بدل اور لام جواب قسم محذوف الذین خسروا مبتدا فهم لایؤمنون اس کی خبر اور چونکہ مبتدا میں معنی شرط تھے اس لئے ف خبر میں آئی لاتکونن عطف علی امرت ای قیل لی لاتکونن او علی قل۔ان عصیت شرط جوابہ محذوف یدل علیہ اخاف عذاب یوم مفعول اخاف والشرط معترض۔

سیاحت کر کے دیکھا جائے کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا

تفسیر:......پھر فرمایا ہے کہ دنیا میں پھر کر دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام کار رہا۔نینوا اور بابل اور عمورا اور صمیدا کیسے کیسے شہر تھے ان کے لوگ کس لطف و آرام سے زندگی بسر کرتے تھے ان کی دولت و حشمت کیسی تھی؟ ان کے تجملات دنیا کیا کیا تھے؟ پھر ان کی بت پرستی اور انبیاء علیہم السلام کے انکار و گستاخی سے ان کو کیسا برباد کیا کہ سوائے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔چونکہ ان کفار و مشرکین کو اس بات میں بھی کلام تھا کہ ان بستیوں کو ان کے گناہوں سے اللہ تعالیٰ نے غارت کیا ہے اس بات پر یقین دلاتا ہے کہ تم بتلاؤ کہ آسمان و زمین کی سب چیزوں پر کس کا اختیار ہے یعنی خاص اللہ تعالیٰ کا پس اس سے یہ کیا بعید ہے؟ پھر تسلی دیتا ہے کہ ہمارے اس ہلاک کرنے سے کوئی ہم کو قہار محض نہ سمجھے بلکہ ہم نے اپنے اُوپر بندوں کے لئے رحمت کرنا لازم کرلیا ہے دنیا میں تم اس کا ظہور دیکھ رہے ہو اور یہ فانی اور اس کے نعماء فانیہ کیا ہیں؟ تم کو ہم قیامت میں جمع کریں گے نعماء ابدیہ کے لئے (عجب کلام ہے لمن ما سے ذات باری کا اور کتب سے صفات کا اور لَيَجْمَعَنَّكُمْ سے آخرت کا ثبوت کس لطف کے ساتھ کیا ہے؟) مگر بدنصیب لوگ پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اس کے بعد اوّل بطور تمہید کے اللہ تعالیٰ کا جمیع مخلوقات پر قادر و مسلط ہونا بیان کرتا ہے وَلَهٗ مَا سَكَنَ...... الخ کہ جس طرح زمانہ اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح زمانیات بھی یعنی جس پر کہ رات دن آتا ہے پھر سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ہونا جتلاتا ہے جو معبودیت کے اوصاف مختصہ میں سے ہے اس کے بعد ان بت پرستوں پر ایک کوڑا سا پڑتا ہے کہ جب اللہ ایسا ہے اور فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ ہے سب اس کے قبضہ میں ہے تمام

مخلوق اس کی محتاج ہے وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ کسی کا محتاج نہیں وَلَا يُطْعَمُ ۔ کیا اس کو چھوڑ کر اور معبود کر لوں؟ پھر حکم ہوتا ہے کہ سنا دے کہ سب سے پہلے مجھے توحید پر چلنے کا حکم ہوا ہے (اگر یہ بات بری ہے تو سب سے اوّل مجھ پر عائد ہوگی) اور اگر میں بھی اس کا خلاف کروں تو مجھے عذاب یوم عظیم کا ڈر ہے کہ جس سے بچنا بڑی مراد پانا ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى
كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ (۱۷) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (۱۸) قُلْ اَیُّ
شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِیْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا
الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً
اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (۱۹)
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا
اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۲۰)

وقف لازم وقف لازم ع

ترجمہ:......اور (بندے) اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی دکھ دے تو پھر اس کو بجز اس کے کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا۔ اور اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۷) اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور وہی حکمت والا خبر دار (بھی) ہے۔ پوچھو کس کی گواہی بڑی معتبر ہے (۱۸) کہہ دو مجھ میں اور تم میں اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اور میری طرف یہ قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ اس سے تم کو اور جس کو یہ پہنچے (اس کو) بھی ڈراؤں۔ کیا تم اس بات کی گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں؟ کہہ دو کہ میں تو اس بات کی گواہی نہیں دے سکتا۔ کہہ دو وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے۔ اور میں تمہارے ❶ شرک کرنے سے بیزار ہوں (۱۹) جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسا ہی پہچانتے ہیں ❷ جیسا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال رکھا ہے سو وہ ایمان نہیں لاتے (۲۰)۔

ترکیب:...... وان یمسسک شرط فلا کاشف جواب ھو مبتدا القاھر خبر فوق یا خبر ثانی ہے یا بدل ہے خبر سے یا حال ہے۔ أی شیٔ مبتدا اکبر خبر شھادۃ تمیز اللہ مبتدا خبر محذوف ای اکبر شھادۃ۔

نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

تفسیر:...... واضح ہو کہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود کو پوجتا ہے تو اس کو نافع وضار سمجھ کر اور طبائع عامہ میں جو بت پرستی نے رواج پایا تو اسی امید نفع وخوف نقصان سے کہ یہ معبود ہم کو اولاد و تندرستی فراخ دستی دیتے ہیں اور جو ان کی نذر و نیاز نہیں کرتا تو اس کو نقصان

❶ ...... اور جن کو تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو میں اس سے بری ہوں۔ ❷ ...... یعنی رسول اللہ ﷺ کو خوب پہچانتے ہیں ان نشانیوں اور علامات سے جو ان کی کتابوں میں یا زبانی منقول تھیں ۱۲ منہ۔

پہنچاتے ہیں۔ پھر اس پر جاہلوں میں سینکڑوں جھوٹے افسانے جو ان کے خیال کے مؤید ہیں، مشہور ہوتے ہیں یا کسی کے اندر ایسے کمالات ذاتیہ یا صفاتیہ تصور کر کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا سمجھتے ہیں اسی لئے اور کبھی محض کسی کے قول اور کسی معتبر کی شہادت سے کہ فلاں قابل پرستش ہے چنانچہ مشرکین بہت سی چیزوں کو محض اپنے باپ دادا کے کہنے سے پوجتے تھے پہلی بات کی نسبت فرماتا ہے وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ کہ نافع و ضار اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں کیونکہ اس کے سوا جو ہے ممکن جو اپنی ذات و صفات میں ہر دم اس کا دست نگر ہے جس کا اثر ہر روز ہم اپنی حالت سے محسوس کرتے ہیں۔

صفات الوہیت کے اصول:...... دوسری بات کی نسبت فرماتا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ یعنی تمام صفات الوہیت کا تین یا تین اصل اصول ہیں، اوّل قدرت تامہ کہ اس کا سب پر زور ہو، اُس پر کسی کا زور نہ چلے۔ دوم علم کہ ہر چیز کو جانتا ہو۔ سوم حکیم کہ تمام کائنات میں سلسلۂ نظام اسی کا رکھا ہو سو یہ تینوں باتیں اس میں پائی جاتی ہیں۔ اوّل کی طرف وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ، دوسرے کی طرف الخبیر میں، تیسرے کی طرف وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ میں اشارہ کر دیا۔ تیسری بات کی طرف قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً... الخ میں اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی شہادت ہے؟ سو اس نے تو اس بات کی شہادت دیدی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہی نہیں اور نیز یہ بھی کہ یہ قرآن مجید اس نے وحی کیا ہے تمہارے اور جس کو یہ قیامت تک پہنچے ڈر سنانے کو اور اس بات کو اپنی کتابوں میں دیکھ کر اور اس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سن کر اہل ① کتاب ایسا یقین جانتے ہیں کہ جیسا کوئی اپنی اولاد کو پہچانتا ہو۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۱﴾
وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ
كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا
مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ
اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ
عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى
النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾

① ...... یہ دوسرا جو بیان فرمایا اس سے کل اہل کتاب مراد نہیں بلکہ وہی جو اس جاننے کے قائل تھے۔ بہت یہودیوں نے اقرار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہماری کتابوں سے ثابت ہے موسیٰ اور عیسیٰ انہیں کی خبر دے گئے ہیں ۱۲ منہ۔

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۲۸ وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۲۹

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ

ع قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۰

ترجمہ:......اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے ۝۲۱ بات یہ ہے کہ ظالموں کو فلاح نہیں ہوتی۔اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تمہارے وہ معبود کدھر ہیں کہ جن کا تمہیں گھمنڈ تھا ۝۲۲ پھر ان کی کچھ بھی چالاکی نہ چلے گی بجز اس کے کہ وہ کہیں گے قسم ہے اللہ تعالیٰ اپنے رب کی ہم تو کسی کو (بھی) شریک نہ بناتے تھے ۝۲۳ (اے نبی!) دیکھو اپنے اوپر آپ کیسا جھوٹ بولے اور ان کی وہ سب فتنہ پردازیاں جو کیا کرتے تھے گئی گزری ہو جائیں گی ۝۲۴ اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو آپ (ﷺ) کی ❶ طرف کان لگاتے ہیں، اور ان کے دلوں پر ہم نے اس کے نہ سمجھنے کے لئے پردے ڈال دیئے ہیں، اور ان کے کانوں میں (بھی) ثقل (ٹیٹ) ڈال رکھا ہے۔اور اگر وہ سب طرح کی نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی آیات پر ایمان نہ لاویں۔یہاں تک کہ جب آپ (ﷺ) کے پاس آتے ہیں تو آپ (ﷺ) سے جھگڑا کرتے ہیں۔منکر یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو صرف اگلے لوگوں کے قصے (کہانیاں) ہیں ۝۲۵ اور وہ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی رکتے ہیں۔اور وہ اپنے آپ ہی کو ہلاک کر رہے ہیں اور ان کو کچھ بھی خبر نہیں ۝۲۶ اور آپ ❷ ان کو اس وقت دیکھیں جب وہ جہنم کے کنارے پر کھڑے کئے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش ہم کو دنیا میں پھر بھیجا جائے اور ہم اپنے رب کی آیتیں نہ جھٹلائیں اور ایمان لانے والوں میں سے ہو جائیں ۝۲۷ (ان کی یہ حسرت ایمان کی رغبت سی نہ ہوگی) بلکہ جس کو وہ پہلے سے چھپاتے تھے وہ ان کے آگے آئی (اس کی برائی ان پر کھل گئی ❸ اور اگر وہ واپس بھی بھیجے جائیں تو پھر بھی وہی کریں گے جس سے وہ منع کئے گئے تھے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں ۝۲۸ اور وہ کہتے ہیں کہ ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگانی ہے اور ہم مرنے کے بعد اُٹھائے نہ جائیں گے ۝۲۹ اور اگر آپ (ﷺ) ان کو اس وقت دیکھیں کہ جب وہ اپنے رب تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے، وہ فرمائے گا کیا یہ ❹ حق نہیں؟۔کہیں گے ہم کو اپنے رب تعالیٰ کی قسم ہاں (حق ہے) فرمائے گا تو لو اب اپنے کفر کے بدلہ میں عذاب (کا مزہ) چکھو ۝۳۰۔

ترکیب:......فتنتهم کو مرفوع بھی پڑھا ہے تکون کا اسم بنا کر ان قالو اخبر و جاز العکس۔ان یفقهوہ۔مفعول لہٗ ہے ای کراهته ان یفقهوہ۔ وقرا معطوف ہے اکنة پر حتّٰی اذا اپنے جواب یقول سے مل کر محل نصب میں ہے حتّٰی کا اس جگہ لفظوں میں کچھ عمل نہیں صرف معنی غایة دیتا ہے۔یجادلونک حال ہے ضمیر فاعل جاءوک سے الاساطیر جمع ہے بعض کہتے ہیں اس کا واحد اسطورة ہے بعض کہتے ہیں اسطار اور اسطار سطر بہ تحریک الطاء کی جمع ہے اور سطر بسکون الطاء کی جمع سطور آتی ہے اور اسطر بھی۔ولو تری کا جواب محذوف ہے ای لتری امرا عظیما۔

❶......یعنی جب تو قرآن مجید پڑھتا ہے سنتے ہیں مگر ان کے دلوں پر پردے پڑے ہیں، سمجھتے نہیں اور جو کوئی سمجھائے تو کانوں میں ٹیلیاں ہیں اس کی نہیں سنتے۔اور جو آنکھوں سے اس کی قدرت کی نشانیاں دیکھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے ۱۲ منہ۔ ❷......یعنی اب تو بڑے بڑے اتراتے پھرتے ہیں مگر جب لے کر جہنم کے کنارہ پر کھڑے کر دیئے جائیں گے اور اس وقت حسرت سے کہیں گے کاش ہم کو پھر دنیا میں بھیجا جائے کہ وہاں جا کر ہم اپنے رب تعالیٰ کی آیات نہ جھٹلائیں اور ایمان لے آئیں۔اس وقت اے پیغمبر ﷺ! تو ان کو دیکھے تو ان کی حقیقت معلوم ہو کہ کیا حالت ہوگی ۱۲ منہ۔ ❸......یعنی ان کی یہ حسرت وہاں بھی ایمان کی رغبت سے نہ ہوگی بلکہ برے کاموں کا بدنتیجہ دیکھ کر رائیں گے اور اس سے بچنے کے لئے یہ آرزو کریں گے ۱۲ منہ۔ ❹......یعنی دوبارہ جی اُٹھنا ۱۲ منہ۔

حق کو جھٹلانے والے اور تکذیب کرنے والے ہی ظالم ہیں

تفسیر:......اہل کتاب کو مشرکین عرب پڑھا لکھا قابل سند سمجھا کرتے تھے اور وہ بجز چند اہل انصاف کے جیسا کہ عبداللہ بن سلامؓ جب مشرکوں سے ملتے تو بجائے ادائے شہادت کے جان بوجھ کر تکذیب ہی کر جاتے تھے۔اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے (یعنی نبی نہیں اور نبوت والہام کا دعویٰ کر بیٹھے جیسا کہ تم حضرت محمد ﷺ کی نسبت اے اہل مکہ خیال کرتے ہو) اسی طرح جو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرے جیسا کہ اہل کتاب اور تم کر رہے ہو کون زیادہ ظالم ہے؟ یعنی جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے وہ بھی ظالم ہے اور سچے نبی (ﷺ) اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرے وہ بھی ظالم ہے اب دونوں فریق میں سے ناحق کی یہ پہچان ہے کہ ظالم کو فلاح نہ ہوگی۔اگر یہ نبی ﷺ (نعوذ باللہ) جھوٹا ہے تو حسب وعدۂ الٰہی جیسا کہ توریت میں مذکور ہے یہ خود خراب خستہ ہو جائے گا، قتل کیا جائے گا، اس کی جماعت تتر بتر ہو جائے گی یہ کامیاب نہ ہوگا اور جو تم ناحق پر ہو تو یہ کامیاب ہوگا اور تم ذلیل ومقہور ہو جاؤ گے حالانکہ بالفعل تمہاری ذلت کا بظاہر اس نبی ﷺ کی جماعت کے ہاتھ سے جو نہایت پست حالت میں ہے کوئی سامان نہیں۔

سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی صداقت کے لئے اور کیا پیشین گوئی ہوگی جس کے مطابق آنحضرت ﷺ سرسبز اور کامیاب ہوتے گئے مخالفین ذلیل وخوار ہو گئے نہ تنہا عرب کے مخالفین کو بلکہ اس وقت روئے زمین پر جو دو سلطنتیں قابض تھیں روم وایران ان کو بھی نبی ﷺ کے پیروؤں کے پاؤں میں ڈال دیا۔

روزِ محشر مشرکین کے احوال ومعاملات:......اس کے بعد حشر میں جو کچھ مشرکین کے ساتھ معاملہ ہوگا اس کا ذکر فرماتا ہے بقولہ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا الی قولہ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ کہ حشر کو ہم سب کو جمع کر کے مشرکین سے پوچھیں گے کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں کہ جن کو تم پوجتے اور ان پر بڑا بھروسہ رکھتے تھے سو وہاں بجز اس کے اور کچھ جواب نہ بن آئے گا کہ قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ کرتے تھے، اپنی عادت کے موافق بھی کیسا جھوٹ بولے۔اور وہاں ان کے یہ سب ڈھکوسلے غلط ہو جائیں گے۔سبحان اللہ کس خوبی کے ساتھ شرک کی مذمت کی ہے۔وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ابن عباس ؓ کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں جب کہ مشرکین کا غلبہ تھا ایک بار ابوسفیان اور ولید بن مغیرہ بن حارث اور عقبہ وعتبہ وشیبہ وامیہ بن خلف وحارث بن عامر وابوجہل بڑے بڑے سرکش کافر آنحضرت ﷺ کا قرآن سننے آئے۔آپ ﷺ اس وقت سہج سہج (ٹھہر ٹھہر کر) پڑھ رہے تھے کان لگا کر سننے لگے۔سن کر ایک نے کہا یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔فرماتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ جس سے کوئی کیسی ہی کھلی اور حق بات کیوں نہ ہو ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور ان کے کان میں بھی قدرتی ثقل ہے گویا کہ حق یہ سن ہی نہیں سکتے (الٰہی توبہ جب قہر الٰہی کا پردہ دل اور آنکھوں اور کانوں پر پڑ جاتا ہے پھر ہزار معجزے دکھاؤ جب بھی نہیں مانتا۔حضرت مسیح علیہ السلام کے یہود نے کیا کچھ کم معجزے دیکھے مگر ایمان نہ لائے) اور اسی پر بس نہیں کہ خود نہیں مانتے بلکہ لوگوں کو بھی روکتے ہیں پھر ان کا حشر میں تأسف کرنا اور جہنم کے کناروں پر کھڑے ہو کر رونا اور دنیا میں دوبارہ آنے کی آرزو کرنا کہ اب ایسا نہ کریں گے بیان فرماتا ہے اور اس حسرتناک پیش آنے والے کی روح کپکپا اٹھتی ہے۔ان جملوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت اور عالم حشر کا ثبوت عجب لطف کے ساتھ کیا گیا ہے جس لئے یہ کلام اوّل کے بعد آیا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا

يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ
اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ
خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ
يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۳۳ وَلَقَدْ
كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ
نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳۴

ترجمہ: ...... بیشک وہ خرابی میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملنے کو جھوٹ جانا ❶ یہاں تک کہ جب ان پر وہ گھڑی اچانک آپہنچے گی تو کہیں گے افسوس ہماری کوتاہی پر جو ہم نے (قیامت کے بارہ میں) کی اور وہ اپنے بوجھوں (گناہوں) کو اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوں گے، دیکھو بہت ہی برا بوجھ ہوگا جس کو وہ اُٹھائیں پھریں گے ۝۳۱ اور دنیا کی زندگی ہے کیا مگر کھیل اور تماشہ۔ اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے۔ پھر تم کیا نہیں سمجھتے ۝۳۲ (اے نبی!) ہم جانتے ہیں کہ آپ کو ان کی باتوں سے رنج ہوتا ہے۔ سو وہ آپ کو تو نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کر رہے ہیں ۝۳۳ اور آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں پر وہ ان کے جھٹلانے اور ایذاؤں پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتیں کوئی بدل نہیں سکتا۔ البتہ آپ ﷺ کو رسولوں کا (کچھ) حال معلوم بھی ہو چکا ہے ۝۳۴۔

منکرین قیامت کے لیے ندامت

تفسیر: ...... قیامت کے منکروں کو ایک اور طور سے نادم کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کے منکر ہیں خسارہ میں پڑ گئے کیونکہ جب وہ ساعت موت، جو قیامت کبریٰ کا مقدمہ ہے یکایک آ جائے گی تو حیرت کریں گے اس وجہ سے کہ قیامت کا تو ان کو یقین ہی نہیں اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کا یقین نہیں ہوتا اس کے لئے کوئی سامان کافی نہیں کیا جاتا ایسی حالت میں وہ دنیا کی لذات اور یہاں کی آسایش و کامیابی کے لئے ہی دوڑ دھوپ کرتا ہے آخرت کے لئے کوئی سامان نہیں کرتا ایسی حالت میں موت کا آ جانا گویا ایک ایسے عظیم الشان مہم کا پیش آ جانا ہے کہ جس کے لئے کچھ بھی سامان نہیں کیا گیا ایسے وقت میں کس قدر تاسف ہوتا ہے یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔
دوم: وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ ❷ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ کہ وہ جو انہوں نے گناہ کمائے ہیں اور یا جو کچھ حسرت و افسوس کا انبار ہے سب کا بوجھ ان کی پیٹھ پر لدا ہوگا جو نہایت برا بوجھ ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال مرنے کے بعد متشکل ہو کر نظر آئیں گے برے اعمال اس پر کریہہ شکل میں سوار ہوں گے اچھے اعمال کے مراکب حسنہ پر یہ سوار ہوگا، اور وہ اس کے جلیس و انیس و رفیق ہو جائیں گے۔ بس اس سے زیادہ کون سے نقصان کی صورت ہے کہ عمر چند روزہ جو سعادت جاودانی حاصل کرنے کے لئے ملی تھی اس کو شقاوت جاودانی حاصل کرنے میں صرف کر دیا گویا پانی خریدنے کو نکلے تھے ان داموں سے زہر خرید کر پی لیا۔ قَدْ خَسِرُوْا چونکہ یہ کوتاہ نظر جو قیامت کا

❶ ...... یعنی یہ انکار قیامت اسی وقت تک ہے کہ قیامت نہیں آتی پھر جب اچانک آ گئی تو حسرت کریں گے اور پیٹھ پر گناہوں کا پشتارا ہوگا ۱۲ منہ۔ ❷ ...... وزر کی جمع اوزار ہے جس کے معنے بار۔ چونکہ وزیر بادشاہ کے تمام کاروبار اٹھاتا ہے اس لئے اس کو بھی وزیر کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ۔

انکار کرتے ہیں تو محض اس وجہ سے کہ لذائذ دنیا میں ایسے مدہوش ہیں کہ جیسے لڑکے کھیل کود میں مصروف ہو کر اپنے اصلی مقاصد سے غافل ہو جاتے ہیں اس لئے فرماتا ہے کہ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ یہ دنیا کھیل کود ہے یعنی جس طرح کھیل کود کا تھوڑا سا وقت ہوتا ہے جس کے بعد وقت ضائع کرنے پر افسوس ہوتا ہے یہی حال دنیا کا ہے اور دار آخرت باقی جو مشرکین قیامت اور وہاں کے حساب و کتاب کی بابت جھٹلاتے تھے آپ ﷺ کو بمقتضائے بشریت رنج ہوتا تھا۔ قَدْ نَعْلَمُ . . . الخ میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی تسلی کرتا ہے کہ ہمیں ان کا جھٹلانا اور آپ ﷺ کا رنجیدہ ہونا معلوم ہے وہ درحقیقت آپ ﷺ کو نہیں اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلا رہے ہیں (رسول ﷺ کی تکذیب دراصل اسی کی تکذیب ہے جس کا وہ رسول ہے) سو آپ ﷺ صبر کیجئے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی لوگوں نے جھٹلایا اور اور ایذائیں دی ہیں پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ مقررہ جو کسی سے ٹل نہیں سکتا آ گیا وہ ہلاک ہوئے۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؔ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

ترجمہ:......اور (اے نبی!) اگر آپ ❶ پر ان کا منہ پھیرنا شاق گزرتا ہے تو آپ (ﷺ) سے ہو سکے تو کوئی زمین میں سرنگ تلاش کر کے یا آسمان کے لئے سیڑھی پیدا کر کے ان کو کوئی نشان لا دیجئے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا ﴿۳۵﴾ پھر آپ ﷺ ہرگز نادان نہ بن جانا (کہ عذاب کی جلدی کرنے لگو) مانتے تو وہی ہیں جو (دل سے) سن سکتے ہیں ❷ (کفار مردے ہیں) اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی زندہ کرے گا پھر وہ اس کی طرف پھیر کر لائے جائیں گے ﴿۳۶﴾۔

ترکیب:......ان شرطیہ اعراضهم کبر کا فاعل فان استطعت شرط ان تبتغی مفعول استطعت۔ فتأتیهم جواب۔ یہ دونوں شرط اور جواب مل کر شرط اوّل کی جزا ہوئے۔

آیت کا شانِ نزول

تفسیر:......آنحضرت علیہ السلام کی نبوت میں جو کفار کو تامل ہوتا تھا اس کے چند خیالی سبب تھے۔ منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے وقتاً فوقتاً امتحان کے طور پر معجزات کا سوال کرتے تھے اور عادت اللہ یوں جاری نہیں کہ لوگوں کے کہنے پر معجزہ ظاہر کیا جائے اس لئے جب بوقت صلیب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا تو صاف انکار کیا (انجیل)۔ چنانچہ ایک بار حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف چند کفار قریش کے ساتھ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کسی معجزہ کا خواستگار ہوا جس کا ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا اس لئے وہ جماعت اس وقت ایمان نہ لائی۔ یہ بات آنحضرت ﷺ کو (اس لئے کہ آپ ﷺ کی کمال رغبت تھی کہ کسی طرح یہ قوم جو

❶......اگر تیرے دل میں بنی آدم کی ہمدردی کا جوش ہے اور تجھے ان کا منکر رہنا ناگوار گزرتا ہے تو جو تدبیر تجھ سے ہو سکے کر گزر زمین میں سرنگ لگا یا آسمان پر سیڑھی اور ان کی خواہش سے ان کو معجزہ دکھا مگر جب بھی وہ نہ مانیں گے ازلی گمراہ ہیں یہاں ایسا ہی مقدر تھا ۱۲ منہ ❷......یعنی جو دل سے سن سکتے ہیں وہی ایمان لاتے ہیں اور یہ زندہ دلوں کا کام ہے اور منکر مردہ دل ہیں پھر مردوں کو دنیا میں کیا ہدایت ہو گی ان کو اللہ تعالیٰ ہی قیامت میں زندہ کرے گا ۱۲ منہ۔

ہلاکت کے دریا میں غوطہ کھا رہی ہے نجات پاوے) شاق معلوم ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی (۰کبیر)۔فرماتا ہے اگر تجھے اے نبی ﷺ! ان کا اعراض کرنا شاق معلوم ہو تو ہوا کرے اللہ تعالیٰ کو ان ازلی گمراہوں کی کچھ بھی خاطر نہیں۔تو ان سے ایمان کی طمع نہ کر اور مرضیٔ الٰہی بغیر ان کو نشان دکھانا محال ہے (اس کو آسمان تک سیڑھی بنانے اور زمین میں سرنگ لگانے کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو عادتاً محال ہیں) پھر تسلی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور نہیں ورنہ وہ چاہتا تو سب کو راہ راست پر کر دیتا (وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے)۔

پھر اپنی نامرضی کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ ان میں ہدایت کی صلاحیت ہی نہ رہی یہ گمراہ ازلی ہیں ان کی حیات روحانی جاتی رہی اس کو (اللہ تبارک وتعالیٰ) اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ ... الخ کے ساتھ تعبیر فرماتا ہے کہ ان میں سننے کی اور ماننے کی لیاقت ہی نہ رہی جیسا کہ مردوں میں یہ طاقت نہیں رہی ہاں اب مردوں کا زندہ کرنا اسی کے اختیار میں ہے سو وہ دنیا میں تو زندہ نہیں کرے گا نہ ان کو صلاحیت ایمان عطا فرمائے گا ہاں صرف حشر کے روز زندگی باقی ہے سو وہ اس روز زندہ کرے گا پھر اسی وقت یہ لوگ مجبوراً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے دنیا میں تو کرتے نظر نہیں آتے۔جیسا کوئی حاکم کہے کہ یوں تو ہمارے پاس نہیں آتے مگر گرفتار ہو کر آئیں گے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓىٕرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ ع ۱۱

ترجمہ: ...... اور (کافر) یہ بھی کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہ کی گئی؟ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نشانی نازل کرنے پر تو قادر ہے لیکن ان میں سے بہت سے جانتے ہی نہیں ❶ ﴿۳۷﴾ اور جتنے حیوانات زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور جتنے پرندے اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے پھرتے ہیں سب تمہارے ہی جیسے گروہ ہیں ❷ ہم نے کتاب ❸ میں کوئی بات نہیں چھوڑی، پھر وہ سب (کے سب) اللہ تعالیٰ

❶ ...... کہ معجزہ نازل نہ کرنے میں کیا کیا مصلحت ہیں ۱۲ منہ۔ ❷ ...... یعنی جس طرح بنی آدم کے گروہوں کے جدا جدا نام اور اقسام ہیں اسی طرح ان کے بھی چیونٹی سانپ بچھو، چیل چڑیا کوا ہر ایک جنس اور نوع جدا ہے اور اسی طرح ان کی بھی رزق اور اجل مقرر ہے اور اسی طرح ان کو بھی ان کے انواع کے مفید انعام ہوئے ہیں حشرات الارض زمین میں مناسب مواقع پر بل اور سوراخ بناتے ہیں پرند اُونچے اُونچے درختوں میں کس خوبی سے گھونسلے بناتے ہیں کہ جس سے عقلاء کی عقل دنگ ہو جاتی ہے پھر جب حیوانات پر ہماری یہ عنایت ہے تو نوع انسان کو ہم امور آخرت سے کیونکر بے بہرہ چھوڑ دیتے جہاں حکماء عقلاء کی عقل پوری رہنمائی نہیں کر سکتی ہے اس لئے ہم نے انبیاء ﷺ بھیجے اور سب سے اخیر اس نبی علیہ السلام کو بھیجا پھر بار بار کیا ان سے نشانیاں اور معجزے مانگتے ہو ۱۲ منہ۔ ❸ ...... کتاب یعنی لوح محفوظ ۱۲ منہ۔

کے پاس اکٹھے کئے جائیں گے ﴿۳۸﴾ اور جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیرے میں پڑے ہوئے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے ﴿۳۹﴾ کہہ دیکھو تو اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ پڑے یا وہ گھڑی آ جائے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے۔ اگر سچے ہو (تو بتاؤ) ﴿۴۰﴾ بلکہ اسی کو پکارو گے پھر اگر وہ چاہے تو جس مصیبت کے دور کرنے کے لئے اس کو پکارو گے اس کو دور بھی کرے اور جن کو اس کا شریک کرتے ہو ان کو بھول جاؤ ﴿۴۱﴾۔

ترکیب:...... فراء نے کہا ہے ارأیت کا لفظ عرب میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے ایک رؤیۃ العین جب کسی کو کہے گا ارایتک تو اس سے مراد ارأیت نفسک ہے یہ تثنی و مجموع ہوتا ہے ارایتکما ارایتکم۔ دوسرے معنی ارایتک اخبرنی جب ان معنی میں استعمال ہوگا تو تا مفتوحہ لائیں گے ہر حال میں ارایتک ارأیتکما ارایتکم ارایتکن۔ بصریوں کے نزدیک ارأیتک میں کاف جو ضمیر ثانی ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں بلکہ یہ حرف صرف خطاب کے لئے ہے۔ فراء کہتے ہیں کاف تاکید کے لئے نہیں۔

منکرین نبوت کے شبہات کی چوتھی قسم

تفسیر:...... منکرین نبوت کے شبہات کی یہ چوتھی قسم ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ نبی برحق ہیں تو ہمارے کہنے کے موافق کیوں معجزہ نہیں دکھاتے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے مگر اس قسم کے معجزات انجام کار منکروں کے قطع و برید کا باعث ہو جاتے ہیں اور نیز عادت اللہ تعالیٰ بھی یوں جاری نہیں اور ایسے معجزات کا کچھ فائدہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ ایسے منکر پھر بھی ایمان نہیں لاتے پھر نبوت نہ ٹھہری بھان متی کا تماشا ٹھہرا۔ ان سب باتوں کی طرف اس جملہ میں اشارہ کرتا ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اس جگہ ان کے شبہات کا رد کر کے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اثبات کرتا ہے۔ رد اس طرح سے کہ زمین پر چلنے والوں اور ہوا پر اُڑنے والے پرندوں کو خیال کرو کہ ان پر ہماری کیسی رحمت ہے پھر اگر ایسے معجزات میں تمہارے لئے رحمت ہوتی تو ہم ہرگز دریغ نہ کرتے کیونکہ ہم کو قدرت ہے اور قدرت کا ثبوت بھی ان چرند پرند مخلوقات میں غور کرنے سے ظاہر ہے کہ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک اور چڑیا سے لے کر باز سیمرغ تک جس نوع کو دیکھو گے اس کے انتظامات اور آفرینش میں اس کی قدرت کی نشانی دکھائی دے گی اور ثبوت اس طرح پر کہ ان تمام انواع و اقسام حیوانات کو غور کر کے دیکھو تو بھی وہ تمہاری مثل ہیں کھانے میں، پینے میں، چلنے میں، لڑنے میں، ملاپ میں، بچوں کی پرورش اور گھر بنانے میں پھر جب اس رحیم کریم نے ان حیوانات کو بغیر ایک معلم اور سردار کے خالی نہیں چھوڑا، ہاتھیوں میں بھی ایک پیشرو ہے چیونٹیوں میں بھی ایک پیشرو ہے علیٰ ہذا القیاس تو پھر وہ اس اشرف انواع حیوان یعنی انسان کو بغیر معلم روحانی کے کیونکر خالی چھوڑتا اور اس زمانہ میں کہ تمام عالم میں گناہوں کی اور کفر بت پرستی کی گھٹا چھائی ہوئی ہے اس معلم کی زیادہ ضرورت ہے اور اس وقت میں بجز محمد (ﷺ) کے تم کو اور کون دکھائی دیتا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا سے لے کر عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تک یہ بات بتلاتا ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک قسم کے اسرار اور دلائل ودیعت رکھے گئے ہیں مگر کفار اندھے بہرے ہیں ان کو وہاں تک رسائی نہیں۔ ایک فطری بات سے اپنی ذات کا نشان دیتا ہے کہ ان ملحد اور مشرکوں سے پوچھو کہ جب کوئی سخت مصیبت کا وقت آتا ہے تو روح کا میلان اپنی اسی حیز اصلی کی طرف ہوتا ہے اگر مانع نہ ہو اس حالت میں اسی کو پکارتے ہیں پھر وہی خلاصی دیتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ

لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۴۳ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ۝۴۴ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۴۵

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے آپ (ﷺ) سے پہلی اُمتوں کی طرف بھی رسول بھیجے ہیں سو ہم نے ان لوگوں کو خوف اور مرض میں مبتلا کیا کہ (کہیں) عاجزی کریں۝۴۲ پھر جب کہ ان پر ہمارا عذاب آیا تو کیوں نہ عاجزی کی لیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے (بد) کاموں کو (ان کی نگاہ میں) آراستہ کر دکھایا تھا۝۴۳ پھر جب کہ انہیں جس کی نصیحت کی گئی تھی اسے بھول گئے ہم نے بھی ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جو نعمتیں ان کو دی گئی تھیں ان پر اترانے لگے تو ہم نے ان کو یکا یک پکڑ لیا پھر تو وہ نا اُمید ہو گئے۝۴۴ پس ظالم قوم کی جڑ کٹ گئی۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا رب ہے۝۴۵۔

ترکیب:......فلو لا کلمہ تحضیض ہے۔ اذ جاءھم ظرف ہے تضرعوا کا زین جملہ معطوف ہے قست قلوبھم پر ما کانوا مفعول ہے زین کا لھم اس سے متعلق ہے۔

سابقہ امتوں کا انجام

تفسیر:......پہلے ذکر تھا کہ شدائد میں کفار بتوں کو چھوڑ کر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں پھر وہ اپنی رحمت سے ان کی مصیبت دور کر دیتا ہے (غالباً مکہ مکرمہ یا عرب کے بت پرست ایسا کرتے تھے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی قدرت کاملہ کے بھی قائل تھے البتہ بتوں اور تھانوں اور دیگر خیالی معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف کارکن سمجھ کر پوجتے اور ان کو پکارتے تھے جیسا کہ اکثر ہندو کرتے ہیں) اب یہاں یہ بات بتاتا ہے اے نبی (علیک السلام) ان سے بھی بڑھ کر سیاہ دل قومیں گزری ہیں کہ وہ مصیبت کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کو پکارنا بھول گئے تھے پھر جب ان کی یہ حالت ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کے تمام وعظ و نصیحت کو بالائے طاق رکھ دیا تو پھر ان پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے غلے اور میوے ہیں کہ خوب پیدا ہوتے ہیں تجارت اور صنعت میں کامیابی ہے۔ الغرض ہر ایک قسم کی خوشی اور کامیابی دی گئی (جیسا کہ آج کل اہل یورپ اور ان کے ہم خیال لوگوں کو ہے) یہ اس لئے کہ سختی سے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ ہوئے کاش اس راحت اور سرور میں ہی اس کی طرف رجوع کریں مگر یہ بھی نہ ہوا کیونکہ ان کے دل سیاہ ہو گئے تھے وہ اس سختی اور تنگدستی کے زمانہ کو اور پھر اس راحت و سرور کے عہد کو اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ و آزمائش خیال نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی سوء تدبیری اور خوش تدبیری کا نتیجہ کہتے تھے ان کے محقق اللہ تعالیٰ کو وہمی چیز خیال کرنے لگے کہ صاحب ہم نے یوں کوشش کی اور یہ کیا اور یوں تدبیر کی تو یوں راحتیں ہم کو نصیب ہوئیں اور ایسا نہ کیا تھا تو تنگدستی بداقبالی تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے کیا کر دیا اور خدا کیسا۔ جیسا کہ آج کل دہریوں کے خیالات فاسدہ ہیں (مانا کہ عالم اسباب میں بندہ کی خوش تدبیری اور بدتدبیری کو دخل ہے مگر ارضی وسماوی راحت و مصیبت میں کیا دخل ہے اور نیز خوش تدبیری اور بدتدبیری ادھر سے ہے)

پس جب ان کی یہ حالت ہوئی تو ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ناگہانی بلا نازل ہوئی اور وہ قومیں ہلاک ہو گئیں۔ ایسی راحت و سرور کی حالت میں بلا آنا بھی غضب ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ جیسا کہ بابل اور نینوا اور عمورہ کے لوگوں کے پاس انبیاء علیہم السلام آئے تھے۔

فَأَخَذْنٰهُمْ بِالْبَأْسَاءِ . . . الخ پھر ان پر بیماری اور قحط اور بے امنی کی بلائیں بھی نازل ہوئیں لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ تاکہ عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ التضرع التخشع وھو الانقیاد وترک التمرد۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل سخت ہو گئے تھے جن میں الحاد و شہوت و تکبر کے سوا اور کچھ نہ تھا اس پر وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ . . . الخ شیطان نے افعال بد کو ان کی آنکھوں میں خوب چھا دیا تھا کہ وہ ان کو بہت اچھا سمجھتے تھے فَلَمَّا نَسُوْا پھر جب وعظ و نصیحت کو بھول گئے تو فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ان پر راحت اور سرور کے دروازے کھول دیئے امتحان و آزمائش کے لئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے گناہ کرنے پر جب انسان کو سزا نہ ملے بلکہ راحت و کشایش آئے تو اس کو قہر الٰہی سے ڈرنا چاہیے (معالم)۔ کیونکہ یہ ایسی راحت ہے جس طرح پھانسی دینے سے پہلے اس کو ہر قسم کے کھانے پینے کی رخصت دیتے ہیں پھر فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی سینکڑوں نشان ❶ ان کے اُجاڑ شہروں کے اب تک پائے جاتے ہیں یہ ہلاکت کبھی زلزلہ سے ہوئی جیسا کہ کئی سو برس ہوئے کہ اٹلی میں کئی شہر اور ہزاروں آدمی غارت ہو گئے اور کبھی وباء اور قحط سے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ
غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶ قُلْ
اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ
وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۴۹ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ
اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ
قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰ ع ۱۱

ترجمہ:......(اے نبی!) کہو تم دیکھو تو سہی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (اور بھی) معبود ہے جو تم کو انہیں لا کر دیوے۔ دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے دلیلیں بیان کرتے ہیں پھر بھی وہ منہ پھیر لیتے ہیں ۝۴۶ کہو تم دیکھو تو سہی اگر تم پر عذاب الٰہی یکا یک یا کھلم کھلا آ پڑے تو ظالموں کے سوا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟ ۝۴۷ اور ہم رسولوں کو تو صرف خوشی اور ڈر سنانے کو بھیجا کرتے ہیں۔ پھر جو کوئی ایمان لائے اور نیک ہو جائے تو اس پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غم کرے گا ۝۴۸ اور جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو

❶......بابل اور نینوا گو اس وقت کی ترقی اور ترفہ میں لندن اور پیرس سے کچھ کم نہ تھے مگر ان پر کیا موقوف ہے ہزاروں جگہ زمین کھودنے کے بعد شاہی محل اور سلطانی بارگاہوں کے نشان برآمد ہوتے ہیں بہت سے شہر پہاڑ میں سے ایک قسم کا دھات سا گرم مادہ بہنے سے دفعتاً ہلاک ہوتے ہیں اس کے غضب سے ڈرنا چاہیے۔ چند روز ہوئے کشمیر میں بہت لوگ زلزلہ سے ہلاک ہوئے ۱۲ منہ

ان کی بدکاری کی وجہ سے عذاب پہنچے گا۴۹ (اے نبی ﷺ!) کہہ دو! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب داں ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اسی کا پیرو ہوں جو مجھے الہام ہوتا ہے۔ پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے؟ پھر تم کیوں نہیں سوچتے؟ ۵۰

ترکیب:...... ان اخذ اللہ شرط مَنْ اِلٰہ جملہ جواب ارأیتکم میں کاف کوئی اسم مستقل نہیں جس کو ارأیت کا معمول بنایا جائے بلکہ وہ حرف خطاب ہے بعض کہتے ہیں اس کا مفعول محذوف ہے ارأیتکم عبادتکم الاصنام۔

کان، ناک اور دل آلات تدبیر اور رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں

تفسیر:...... وہ ملحد جو کامیابی اور ناکامی کو اپنی تدبیر کا نتیجہ سمجھتے ہیں ان کا جواب دیتا ہے کیونکہ ارضی وسماوی بلیات میں تو کسی کو کلام ہی نہیں کہ وہ عالم غیب سے ہیں وہ یہ کہ انسان کی تمام صنعت اور دانش اور تدبیر کے آلات کان اور آنکھ اور دل ہے اگر ان میں فتور ہے تو پھر کچھ نہیں اور یہ سب اسی کی نعمت ہے اس میں بندہ کو کیا دخل ہے اس کی طرف اس میں اشارہ کرتا ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ ... الخ۔ اور مشرکین پر بھی ایک چابک مارتا ہے کہ بھلا یہ چیزیں تمہارے کون سے معبود کے قبضہ میں ہیں؟ پھر ایسی کھلی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی بہکے جاتے ہیں پھر قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ ... الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ ہم جس طرح فراوی ہوشخص کے بلا پر قادر ہیں اسی طرح قوموں کو عذاب سے جہرۃً کہ اس کے پہلے سے علامات دکھا کر اور بغتۃً کہ بے علامات کے یکا یک آفت بھیج کر بھی ہلاک کرسکتے ہیں کہ جس کے ظالم ہی مستحق ہیں یہاں تک منکرین ذات الٰہی اور نبوت کے شبہات کا جواب دیا جو وہ اپنی دنیاوی نعماء کے گھمنڈ پر طرح طرح کے معجزات طلب کرنے کے پیرایہ میں شبہات کرتے تھے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد:...... اس کے بعد انبیاء علیہم السلام کے بھیجنے کی اصل غرض ظاہر کرتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ ... الخ کہ رسول ﷺ صرف دنیا میں نیک و بدکام کے نتائج خیر و شر سے مطلع کرنے کو آتے ہیں، باقی معجزات سو وہ ہمارے اختیار میں ہیں مناسب جانتے ہیں ظاہر کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ سے جو منکرین کہتے تھے کہ اگر آپ ﷺ نبی برحق ہیں تو ہمیں بہت سامال دیدیجئے یا زمین کے مدفون خزانے بتلا دیجئے۔ اور بعض یہ شبہ کرتے تھے کہ پھر آپ ﷺ کیوں کھاتے پیتے ہیں؟ ان کے جواب میں فرماتا ہے قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ کہ ان سے کہہ دیجئے کہ نہ تو میرے پاس خزانے ہیں نہ میں غیب داں ہوں کہ تم کو دفائن (مدفون خزانہ) بتلاؤں نہ میں فرشتہ ہوں کہ جو نہ کھاؤں نہ پیوں، انسان ہوں اس کی وحی اور الہام کا پابند ہوں۔

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ

وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۵۱ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ

وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ

عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۵۲ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوٓا أَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ أَلَيْسَ اللّٰهُ

بِأَعْلَمَ بِالشّٰكِرِينَ ﴿۵۳﴾ وَإِذَا جَآءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِأٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ أَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهٰلَةٍ ثُمَّ

تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَأَصْلَحَ ۙ فَأَنَّهٗ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْأٰيٰتِ

ع ۶ ۱۲ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾

ترجمہ:......اور (اے نبی!) اس قرآن سے ان لوگوں کو ڈر سناؤ کہ جو اپنے رب کے پاس حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں حالانکہ اس کے سوا ان کا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچے رہیں ﴿۵۱﴾ اور (اپنے پاس سے) ان لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے رب تعالیٰ سے صبح وشام مناجات کرتے ہیں (اور) اسی کی رضامندی ڈھونڈتے ہیں۔ نہ آپ (ﷺ) پر ان کا کچھ حساب ہے اور نہ آپ (ﷺ) کا ہی کچھ حساب ان پر ہے سو اگر آپ (ﷺ) ان کو دھتکار دیں گے تو آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے ﴿۵۲﴾ اور ہم نے ایک کا دوسرے سے ان ہی ❶ سے امتحان کیا ہے تاکہ وہ یہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم میں عنایت کی ہے کیا اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو نہیں جانتا ﴿۵۳﴾ اور جب کہ آپ (ﷺ) کے پاس وہ لوگ آئیں کہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو سلامتی ہو تم پر تمہارے رب تعالیٰ نے اپنے اُوپر مہربانی کرنا لازم کر کے، یہ بات مقرر کر دی ہے کہ جو کوئی تم میں سے نادانستگی سے کوئی برا کام کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا (اور) مہربان ہے ﴿۵۴﴾ اور ہم یوں (اپنی) آیتیں کھول کر بیان کرتے ہیں (تاکہ لوگ سمجھیں) اور تاکہ گنہگاروں کا رستہ (صاف) معلوم ہو جائے ﴿۵۵﴾۔

ترکیب:...... یخافون کا مفعول ان یحشروا جملہ لیس لھم ضمیر فاعل یحشروا سے حال ہے غدوۃ کی اصل غدوۃ ہے۔ العشی کو بعض مفرد کہتے ہیں بعض جمع عشیۃ۔ یریدون حال ہے من شیٔ سے من زائدہ اور شیٔ مبتدا ہے علیک اس کی خبر۔ من حسابھم صفت شیٔ اس پر مقدم ہو گئی اس لئے حال ہو گئی۔ فتطردھم جواب ہے ما نافیہ کا اس لئے منصوب ہو گیا گویا کہ یہ جواب النہی ہے ای لاتطرد۔

آنحضرت ﷺ کو انذار کا حکم

تفسیر:...... پہلے تھا کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی اور ڈر سنانے کو آتے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ کو اس جگہ ڈر سنانے کا حکم ہوتا ہے۔ اور خوف کو اس لئے یہاں ترجیح دی کہ منافع حاصل کرنے سے خوشی کا محل ہے اپنے نفس سے مضرت کا دور کرنا جو محل خطر ہے مقدم اور ارجح ہے۔ اور خوف سنانے میں ان لوگوں کو مخصوص کیا کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے کے دن سے ڈرتے ہیں کہ جہاں اس کے مقابلہ میں نہ کوئی حمایتی ہوگا نہ سفارشی اس لئے کہ دراصل خطرناک باتیں سن کر یہی لوگ پرہیز کیا کرتے ہیں اور جس کو قیامت کا یقین ہی نہیں وہ اس وعظ و پند اور خطرناک باتوں سے منتفع کم ہوتا ہے۔ اور اس میں اثبات حشر کی طرف بھی ایک عجیب لطف کے ساتھ ایماء ہے اور منکرین حشر پر وہ تعریض ہے جو نفس پر اثر کرتی ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اَلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ . . . الخ سے مراد کفار

---

❶......یعنی ہم نے دنیا میں امیر و غریب پیدا کئے اس امتحان کے لئے کہ امیر نیک غریبوں کو ان کی حالت میں دیکھ کر ان پر تکبر و نخوت کرتے ہیں یا اپنی نعمت کا شکر یہ ۱۲ منہ۔

ہیں کیونکہ ڈر تو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے سے انہیں کو ہونا چاہیے سو ان کا ڈرنا زیادہ مقصود ہے اور قوی یہ ہے کہ آیت میں عموم ہے۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ چونکہ انذار کا حکم ان کے لئے تھا کہ جو قیامت پر ایمان رکھتے اور اپنے رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہونے سے اپنے قصور اعمال کی وجہ سے ڈرتے ہیں۔ اور جب کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اس وقت مکہ مکرمہ میں بیشتر غرباء اور فقراء ہی قیامت پر ایمان لانے والے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے جن کو مکہ مکرمہ کے دولتمند اور رئیس کفار بنظر حقارت دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل ہونے کا مستحق نہ سمجھتے تھے اور بلکہ وہاں سے نکالے جانے کے قابل دنیا پر قیاس کر کے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کو یہ حکم ہوا کہ تم ان پاک بازوں کو کہ جو صبح اور شام اللہ تعالیٰ کو اللہ ہی کے لئے پکارتے اور یاد کرتے ہیں عام ہے کہ نماز پڑھنے یا ذکر کر کے یا دعاء کرنے سے ہو یعنی یہ گروہ طالبان مولیٰ ہے۔ ان کی حقارت و ذلت ظاہری کا اے مخاطب! تجھ سے کچھ حساب نہیں اور نہ آپ ﷺ کا کچھ محاسبہ ان سے نہ ہے یعنی یہ کسی کا کیا لیتے ہیں اور کسی کو کیا دکھ دیتے ہیں جو ان سے اعراض کیا جائے اور جو ان سے اعراض کرے گا تو خود خسارہ میں پڑے گا اور دولت اور اس کے اسباب مفاخر ہمارے ہاں کوئی عزت و امتیاز کی علامت نہیں۔ یہ دنیا میں ایک دوسرے کی آزمائش کے لئے ہے تا کہ غریب کو دیکھ کر امیر شکر بھی کرتا ہے کہ نہیں اور تا کہ متکبر لوگ ان فقراء کو دیکھ کر طعن کی راہ سے یہ کہیں کہ کیا وہ یہی ہیں کہ جن پر ہم میں سے اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے کہ ان کو دینی بزرگی دی؟ یا یوں کہو کہ مفلس لوگ اغنیاء کو دیکھ کر یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نعمت دی ان کو شکر، ہم کو صبر کرنا چاہیئے اور جو شکر کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے مخفی نہ رہے گا۔

توبہ و اعمال صالحہ سے گناہوں کی معافی:...... پھر اس جماعت کی نسبت حکم دیتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! جیسا یہ تیرے پاس آئیں تو آپ (ﷺ) ان کو سلام کہیں اور یہ مژدہ سنائیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اپنی ذات پر مہربانی کرنی لازم کر لی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نادانستگی سے گناہ کر لے گا پھر اس کے بعد تائب اور صالح ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا نہ آنحضرت ﷺ نے اس گروہ کو اپنے پاس نکالا تھا نہ نکالنے کا قصد کیا تھا بلکہ یہ حکم صرف ان متکبرین کے مقابلہ میں دیا گیا ہے تا کہ ان کی عزت و حرمت ثابت ہو۔

آیت کا نزول و سبب نزول:...... عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس جماعت کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور بلال و سالم و ابوعبیدہ و مصعب بن عمیر و جعفر و ابن مظعون و عمار بن یاسر و ارقم بن ابی ارقم و ابوسلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، سلمان رضی اللہ عنہ اور خباب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ یہ ہمارے لئے نازل ہوئی ہے، آنحضرت ﷺ ہم فقراء کے ساتھ نہایت انس و محبت کے ساتھ بیٹھے تھے۔

چونکہ یہ سورۃ باتفاق مفسرین مکہ میں یکبارگی نازل ہوئی اس لئے اس کی ہر ہر آیت کے لئے ایک جداگانہ شان نزول ہونا خیال میں نہیں آتا کہ فلاں آیت یہ ہوا تھا تو نازل ہوئی اور فلاں اس میں۔ اس لئے ان آیات کے صاف صاف معنی ہم نے اوپر بیان کر دیئے جس میں کوئی قصہ طلب بات نہیں کہ جس کے لئے کوئی خاص شان نزول تلاش کرنا پڑے۔ لیکن مفسرین نے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ... الخ کے لئے مختلف شان نزول نقل کئے ہیں۔ تفسیر کبیر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بار آنحضرت ﷺ کے پاس قریش کے معززوں کی ایک جماعت گزری اور آپ ﷺ کے پاس اس وقت صہیب رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ و خباب رضی اللہ عنہ وغیرہم فقراء حاضر تھے ان کو دیکھ کر قریش نے کہا کہ آپ (ﷺ) نے کیا انہیں کو پسند کر لیا؟ اب ہم ان کے مطیع بنیں اگر آپ (ﷺ) ان کو دھتکار دیں تو شاید ہم لوگ آپ (ﷺ) کے تابع ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے اس سے انکار کیا۔ پھر کہا اچھا جب ہم آئیں تب ان کو

اُٹھا دیا کریں۔ اس پر آپ ﷺ نے کفار قریش کے ایمان لانے کے لئے ہاں کردی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ معالم التنزیل میں اقرع بن حابس تمیمی وعیینہ بن حصن فزاری کا قصہ لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بات چاہی تھی۔ اور ممکن ہے کہ انہوں نے بھی تنفر کیا ہو۔ فقیر کے نزدیک اس شان نزول کے معنی وہ ہیں جو مقدمہ تفسیر میں ذکر ہوئے کہ مکہ مکرمہ کے سرداروں نے یا اور متکبروں نے فقراء المسلمین کے ساتھ مل کر بیٹھنا پسند نہ کیا اس پر آنحضرت ﷺ کے دل میں ان آیات نازل شدہ کا القاء ہوا۔ گویا یہ القاء ہونا، نازل ہونا ہے۔ اس تقدیر پر سب روایات میں بشرط ثبوت توافق ممکن ہے، واللہ اعلم

فائدہ: ابن عامر بالغذوۃ والعشی کو اس جگہ اور سورۂ کہف میں واو اور ضمہ غین سے پڑھتے ہیں اور باقی بالالف پڑھتے ہیں جیسا کہ زکوٰۃ وصلوٰۃ کو نکرہ سمجھ کر۔

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۝۵۶ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ۝۵۷ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ۝۵۸ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝۵۹ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۶۰ ع ۱۲

ترجمہ:......(اے نبی! ان سے) کہہ دو کہ بیشک مجھے ان چیزوں کے پوجنے سے ممانعت کردی گئی ہے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو (اور یہ بھی) کہہ دو میں تمہاری خواہشوں کی پیروی کرنے والا نہیں۔ (اگر ایسا کروں) جب تو میں گمراہ ہو چکا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہا ۵۶ کہہ دو میں تو اپنے رب تعالیٰ کے ہاں کی ایک دلیل پر ہوں حالانکہ تم اسے جھٹلا چکے ہو۔ جس کی تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہیں۔ بیشک حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ جو حق بیان فرماتا ہے اور وہ سب عمدہ فیصلہ کرنے والا ہے ۵۷ کہہ دو اگر میرے اختیار میں وہ بات ہوتی کہ جس کی تم جلدی کررہے ہو تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہی ہو چکتا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے ۵۸ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بجز اس کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اور اس کو خشکی اور تری کی سب چیزیں معلوم ہیں۔ اور کوئی نہیں ایسا پتہ نہیں جھڑتا کہ جس کو وہ نہ جانتا ہو اور نہ کوئی ایسا دانہ زمین کی

اندھیریوں میں ہے۔ اور نہ کوئی ایسی تر اور خشک چیز ہے کہ کتاب مبین میں نہ ہو (یعنی لوح محفوظ میں) ۵۹ اور وہی تو ہے جو رات کو تمہیں مردہ کرتا ہے۔ اور تم نے جو کچھ دن میں کیا ہے اس کو بھی جانتا ہے پھر تم کو دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تا کہ وعدۂ مقررہ پورا ہو۔ پھر تم کو اس کی طرف پھر کر جانا ہے پھر وہ تم کو بتلائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے ۶۰۔

ترکیب:...... اذا ای ان اتبعتہا گویا قد ضللت و ما انا جواب ہیں شرط محذوف کے۔ مفاتح جمع مفتح بالفتح کی جس کے معنی خزانہ کے ہیں اور مفتح یا مفتاح بمعنی کلید اس کی جمع مفاتیح آتی ہے الا فی کتاب ای الا ھو فی کتاب۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کے پوجنے کی ممانعت

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ ہم آیتیں (دلائل) بیان کرتے ہیں تا کہ گنہگاروں کا طریقہ معلوم ہو جائے کیونکہ جو آیات الٰہی کے خلاف طریق ہے وہ گنہگاروں کا راستہ ہے۔ اب یہاں وہ گنہگاروں کا راستہ بتلاتا ہے کہ ان مشرکوں سے کہہ دو مجھے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی چیز کے پوجنے کی ممانعت کر دی گئی ہے اور ان سے یہ کہہ دو کہ یہ بلا دلیل و برہان جو تم نے اپنے اوہام باطلہ سے سینکڑوں معبود بنا رکھے ہیں میں تمہارا اس امر میں کہنا نہ مانوں گا اگر ایسا کروں تو گمراہ ہو جاؤں اور یہ بھی کہ توحید پر جو میں قائم ہوں میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف کی دلیل ہے کہ جس کو تم نہیں جانتے وہ یہ کہ اس کے سوا جو کچھ ہے محتاج ہے پھر محتاج کا پوجنا کس عقل کا حکم ہے۔

بت پرستوں کا عذاب الٰہی کا مطالبہ:...... آنحضرت ﷺ ان کی بت پرستی پر ان سے عذاب الٰہی کا آنا ذکر کرتے تھے اس کو سن کر وہ جھوٹ جان کر یہ کہتے تھے کہ اچھا ابھی وہ عذاب آ جائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر بات کا وقت مقرر ہے اس کی مصلحت اور اس کے حکم کی وجہ سے اور نیز انتظام عالم بھی یہ نہیں کہ جہاں بندوں نے سرکشی کی ان پر آسمان پر سے پتھر برسا کر ان کو ہلاک کر دے۔ اس لئے حضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دو وَمَا عِندِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ کہ جس کی تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے قبضہ میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں ابھی فیصلہ ہو جاتا یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم میں ہیں جو ہر چیز کی مصلحت جانتا اور اسی کے موافق کارروائی کرتا ہے إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ اس کے حلم و تحمل سے یہ نہ خیال کرو کہ وہ تمہیں بھول گیا یا وہ تم سے واقف نہیں بلکہ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ کہ وہ خوب جانتا ہے۔ پھر اپنی غیب دانی ظاہر فرماتا ہے۔

مفاتیح الغیب کی تفسیر و معنی:...... وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ مفتح بالفتح خزانہ اس سے استعارہ ہے مکان غیب کی طرف گویا وہ ایک خزانہ ہے جس میں امور غیب سر بمہر رکھے ہوئے ہیں کہ جن تک بجز ان خزائن کے مالک حق سبحانہ کے اور کسی کی رسائی نہیں یہ معنی ہوئے کہ وَعِندَهُ خَزَائِنُ الْغَيْبِ اور بالکسر بمعنی مفتاح یہ معنی ہوں گے اے عندہ' مایتوصل بہ من خزائن الغیب یعنی سب ممکنات پر اسی کو قدرت ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنَزِّلُهُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۲۱ تمام عالم خواہ جواہر خواہ اعراض سب کا فاعل یعنی پیدا کرنے والا وہی ہے اور فاعل مختار کو اپنے مصنوعات کا علم ہونا ضروری بات ہے۔ یا یوں کہو وہ تمام مخلوقات کا مبدء ہے اور مبدء کا علم آثر کے علم کو مقتضی ہے جس سے اس کا تمام عالم کا عالم ہونا لازم آیا۔ یہ ایک ایسا حکم عقلی ہے کہ جس پر احاطہ کرنا عقول صافیہ کا کام ہے عالم حس کے باہر جس قدر بطون ہیں وہ ہمارے لحاظ سے سب عالم غیب ہیں پھر ان میں جو کچھ ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں۔ پھر اس حکم عقلی کی توضیح کے لئے عقول عامہ کے سمجھانے کے واسطے چند نمونے بیان کرتا ہے۔

۱)...... وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کہ وہ خشکی اور تری کی سب چیزیں جانتا ہے۔ جب انسان بر یعنی جنگل اور اس کی وسعت اور اس کے پہاڑوں اور غاروں اور بے شمار درختوں اور جڑی بوٹیوں کو تختۂ خیال پر رکھ کر نظر کرے گا اور پھر سمندر کی وسعت اور اس کی بے شمار

مخلوقات کا تصور کرے گا اور سب کو اس کے بحر علم کا ایک قطرہ سمجھے گا تو کسی قدر مفاتح الغیب کے معنی ذہن نشین ہوں گے۔

۲)......وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا کہ برگ چیزوں کا علم اجمالی نہیں بلکہ ہر ایک پتے کو بھی جانتا ہے تو اور بھی ذہن میں وسعت ہوگی۔

۳)......وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ کہ بھلا جو چیزیں تمہیں دکھائی دیتی ہیں اور ظاہر ہیں ان کا علم تو ہے ہی وہ تو زمین کے اندر مخفی چیزیں بھی جانتا ہے۔ یہاں سے عالم غیب کی طرف ذرا سا رخ کیا۔

۴)......وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کہ اس سے بھی آگے بڑھو تمام کائنات اور جو کچھ کہ ہو چکا ہے یا آئندہ ہوگا وہ سب کتاب مبین میں ہے کتاب مبین لوح محفوظ یعنی اس کے علم کا ایک مرتبہ یہ عجب نورانی تختہ ہے کہ جس میں تمام کائنات کا عالم ظہور میں آنے سے پیشتر ہی نقشہ کھینچ گیا ہے یعنی ازل میں، پھر اسی کے مطابق ہو رہا ہے اس کے بعد عالم حشر میں جمع کرنے اور مار کر زندہ کرنے اور وہاں جزاء و سزا دینے پر قادر ہونا انسان کی روزمرہ، حالت سے ثابت کرتا ہے جو اس کی ان باتوں پر قدرت رکھنے کا پورا پورا فوٹو ہے یا عکسی تصویر۔ اور وہ انسان کا ہر روز مرنا اور صبح کو زندہ ہو جانا یعنی جاگنا اور سونا ہے۔ سوتے میں گو روح کی جسم سے مفارقت نہیں ہوتی مگر عالم حس سے منہ پھیر کر عالم خیال میں اپنی مدرکات کی سیر کرنے اور ان کے نتائج دیکھنے میں جیسا کہ خواب میں ہوتا ہے موت کے ساتھ کہ اس وقت اس عالم سے غفلت اور دوسرے عالم میں اپنے کئے کو دیکھتا اور ادھر متوجہ ہوتا ہے پوری پوری تشبیہ ہے سو اس کو وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ......الخ میں بیان کرتا ہے۔ اعجاز بیان اس کو کہتے ہیں ❶۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:......اور وہی اپنے بندوں پر بالادست ہے اور وہ تم پر (ملائکہ) نگہبان کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آجاتی ہے تو اس کو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) قبض کر لیتے ہیں اور وہ کمی نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے آگے حاضر کئے جاتے ہیں جو ان کا برحق مالک ہے۔ دیکھو اسی کا حکم ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ﴿۶۲﴾۔

ترکیب:...... ویرسل ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو اور یہ بھی کہ یتوفکم پر معطوف ہو۔ مولٰھم الحق دونوں اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں الحکم مبتدا لہ خبر مقدم۔ وھو اسرع ... الخ جملہ لہ ضمیر سے حال بھی ہو سکتا ہے اور معطوف بھی جملہ مُقدمہ پر۔

رب تعالیٰ کا قبضہ و اقتدار اور نگہبانی

تفسیر:......اس جگہ اور دوسری طرح سے اپنی قدرت اور حساب و حشر کا برحق ہونا بھی انسان کی حالت اندرونی و بیرونی سے ثابت کرتا ہے تا کہ اس بے صبرے انسان کو جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر اور بن دیکھے مرنے کے بعد کے حالات پر تردد کرتا ہے یقین ہو جائے (۱)

❶......سبحان اللہ کس لطف کے ساتھ مشرکوں کا برا طریقہ اور اس برے طریقہ پر چلنے والے کو سزا اور اپنا اس سزا پر قادر ہونا بیان کیا ہے اور اپنی ذات و صفات کے متعلق کس قدر اسرار میں فرمایا گیا ہے کہ جس کا مثل بیان کرنا بشر سے محال ہے ۱۲ منہ۔

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ کہ اس کا اپنے بندوں پر قبضہ واقتدار ہے جب انسان اپنی ابتدائے آفرینش کو دیکھتا ہے کہ ایک پانی کا قطرہ تھا پھر رحم میں اس کے ہاتھ پاؤں ودیگر اعضاء کا درست کرنا، ہر چیز اس کے موقع پر لگانا، قویٰ عطا کرنا اور پھر کشاں کشاں اس کو باہر لانا اور ہر طرح کے کمالات جسمانی اور روحانی سے مزین کرنا اور پھر بے اختیار اس کو کشاں کشاں دوسرے عالم کی طرف منزل بمنزل لے جانا جب تک اس عالم کے منازل طے کرتا تھا (اور وہ منازل اس کی حیات کے لیل ونہار ہیں) تو اس پر اس کی طرف کے نگہبان مقرر تھے یعنی ملائکہ جو اس کو بلیات سے محفوظ رکھتے تھے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے ❶ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اور مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ اور وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ اور وہ اس کے اعمال بھی لکھتے ہیں اور اس کے قوائے بدنیہ بھی نگہبان الٰہی ہیں۔ (۲) اور جب دوسرے عالم کی سڑک پر آیا تو حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا اس کے اس جسم سے تعلقات منقطع کرنے کے لئے اور اس جسم سے (جس کی حفاظت گلنے سڑنے سے روح کرتی تھی اور روح کے کمالات کا جسم آلہ تھا) تعلق بستہ کو کاٹنے کے لئے ملائکہ کا آنا۔ (۳) اور پھر اس کو مولیٰ حق کے پاس لے جانا اس کے قبضہ واقتدار اور بندہ کے عجز کی پوری دلیل ہے اس سفر کا اس میں انسان کی بے کسی اور اضطراری کا ہر شخص مقر ہے آخر کوئی تو ہے جو اس کا دل چاہے یا نہ چاہے مگر اس کو جوان پھر بڈھا کرتا ہے اس کے سفر کے یہی منازل ہیں کہ جس میں بے اختیار گھسٹا جاتا ہے۔ اگر کہو انسان کے قویٰ جب کم تھے صغرسنی تھی اور جب زیادہ ہوتے گئے جوانی شروع ہوئی اور جب کم ہونے شروع ہوئے تو بڑھاپا آیا اور جب کم ہو گئے یا کوئی عارضہ پیش آ گیا چراغ ٹھنڈا ہو گیا (اور یہی موت ہے اور یہ تمام حیوانات بلکہ نباتات میں بھی ہے) تو اس پر یہ کہا جائے گا کہ آخر ان قویٰ میں کسی کا تصرف ہے کون کم زیادہ کرتا ہے، کون کمی زیادتی کے اسباب بہم پہنچاتا ہے، ضرور وہ اس کے جسم سے باہر اور شخص ہے سو وہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں کہ جس کی طرف تمام علل واسباب کا سلسلہ تمام ہوتا ہے: رد کا لفظ یہ بتلا رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہی پاس سے آیا تھا جو پھر وہیں چلا ہے۔ اس کے قبضے کے بعد اَلَا لَهُ الْحُكْمُ گویا دلیل پر نتیجہ مرتب کر دینا ہے حکم فطری اور شرعی سب اسی کو ہیں۔ اور اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ میں انسان کی اس مہلت چندروزہ کی بے ثباتی کی طرف اشارہ ہے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

ترجمہ: ......(اے نبی! ان سے) پوچھو کون ہے جو جنگل اور دریا کی اندھیریوں سے بچا کر لایا کرتا ہے جس سے نہایت عجز اور چپکے چپکے دعا کیا

❶...... ان آیات میں وجود ملائکہ پر تصریح ہے کیونکہ اعمال کا لکھنا قویٰ کا کام نہیں ۱۲ منہ۔ ●...... خفیة ضد آشکارا، یہ عام قراء کا مذہب ہے۔ عاصم کی روایت میں کسرہ ہے یہاں بھی اور اعراف میں بھی، خفیۃ: اوّل اخفاء سے دوم خوف سے ہوگا۔ معالم ۱۲ منہ

کرتے ہو۔ (اور کہتے ہو) اگر تو نے ہم کو اس بلا سے بچادیا تو ضرور ہم تیری شکر گزاری کیا کریں گے⊕ (سوان سے) کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تم کو اس بلا سے اور ہر بے چینی سے نجات دیا کرتا ہے پھر بھی تم شریک ٹھہراتے ہو⊕ کہہ دو وہی اس بات پر (بھی) قادر ہے۔ کہ تم پر اُوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب نکال کھڑا کردے یا تم میں نا اتفاقی ڈال دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھادے۔ دیکھو ہم کیونکر پھیر پھیر کران سے آیتیں بیان کررہے ہیں تا کہ وہ سمجھیں⊕۔

ترکیب:.....تدعونہ موضع حال میں ہے ضمیر مفعول سے جو ینجیکم میں ہے اسی طرح تضرعاً و خفیۃ بعض نے خفیۃ کو خیفۃ بھی پڑھتا ہے من الخوف۔ من فوقکم او من تحت متعلق یبعث۔

کمالاتِ قدرت ورحمت پر دلائل

تفسیر:..... یہ ان دلائل میں سے جو اس کے کمالات وقدرت اور رحمت پر دلالت کرتے ہیں ایک اور قسم ہے عرب کے مشرکین جنگلوں اور سمندر میں تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے پھر جب وہ جنگل کی اندھیریوں میں جورات اور ابر اور درختوں کی وجہ سے زیادہ ہوا کرتی ہے راہ بھول جاتے یا کسی مصیبت میں گرفتار ہوتے تھے۔ اسی طرح سمندر میں رات اور ابر کی اندھیریوں میں جب دریا میں طوفان آتا اور گویا موت کے دروازہ پر پہنچ جاتے تب اس وقت نہایت گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے اور دعاء کرتے کہ اگر اب کے اس سے بچادیا تو ہمیشہ شکر کیا کریں گے۔ اس حال کو اللہ تعالیٰ یاد دلا کر فرماتا ہے کہ ایسی حالت میں اور اسی طرح ہر بے قراری کے وقت وہی نجات دیتا ہے پھر تم اس کے ساتھ اوروں کو شریک بناتے ہو؟۔

مقصود یہ ہے کہ ایسی شدت کے وقت انسان فطرتی طور پر اپنے اصلی مرکز اور حقیقی معبود کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اس وقت عوارض وہمانیہ دور ہو جاتے ہیں پس اگر دراصل صرف ایک وہی مدبر عالم اور کارساز نہیں ہے تو اس کی طرف ایسی بے قراری میں رجوع کیوں ہے اور اس رجوع کے بعد مشکل کشائی کیوں ہے؟ اس آیت میں شرک منفی کے رد کی طرف بھی اشارہ ہے اس لیے کہ ایسی حالت میں چار باتیں ہوتی ہیں۔ (۱) دعاء، (۲) تضرع، (۳) اخلاص بالقلب جیسا کہ خفیہ سے ثابت ہے۔ (۴) ہمیشہ شکر گزاری کرنے کا وعدہ جیسا کہ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ سے ثابت ہے اور جب انسان اس تہلکہ سے نجات پا کر اپنی اس حالت کو بھول گیا اور اسباب ظاہرہ کی طرف منسوب کیا تو شرک ہوا۔

حالتِ حضر سے قدرت و یکتائی پر دلیل:..... قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى... الخ یہاں حالت حضر سے اپنی قدرت و یکتائی پر دلیل قائم کرتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ جنگل اور دریا ہی میں اس کے قبضہ میں تھے حضر میں نہیں، بلکہ وہ حضر میں بھی تم کو کئی طور سے ہلاک کرنے پر قادر ہے یا تو اوپر سے یعنی آسمان سے کوئی عذاب نازل کرے پھر پتھر برسائے، ژالہ باری کرے، بجلی سے تباہ کردے یا نیچے سے عذاب بھیج دے، زلزلہ خسف، بہتیری باتیں ہیں یا تم میں باہم پھوٹ ڈال کر ایک دوسرے کا عذاب چکھادے۔

اتفاق واتحاد نعمت اور برکت کا سبب ہے:..... باہم اتفاق عجیب نعمت و برکت ہے گھر میں ہو تو گھر کا لطف قوم اور ملک اور ملت میں ہو تو اور بھی لطف، اس کے خلاف میں ویسا ہی عذاب دیتا ہے۔ بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تین چیزیں مانگیں جن میں سے دو ملیں ایک نہ ملی یہ بھی منظور ہوا کہ تیری امت پر کوئی غیر مسلط ہو کر استیصال نہ کرنے پاوے گا اور یہ بھی کہ قحط سے ہلاک نہ ہوں گے۔ مگر تیسری بات کہ آپس کی پھوٹ نہ ہو، یہ دعاء قبول نہ ہوئی۔ اس لئے عہد خلفاء رضی اللہ عنہم سے لے کر پھوٹ شروع ہوئی وہ برکت جاتی رہی گو اور مذاہب میں بھی پھوٹ ہے۔ اس میں مذہبی اختلاف بھی آ گیا۔ اس کی حکمت غامضہ ہے۔

فائدہ: عاصم حمزہ کسائی نے یُنَجِّیْکُمْ کو بالتشدید باقی نے بالتخفیف پڑھا ہے، نجّا اور نجا ایک معنی میں آیا ہے۔ الشیع الشیعۃ کی جمع ہے جیسا کہ الشیاع ہے۔ شیعۃ ایک دوسرے کے تابع، یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا یخلط امرکم۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۭ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ
مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ
عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ
بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا
وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ
لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ
مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ
اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۱۴

ترجمہ:......اور آپ (ﷺ) کی قوم نے تو اس کو جھٹلا دیا حالانکہ وہ حق تھا۔ تو کہہ دو کہ میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ﴿۶۶﴾ ہر ایک پیشین گوئی کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور تم ابھی جان لو گے ﴿۶۷﴾ اور جب کہ آپ (ﷺ) ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں تو ان سے ٹل جاؤ جب تک کہ وہ کسی اور بات میں نہ لگیں۔ اور جو کبھی آپ (ﷺ) کو شیطان فراموش کرا دے تو آپ (ﷺ) یاد آنے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھیں ﴿۶۸﴾ اور پرہیزگاروں پر ان ظالموں کی کچھ بھی جواب دہی نہیں البتہ نصیحت کر دینا چاہیے شاید وہ ڈرنے لگیں ﴿۶۹﴾ اور (اے نبی ﷺ!) جنہوں نے کہ اپنا دین کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے ان کو چھوڑ دو اور ان کو تو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور ان کو اس (قرآن) سے نصیحت کرتے رہو تا کہ کوئی شخص اپنے اعمال میں باندھا نہ جائے ❶ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے۔ اور وہ جس قسم کا بھی تاوان دے گا تو اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ یہی ہیں وہ لوگ کہ جو اپنے اعمال میں گرفتار کئے جائیں گے۔ اور ان کو کھولتا ہوا پانی ملے گا اور ان کے کفر کی وجہ سے ان کو (سخت) عذاب الیم ہوگا ﴿۷۰﴾۔

ترکیب:...... لست علیکم متعلق ہے وکیل سے۔ مستقر مبتدا الکل خبر من شئی من زائدہ ہے من حسابھم حال ہے والتقدیر شئی من حسابھم۔ ان تبسل مفعول لہٗ ہے ای مخافۃ ان تبسل الابسال المنع، ای ترتھن فی جھنم بما کسبت فی الدنیا

❶......گرفتار نہ کیا جائے۔

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) و قیل (تبسل تفضح و تهلک) ان تبسل ای لان لا تبسل ای لا تسلم نفس للهلاک بما کسبت۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدایت قبول کروانا لازم نہیں

تفسیر:......ان خوف وعذاب کی باتوں کو سن کر بجائے تصدیق وعبرت کے مکہ مکرمہ کے مشرکین ان کی تکذیب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب آنے کا وعدہ لیتے تھے کہ اگر فلاں روز عذاب آیا تو ہم تیری مان لیں گے اور اسلام قبول کر لیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان حق باتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم نے جھٹلا دیا (بعض کہتے ہیں کہ بہ کی ضمیر قرآن یا اسلام یا الیوم الموعود کی طرف پھرتی ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا ہدایت قبول کرانا لازم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ذمہ دار نہیں اور رہا ان کے کہنے پر عذاب یا قیامت کا آنا سو یہ بھی نہیں کیونکہ ہر بات اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جو بہت سے مصالح اور انتظام عالم کے لحاظ سے ایک وقت پر منحصر ہے تمہاری جلدی اور نادانی سے اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ابھی آسمان سے پتھر برسا کر یا آندھی یا زلزلہ کے صدمہ سے نسل قطع کر دے۔

ارکان اسلام کے ساتھ تمسخر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت:......وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ، مشرکین مکہ تکذیب کے سوا قرآن مجید اور ارکان اسلام کے ساتھ تمسخر بھی کیا کرتے تھے۔ ایک احمق نے تمسخر کی کوئی بات کہی دس بیس لڑکوں نے اس کے ساتھ قہقہہ لگایا۔ اس سے مسلمانوں کو جو اتفاقاً ان کی مجالس میں جا بیٹھتے تھے بڑا رنج ہوتا تھا اور طبیعت مکدر ہوتی تھی اس لئے حکم آیا کہ تم وہاں نہ بیٹھو۔ اُٹھ کھڑے ہوا کرو کیونکہ منع کرنے اور رد کی تو قدرت نہیں اب وہاں بیٹھ کر ان کی محفل میں شریک ہونا اور اسلام کا مضحکہ اُڑوانا ناروا ہے یہاں تک کہ وہ اور باتوں میں لگ جائیں۔ یا یوں کہو کہ ان کی محفل میں نہ بیٹھو تا کہ اس کے بعد وہ اور دوسری بات میں تمسخر نہ شروع کریں اور جو بھولے سے بیٹھ جاؤ تو جب یاد آجائے تو ان کے پاس اُٹھ کھڑے ہوا کرو۔ جب کفار کی یہ عادت تھی کہ وہ عموماً اپنے جلسوں میں اسلام کی ہجو کرتے تھے اور ایسے جلسوں میں اہل اسلام کو ان کے ساتھ شریک ہونے کی ممانعت ہوگئی تو ان کو وعظ ونصیحت کیونکر؟ اس بات سے اہل اسلام کو فکر ہوئی کہ ہمارا منصب وعظ ترک ہوا یہ لوگ جو معاصی وشرک کریں گے نہ ممانعت کرنے سے ہم سے بھی مواخذہ ہوگا اس لئے یہ فرمادیا وَمَا عَلَى الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ کہ پرہیزگاروں پر یعنی اہل اسلام پر ان کفار کا کچھ حساب دینا نہ ہوگا کیونکہ جو گناہ کرتا ہے وہی اس کا بدلہ پاتا ہے اپنے برے اعمال کے خود ہی ذمہ دار ہیں نہ کہ اہل اسلام۔ وَلٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ہاں جہاں تک ممکن ہو ان کو نصیحت کر دینی چاہیے تا کہ وہ بھی پرہیزگاری اختیار کریں کفر و بت پرستی سے باز آئیں۔ نصیحت کے لئے ان کی مجالس میں شریک ہونے کی اجازت ہوئی۔

اہل کفر کے شان وشوکت اور تجمل سے متاثر ہونے کی ممانعت:......اس کے بعد ان کفار کے دین کا لغو ہونا اور آخرت میں معذب ہونا ظاہر کر کے ان سے بے اعتنائی اور آنکھوں میں ان کی بے وقاری پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے بقولہ وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا... الخ کہ ان لوگوں کو چھوڑ دو یعنی دل میں ان کے تجمل اور ان کے برخلاف ہونے کو کچھ جگہ نہ دو یہ تھوڑی سی زندگی ہے جس نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اس پر ریجھے ہوئے ہیں۔

اہل کفر کا انجام:......پھر تو عالم آخرت میں انسان اپنے کئے سے ماخوذ ہوگا نہ وہاں کوئی اللہ تعالیٰ سے زبردستی بچا سکے گا۔ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ اور نہ کوئی سفارش کر سکے گا وَّلَا شَفِیْعٌ اور جو کچھ تاوان یا بدلہ فدیہ دے کر چھوٹنا چاہے گا جیسا کہ دنیا میں جرمانہ بھگت کر جسمانی سزا سے بچ جاتے ہیں سو یہ بھی قبول نہ ہوگا شَفِیْعٌ ، وَاِنْ تَعْدِلْ کُلَّ عَدْلٍ لَّا یُؤْخَذْ مِنْهَا پھر وہاں ان کے لئے کیا ہے؟ شراب حمیم

جہنم کا گرم کھولتا ہوا پانی پینے کو اور عذاب الیم سدا جینے کو ہوگا۔ یہاں کی یہ چند روزہ زندگی اور عیش ونشاط وہاں کے عذاب اور رنج وہموم دائمی کے مقابلہ میں عمر قیدی کے لئے رات کا احتلام ہے (بدخوابی) اس پر یہ غرور یہ غفلت۔

اہل کفر کے دو بُرے وصف:..... کفار کا نام لے کر ترک کرنے کا حکم نہ دیا کیونکہ پھر تو شخص خاص سے بحث ہو جاتی جو الہام اور نبوت کے فیض عام کے منافی ہے بلکہ ان کفار کے دو وصف بد ذکر کئے جس سے معلوم ہو کہ صرف انہیں وصفوں کی وجہ سے ان سے حسد نفرت کا حکم دیا وہ یہ ہیں۔ (۱) اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا کہ انہوں نے کھیل کود کو اپنا مذہب بنا رکھا ہے حالانکہ مذہب اور دین تو وہ باتیں ہونی چاہئیں جو اس کی روح کو منور اور دنیا میں اصلاح کریں اور جب عبادت شہوت پرستی ہوئی تو اس شخص کی زیان کاری کا کیا ٹھکانا ہے؟۔

کس شائستہ طور سے کفار کے مذہب کا بطلان فرمایا۔ اگر آپ غور کر کے دیکھئے گا تو کفار کی ہر عبادت شہوت پرستی ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے بڑے بڑے معابد کے میلے، وہاں گانا اور ناچنا اور عورت مردوں کا بے حیا طور پر ملنا ہے اور کچھ نہیں بخلاف حج کے کہ وہاں بجز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح عبادت کیا ہے بھجن، گانا بجانا، بھنگ پینا۔ اسی طرح عیسائیوں کے مذہب کو خیال کر لیجئے چونکہ یہ مذہب ابتداء سے حقانی تھا اس لئے اس میں کچھ آثار اس کے بھی باقی ہوں تو موجودہ مذہب کی حقانیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

(۲) وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ جب انسان دنیا کی زندگی پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو گویا عالم آخرت سے اس کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ رات دن ہے کہ دنیا کے حاصل کرنے میں مصروف ہے خواہ حرام طور سے ہو، خواہ حلال سے اپنے مطلوب ومعشوق کے حاصل کرنے میں نہ اس کو ظلم کی پروا ہوتی ہے۔ نہ اس بات کا دھیان آتا ہے کہ آخر تا بہ کے یہاں ہوں گا، اب بڈھا ہو کر پھر کیا جوان ہونا ہے جب دوسرے عالم کا دھیان ہی نہیں تو وہاں کا سامان کیسا؟ سو یہ بھی بڑی حرمان آخرت (آخرت سے محرومی) کی وجہ ہے۔ ہنود ونصاریٰ کو عموماً دیکھئے کس قدر دنیا پر فریفتہ ہیں اور کس طرح حاصل کرتے ہیں۔ الحمد للہ! مسلمانوں میں اب تک عالم آخرت کا دھیان رہتا ہے مگر بعض حمقاء یعنی نیا چرہ (اہل نیچریت) ترقی مذہب اسلام دنیا کے وافر ہونے کو سمجھتے ہیں خواہ سود کھانے سے ہی کیوں نہ ہو اس عقل کا کیا ٹھکانا ہے؟ واللہ اعلم۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ
هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ
يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ
قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ

وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

ترجمہ:......(اے نبی! ان سے) پوچھو کیا ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کو پکاریں کہ جو نہ ہم کو نفع دے سکے اور نہ ضرر اور بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت کر چکا اس شخص کی طرح سے الٹے پاؤں لوٹائے جائیں کہ جس کو شیاطین (بھتنوں) نے جنگل میں بھلا کر بھونچکا کر دیا ہو۔ اس کے دوست اسے پکار رہے ہوں کہ براہ راست ہماری طرف چلا آ۔ (اے نبی ﷺ!) کہو بیشک ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے۔ اور ہم کو تو اللہ رب العالمین کی فرمانبرداری کا حکم کیا گیا ہے ﴿۷۱﴾ اور یہ (بھی) کہ نماز پڑھا کرو اور اس سے ڈرا کرو۔ اور اسی کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ﴿۷۲﴾ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا اور جس روز (ہوجانے کے لئے) فرمائے گا تو ہر چیز ہوجائے گی۔ اس کا قول برحق ہے۔ اور اسی کی بادشاہت ہوگی جس روز کہ صور پھونکا جائے گا۔ (اور) وہ چھپے اور کھلے کا جاننے والا ہے۔ اور وہی حکمت والا خبردار (بھی) ہے ﴿۷۳﴾۔

ترکیب:......من دون اللہ متعلق ہے ندعوا سے ما نکرہ موصوفہ یا موصولہ مفعول ندعوا و نرد معطوف ہے ندعوا پر اور ممکن ہے کہ حال ہو۔ کالذی، کاف حال ہے ضمیر نرد سے ای مشبہین للذی فی الارض متعلق ہے استہوتہ سے حیران غیر منصرف ہے اس لیے کہ اس کا مونث حیریٰ ہے یہ حال ہے استہوتہ کی ہاء سے لہ اصحاب جملہ مستانفہ بھی ہوسکتا ہے اور حیران کی ضمیر سے حال بھی وان اقیموا معطوف ہے لنسلم پر۔

اہل کفر اور ان کی بت پرستی کا رد

تفسیر:......وہ کفار جو اسلام و توحید پر ہنستے تھے اب ان کے مذہب بت پرستی کو رد کرتا ہے جو دراصل قابل مضحکہ بات ہے۔ وہ یہ کہ کسی اطاعت و عبادت کی دو وجہ ہوتی ہیں ایک امید نفع دوم خوف مضرت اور اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ عالم میں ہے ان دونوں کا اختیار کلی نہیں رکھتا خصوصاً ہاتھ کے تراشیدہ بت۔ اس لئے فرماتا ہے قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ... الخ کہ کیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجیں جو نہ نافع ہیں، نہ ضار۔ پھر مضرت بت پرستی ظاہر فرما کر بت پرستوں کی ہنسی پر تأسف کرنے کا حکم دیتا ہے وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا کہ کیا ہم پھر ویسے ہی گمراہ ہوجائیں۔ جس میں یہ تین باتیں ہوں پھر اس سے بدتر حال کوئی بھی نہیں ہوسکتا۔

(۱) كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ کہ اس کو شیاطین نے جنگل میں بہکا دیا ہوا۔ استہوت مشتق ہے ھوی فی الارض سے جس کے معنی بلندی سے گڑھے میں گرنا وقیل من اتباع الھوے قال ابن عباس کالذی استغوتہ الغیلان فی المھامۃ فاضلوہ (معالم) یعنی جیسا کسی کو جنگل میں غول بیابانی راہ بھلا دیں۔

(۲) سووہ حیران ہوجائے۔ قال الاصمعی یقال حار یحار حیرۃ و حیرا وزاد الفراء حیرانا و حیرورۃ (کبیر)

(۳) لَهٗٓ اَصْحٰبٌ کہ اس کے یار اس کو راہ راست کی طرف پکار رہے ہوں، مگر وہ اس بدحواسی میں ان کی طرف بھی خیال نہ کرتا ہو۔ یہی حال بت پرستوں کا ہے کہ آبائی رسوم اور ملکی خیالات سے اس ورطۂ ضلالت میں اس طرح پڑے ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں اور ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی دراصل رہنمائی ہے تم حیران سرگردان بھٹکا کرو مگر ہم تو اس پر مامور ہیں۔ چونکہ ہدایت الٰہی کی دو شاخ ہیں اعتقاد کا درست کرنا اس کی طرف ❶ لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اشارہ کیا۔ دوم عمل اچھے کرنا اور اعمال صالحہ میں سب

❶......سر جھکانا بھی رب العالمین کے لئے ذکر کے ساتھ اور وصف کے ساتھ کیونکہ سر ولی النعمۃ کے آگے جھکا کرتا ہے اور ولی النعمۃ بھی عالم کا بلکہ عالمین کا کہ جس نے غیر معبودوں کی وقعت کھو دی ۱۲ منہ۔

سے بڑھ کر نماز ہے اس لئے اس کے بعد وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فرمایا اور عموماً پرہیزگاری کے لئے وَاتَّقُوْهُ کہہ دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وچند اوصاف:...... مشرکین اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اور چیزوں کو پوجتے تھے۔ اب ان اندھوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات دو جملوں میں بتلائی جاتی ہے تاکہ عظمت ہو اوّل هُوَ الَّذِیْ . . . الخ کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے پاس جانا ہے نہ کہ بتوں کے۔ پھر بھلا لوکہ اس سے کیا تعلق ہے؟ یہ بہ لحاظ مبدأ یہ دوسرا جملہ ہے وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ ..الخ کہ اس نے سب کچھ بنایا تمہارے معبودوں نے کیا بنایا ہے؟ پھر ان کو پوجنا حمق ہے۔ پھر چند اوصاف ممیزہ ذکر کرتا ہے (۱) یَقُوْلُ كُنْ . . . الخ جو چاہتا ہے فوراً ہو جاتا ہے (۲) قَوْلُهُ الْحَقُّ (۳) وَلَهُ الْمُلْكُ . . . الخ (۴) عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (۵) وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ پھر جو کچھ ان اوصاف کی ترتیب میں نکتے ہیں بیان سے باہر ہیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۷۴ وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ
مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۝۷۵ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ
اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝۷۶ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ
قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ ۝۷۷ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ
بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ ۝۷۸ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ
اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۷۹ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ
وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ
اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۸۰ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ
بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ
كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۱ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ الربع
الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۸۲ ع

ترجمہ:......اور جب کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ آزر سے (یہ) کہا کہ کیا تم بتوں کو خدا مانتے ہو؟ میں تو تم کو اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں مبتلا دیکھتا ہوں ۷۴ اور ہم اسی طرح سے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت دکھانے لگے۔ تاکہ (وہ سمجھے) اور ان کو یقین کامل ہو جائے ۷۵ پھر جب کہ (ابراہیم علیہ السلام) پر اندھیری رات آئی تو ستارہ کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میں چھپ جانے والے چیزوں کو پسند نہیں کرتا ۷۶ پھر جب چاند کو چمکتے ہوئے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ (بھی) چھپ گیا تو کہا اگر میرا رب تعالیٰ مجھے ہدایت نہ کرے گا تو میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا ۷۷ پھر جب کہ آفتاب کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے (کیونکہ) یہ سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہا اے قوم! میں تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں کہ جن کو تم شریک بناتے ہو ۷۸ میں نے تو یک طرفہ ہو کر اس کی طرف اپنا رخ کر لیا کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور میں تو شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۷۹ اور (جب) ان سے ان کی قوم جھگڑنے لگی، تو ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ تعالیٰ (کے معاملہ) میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ مجھے ہدایت کر چکا۔ اور میں تمہارے معبودوں سے ہرگز نہیں ڈرتا ❶ جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو، بجز اس کے کہ میرا رب تعالیٰ ہی کچھ چاہے۔ (تو ضرر پہنچ سکتا ہے) میرے رب تعالیٰ کے علم میں ہر چیز ہے۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ؟ ۸۰ اور جن کو تم نے اس کا شریک بنالیا ہے ان سے میں کیوں ڈرنے لگا حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک کر رکھا ہے کہ جن کے لئے اس نے تم پر کوئی بھی سند نہیں اتاری۔ پھر دونوں فریق میں سے کون زیادہ امن کا مستحق ہے (بتلاؤ) اگر تم جانتے ہو ۸۱ جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں کچھ بھی شرک نہیں ملایا انہی کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ بھی ہیں ۸۲

ترکیب:......اذ قال مفعول ہے اذکر کا آزر بدل ہے ابیه سے اصناما مفعول اوّل تتخذ کا الهة مفعول دوم وكذلك محلاً منصوب ہے، ای کما ارینا ہ ضلال ابیه و قومه ارینا ہ ذلک ای ملکوت السمٰوٰت والارض۔

واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

تفسیر:......ان دلائل کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ سے جو ان کی قوم بت پرست اور ان میں گزرا مشرکین عرب کو الزام دینا ہے کیونکہ عرب کی بہت (سی) قومیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور ان کے علاوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عرب اور یہود ونصاریٰ سب کے نزدیک مسلم تھے (ایسا مسلم آج کل بھی دنیا میں کوئی ہوگا! یہ سب اس ابوالانبیاء علیہ السلام کے خلوص کا ثمرہ ہے) کہ دیکھو تمہارے بزرگ نے بت پرستوں کو کس طرح قائل کیا پھر تم بت پرستی کرتے ہو؟

سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تاریخ مفصلاً بیان کر آئے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام شہر بابل یا اس کے اطراف کے رہنے والے تھے جس کے کھنڈرات اب تک بغداد سے چالیس میل کے فاصلہ پر دور تک سیاحوں کو عبرتناک ٹیلوں میں دبے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ طوفان کے بعد قطعاً اور اس سے پہلے غالباً بنی آدم کی آبادی سے ملک آرمینیا، عراق، ایران، شام وایشیائے کوچک وغیرہ ایشیاء کا وسط حصہ آباد ہوا تھا یہیں سے پھر تمام ملکوں میں بنی آدم پھیلتے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے، آزر لقب ہوگا یا بالعکس اور یہ کہنا کہ "آزر ان کے چچا تھے اور تارخ باپ اس لئے کہ نبی کا باپ مشرک نہیں گزرا ہے" محض تکلف ہے۔ اور اس کے رد و اثبات میں کلام کو اس موقع پر طول دینا منصب تفسیر کے برخلاف ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں بت پرستی کا از حد رواج تھا حال کے زمانہ میں جو فرانس اور انگلینڈ کے لوگوں نے بابل اور نینوی کے بعض مقامات کو باجازت سلطان روم خلد اللہ ملکہ، کھودا ہے تو سنگ مرمر کے عجیب و غریب تراشے ہوئے بت مختلف صورتوں کے برآمد ہوئے ہیں جو وہاں بطور نمائش کے رکھے ہوئے ہیں۔

❶......یعنی تمہاری دیوی دیوتا میرا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم ڈرا کر دو میں نہیں ڈرتا اگر اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو ضرر پہنچے ۱۲ منہ۔

ابتدائے زمانہ سے ہی جب لوگوں نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا تو علی مراتب الفہم خیالی گھوڑے دوڑانے لگے یہ تو اکثر نے مانا کہ اللہ تعالیٰ صانع عالم ہے مگر اس کے ساتھ بعض جاہلوں نے ایک اور خالق مستقل مانا جو شر کا فاعل ہے۔ اور بعض ❶ لوگوں نے آگ کو بعض نے پانی کو اصل ٹھہرایا۔ اور ایک قوم نے خصوصاً اہل بابل ونینوا کے لوگوں نے جو دنیاوی علوم اور صنعتوں میں بڑے ہوشیار تھے افلاک اور ستاروں کو مدبر عالم خیال کر رکھا تھا پھر ان کے نام سونے اور چاندی اور دیگر دھاتوں اور پتھروں کے بت عجائب غرائب اشکال مندروں میں رکھ چھوڑی تھیں جن کو وہ پوجتے تھے۔ اور ان پر بعض اپنی اولاد کی قربانی کرتے تھے بعض اور جانوروں کی قربانی کرتے اور دیگر نذر ونیاز چڑھاتے تھے۔ اس ملک اور اس قوم میں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ اس وقت کے بادشاہ نمرود کو جو ضحاک تازی کا صوبہ دار تھا نجومیوں نے حضرت علیہ السلام کی خبر پہلے سے دی تھی وہ اس خاندان کی حاملہ عورتوں کی احتیاط رکھتا تھا، لڑکوں کو قتل کر ڈالتا تھا اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے والدین نے کسی غار یا تہہ خانہ میں چھپا رکھا تھا جو سن تمیز تک وہیں رہے۔ خداداد روشنی کب چھپائے غار میں ہی ماں باپ سے قیل وقال شروع کر دی اِذْ قَالَ سے لے کر فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ تک اس کا ذکر ہے۔ پھر جب زیادہ شہرہ ہوتا چلا اور آپ علیہ السلام اس غار سے لوگوں کے روبرو باہر لائے گئے تو آفتاب غروب ہو چلا تھا۔ مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی نظروں میں ماں باپ کی وہ بت پرستی حقیر وبے عزت کر دکھائی تھی اسی طرح مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ یعنی آسمانوں اور زمینوں کو اور ان کے اندر جو کچھ اسرار حکمت تھے ان کے دل پر منکشف کر دیے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نجوم سے توحید پر استدلال:..... وَكَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ . . . الخ۔ رات جب زیادہ ہوگئی تو زہرہ ستارہ چمکتا دیکھ کر وہ جو آپ علیہ السلام کے اردگرد بہت سے بت پرست حجتیں کرنے کو جمع تھے ان سے تعریضاً یہ کہا هٰذَا رَبِّیْ کہ تمہارے خیال کے بموجب میرا یہ رب ہے؟ (اس لیے کہ ان پر مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ منکشف ہو گئے تھے اور بدء الخلقت سے رشد عطا ہوا تھا وہ حقیقتہً ستارہ کو رب کیونکر کہتے) پھر جب وہ غروب ہوا تو الزام دیا کہ ایسی چھپ جانے والی چیزوں کو میں پسند بھی نہیں کرتا۔ پھر جب چاند نکلا تو کہا یہ رب ہے، جب وہ بھی چھپ گیا تو ان کے خیال قبول کرنے کی صورت میں تہذیباً اپنے آپ کو ہی گمراہ ہونا فرمایا (اس لئے کہ باوجود بڑے کے چھوٹے کو خدا بنانا اور بڑے کا بھی ڈوب جانا منافی الوہیت ہے) پھر جب صبح ہوئی اور آفتاب جگمگاتا ہوا نکلا تو کہا یہ سب سے بڑا ہے یہ رب ہے پھر جب شام کو وہ بھی غروب ہو گیا تو ان کے اِلٰہ اکبر کا بے بنیاد اور مجبور ہونا مشاہدہ کرا کے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ جس نے آسمان وزمین اور ان سب کو بنایا اور شرک سے بیزار ہوں۔ پھر تو لوگوں کے غول کے غول آنے اور اپنے بتوں سے ڈرانے لگے آپ (ابراہیم) علیہ السلام نے فرمایا مجھے ان سے کچھ مضرت نہیں بلکہ میرے خدائے قادر سے تم کو ڈرنا چاہئے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۸۳﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَیْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَیْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ وَاَیُّوْبَ وَیُوْسُفَ وَمُوْسٰی

❶ کسی نے ملائکہ اور علویات کی خیالی صورت پر بت تراشے پھر کسی نے بنی آدم میں سے انبیاء علیہم السلام صلحاء وابرار یا شاہان ملک کو شریک خدائی سمجھا اور ان کی کوئی صورت فرض کر کے بت بنائے، لات، ہبل، کرشن، رام سب اسی کا نمونہ ہے غرض جس نے جس چیز کو اپنے خیال میں بشریت سے بالا پایا خدا بنا لیا ۱۲ منہ۔

وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ
كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا
عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ
وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا
بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ
ع ۱۰/۱۶ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمہ:.....اور یہ ہے ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ کرتے ہیں۔بیشک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب تعالیٰ حکمت والا خبردار ہے﴿۸۳﴾اور ہم نے اس کو (ابراہیم علیہ السلام کو) اسحٰق اور یعقوبؑ عنایت کئے۔ہم نے ان سب کو رہنمائی کی تھی۔اور اس سے پہلے ہم نوحؑ کو ہدایت دے چکے تھے اور اس کی نسل میں داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھی (ہدایت دی) اور ہم نیکوں کو یوں بدلہ دیا کرتے ہیں﴿۸۴﴾اور زکریا علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام کو بھی (ہدایت دی) ہر ایک نیک لوگوں میں سے تھے﴿۸۵﴾اور اسمٰعیل علیہ السلام اور الیسع علیہ السلام اور یونس علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو بھی۔اور ہر ایک کو ہم نے جہان پر فضلیت دی تھی﴿۸۶﴾اور ان کے آباء واجداد میں سے اور ان کی نسل میں سے اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بعض کو برگزیدہ کیا سیدھا راستہ دکھایا﴿۸۷﴾(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس پر چلاتا ہے۔اور اگر وہ شرک کرتے تو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (سب) ضائع ہو جاتا﴿۸۸﴾یہ ہیں وہ لوگ کہ جن کو ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت عطا کی تھی۔پھر اگر ان باتوں کو یہ لوگ نہ مانیں تو ہم نے (ان باتوں کے تسلیم کرنے کے لئے) وہ لوگ مقرر کئے ہیں جو ان سے انکار ہی نہ کریں گے﴿۸۹﴾یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی کے رستہ پر چلیں (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) ان سے کہہ دو میں تم سے اس بات پر کچھ بھی اُجرت نہیں مانگتا۔یہ تو صرف جہان بھر کے لئے نصیحت ہے﴿۹۰﴾۔

ترکیب:.....تلک مبتدا حجتنا موصوف اتیناھا صفت مجموعہ خبر علیٰ متعلق ہے محذوف سے ای حجۃ علیٰ قومہ درجات بالا ضافۃ والتنوین اوّل صورت میں یہ مفعول ہے نرفع کا دوسری میں من مفعول ہے اور درجات یا ظرف ہے یا حرف جر محذوف ہے ای الیٰ درجات۔ کلا منصوب ہے ھدینا سے ومن اباءھم معطوف ہے کُلًّا پر ای وفضلنا کلا من ابائھم او وھدینا کلا من ابائھم۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دلائل قاہرہ کا دیا جانا

تفسیر:.....فرماتا ہے کہ یہ حجتیں ابراہیم علیہ السلام کو اس کی قوم کے مقابلہ میں ہم نے دی تھیں ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبہ کرتے ہیں۔اس

کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے چودہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا اور ان کے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام کا بھی ذکر کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ خدا پرستی اور اتباع توحید کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر موقوف نہیں ان سے پہلے ان کے جد امجد حضرت نوح علیہ السلام بھی موحد و مخلص تھے اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد بھی ان کی نسل میں سے یہ لوگ کہ جن کی بزرگی عرب و دیگر بلاد میں مشہور ہے وہ بھی موحد تھے مشرک نہ تھے۔ مع ابراہیم علیہ السلام و نوح علیہ السلام کے یہ اٹھارہ شخص ہیں۔ نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، داؤد علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام، زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، اسمٰعیل علیہ السلام، یونس علیہ السلام، لوط علیہ السلام۔

عصمت انبیاء علیہم السلام:...... پھر فرماتا ہے کہ توحید کے سبب نہ صرف ان کو بلکہ ان کے بزرگوں اور بھائیوں اور اولاد کو برگزیدہ کیا اور ان کو راہ راست کی ہدایت کی کہ ان کا ملاءِ اعلیٰ میں بھی مرتبہ بلند ہے اور دنیا میں بھی ان کی عزت و توقیر کی جاتی ہے اور ان کے طریق پر لوگ چلتے ہیں۔

(یہاں سے عصمت انبیاء علیہ السلام ثابت ہوتی ہے) اور اس کے بعد تین چیزیں جو انہیں دونوں کی شاخ ہیں عطا کرنا فرماتا ہے اوّل کتاب، دوم حکم یعنی حکومت، سوم نبوت۔

سیاست تین قسم پر ہے:...... (1) دنیاوی اور دینی اور روحانی۔ دینی سیاست علمائے دین کو ہوتی ہے جس کی طرف اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ میں اشارہ ہے کیونکہ کتاب کا دیا جانا عام ہے خواہ خاص ان پر الہام ہوا ہو یا نیابتاً ان کو ملی ہو جیسا کہ علماء کو ملتی ہے۔ دنیاوی سیاست کی طرف اَلْحُکْمَ میں اور روحانی کی طرف اَلنُّبُوَّۃَ میں اشارہ ہے۔ اور کبھی یہ تینوں ایک شخص کو حاصل ہو جاتی ہیں کبھی ایک ایک وصف ایک ایک میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان اٹھارہ انبیاء علیہم السلام کے ذکر کیے دیگر کرنے میں انہیں اوصاف کا لحاظ کیا گیا ہے یا کچھ ان کے صبر و شکر مصیبت اور راحت کا بھی لحاظ ہو۔ نوح علیہ السلام کا مفصل حال آگے آئے گا۔

آل ابراہیم کے مختصر احوال:...... ابراہیم علیہ السلام حضرت مسیح علیہ السلام سے تخمیناً دو ہزار برس پیشتر عراق میں پیدا ہوئے اور اہواز یا بابل اپنے وطن سے ہجرت کر کے اوّل اوّل حران میں آ بسے جو آج کل بھی عراق میں اسی نام سے مشہور ہے جس میں اہل اسلام رہتے ہیں۔ پھر یہاں سے کوچ کر کے مع اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے ملک شام کنعان میں آئے اور شہر نابلس سے کہ جس کو پہلے سکم کہتے تھے گزر کر بیت ایل یعنی یروشلم کے پاس اپنا خیمہ قائم کیا اور پھر یہاں سے عرب اور مصر میں بھی گئے۔ عرب و شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد پھیلی۔ اسمٰعیل علیہ السلام سے عرب کی قومیں اور اسحٰق علیہ السلام سے شام میں بنی اسرائیل و دیگر قبائل ہوئے۔ شام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر ہے۔ اسحٰق علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بیٹے ہیں جو اسمٰعیل علیہ السلام سے چھوٹے تھے ملک شام میں ہی پیدا ہوئے اور وہیں انتقال ہوا۔ یعقوب علیہ السلام اسحٰق کے بیٹے ہیں۔ وَمِنْ ذُرِّیَّتِہٖ کی ضمیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف رجوع کرتی ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی طرف رجوع کرتی ہے کیونکہ بقول محققین مؤرخین ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے نہ تھے بلکہ عرب کے رہنے والے بعض کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام سے بھی پیشتر تھے۔ داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام کے باپ یہ دونوں پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام یعنی اسرائیل کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کئی سو برس کے بعد شام بلکہ اور ملکوں کے بھی حاکم ہوئے ہیں۔ یوسف علیہ السلام

---

(1) نبوت کا اثر کتاب ہے اور اس کی تعمیل کامل بغیر حکومت نہیں ہوتی۔ اسلام میں اوّل فیض نبوت قرآن ہے پھر اس کی تعمیل کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسلامیوں کو شوکت و سلطنت دی جس کی وجہ سے قرآن کے احکام کو علماء آزادی سے بیان کرتے تھے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد نااہل جانشینوں کی وجہ سے فقط دنیاوی حکومت عیش و آرام کرنے کے لئے حصوں میں بانٹ لی جب اس کی علت غائی نہ رہی تو اس کا زوال پذیر ہونا ایک فطری بات تھی۔ انبیاء علیہم السلام میں داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام کو چونکہ یہ تینوں وصف حاصل تھے اس لئے پیشتر ان کا ذکر ہوا۔ علمائے کرام نے ان تینوں لفظوں سے اور بھی عمدہ باتیں نکالی ہیں جو ان کے فہم خداداد کا حصہ ہے ۱۲ منہ۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ہیں جو بچپن میں اسیر ہو کر مصر میں جا بسے اور پھر وہاں بہت کچھ اعزاز پایا اور اپنے باپ اور اس کی تمام اولاد کو مصر میں بلا لیا جب سے تخمیناً چار سو برس تک بنی اسرائیل مصر میں رہے اور ہزار ہا ہزار مرد و زن ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام دونوں بھائی بھی وہیں پیدا ہوئے۔ مصر کے بادشاہ فرعون کو ان کی سرکشی کا خوف ہوا تو ان کو غلام بنایا اور طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ تب موسیٰ و ہارون علیہما السلام تمام قوم کو لے کر پھر اپنے باپ دادا کے وطن قدیم ملک شام میں لے جانے کے لئے مصر سے نکلے۔ قلزم اتر کر چالیس برس تک عرب کے جنگلوں میں سرگرداں رہے، رستہ ہی میں انتقال ہوا، راستہ ہی میں توریت نازل ہوئی وہیں معجزات کا ظہور ہوا۔ کوہ سینا بھی اسی ملک عرب کے غربی و شمالی کنارہ میں ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام۔ بنی اسرائیل میں دو نبی گزرے ہیں ایک یحییٰ علیہ السلام کے والد جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد سے قریب تھے ایک زکریا علیہ السلام عزیر اور حجی اور یرمیاہ علیہم السلام کے عہد میں تھے مسیح علیہ السلام سے تخمیناً پانچ سو برس پیشتر جنھوں نے بخت نصر کے حادثہ کے بعد دوبارہ پھر ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ یحییٰ علیہ السلام زکریا علیہ السلام کے بیٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمعصر تھے یہ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں۔ الیاس علیہ السلام کو ایلیا بھی کہتے ہیں یہ بخت نصر کے حادثہ سے پیشتر اس عہد میں تھے جب کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ اخزیاہ تخت نشین تھا مسیح علیہ السلام سے تخمیناً آٹھ سو چھیانوے برس پیشتر۔ اس بادشاہ کے عہد میں حضرت الیاس علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے اور ان کی جگہ ان کا شاگرد حضرت یسع علیہ السلام نبی قائم ہوا (۲ سلاطین ۲ باب) حضرت یونس علیہ السلام کو یوناہ بھی کہتے ہیں یہ مسیح علیہ السلام سے تخمیناً آٹھ سو باسٹھ برس پیشتر تھے ان کو شہر نینوا جانے کا حکم تھا یہ وہاں جانے سے پہلو تہی کر کے شہر ترسیس کو بھاگنے کے لئے یافہ میں اتر گئے ان کا قصہ بھی آئندہ بیان ہوگا۔ ان بزرگوں کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ اگر یہ شرک کرتے تو خراب ہو جاتے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ اگر ان باتوں کو یہ موجودین نہ مانیں گے تو کچھ پرواہ نہیں۔ ہم نے ان پر چلنے کے لئے اور قومیں تیار کر رکھی ہیں (وہ آئندہ آنے والی نسلیں ہیں امت محمدیہ (ﷺ) میں سے) پھر فرماتا ہے کہ تو ان کی اصول دین میں اور صبر تحمل میں اے نبی (ﷺ)! پیروی کر۔ یہاں سے بعض نے جزئیات شرائع بھی مراد لئے ہیں وھو ضعیف جدا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمہ: ...اور ان (یہود) نے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی قدر کرنی چاہیے تھی کچھ بھی نہ کی جب کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ (اے نبی ﷺ! ان سے) پوچھو وہ کتاب کس نے اتاری تھی کہ جس کو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی جس کو تم اوراق

متفرق کر کے رکھتے ہو جن میں سے کچھ دکھاتے اور بہت سے چھپاتے ہو۔ اور تم کو (اس کے ذریعہ سے) وہ باتیں تعلیم کی گئیں کہ جن کو تم بھی جانتے نہ تھے نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو اللہ تعالیٰ (ہی نے نازل کی تھی) پھر ان کو چھوڑ دو کہ پڑے اپنی بدگمانیوں میں کھیلتے رہیں۹۱ اور (قرآن بھی) وہ مبارک کتاب ہے کہ جس کو ہم نے نازل کیا جو اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتا ہے تا کہ (اے نبی ﷺ!) آپ اہل مکہ اور اس کے آس پاس والوں کو ڈر سنائیں۔ اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ تو اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور وہی اپنی نماز کے بھی پابند ہیں۹۲۔

ترکیب:...... حق مفعول مطلق قدر کا مضاف ہے اور دراصل وصف ہے کیونکہ تقدیرہ' قدرہ الحق اس لئے یہ بھی منصوب ہے اذ قالوا ظرف ہے ماقدروا کا۔ قراطیس مفعول ثانی ہے تجعلون کا اے فی قراطیس تبدونہا قراطیس کی صفت وعلمتم (ایہا الیہود فی القرآن) جملہ موضع حال میں ہے یا جملہ مستانفہ۔ قل اللہ جواب ہے قل من انزل کا مصدق وصف ہے کتاب کا بغیر تنوین۔

اہل کفر کا نزول وحی سے انکار اور اس کا رد

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ کہ یہ عالم کے لئے نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے ایسے موقع پر منکرین نبوت کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی کسی بشر پر نازل نہیں کیا اسے کیا غرض کیا مطلب؟ یا عقل کافی ہے وہی نیک و بد کی پہچان کر سکتی ہے جیسا کہ آج کل ملحد یا منکرین نبوت آریہ وغیرہم کہتے ہیں۔ اور کچھ عجب نہیں کہ اس عہد میں بھی یہ مشرکین مکہ نے کہا ہو یا کسی موقع پر ضد میں آ کر کسی یہودی نے کچھ کہہ دیا ہو جیسا کہ بغوی وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ مالک بن صیف یہودی عالم نے مکہ میں آنحضرت ﷺ سے یہ اس وقت کہا تھا جب کہ آنحضرت ﷺ نے اس سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا توریت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ موٹی چیز کو نہیں پسند کرتا؟ حالانکہ وہ خبر تھا جو یہود کا مال کھا کھا کر تندیلا (توند والا) ہو گیا تھا اس پر وہ غصہ میں آ گیا اور یہ کہہ دیا۔ یا کسی اور نے بھی ایسا کہا ہو۔ مگر اس جواب سے غرض توحید اور مبدء و معاد ثابت کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلم الکل کے قول سے بھی ثابت کی گئی نبوت اور کتاب کا برحق ہونا ثابت کرنا ہے جو قرآن مجید کے اجلّ مقاصد میں سے ہے۔

تورات کے وجود سے استدلال:...... اور توریت کا موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونا ایک ایسی بات تھی کہ جس کو سب مانتے تھے پس من شئی نکرہ جو مانافیہ کے حیز میں آ کر سالبہ کلیہ بن گیا ہے اس کے مقابلہ میں اَنْزَلَ عَلٰی مُوْسٰی موجبہ جزئیہ جو قُلْ مَنْ اَنْزَلَ... الخ کا مفاد ہے پورا جواب الزامی و تحقیقی ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر کچھ بھی نازل نہیں کیا تو پھر توراۃ کو موسیٰ علیہ السلام پر کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی کہ جس کو تم اہل کتاب! متفرق اجزاء میں کر کر رکھتے ہو کہ اس میں سے بہت کچھ چھپاتے اور کم ظاہر کرتے ہو۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں یہود عرب نے توراۃ کو متفرق اوراق میں اسی غرض سے چھوڑا تھا کہ اپنی خواہش کے مطابق اوراق کو دکھاتے اور جو خلاف منشاء تھے یا جن میں اسلام کی خبر تھی ان کو نہ دکھاتے تھے۔ جیسا کہ دارمی نے روایت کیا ہے۔ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اوراق میں سے چند ورق آنحضرت علیہ السلام کے روبرو لا کر پڑھنے لگے تھے جن کو سن کر آنحضرت ﷺ پر غضب ہوئے تھے اب یہ بھی معلوم نہیں کہ ان یہود کے پاس توریت کے پانچوں حصوں میں سے کئی حصے تھے یا سب تھے یا اور عہد عتیق کی کتابیں تھیں کہ جن پر مجازاً توریت کا اطلاق ہوتا ہے۔ پھر اس عہد میں کہ جب بخت نصر کا حادثہ گزرا اور پھر انٹیوکس اور طیطوس کے عہد میں صفحۂ عالم خصوصاً یروشلم اور تمام یہود میں توریت نہ تھی تو اس عہد میں کہاں ہوگی؟ وہ غالباً اسی مجموعہ مرکب صحیح و غلط کو جو آج کل ہے توریت کہتے ہوں گے جس کو قرآن میں مجازاً توریت کہا وَلَوْ سَلَّمَ اصلی جب ہوگا اب تو کہیں نہیں ملتا۔ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُکُمْ اس میں یہود کو خطاب ہے کہ توریت کے بہت سے معانی جو آنحضرت ﷺ کی بعثت و شریعت کی پیشین گوئی کے متعلق تھے کہ

جن کو حضرت ﷺ کے ظہور سے پیشتر نہ تم سمجھ سکتے نہ تمہارے باپ دادا اب وہ تم کو بتلائے گئے۔ یا عرب کی طرف خطاب ہے کہ تم اور تمہارے باپ دادا جاہل تھے سو یہ علم شریعت وتوحید ومبدء ومعاد تم کو اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب قرآن مجید کے سبب معلوم ہوئے پھر بھی کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا سو تم اللہ تعالیٰ کی قدر نہ کی جو قدر کرنی چاہیے تھی۔

نزولِ قرآن اور سابقہ کتابوں کی تصدیق:……قُلِ اللّٰهُ، کہہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کی ہیں ان کو پڑا بیہودہ بکواس کرنے دو خصوصاً وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ یہ کتاب نازل کی یعنی قرآن مجید جو مبارک بابرکت یعنی کثیر الفوائد ہے۔ قرآن مجید کی برکت ہے کہ جس سے عرب کی جاہل اور وحشی قوم میں کیسی جلد کا یا پلٹ گئیں، کیسی انسانی اخلاق اور ملکی صفات میں تمام قوموں کے لئے پیشوا ہو گئیں، پستی سے اس ترقی کو پہنچیں کہ تھوڑے سے برسوں میں شرقاً غرباً بڑے بڑے سرسبز ملکوں کے مالک اور ان میں علوم وتہذیب پھیلانے کے سبب بن گئیں،

تفسیر اُم القریٰ:……دوم قرآن مُصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ کہ جو اس سے پیشتر اللہ تعالیٰ نے کتابیں نازل کیں ان کی تصدیق کرتا ہے کہ وہ بھی منجانب اللہ تھیں اور ان کے مضامین توحید واصول شرائع میں سرتاسر موافق ہیں۔ پھر قرآن مجید کے نازل کرنے کی وجہ بیان فرماتا ہے جس میں منکرین نبوت کا جواب شافی ہے اور وہ یہ ہے کہ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا تاکہ تم مکہ اور اس کے اردگرد کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا اس سے ڈر سنا دو۔

اُمَّ الْقُرٰى یعنی گاؤں اور بستیوں کی ماں یا اصل عرب میں مکہ مکرمہ کو کہتے تھے اس لیے کہ مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اوّل معبد (عبادت کی جگہ) خانہ کعبہ ہے کہ جس کی طرف ایام حج میں اور دیگر اوقات میں لوگ (اس جذب باطنی سے جو بچے کو ماں کی طرف کھینچتا ہے) رجوع کیا کرتے ہیں۔

اس سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت ونبوت حجاز یا عرب ہی کے لئے تھی، کیونکہ ام القریٰ کے گرد میں تمام عالم شامل ہے اگر کوئی جغرافیہ پر غور کرے تو ربع مسکون کے لئے مکہ مکرمہ کو مرکز کہہ سکتا ہے جو یورپ اور ایشیاء اور افریقہ کے ملکوں کے لحاظ سے بیچا بیچ (بیچوں بیچ) ہے اور نیز بہت آیات میں نبوت عامہ کی طرف اشارہ ہو چکا ہے جیسا کہ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

منکرین نبوت (جیسا کہ آج کل آریہ و برہمو وغیرہم) سے کوئی پوچھے کہ جس صورت میں تم خدائے قادر رحیم وکریم کا وجود تسلیم کر چکے ہو تو پھر بنی آدم میں سے ایک شخص کو اگر وہ اپنی رحمت خاصہ سے ایسے ممتاز کرے کہ اس پر الہام خاص ہو جو بوقت تخالف عقول عامہ کی حق کی طرف رہبری کرے یا جہاں عقل کو کامل رسائی نہیں اور ہے تو عقول عادات ورسوم اور تخیلات سے نجات نہیں پا سکتیں وہاں ان کو راہ راست بتا دے کیا یہ ممکن نہیں؟ جب ممکن ہے تو اس کی فعلیت ان کتابوں سے جو نازل ہوئیں کیوں مستبعد ہے؟ اچھا چاروں وید اگر ایشر (ایشور) کا کلام ہیں تو کس کی معرفت ایشر نے ان کو ظاہر کیا کیا ان کی پوٹ باندھ کر بنارس میں پھینک دیا تھا؟ پھر فرماتا ہے کہ جو قیامت پر یقین رکھتے اور زکوٰۃ دیتے نماز پڑھتے وہی خداترس قرآن مجید پر ایمان لاتے ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ

وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ

وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ

بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ

وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ

شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع

ترجمہ:.....اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا (یہ) کہے مجھ کو وحی آئی حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہ آئی ہو، اور (اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے) جو یہ کہے کہ میں بھی وہ نازل کر سکتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور (اے نبی!) کبھی آپ اس وقت دیکھیں جب کہ ظالم موت کی جان کنیوں (جانکنی) میں گرفتار ہوں اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا (کر کہہ) رہے ہوں کہ اپنی روح نکالو۔ آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا تمہاری ان باتوں سے جو تم ناحق اللہ تعالیٰ پر بنایا کرتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کیا کرتے تھے ﴿۹۳﴾ اور (ہم یہ کہیں گے) تم ہمارے پاس ویسے ہی تنہا آئے جیسا کہ ہم نے تم کو اوّل بار پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ اور اب ہم کو تمہارے وہ معبود بھی تمہارے ساتھ دکھائی نہیں دیتے کہ جن کو تم اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے تھے ضرور تم میں جدائی ہوگئی اور تمہارے سب گمان غلط ہو گئے ﴿۹۴﴾۔

ترکیب:...... کذباً افتری کا مفعول بھی ہو سکتا ہے اور مفعول مطلق بھی اور مفعول لہٗ بھی۔ اذقال عطف ہے افتری پر ولم یوح ...الخ موضع حال میں ہے اذظرف ہے تری کا الظالمون مبتدا اس کے بعد ظرف اس کی خبر۔

رب تعالیٰ پر افتراء پردازی اور جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا ظلم ہے

تفسیر:......جس طرح نبوت اور الہام الٰہی کا انکار اللہ تعالیٰ کی سخت ناقدری کرنا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا یا نبوت اور وحی کا جھوٹا دعویٰ کرنا بھی ظلم ہے جیسا کہ پیغمبر ﷺ کے مقابلہ میں یہ کہہ دینا کہ میں بھی جیسا کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا نازل کر سکتا ہوں بڑا ظلم ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ اِلٰی اَنْزَلَ اللّٰهُ میں یہی بیان ہے۔ ایسی باتیں بھی نزول قرآن کے وقت لوگوں نے کہیں تھیں۔ چنانچہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کچھ تک بندی سی کیا کرتا تھا جس پر اس کو دعویٰ ہوا کہ اُوْحِیَ اِلَیَّ مجھے وحی آتی ہے۔ اسی طرح صنعاء یمن میں اسود عنسی کو خبط (جنون) ہوا تھا۔ اسی طرح مشرکین مکہ آیات سن کر کہہ دیا کرتے تھے لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اور عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح کے دل پر فیض صحبت سے (جو آنحضرت علیہ السلام کے کاتب وحی تھے جب یہ آیت آپ ﷺ نے لکھوائی لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ) اگلا فقرہ اس کے دل میں گزرا فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ جب آپ ﷺ نے یہ پڑھا تو اس کے دل میں وسوسہ ہوا کہ یہ تو میں نے کہہ دیا تھا مرتد ہو کر چلا گیا اور جا کر کہنے لگا کہ قرآن کے برابر تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں مگر بعد میں سمجھا کہ یہ فیض صحبت تھا اور ایک فقرہ سے کیا مساوات ہو سکتی ہے پھر ایمان لایا ❶۔

اس کے بعد اس ظلم کا ثمرہ تفصیلاً ظاہر کرتا ہے کہ ان کی موت کے وقت عجب حالت ہوگی جب کہ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور ملائکہ موت ہاتھ بڑھا کر کہیں گے کہ عالم آخرت شدائد دیکھ کر اب کہاں ہٹتے ہو، لاؤ اپنی روح خبیث کو نکالو۔ آج تم کو ذلت کا عذاب

❶ .....اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر لی جائے تو اس سے پادریوں کا قرآن کا مثل ثابت کرنا مدعی سست گواہ چست کا مضمون ہے ۱۲ منہ۔

تمہاری اس ناحق کی گفتگو اور آیات سے تکبر کرنے پر ہوگا۔

اور یہ بھی کہا جائے گا کہ تمہاری روح کو جسم کے ساتھ دنیا میں کمالات روحانی اور اسباب جاودانی حاصل کرنے کے لئے پابستہ کیا تھا تم نے وہاں اس کے برعکس کیا جب مال وجاہ اور اسباب شہوت ولذات جسمانیہ میں اس کو صرف کیا اب تم جیسے گئے تھے ویسے ہی کورے کے کورے آئے اور جو کچھ مال وجاہ جمع کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے لَقَدْ ❶ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ کے یہ معنی ہیں اور یہ بھی کہا جائے گا کہ اب وہ تمہارے معبود دکھائی نہیں دیتے جن کی سفارش کا تمہیں بڑا بھروسہ تھا۔ سبحان اللہ عالم آخرت کا خصوصاً وقت موت کا نقشہ کس خوبی کے ساتھ لوح سامع پر کھنچا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ * وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمہ:...... بیشک اللہ تعالیٰ ہی زمین سے دانہ اور گٹھلی (پھوڑ کر) نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے پیدا کرتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے یہ ہے

❶...... اس میں اور ان آیات میں کہ جہاں انسان کے ساتھ اس کے اعمال ومکاسب کے ساتھ آنے کا ذکر ہے کچھ بھی منافات نہیں کیونکہ مال وجاہ کا چھوڑ آنا اور اعمال کا ساتھ لانا منافی نہیں اور کما کی تشبیہ صرف اس میں ہے ۱۲ منہ۔

*...... مستقر ٹھہرنے کی جگہ ظرف کا صیغہ یا ٹھہرنا مصدر اور اسی طرح مستودع سپرد گاہ یا سپردگی۔ یہ انسان پر دو حالتیں یکے بعد دیگر آتی ہیں اول مستقر عالم ارواح تھا پھر وہاں سے رخصت ہو کر رحم میں آیا اول حالت کے لحاظ سے یہ سپردگی کا مقام ہوا پھر وہاں سے دنیا میں آیا یہ دوسرا ٹھہرنے کا مقام ہوا پھر یہاں سے کوچ کر کے قبر میں پہنچا یہ دوسرا مقام سپرد ہے پھر وہاں سے جنت یا دوزخ ہر دوسرا مقام پہلے کے لحاظ سے مستودع ہے ۱۲ منہ۔

تمہارا اللہ تعالیٰ پھر تم کہاں بہکے چلے جا رہے ہو۹۵ (ضرور اللہ تعالیٰ ہی رات میں سے) صبح ❶ کو پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ اور اس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور آفتاب ماہتاب کو حساب کے لئے بنایا۔ یہ اندازہ رکھا ہوا ہے غالب خبردار کا۹۶ اور اسی نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان سے جنگل اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ پاؤ۔ ہم نے اہل علم کے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دیں۹۷ اور اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کر دیا پھر (زمین پر) مقام بھی ہے اور (اس میں) سپردگی بھی ہے۔ ہم نے سمجھ داروں کے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دیں۹۸ اور وہی ہے کہ جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس سے ہر قسم کی جڑی بوٹیاں نکالیں پھر ان میں سے بعض کو سبز نکالا کہ جس سے ہم گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے ہیں کہ جھکے پڑتے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار باغ پیدا کئے کہ جو باہم صورت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور مزے میں جدا۔ جب یہ پھلتے ہیں تو ان کا پھلنا اور پکنا تو دیکھو۔ ان سب (باتوں) میں یقین لانے والوں کے لئے (اس کی قدرت کی بڑی) نشانیاں ہیں۹۹۔

ترکیب:...... سکنًا مفعول ہے جعل کا سکن وہ شئی کہ جس کی طرف انسان سکون پکڑے جیسا کہ گھر گویا رات گھر ہے والشمس معطوف ہے سکنًا پر حسبانًا جمع حسبانۃ اور مصدر بھی ہے فمستقر مصدر یا ظرف اور اسی طرح مستودع اس کی خبر لکم محذوف ۔ جنات نبات پر معطوف ہے مفعول ہے اخرجنا کا قنوان بکسر قاف وضمہا جمع قنو کصنو وصنوان من النخل اس کی خبر مشتبہا حال ہے الزمان سے۔

وجود و صفات باری تعالیٰ پر چند دلچسپ دلائل

تفسیر:...... اثبات نبوت کے بعد اپنے وجود اور صفات پر وہ چند دلائل دلچسپ اپنی مخلوقات کے حالات سے بیان فرماتا ہے کہ جن میں غور کرنے سے عاقل کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا جلوہ اسی طرح دکھائی دیتا ہے کہ جس طرح آئینہ میں منہ۔ یہ چیزیں گویا جمال باکمال کے لئے اہل بصیرت کو آئینہ پر صفا ہیں اور وہ چند قسم ہیں ❷۔

(۱) فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى حب حبۃ کی جمع دانہ گیہوں جوار باجرہ وغیرہ۔ نوی نواۃ کی جمع گٹھلی جیسا کہ آم، املی (املی) اور کھجور کی ہوتی ہے۔ فلق: پھاڑنا یا چیرنا۔ نباتات تخم یا گٹھلی سے پیدا ہوتے ہیں ان کو زمین میں دبایا اور پانی دیا جاتا ہے تو ان میں سے پھوٹ کر دو شاخ نکلتی ہیں ایک زمین کے اندر بیخ بن کر دوڑتی ہے ایک ہوا میں باہر آ کر پھل پھول برگ (پتے) نکالتی ہے سو حب نوی کو زمین میں اللہ تعالیٰ ہی پھوٹنے کے قابل کرتا ہے باوجودیکہ ایک ہی تخم (بیج) ایک ہی کھیت ایک ہی طبیعت ہے پھر اس میں مختلف آثار کہ پتے کی اور صورت پھل کی اور پھول کی اور سب کے جدا مزے جدا تاثیریں۔ اگر اس کی یہ قدرت کی کاریگری نہیں تو اور کیا ہے؟

زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرنا:...... (۲) جس میں انسان زندہ سے منی مردہ چیز اور منی مردہ چیز سے انسان زندہ چیز اور عالم سے جاہل اور جاہل سے عالم پیدا کرنا بھی آ گیا یہ بھی طبیعت جسمیہ کے برخلاف کام ہے۔

رات سے صبح کا نکالنا:...... (۳) اور رات کو آرام گاہ بنانا اور آفتاب و ماہتاب کو ایک خاص چال پر معین کرنا طبیعت اجرام علویہ کے برخلاف کام اسی کا فعل ہے۔

ستاروں کو نور دے کر دریا اور جنگل کے سفر کا وسیلہ بنانا:...... (۴) عرب میں ستاروں کے حساب سے جنگل اور سمندر میں راہ

---

❶ ...... رات میں سے صبح کی پو پھوٹتی ہے اس کے حکم سے ۱۲۔ ❷ ...... یہ دلیل نباتات سے متعلق ہے دوم قسم احوال علویات سے پانچویں جو اسماء کے حالات سے اور لطف یہ کہ سب میں انعام علی العباد ہے اور بھی ان دلائل خمسہ میں بلحاظ تقدیم و تاخیر اسرار ہیں ۱۲ منہ۔

طے کیا کرتے تھے۔(۵) سب کو ایک شخص سے پیدا کر کے مختلف الحالات بنانا۔
مینہ (بارش) سے زمین پر عمدہ باغ پیدا کرنا:......(۶) جس کے پھولوں اور پھلوں اور ان روش بالیدگی میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پردۂ حسی کے اندر کوئی صانع یہ کاریگریاں اور رنگینیاں کر رہا ہے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ
سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ ع
وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ
رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾
لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾

ترجمہ:......اور انہوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور اس کے لئے بے سمجھے بیٹے اور بیٹیاں بھی گھڑلیں۔ وہ ان باتوں سے جو وہ بناتے ہیں پاک اور بالاتر ہے﴿۱۰۰﴾ وہ آسمانوں اور زمین کا ایجاد کرنے والا ہے۔ جب اس کی کوئی بیوی ہی نہیں تو اولاد کہاں۔ اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور وہ ہر بات جانتا ہے﴿۱۰۱﴾ (لوگو!) یہ ہے اللہ تعالیٰ رب، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے سو اسی کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے﴿۱۰۲﴾ اس کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے۔ اور وہ باریک بین باخبر ہے﴿۱۰۳﴾۔

ترکیب:......الجن جعلوا کا مفعول اوّل شر کاء مفعول ثانی للہ شرکآء سے متعلق ہے۔ بغیر علم فاعل خرقوا سے حال ہے۔ بدیع السمٰوٰت خبر ہے۔ مبتدا محذوف کی ذٰلکم مبتدا اللہ خبر۔

فرشتوں، جنات اور ارواح وغیرہ کو معبود تسلیم کرنے والوں کا رد

تفسیر:......تمام عالم نباتات سے لے کر فلکیات تک کو خاص اپنا پیدا کیا ہوا ثابت کر کے اور تمام عالم میں اپنا ہی تصرف وقبضہ ظاہر کر کے ان بیوقوفوں مشرکوں پر طعن وتشنیع کرتا ہے جنھوں نے جنوں کو یا اور شخصوں کو اس کا شریک بنایا تھا یا اب بھی بناتے ہیں۔
عرب کے بعض فرقے ان چیزوں کو جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں ملائکہ اور ارواح خبیثہ یا خاص جنوں کو (چونکہ یہ چیزیں نظر نہیں آتیں اس لئے ان سب پر لفظ جن کا اطلاق ہوتا ہے) پوجتے اور ان کے نام کی بوقت مصیبت دہائی دیتے اور ان کو عالم میں کارکن اور متصرف سمجھتے تھے اور آتش پرستوں کی بھی اطراف یمن میں حکومت تھی وہ بھی بر تقلید زردشت اس عالم کے دو خدا مستقل مانتے تھے خیر کے خالق کو یزدان ظلمات اور شر کے خالق کو اہرمن کہتے تھے یزدان کی فوج ملائکہ اور اہرمن یعنی ابلیس کی فوج شیاطین وجن قرار دیتے تھے اور ان میں جنگ وجدال کے قائل تھے۔ ادھر نجران وغیرہ علاقوں میں نصاریٰ تھے جو حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی بیوی اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس کا بیٹا کہتے تھے یہ بھی بڑا شرک ہے۔ ان سب کے رد میں فرماتا ہے کہ بغیر سمجھے انہوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا

شریک ٹھہرایا اور اس کے بیٹے بیٹیاں بھی گھڑ لیں کہ عیسائیوں نے بیٹا اور مشرکین عرب نے ملائکہ کو بیٹیاں کہا سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ۝
اللہ تعالیٰ ان کی خانہ ساز باتوں سے پاک ہے۔ پھر اس پر چند دلائل ذکر فرماتا ہے

(۱) بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہ وہ بغیر کسی نمونہ کے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے یعنی جو کچھ موجود ہے اس کا بنایا ہوا ہے پھر اہرمن کون ہے اور اس نے کیا بنایا ہے وہ کیا اس کی مخلوق سے باہر ہے اور ایسے قادر مختار کو بیٹے بیٹیوں کی کیا ضرورت ہے؟ جو وہ ہیں تو بتلاؤ انہوں نے کونسا آسمان کونسی زمین اور کیا پیدا کیا ہے؟

(۲) اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ کہ وہ قدیم اور مستغنی ہے اس کو بیوی کی کیا ضرورت ہے اور جب بیوی نہیں تو بچے اور اولاد کیسی؟۔

(۳) وہ ان سب چیزوں کا خالق ہے اور والد خالق نہیں ہوتا وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ اگر وہ خالق نہیں تو یہ اولاد حادث ضرور ہے پھر محدث یا خالق کون ہے؟ پھر اپنے چند وہ اوصاف بیان کرتا ہے کہ جن سے اس کا ان ذمائم سے پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اوّل وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کہ ہر چیز کا اس کو علم ہے سب کچھ جانتا ہے یہ بات اوروں میں کہاں ہے۔ دوم وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ کہ وہ واجب الوجود ہے سب کا سلسلۂ احتیاج اس کی طرف تمام ہوتا ہے وہی سب کا محافظ و حاجت روا ہے۔ سوم لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ کہ اس کو اس عالم حسی کی آنکھ جو محسوسات کے ادراک کے لئے مخصوص ہے دیکھ نہیں سکتی لیکن وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ یہاں سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ عالم قدس میں اللہ تعالیٰ کا بندوں کو دیدار نہ ہوگا۔ علاوہ اس کے ادراک کی نفی ہے جو کنہ (حقیقت اصلیہ) پر موقوف ہے نہ کہ رؤیت کی جیسا کہ کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

قَدْ جَآءَکُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ
وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ۝۱۰۴ وَکَذٰلِکَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ
وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝۱۰۵ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ
وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۝۱۰۶ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَکُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰکَ
عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَکِیْلٍ۝۱۰۷

ترجمہ:......(لوگو!) تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بینائی تو آچکی ❶ پھر جو کوئی دیکھے تو اپنے بھلے کو، اور جو کوئی اندھا ہی بن جائے تو اپنے برے کو۔ اور میں تو تم پر محافظ بھی نہیں ہوں۝۱۰۴ اور اسی طرح ہیر پھیر کر ہم آیتیں بیان کرتے ہیں (تا کہ ان پر حجت ہو) اور تا کہ وہ کہیں کہ آپ نے پڑھ کر سنا دیا اور تا کہ ہم ان کو اہل علم کے لئے واضح کر دیں۝۱۰۵ (اے پیغمبر!) آپ اس پر چلیں جو آپ کی طرف آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔ بجز اس کے (اور) کوئی معبود نہیں۔ اور مشرکوں سے کنارہ کرو۝۱۰۶ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔ اور ہم نے آپ کو (کوئی) ان پر محافظ مقرر نہیں کیا ہے۔ اور نہ آپ ان کے جواب دہ ہیں۝۱۰۷

❶......یعنی وہ دلیلیں جن سے دل کی آنکھیں کھلیں ۱۲ منہ۔

ترکیب:...... من ربکم جاء سے متعلق ہے فمن شرط یا مبتدا ابصر جواب یا خبر و کذٰلک کاف موضع نصب میں صفت ہے مصدر محذوف کی ای نصرف الآیات تصریفاً مثل ماتلونا ولیقولوا الام عاقبت ولیقولوا معطوف ہے محذوف پر اے کذٰلک نصرف الآیت لتلزمهم الحجة ولیقولوا۔ ولنبینه معطوف ہے،۔ لیقولوا پر واللام علی الاصل والضمیر الآیات باعتبار المعنی اوللقرآن۔ (بیضاوی)

مشرکین کی نادانی پر تنبیہ

تفسیر:......اپنی ذات وصفات وتوحید پر دلائل بیان کر کے مشرکین کو ان کی نادانی پر کہ وہ اور چیزوں کو اس کے ساتھ شریک کرتے تھے الزام دے کر ایک اعلان عام دیتا ہے کہ جو کچھ بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بَصَآئِرُ (جمع بصیرۃ ای الادراک التام) یعنی سوجھ بوجھ ہے کہ جس سے انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں پھر اس کے بعد بھی جو کوئی اندھا رہے اور اسی کفر وشرک کی اندھیریوں میں پڑا رہے تو اپنے لئے برا کرتا ہے اور جو کوئی اہل بصیرت ہو کر روشنی میں آئے گا تو اپنے فائدہ کے لئے اور آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ یہ بھی کہہ دو کہ میرا کام تو خبر دینا ہے میں تمہارا محافظ نہیں کہ خواہ مخواہ تمہیں ہدایت کرنا میرا ذمہ ہو۔ جب محبت توحید کو تمام کر چکا تو اب آنحضرت علیہ السلام کی رسالت پر جو کچھ مشرکین و دیگر لوگوں کو شبہات تھے یکے بعد دیگر ایک نصیحت آمیز کلام کے ضمن میں ان کے جوابات دیتا جاتا ہے۔

مشرکین کا قرآن مجید کے تدریجاً نازل ہونے پر شبہ اور اس کا جواب:......ایک شبہ ان کا قرآن مجید کے تدریجاً نازل ہونے پر تھا کہ یکبارگی بہ تمام وکمال کتاب آسمان سے کیوں نازل نہ ہوئی۔ یہ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد (ﷺ) کسی سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں درست، اصمعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ درس سے مشتق ہے جس کے معنے پامال کرنا، قابو میں لانا۔ من درس الطعام اذا داسه، یدرسه دراساً والدراس الدیاس، ودرس الکلام من هٰذا ای یدرسه فخیف علیٰ لسانه (ک) اس سے مراد ہے پڑھنا۔ کیونکہ جو جس جملہ کو پڑھتا ہے وہ زبان پر رواں ہو جاتا ہے قابو میں آجاتا ہے۔ ابوعمرو وابن کثیر نے دارست باالالف ونصب التاء پڑھا ہے اس کے معنی یہ کہ یہود وغیرہ سے پڑھ پڑھ کر حاصل کیا۔

اس شبہ ❶ کا جواب دیتا ہے کہ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ... الخ تصریف اُلٹ پلٹ کر بیان کرنا جس سے مراد وقتاً فوقتاً بیان کرنا یہ دو وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ بار بار مختلف عنوانات سے بیان کرنے میں جو مضمون دلنشین ہوتا ہے ایک بار کہنے سے نہیں۔ اس میں بندوں پر کامل شفقت ہے اور الزام حجت کہ ازلی سعداء تمند اس کو مفید عباد جان کر قبول کریں اور ازلی گمراہ یہ شبہ کریں کہ لوگوں سے محمد (ﷺ) سیکھ کر بیان کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اس میں اہل علم قوم کو خوب معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص مختلف عنوان سے بار بار نئے نئے دلنشین پیرایوں میں احکام وذات وصفات وعالم آخرت اور قصص انبیاء علیہم السلام کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ جس میں سرمو تفاوت نہیں یہ اسی لطیف الخبیر کا پرتو ہے کہ جس کو دنیا میں کوئی دیکھ نہیں سکتا اور جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔

جاہلوں سے کنارہ کشی کا حکم:...... پھر فرماتا ہے کہ جو آپ ﷺ پر لَآ اِلٰہَ... الخ توحید کا حکم ہوا ہے آپ ﷺ اس کے پابند رہو اور

---

❶ ......خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہیر پھیر کر بیان کرنا ان وجوہ سے ہے (۱) کہ بار بار بیان کرنے سے لوگوں کی آسانی ہے (۲) منکرین پر اور بھی اتمام حجت ہے کہ بار بار سمجھایا جاتا ہے اور پھر بھی نہیں سمجھتے (۳) اہل علم کو بصیرت پیدا ہوتی ہے کہ باوجود بار بار بیان کرنے کے پھر بھی تفاوت نہیں پاتے اور ممکن ہے کہ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ سے مراد آثار قدرت ہوں کہ اپنی توحید اور یکتائی کی بار بار نشانیاں دکھاتے ہیں حوادث دہر اور ان کے جسم اور عالم کے تغیرات علویات سے لے کر سفلیات تک تا کہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور آپ کہیں تفسیر کہ اے پیغمبر آپ (ﷺ) نے ہم کو پڑھ کر سنایا اور اہل علم کو علم حاصل ہو یہ رحمت الٰہی ہے ۱۲ منہ۔

ان جاہلوں سے کنارہ کشی کرو ان کو اللہ تعالیٰ ہی نے گمراہ کر رکھا ہے ورنہ وہ چاہتا تو ہدایت پر آجاتے شرک نہ کرتے۔ پھر اے پیغمبر! نہ آپ پر ان کی جواب دہی ہے نہ تو آپ ان کے ذمہ دار ہیں۔ پڑے بکنے دیجئے، ازلی گمراہوں کی کس کس بات کا جواب دیا جائے؟۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

ترجمہ:۔۔۔۔۔ (مسلمانو!) یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں ان کو گالیاں نہ دیا کرو (تا کہ وہ بھی) اللہ تعالیٰ کو جہالت میں آ کر گالیاں نہ دینے لگیں۔ ہم نے یوں ہی ہر گروہ کی نظروں میں ان کے عملوں کو مزین کر دیا ہے۔ پھر ان کو اپنے رب کے ہاں پھر کر جانا ہے پھر وہ ان کو بتا دے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے ﴿۱۰۸﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت (سخت) قسمیں کھا کر کہا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی نشانی آوے گی تو ہم اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے ﴿۱۰۹﴾ کہہ دو نشانیاں تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں اور تمہیں (اے مسلمانو!) کیا معلوم کہ جب وہ نشانیاں ان کے پاس آئیں تو بھی وہ ان پر ایمان نہ لاویں۔ اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پھیر دیں جیسا کہ وہ اول بار اس پر ایمان نہ لائے تھے اور ہم ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ رکھیں ﴿۱۱۰﴾

ترکیب:۔۔۔۔۔ فیسبُّوا منصوب ہے جواب نہی ہو کر عدوًا یہ منصوب اس لئے ہے یا تو مصدر ہے من غیر لفظ الفعل لان السب عدوان فی المعنی اور حال مؤکدہ بھی ہو سکتا ہے اور مفعول لہٗ بھی۔ بغیر علم بھی حال ہے کذٰلک موضع نصب میں ہے صفت ہے مصدر محذوف کی ای کما زینا لکل امة عملهم زینا لهؤلاء عملهم۔ ومایشعر کم مامبتدا یشعر کم خبر اور وہ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اوّل انها ثانی محذوف تقدیرہٗ ومایشعر کم ایمانهم اول مرة ظرف زمان ہے ونذرهم بسکون الراء وضمها۔

معبودانِ باطلہ کو برا کہنے کی ممانعت اور اس کی مصلحت

تفسیر:۔۔۔۔۔ مشرکین کے ان بیہودہ شبہات پر مسلمان ہنس کر ان کی بدعقلی کی دلیل ان کی بت پرستی سے پکڑتے ہوں گے اور کچھ عجب نہیں کہ ان کے فرضی خداؤں کی خدائی باطل کرنے میں ان کی بے بسی اور دیگر قبائح بھی بیان ہوتے ہوں گے کہ جن سے ان معبودوں کی بے وقری ٹپکتی ہوگی جس کو مشرکین نے اپنے معبودوں کو گالیاں دینا مسلمانوں کی طرف سے سمجھ لیا۔ ہر چند وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بھی قائل تھے مگر ان میں دہریے تھے کہ جن سے اللہ تعالیٰ کو خصوصاً رب محمد ﷺ منزل قرآن کا نام لے کر (کیونکہ وہ منزل قرآن شیطان کو خیال کرتے تھے) مقابل میں گالیاں دینا کچھ مستبعد نہیں تھا۔ سو ایسے حمقاء کے مقابلہ میں پڑ کر گویا آپ اللہ تعالیٰ کو برا کہلانا بلکہ خود برا کہنا ہے

اس لئے اس آیت وَلَا تَسُبُّوا میں اس کی ممانعت کر دی۔ حمقاء اور بے دین زبان دراز لوگوں کے مقابلہ میں قرآن کی یہ آیت مدنظر رکھنی چاہیے جو اس امر میں اصل الاصول ہے۔

فرمائشی معجزات کے عدم ظہور پر اعتراض و جواب:.....وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ یہ ان کا حضرت ﷺ کی نبوت پر دوسرا شبہ تھا وہ یہ کہ ہماری خواہشوں کے موافق یہ نبی ﷺ کیوں معجزات نہیں دکھاتا؟ پھر اس پر وہ قسم کھا کھا کر زور دیتے تھے کہ بخدا ان میں سے کوئی بھی معجزہ اگر اس نے دکھایا تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ کہ معجزات تو سب اللہ تعالیٰ کے پاس موجود ہیں وہ قادر ہے جب چاہے ظاہر کر دے مگر ازلی گمراہوں کو اس سے کیا فائدہ ہوگا وہ جب بھی ایمان نہ لائیں گے۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ ابن کثیر ؒ اور اہل بصرہ اور ابوبکر عاصم کوفی کی روایت انها بکسر الف پڑھتے ہیں علی الابتداء اور کلام کو وَمَا يُشْعِرُكُمْ پر تمام سمجھتے ہیں اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ دوسرا جملہ ہے اور دیگر قراء بفتح الالف پڑھتے ہیں اور خطاب مؤمنین کے لئے قرار دیتے ہیں لَا يُؤْمِنُوْنَ میں لا کو زائدہ کہتے ہیں۔

پھر اس وقت ایمان نہ لانے کی وجہ بیان فرماتا ہے وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ...الخ چونکہ یہ لوگ اس سے پہلے شق القمر وغیرہ معجزہ دیکھ کر ایمان نہ لائے (اور ایسے مواقع میں ازلی گمراہ اور ازلی نیکوں کا امتیاز ہو جاتا ہے۔ ازلی گمراہ ایسے معجزات دیکھ کر جب ایمان نہیں لاتے تو ان کے دلوں اور آنکھوں پر مہر ہو جاتی ہے پھر وہ کسی معجزے پر یقین نہیں کرتے) تو اب ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیں گے اب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ (ابن عباس ؓ)

حقیقت میں جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہی پیدا ہو جاتی ہے جو آئندہ دیگر سخت معاصی کے ارتکاب کا باعث ہوتی ہے پھر کتنا ہی بڑا گناہ کیوں نہ ہو اس کے دل میں کچھ بھی اٹک باقی نہیں رہتی۔ ہندوستان کے اوباشوں، رنڈی بازوں، رقص دیکھنے والوں کو دیکھ لیجئے۔ اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ کفار پہلے معجزات پر ایمان نہ لائے۔ اور ان کی مرضی کے موافق معجزات ظاہر نہ کرنے کی وجہ بھی صاف ہو گئی پھر وہ جو پادری اور نیا چرہ (جمع نیچری) معجزات کی نفی ان آیات سے کرتے ہیں کہ جن میں کفار کی استدعاء کے موافق معجزات سرزد نہ ہونے کا ذکر ہے یہ ان کی کمال نادانی اور سوء فہمی ہے۔

پارہ (۸) وَلَوْ اَنَّنَا

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ:......اور اگر ہم ان کے پاس فرشتے (بھی) بھیج دیتے اور ان سے مردے بھی باتیں کر لیتے اور ان کے سامنے سب ❶ چیزوں کو بھی لا کر کھڑی کر دیتے تو بھی تو وہ ایمان نہ لاتے مگر کہ یہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا لیکن ان میں سے بہت تو جہالت ہی کرتے ہیں ﴿۱۱۱﴾ اور ہم نے ہر ایک نبی کے لئے اسی طرح سے (شریر) آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنا دیا تھا کہ جو ایک دوسرے کو ملمع کار باتیں دھوکہ دینے کو سکھایا کرتا تھا، اور اگر آپ (ﷺ) کا رب تعالیٰ چاہتا تو وہ یہ نہ کرتے ﴿۱۱۲﴾ سو آپ (ﷺ) ان کو اور ان کے ڈھکوسلوں کو چھوڑ دیجئے تا کہ ان کی طرف اُن لوگوں کے دل جھکیں کہ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ ان کو پسند کریں اور تا کہ وہ غلط کام جو کرتے ہیں کئے جائیں ﴿۱۱۳﴾

ترکیب:......ولتصغی جمہور کے نزدیک لام مکسور ہے معطوف ہے غرورا پر ای لیغروا ولتصغی بعض کہتے ہیں یہ لام قسم ہے مکسور ہو گیا۔

شیاطین کی پُرفریب باتیں

تفسیر:......وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ... الخ یعنی ان کی خواہش کے موافق ہم ان کے پاس ملائکہ بھی بھیج دیں اور مردے ان سے باتیں بھی کر لیں اور ان کے سامنے مری ہوئی چیزیں زندہ بھی ہو جائیں یعنی بڑے سے بڑا معجزہ بھی ان کو دکھایا جاوے تو بھی وہ ایمان نہ لاویں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے (اپنی رحمت کے صابون سے اس کے دل کا میل دھودے) وہ ایمان لے آوے۔ پھر جب ان ازلی گمراہوں کا یہ حال ہے تو بھاڑ میں پڑیں ہمیں کیا پڑی جو ان کے کہنے کے موافق معجزات دکھائیں۔ یہ جو جھک مارتے پھرتے ہیں پھر

❶......یعنی عالم غیب کی پوشیدہ چیزیں جن پر غائبانہ یعنی بن دیکھے ایمان لانا چاہیے تھا سامنے لا کر کھڑی کر دیں اور عالم غیب جنت دوزخ اور دیگر چیزوں کو عیاناً دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لاویں کس لئے کہ ان کے دل شقی ہو گئے اس وقت ان کو بھی نظر بندی اور شعبدہ ہی کہنے لگے معاذ اللہ جب ازلی محرومی ظہور کرتی ہے اور انسانی فطرت دوسرا رنگ پیدا کر لیتی ہے پھر وہ نہیں ملتی اس میں ہادی اور ناصح کا کیا قصور اس بات کو حق سبحانہ ان آیات میں بیان فرما رہا ہے ۱۲ منہ

اکریں کیونکہ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ہر نبی کے دشمن آدمی اور جنوں میں سے سرکش اور نافرمان ہوتے آئے ہیں جو وہ نبی کے برخلاف لوگوں کو ملمع کار باتیں سکھا کر گمراہ کیا کرتے ہیں سو ان کا کہنا وہی مانتے ہیں جو یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی ان سے خوش ہوتے ہیں۔

اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا وَّهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْکُمُ الْکِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ یَّضِلُّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ:......(اے نبی ﷺ ان سے) پوچھو کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو منصف بناؤں حالانکہ اس نے تو تمہارے پاس کھلی ہوئی کتاب بھیج دی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو یہ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے برحق نازل ہوا ہے۔ پھر (اے نبی ﷺ!) آپ ﷺ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا ﴿۱۱۴﴾ اور آپ ﷺ کے رب کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہو گئیں، کوئی بھی اس کی بات کا بدلنے والا نہیں اور وہی (ہر ایک کی) سنتا (اور سب کی) جانتا ہے ﴿۱۱۵﴾ اور دنیا میں ایسے بھی بہت سے ہیں کہ (اے مخاطب) اگر تو ان کا کہنا مانے تو وہ تم کو اللہ تعالیٰ کے رستہ سے گمراہ کر دیں وہ تو صرف خیالات پر چلتے ہیں اور وہ محض قیاس لڑاتے ہیں ﴿۱۱۶﴾ بے شک آپ ﷺ کا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بہکا ہوا ہے۔ اور وہ راہ راست پر چلنے والوں کو (بھی) خوب جانتا ہے ﴿۱۱۷﴾

ترکیب:......افغیر اللہ ابتغی کا مفعول حکما اس سے حال ویجوز العکس مفصلا۔ الکتب سے حال ہے اور بالحق ضمیر مرفوع منزل سے۔ صدقا وعدلا تمیز ہیں اور مفعول لہٗ بھی اور حال بھی ہو سکتے ہیں ھو اعلم خبر ان۔ من بمعنی الذی یا نکرہ موصوفہ موضع نصب میں فعل محذوف سے جس پر اعلم دلالت کرتا ہے ای یعلم من یضل یا من استفہامیہ مبتدا یضل خبر اور جملہ یعلم محذوف سے محل نصب میں۔

تفسیر:......چونکہ پہلی آیتوں میں کفار کے اعتقاد بد کو اور انکار نبوت اور شبہات بیجا کو رد فرما کر آنحضرت ﷺ اور جملہ ایمانداروں کی تسلی کے لئے فرما دیا تھا کہ ان کی یہ سب باتیں شیطانی ملمع کاری ہے (زُخْرُفَ الْقَوْلِ) جو ان کے مادۂ فاسدہ سے انجرات کی طرح اٹھتی ہیں ایک دوسرے سے بیان کرتا ہے اور اس کے دل میں جما تا ہے تم کو ان باتوں کی طرف خیال بھی نہ کرنا چاہیے۔ اس پر ''بحکم کس نگوید کہ دوغ من ترش است'' کفار کا یہ عذر بھی رد ہوتا ہے کہ چلو ہم کسی کو پنچ بنائیں وہ کیا کہتا ہے اس لئے فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور کو پنچ بناؤں کہ جس نے مجھ پر وہ کتاب نازل کی کہ جس میں نیک و بد سعادت و شقاوت کو کھول کھول کر بیان

کر دیا۔ اس کتاب کے برحق ہونے کی ایک دلیل تو خود یہی کتاب ہے ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' کیونکہ الٰہیات اور احکام وقصص عبرت انگیز بصیرت خیز سعادت وشقاوت دارین کے اصول اس سچائی اور صفائی سے بیان کرنا خاصہ کتاب الٰہی ہے سو یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں اگر آنکھ ہو تو دیکھ لو اس کی طرف هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ . . . الخ میں اشارہ فرمایا اور اگر خود عقل خداداد نہ ہو اور کسی کی شہادت درکار ہو تو اہل کتاب دل میں اس کے برحق ہونے کے مقر ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں جو مجموعہ صحیح وغلط روایات کا ہیں تاہنوز صدہا نشان قرآن مجید کے برحق ہونے کے پاتے ہیں۔ اس کی طرف وَالَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ میں اشارہ کیا۔ اس کے بعد ان شبہات کو ہیچ و پوچ قرار دینے کے لئے فرماتا ہے کہ آپ (ﷺ) کسی طرح سے شک میں نہ پڑیں شمشیر یقین سے سب کی قطع برید کر ڈالنا چاہیے۔ اس میں خطاب آنحضرت علیہ السلام کی طرف ہے مگر مراد اور ہیں۔

اس کے بعد پھر اطمینان کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کے دو حصے ہوتے ہیں ایک میں گزشتہ لوگوں کے واقعات اور آئندہ کے حالات جنت ودوزخ حساب وکتاب کی تشریح اور اپنی ذات وصفات کی توضیح ہوتی ہے سو اس حصے کی دلیل اصالت تو صدق ہے یعنی سچائی اور دوسرے حصے میں احکام روحانی وجسمانی سیاسی ونوامیسی ہوتے ہیں سو اس کی دلیل عدل یعنی افراط وتفریط سے پرہیز ہونا ہے حالانکہ تَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدۡقًا وَّعَدۡلًا ۚ قرآن ان دونوں اوصاف صدق وعدل میں پورا ہے جس کو کوئی بدل نہیں سکتا کس لئے کہ وہ سمیع وعلیم ہے مکذبین کی باتیں سنتا ہے ان کے دلوں کے راز جانتا ہے، ان کا کوئی داؤ اس سے مخفی نہیں۔ پھر فرماتا ہے اے پیغمبر (ﷺ)! آپ (ﷺ) وحی کے مطابق چلیں ان کے کہنے سننے کی پروا نہ کریں کس لئے کہ یہ اندھے ہیں اگر آپ (ﷺ) ان کے کہنے پر چلیں تو وہ خود آپ تو گمراہ ہیں تم کو بھی گمراہ کر دیں کس لئے کہ حقیقت الامر ان کو معلوم نہیں جو کچھ کہتے ہیں اٹکل اور قیاس سے کہتے ہیں احکام سے لے کر قصص تک اور عالم آخرت کے معاملہ سے لے کر صفات تک محض قیاسات باطلہ ہیں۔

فَكُلُوۡا مِمَّا ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ بِاٰيٰتِهٖ مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمۡ اَلَّا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا
ذُكِرَ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ وَقَدۡ فَصَّلَ لَكُمۡ مَّا حَرَّمَ عَلَيۡكُمۡ اِلَّا مَا اضۡطُرِرۡتُمۡ
اِلَيۡهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا لَّيُضِلُّوۡنَ بِاَهۡوَآئِهِمۡ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ
بِالۡمُعۡتَدِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوۡا ظَاهِرَ الۡاِثۡمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ
سَيُجۡزَوۡنَ بِمَا كَانُوۡا يَقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاۡكُلُوۡا مِمَّا لَمۡ يُذۡكَرِ اسۡمُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ
وَاِنَّهٗ لَفِسۡقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ لَيُوۡحُوۡنَ اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِهِمۡ لِيُجَادِلُوۡكُمۡ ۚ
وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ ع ۱۴

ترجمہ: ...... سو جس ❶ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اس کو کھاؤ اگر تم کو اس کی آیتوں پر یقین ہے ﴿۱۱۸﴾ اور کیا وجہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جاوے اس

❶..... یعنی جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا گیا ہے اس کے کھانے میں کچھ مضائقہ نہیں ۱۲ منہ

کو نہ کھاؤ حالانکہ جو چیز تم پر حرام ہے اس کی تفصیل ہو چکی ہے مگر وہ بھی جب کہ تم کو اس کی طرف ناچارگی ہو جاوے (تو درست ہے) اور (اے نبی ﷺ!) بہت سے لوگ تم کو بے سمجھے (بوجھے) اپنی خواہشوں میں گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔ بیشک آپ (ﷺ) کا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے ⑲ اور (اے لوگو!) چھپے اور کھلے سب گناہ چھوڑ دو۔ بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اپنے کئے کی عنقریب سزا پاویں گے ⑳ اور جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ اور وہ گناہ (بھی) ہے۔ اور بے شک شیاطین تو اپنے رفیقوں کے دل میں تمہارے ساتھ جھگڑا کرنے کے لئے وسوسے ڈالا کرتے ہیں، اور اگر تم نے ان کا کہا مان لیا تو بیشک تم بھی مشرک ہو گئے ㉑

ترکیب:...... وما استفہامیہ مبتدا لکم خبر الا تأکلوا حرف جر محذوف ای فی ان لا تأکلوا، حرف جر کے حذف ہونے کے بعد محل نصب میں ہے۔ وَقَدْ فَصَّلَ جملہ حال ہے۔ مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ۔ ما موصولہ اضطررتم الیہ صلہ ما موضع نصب میں ہے جنس سے استثناء ہونے کے سبب معنی کس لئے اللہ تعالیٰ نے جس پر اللہ کا نام لیا جاوے اس کے کھانے سے پرہیز کرنے پر تنبیہ کی ہے جو اباحت اکل کو مطلقاً چاہتا ہے۔

ذبیحہ کی حلت و مردار کی حرمت

تفسیر:...... منجملہ مزخرفات قول کفار کے کہ جس کو شیاطین انس و شیاطین جن ملمع کار دلیلوں سے ان کے دلوں میں ڈالا کرتے تھے ایک بات یہ بھی تھی کہ کفار جس طرح اور ناپاک چیزوں کو کھاتے تھے جیسا کہ خون وغیرہ اسی طرح جو جانور کہ از خود مر جاتا تھا یا بتوں پر چڑھایا جاتا تھا اور کسی طرح سے مر جاتا تھا اس کو کھالیا کرتے تھے اور ذبیحہ کو اپنا مارا سمجھ کر نہ کھاتے تھے اس کی بابت حکم دیتا ہے فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ کہ تم وہ جانور کھاؤ کہ جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے یعنی بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہو۔ پھر اس کی تاکید فرماتا ہے کہ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ کہ تم ان کے شک ڈالنے کی طرف خیال نہ کرو، اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی طرف یقین ہے اس کے بعد پھر تاکید فرماتا ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کہ تم کفار کے ان شبہات کی طرف کہ اللہ تعالیٰ کی ماری ہوئی (یعنی مردار) کو تو مسلمان کھاتے نہیں اور اپنی ماری ہوئی (یعنی ذبیحہ) کو کھاتے ہیں یہ عجب بات ہے، خیال کر کے کیوں اس کے کھانے میں تأمل کرتے ہو؟ یہ حرام نہیں کس لئے کہ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ کہ جو چیزیں تم پر حرام کی ہیں ان کی تفصیل و تشریح تو ہو چکی ہے۔ اس کے بعد کی آیت قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ ...... الآیہ، اس ❶ کی تفسیر آگے آتی ہے اور نیز یہ بیان سورۂ مائدہ میں بھی ہو چکا ہے۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ ...... الخ نزولاً گو یہ بعد ہے مگر ترتیب بھی حالت اضطرار میں مستثنیٰ ہیں مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ۔ پھر کفار کے شبہ کو رد کرتا ہے کہ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ ... الخ کہ بہت سے دنیا میں شیاطین ہیں کہ وہ اپنی جہالت سے اُلٹی سیدھی باتیں بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب میں سے سب پہلے یہ گمراہی عمرو بن لحی نے ایجاد کی تھی سو اس کو یہ سرکش لوگ خوب معلوم ہیں وہ ان کو سزا دے گا۔

اس کے بعد قاعدۂ کلیہ کے طور پر ایک عام حکم دیتا ہے جو تمام شرائع کی اصل ہے اور بتوں کے چڑھاوے اور مردار چیزوں کے کھانے میں دل پر تاریکی پیدا ہونے کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ کہ ظاہر اور باطن کے سب گناہ چھوڑ دو گناہ ظاہری میں قزاقی۔ زنا بالاعلان، مردار خوری سب آ گئے اور باطنی چھپ کر زنا، دل پر برے خطرات کو جگہ دینا، حسد و کبر کرنا کیونکہ ان ہر ایک کی سزا پاوے گا۔ اس کے بعد بالصراحت مردار کھانے سے منع کر کے بقولہ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ۔ کفار کے اس شبہ کا وحی شیطانی اور خطرۂ نفسانی ہونا ظاہر کرتا ہے بقولہ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ . . . الخ اور مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے

❶ ...... سورۂ مائدہ جس میں حرام چیزوں کا ذکر ہے گو نزول میں مؤخر ہے مگر اصل ترتیب میں اس آیت سے مقدم ہے اور نیز اس کے آیت کے بعد میں حرام چیزوں کا ذکر ہے اور اس قدر متاخر کو ایک متصل اور مسلسل کلام میں یہ کہنا کہ تم کو بتا چکے ہیں درست ہے ۱۲ منہ

خلاف کسی حرام کو حلال اور حلال کو حرام جانتے ہیں کفار کا کہا مانو گے تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ کس لئے کہ دوسرے کو تعمیل حکم میں اللہ تعالیٰ کی برابر جاننا یہ شرک فی الحکم ہے۔

فوائد: (۱)......فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ یعنی جو جانور حلال ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے نام (تکبیر) سے ذبح کیا جاوے تو کھاؤ یعنی تمہارے لئے دینی طور سے اس کے کھانے میں اجازت و اباحت ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ یہود نے آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم مردار نہیں کھاتے آپ ﷺ مار کر کھاتے ہیں تب یہ نازل ہوئی، کما اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس ؓ۔

تسمیہ کا حکم:......(۲)......وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم کچھ ذبیحہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر کھانے پینے پر بھی بسم اللہ ضروری ہے ورنہ وہ چیز حرام ہے مگر جمہور کے نزدیک اور چیزوں پر بسم اللہ امر مسنون ہے نہ کہ فرض کس لئے کہ اس آیت میں مما سے جانور مراد ہیں مگر جانور حلال کہ جن کو کتاب وسنت نے حرام نہ کہا ہو۔ اور یہ بسم اللہ کہنا بھی ذبیحہ کو باحادیث صحیحہ جب درست کرتا ہے۔ جب کہ مؤمن یا اہل کتاب نے ذبح کیا ہو۔

(۳)......اہل علم کے نزدیک اس آیت سے وہ ذبیحہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ جھٹکا کیا ہو یا گردن مروڑنے سے مار ڈالا گیا ہو یا بتوں کے نام سے ذبح ہوا ہو یا از خود اپنی موت سے مرا ہو، الغرض اس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام پاک نہ لیا گیا پھر خواہ اس کو کسی نے مارا ہو اہل کتاب نے یا ملحد یا کسی اور نے وہ حرام ہے۔ اگر مسلمان سے بھی بوقت ذبح بسم اللہ کہنا ترک ہو جاوے خواہ عمداً خواہ سہواً علماء کا ایک گروہ کہتا ہے وہ بھی حرام ہے آیت: لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اس پر صادق ہے۔ یہ ابن عمر و نافع و شعبی و ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور ایک روایت سے مالک و احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قول ثابت ہوتا ہے اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ مگر علماء کا ایک دوسرا گروہ کہتا ہے اگر سہواً بسم اللہ کہنا ترک ہو گیا ہے تو اس کا کھانا حلال ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ و عطاء و طاؤس و حسن بصری و عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ و ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے۔ اور مشہور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے وہ کہتے ہیں کہ سہواً ترک دراصل ترک نہیں بھول چوک، مسلمان کی معاف ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمان عمداً بھی ترک کر دے تو بھی ذبیحہ درست ہے کس لئے کہ آیت میں ذبح بغیر اللہ کی حرمت مذکور ہے۔ یہ قول اس آیت کے بظاہر مخالف ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

ترجمہ:......کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور اس کے لئے ایسی روشنی کر دی کہ جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہو اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ وہ اندھیریوں میں پڑا ہوا ان سے نکل نہ سکتا ہو۔ ہم نے یوں کافروں کے لئے ان کے کام مزین کر دیئے ہیں ﴿۱۲۲﴾ اور ہم نے اسی طرح سے ہر گاؤں میں وہاں کے فاسق لوگ سردار بنائے تا کہ وہاں مکر کیا کریں۔ اور ان کا مکر صرف انہیں کے لئے ہے حالانکہ وہ جانتے نہیں ﴿۱۲۳﴾ اور جب ان کے پاس کوئی معجزہ آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ویسی ❶ ہی چیز نہ ملے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی گئی تھی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاں کہ اپنی پیغمبری قائم کرتا ہے۔ عنقریب گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں کی ذلت اور عذاب شدید پہنچے گا ان کی مکاری کی وجہ سے ﴿۱۲۴﴾

ترکیب:......من مبتدا یمشی بہ موضع نصب میں ہے صفت ہے نوراً کی کمن خبر مثلہ مبتدا فی الظلمت خبر لیس بخارج حال ہے ضمیر مثلہ سے۔ اکابر مفعول اوّل فی کل قریۃ ثانی۔

قابلِ اتباع نبی ﷺ ہیں کفار و مشرکین نہیں

تفسیر:......پہلی آیت میں مسلمانوں کو کفار کی اطاعت سے منع فرمایا تھا۔ یہاں اس کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ قابل اطاعت تو وہ شخص ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے موت ظلمات طبیعت سے بسبب انکشاف وتجلیات روحانیہ کے زندہ کیا ہو اور اس کے ساتھ اس کے پاس اللہ کی طرف کا ایک چراغ ہدایت بھی ہو (قرآن) کہ جس کی روشنی میں وہ لوگوں کو لانا چاہتا ہے نہ وہ کہ جو طرح طرح کی اندھیریوں میں ایسا مبتلا ہو کہ جو ان میں سے کبھی نکل ہی نہ سکے (کیونکہ نہ کفر و شرک کو برا جان کر ہادی کی تلاش کرے گا نہ ورطۂ ظلمت سے نکلے گا) سو اوّل صفت تو نبی کی ہے اور دوسری کافر کی پھر کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں پس قابل اتباع نبی ﷺ ہے نہ کہ کافر۔ پھر اس کافر کی ظلمات سے باہر نہ آنے کی وجہ بیان فرماتا ہے کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِلْکٰفِرِیْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ کہ ان کی روحانیت میں قضاء وقدر نے خباثت کی طرف میل طبیعت رکھا ہے جس طرح کہ نجاست کے کیڑے کو نجاست کی طرف میل طبعی ہے وہ پاک چیزیں چھوڑ کر اسی پر رہ بجھتا ہے، اسی طرح یہ بد افعال ان کی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتے ہیں پھر کیونکر ظلمات سے نکلیں؟ اللہ تعالیٰ ایسی حالت سے بچا وے۔ پھر فرماتا ہے کہ مکہ کے سرداروں پر ہی کچھ موقوف نہیں کہ وہ مؤمنین اور نبی ﷺ کے مقابلہ میں لوگوں کو مکر وفریب سے گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں بلکہ ہم نے جس جگہ اور جس گاؤں میں نبی بھیجے وہاں کے مکاروں اور بدکاروں کو وہاں کی سرداری اور دنیاوی عزت دی تا کہ وہ اپنے کام میں پوری کامیابی حاصل کر کے ابدی جہنم کے مستوجب ہو جاویں۔ (افسوس بعض کی دنیاوی ترقی اور کثرت مال وجاہ اسی کی ہلاکی آخرت کا باعث ہو جاتی ہے)۔

مکہ مکرمہ کے کافر سردار ابوجہل اور ولید بن مغیرہ جب آنحضرت ﷺ کا کوئی بڑا معجزہ دیکھتے تھے تو حسد و کبر کے مارے یہ حیلہ کرتے تھے کہ اس شخص میں کیا بات ہم سے زیادہ ہے؟ ہمیں کیوں نبی صاحب معجزات نہیں کیا گیا اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ نبوت کے لئے ازل میں نفوس قدسیہ پیدا کئے گئے ہیں وہیں مناسب جان کر وہ وحی اور نبوت قائم کرتا ہے:

کلاہ خسروی وتاج شاہی ☆ بہر سر کے رسد حاشا وکلا

سو عنقریب ان متکبروں کو دنیا میں (جیسا کہ بدر کے دن یا فتح مکہ ہوا) یا آخرت میں تکبر کی عوض ذلت اور نخوت کے بدلے میں عذاب شدید ملے گا۔

❶ یعنی وہی معجزات نبوت جو رسولوں کو عطاء ہوئے ہیں جب تک ہم کو نہ ہوں گے ایمان نہ لائیں گے ۱۲ منہ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ
صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ
عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ
الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ
وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا
شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ
بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمہ:.....پھر جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینی چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا سینہ ایسا بھچا ہوا تنگ کر دیتا ہے کہ گویا اس کو آسمان پر چڑھنا پڑتا ہے، جو ایمان نہیں لاتے ان پر اللہ تعالیٰ ایسی ہی پھٹکار ڈال دیا کرتا ہے﴿۱۲۵﴾ اور آپ (ﷺ) کے رب تعالیٰ کا سیدھا رستہ تو یہ (اسلام) ہے۔ہم نے سمجھنے والوں کے لئے آیتیں کھول کر بیان کر دی ہیں﴿۱۲۶﴾ ایمانداروں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا کارساز ہوگا ان کے عملوں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے﴿۱۲۷﴾ اور جس دن کہ ان سب کو جمع کر کے (پوچھے گا) اے قوم جن! تم نے بہت سے آدمی اپنے کر لئے تھے۔اور ان کے انسان دوست عرض کریں گے کہ اے رب ہم میں سے (دنیا میں) ایک دوسرے سے فائدہ لیتا رہا (جنوں نے ہم سے نذر و نیاز لی ہم نے لوگوں سے دھوکہ دے کر کمایا) اور (اب) ہم اپنے اس وقت کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لئے مقرر کیا تھا (یعنی سزا کا وقت آ گیا اب آپ کے ہاتھ ہیں) فرمائے گا تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اس میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہو گے، مگر جب تک اللہ چاہے بے شک آپ کا رب تعالیٰ حکمت والا اور خبردار ہے﴿۱۲۸﴾ اور ہم اسی طرح سے (وہاں بھی) ایک ظلم کو دوسرے کے ساتھ ان کے ان اعمال کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے رفیق بنا دیں گے﴿۱۲۹﴾

ترکیب:.....فمن شرط یشرح جواب حرجاً ای ضیقاً بکسر الراء صفة وفتحها مصدر وصف به مبالغة کانما فی موضع نصب او حال من الضمیر فی حرج مستقیما حال ہے صراط ربک سے والعامل ھذا۔ حرجا بالفتح جمع حرجة وھی شدة الضیق۔ یصعد قرئ مخففاً من الصعود ومشدداً واصله یتصعد ومعناه یتکلف مالایطیق مرة بعد مرة۔

اسلام سلامتی اور امن کی طرف رہنمائی کرتا ہے

تفسیر:..... پہلے کافر کی مثال مردہ اور اندھیریوں میں پڑے ہوئے کی اور مؤمن کی زندہ اور نور میں چلنے والے کی بیان کی تھی۔اب یہاں سے اس تعجب واستبعاد کو دور کر کے اس کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ باوجود اس قدر معجزات وآیات بینات کے پھر کیوں ایمان نہیں لاتے؟ وہ یہ کہ ایمان لانا اور کفر میں پڑا رہنا یہ سب باتیں قضاء وقدر کے بس میں ہیں جس کو ہدایت کرنا چاہتے ہیں اس کی آنکھوں سے یہ تمام حجابات جو اس کو ایمان کی روشنی کے دیکھنے سے مانع آتے ہیں اُٹھا دیتے ہیں سو اسلام قبول کرنے پر بسہولت آمادہ ہو جاتا ہے اور جس کو اسی گمراہی میں پڑا رہنا چاہتے ہیں اس کے دل سے یہ حجاب دور نہیں ہوتے سو حیات دنیا اور اس کے لذات وشہوات پر ایسا غش ہو جاتا ہے کہ اسلام قبول کرنے کو جس میں لذات روحانیہ اور عالم باقی کی طرف رہنمائی ہے ایسا سخت اور مشکل جانتا ہے کہ جیسا کہ کوئی آسمان پر چڑھنے کو ہدایت عام ہے وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا اسلام اللہ تعالیٰ کی سیدھی سڑک ہے جو دار السلام تک پہنچتی ہے مگر اس پر چلنا ہر ایک کی تقدیر میں نہیں بلکہ سمجھ والوں کے لئے، پس جو اس پر چلیں گے ان کے لئے دار السلام ہے سلامتی اور امن کا گھر یعنی جنت جو عِنْدَ رَبِّهِمْ اس محبوب حقیقی کے پاس ہے اور وَهُوَ وَلِيُّهُمْ وہ وہاں ان کا دوست بھی رہے گا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ نہ صرف زبانی جمع خرچ اور جھوٹے دعوے کی وجہ سے بلکہ ان کے اعمال صالحہ اور کوشش سے جو حقیقی اسلام کی علامت ہے۔

اطاعت شیاطین کا انجام اور کفار کا اقرار کفر:.....اور اسلام سے دل تنگ ہونے والوں کے لئے یہ ہوگا کہ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ ...الخ ان سب کو جمع کر کے ان کے بہکانے والے اور خدائی کے مستحق بننے والے جن اور خبیثوں سے سوال ہوگا کہ تم نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ اور خراب کیا تھا۔اس باز پرس کے وقت ان جنوں اور خبیثوں کے دنیاوی یار یعنی ماننے والے یہ عذر کریں گے کہ دنیا میں باہمی رابطہ کر کے ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کام لیا جنوں نے ہم کو بہکا کر اپنی نذر وبھینٹ اور پرستش پر آمادہ کر کے کام لیا اور ہم نے ان سے غیب کی باتیں دریافت کرنے اور دیگر تخویفات میں کام لیا تھا (ہندوستان میں اب تک سینکڑوں ارواح خبیثہ اور جن بھوتوں کی پرستش ہو رہی ہے ہندوستانیوں سے وہ خوب کام لے رہے ہیں اور سینکڑوں برہمن جوگی اُتیت ساحر بھوت وغیرہ سے کرشمہ دکھلانے اور توہمات بے جا پیدا کر کے ڈرانے میں کام لے رہے ہیں) اور اے رب تعالیٰ ہم اپنے لکھے کو پہنچے یا یہ معنیٰ کہ زندگی بھر ایسا کرتے رہے ہم سے بیوقوفی ہوگئی ان جنوں نے بہکا دیا۔فرمائے گا جاؤ، تم دونوں کے لئے جہنم ٹھکانا ہے ہمیشہ وہیں رہو گے مگر جب اللہ تعالیٰ چاہے تو نکالے، سو وہ کیوں چاہے گا؟ پھر اس عذر بارد کے رد کرنے کو ہر ایک جن وانس سے خطاب کر کے فرمائے گا: الم یأتکم رسل منکم..... کہ کیا تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے؟ جو تمہیں میں سے تھے جن سے بوجہ ہم زبان وہم قوم ومؤانست کے نصیحت حاصل کرنا بہت آسان تھا جو تمہیں میری آیتیں سناتے اور آج کے دن سے خوف دلاتے تھے؟ اس کے بعد وہ اپنے کفر کا اقرار کریں گے۔

رسول صرف انسانوں ہی میں سے مبعوث ہوئے ہیں

فائدہ:.....علمائے اسلام میں سے جمہور بقرائن آیات اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ ...الخ وغیرہا اس بات کے قائل ہیں کہ رسول صرف انسانوں ہی میں سے مبعوث ہوئے ہیں۔جنوں کو بھی وہی تعلیم کیا کرتے مَا مِنْكُمْ جو یہاں آیا ہے سو اس سے مراد نہیں کہ جن وانس کے ہر ہر فریق پر صادق آ سکتا ہے یا رسل انس کے نائب رسل جن تھے جن پر رسل کا لفظ مجازاً اطلاق ہوا۔ضحاک رحمہ اللہ کے نزدیک جنوں میں سے بھی رسول ہوئے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ

وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ
الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ
مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ
بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ
وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾
اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾

ترجمہ:......اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول علیہم السلام نہیں آئے جو تمہیں میری آیتیں سنایا کرتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے ہم اپنے اوپر آپ ہی گواہی دیتے ہیں اور ان کو تو دنیا کی زندگی نے فریب میں ڈال رکھا تھا اور وہ آپ ہی اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ ہم منکر تھے﴿۱۳۰﴾۔ یہ اس لئے کہ آپ کا رب تعالیٰ کسی گاؤں کو (ان کے) ظلم پر ان کی بے خبری میں ہلاک کرنے والا نہیں﴿۱۳۱﴾۔ اور ہر کسی کو اپنے اعمال کے درجے ملیں گے۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب تعالیٰ ان کے کام سے بے خبر نہیں﴿۱۳۲﴾۔ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب تعالیٰ بے پروا رحمت والا ہے۔ اگر چاہے تو ہم کو فنا کر دے اور تمہارے پیچھے جس کو چاہے قائم کرے جس طرح کہ تم کو اور لوگوں کی نسل سے پیدا کر دیا﴿۱۳۳﴾۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ آنے والا ہے اور تم ہرگز روک نہ سکو گے﴿۱۳۴﴾۔

ترکیب:......یقصون موضع رفع میں صفت ہے رسل کی اور حال بھی ہو سکتا ہے۔ ھذا خبر ہے مبتدا محذوف کی یا یومکم کی صفت۔ ان لم ان مصدریہ یا مخففہ ہے اور لام محذوف ای لان لم یکن۔ ربک و موضعہ نصب او جر۔

پیغمبر اور رسول مبعوث کرنے کی وجہ

تفسیر:......اس کے بعد رسول بھیجنے کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ ہم کسی گاؤں کو بھی غفلت کی حالت میں مبتلائے عذاب نہیں کرتے بلکہ پیشتر رسول علیہم السلام یا ان کے نائب صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر قیامت تک علمائے کرام بھیج کر متنبہ کر دیتے ہیں۔ اب یہ ظاہر کرتا ہے کہ دار آخرت میں جو کچھ سختی و نرمی جنت و دوزخ اور ان میں ثواب و عقاب کے متفاوت درجات ہوں گے اس میں کچھ ہماری کسی پر بے رحمی و ظلم و زیادتی یا کوئی ذاتی بغض و نفرت نہیں بلکہ مِمَّا عَمِلُوْا۔ اور ہم تو کسی کی عبادت و ریاضت کے محتاج بھی نہیں ہیں وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ اور نیز بالذات ہم کو اپنی ہر مخلوق پر رحمت ہے ذُو الرَّحْمَةِ اور اسی رحمت سے یہ نہ سمجھو کہ وہ تمہاری سرکشی کی سزا دنیا میں نہیں اور اپنے وعدۂ عذاب و ثواب دنیا و آخرت کو پورا نہیں کر سکتا اِنْ يَّشَاْ ... الخ وَاِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ اور تم اس کے آنے والے وعدہ کو روک نہیں سکو گے۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ

نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ

اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ

زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا

عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمہ:......(اے پیغمبر ﷺ!) کہہ دو بھائیو تم اپنی جگہ عمل کرو میں اپنی جگہ (عمل) کر رہا ہوں۔ سو تم کو ابھی معلوم ہو جاوے گا۔ کہ کس کے لئے دار آخرت کا انجام اچھا ہے۔ بے شک ظالموں کا تو بھلا ہو گا نہیں ﴿۱۳۵﴾ اور اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں سے مشرکین اس کے لئے حصہ لگا کر اپنے خیال سے کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔ پھر جو ان کے معبودوں کا ہو جاتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ تعالیٰ کا ٹھہرتا ہے وہ ان کے معبودوں کو بھی پہنچ جاتا ہے ﴿۱۳۶﴾ کیا برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کو تو ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کا قتل کرنا پسند کرا دیا تھا تاکہ ان کو خراب کر دیں اور ان کے دین میں غلطی ڈال دیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ یہ بات نہ کرتے سو آپ (ﷺ) ان کو اور ان کے ڈھکوسلوں کو چھوڑ دیئے ﴿۱۳۷﴾

ترکیب:......مکانتکم ای حالتکم۔ من موصولہ مفعول تعلمون۔ نصیبا مفعول اوّل جعلوا للہ اور مما ذرا جعل سے متعلق من الحرث، ما کا بیان شرکاءھم فاعل زین۔ قتل مصدر مضاف الی المفعول مفعول زین۔

ظالموں کو فلاح نہ ہوگی

تفسیر:......انّ ماتوعدون لاٰت فرما کر قیامت اور وعدۂ الٰہی کے منکروں کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کو بمزید وثوق یہ حکم ہوتا ہے کہ ان سے کہہ دو اچھا اگر تمہیں یقین نہیں تو تم جو کچھ کرتے ہو کئے جاؤ۔ اور جو میں کرتا ہوں وہ میں کئے جاتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کے لئے دار آخرت اور وہاں کی خوبیاں ہیں اور اس کے ساتھ یہ حکم ناطق بھی سنا دیا کہ ظالموں کو فلاح نہ ہوگی۔

کفار عرب کی چند حماقتیں:......اس کے بعد کفار عرب کی چند وہ حماقتیں بیان کرتا ہے کہ جن کو انہوں نے مذہب اور وسیلۂ نجات سمجھ رکھا تھا تاکہ معلوم ہو کہ ان کی سرکشی اور بے جا حجتیں ان کی بیوقوفی کا ثمرہ ہے۔

منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ کھیتی اور چار پایوں میں سے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں حصہ لگا رکھتے تھے کچھ اناج اور کچھ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے حصہ کا اپنے گمان کے بموجب قرار دیتے تھے اور کچھ اپنے بتوں کے نام کا (جیسا کہ بعض دیہات میں اناج اٹھاتے وقت ڈھیریاں لگاتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اور یہ مدار کی اور یہ سالار کی، یہ قلندر کی۔ اسی طرح جانوروں میں کرتے ہیں) اور اس پر لطف یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں سے بتوں کی ڈھیری میں جا ملتا تھا تو نہ اٹھاتے تھے اور ان کی ڈھیریوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی ڈھیری میں آ ملتا تھا تو اسے اٹھا کر بتوں کی ڈھیری میں ملا دیتے تھے کہ ان کو زیادہ حاجت ہے اور اللہ تعالیٰ کو کچھ حاجت نہیں۔ اس پر فرماتا ہے کہ کیا ہی برا فیصلہ ہے۔

فرضی معبودوں سے اولاد کا سوال:...... منجملہ ان کے یہ بات تھی کہ اپنے فرضی معبودوں سے اولاد کا سوال کیا کرتے تھے اور جب کئی اولاد ہوتی تھیں تو ان میں سے ایک کو اس بت خانہ کے پاس لے جا کر اس بت کے نام سے ذبح کر دیتے تھے جس طرح کہ ہنود بتوں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور یہ رسم بابل اور نینوی میں بھی تھی اور پھر کہیں ایک دن مقرر ہوتا تھا کہ جس میں ایک قسم کی نذریں ادا ہوتی تھیں یعنی بے زبان معصوم بچے آگ میں ڈالے جاتے تھے کہیں ذبح کئے جاتے تھے۔ ہنود میں بھی یہ رسم تھی جن کی صحبت سے جاہل اہل اسلام ایک بیٹے کو بجائے ذبح کرنے کے اولیاء اللہ تعالیٰ کی خانقاہوں میں چڑھا دیتے ہیں اور کہیں اولیاء اللہ کے نام سے ان کے سر پر چوٹی رکھتے ہیں جس کو وہاں لے جا کر بوقت معین مونڈتے ہیں۔ ان باتوں کی نسبت فرماتا ہے ۔ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ... الخ۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ

حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ

بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا

وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ

اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا

اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ

حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ط اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ ع

ترجمہ:......اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی اچھوتی ہے ان کے خیال پر اس کو وہی کھائے جس کو وہ چاہیں اور بہت سے ایسے چار پائے بھی ہیں کہ جن پر چڑھنا اور لادنا حرام کر رکھا ہے اور ایسے بھی چار پائے ہیں کہ جن پر (بوقت ذبح) اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ❶ لیتے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بنا رکھا ہے وہ ان کو ابھی ان کے جھوٹ کی سزا دے گا۔ اور (یہ بھی) کہتے ہیں کہ جو بچہ ان چار پایوں کے پیٹ ❷ میں ہے وہ تو ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر مرا ہوا ہو تو پھر اس میں سب شریک ہیں۔ وہ ابھی ان کو ان باتوں کی سزا دے گا۔ بے شک وہ حکمت والا خبردار ہے۔ بیشک وہ خرابی میں پڑ گئے جو اپنی اولاد کو بیوقوفی میں آ کر جہالت سے قتل کر ڈالتے تھے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں کو حرام کرتے تھے۔ ضرور وہ تو گمراہ ہی ہو گئے اور وہ ہدایت پانے کے لائق بھی نہ تھے۔ اور وہی تو ہے کہ جس نے چھتری ❸ دار اور بغیر چھتری کے باغ اگائے۔ اور کھجور اور کھیتی پیدا کی کہ جن کے مزے مختلف ہیں اور زیتون اور انار بھی جو کہ باہم (صورت میں) ملتے جلتے ہیں اور (مزے میں) نہیں ملتے۔ جب وہ پھل لائیں تو ان کے پھل کھاؤ (پیو) اور کٹنے کے دن اس کا حق ادا کر دیا کرو (زکوٰۃ) اور ❹ فضول خرچی نہ کیا کرو کیونکہ اس کو فضول خرچی کرنے والے پسند نہیں۔ اور چار پایوں میں سے اس نے کچھ بارکش (بلند قامت) بنائی اور کچھ زمین سے لگے ہوئے ❺ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ (ہم نے) آٹھ قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں بھیڑوں میں سے دو اور بکریوں میں سے دو۔ پوچھو کیا ان میں سے اللہ نے نروں کو حرام کیا ہے یا ماداؤں کو یا ان دونوں ماداؤں کے پیٹ کے بچے کو۔ مجھے سمجھ کر بتاؤ تو اگر تم سچے ہو۔ اور اونٹ کے بھی دو (نر مادہ) اور گائے کے بھی دو (نر مادہ) پوچھو کیا ان میں سے نروں کو حرام کیا ہے یا ماداؤں کو یا اس بچہ کو جو ان دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہے۔ کیا جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا تم موجود تھے۔ پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں لوگوں کو ناسمجھ سے گمراہ کرنے کے لئے بنائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

ترکیب:......لا یطعمها موضع رفع میں صفت ہے حرث کی حجر بکسر حاء وسکون جیم اور بضم حاء وسکون جیم بھی جائز ہے اس کے معنی منع اور حرام افتراء مفعول مطلق بھی ہو سکتا ہے کس لئے کہ ان کا قول سابق افتراء ہے ای یفترون افتراءً اور مفعول لہ بھی ہو سکتا ہے اول صورت میں علیہ، قالوا سے متعلق ہوگا دوسرے میں نفس مصدر سے مالعنی الذی مبتدا خالصۃ خبر والتانیث لرعایۃ المعنی لان مافی البطون انعام وقیل للمبالغۃ کعلامتہ والمعنی حلال۔ وصفهم منصوب ہے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے سفهاً مفعول لہٗ ہے یا تمیز مختلفاً حال مقدرہ ہے ایسا ہی متشابها۔ حمولۃ وفرشاً معطوف ہیں جنات پر ای وانشامن الانعام حمولۃ صالحۃ للحمل علیها کالابل وفرشا کالغنم لانها کالفرش للارض لدنوها منها۔ ثمانیۃ ازواج منصوب ہے جنات پر معطوف ہو کر یا

❶......ذبح کرتے وقت یہ وہ تھے کہ جن کو بتوں کے نام پر چھوڑ رکھا تھا ۱۲ منہ۔ ❷......ذبح کے وقت گابھن چار پایوں کے پیٹ کے بچے پر کہا کرتے تھے ۱۲ منہ

❸......یعنی ٹٹیوں پر ان کی بیل چڑھتی ہے جیسے انگور وغیرہ ۱۲ منہ ❹......یعنی چھوٹے قد کے جیسا کہ بھیڑ بکری یا زمین پر ذبح کے لئے لٹانے کے قابل ۱۲ منہ

❺......صورت میں متشابہ اور لذت میں خلاف ۱۲ منہ

بدل ہے کلوا محذوف ہے۔

مشرکین کے جاہلانہ عقائد

تفسیر:......کہ یہ ناپاک اور مکروہ فعل شیطان نے ان کی آنکھوں میں خوشنما کر دیا ہے وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ کہ ان کے ❶ دین اپنی طرف کے حاشیہ چڑھا کر خراب کر دے۔ وَلِيُرْدُوْهُمْ ارداء ہلاک کرنا قال اللہ تعالیٰ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ اور تاکہ ان کو ہلاک وبرباد کر دے۔ دنیا وآخرت میں ایسی جاہل قومیں رسوا وبرباد ہوتی ہیں۔

منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ اپنی کھیتی اور چارپایوں میں سے بتوں کے نام چڑھاتے تھے (جیسا کہ ہندوستان میں چڑھاوا چڑھتا ہے) اور اس کو حجر ❷ یعنی اچھوتا کہتے تھے کہ بجز پوجاریوں کے اور کسی کو کھانا درست نہ سمجھتے تھے اور عورتوں کے لئے بھی کھانے کی اجازت نہ تھی اور ان جانوروں پر تعظیماً سوار ہونا بھی برا اور حرام جانتے تھے اور انھیں میں سائبہ وبحیرہ وغیرہا بھی شامل ہیں جن کی تفصیل اوپر گزری ہے۔ اور ان جانوروں پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام بھی نہ لیتے بلکہ بتوں کے نام سے ذبح کرتے۔ یا یہ معنے کہ ان کو کسی کار خیر میں صرف نہ کرتے تھے۔ اور اس فعل کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے تھے افتراء علیہ، یہ سب افتراء تھا اللہ تعالیٰ پر۔

منجملہ ان کے ایک یہ بات تھی کہ ان سائبہ اور بحیرہ کے پیٹ سے اگر زندہ بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو خالص اپنے مردوں کے لئے حلال جانتے تھے اور عورتوں پر اس کا کھانا حرام کر رکھا تھا اور جو مردہ پیدا ہوتا تھا تو اس کے کھانے میں مرد وزن سب شریک ہو جاتے تھے۔ اب ان کے ان بیہودہ ڈھکوسلوں کے رد میں فرماتا ہے سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ کہ ان کے اس وصف یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب سزا دے گا اور وہ عَلِيْمٌ ❸ ہے کوئی بات اس سے مخفی نہیں حَكِيْمٌ۔ مہلت کسی مصلحت سے دے رکھی ہے ان ناپاک باتوں میں سے سب سے بری بات اولاد کا قتل کرنا ہے پیشتر رد کرتا ہے۔ قد خسر الذین قتلوا اولادھم... الخ اور بعدہٗ ان چیزوں کا از خود حرام کر لینا تھا اس کی نسبت فرماتا ہے وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ اور یہ فعل ان کا اللہ تعالیٰ پر محض افتراء ہے اس نے تو نہیں فرمایا اور خود ان میں اس بات کی عقل نہیں قَدْ ضَلُّوْا اور نہ اس بات کی قابلیت ہے وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ... الخ یہاں سے لے کر انیسویں رکوع تک کھیتی اور مواشی کا اپنی رحمت وانعام سے پیدا کرنا اور بندوں کے لئے حلال ہونا ایسے عمدہ طور سے بیان فرماتا ہے کہ جس سے بتوں کے مقابلہ میں خاص اللہ تعالیٰ کا ہی خالق الاشیاء ہونا اپنے بندوں کے فوائد کے لئے ان چیزوں کا حلال ومباح کر دینا ثابت ہوتا ہے۔

پھلوں اور غلّوں کے احکام:......طریق اوّل ھو الذی سے لے کر اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ تک ہر قسم کے باغ اور نباتات اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں سو تم شوق سے ان کو کھاؤ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ۔ البتہ دو باتوں کی پابندی کرنی چاہیے ایک تو وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ، اس میں علماء کے تین قول ہیں اول ابن عباس رضی اللہ عنہما وعطاء رحمۃ اللہ علیہ وابن عمر رضی اللہ عنہما ومجاہد رحمۃ اللہ علیہ وسعید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کا کہ اس حق ادا کرنے سے مراد زکوٰۃ یعنی عشر دسواں حصہ یا چالیسواں حصہ ہے۔ اس کو بقدر امکان کٹنے کے روز ادا کرے ورنہ بعد میں۔ اور حصاد کھیتی اور پھلوں کے کٹنے کو کہتے ہیں اور گو مدینہ طیبہ

---

❶......فطرت اسلام یا ملت اسماعیلیہ وابراہیمیہ ۱۲ منہ ❷......حجر بالکسر بمعنے المنع اور عقل کو بھی اسی لئے حجر کہتے ہیں کہ وہ قبائح سے منع کرتی ہے اور اسی لئے قاضی کے حکم امتناعی کو حجر کہتے ہیں اس سے مراد حرام کہ اور لوگ اس کے کھانے سے ممنوع کئے گئے تھے۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے حُجر بضم الحاء بھی پڑھا ہے ۱۲ منہ ❸......اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا علت مصلحت پر مبنی ہے سو یہ بات تو اللہ تعالیٰ ہی کا حصہ ہے کیونکہ وہ علیم ہے نہ کہ یہ حمقاء عرب کا پھر ان کو حرام وحلال کرنے کا کیا منصب ہے ۱۲ منہ

میں آ کر دوسرے برس آیت زکوٰۃ نازل ہوئی مگر اس سے قبل واجب ہونا خصوصاً کھیتی وثمار میں کچھ تعجب نہیں اور ممکن ہے کہ یہ آیت بھی مدنی ہو۔

امام ابوحنیفہ ❶ رحمہ اللہ کے نزدیک اس آیت سے جس طرح ہر قسم کی پیداوار زمین پر عشر واجب ہے بلاقید زرع اسی طرح ہر مقدار پر بھی بلا قید خمستہ اوسق عشر واجب ہے۔ جمہور پانچ وسق میں عشر کہتے ہیں۔ دوسرا علی بن حسین وعطاء ومجاہد وحماد رحمہم اللہ کا قول، وہ یہ کہ علاوہ عشر ونصف عشر کے کٹنے کے روز جو غرباء ومساکین کھیت اور باغ میں آجاتے ہیں کچھ ان کو بھی دینا چاہیے کیونکہ زکوٰۃ تو مدینہ میں فرض ہوئی اور آیت مکیہ ہے (اور یہی قوی ہے) تیسرا قول سعید بن جبیر رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے کہ یہ حکم مکہ مکرمہ میں تھا مگر جب مدینہ طیبہ میں زکوٰۃ عشر یا نصف عشر مقرر ہوگیا تو یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ دوسری بات یہ کہ اسراف یعنی فضول خرچی نہ کرو جس میں بتوں کے نام پر یا معصیت میں دینا آ گیا۔ اس کے بعد مواشی کی بابت ذکر فرماتا ہے۔ عرب میں چار قسم کے جانور لوگوں کے پاس زیادہ تھے ❷ بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے نر اور مادہ ہر ایک کو لیا جاوے تو آٹھ قسم ہوتی ہیں جن کو "ثمانیۃ ازواج" کہا گیا۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان حمقاء سے پوچھئے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ نے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا پیٹ کے بچہ کو (اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ) اور کیا تم اس وقت موجود تھے۔ یا تم سے کہہ دیا ہے؟ جب یہ نہیں تو پھر کیوں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ کر حرام کہتے ہو؟

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا
مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ
ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ
اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ
كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمہ:...... (اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے) کہہ دو جو کچھ میری طرف وحی ❶ کیا گیا ہے میں تو اس (قرآن) میں کھانے والے کے لئے کوئی چیز حرام نہیں پاتا مگر مردار یا بہا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کا جانور جو اللہ کے سوا غیر کے نام سے پکارا گیا ہو اس پر بھی جو کوئی ناچار ہی ہو جاوے (اور کچھ کھا لے) بشرطیکہ وہ نہ باغی ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اس کے لیے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۴۵﴾۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ایک کھر والا جانور حرام کر دیا تھا۔ اور گائے اور بکریوں کی چربی بھی ان پر حرام کر دی تھی مگر وہ چربی جو ان کی پشت یا انتڑیوں پر لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی (لپٹی) ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور ہم سچ کہتے ہیں ﴿۱۴۶﴾۔ پھر اگر (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاویں تو کہہ دو کہ تمہارا رب وسیع ❷ رحمت والا ہے۔ (جو عذاب نازل نہیں کرتا) اور گناہ گار لوگوں سے اس کا عذاب دور ہونے والا نہیں ﴿۱۴۷﴾۔

❶ ......چھواروں اور منقی میں تو جمہور کے نزدیک بھی ہے جب کہ پانچ وسق تک پیدا ہو ۱۲ منہ۔ ❷ دنبہ بھی اس میں شامل ہے ۱۲ منہ ❶ یعنی قرآن ۱۲ منہ ❷ یعنی اس کی رحمت جلد عذاب نازل ہونے سے روکے ہوئے ہے آخر تو عذاب آوے گا ہی جو کسی کے روکے کا نہیں ۱۲ منہ

ترکیب :......یطعمه ، طاعم کی صفت محلا مجرور الا ان یکون استثناء ہے جنس سے اس کا موضع نصب ہے ای لا اجد محرماً الاالمیتة۔ میتة بالنصب خبر ہے یکون کی اسم الماکول محذوف اور دماً، اور لحم خنزیر اس پر معطوف او فسقاً عطف ہے لحم خنزیر پر بعض کہتے ہیں موضع الاان یکون پر معطوف ہے اور فانه رجس فاصل ہے اهل فسقاً کی صفت و من البقر معطوف ہے کل پر او الحوایا موضع نصب میں عطفا علی ما السفح الصب و قیل السیلان و یستعمل لازما و متعدیاً و الفرق فی المصدر ففی الاوّل المصدر السفوح و فی الثانی السفح۔ الحوایا الامعاء جمع جاویة کضاربة و ضوارب و قیل جمع حاویاء مثل قاصعاء و قواصع و قیل جمع حویة۔

اشیاء کی تحلیل وتحریم اللہ تعالیٰ کا کام ہے

تفسیر :......اب دوسرے طریق سے مشرکین کے قول کو رد کرتا ہے کہ جو انہوں نے دائرہ معیشت تنگ کرنے کے لئے بہت سی چیزوں کو از خود حرام کر رکھا تھا اور جس میں وہ اپنے معبودوں کی خوشنودی سمجھتے تھے وہ یہ کہ حرام کرنا کسی چیز کا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو بندوں کی مصلحت پر نظر کر کے بذریعہ وحی اس کے حرام ہونے کی نبی ﷺ کی معرفت خبر دیتا ہے اس لئے یہاں نبی ﷺ کو فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ جو کچھ مجھ پر وحی کیا گیا یعنی قرآن اس میں تو میں کھانے کی چیزوں میں سے بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی حرام نہیں پاتا۔

حرام جانور اور ان کے گوشت وغیرہ کا حکم :......اوّل میتہ یعنی مردار اس میں نطیحہ اور متردیہ اور درندوں کا پھاڑا ہوا اور لٹھ سے مارا ہوا یعنی بغیر ذبح کیا ہوا جانور بھی آ گیا کیونکہ ہر ایک مردار ہے۔ دوم دم مسفوح یعنی وہ خون جو بہہ کر جانوروں میں سے نکلتا ہے بوقت ذبح یا زخم یا کاٹنے سے۔ اور وہ خون جو گوشت کے ساتھ لگا ہوتا ہے، یا جما ہوا جسم میں ہوتا ہے جیسا کہ تلی اور کلیجی وہ حرام نہیں اس لئے اس کو حضرت ﷺ نے مستثنیٰ کر دیا جیسا کہ میتہ سے مچھلی اور ٹڈی کو مستثنیٰ کر دیا۔ سوم لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ یعنی سور کا گوشت۔ اب ان کے حرام ہونے کی وجہ بیان فرماتا ہے فَاِنَّهٗ رِجْسٌ کہ یہ ناپاک ہے یعنی علت حرمت ناپاکی ہے جس سے پیغمبر ﷺ نے اور بھی ناپاک جانوروں اور ناپاک چیزوں کو جو اس آیت میں مخفی تھیں ظاہر کر دیا۔ جانور ہزاروں ہیں کس کس کے نام لئے جاتے عام قاعدہ بتلا دیا کہ پرندوں میں جو چونچ اور چنگل سے شکار کرے اور صحرائی جانوروں میں درندہ ہو جس کی کچلیاں ہوں شیر، کتا، بھیڑیا، گیدڑ وغیرہ اور اسی طرح ناپاک چیزوں میں گوہ، موت، شراب، داخل ہیں کیونکہ اس کو تو با تخصیص قرآن میں ناپاک کہا ہے چہارم فسق یعنی وہ قربانیاں جو بتوں کے نام سے ذبح کی جاویں۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ میں سورۂ مائدہ نازل ہوئی اس میں موقوذہ و متردیہ و نطیحہ کی حرمت آ گئی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگر عموم کھانے کی چیزوں کی نسبت ہے تو اس کے بعد جو کچھ کتاب و سنت سے حرام ہو وہ بھی اس میں داخل ہے مگر بوقت اضطرار ان کی بھی رخصت ہے فَمَنِ اضْطُرَّ . . . الخ۔ اس کے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ ہم نے یہود ❶ پر بھی ذِیْ ظُفُرٍ یعنی ناخن چری ہوئی چیزیں اور گائے بکری کی چربی حرام کر دی تھی اس کی تشریح پہلے ہو چکی۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر وہ تیری تکذیب کریں اور عذاب کے خواستگار ہوں تو کہہ دو کہ وہ بڑا رحیم و حلیم ہے جلد باز نہیں مگر جب اس کا عذاب آتا ہے تو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔

ابحاث :......حرام اشیاء کا بیان

(۱)...... قُلْ لَّآ اَجِدُ . . . الخ، یہ سورہ مکیہ ہے اس میں حصر کر دیا کہ کھانے پینے کی چیزیں جو شریعت محمدیہ ﷺ میں حرام ہیں صرف یہی

---

❶...... یعنی کچھ تمہاری خصوصیت نہیں ہمیشہ سے مصلحت الٰہیہ بندوں کو بعض مضر چیزوں سے جن کی مضرت خواہ جسمانی ہو خواہ اخلاقی ہو روکتی رہی اشیائے مذکورہ بالا میں اخلاقی اور جسمانی مضرت ہے اور نفس سرکش جو خواہشوں کے مرض میں گرفتار ہے اس کے لئے پرہیز ضروری ہے۔ حکیم روحانی کا یہ اہم کام ہے ۱۲ منہ۔

چار چیزیں ہیں پھر اسی بات کی متعدد مقامات میں تاکید بھی کر دی چنانچہ سورۂ نحل میں فرماتا ہے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور کلمہ اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے ان دونوں کی سورتوں سے بھی صرف چار چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا اور سورۂ بقرہ میں فرمایا اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ اور سورۂ مائدہ میں بھی فرمایا ہے اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ اور تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یتلیٰ سے مراد وہ ہے جو بعد میں فرمایا ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۔ اور سورۂ مائدہ اور بقرہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہیں ان سے بھی صرف انھیں چاروں چیزوں کی حرمت پائی جاتی ہے کیونکہ منخنقہ وغیر ہامیتہ میں داخل ہیں جیسا کہ اس کی تفسیر میں بیان ہوا کہ شریعت مصطفویہ میں اوّل سے آخر تک صرف انہی چار چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہی چار چیزیں حرام ہوں اور انہیں میں حصر ہو جاوے تو نجاسات وقاذورات گوہ، موت اور شراب اور گھر کا پلا ہوا گدھا اور کتا اور تمام درند پرند وچرند اور دیگر وہ چیزیں جو کتب فقہ واحادیث میں حرام لکھی ہیں حلال سمجھی جاویں حالانکہ وہ اہل اسلام کے نزدیک حرام متصور ہوئیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ یہ چار چیزیں حرام قرآن میں کی گئی مگر ان چاروں چیزوں کے ضمن میں اور چیزیں بھی ہیں جو انہیں چاروں سے سمجھی جاتی ہیں خواہ ان کو پیغمبر خدا ﷺ نے سمجھا اور اس کی تشریح فرمائی مثلاً انہیں آیات میں جو سور کو حرام کیا تو اس کی وجہ یہ فرمائی کہ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ یہ ناپاک ہے بس اس ناپاکی کو کتے اور دیگر درندوں میں آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر ہر ذی ناب اور ہر ذی مخلب کو بھی خنزیر کے ساتھ ملحق کر دیا اور اسی طرح شراب کو بھی نجس قرآن میں کہا ہے اور اسی وجہ سے قرآن میں اس کی نسبت فَاجْتَنِبُوْهُ آ گیا کہ اس سے بچو۔ الغرض نجاسات کو حرام کیا اور بطور نمونہ کے خنزیر کا ذکر کر دیا کیونکہ اس میں زیادہ نجاست ہے اور نیز عرب کی قومیں اس کا استعمال کرتی تھیں اور اسی طرح خون بھی نجاست کا دوسرے طور سے نمونہ ہے اور کلیۃً اس لئے ایک آیت میں وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ بیان کر دیا جس طرح کہ منخنقہ اور متردیۃ اور نطیحۃ میتہ کے اقسام ہیں خواہ علماء صحابہؓ وتابعین رحمہم اللہ ومن بعدہم مجتہدین نے سمجھ کر ان کی تشریح کی ہو یا خود پیغمبر ﷺ نے خلاصہ یہ کہ یہ چار چیزیں اور بہت سی ناپاک چیزوں کا نمونہ ہیں کیونکہ علت نجاست بیان ہوئی ہے عام ہے کہ نجاست ظاہری ہو یا باطنی۔

(۲)......وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ میں علماء نے کلام کیا ہے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اس سے اونٹ مراد ہے چنانچہ توریت کتاب احبار باب ۱۱ میں یہ عبارت ہے مگر ان میں سے جو جگالی کرتے ہیں یا کھر ان کے چرے ہوئے ہیں ان کو نہ کھاؤ جیسا کہ اونٹ جگالی کرتا ہے پھر کھر اس کا چرا ہوا نہیں ہوتا سو وہ ناپاک ہے تمہارے لئے خرگوش الخ اور سافن اور سؤر...... الخ اور سب چار پائے جن کے کھر دو حصے ہوں پر پاؤں چرے ہوئے نہ ہوں اور نہ جگالی کرتے ہوں وہ ناپاک ہیں تمہارے لئے جو ان کو چھوئے گا ناپاک ہوگا۔ چربی کی بابت بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ
كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ
فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝۱۴۸ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ
الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۴۹ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ

اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع

ترجمہ:......مشرک بھی کہنے لگیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم ازخود کوئی چیز حرام کرتے۔ اسی طرح ان سے پہلوں نے جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ (اے نبی (ﷺ) ان سے) کہو تمہارے پاس کچھ علم ہو (کتابی سند) تو اس کو ہمارے روبرو نکال کر لاؤ۔ تم تو محض خیال کی پیروی کرتے ہو اور تم تو صرف اٹکلیں دوڑاتے ہو﴿۱۴۸﴾۔ (ان سے کہہ دیجئے) پس اللہ تعالیٰ ہی کی دلیل قوی ہے۔ ❶ پھر اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دیتا﴿۱۴۹﴾۔ (یہ بھی ان سے) کہو تم اپنے ان گواہوں کو تو لاؤ جو تمہارے ساتھ ہو کر اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ (چیزیں) حرام کردی ہیں۔ پھر اگر وہ گواہی بھی دیں تو ان کے ساتھ آپ (ﷺ) گواہی نہ دیں اور نہ آپ (ﷺ) ان لوگوں کی خوشیوں پر چلیں کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور نہ وہ آخرت پر یقین کرتے اور وہی اپنے رب کے برابر (اوروں کو) کرتے ہیں﴿۱۵۰﴾۔

ترکیب:......ولا آباؤ نا عطف ہے ضمیر پر جو اشرکنا میں ہے اور نحن کلمۂ تاکید کا قائم مقام کلمۂ لا ہے جو اس مقصد فصل کو پورا کر رہا ہے ھلم اسم فعل شہداء کم اس کا مفعول الذین موصول وصلہ اس کی صفت فان شھدو اشرط فلاتشھد جواب۔

مشرکین کا باطل استدلال

تفسیر:......ایسے جاہلوں کی ایک یہ بھی عادت ہے کہ وہ جب حجت میں مغلوب اور ایسے افعال ذمیمہ کے ارتکاب پر ملزم کئے جاتے ہیں تو لاچار ہو کر یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ ہوتی تو وہ نہ ہم سے سرزد ہونے دیتا نہ ہمارے باپ دادا سے کہ جن کی تقلید ہم کرتے آئے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ کام پسند ہے اسی طرح مکہ کے کافروں نے کہا۔ سو اس بیہودہ عذر اور باطل حجت کو رد کرنے کے لئے قبل ان کے کہنے کے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عنقریب وہ ایسا کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا نہ شرک کرتے نہ کسی چیز کو ازخود حرام کرتے۔ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ تو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب ہے جو وہ بذریعۂ الہام الٰہی ان افعال کو منع کرتے ہیں۔ سو یہ تکذیب انھیں پر موقوف نہیں ان سے پہلے لوگ یونہی انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ پھر اس عذر کو دوسری طرح سے رد کرتا ہے کہ بتلاؤ تمہارے پاس اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان باتوں سے خوش ہے ھل عند کم من علم بلکہ کوئی سند نہیں صرف تم قیاس لڑاتے ہو۔

کفار و مشرکین کو مہلت دینے میں حکمت خداوندی:......اس کے بعد ان کو اس مشیت ف الٰہی کے بارے میں تحقیقی جواب دیتا ہے مگر پہلے بطور تمہید کے یہ فرماتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ کہ خدا تعالیٰ کی دلیل اور حجت قوی اور پوری ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ دنیا میں جس طرح بندے کو قضاء و قدر نے اپنے ازلی نوشتہ کا تابع کر رکھا ہے اسی طرح کچھ اختیار بھی دے رکھا ہے جس کو موقع پر استعمال میں

❶ یعنی تمہارے پاس کوئی عملی سند ہو تو لاؤ پھر جب نہ لا سکے تو اللہ ہی کی دلیل غالب رہی ۱۲ منہ ف:......مشیت اور رضا میں فرق ہوتا ہے۔ دنیا میں بھی اس کی بہت مثالیں ہیں ہم بسا اوقات کسی وجہ خاص سے کوئی مکان گرانا یا گھر میں آگ لگانا یا کسی کو کچھ دینا چاہتے ہیں مگر مرضی کے خلاف۔ اسی طرح مرضی الٰہی بھی ہے کہ سب نیک رستے پر چلیں جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ سے دنیا میں بتایا گیا مگر انتظام عالم اور نوشتۂ ازلی سے چاہا یہ بھی جاتا ہے کہ یہ گمراہ ہی رہیں اس نازک مسئلہ کو اب تک بھی روشن دماغ معدودے بغیر غور و تامل نہیں سمجھ سکتے چہ جائیکہ مکہ کے جاہل بت پرست مگر جب حجت میں عاجز ہو جاتے اور قائل ہونا پڑتا تو دھاندلی کرنے کے لئے یہ مسئلہ مشیت رضاء کا اڑاتے جس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ۱۲ منہ

نہ لانے سے بندے کو الزام دیا جاتا ہے یہ ہے حجت بالغہ۔ اس لئے بہت سے لوگ دنیا میں برخلاف کرتے ہیں تقدیر الٰہی میں ان کا جہنمی ہونا بھی لکھا ہے سو وہ اس لئے یہ افعال ان کے اختیار کی وجہ سے ان سے سرزد ہونے دیتا ہے تاکہ دنیا میں ہدایت یافتہ اور گمراہوں میں امتیاز رہے اس سے کچھ اس کی خوشنودی اور رضامندی نہیں سمجھی جاتی ہاں اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیتے فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ یا یوں کہو کہ یہ تو قطعاً معلوم ہے کہ دنیا میں سب ہدایت پر نہیں کچھ گمراہ بھی ہیں پھر ان گمراہوں کے افعال ذمیمہ کیونکر موافق مرضی الٰہی سمجھے جائیں گے؟ ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ گمراہی اسی کی مشیت ازلی سے ہے اگر چاہتا تو نہ ہوتی۔ پھر ان کو ان کے خیال پر اور بھی قائل کرتا ہے کہ اچھا تمہارا اس بات پر کوئی گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بحیرہ وغیرہا چیزوں کو حرام کیا ہے؟ فرماتا ہے کہ اگر کوئی گواہی بھی دے تو اے نبی ﷺ تم ان کے ساتھ گواہی نہ دینا وہ قطعاً جھوٹے اور بدعقل ہیں اور ان کی خواہشوں پر نہ چلنا جھوٹا ہونا تو اس لئے کہ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور بدعقل ہونا اس لئے کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ... الخ۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمہ:......(اور ان سے) کہو: ادھر آؤ، میں تمہیں وہ چیز سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرو، اور تنگدستی کے مارے اپنی اولاد کو قتل کرو، ہم تم کو بھی روزی دیا کرتے ہیں اور ان کو بھی اور نہ کسی بے حیائی ❶ کے پاس جاؤ خواہ ظاہر ہو خواہ پوشیدہ اور نہ اس جان کو قتل کرو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق پر۔ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا تاکہ تم

❶ ...... بے حیائی، ناز اور اس کے دواعی ناچ رنگ شہوت انگیز قصے اور اشعار گالی گلوچ ننگی تصاویر رکھنا دیکھنا یا خلوۃ کی باتیں سننا فحش بکنا، اس میں ظاہر بے حیائی ہے اور باطن دل میں برے خیالات کو جگہ دینا تصورات فاسدہ اور شہوت انگیز سے لذت اٹھانا ان سب سے بچنا چاہیے کس لئے کہ یہ روح کو تاریک کرتی ہیں اور جس سے دنیا میں فساد اور فتنہ اور صدہا آفتیں برپا ہوتی ہیں ۱۲ منہ

سمجھو۞اور نہ تم یتیم کے مال کے پاس جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو جب تک کہ وہ اپنی جوانی کو نہ پہنچے اور انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کیا کرو ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم ہی نہیں دیتے اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کرو اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو، اور اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا تاکہ تم یاد رکھو۞اور یہ بھی کہ میرا یہی سیدھا راستہ ہے سو اسی پر چلو، اور دوسرے رستوں پر نہ چلنا کہ یہ رستے تم کو اس کے رستہ سے (بھٹکا کر) پریشان کر دیں گے یہ ہے جس کی اس نے تم سے تاکید کی ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۞۔

ترکیب:......ما بمعنی الذی اور عائد محذوف ای ما حرمه، اور مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے ان لاتشر کو ا، ان مفسرہ اور لا نہی کے لیے اور مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے تب لا زائد ہوگا ای حرم ربکم ان تشر کوا جملہ محل نصب میں ہوگا ما محذوفہ سے بدل ہو کر۔ **ماظهر و مابطن** ، **فواحش** سے بدل الاشتمال ہیں منہا موضع حال میں ہے۔ ذلکم مبتدا **وصاکم به** خبر **وان هذا** معطوف ہے **ماحرم** پر ای **واتلوا علیکم ان هذا...** الخ جملہ محلاً منصوب، فتفرق جواب نہی بکمہ موضع مفعول میں ہے۔

چند حرام اُمور کا بیان

تفسیر:......کھانے پینے کی چیزیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہیں ان کو بیان فرما کر اب دوسرے طور پر ان کی حرام کی ہوئی چیزوں پر تعریض کرتا ہے کہ اے نبی! ان سے کہو کہ آؤ تمہیں میں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں یعنی حرام اور قابل رعایت تو یہ باتیں ہیں کہ جن میں معاد اور معاش کی صدہا حکمتیں اور ہزار بھلائیاں رکھی ہوئی ہیں۔ سو وہ نو باتیں ہیں جن کو بالترتیب ذکر فرماتا ہے۔

شرک نہ کرو:......(۱) اَلَّا تُشْرِكُوْا... الخ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کرو چونکہ عرب کی جاہل قومیں کہیں تو بتوں کو اور کہیں ستاروں کو اور کہیں جنوں کو، اور کہیں ارواح انبیاء و صلحاء کو خدائی اختیارات میں دخیل و حصہ دار مانتی تھیں اور ان کو نافع و ضار سمجھ کر پکارتی منتیں مانتی تھیں یہ ان کا شرک تھا۔ اس میں ہر قسم کے شرک کا اور ہر فرقہ کا رد ہے۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے:......(۲) وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ماں باپ کا حق ہے۔

قتلِ اولاد کی ممانعت:......(۳) اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ عرب میں فقر و فاقہ کے خوف سے اولاد کو مار ڈالا کرتے تھے کہ ان کے لئے کھانے کو کہاں سے لاویں گے۔ اور بیٹیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے کہ اس کا بیاہ شادی کیونکر کریں گے اور بیٹی کو ایک مصیبت ذات سمجھتے تھے اس لئے فرمایا کہ روزی کی تمہیں کیا فکر ہے ہم تمہیں اور ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور اولاد کو بے ترتیب چھوڑنا دینی و دنیاوی مصالح کی تعلیم سے غافل رکھنا بھی مار ڈالنا ہے۔ ماں باپ کے بعد اولاد کا حق تھا اس لئے اس کے بعد اس کو ذکر کیا۔

بے حیائی، بدعہدی، قتل خیانت وغیرہ کی ممانعت:......(۴) فحش کام نہ کرو خواہ خفیہ ہوں خواہ ظاہر، اس میں زنا اور ناچ گالی گلوچ وغیرہ سب آگئے۔ (۵) جس جان کا مارنا اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے اسے نہ مارو یعنی ناحق خون نہ کرو۔

(۶) یتیم کا مال بغیر کسی وجہ شرعی کے نہ کھاؤ (۷) ناپ تول میں کمی نہ کرو (۸) جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو خواہ اس میں کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو یا غیر (۹) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ توحید کا قائم رکھنا، رسالت کا اقرار اور ظاہراً و باطناً اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا۔ تہذیب اخلاق اور سیاست مدن اور تدبیر المنزل کے تمام اصل الاصول یہ ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اس کی تمہیں اللہ تعالیٰ نے وصیت کی ہے اور دار السلام کا یہی سیدھا رستہ ہے ادھر اُدھر نہ جاؤ ورنہ بہک جاؤ گے۔

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ ع فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمہ:......پھر (سنو) ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی تا کہ جو نیک ہے اس کی تکمیل ہو جائے اور ہر چیز کی تفصیل و ہدایت و رحمت ہو جائے تا کہ وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں ﴿۱۵۴﴾۔ اور یہ (قرآن) کتاب مبارک بھی ہم نے نازل فرمائی ہے سو اس پر چلو اور پرہیزگاری کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۱۵۵﴾۔ تا کہ تم نہ کہنے لگو کہ کتاب تو ہم سے پہلے صرف دو قوموں ❶ پر نازل ہوئی تھی۔ اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بے خبر ہی رہے ﴿۱۵۶﴾۔ یا یوں کہنے لگو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت پر ہو جاتے۔ لو تمہارے پاس بھی تمہارے رب کے ہاں سے دلیل، ہدایت اور رحمت آ چکی۔ پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائے اور ان سے کترائے۔ ہم ابھی اپنی آیتوں سے کترانے والوں کو برے عذاب کی سزا دیں گے، اس وجہ سے کہ وہ کترایا کرتے تھے ﴿۱۵۷﴾۔

ترکیب:......تماماً مفعول لہٗ علی الذی احسن جار متعلق ہے تماماً سے وتفصیلا......تماماً پر معطوف ھذا مبتدا کتاب خبر ان تقولوا ای کراھۃ ان تقولوا۔ وان کنا ان مخففۃ واسمہا محذوف ای انا۔ اوتقولوا ان تقولوا پر معطوف لوانا شرط لکنا...... جواب جملہ مفعول تقولوا۔ فمن مبتدا اظلم خبر ممن اس سے متعلق بایات اللّٰہ، کذب کا مفعول۔

پچھلی شریعتوں میں بھی یہی احکام تھے

تفسیر:......یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ ان اشیاء مذکورہ کا حرام کرنا کچھ نئی بات نہیں ہم ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی معرفت لوگوں کو اچھی بری باتوں سے خبر دیتے رہے ہیں چنانچہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک کتاب دی تھی یعنی توراۃ (یہاں سے صاف معلوم ہوا کہ جو کتاب بنام نہاد توراۃ موسیٰ علیہ السلام کے بعد لوگوں نے جمع کی وہ ہرگز توراۃ نہیں جیسا کہ آج کل اہل کتاب کے پاس ایک مجموعہ توراۃ کہلاتا ہے) جو نیکوں کے لیے ناتمام نہ تھی بلکہ اور اس میں دینی باتیں سب تھیں اور اخلاق کی تعلیم میں ہدایت اور رحمت تھی تا کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کا اس کتاب سے یقین ہو جائے اس میں بھی اس قسم کے احکام تھے خصوصاً احکام عشرہ کہ جن میں سے سبت کی تعظیم نکال دی جاوے

❶......یہود و نصاریٰ پر توریت و انجیل آئی اور ہم پر کوئی نہیں آئی ۱۲ منہ

تو یہی تو حکم رہ جاتے ہیں گو عنوان کا فرق ہے۔ ثم تراخی بیان کے لئے ہے یہ مراد نہیں کہ فلاں فلاں چیزیں حرام کر کے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ دی تھی بلکہ یہ مراد کہ ان کے بیان کے بعد یہ کہتا ہوں کہ موسیٰ علیہ سلام کو ایسی کتاب دی تھی۔

قرآن کا نزول اور اس کے اتباع کا حکم:...... عرب کا یہود و نصاریٰ سے مدت سے میل جول تھا ان سے تورات و انجیل کا حال سن کر دل میں آرزو کیا کرتے تھے کہ کاش ہم پر کوئی کتاب نبی ﷺ کی معرفت آتی تو ہم ان سے بھی زیادہ ہدایت پر ہو جاتے اس لئے توراۃ مقدسہ کا ذکر کر کے فرماتا ہے وَھٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ لو یہ کتاب یعنی قرآن ہم نے نازل کر دیا ہے جو بڑی بابرکت کتاب ہے سو اس پر چلو اور پرہیز گاری اختیار کرو تا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اور اس کتاب سے تمہارا عذر بھی باقی نہ رہا کہ ہم سے پہلے دو قوموں یہود و نصاریٰ پر کتاب اُتری اور ہم کو بسبب غیر زبان ہونے کے ان کے مطالب سے خبر نہ ہوئی اور اب اس بات کے کہنے کا موقع بھی نہ رہا کہ اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی ہم بہت زیادہ ہدایت قبول کرتے کیونکہ اب تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ یعنی دلیل واضح آ چکی ہے کہ جس نے حق و باطل کو کھول دیا اور نیز دنیاوی و دینی تعلیم و ترقی کے لئے یہ کتاب ھدی یعنی سچا ہادی اور برحق مرشد و رہنما اور عالم قدس کی بادشاہت حاصل کرنے کے لئے رحمت ہے مگر ان ازلی بدبختوں نے اس کتاب کے نازل ہونے کے بعد اور سالہا سال کی آرزو حاصل ہونے کے بعد بھی اس کا انکار کیا اور اس سے رک گئے ایسی صورت میں الزام دیتا ہے کہ بھلا اس سے زیادہ کون ظالم و بدبخت ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے رکے حالانکہ اس نے تو بلاغرض تم پر عنایت و رحمت کی ہے پس جو ایسی نعمت کی قدر نہیں کرتے ان کو عنقریب عذاب پہنچے گا۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ
يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا
دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ
فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾
قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ
وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

ترجمہ:......کیا وہ (یہی) انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا آپ کا رب تعالیٰ (آئے) یا اس کی بعض نشانیاں (قیامت)۔ جس دن آپ کے رب تعالیٰ کی بعض نشانیاں آ جاویں گی ❶ تو جو کوئی اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان ❷ میں سے کچھ نیکی نہ کی تھی تو اس کا ایمان اس کو کچھ نفع نہ دے گا۔ (اے رسولؐ! منکرین سے) کہہ دو (اچھا) انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۞۔ (اے رسول ﷺ!) جنہوں نے اپنے دین میں پھوٹ ڈالی اور کئی فرقے بن گئے تو آپ ﷺ کو ان کی کسی بات سے (بھی) سروکار نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے پھر وہ ان کو بتلائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۞۔ جو کوئی نیکی ❸ لے کر آوے گا تو اس کا دس گنا بدلہ پاوے گا۔ اور جو کوئی گناہ لے کر آوے گا تو صرف اتنی ہی سزا پاوے گا اور ان پر (ہرگز) ظلم نہ کیا جائے گا۞۔ (اے رسول ﷺ کافروں سے) کہہ دو میرے رب تعالیٰ نے مجھے سیدھا رستہ بتا دیا ہے۔ صحیح مذہب ابراہیم ❹ حنیف کا دین ہے۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۞۔ کہہ دیجئے میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ جو تمام جہان کا رب ہے۞۔ جس کا کوئی (بھی) شریک نہیں۔ اور مجھے یہی حکم ہوا ہے۔ اور میں سب سے اول حکم بردار ہوں۞۔

ترکیب :......یوم کا عامل لاینفع ہے نفساً مفعول ایمانہا فاعل لم تکن...... او کسبت......الخ دونوں جملہ صفت ہیں نفساً کی خیراً کسبت کا مفعول لست منہم خبر ان الذین۔ دیناً بدل ہے صراط سے جو معنیٰ منصوب ہے۔

نزع کے وقت ایمان معتبر نہیں

تفسیر :...... جب معجزات و آیات بینات سے مخالفوں کی ہر طرح کی تسلی کی گئی توحید کے مضامین نئے نئے عنوان سے بیان ہوئے عالم آخرت اور وہاں کی جزاء و سزا کا نقشہ کھینچ دیا گیا مگر اس پر بھی کفار کا نہ ماننا اور اسی قدیم لکیر کا فقیر بنا رہنا حد درجہ کی سیاہ دلی ہے جس کی نسبت آخر کو یہی فرمانا پڑا کہ کیا اب تم اسی بات کے منتظر ہو کہ تمہارے پاس ملائکہ آویں یا اللہ تعالیٰ ❶ آوے یا اس کے ہاں کی کوئی خاص نشانی آئے جب تم مانو گے پھر جب ایسا وقت آ جائے گا تو تمہارا ایمان کچھ بھی فائدہ نہ بخشے گا کیونکہ جو کوئی اس وقت سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا یا اس نے اپنے ایمان میں آ کر کوئی نیکی نہ کی ہو تو ہرگز اس وقت کا ایمان معتبر نہ ہو گا یہاں سے علمائے کرام نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جب انسان کو عالم آخرت کے نشان نظر آنے لگیں اور وقت نزع شروع ہو جائے اس وقت کا ایمان ایمان یاس کہلاتا ہے معتبر نہ ہو گا۔ ایسا ہی جب کسی قوم پر اس کے عذاب کے آثار نمودار ہو جاویں جن سے مراد بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّكَ ہیں وہ بھی مقبول نہیں کیونکہ یہ حالت اضطرار و مشاہدہ ہے ایمان بالغیب کا وقت جاتا رہا۔ فرماتا ہے کہ اچھا اس وقت کا انتظار کرو میں بھی کر رہا ہوں۔

دین میں فرقہ بندی کی مذمت :......اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی بخشتا ہے کہ گو آپ ﷺ کا دل یہی چاہتا ہے کہ یہ ملت ابراہیمیہ و فطرت اسلامیہ پر قائم ہو جاویں مگر جس نے کہ اس ملت کو چھوڑ کر نئے نئے رستے نکالے اور اس میں تفریق کر دی جیسا کہ کفار نے کیا (اس میں ملت اسلام میں نئے فرقے پیدا کرنے کی بھی مذمت ہے) سو آپ ﷺ پر ان کا کچھ محاسبہ نہیں اللہ تعالیٰ ان سے آپ

---

❶ یعنی قیامت کے آثار کبریٰ ۱۲ منہ۔ ❷ یعنی ایمان کی حالت میں ۱۲ منہ۔ ❸ یعنی قیامت میں دنیا سے نیکی لے کر آوے گا تو دس گنا اجر ملے گا اور گناہ کا اتنا ہی ۱۲ منہ۔ ❹ حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستی سے یکسو ہو گئے تھے اور حنیف ایک سو کو کہتے ہیں اس لئے ابراہیم علیہ السلام کو حنیف کہا جاتا ہے ۱۲ منہ۔ ❺ کفار ایسی باتیں بناتے تھے ۱۲ منہ۔ ❻ جس وقت یہ بڑے علامات ظاہر ہو جائیں گی تو توبہ قبول ہو گی نہ اس وقت پر ایمان لانا مقبول ہو گا۔ آفتاب کا مغرب سے نکلنا۔ دجال کا ظاہر ہونا دابۃ الارض کا نکلنا۔ اہل سنت کا اجماع ہے کہ جب عذاب الٰہی یا عالم آخرت کی نشانیاں انسان پر ظاہر ہوتی ہیں تو نہ اس وقت کسی کی توبہ قبول اور نہ حالت نزع کی توبہ قبول ہوتی ہے ۱۲ اسد حقانی

سمجھ لے گا۔ پھر وہاں کے محاسبہ اور جزاء کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جو کوئی ایک نیکی کرے گا تو ہم اپنے فضل و کرم سے دو چند بدلہ دیں گے (عدد مقصود نہیں بلکہ زیادتی مراد ہے) اور جو کوئی برائی کرے گا تو اس کا اسی قدر بدلہ پائے گا۔ پھر آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ ان کو کہہ دو میں ملت ابراہیم علیہ السلام پر قائم ہوں جو سیدھی راہ ہے جو کہ مشرک نہ تھا جس کو تم بھی مانتے ہو۔ اور میرا مرنا جینا نماز و قربانی سب اسی کے لئے ہے کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے اوّل اس کے آگے سر جھکانے والا ہوں۔ ان کلمات سے کیا ہی عشق الٰہی ٹپکتا ہے۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ
بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ
لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ:...... (اے پیغمبر ﷺ ان سے) کہہ دیجئے کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور رب کو ڈھونڈوں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور جو کوئی برائی کماتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے۔ اور کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ پھر تم کو اپنے رب ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم کو بات بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۱۶۴﴾۔ اور وہی تو ہے کہ جس نے تم کو زمین کا خلیفہ بنا دیا اور تم میں سے ایک کو دوسرے پر بلند مرتبہ کیا تا کہ جو تم کو دیا ہے اس میں تمہارا امتحان کرے۔ آپ کا رب تعالیٰ جلد عذاب کرنے والا ہے۔ اور وہ غفور و رحیم (بھی) ہے ﴿۱۶۵﴾۔

ترکیب:...... قل اغیر اللہ اس کی ترکیب وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ میں گزر چکی۔ خلائف جمع خلیفۃ مفعول ثانی جعل کا فوق بعض۔ رفع کا ظرف درجات کی ترکیب نرفع درجات میں بیان ہو چکی۔

ہر شخص اپنے اقوال وافعال کا جواب دہ ہے

تفسیر:...... مشرکین یا تو بتوں کو پوجتے اور ان سے مدد مانگتے تھے یا ستاروں کو یا جنوں کو یا ارواح انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کو جیسا کہ عیسائی مسیح علیہ السلام کو خدا یا خدا بیٹا کہتے ہیں یا عناصر کو لیکن بایں ہمہ سب اللہ تعالیٰ کے قائل تھے اور ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بھی جانتے تھے اور اب بھی مشرکین کا یہی حال ہے۔ اب ان سب کو ایک ایسی سے ساکت کرتا ہے اور اس کو ان صلاتی ونسکی ... الخ لاشریک لہ' کے بعد بطور دلیل کے لاتا ہے کہ جس کا کچھ جواب ہی نہیں اور اس عمدہ بیان پر سورہ کو تمام کرتا ہے وہ یہ کہ جب یہ سب چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی سب کا رب اور قاضی الحاجات وقتاً فوقتاً ہے تو کیا اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کیا جاوے۔ آقا کے رتبہ میں نوکر کو اور بادشاہ کی رعیت کو شریک کرنا کس عقل کا کام ہے۔ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ پھر ان کے ایک اور شبہ کو دفع کرتا ہے کہ اچھا میں جو تم کو توحید کی طرف بلاتا ہوں اس میں ذاتی کیا فائدہ ہے اور ماننے میں میرا کیا نقصان ہے؟ کیونکہ جو کوئی برائی کرتا ہے تو اپنے لئے کرتا ہے۔ کسی کے گناہ کا بوجھ کوئی نہیں اُٹھائے گا۔

انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب خلیفہ ہے:......اس کے بعد ان کو ایک طور سے اطمینان بھی دلاتا ہے اور اس کے ضمن میں شرک کو بھی رد فرماتا ہے کہ آخر کار تم کو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔ میرا جھوٹ سچ وہاں تم کو معلوم ہو جائے گا وہ تم کو تمہارے اختلاف کو بتائے گا کہ کیا تھا؟ اور وہاں ان معبودوں میں سے کوئی بھی کام نہ آئے گا۔ مکہ مکرمہ کے دولتمند مشرک موحدین مفلسین کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت اس قدر مرفہ الحال ہیں یہ معبود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کارساز ہیں جس طرح دنیا میں بادشاہ کا عملہ کارساز ہوتا ہے بغیر ان کے بادشاہ کچھ نہیں کر سکتا مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا اس لئے افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہیں (آج کل کے جاہل بھی یہی کرتے ہیں کہ فلاں کی نذر و منت نہ کی جائے تو ہمارے مال و اولاد عزت و آبرو میں فرق آجائے) اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو خلیفہ کیا ہے یعنی ایک مرتا ہے اس کی جگہ دوسرا قائم ہوتا ہے اور انتظام دنیا کے لئے مال وجاہ عقل و صورت میں ایسے انقلاب کے وقت مختلف الدرجات ہونا حکمت الٰہیہ کا مقتضی ہے اگر سب دولتمند ہوں یا سب فقیر ہوں یا سب بیمار یا تندرست ہوں تو دنیا قائم نہ رہے اور نیز اس میں تمہاری آزمائش بھی مقصود ہے کہ دیکھیں نعمتوں کے وقت کون ہماری طرف جھکتا ہے لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتٰىكُمْ اور مصائب میں صبر نہ کرے گا تو وہ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ہے اور جو شکر و صبر کرے گا تو وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ سو یہ بات اس لئے ہے نہ کہ تمہارے خام خیال کی وجہ سے جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد محمد علیہ السلام اور ان کی امت سب کی جانشین ہے اور نیز یہ بھی کہ انسانوں میں سے خدا پرست اس کے خلیفہ ہیں۔

سبحان اللہ کلام کو کس لطف کے ساتھ شروع کیا تھا اور وسط میں کس خوبی کے ساتھ ان مقاصد کو ادا کیا اور پھر تمام کس عمدہ دلیل عمدہ پر کیا، وللہ الحمد:۔

الحمد للہ سورۂ انعام مکمل ہوئی

اٰیَاتُھَا ۲۰۶ (۷) سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ مَکِّیَّۃٌ (۳۹) رُکُوْعَاتُھَا ۲۴

مکہ میں نازل ہوئی مگر یہ آیت وَسْئَلْھُمْ عَنِ الْقَرْیَةِ . . . الآیہ۔ اس میں دو سو چھ آیتیں چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ۞۱ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞۲ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۞۳ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۞۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۞۵

ترجمہ:......الٓمّٓصٓ ۱ یہ کتاب آپؐ پر نازل کی گئی ہے سو اس سے آپؐ کے دل میں تنگی نہ پیدا ہوتا کہ آپ ﷺ اس کتاب سے لوگوں کو متنبہ کریں اور ایمانداروں کو پند حاصل ہو ۲۔ (لوگو!) اسی پر چلو جو تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور معبودوں کی پیروی نہ کرو۔ (لیکن) تم بہت ہی کم سمجھتے ہو ۳۔ اور ہم کتنی ایک بستیاں غارت کر چکے ہیں کہ جن پر راتوں رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے ہمارا عذاب آپڑا ۴ پھر جب کہ ان پر (اچانک) ہمارا عذاب آپڑا تو یہی پکارنے لگے کہ بے شک ہم ہی زیادتی پر تھے ۵۔

ترکیب:...... کتاب مبتدا محذوف کی خبر جو ذلک یا ھو ہے۔ أنزل . . . الخ اس کی صفت فلا یکن لفظوں میں حرج کے لئے نہی ہے اور معنی مخاطب کے لئے ای لاتحرج به۔ لتنذر کا لام انزل سے متعلق۔ وذکری معطوف ہے کتاب پر من ربکم متعلق انزل سے۔ اولیاء مفعول لاتتبعوا کا من دونہ مفعول سے حال کم مبتدا من قریة بیان کم کا اھلکناھا خبر البیات اسم مصدر موضع حال میں ہے۔ بیاتا ... بلامصدر وقع موقع الحال یقال بات بیتا و بیاتا۔ قائلون من القیلولة وھی النوم فی نصف النھار۔

سورۂ اعراف کے نزول سے نفوسِ بشریہ کو حرکت دینا ہے

تفسیر:...... فیض مبدء فیاض جوش زن ہے عرب کی قوت روحانی جو عرصہ سے مردہ ہوگئی تھی آنحضرت ﷺ کے قم باذن اللہ سے حرکت میں آرہی ہے گھر گھر چرچے ہو رہے ہیں، مکہ میں کھلبلی مچی ہوئی ہے، ایذاء وتکالیف عشاق الٰہی کا بازار گرم ہے ایسی حالت میں لگاتار ہدایت افزاء مضامین کا مینہ برسانا اور اس سورۃ کا نازل ہونا نفوس بشریہ کو حرکت دینا ہے کہ جس میں مبدء ومعاد کی تشریح اور دنیا کی

بے ثباتی اور عالم قدس کے ناز ونعم کی دوسری طرح پر عکسی تصویر کھینچی گئی ہو۔ اس لئے فرماتا ہے المٓصٓ ● ان چار حروف میں جو کچھ رموز واسرار نہانی ہیں ان کو تو وہی عالم الغیوب جانتا ہے۔ یا اس کا نبی محبوب مگر کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ سے آنحضرت ﷺ کو دعوت عامہ کے لئے ابھارا جاتا ہے جس کیا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا پہلے سے خبر دی تھی۔ کہ اے نبی! ہم نے آپ ﷺ پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا ہے پس آپ ﷺ اس بات سے دل تنگ نہ ہوں کہ آپ ﷺ اس سے لوگوں کو متنبہ کریں اور بدکاروں کو ڈراویں اور ایمانداروں کے لئے اس سے پند حاصل ہو یعنی اس تبلیغ دعوت عامہ میں کچھ دل نہ رہے۔ جب نبی ﷺ کو تبلیغ دین کا حکم دیا اور قول ثقیل سے دل تنگ نہ ہونے کی تاکید کی تو لوگوں کو اس کی تعمیل پر مامور کیا اِتَّبِعُوْا......الخ کہ تاریکی کا زمانہ گیا جس عہد مبارک کا انبیائے سابقین سے وعدہ اور فاران پہاڑ کی چوٹیوں سے خداوند کی جلوہ گری کا مدت سے غلغلہ تھا وہ وقت آ گیا پس اب تم اے لوگو! اسی کی پیروی کرو جو تمہارے تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا۔ پرانے سڑے بسے خیالات اور اپنے فرضی معبودوں کو چھوڑ۔ اس کے بعد ان مغرور دولت وجاہ کو یہ بھی سناتا ہے کہ تم اپنے مال وجاہ پر غرور نہ کرو کیونکہ بہت سی بستیاں ● ایسی ہیں کہ جن کو ہم نے یکا یک ہلاک کر دیا وہ رات کو سوتے تھے یا دوپہر کو قیلولہ میں تھے یکا یک عذاب الٰہی نے آلیا پھر اس وقت بجز اس کے کہ اپنے خطا کار ہونے کا اقرار کرتے لگے اور کچھ بن نہ پڑا۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَیْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِیْنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ یَوْمَئِذِ اِلْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾

ترجمہ:......سو ہم کو ان سے بھی پوچھنا ہے کہ جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور رسولوں سے بھی پوچھیں گے ⑥۔ پھر ہم ان کو خوب (اچھی) طرح سے بتائیں گے۔ اور ہم کہیں دور نہ تھے ⑦۔ اور اس روز اعمال کا تلنا برحق ہے، پھر تو جن کی تولیں بھاری ہوں گی وہی کامیاب ہوں گے ⑧۔ اور جن کی تولیں ہلکی ہوں گی سو یہ وہی لوگ ہوں گے کہ جنہوں نے ہماری آیتوں ● پر زیادتی کر کے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈال دیا تھا ⑨۔

ترکیب:......الذین صلہ وموصول مفعول ہے لنسئلن کا بعلم، لنقصن سے متعلق یا مفعول اس کا علیہم فعل سے متعلق والوزن مبتدا یومئذ ثابت کے متعلق ہو کر خبر الحق، الوزن کی صفت، اور بھی احتمال ہے۔

● ...... المٓصٓ۔ ان چاروں حروف میں اس طرف بھی لطیف اشارہ ہے۔ ا۔ ل۔ م۔ ص۔ الف سے اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ل سے لطف الٰہی کی طرف۔ م سے محمد ﷺ کی طرف۔ ص سے صعود یعنی بلندی ورفعت کی طرف۔ جس کا یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف خاص سے محمد ﷺ اور ان کی امت کو دنیا وآخرت میں سربلندی اور رفعت عطا کی ہے ۱۲ منہ۔

● ...... لوط علیہ السلام کی بستیوں پر بھی اور عاد وثمود کی قوم پر یوں ہی عذاب آیا۔ اس زمانہ میں بھی بعض شہروں میں شب کو زلزلہ شروع ہوا تو ہزاروں ہلاک ہو گئے بعض جا بجا شباب سیلاب نے غارت کیا، سیکڑوں شہروں پر وبا آئی بہت کو ظالم بادشاہوں نے بذبح کیا۔ غرض سینکڑوں طور عذاب الٰہی کے ہیں، ڈرنا چاہیے۔ رات کا عذاب اسی طرح دوپہر کا جو عرب میں آرام کا وقت ہے اور یہی قہر ہے ۱۲ منہ۔

● ...... آیتوں پر ظلم کرنا ان کا جھٹلانا ہے ۱۲ منہ

عالمِ آخرت میں باز پرس

تفسیر:.....رسول ﷺ کو تبلیغ پر اور امت کو قبول پر مامور کر کے اول رسول ﷺ کی مخالف کا دنیاوی نتیجہ بیان فرمایا تھا کہ ہم ان کو یکا یک مبتلائے بلا کر دیں گے (مسلمانوں پر جو آج کل نحوست ہے وہ نافرمانی رسول کریم ﷺ کا نتیجہ ہے) اب یہاں آخرت کا نتیجہ بیان کرتا ہے اور ضمناً عالم آخرت میں پیش آنے والی حالتیں بھی بیان فرماتا ہے۔ اول یہ کہ ہم ان لوگوں سے کہ جن کے پاس رسولؑ یا ان کے نائب آئے اور انہوں نے نہ مانا باز پرس کریں گے اور رسول اللہ ﷺ سے بھی سوال کریں گے کہ آیا تم نے تو کچھ بھی احکام پہنچانے میں نہیں کی تھی؟ گو ہم سب کچھ جانتے ہیں کیونکہ اس وقت بھی ہم موجود تھے مگر یہ سوال صرف تنبیہ کے لئے ہوگا۔ سو ہم ہر بات ان پر کھول دیں گے جس کو وہ آج مخفی کرتے ہیں۔

بظاہر اس آیت اور اس آیت میں فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۝ وقولہ وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝ تعارض سا معلوم ہوتا ہے مگر دراصل کچھ بھی تعارض نہیں کیونکہ نہ پوچھنے سے مراد عزت و احترام کا پوچھنا ہے اور یہاں پوچھنے سے مراد باز پرس کرنا ہے۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ حساب لیا جاوے گا، باز پرس ہوگی، فلاں باتوں پر سوال ہوگا اور عذرات باطلہ میں تمہاری بات بھی نہ پوچھی جائے گی تو اس کلام میں کچھ بھی منافات نہیں اور علاوہ اس کے پوچھنے کا موقع اور نہ پوچھنے کا اور محل ہے۔

بروزِ قیامت ترازوئے عمل کا قیام:.....دوم وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ کہ اس روز اعمال کا وزن ہوگا۔ حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کو ترازوئے عمل قائم ہوگی ایک پلے میں نیکی اور دوسرے میں بدی رکھی جاوے گی پس فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ جن کے اعمال نیک کی تولیں بھاری ہوں گی کہیں روزہ کہیں نماز کی کہیں صدقہ و خیرات کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ سو یہی فلاح پاویں گے، عالم قدس میں حیات ابدی کے مستحق ہوں گے جن کا مقام جنت ہے اور جن کی نیکی کی تولیں ہلکی ہوں گی فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا.....الخ سو وہ خسارہ میں پڑیں گے اور یہ خسارہ میں پڑنا انہوں نے اپنے ہاتھ سے کیا کہ جو آیات الٰہی پر ظلم کیا یعنی ان کی تکذیب کی یا ان پر عمل نہ کیا۔

اس ترازو سے مراد دنیا کی ترازو آٹا دال تولنے کی نہیں کہ اس پر اعمال کا تولنا (جو اعراض غیر قائم بالذات ہیں فلسفیوں کے کہنے سے) محال خیال کیا جاوے جس کی توجیہ میں اعمال کو مع ان کاغذوں کے تولنا کہا جاوے کہ جن میں وہ اعمال ملائکہ نے لکھے تھے بلکہ اس سے مراد اس آیت اور اس آیت میں فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا وزنا کچھ بھی مخالفت نہیں کیونکہ جن کے اعمال صالحہ برباد ہو گئے ان کے لئے کوئی وزن قائم ہو سکتا ہے؟

ع وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝۱۰
وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۝۱۱ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ
قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۝۱۲ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا

فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ

اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ

لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ:.....اور ہم نے تم کو زمین میں بسایا اور رہم نے تمہارے لئے اس میں روزی کے اسباب پیدا کئے۔تم کمتر شکر کرتے ہو﴿۱۰﴾۔اور ہم نے تم کو (تمہارے دادا آدم علیہ السلام کو) پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کے آگے جھکو پھر سب جھک پڑے مگر ابلیس جو جھکنے والوں میں سے نہ تھا﴿۱۱﴾۔(ہم نے) فرمایا کہ تجھ کو کس بات نے جھکنے سے منع کر دیا جب کہ میں نے تجھے حکم دیا۔عرض کیا میں اس سے بہتر ہوں۔مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو خاک سے بنایا﴿۱۲﴾۔فرمایا یہاں (جنت) سے نیچے اُتر جا پھر تیری کیا مجال ہے کہ جو تو یہاں پر شیخی مارے پس نکل باہر ہو تو ہی ذلیلوں میں کا ایک ذلیل ہے﴿۱۳﴾۔عرض کیا کہ مجھے اس دن تک کی مہلت دے کہ جب تک کہ لوگ مر کر جی اُٹھیں﴿۱۴﴾ ❶ فرمایا (جا) تجھے مہلت ہے﴿۱۵﴾۔کہا پھر تو قسم ہی میں بھی جیسا کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے (ان کی تاک میں) آپ کے سیدھے رستہ ہی پر آبیٹھوں گا (تا کہ بہکاؤں)﴿۱۶﴾۔پھر میں ان کے سامنے اور ان کے پیچھے سے اور دائیں بائیں سے آیا کروں گا۔اور تو ان میں سے بہتروں کو شکر کرنے والا نہ پائے گا﴿۱۷﴾۔

ترکیب:.....معایش مفعول جعلنا جمع معیشۃ۔الا۔لا زائدہ ہے اور من جار حذف یہ مفعول ثانی ہے منع کا یا موضع حال میں اذ ظرف ہے تسجد کا منہا ای من الجنۃ وقیل من السمٰوٰت۔فبما باء قسم کے لیے ما مصدریہ لاقعدن جواب قسم۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا روزیاں مقرر فرما کر احسان فرمانا

تفسیر:.....پہلے اس سے لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کی فرمانبرداری کا حکم دیا تھا اور مخالفت میں عذاب دنیوی سے بقولہ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اور آخرت کے عذاب سے سوال و وزن کرنے سے ڈرایا تھا۔انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ خوف اور نعماء و احسانات سے مسخر و مطیع ہوتا ہے اس لئے خوف مضرت دارین کے بعد بنی آدم پر ان کے بزرگ وجد امجد حضرت آدم علیہ السلام پر جو کچھ انعام و احسان کئے ہیں ان کو یاد دلاتا ہے اور لطف یہ ہے کہ تخویف میں عالم آخرت کا اور احسان یاد دلانے میں اس کی ابتداء کا بھی بیان کر دیا جو آسمانی کتاب کا ایک ضروری کام ہے۔اور اس کو علم مبدأ و معاد کہتے ہیں۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ . . . الخ زمین پر بنی آدم کا بسانا اور سب چیزوں پر مسلط کرنا اور پھر قدرتی چیزیں جیسا کہ پھل، ترکاری، غلہ وغیرہ اور صنعت کے متعلق گھی شکر کپڑا وغیرہ ان کے لئے مہیا کر دینا ایک ایسا احسان ہے کہ جس سے گردن اُٹھ ہی نہیں سکتی مگر انسان بہت کم شکر کرتا ہے نعمت میں مست ہو کر شہوات میں مصروف ہوتا ہے تکلیف میں گلہ شکوہ کرنے لگتا ہے۔وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا

❶.....ابلیس نے جی اُٹھنے تک زندہ رہنے کی دعا مانگی اس میں یہ بات سوچا تھا کہ میں موت سے محفوظ رہوں گا۔مگر اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا کہ بلکہ ایک وقت خاص تک زندہ رہنے کی دعا قبول کی جو کہ اللہ تعالیٰ ہی کو محفوظ ہے۔ابلیس کی دعا قبول کرنا گویا اس کی تمام عبادت کا معاوضہ اس کی خواہش کے مطابق دینا ہے ۱۲ منہ

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا یہاں سے ان کے بزرگ اور جد امجد حضرت آدم علیہ السلام پر جو احسان واحترام کیا تھا اس کو یاد دلاتا ہے کہ ان کو عمدہ شکل پر۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑱ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ⑲ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ⑳ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ㉑ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ㉒ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓

ترجمہ:......فرمایا یہاں سے ذلیل خوار ہو کر نکل جا۔ جو کوئی ان میں سے تیرے تابع ہوگا تو میں بھی تم سب سے جہنم ہی بھر دوں گا⑱۔ اور اے آدم علیہ السلام! تم اور تمہاری بیوی جنت میں جا رہو پھر تم دونوں جہاں سے چاہو کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس بھی نہ جانا (ورنہ تم) خرابی میں پڑ جاؤ گے⑲۔ پھر شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ ان کو برہنہ کرے۔ اور (آ کر) کہنے لگا کہ (اے آدم علیہ السلام وحوا) تمہارے رب نے جو تم کو اس درخت سے منع کیا ہے تو اسی لئے کہ تم کہیں فرشتہ نہ ہو جاؤ یا ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ⑳۔ اور ان سے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں㉑۔ پھر تو ان کو فریب ❶ سے (کھانے کی طرف) مائل ہی کر دیا جوں ہی انہوں نے درخت کو چکھا تو ان کا ستر کھل گیا اور لگے اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے اور ان کے رب تعالیٰ نے ان کو پکار کر (کہا) کیا میں نے تم کو اس درخت سے منع نہ کر دیا تھا اور یہ نہ کہہ دیا تھا کہ بے شک شیطان تم دونوں کا صریح دشمن ہے㉒۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے آپ اپنی جانوں کو برباد کیا اور اگر تو ہم کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم برباد ہی ہو جائیں گے㉓۔

ترکیب:......مذء وم بالہمزۃ مشتق ہے ذامتہ، اذا عبتہ سے اور بعض نے صرف و سے بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے اس لئے ہمزہ کی حرکت ذال کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا اور ممکن ہے کہ اس کی اصل مذیما کہی جاوے کس لئے کہ فعل اس سے ذام یذیم آتا ہے پس ی کو و سے بدل دیا جیسا کہ مکیل کو مکول اور مشیب کو مشوب کر لیتے ہیں، یا اور اس کا مابعد حال ہیں۔ لمن مبتدا قائم مقام قسم لَاَمْلَئَنَّ خبر قائم مقام جواب قسم۔

❶ یعنی قسمیں کھا کر فریب دے کر آخرکار اس درخت ممنوع کے کھانے کی طرف مائل ہی کر لیا ۱۲ منہ

حضرت آدم علیہ السلام واولادِ آدم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا احسان

تفسیر:...... پیدا کر کے فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا مگر شیطان نے نافرمانی اور تکبر کیا تو اس کو ملعون کر دیا (اس میں آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد پر بھی احسان ہے کہ تمہارے ساتھ سرکشی اور حسد کرنے والے کو ہم نے یوں ذلت دی اور اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تم ذات شریف ہو کہ پھر اپنے اس قدیمی دشمن کا کہنا مانتے اور اپنے محسن حقیقی کی نافرمانی کرتے ہو اور یہ بات اے بنی آدم! کچھ تم ہی پر موقوف نہیں تمہارے جدامجد بھی اس کے داؤ میں آ گئے تھے۔ جن کو شیطان نے قسمیں دے کر ملمع کار باتیں بنا کر ایک درخت کے پھل کھانے پر برانگیختہ کیا کہ جس کے پاس جانے تک کی ممانعت کسی مصلحت سے ہم نے کر دی تھی سو انہوں نے کھایا جس سے ان پر مصیبت پڑی، جنت سے نکالے گئے، کپڑے اتارے گئے آخر نافرمانی کا مزہ پایا۔ پھر آدم علیہ السلام روئے، توبہ کی، تو معافی ہوئی۔ اے اولادِ آدم علیہ السلام! پھر بھی تم اس عدو مبین کا کہنا مانتے ہو اور جو جہالت سے گناہ ہو جاوے تو اپنے پدر بزرگ آدم علیہ السلام کی طرح کیوں توبہ واستغفار نہیں کرتے؟ اور اس میں یہ بھی رمز ہے کہ نافرمانی کا نتیجہ شیطان نے کیسا پایا راندۂ درگاہ ہو گیا۔ پھر تم کس دلیری سے گناہ پر گناہ کرتے ہو اور ادنیٰ مرتبہ اپنے جدامجد کے جلاوطن و خراب و خستہ ہونے کو بھی نہیں دیکھتے کیا تم اب زمین پر قرار پا کر ملک اور جاگیریں اور باغات و دیہات حاصل کر کے مطمئن ہو گئے ہو کہ معصیت سے یہ چھن نہ جائیں گے (کیوں نہیں؟)

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ
اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ ع
قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ
ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ
الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا
سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ
اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:...... (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا نیچے اتر جاؤ کہ تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ اور تم کو ایک وقت تک زمین ہی پر ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ (اور) فرمایا تمہیں یہیں زندگی بسر کرنی ہے اور یہیں مرنا ہے اور اسی میں سے (قیامت کے دن) نکالے جاؤ گے ﴿۲۵﴾۔ اے بنی آدم! ہم نے تم پر ایسا لباس نازل کیا ہے جو تمہاری شرمگاہ چھپاتا ہے اور زیبائش بھی ہے۔ اور پرہیزگاری کا لباس ف یہ سب سے بہتر ہے۔ یہ ف اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے۔

ف:...... لباس التقوی، بقول سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حسن خلق مراد ہے۔ اور بقول عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا مراد ہے۔ بعضوں نے پاکدامنی کہا ہے۔ زید بن علی رضی اللہ عنہ نے وہ چیزیں مراد لی ہیں جن کو لڑائی میں اپنے بچاؤ کے لئے پہنتے ہیں۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حیا مراد لیتے ہیں چونکہ حیا ہی سے پرہیزگاری کی توفیق حاصل ہوتی ہے ۱۲ منہ حقانی ف:...... یہ قدریں ہیں اللہ تعالیٰ کی۔

ہے تا کہ لوگ سمجھیں ﴿۲۶﴾۔ اے بنی آدم! تم کو شیطان نہ بہکانے پاوے جیسا کہ تمہارے ماں ❶ باپ کو جنت سے کپڑے اُتروا کر نکلوا دیا تھا ان کا ستر دکھانے کے لئے۔ وہ اور اس کی ذریت تم کو اس جگہ سے دیکھتے ہیں کہ تم جہاں سے ان کو نہیں دیکھتے۔ ہم نے شیاطین کو ان لوگوں کا یار بنا دیا ہے کہ جو ایمان نہیں لاتے ﴿۲۷﴾۔

ترکیب: ...... بعضکم... الخ جملہ حال ہے ضمیر فاعل اھبطوا سے لباسا مفعول انزلنا، یواری اس کی صفت وریشا لباسا پر معطوف و لباس منصوب ہو تو ریشا پر معطوف ورنہ مبتدا ذلک جملہ خبر۔

تفسیر: ......ہم نے دنیا میں باہم ایک کو دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے سو ایک پر دوسرے کو مسلط کر کے کیا ہم نہیں چھٹوا سکتے؟ چونکہ آدم علیہ السلام کے احسانات اس کی اولاد پر ہیں اس لئے آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے اور اس کی صورت بنانے کو مخاطبین کے پیدا کرنے اور صورت بنانے کے ساتھ اس رمز کے لئے تعبیر کیا ورنہ مراد بالذات آدم علیہ السلام ہیں اس لئے ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سے انھیں کے خاص حال کو شروع کیا گو اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اے بنی آدم علیہ السلام! تمہارے لئے بھی ہم نے ملائکہ کو روزی پہنچانے تدبیر و تصرف کرنے میں مسخر کر دیا ہے جو ایک قسم کا سجدہ ہے۔ اس قصہ کو جداگانہ غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ان سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

(۱) سورۂ بقرہ (۲) اس سورہ میں (۳) سورۂ حجر (۴) سورۂ بنی اسرائیل (۵) سورۂ کہف (۶) سورۂ طٰہٰ (۷) سورۂ صٓ۔

فائدہ: جنت کے لباس کا اُترنا...... (۱) جنت میں گناہ کرنے سے حضرت آدم علیہ السلام و حوا کا لباس عزت اُتار لیا گیا تھا جس پر وہ نہایت شرمندہ ہو کر جنت کے درختوں کے پتے اپنے بدن پر ڈھانکتے تھے۔ پھر دنیا میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو کپڑا بنانا سکھایا جس سے ستر ڈھانکنا میسر آیا۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ اپنی بڑی نعمت اور من آیات اللہ کہتا ہے اور لباس کا نازل کرنا فرما کر اور لباس کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی پرہیزگاری کا لباس ❷ بہتر ہے اس کے بہکانے میں نہ آنا کہیں لباس تقوے تمہارا نہ اتار لے جس سے تم برہنہ ہو جاؤ شیطان اور اس کی ذریت تم کو دیکھتے ہیں اور وہ تم کو نظر نہیں آتے کیونکہ ان کا مادہ آتش لطیف چیز ہے جو محسوس بحس بصر نہیں۔ پھر فرمایا ہے کہ ان خبیثوں سے کافر ہی دوستی رکھتے ہیں۔ ❸

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۫ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ

---

❶ آدم و حوا علیہما السلام ۱۲ منہ۔

❷ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس لباس میں پرہیزگاری ہو یا جس میں گرمی جاڑے سے بچ سکے وہی عمدہ لباس ہے ۱۲ منہ۔ ❸ کیونکہ ناپاک کو ناپاک سے بوجہ مجانست رغبت ہوتی ہے ۱۲ منہ۔

عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ ع

ترجمہ:.....اور جب وہ کوئی بے حیائی (کا کام) کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے۔آپ ﷺ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہرگز بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتا۔کیا تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں لگاتے ہو جن کو تم جانتے بھی نہیں ﴿۲۸﴾۔(اور) کہہ دیجئے کہ میرے رب نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے،اور یہ کہ نماز کے وقت (اس کی طرف) متوجہ ہو جایا کرو،اور اسی کو پکارو خاص اسی کے فرمانبردار ہوکر۔جیسا کہ تم کو اول بار پیدا کیا اسی طرح باردگر پیدا کئے جاؤ گے ﴿۲۹﴾۔ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہی ثابت ہوئی۔کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنالیا اور جانتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں ﴿۳۰﴾۔اے بنی آدم! ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو آراستہ ❶ کرلیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو۔کیونکہ اس کو فضول خرچی کرنے والے پسند نہیں ﴿۳۱﴾۔

ترکیب:.....واذا شرط قالوا جواب واقیموا معطوف ہے محل القسط پر معنی ای امر ربی فقال اقسطوا۔واقیموا الدین منصوب ہے مخلصین سے۔فریقاً منصوب ہے ھدی سے اور فریقاً ثانی منصوب ہے فعل محذوف سے ای واضل یدل علیہ مابعدہ' اور یہ جملہ حال ہے تعودون سے جملہ مستانفہ بھی ہوسکتا ہے۔انھم جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے۔

فساق وفجار کے خصائل بد کا تذکرہ

تفسیر:.....اب ان شیاطین کے مریدوں اور دوستوں کے خصائل بد ذکر کرتا ہے۔منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جب وہ کوئی فحش بات کرتے ہیں زنا یا مغلظات گالیاں یا اور سیکڑوں بے حیائی کے کام تو عقل کے اندھے اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم اور باپ دادا کی عمدہ رسم بتاتے ہیں جس کے رد میں فرماتا ہے کہ کہہ دے اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں دیا کرتا، ہاں اچھی باتوں اور انصاف کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ نماز کے وقت اسی طرف متوجہ ہوا کرو اور خاص اسی کو پکارو۔کیونکہ كَمَا ۝ بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ❷ جس طرح دنیا میں مؤمن یا کافر کرکے لوگ پیدا کئے گئے ہیں انھیں اعمال انھیں حالات میں آخرت میں دوبارہ جی اٹھیں گے اس لئے دنیا میں اس نے اپنے فضل وکرم سے ایک فریق کو ہدایت عطا کی ہے اور ایک گروہ گمراہ ہوگیا اور گمراہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا دوست وکارکن بنا رکھا ہے اور پھر ایسے اندھے ہیں کہ الٹے اس گمراہی کو ہدایت سمجھتے ہیں۔

لباس اور ستر پوشی کا حکم:..... وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ لباس کو زینت فرمایا تھا اس لئے اس زینت کو اس کے عمدہ موقع پر استعمال میں لانے کا حکم دیتا ہے کیونکہ جب دنیا میں امراء وسلاطین کے دربار میں بغیر لباس کے حاضر نہیں ہوتے تو نماز میں کہ خاص اللہ تعالیٰ کا دربار ہے بغیر اس کے حاضر ہونا بے ادبی ہے اور اس میں مشرکین کی اس افراط وتفریط کا بھی رد ہے جس کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نقل کیا ہے کہ بعض قبائل عرب برہنہ ہوکر طواف کعبہ کرتے تھے عورتیں رات کو برہنہ طواف کرتی تھیں اور مسجد منیٰ میں آکر کپڑے اتار ڈالتے تھے اور گھی وگوشت اچھی غذائیں کھانے بھی ان ایام میں ترک کردیتے تھے۔اس کے مقابلہ میں فرمایا ہے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ

❶.....یعنی نماز کے وقت پاک اور ستھرا لباس پہنا کرو ۱۲۔❷..... مجاہد رحمہ اللہ وحسن کہتے ہیں کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ جس طرح تم لاشئی تھے تم کو دنیا میں پیدا اپنی قدرت سے کردیا اسی طرح پھر موت کے بعد تم کو زندہ کردے گا ۱۲ منہ۔❸.....اس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ جس طرح صحیح وسالم دنیا میں پیدا ہوئے تھے اسی طرح قیامت کے دن دوسری بار اٹھو گے۔حدیث میں آیا ہے جس حال میں جو کوئی مرا ہے اسی میں اٹھے گا،شرابی مست وشکور،خدا پرست شاد ومسرور ۱۲ منہ۔

لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا

وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ:......(اے نبیؐ!) پوچھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو آرائش اور پاک روزی اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اس کو کس نے حرام کیا ہے؟ (اور) کہہ دو یہ چیزیں ❶ ایمانداروں کے لئے دنیا کی زندگی میں ہیں آخرت میں تو خاص انھیں کی ہیں۔ عقلمندوں کے لئے ہم یوں کھول کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں ﴿۳۲﴾۔ (اور منکرین سے) کہہ دیجئے کہ میرے رب تعالیٰ نے تو صرف بے حیائی کے کام حرام کئے ہیں خواہ ظاہر ہوں خواہ مخفی۔ اور گناہ اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو بھی کہ تم اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو شریک نہ بناؤ کہ جن پر کوئی سند نہیں اُتاری اور اس بات کو بھی کہ تم اللہ تعالیٰ پر وہ باتیں لگاؤ کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں ﴿۳۳﴾۔

ترکیب:......والطیبات معطوف ہے زینۃ اللہ پر ھی مبتدا اس کی خبر میں تین احتمال ہیں اقویٰ یہ ہے کہ للذین ہے فی الحیوۃ متعلق ہے امنوا سے یا فی الحیوۃ خبر اور للذین خَالِصَةً سے متعلق، اور خَالِصَةً حال ہے اور عامل اس میں للذین ہے یا فی الحیوۃ الدنیا اور خَالِصَةً کو مرفوع بھی پڑھا ہے خبر ثانی بنا کر۔ ماظھر و مابطن بدل ہیں الفواحش سے۔

دنیا کی نعمتیں مؤمنین کے لیے ہیں

تفسیر:......کہ تم نماز کے وقت لباس پہنا کرو اور کھاؤ پیو فضول خرچی نہ کیا کرو یہ تمہارے لئے ہیں ان کو کس نے حرام کیا ہے؟ یعنی کسی نے بھی حرام نہیں کیا بلکہ یہ چیزیں اولاً و بالذات تو ایمانداروں کے لئے مخصوص ہیں بالتبع کفار بھی شریک ہیں۔ یا یہ معنے کہ دنیا میں مؤمن کافر سب شریک ہیں۔

چہ دشمن بریں خوان یغما چہ دوست

مگر قیامت کے دن یہ ایمانداروں کے حصہ میں آئیں گے کفار محروم رہیں گے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیں ہاں بے حیائی کی باتیں خواہ وہ ظاہر ہوں خواہ وہ مخفی اور گناہ جیسا کہ شراب پینا اور ناحق کی زیادتی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا کہ جس پر کوئی دلیل بھی نہیں اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں نا سمجھی سے لگانا حرام کی ہیں۔

زینت کی تفسیر:......۱)......زینت سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک لباس ہے کہ جس سے ستر عورت ہو سکے مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورت کے لئے منہ ہاتھ پاؤں کے سوا کل بدن۔ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ زمان صلوٰۃ یا مکان صلوٰۃ۔ اس آیت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نماز کے وقت ستر ڈھانکنا فرض ہے۔ اسی طرح مساجد میں بھی۔ عام اوقات میں ستر ڈھانکنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے۔

❶ یعنی یہ نعماء ایمانداروں کے لئے دنیا میں حرام نہیں مباح ہیں مقصود بالذات ان کے لئے پیدا کی ہیں تبعاً کفار بھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں قیامت میں تو ایمانداروں کا ہی حصہ ہے ۱۲ منہ

۲)......بعض علماء کہتے ہیں کہ زینت میں ہر قسم کی تزئین شامل ہے کہ نہانا، خوشبو لگانا، عمدہ نفیس کپڑے پہننا اور اسی طرح الطیبات من الرزق ہر قسم کے لذیذ کھانے اور خوشگوار کو شامل ہے بجز اس زینت اور ان کھانوں کے کہ جن کو کتاب وسنت نے منع کیا ہے۔

فائدہ: گناہ کی قسمیں...... گناہ کی پانچ قسم ہیں اوّل وہ کہ جن کا اثر بدنسب پر پہنچتا ہے سو وہ زنا ہے جس کو الفواحش میں تعبیر کیا ہے دوم وہ کہ جن کا اثر عقل پر پہنچتا ہے وہ شراب ہے جس کو الاثم سے تعبیر کیا ہے۔ سوم وہ جن کا اثر عزت پر پہنچتا ہے۔ چہارم وہ کہ جن کا اثر مال پر پہنچتا ہے اور جان پر بھی ان کی طرف وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ میں اشارہ ہے۔ پنجم وہ کہ جن کا اثر اس کی روح اور دین پر پہنچتا ہے ان کو تُشْرِكُوا......الخ میں بیان کیا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾
يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ
اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا
عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى
اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا
جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ
قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا
فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ
لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا
هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ
لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ
فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا ع
عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ

فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:......اور ہر قوم کے لئے ایک وقت (مقرر) ہے۔ پھر جب ان کا وقت آتا ہے تو وہ ایک ساعت اس سے نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اے بنی آدم! جب کبھی تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آویں (اور) تم کو میری آیتیں سنائیں (تو مان لینا کیونکہ) پھر جو کوئی پرہیزگاری کرے گا اور سنور جائے گا تو نہ اس پر کچھ خوف ہوگا نہ وہ کچھ رنج کرے گا﴿۳۵﴾۔ اور جس نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے اکڑ بیٹھے تو وہی دوزخی بھی ہوں گے، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۳۶﴾۔ پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے، یہ وہی ہیں کہ جن کو ان کا حصہ نوشتہ ❶ (ازلی) میں سے پہنچ رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کو آویں گے تو کہیں گے (اب وہ) کہاں ہیں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے تھے؟ کہیں گے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے اور وہ اپنے اوپر اس بات کی گواہی دیں گے کہ بے شک ہم کافر تھے﴿۳۷﴾۔ فرمائے گا کہ تم بھی اور امتوں میں مل کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں جن اور انسان دوزخ میں جاؤ۔ جب ایک جماعت داخل ہوگی تو دوسری جماعت پر لعنت کرنے لگے گی۔ یہاں تک کہ جب سب کے سب جہنم میں گر چکیں گے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب انہوں ہی نے تو ہم کو گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دوچند عذاب دے۔ فرمائے گا کہ ہر ایک کو دو چند ہے لیکن تم کو معلوم نہیں۔﴿۳۸﴾ اور پہلے پچھلوں کو کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کیا فوقیت ہے سو تم بھی عذاب چکھو (اور) اپنے کئے کا نتیجہ (پاؤ)﴿۳۹﴾۔ بے شک جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے اکڑ کر بیٹھ گئے نہ تو ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھولے جاویں گے اور نہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ سوئی کے ناکہ میں اونٹ گھس جائے۔ اور ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں﴿۴۰﴾۔ کہ ان کے لئے آگ کا بچھونا ہوگا اور (اسی کا) اوپر سے اوڑھنا ہوگا۔ اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں﴿۴۱﴾۔

ترکیب:......اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ شرط مِنْكُمْ یَقُصُّوْنَ... الخ رُسل کی صفت یا حال فَمَنِ اتَّقٰی شرط فَلَا خَوْفٌ جواب جملہ جواب شرط اوّل والذین... الخ مبتدا اُولٰٓئِكَ جملہ خبر۔ فَمَنْ مبتدا اظلم خبر یتوفونھم حال ہے رُسلنا سے ما بمعنی الذی، تدعون میں ضمیر عائد اس کی طرف محذوف تقدیرہ 'تدعونہ'۔ فی النار متعلق ہے ادخلوا سے۔ کلما دخلت شرط لعنت جواب اِذَا اذّار کو اصلیہ تدار کو ات کو د سے بدلا اور ساکن کر کے ادغام کر دیا پھر ہمزۂ وصل اور زیادہ کر دیا جمیعاً حال ہے فاعل اذّار کو ا سے یہ سب شرط قالت... الخ جواب و کذلک مفعول ہے نجزی کا۔

ہر ایک قوم کی موت کا وقت معین ہے

تفسیر:......مسائل حلال و حرام بیان کرنے کے بعد کچھ آخرت کا حال بیان کرنا بھی ضروری تھا کہ جہاں اس دنیا کے تمام افعال نیک و بد کا بدلہ دیا جاتا ہے اور آخرت کی پہلی گھاٹی یا اول سیڑھی انسان کی موت ہے کہ پھر اس کے بعد سے وہاں کا دوسرا کارخانہ شروع ہوتا ہے اس لئے سب سے اول فرمایا وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ... الخ کہ دنیا میں ہر ایک قوم کا ایک وقت معین ہے کہ جس کی افراد یکے بعد دیگرے فنا ہونے سے وہ قوم فنا ہو جاتی ہے (پچاس ساٹھ برس میں وہ دور تمام ہو جاتا ہے) کل شاہ جہاں کے لاکھوں سپاہی ہزاروں خادم تھے آج

❶ یعنی نوشتۂ ازلی کا ۱۲ منہ۔

ان میں سے ایک خدمتگار تو کیا ان کی فوج میں سے کسی گھوڑے کی زین اور لگام بھی دکھائی نہیں دیتی نہ اس وقت کا کوئی موافق ہے نہ مخالف ہائے یہ سب کے سب کہاں چلے گئے اور اپنے عہد کی چیزیں بھی ساتھ لے گئے وہ شاندار دربار اور اس کے امراء کہاں غائب ہو گئے؟ وہ ان کے محل کے تجمل اور ان کے سامان کہاں چھپ گئے؟

زمین کھا گئی نوجواں کیسے کیسے

سو یہ ایک وقت ہر شخص کے لئے ایسا معین ہے کہ نہ کوئی اس سے آگے بڑھ سکے ❶ نہ پیچھے ہٹ سکے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر قوم مخالف انبیاء علیہم السلام کے عذاب کے لئے ایک وقت معین ہے ان کی جلدی سے پہلے نہیں ہو سکتا ہٹانے سے ہٹ نہیں سکتا۔

انبیاء کو جھٹلانے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے:......اب عالم آخرت کی سرگزشت شروع کرتا ہے اور وہاں کے عقاب و ثواب کا سبب بھی بتلاتا ہے کہ روز ازل ہم نے کہہ دیا تھا کہ اے بنی آدم! میں اپنے رسول تمہارے پاس بھیجوں گا وہ تمہیں میری آیات سنائیں گے پھر جس نے تقوٰی اور اصلاح اختیار کیا تو ان کے لئے کچھ خوف و غم نہیں اور جنہوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ ہمیشہ جہنم میں رہا کریں گے۔

اب وقت موت سے لے کر ہمیشہ تک کا ان کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان کو ان کی تقدیر کا لکھا پیش آتا ہے وہ یہ کہ بوقت نزع فرشتے جو ان کی جان قبض کرنے کو آتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ اب وہ تمہارے معبود کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے تھے؟ جواب دیں گے کہ اب وہ کھوئے گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کریں گے۔ آسمانوں میں اس کے انوار متجلی ہیں اس کی تجلیات اجرام علویہ میں بے انتہاء ہیں، آفتاب ماہتاب ستارے سب نورانی چیزیں اسی لئے افلاک سے متعلق ہیں۔ اسی لئے ملائکہ اور ارواح مقدسہ کے لئے افلاک مسکن قرار پایا ہے اور بعد موت کے پاک روحیں اور نفوس مطہرہ اسی دار البہجۃ والسرور و فضاء النور کی طرف صعود کرتی ہیں اور نفوس خبیثہ بعد مفارقت بدن کے عالم سفلی یعنی اس زمین تاریک و تار کی طرف ان کی مناسبت طبعی سے پھینکے جاتے ہیں اس لئے فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ . . . الخ کہ کفار و متکبرین کے لئے نہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں نہ جنت میں داخل ہوں گے۔ ❷ جیسا کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا محال ہے اسی طرح ان کا اس عالم قدس میں۔ اس سے پہلی آیتوں قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ . . . الخ میں حشر کے روز کا واقعہ بیان فرماتا ہے کہ ان کے لئے حکم ہوگا ان کو ان سے پہلے جو گمراہ امتیں گزری ہیں ان کے ساتھ ملا کر جہنم میں داخل کر دیہاں تک کہ جب سب وہاں جا پڑیں گے تو پچھلے لوگ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! ہم کو تو ان بڑے بزرگوں نے گمراہ کیا ہے بری رسمیں چلا گئے تھے ہم ان پر چلے ان کو زیادہ عذاب

---

❶ ......کسی حکیم و فیلسوف نے موت طبعی کے دور کرنے کی تو کیا بڑھاپا روکنے کی بھی تدبیر نہیں نکالی۔ اسی طرح اقبال و ادبار قومی کا بھی ایک وقت مقرر ہے جس طرح اقبال کسی کے زائل کرنے سے زائل نہیں ہوجاتا اسی طرح ادبار بھی کسی تدبیر سے نہیں رک سکتا اور جو آجاوے تو جا نہیں سکتا یہ ہیں خدائی پیادے اور اس کے احکام مبرم، بھلا کوئی ان سے سرتابی تو کرے ۱۲ منہ۔ ❷ ......آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایمانداروں کی روح کو ملائکہ آسمانوں کی طرف لے جاتے ہیں وہاں ان کے لئے دروازے افلاک کے کھلتے ہیں (مشکوٰۃ) روح پاک اس تن کے قفس سے نکل کر سماوات کی طرف اس طرح دوڑتی ہے کہ جس طرح بلبل قفس سے نکل کر چمن کی طرف اڑتی ہے:

تو ئی آں دست پرور مرغ گستاخ ☆ کہ بوقت آشیاں بیروں ازیں کاخ
چرا زاں آشیاں بیگانہ گشتی ☆ چو دونان چغد ایں ویرانہ گشتی
بیفشاں بال و پر زآمیزش خاک ☆ بپرتا کنگر ایوان افلاک

ارواح خبیثہ جو اس دنیائے تنگ و تاریک کے لذات پر فرش ہیں (اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ) وہ وہاں نہیں جانے پاتیں۔ بعض انبیاء علیہم السلام زندہ ہی آسمانوں پر چلے گئے۔ ۱۲ منہ

دے۔ان کے مقتداء کہیں گے کہ ان کو ہم پر کیا فوقیت ہے یہ بھی گمراہی میں شریک اور مساوی ہیں انہوں نے ہمارا کیوں اتباع کیا؟ حکم ہوگا کہ تم میں سے ہر ایک کو ہر آن زیادہ عذاب ہے تم کو معلوم نہیں کہ دوسرے فریق کو بھی ایسا ہی روز افزوں عذاب ہو رہا ہے۔ پچھلی آیتوں میں ان کی یہ امید بھی توڑ دی کہ کبھی تو نجات ہوگی۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ
مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا
لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ
تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمہ:......اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتے وہی اہل جنت ہیں۔ جو اس میں ہمیشہ رہا کریں گے ﴿۴۲﴾ اور ان کے دلوں کی رنجشوں کو بھی ہم دور کر دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ جس نے ہم کو اس کی رہنمائی کی۔ اور ہم تو کبھی راہ نہ پاتے اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ کرتا۔ ❶ بے شک ہمارے پاس رب تعالیٰ کے رسول دین (حق) لے آئے۔ اور (وہاں) ان کو سنا دیا جائے گا کہ تم اس جنت کے وارث کئے گئے ہو ان عملوں کی وجہ سے جو تم کیا کرتے تھے ﴿۴۳﴾۔

ترکیب:......والذین مبتدا اولئک... الخ خبر لانکلف جملہ معترضہ ماموصولہ مع صلہ مفعول نزعنا۔ من غل اس کا بیان۔ تجری... الخ جملہ حال صدورھم کی ضمیر سے والعامل معنی الاضافۃ وما کنا... الخ جملہ حال ہے ان ھدانا بتاویل مصدر محل رفع میں ہے مبتدا ہو کر کس لئے کہ لولا کے بعد جو اسم واقع ہوتا ہے وہ ایسا ہی ہوتا ہے جواب لولا محذوف ولالت کرتا ہے اس پر لنھتدی۔ ان تلکم ان مفسرہ ہے اور مخففہ بھی ہو سکتا ہے تب اس کا اسم محذوف ہوگا اور اس کے بعد کا جملہ خبر ہوگا تقدیرہ ای وَنُوْدُوْا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ یہ اوّل صورت میں بیان ہوگا نداء کا۔

آخرت میں اہلِ سعادت کے احوال

تفسیر:......جب اہل شقاوت کا مآل کار بیان فرما چکا تو اس کے بعد اہل سعادت کا حال بیان فرماتا ہے اگرچہ اوّل آیت میں اجمالاً ان کا کچھ حال بیان کیا تھا کہ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ جیسا کہ کافروں کا بھی اجمالاً حال کھول دیا تھا کہ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ لیکن ہنوز کان مشتاق تھے کہ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ کی کچھ اور بھی تفصیل فرمائی جاوے اس لئے کفار کے حال کی تفصیل فرما کر مؤمنوں کے حال کی تفصیل فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام بھی

---

❶ یعنی جنت میں آنے کا رستہ بتایا اگر وہ نہ چاہتا تو اس کا رستہ نہ ملتا یوں ہی بھٹکے بھٹکے مرجاتے جہنم میں جا گرتے ۱۲ منہ۔

کئے ہیں (اور چونکہ اچھے کاموں کا ذکر آیا سو اس قوم کے ساتھ ہی جملہ معترضہ میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہم کسی کو طاقت سے بڑھ کر تکلیف بھی نہیں دیتے یعنی جن اعمال صالحہ پر دار الخلد ملتا ہے وہ کچھ ایسے بھاری اور مشکل بھی نہیں) وہ اہل جنت ہیں اور یہ بات بھی نہیں کہ جنت میں سے نکالے جانے کا یا موت کا کھٹکا لگا ہو بلکہ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ کہ وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے حیات ابدی ان کو نصیب ہوگی اور یہ بات بھی نہ ہوگی کہ وہاں درجات متفاوتہ دیکھ کر کم رتبہ والے کو بڑے رتبہ والے پر رشک وحسد آوے اور پھر یہی کوفت قلبی اس کے تمام عیش کو سرد کردے جیسا کہ دنیا میں بعض لوگوں کے پاس تندرستی فراخ دستی آرام کے سامان مہیا ہوتے ہیں مگر پھر بھی کسی کے حسد ورشک میں یا کسی کاوش میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اس کے یہ سب لذائذ اس کی آنکھوں میں ہیچ ہوجاتے ہیں اور وہ ان سے متمتع نہیں ہوسکتا برخلاف عالم قدس کے کہ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ کہ ہم ان کے دلوں کو بھی اس خباثت سے پاک کردیں گے کسی پر حسد ورشک ⓪ باہم کینہ ورنج کچھ نہ ہوگا دنیا کی رنجشیں بھی دور ہوجاویں گی۔ تجری من تحتھم الانھار ان کے عمدہ اور نفیس باغوں اور محلوں سے نہریں بہتی ہوں گی اس کے فضل ورحمت اور انواع مکاشفات اور ہر قسم کی سعادت روحانیہ کے چشمے اور انہار ان کے قدموں کے تلے سے بہیں گے۔ ان ناز ونعم میں وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ستائش کریں گے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ... الخ کہ سب طرح کی ستائش اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جس نے ہم کو اس کی رہنمائی کی یعنی ہمارے دل میں راہ راست کی طرف خواہش پیدا کی جو ہم کو اس دار الخلد میں لایا انبیاء علیہم السلام جنت کی سیدھی سڑک ہے) جنت میں وہ تمام نعمائے الٰہی دیکھ کر کہ جن کی رسولوں نے خبر دی تھی تصدیق کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں نے جو کچھ کہا تھا سب حق ہے پھر وہاں منادی آواز دے کر کہے گا کہ یہ جنت تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو اس نے اپنے فضل سے تمہارے اعمال پر مرتب کیا۔ اللّٰھم ارزقنا الجنۃ بلا حساب۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۣ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ ع

⓪ ... بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۱۲۔

* ... تلقاء اصل میں مصدر ہے اور بکسر تاء بہت ہی کم مصدر آئے ہیں جیسا کہ تبیان۔ ہاں اسماء بہت ہیں جیسا کہ تمساح اور تمثال اور جگہ تلقاء منصوب ہے ظرف مکان ہونے کی وجہ سے بمعنی ناحیۃ ۱۲ منہ

بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ

الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا

مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

ترجمہ:......اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہم نے تو جو کچھ ہمارے رب تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا تھا اس کو حق پالیا پھر کیا تم نے بھی جو کچھ تم سے تمہارے رب تعالیٰ وعدہ کیا تھا حق پایا۔ وہ کہیں گے ہاں۔ پھر کوئی منادی ان میں پکار کر کہے گا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ﴿۴۴﴾۔ وہ جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے اور اس میں کجی نکالتے تھے۔ اور وہ آخرت سے بھی منکر تھے ﴿۴۵﴾۔ اور وہ دوزخ و جنت کے درمیان ایک حجاب ہوگا۔ اور اعراف پر ایسے لوگ ہوں گے کہ جو ہر فریق کو ان کے آثار سے پہچانتے ہوں گے۔ اور وہ اہل جنت کو پکار کر کہیں گے کہ السلام علیکم اور وہ ہنوز جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اس کی آرزو میں ہوں گے ﴿۴۶﴾۔ اور جب ان کی نظریں دوزخیوں کی طرف پھریں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے ساتھ میں نہ کیجیو ﴿۴۷﴾۔ اور اعراف والے ان لوگوں کو ❶ (دوزخیوں کو) کہ جن کو وہ ان کے آثار سے پہچانتے ہوں گے پکار کر (یہ) کہیں گے کہ نہ تو تمہارے جتھے ہی کچھ کام آئے اور نہ تمہارا تکبر کرنا ﴿۴۸﴾۔ کیا وہی ❷ لوگ ہیں کہ جن کی نسبت تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کچھ بھی رحمت نہ کرے گا۔ (اے فقرائے اسلام) ❸ چلے جاؤ جنت میں نہ تم پر کچھ خوف ہے اور نہ تم کو کوئی رنج ہوگا ﴿۴۹﴾۔ اور دوزخی اہل جنت کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی ڈال دو یا جو کچھ تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے (اس میں سے کچھ دے دو) اہل جنت جواب دیں گے کہ ان دونوں ❹ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے ﴿۵۰﴾۔ (اور ان پر) کہ جنہوں نے اپنا دین کھیل اور کود بنا رکھا تھا اور ان کو زندگی دنیا نے فریب میں ڈال رکھا تھا۔ پس آج ہم بھی ان کو ویسا ہی بھول گئے جیسا کہ وہ اپنے اس روز کے پیش آنے کو بھول گئے تھے اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے ﴿۵۱﴾۔

ترکیب:...... نادیٰ فعل اَصحٰبُ الجَنّۃِ فاعل اَصحٰبَ النّارِ مفعول ان مفسرہ جو بیان ندا کرتا ہے حقًا، وَجَدنَا کا مفعول ثانی ہے۔ ماوَعدَ ربّکم مفعول اول وعد کم بقرینۂ اوّل کلام محذوف۔ بینھم، اذن یامؤذن سے متعلق۔ ان مفسرہ اذن کی تفسیر کے لئے۔ الذین، الظالمین کی صفت، یعرفون، رجال کی۔ ونادوا کا فاعل ضمیر مرفوع جو رجال میں اہل اعراف کی طرف پھرتی ہے۔ لم یدخلوا کا فاعل رجال یہ جملہ اور وھم الخ حال ہیں فاعل نادوا سے۔ قالوا تفسیر ہے نادیٰ اَصحٰبُ الاَعرَافِ کی۔ اَھٰؤلاءِ جملہ

---

❶ یعنی متکبر اور دولتمند کافروں سے جو بڑے اتراتے تھے اعراف والے کہیں گے ۱۲ منہ۔ ❷ جو جنت میں غریب مسلمان ہیں ۱۲ منہ۔ ❸ یعنی اہل اعراف ان فقرائے اسلام سے کہ جن کے حق میں دنیا میں کفار نے قسمیں کھا کر یہ کہا تھا دینے کے بعد الزام یہ کہیں گے کہ خود ان کافروں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں ہوئی سو تم جنت میں بلاخوف داخل ہو جاؤ ۱۲ منہ۔ ❹ یعنی پانی اور کھانے کو ۱۲ منہ۔

قالوا کا بیان ہے اور اشارہ ہے اہل الجنۃ کی طرف خطاب کفار سے ہے۔

اہلِ جنت واہلِ جہنم کی باہم گفتگو

تفسیر:......اس جگہ اہل جنت واہل دوزخ کی باہم گفتگو کا ذکر کرتا ہے کہ جس سے حسرت ٹپکتی ہے کہ اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ لو جی ہم نے تو جو کچھ ہمارے رب تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا تھا برحق پالیا تم نے بھی جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا برحق پایا؟ وہ جواب دیں گے ہاں تب ایک فرشتہ آواز دے کر کہے گا کہ لعنت ہے اللہ کے ظالموں پر جو لوگوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی نکالتے تھے اور آخرت کے بھی منکر تھے۔

یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ جنت تو عالم قدس ہے جو آسمانوں سے بھی بالا ہے اور جہنم سب سے نیچے کے طبقے میں ہے پھر یہ ہم بات چیت کیونکر ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس عالم قدس میں بعد ومسافت اور آنکھ وابصار کو مانع نہیں۔ وہ اپنی جنت کی کھڑکیوں سے منہ نکال کر وہیں بیٹھے بات چیت کرسکیں گے۔ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ . . . الخ اب یہاں سے اور بھی جنت ودوزخ کے حالات کی تشریح کرتا ہے کہ جس سے وہاں کی اچھی طرح کیفیت ناظر کو معلوم ہوتا کہ دنیا اور اس کے لذائذ فانیہ پر لات مار کر عالم باقی کا شوق دل میں جوش زن ہو اور وہاں کے عذاب دائمی سے دل میں خوف پیدا ہو۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حد فاصل حجاب ہوگا جس کا ذکر اس آیت میں بھی آیا ہے۔ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ گو جنت اور دوزخ میں بہت کچھ فاصلہ ہے مگر تاہم عالم قدس اور عالم ظلمات کے درمیان ایک حد فاصل ضرور ہے جس کو حجاب اور دیوار سے تعبیر کیا ہے نہ یہ مراد کہ ان کے درمیان کوئی اینٹ گارے کی ایسی دیوار چنی ہوگی جیسی کہ آس پاس کے دو گھروں میں دیوار ہوتی ہے۔

اعراف واہلِ اعراف کی بحث:......اعراف کی جمع ہے جس کے معنے بلند مکان کے ہیں اور اسی لئے عرف الفرس وعرف الدیک گھوڑے اور مرغ کی چوٹی کو کہتے ہیں جو جسم میں مرتفع ہوتی ہے۔ علماء کے اعراف کے بیان میں دو قول ہیں (اوّل) جمہور کا قول ہے کہ اعراف سے اس حجاب یا دیوار مذکور کی چوٹیاں مراد ہیں اور ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے (دوم) حسن بصری رحمہ اللہ اور زجاج کا ایک قول ہے اعراف بمعنی معرفۃ، علی الاعراف ای علی معرفۃ اهل الجنة والنار رجال یعرفون کل احد من اهل الجنة والنار بسیماهم (کبیر) کہ اہل جنت ودوزخ کے پہچاننے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے لوگ وہاں مقرر کرے گا کہ جو ہر ایک کو ان کے علامات سے پہچانتے ہوں گے۔ پھر اس کی تفصیل میں چند قول ہیں:

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ اعلیٰ طبقہ کے لوگ ہوں گے کہ جو ملائکہ ہیں یا انبیاء علیہم السلام یا شہداء غرض وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے گواہ تھے جو ہر اہل خیر ایمانداروں متقی اور اہل شر مشرک کافر فاسق کو پہچانتے تھے۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو اعراف یعنی بلند مقامات پر بٹھلا کر ہر ایک اہل خیر واہل شر کا انجام کار جنت ودوزخ دکھا دے گا اور گویا وہ عدالت آسمانی میں ہر ایک اہل خیر واہل شر کے لئے سچی سچی شہادت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرر گواہ ہوں گے جو بلند کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے جب تمام کا فیصلہ ہو چکے گا تب وہ جنت میں جاویں گے لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ کے یہی معنے ہیں کہ قبل فیصلہ فریقین جنت میں نہ جائیں گے مگر اس کا ان کو یقین ہے کہ بعد میں داخل ہوں گے۔ طمع بمعنے یقین بھی آتی ہے کما فی قوله تعالى حكاية عن ابراهيم علیہ السلام وَالَّذِي أَطْمَعُ أَن يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ. وذلک الطمع كان طمع يقين۔ سو وہ اہل جنت کو بطور مبارک باد کے کہیں گے سلام علیکم کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی

ہو۔ اور جب اس مقام سے ان کی آنکھ جہنمیوں کی طرف پھرے گی تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں گے کہ الٰہی! تو ہم کو اس ظالم گروہ سے دور رکھیو ۔ پھر ان میں سے ان لوگوں کو کہ جن کو وہ دنیا میں پہچانتے تھے باآواز بلند یہ کہیں گے بطور ملامت وسرزنش کہ اے فلاں! آج کے دن تمہاری جمیع مال وزر کہ جس کے لئے تم دین کو برباد کرتے تھے اور تمہاری وہ جمعیت تو کر چاکر لشکر فوج یا راعوان برادری کے جتھے جن پر تم کو بڑا گھمنڈ تھا کچھ بھی کام نہ آئے۔ اہل جنت میں سے ان غریب ومفلسوں کی طرف اشارہ کر کے (کہ جن کو کفار دنیا میں اپنی شوکت وحشمت مال وجاہ سے ذلیل وحقیر سمجھتے اور ان کی نسبت قسم کھا کر کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر آخرت میں بھی کچھ رحمت نہ کرے گا) یہ کہیں گے کہ لو دیکھو یہی ہیں وہ کہ جن کی نسبت تم ایسا ایسا کہتے تھے۔ اے اہل جنت! تم جنت میں رہو نہ تم پر کچھ خوف ہے نہ کچھ غم ہوگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اہل اعراف کی طرف خطاب ہے کہ فریقین کا فیصلہ ہو چکا لو اب تم بھی جنت میں چلو آرام کرو۔ تمہیں بھی نہ کچھ خوف ہے نہ غم کیوں کہ دوزخیوں کو دیکھ کر ڈرتے اور دعاء کرتے تھے کہ کہیں ان میں نہ ملائے جائیں۔

دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اہل اعراف وہ لوگ ہیں کہ جن کی نیکی اور بدی مساوی ہوگی نہ جنت کے قابل ہوں گے نہ دوزخ کے جیسا کہ اہل الصلوٰۃ میں سے فساق یا اطفال مشرکین یا جو بغیر اجازت والدین کے جہاد میں جا کر شہید ہوئے سو ان کو اللہ تعالیٰ جنت ودوزخ کے درمیان ایک بلند مکان پر جگہ دے گا کہ جو فریقین کا حال دیکھیں گے و دوزخیوں کو دیکھ کر ڈریں گے اور پناہ مانگیں گے کہ الٰہی ان میں ہمیں داخل نہ کیجیو اور اہل جنت کو دیکھ کر ایک عجیب آرزو کے ساتھ ان کر سلام کریں گے اور دل میں جنت کی آرزو رکھتے ہوں گے آخر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے جنت میں جگہ دے گا۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ۔

یہ قول حذیفہ اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور بعض احادیث سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس پر عبارت قرآنیہ کے لحاظ سے اعتراض ہو سکتا ہے کہ آیات مذکورہ میں بعض الفاظ چسپاں نہیں ہوتے اول لفظ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ کہ جنت اعمال کی وجہ سے ملے گی اور جب ان کے اعمال جنت کے قابل نہیں تو فضل سے ملنا کیسا؟ دوم اصحاب الاعراف ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ یہ لوگ بلند مقام پر بٹھلائے جاویں گے جس سے عزت بھی جاتی ہے اور جب ان کی نیکی بدی سے زیادہ نہ ہوئی بلکہ مساوی جس لئے یہ ہنوز جنت میں داخل نہ کئے گئے تو پھر یہ عزت کیسی؟ لیکن ان اعتراضوں کے جواب بھی بہت سہل ہیں۔ اول کا یوں کہ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ایک قوم معین سے خطاب ہے نہ کہ سب سے۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ بلند مقامات پر بٹھلانے سے تعظیم وشرف نہیں سمجھا جاتا بلکہ وہ ایک مرتبہ ہے جنت ودوزخ کے درمیان اور اس کی بلندی جہنم کے گڑھے سے ہے نہ کہ جنت سے، وفیہ مافیہ۔

اس کے بعد اللہ تعالےٰ اہل جنت واہل دوزخ کی ایک حسرتناک گفتگو نقل کرتا ہے جس کے سننے سے بدن کے روئیں کھڑے ہوتے ہیں وہ یہ کہ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ دوزخی جنتیوں سے نہایت عاجزی سے سوال کریں گے کہ جہنم کی گرمی اور اس کے شعلوں نے ہمارے دل بھون ڈالے پھر کچھ پانی ڈال دو یا جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے او پر سے وہی پھینک دو۔ اہل جنت ان کے جواب میں کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ پھر آگے ان کے صفات بیان کرتے ہیں۔ اول: الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا کہ جنہوں نے اپنا دین دنیا میں کھیل کود بنا رکھا تھا عمر گرانمایہ کو کس لہو ولعب میں صرف کیا۔ دوم: وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا کہ ان کی حیات دنیا نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا تھا اسی کے تجملات ولذائذ میں معروف تھے فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ... الخ سو آج ہم بھی ان سے یونہی پہلو تہی کریں گے جیسا کہ وہ کرتے تھے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ
رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ
الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

ترجمہ:......اور بے شک ہم نے ان کو وہ کتاب پہنچا دی ہے کہ جس کو ہم نے خبرداری سے کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لئے ﴿۵۲﴾ کیا وہ اس کے آنے ہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ جس دن اس کا وقت آ جائے گا تو جو اس کو پہلے سے بھولے ہوئے ہیں کہنے لگیں گے کہ تحقیق ہمارے رب کے رسول ہمارے پاس سچی بات لائے تھے۔ پھر ہمارے معبودوں میں سے کوئی ہے کہ جو ہماری سفارش کرے یا ہم واپس بھیجے جائیں تاکہ ہم جو کچھ کرتے تھے اس کے برخلاف کریں۔ بے شک انہوں نے آپ اپنا ستیاناس کیا اور جو کچھ کہ وہ (دل سے) گھڑ لیا کرتے تھے سب گیا گزرا ہو ﴿۵۳﴾۔

ترکیب:......بِكِتٰبٍ بذریعہ ب مفعول ثانی جِئْنَا کا کیونکہ یہ بمعنے آتَيْنَا ہو گیا۔ فَصَّلْنٰهُ اس کی صفت عَلٰى عِلْمٍ بمعنی عَالِمِيْنَ حال ہے فاعل فَصَّلْنَا سے هدى و رحمة کتاب سے حال ہیں يَوْم ظرف ہے يَقُوْل کا قَدْ جَآءَتْ جملہ مقولہ ہے۔ اسی طرح فَهَلْ لَّنَا۔ فَيَشْفَعُوْا منصوب ہے جواب استفہام کی وجہ سے۔ اَوْ نُرَدُّ مرفوع ہے معطوف ہے موضع مِنْ شُفَعَاءَ پر۔

عالمِ آخرت میں کفار کا پچھتاوا

تفسیر:......اہل جنت کے درجات اور اہل دوزخ کے حالات اور اہل اعراف کے مقالات و کلمات کا ذکر عالم غیب کی ایسی خبر ہے کہ جس تک عقل کی بغیر مدد الہام الٰہی ہرگز رسائی نہیں اور ایسی باتیں بیان کرنا ہادیٔ برحق کا اول کام ہے تاکہ انسان اپنے انجام سے خبر پا کر سعادت کی طرف مائل ہو۔ اس لئے ان آیات میں یہ بات ظاہر فرماتا ہے کہ اے لوگو! تم ان باتوں میں ہرگز شک نہ کرو کیونکہ ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب یعنی قرآن بھیجا ہے کہ جس میں کمال علم سے ہم نے ہر ایک کی تفصیل کر دی۔ منجملہ ان کے عالم آخرت کے یہ حال بھی ہیں کہ جن کو سن کر منکرین حشر تکذیب کرتے ہیں کیونکہ جو شقی ازلی اور کور باطن ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے نوشتوں اور اس کے فرستادوں پر یقین نہیں آتا سو اس کتاب سے ان کو بے نصیبی ہے۔ یہ تو ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کی برکتوں سے حصہ پاتے اور اس کی کسی بات میں بھی شک نہیں لاتے ہیں برخلاف ان بدنصیبوں کے جن کے دلوں کو حب مال و جاہ اور خواہش لذائذ جسمانیہ نے دنیا پر مائل کر دیا ہے ان کے کان اس کا سننا بھی پسند نہیں کرتے کہ یہ نعمتیں اور یہ عیش و نشاط کے سامان چھوڑ کر کسی اور جہان میں جانا اور وہاں اپنے اعمال کی سزا پانا ہے اور پھر وہاں ہمیشہ رونا پیٹنا ہے نعمتوں کی جگہ زقوم، سرد پانی کی جگہ کھولتا پانی پینا اور دہکتی آگ میں جلنا ہے۔ اور سنتے بھی ہیں تو کب یقین کرتے ہیں بلکہ یہی کہنے لگتے ہیں کہ جب دیکھیں گے تو مانیں گے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ کے یہی معنے ہیں (تاویل مرجع اور کسی چیز کا انجام و مصیر، من قولهم آل الشئی یؤل) ایسی خیالی باتیں اور دڑ کے سنا ہی کرتے ہیں اس کے جواب میں فرماتا ہے يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ...الخ کہ جس روز ہیں اس کتاب کی تاویل یعنی جو کچھ اس میں قیامت کے حالات کے متعلق لکھا

ہے ظاہر ہوگا اور وہ وقت آجائے گا تو پھر ایمان لانا ہی کیا فائدہ دے گا تب تو اس کا مشاہدہ کر کے خود بخود وہ لوگ جو اس کو دنیا میں بھولے ہوئے تھے یہ کہیں گے کہ ہمارے رب تعالیٰ کے رسولوں نے جو کچھ کہا تھا برحق نکلا۔ پھر وہاں اصلاح نفس اور تکمیل کی مہلت کہاں؟ اس لئے اپنے اعمال بد کے بدنتیجہ کو پا کر یہ کہیں گے کہ ہائے آج کوئی ہے کہ ہماری سفارش کرے تا کہ ہم اس عذاب ابدی سے نجات پاویں یا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جاوے کہ وہاں جا کر تکمیل نفس اور اسباب سعادت حاصل کریں مگر یہ نہ ہوگا انہوں نے آپ اپنے تئیں خسارہ میں ڈال دیا اور اب ان کی وہ تمام من گھڑت باتیں جاتی رہیں۔ آنکھ کھلی تو کچھ اور ہی دیکھا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ يُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

ترجمہ:......(لوگو!) تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں بنا دیا پھر عرش پر جا بیٹھا۔ وہی رات کو دن کی پوشش بناتا ہے جو اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی چلی آتی ہے اور اسی نے آفتاب اور چاند اور ستارے (بنائے) جو اس کے حکم کے پابند ہیں دیکھو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔ مبارک ہے اللہ تعالیٰ جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا ہے﴿۵۴﴾۔ اپنے رب تعالیٰ کو عاجزی سے آہستہ پکارو کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا﴿۵۵﴾۔ اور ملک میں اس کے درست ہو جانے کے بعد خرابی نہ کرو اور اسی کو خوف اور امید سے پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں کے ساتھ لگی ہوئی ہے﴿۵۶﴾۔

ترکیب:......رَبَّكُمْ اسم اِنَّ اللّٰه... الخ خبر۔ يُغْشِی جملہ مستأنفہ اس کا فاعل ضمیر راجع اللہ کی طرف۔ اَللَّیل مفعول اوّل، النہار مفعول ثانی۔ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ... الخ معطوف ہیں السمٰوٰت پر۔ مسخرات ان سے حال ہے۔ بامرہ مسخرات سے متعلق ہے تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً حال ہیں فاعل ادعوا سے۔ اسی طرح خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ قریب۔ مذکر آیا بلحاظ رحمۃ مؤنث کا صیغہ نہ آیا وزن فعیل ہونے کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور قبضۂ قدرت پر دلائل

تفسیر:......مسائل معاد کے بعد وہ دلائل بیان فرماتا ہے کہ جن سے اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کا ہر ایک چیز پر قبضہ و اقتدار ثابت ہوتا کہ مسائل معاد کی تقویت ہو جاوے [1] اور قرآن علم مبدء کے بعد معاد اور معاد کے بعد مبدء اور مسائل نبوت اور توحید کو یکے بعد دیگرے لاتا ہے۔

● ... قال اللیث الحث الاعجال یقال حثثت فلانا فاحتث فھو حثیث و محثوث ای مجد سریع یعنی حث کے معنی جلدی کرنا۔ حثیث جلدی کرنے والا، دوڑنے والا ۱۲ منہ ف:......ڈھانکتا ہے رات کو دن سے۔ [1]...... کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جہان وزمین وآسمان کا پیدا کرنے والا قادر وعلیم موجود ہے تو اس نے جو کچھ انسان کے مرنے کے بعد ظہور میں آنے کا وعدہ کیا ہے وہ بھی حق ہے اور اس کا اس عالم میں جزا وسزا دینا ممکن اور قابل پذیرائی ہے ۱۲ منہ

زمین وآسمان کی تخلیق:..اِنَّ رَبَّکُمُ اللہُ آسمانوں اور زمین کے حالات وتغیرات حرکات وسکون اختلاف کواکب اس بات کو ثابت کر رہے ہیں کہ یہ چیزیں از خود نہیں ہیں ضرور ان کو کسی حکیم وعلیم نے بنایا ہے (چھ روز میں) معلوم ہوا کہ اس کائنات کا بنانے والا ہر صفت میں مخلوق سے نرالا اللہ تعالیٰ ہے۔

استویٰ علی العرش کی تفسیر:.....آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے کے بعد ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ عرش پر قائم ہوا۔ اس جملہ کو اللہ تعالیٰ نے حسب موقع سات جگہ قرآن میں ذکر فرمایا ہے (۱) یہاں (۲) سورۂ یونس میں (۳) رعد میں (۴) طٰہٰ میں (۵) فرقان میں (۶) سجدہ میں (۷) حدید میں: اور احادیث میں بھی اس قسم کے الفاظ جناب باری تعالیٰ پر اطلاق کئے گئے ہیں۔ اس لئے فرقہ کرامیہ وغیرہ میں اہل بدعت نے ان لفظوں کو حقیقی معنے میں تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کے لئے عرش یعنی تخت پر بیٹھنا ثابت کیا ہے اور ان کے مقلدین نے تو فی زمانا یہ غلو کیا ہے کہ عرش اور اس پر بیٹھنے کے معنے جو اجسام سے مختص ہیں تسلیم کر لئے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط فہمی ہے۔ اولاً تو یوں کہ اگر اس جملہ کو حقیقی معنے پر محمول کیا جاوے تو سورۂ انعام میں جو هُوَ اللہُ فِي السَّمٰوٰتِ آیا اور اس کے بعد آپ ہی آسمانوں کی چیزوں کو اپنی ملک فرمایا بقولہ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جس سے آپ اپنی ملک ہونا لازم آتا ہے اور نیز اور آیات وجہ اللہ وید اللہ کو اور ان احادیث کو کہ جن میں اللہ تعالیٰ کا مصلے کے سامنے ہونا اور کنوئیں میں ڈول ڈالتے وقت اسی پر گرنا آیا ہے حقیقت پر محمول کرنا پڑے گا جس سے عرش کی خصوصیت باطل ہو کر اور بہت سی جگہوں میں اللہ تعالیٰ کا ہونا ثابت ہوگا جس کا کوئی بھی اہل اسلام قائل نہیں اور اگر ان کو آیات وصفات متشابہات قرار دے کر مجازی معنے پر محمول کریں گے تو اس جملہ کو بھی مجازی معنی آج کل اس طرح معروف ہے اگرچہ یہ بھی درست ہے پر محمول کرنے سے کون مانع ہے۔ ثانیاً یوں کہ علاوہ بیشمار دلائل عقلیہ کے (منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہو تو اس کے لئے جسمانیت ثابت ہو، دوم اگر استویٰ کے معنی استقر کے لئے جاویں تو ثم کا لفظ اس بات کو ثابت کرے گا کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کس چیز پر بیٹھا تھا اور کاہے پر کھڑا ہوا تھا اور اب اگر ہر وقت عرش پر بیٹھا رہتا ہے اور عرش کی حرکت دوری سے کبھی نیچے کبھی اوپر ہونے کی تکلیف بھی اٹھاتا ہے تو پھر پچھلی رات کو اس سے نیچے کیوں اُترتا ہے؟ اور زمین پر نمازی کے سامنے کیوں آ کھڑا ہوتا ہے وغیرہ ذٰلک) بہت سے دلائل نقلیہ آیات واحادیث اس کی تنزیہ وتقدیس پر دلالت کرتی ہیں جن سے اس جملہ کے معنے مجازی لینے پڑے۔ اس سے آیت میں اور دیگر مقامات میں ماسبق وما لحق کو خیال کیا جائے تو صاف معنے اس کے یہ ہوں گے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر وہ استوی علی العرش ای حصل لہ تدبیر المخلوقات علی ماشاء واراد......الخ ای استوٰی علی العرش الملک والجلال (کبیر) تمام کائنات کی تدبیر وتصرف کی طرف متوجہ ہوا پھر عرش یعنی تخت ملک وجلال پر بیٹھا: فقال ﷺ کہتے ہیں العرش فی کلامھم ھو السریر الذی یجلس علیہ الملوک ثم جعل العرش کنایۃ عن نفس الملک یقال ثل عرشہ ای انتقض ملکہ وفسد واذا استقام لہ ملکہ واطر دامرہ وحکمہ قالوا استوی علی عرشہ واستقر علی سریر ملکہ۔ کیونکہ اس کے بعد فرماتا ہے یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ کہ وہ رات کو دن سے بدلتا ہے کہ رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات دوڑتی چلی آتی ہے۔

عالم وجود کی دو قسمیں:.....اور آفتاب وماہتاب وستارے سب اس کے حکم پر مسخر ہیں۔ ہر ایک ایک خاص بات پر مامور ہے جس سے وہ سرتابی نہیں کر سکتا۔ اس میں تمام عالم کا انتظام سربستہ ہے سو یہ بات بغیر قادر مطلق کے ممکن نہیں اتفاقی امور میں یہ انتظام کہاں؟ چونکہ عالم وجود کی دو قسم ہیں ایک جسمانیات خواہ علویات یا سفلیات وافلاک وکواکب وعناصر جو محسوس ہوتے ہیں جن کو خلق کہتے

ہیں۔ دوسری روحانیات ملائکہ وارواح ونفوس اوران کی تدابیر وانتظامات جو بظاہر انسان کو دکھائی نہیں دیتے جن کو عالم امر کہتے ہیں اس لئے اس کے بعد اوّل عالم کے انتظامات واختیار کو اَلَا لَهُ الْخَلْقُ میں دوسرے عالم کو جس کی خبر انبیاء ﷺ نے دی ہے (کہ ہزاروں فرشتے آفتاب کو کھینچتے ہیں، بادلوں کو ملائکہ ہانکتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس) والامر میں بیان فرمایا۔

بعد اس کے کہ اپنا خالق وقادر ہونا ثابت کر چکا بندوں کو تین حکم دیتا ہے جو اصول احکام ہیں۔ اول اُدْعُوْا رَبَّكُمْ کہ اپنے رب تعالیٰ کو پکارو آہستہ اور عاجزی سے یعنی خلوص دل سے نہ کہ غل مچا کر ❶ دکھانے کو۔ دوم زمین پر فساد نہ مچاؤ اس میں تمام حقوق العباد وحقوق اللہ آگئے۔ سوم اُدْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا کہ خوف بھی رکھو اور اس سے امید بھی رکھ کر اسے پکارو اس کی مرحمت اجابت کے لئے پاس کھڑی ہوئی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ:......اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوش کرنے کو ہوائیں چلاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جب ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم ان کو کسی مردہ ❷ شہر کے لئے رواں کردیتے ہیں پھر ہم اس ابر سے پانی برساتے ہیں۔ پھر ہم اس سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کردیں گے تاکہ تم سمجھو۔ اور ستھری جگہ اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے اپنا سبزہ اُگاتی ہے۔ اور جو گندی ہے تو بجز حقیر چیز کے اور کچھ نہیں اُگاتی۔ یوں پھیر پھیر کر ہم شکر کرنے والوں کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں۔

ترکیب:......بشرا: ب اور ش دونوں کے ضمہ سے یہ جمع ہے بشیر کی جیسا کہ قلیب وقلب اور تخفیف کے لئے بسکون شین بھی پڑھا گیا ہے اور بعض نے ب کی جگہ ن بھی پڑھا ہے یہ حال ہے الریاح سے سحاب جمع سحابۃ اور اس لئے صفت میں ثقال جمع کا صیغہ آیا۔ نکدا کمتر وحقیر۔

حشر بالاجساد کا اثبات

تفسیر:......اس کے بعد عالم سفلی سے اپنے وجود اور قدرت کاملہ پر دلائل بیان فرما کر انھیں دلائل سے دوسرے اہم مسئلہ حشر بالاجساد کو بھی ثابت کرتا ہے کہ جس طرح ہم اپنی قدرت سے سبزہ اگاتے ہیں اسی طرح حشر کے روز تم کو زمین سے دوبارہ پیدا کریں گے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ جس طرح ابر رحمت ہر جگہ یکساں برستا ہے مگر زمین کی قابلیت کے موافق نباتات اگتے ہیں اچھے اچھے اور

❶......عطاء نے کہا ہے کہ آمین دعاء ہے اور دعاء کا آہستہ اور خفیہ کرنا بہتر ہے اس لئے آمین کا نماز میں خفیہ کہنا ہی بہتر ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۱۲ منہ۔

❷......یعنی خشک زمین کی طرف ان بادلوں کو روانہ کردیتے ہیں۔ خشک زمین کو مردہ سے تعبیر کیا گیا ۱۲ منہ۔ بـ: اما البلد فکل موضع من الارض عامر او غیر عامر خال او مسکون فھو بلد و الطائفۃ منہ بلدۃ و الجمیع البلاد و الفلاۃ تسمی بلدۃ قال الاعشی۔

وبلدۃ مثل ظھر الترس موحشۃ ★ للجن باللیل فی حافاتھا زجل: ۱۲ منہ

برسے سے برسے، اسی طرح قرآن مجید اور نبوت کا ابر رحمت برابر فیض رساں ہے مگر جو ازلی گمراہ ہیں جن میں مادہ ہدایت نہیں وہ اس سے فیضیاب نہیں ہو سکتے جن کو قابلیت ہے وہ فیضیاب ہوتے ہیں۔ ہواؤں میں تصرف کرنا کہ کبھی شمالی اور تھوڑی دیر میں جنوبی چلانا پھر بادلوں کا اُٹھانا اور بلد میت ف:۔یعنی خشک شہر یا زمین سے طرح طرح کے نباتات ایک ہی پانی سے پیدا کرنا اسی کے ید قدرت کا کام ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ط اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ط اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

ترجمہ:......ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف بھیجا سو اس نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمہاری نسبت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے﴿۵۹﴾۔ اس کی قوم کے سرداروں نے کہا ہم تو تجھے صریح گمراہی میں پڑا ہوا دیکھتے ہیں﴿۶۰﴾۔(نوح نے) کہا اے قوم! میں تو کچھ بھی بہکا ہوا نہیں لیکن میں تو ایک رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے﴿۶۱﴾۔ جو تم کو اپنے رب تعالیٰ کے پیغام پہنچاتا اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کی میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے﴿۶۲﴾۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے نصیحت پہنچی تم ہی میں سے ایک شخص کی معرفت تا کہ وہ تم کو متنبہ کرے اور تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے﴿۶۳﴾۔ سو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا پھر ہم نے اس کو (نوح علیہ السلام کو) اور جو لوگ کہ اس کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو غرق کر دیا۔ کیونکہ وہ ایک اندھی قوم تھی﴿۶۴﴾۔

ترکیب:......مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ، من زائدہ، الٰہ مبتدا، لکم خبر، غیرہ کو بالرفع پڑھا جاوے تو الٰہ کی صفت ہوگی علی الموضع یا وہ اس کے موضع سے بدل جیسا کہ لا الٰہ الّا اللہ۔ فی ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ مفعول ثانی لَنَرٰىكَ اگر اس کو رویت قلب سے لیا جاوے ورنہ حال۔ اُبَلِّغُكُمْ جملہ مستانفہ اور علی المعنی رسول کی صفت بھی ہو سکتا ہے لان الرسول ھو الضمیر فی لکنی فی الفلک حال ہے ضمیر معہ سے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے قصے بیان کرنے کی وجہ اور فوائد

تفسیر:......مسائل مبدء و معاد اور ان کے دلائل ظاہرہ و براہین باہرہ کے بعد پھر انبیاء [1] علیہم السلام کے قصے ان چند فوائد کے لئے بیان

[1]......کیونکہ آدم علیہ السلام کا قصہ اسی سورۃ میں بیان ہو چکا ہے ۱۲ منہ۔

فرماتا ہے۔ اول یہ کہ سرکشی اور انبیاء علیہم السلام سے سرتابی کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی ہی عادت خاصہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے لوگ انبیاء کے ساتھ ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔ دوم یہ کہ منکرین ہمیشہ سے انجام کار دنیا کی پھٹکار اور عذاب نار میں مبتلا ہوئے ہیں سو یہ بھی ہوں گے۔ سوم یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کسی استاد مورخ کی صحبت پائی انبیاء علیہم السلام کے اس قدر مفصل صحیح صحیح حالات بیان کرنا بطور مورخین بلکہ ان نتائج کے ساتھ کہ جن کے سننے سے روح کپ کپا اٹھتی ہے ایک معجزۂ عظیمہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ اسی علام الغیوب کا کام ہے جس کا یہ نبی ہادی کافہ انام ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بھی ایک بڑی بھاری اور مستحکم دلیل ہے اہل انصاف اور حق پسندوں کے لئے۔ ان آیات میں جو کچھ رموز و اشارات ہیں اور کچھ انبیاء علیہم السلام کا حسن تعلیم ہے وہ بیان سے باہر ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ:...... اور نیز مطالب بھی ان آیات کے بہت صاف اور واضح ہیں کچھ شرح کی حاجت نہیں کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید شریعت الٰہی کی کئی سو برس تک تعلیم کی مگر بجز چند اشخاص کے قوم نے نہ مانا اس لئے ان پر طوفان آیا کہ سب کے سب پانی میں غرق ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد اور ان چند ایمانداروں کو اور کچھ جانوروں کو ایک کشتی میں کہ جس کو حضرت نوح علیہ السلام نے بامر الٰہی بنایا تھا بچا لیا۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم غالباً ملک آرمینیا و ایشیائے کوچک میں آباد تھی۔ چنانچہ چند ❶ سال ہوئے کہ ان پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف میں دبی ہوئی ایک کشتی دکھائی دیتی تھی جس کے دیکھنے کو دور دراز کے سیاح اور مؤرخ خصوصاً اہل یورپ آئے تھے۔ اس کشتی کی نسبت اکثر کا یہی گمان ہے کہ یہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

❶ یہ واقعہ تیرہ سو ہجری (۱۳۰۰ھ) کا ہے جس کو اردو انگریزی اخبارات نے بار بار بیان کیا ہے ۱۲ منہ

مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾ ع ۸/۱۶

ترجمہ:......اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے ﴿۶۵﴾ اس کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا ہم تو تجھے بیوقوفی میں پڑا دیکھتے ہیں اور ہم تجھ کو جھوٹوں میں سے سمجھتے ہیں ﴿۶۶﴾۔ اس نے (ہود علیہ السلام نے) کہا اے قوم! مجھ میں تو کچھ بھی بیوقوفی نہیں لیکن میں تو پروردگار عالم کی طرف سے ایک رسول ہوں ﴿۶۷﴾ کہ تم کو اس کے پیغام پہنچاتا ہوں، اور میں تو تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں ﴿۶۸﴾۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ڈرانے کے لئے تمہیں میں کے ایک شخص کی معرفت پہنچی۔ اور (اللہ کی ان نعمتوں کو) یاد کرو جب کہ تمہیں قوم نوح علیہ السلام کے بعد جانشین کیا اور تن و توش میں بھی اور لوگوں سے زیادہ کیا۔ پس اللہ تعالیٰ کے احسان یاد کرد تا کہ تم کو فلاح ہو ﴿۶۹﴾۔ وہ بولے کیا تو ہمارے پاس اسی لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں اور جس کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اس کو چھوڑ دیں پھر تو جس سے ہم کو ڈراتا ہے (یعنی عذاب سے) اگر سچا ہے تو لے آ ﴿۷۰﴾۔ (ہود علیہ السلام نے) کہا تم پر تو تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے بلا اور غضب آ گیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں ❶ میں جھگڑتے ہو کہ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی سند نہیں اُتاری۔ پس تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں ﴿۷۱﴾ (کہ کیا انجام ہوتا ہے؟)۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تو اپنی رحمت سے بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ ڈالی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں تھیں اور وہ ماننے والے بھی نہ تھے ﴿۷۲﴾۔

ترکیب:......هُوْدًا بدل ہے اَخَاهُمْ سے جو مفعول ہے فعل محذوف کا ای وَاَرْسَلْنَا۔ ان جاء کم بتاویل مصدر مفعول ہے عَجِبْتُم کا مِنْ رَبِّكُمْ ذکر کی صفت یا حال۔ عَلٰی رَجُل حال بھی ہوسکتا ہے ای نازلا علٰی رجل اور جاء کم سے علے المعنی متعلق بھی ہوسکتا ہے لانہ فی المعنی نزل الیکم و فی الکلام حذف مضاف ای علٰی قلب رجل او علٰی لسان رجل۔ فی الخلق زادکم سے متعلق وحدہ مصدر حال ہے اللہ سے ای مفردا یا فاعل لنعبد سے ای موحدین لہ۔ و نذر معطوف ہے نعبد پر جو منصوب ہے ان مقدرہ سے ما کان ... الخ نذر کا مفعول۔

فوائد: قوم عاد کا تذکرہ

تفسیر:...... یہاں سے دوسرا قصہ قوم عاد کا شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک قوم بعد طوفان نوح علیہ السلام کے ملک عرب کے جنوبی حصہ میں آباد تھی۔ یہ لوگ عاد بن عوص ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تھا۔ عرب کا وہ جنوبی حصہ کہ جس میں ان کی سکونت تھی یمن کہلاتا ہے اس کا مسکن بمقام احقاف تھا کما قال تعالیٰ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ اور یہ ایک ریگستان ہے جس کو رمل عالج کہتے ہیں ان کی وسعت آبادی عمان سے لے کر حضر موت تک تھی۔ لیکن یہ قوم نہایت شہ زور و اور قد آور اور سرکش تھی، کما قال تعالیٰ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اس لئے ان کی حکومت عرب کے اکثر حصوں پر تھی اس قوم کو عاد اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ قوم بت پرست تھی جن، بتوں اور دیوتاؤں کی یہ پرستش کرتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک کا نام صدی اور ایک کا ہرد اور ایک کا ہیا۔ اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کی قوم میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو نبی کر کے بھیجا جو

❶......یعنی جو تم نے تمہارے بڑوں نے اپنے معبود بنا رکھے ہیں ان کی اصل کچھ نہیں صرف نام ہی نام ہیں پھر ان پر مجھ سے جھگڑتے ہو جن کی کوئی بھی سند نہیں ۱۲ منہ

عبداللہ بن رباح خلود بن عاد کے بیٹے تھے۔ انہوں نے سب سے اول اپنی قوم کو توحید کی تعلیم کی قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اس بد بخت اور متکبر قوم نے ان کو دیوانہ بتایا اور جھوٹا ٹھیرایا۔ اور کہا کہ تیرے کہنے سے ہم اپنے سب معبودوں کو چھوڑ کر اکیلے اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے لگیں گے اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیں گے اس پر ہود علیہ السلام نے ان کو عذاب الٰہی سے خوف دلایا اور بہت کچھ سمجھایا مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ آخر یہی کہہ دیا کہ جس عذاب وقہر کا تو وعدہ کرتا ہے اسے لا تو سہی۔ اول باری اللہ تعالیٰ نے ان پر تین برس کا قحط شدید ڈالا جس سے وہ عاجز آ گئے مگر ایمان تب بھی نہ لائے۔ اس عہد میں عرب کی قوموں کا یہ دستور تھا کہ جب ان پر کوئی سخت مصیبت آتی تو اپنے چند لوگوں کو مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ سے دعاء کرنے کو بھیجتے تھے اس مقدس جگہ میں اکثر دعاء قبول ہو جاتی تھی اس لئے اس قوم نے یہی کیا قیل بن عنز اور لقیم بن ہزال اور عبیل بن ضد اور مرثد ابن سعد کو (یہ شخص در پردہ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا) مکہ مکرمہ بھیجا کہ وہاں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعاء کریں یہ لوگ مکہ مکرمہ میں آ کر ایک شخص معاویہ بن بکر کے گھر پر ٹھہرے جو ان کی قوم کا بھانجا اور نواسا تھا اس نے ان کی خاطر تواضع کی مہینوں اس کے گھر پر کھانے کھاتے۔ شراب پیتے رہے۔ اس کی دو چھوکریاں گانے والیاں تھیں۔ ان کا خوب ناچ دیکھتے رہے دعاء وعاء سب بھول گئے۔ وہاں یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک روز سیاہ ابر نمودار کیا جس کو وہ ریگستان کے قحط زدہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا اس ابر سے ضرور پانی برسے گا۔ اور ابر کیا تھا قہر الٰہی تھا ایک سخت سیاہ آندھی اٹھی ہوئی آتی تھی بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا جب نزدیک آئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ آدمی اونٹ اور بڑے بڑے درخت چیلوں کی طرح آسمان میں اڑ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر اپنے مکانوں اور امن کی جگہوں کی طرف دوڑے مگر قہر الٰہی سے کوئی کہاں بچ سکتا ہے۔ چھپر اور مکان اُڑنے لگے، چھتیں اُڑ گئیں، دیواریں گر پڑیں کچھ تو وہیں تمام ہوئے اور جو گھبرا کر باہر نکلا تو آندھی کے طوفان نے بہت بلند اُٹھا کر پتھر یا زمین پر دے مارا گرتے ہی چور چور ہو گیا۔ یہ طوفان عظیم الشان سات رات آٹھ دن برابر رہا کما قال اللہ تعالیٰ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ (ای دائمة متتابعة) فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ پھر تو وہ قوم عاد کے طویل القامت لوگ زمین پر کھجور کے پیڑوں کی طرح پچھڑے پڑے ہوئے تھے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے ایک جگہ محفوظ رہے اس تمام قوم کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا البتہ وہ لوگ جو اطراف مکہ میں تھے بچ رہے جن کو عاد الآخرۃ کہتے ہیں (کذا قال العلامة الثعلبی [1] فی العرائس) اس کے بعد ایک شخص نے مکہ مکرمہ میں اس واقعہ کی خبر دی وہ لوگ معاویہ کے پاس کھانا کھا رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے کہ چاندنی رات میں شتر سوار آتا ہوا دکھائی دیا جس نے آ کر یہ جانکاہ حادثہ سنایا انہوں نے پوچھا ہود علیہ السلام کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ اور جو اس پر ایمان لائے تھے زندہ وسالم سمندر کے کنارہ پر رہتے ہیں۔

قیل نے یہ سن کر کہا کہ اب میں زندہ رہ کر کیا کروں گا جب کہ میری قوم ہی زندہ نہ رہی اور مرثد نے اپنا ایمان ظاہر کر دیا اور یہ شعر کہے:

عصت عاد رسولهم فامسوا ★ عطا شاما تبلهم السماء
وسیر وفدهم شهر الیسقوا ★ فارد فهم مع العطش العناء
بکفر هم بربهم جهارا ★ علیٰ آثار هم عاد العناء

اس کے بعد وہ بھی حضرت ہود علیہ السلام سے جا ملا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہود علیہ السلام مکہ مکرمہ میں آ رہے تھے ڈیڑھ سو برس کی عمر میں یہیں انتقال ہوا مطاف کعبہ میں مدفون ہیں۔ اطراف یمن میں اب تک سیاحوں کو پرانے آثار عبرت خیز دکھائی دیتے ہیں جو اس برباد

[1] ..... هو الامام العلامة ابو اسحق احمد بن محمد بن ابراهیم الثعلبی ۱۲ منه۔

شدہ قوم کی یادگار خیال کئے جاتے ہیں۔

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ
جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ
اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّ
تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ
اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ
وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾

ترجمہ:......اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ (اس نے) کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کے ہاں سے دلیل بھی آ چکی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی تمہارے لئے نشانی (بنا کر بھیجی گئی ہے) سو اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر پڑی چرنے دو اور بری طرح سے اس کو چھیڑنا بھی نہیں (ورنہ) پھر تو تم پر عذاب الیم آ پڑے گا ﴿۷۳﴾۔ اور (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو) یاد کرو جب کہ تم کو قوم عاد کے بعد جانشین کیا اور تم کو زمین پر بسایا کہ تم نرم زمین میں محل چنتے ہو اور پہاڑوں میں کھود کر گھر بناتے ہو۔ سو اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد کیا کرو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو ﴿۷۴﴾۔ اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے غریب لوگوں سے جو ایمان لائے تھے (یہ) کہا کیا تم صالح علیہ السلام کو اس کے رب تعالیٰ کی طرف کا رسول علیہ السلام جانتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم تو جو کچھ اس کی معرفت بھیجا گیا ہے اس پر یقین کرتے ہیں ﴿۷۵﴾۔ متکبروں نے کہا جس پر کہ تم ایمان لائے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں ﴿۷۶﴾۔ پھر تو انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی اور کہہ دیا کہ اے صالح! اگر تو رسولوں میں سے ہے تو جس چیز سے ہم کو ڈراتا ہے اس کو ہم پر لے آ ﴿۷۷﴾۔ پھر تو ان کو زلزلے نے آ لیا سو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ پھر صالح علیہ السلام نے ان سے الٹا ① پھر کر (یہ) کہا کہ اے قوم! بے شک میں تمہیں اپنے رب تعالیٰ کا پیغام پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت کر چکا تھا لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے ﴿۷۹﴾۔

①......موڑ کر۔

ترکیب:......من ربکم جاء تکم سے متعلق اٰیۃ حال ہے ناقۃ سے والعامل فیہ معنی الاشارۃ۔ تاکل مجزوم ہے کیونکہ جواب امر ہے جو فذروھا ہے فیاخذکم منصوب جواب نہی من سھولھا مفعول ثانی قصورًا اول تنحتون جو بمعنی تتخذون لیا جاوے تو الجبال مفعول ثانی ورنہ من محذوف مان کر اس کو فعل سے متعلق کیا جاوے اور بیوتا کو مفعول قرار دیا جاوے۔ الملأ فاعل قال الذین اس سے متعلق لمن امن بدل ہے للذین استضعفوا سے باعادۂ جار کقولک مررت بزید باخیک۔ اتعلمون ... الخ مقولہ بالذی کافرون سے متعلق ہے ان کنت شرط ائتنا بما تعدنا جملہ مقدم دال بر جزاء جاثمین خبر فاصبحوا کا رسالۃ مفعول ثانی ابلغت کا۔

قوم ثمود و حضرت صالح علیہ السلام کا تذکرہ

تفسیر:...... یہ تیسرا قصہ قوم ثمود کا بیان فرماتا ہے اس قوم نے جو ثمود بن علو بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھی قوم عاد کے تھوڑے ہی دنوں بعد عرب کے شمالی و شرقی حصہ میں (جو مدینہ اور ملک شام کے درمیان ہے جس کو قدیم عرب ملک حجر کہتے تھے) نشوونما پایا اور نمود و شہرت حاصل کی تھی۔ ہجرت کے نویں سال جو آنحضرت ﷺ تبوک تک ہرقلیتس شاہ روم کی خبر حملہ سن کر تیس ہزار لشکر لے کر گئے تھے تو راستہ میں قوم ثمود کے یہ مقامات بھی وادی القریٰ کے اطراف میں ملے تھے جہاں آپ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ محل غضب الٰہی ہے یہاں کوئی نہ ٹھہرے اور اس سے پناہ مانگتا ہوا نکل چلے۔ قوم ثمود نے پہاڑ کھود کر عجیب و غریب مکانات بنائے تھے اور اسی طرح پہاڑوں کے نیچے نرم زمین میں بھی عجیب و غریب محل بنائے تھے۔ گرمی اور سردی کے جدا جدا مکانات تھے اور یہ قوم نہایت مرفہ الحال تھی مگر بدنصیب بت پرست اور رہزن اور علانیہ فاحش اور بدکار تھے۔ ان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں میں سے حضرت صالح علیہ السلام ابن عبید ابن حاذر ابن ثمود کو مبعوث کیا اور نبی بنا کر بھیجا۔ انہوں نے توحید و عبادت الٰہی کی تعلیم اور منادی کرنی شروع کی اور اپنی ایک اونٹنی کا معجزہ دکھا کر یہ کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لئے نشانی ہے اس کو برائی سے نہ چھونا ورنہ عذاب الیم میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اس قوم کے دن بھی پورے ہونے کو تھے جو اپنے ہادی اور مصلح کے ساتھ بجائے اطاعت و فرمانبرداری کے تمسخر اور بدسلوکی سے پیش آئے اور اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر کہا کہ اب لاؤ جس کا تم ڈر سناتے تھے۔ سو ان کو زلزلہ سے اللہ تعالیٰ نے برباد کر دیا۔

ان آیتوں کا صرف اسی قدر مطلب ہے مگر یہ قصہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے (اس لئے اس واقعہ کو عرب اپنے باپ دادا سے سنتے چلے آتے تھے اور گویا یہ واقعہ ان کی آنکھوں کے روبرو تھا) اس لئے ہم یہاں تین باتوں پر بحث کرنا مناسب جانتے ہیں تاکہ پھر آئندہ سمجھنے میں اشکال نہ رہے۔

فوائد: اونٹنی کس وجہ سے معجزہ تھی: (۱)...... وہ اونٹنی کس وجہ سے معجزہ تھی؟ قرآن مجید میں اس کی بابت کچھ تشریح نہیں علماء نے اس کی وجہ مختلف بیان فرمائی ہے۔ بعض نے کہا اس وجہ سے کہ کفار نے حضرت صالح علیہ السلام سے یہ معجزہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ اس قوم کے سردار جندع بن عمر نے کہا کہ اگر آپ علیہ السلام فلاں پتھر میں سے ایک ایسی اونٹنی پیدا کر دیں جو خوب تیار ہو تو ایمان لا دیں صالح علیہ السلام نے کہا کہ اگر ایسا ہوا تو تم ایمان لاؤ گے۔ لوگوں نے اقرار کر لیا۔ صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی اس نے ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اس پتھر میں سے ایک عمدہ اونٹنی نمودار ہوئی جو نہایت قدآور اور توانا تھی۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع اور اس کی قوم کے چند آدمی تو ایمان لے آئے مگر اور لوگوں کو ذؤاب بن عمرو اور خباب نے بہکا دیا جو بتوں کے پوجاری تھے اور شہاب ابن خلیفہ کو بھی روک دیا جو اس قوم کا ایک معزز آدمی تھا چنانچہ اس امر میں کسی شاعر نے یہ شعر بھی کہے تھے:

وکانت عصبۃ من ال عمرو ★ الی دین النبی دعوا شھابا

عزیز ثمود کلھم جمیعاً ★ فھمت ان یجیب ولوا جابا
لاضبح صالح فینا عزیزا ★ وما عدلوا بصاحبھم ذؤابا
ولکن الغواۃ من آل حجر ★ تولوا بعد رشدھم ذبابا

بعض کہتے ہیں کہ اس سبب سے کہ جس روز وہ پانی پینے کو گھاٹ پر آتی تھی تو اس روز وہاں اور کوئی چارپایہ نہیں آتا تھا اور اسی لئے ایک روز اس کے پانی پینے کا مقرر تھا تو دوسرا دن اور لوگوں کے مواشی کا جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ۔
بعض کہتے ہیں کہ یہ وجہ تھی کہ جس قدر وہ پانی پیتی تھی اسی قدر دودھ لوگ اس سے وہیں دوہ لیتے تھے، واللہ اعلم عنداللہ۔ مگر کوئی بات ہو ضرور وہ ایسی بات خلاف عادت ہوگی کہ جس کی وجہ سے اس کو آیت اور کہیں ناقۃ اللہ کہا گیا ورنہ عام طور سے یا اسباب عادیہ میں کسی سبب یا صفت سے یہ اونٹنی ترجیح بلا مرجح اس لقب کا کیا استحقاق رکھتی تھی؟۔

اونٹنی کی کونچیں کاٹی گئیں:......۲)......اس کا بھی کچھ ذکر نہیں کہ اس کی کونچیں کیوں کاٹیں اور کس نے کاٹیں؟ بلکہ صرف اس قدر آیا ہے کہ اس قوم میں سب سے بدبخت نے اس کی کونچیں کاٹیں، اس کی تفصیل علمائے مورخین نے یوں کی ہے کہ اس ناقہ سے لوگوں کے مواشی بھاگتے تھے جس سے ان کو تکلیف ہوتی تھی اور نیز پانی بھی مواشی کے پینے میں کم آتا تھا اس قوم میں دو عورتیں ایسی تھیں کہ جن کے پاس سب سے زیادہ گائے بیل وغیرہ جانور تھے ایک کا نام عنیزہ بنت غنم تھا جو ایک بڑھیا عورت تھی اور اس کی بیٹیاں جوان جوان نہایت خوب صورت تھیں اس نے قدار سے جو حرامی اور اپنی قوم میں شریر اور سینہ زور تھا یہ کہا کہ اگر تو اس ناقہ کو مار ڈالے تو ان لڑکیوں میں سے جونسی پسند خاطر ہو میں تجھے دوں۔ اور ایک صدوق بنت محیا ابن مہر نہایت قبول صورت عورت تھی اس کا خاوند صنیم بن ہراوہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا اور اپنے مال میں سے اس نے بہت کچھ مومنین کی پرورش میں صرف کیا تھا جب اس کو خبر ہوئی نہایت ناراض ہوئی اور اس سے طلاق لے کر مصدع ابن مہرج ایک سرکش اور بدمعاش کی طرف ملتفت ہوئی کہ اگر تو ناقہ صالح علیہ السلام کا کام تمام کرے تو میں تیرے کام میں آؤں (کیا قدرت حق ہے ایک ہیں کہ دار آخرت کے مقابلہ میں اس عورت کو چھوڑ بیٹھے دوسرے ہیں کہ دار آخرت کو چھوڑ کر اس پر فریفتہ ہو گئے

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیماں بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہوں گے

یہ دونوں بدمعاش آمادہ ہوئے اور اپنے ہمراہ اور سات بدمعاشوں کو شریک کیا جنہوں نے ایک بار یہ تدبیر کی رات میں صالح علیہ السلام کو گھر میں گھس کر مار ڈالو اور جب ان کے اوقارب پوچھیں تو مکر جاؤ، کما قال تعالیٰ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ۔ پس سب سے اول قدار نے تلوار سے ناقہ کے پاؤں زخمی کئے پھر دوسرے نے وار کیا تو زمین پر گر پڑی پھر سب نے مل کر ذبح کر ڈالا اور اس ناقہ کا بچہ یہ حال دیکھ کر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر زار زار روتا اور ڈکراتا تھا۔ اس کے بعد وہ اس پہاڑ میں جا کر غائب ہو گیا۔ صالح علیہ السلام اس حال سے خبر پا کر سخت ملال کیا اور فرمایا کہ اے قوم! تمہارا وقت پورا ہو گیا اب ضرور تم پر قہر الٰہی آتا ہے۔

رجفہ اور صیحہ کی تحقیق:......۳)......قرآن مجید میں ان کی ہلاکت کے بارے میں اس جگہ تو الرجفۃ یعنی زلزلہ ذکر ہوا ہے اور مقامات پر صیحہ یعنی ایک سخت ہولناک آواز بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۂ ہود میں یوں آیا ہے:

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ۝ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ۝ وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ۝ اور
سورۃ الحاقۃ میں لفظ طَاغِیَۃ آیا ہے فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِیَةِ۔

بعض ناواقفوں نے اس کو اختلاف بیانی پر محمول کر کے قرآن مجید پر طعن کیا ہے حالانکہ یہ ان کی ناواقفی ہے۔ کیونکہ تینوں باتوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں۔ اس لئے کہ اس قوم پر دراصل زلزلہ شدید آیا تھا جس میں ہولناک آواز بھی تھی کہ جس سے روح پر صدمہ ہوتا تھا۔ سو ان کو کبھی زلزلہ سے غارت کرنا اور کبھی آواز سے غارت کرنا فرمایا۔ کیونکہ دونوں باتیں ان کی ہلاکت کا سبب ہوئی تھیں۔ اور لفظ طاغیۃ کے معنے حد سے گزرنے والی چیز کے ہیں سو وہ دونوں کو شامل ہے، زلزلہ کو بھی اور آواز خوفناک کو بھی۔ اس کی تفصیل مورخین نے یوں بیان کی ہے کہ ناقہ قتل ہونے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ لو اب تین روز تک تمہارے زندگی ہے اس میں دنیا کی برکت لو تین روز کے بعد تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ لوگوں نے تمسخر سمجھا اور اس علامت پوچھی۔ فرمایا جمعرات کے دن جس کو تم مونس کہتے ہو علے الصباح تمہارے زرد منہ ہو جاویں گے، اور عروبہ ❶ یعنی جمعہ کے روز سرخ ہو جاویں گے اور پھر شیار یعنی ہفتہ کے روز سیاہ اور اتوار کے روز عذاب آوے گا۔ اور یہ بات بدھ کے روز کہی جس روز کہ انہوں نے ناقہ کو قتل کیا تھا۔ سو ویسا ہی ہوا اور اتوار کو ہنوز رات باقی تھی کہ زلزلہ عظیم آیا اور اس کے ساتھ نہایت ہیبت ناک آواز نمودار ہوئی جس سے دو پہر تک بجز صالح علیہ السلام اور مومنین کے تمام قوم مرگئی جو گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے جن کے پاس حضرت صالح علیہ السلام نے آ کر بڑی حسرت سے یہ کہا کہ اے قوم! میں نے تو تمہیں بہت کچھ سمجھایا لیکن تم کب سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے قہر و عذاب سے محفوظ رکھے، الامان بحرمۃ النبی الامی سید الانس و الجان۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا
تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ۝ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ
اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ
قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ
اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ۝ فَاَنْجَیْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖؗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ۝
وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ۝ ع

ترجمہ: .... اور پھر گیا ان سے اور کہا اے میری قوم! تحقیق میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور میں نصیحت کر چکا ہوں تم کو لیکن نہیں تم پسند کرتے خیرخواہی کو۝ اور لوط کو بھیجا جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا تم کیا وہ بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ جس کو تم سے پہلے جہان بھر میں کسی نے نہیں کیا۝ تم تو شہوت میں آ کر عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر پلے پڑتے ہو۔ بلکہ تم ایک بیہودہ قوم ہو۝ اور اس کی قوم کا بجز اس کہنے کے اور کچھ جواب

❶ ......ان کے نادر دنوں ایام کے یہ نام تھے۔

نہ تھا کہ ان کو اپنے گاؤں سے نکال دو۔ کیونکہ یہ لوگ پاکیزگی ڈھونڈتے ہیں۔ پھر ہم نے اس کو اور اس کے کنبہ کو بچا لیا مگر اس کی بیوی کو کیونکہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی۔ اور ہم نے اس قوم پر پتھر اور (گندھک کا) مینہ برسایا۔ پھر دیکھو تو گناہگاروں کا کیسا انجام ہوا؟

ترکیب:......اِذْ قَالَ اس کا عامل اذکر محذوف۔ ماسبقکم جملہ حال ہے۔ الفاحشۃ سے شہوۃ مفعول لہٗ ہے لَتَاْتُوْنَ کا یا مصدر موضع حال میں ہے۔ مِنْ دُوْنِ النِّسَآءِ موضع حال میں ہے ای منفردین عن النساء۔ بل اس جگہ ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف متوجہ ہونے کے لئے یا محذوف سے اضراب ہے ای ماعدلتم۔ بَلْ اَنْتُمْ مُسْرِفُوْنَ۔ جواب منصوب اس کا بیان آل عمران میں آ چکا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا تذکرہ

تفسیر:......یہ چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے جو اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حران میں آ رہے تھے کسدیوں کے ملک سے جو بابل تھا ان کے والد حاران ان کی صغرسنی میں مر گئے تھے۔ پھر حران سے کوچ کر کے ملک کنعان میں سکم یعنی نابلس تک گئے اور بیت ایل کے پاس اپنا ڈیرا قائم کیا جب اس ملک میں قحط پڑا تو یہ سب ملک مصر کو چلے گئے وہاں جا کر لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس مواشی اور نقد مال بہت کچھ جمع ہوا۔ تب پھر ملک کنعان میں واپس آئے حضرت لوط علیہ السلام کو دریاء یردن کی ترائی کا ملک رہنے کو ملا اور وہ شہر صدوم میں جا کر رہے وہاں کے لوگ بت پرست اور نہایت بدکار تھے مردوں سے بدفعلی کا ان میں رواج تھا راستوں پر اور عام مجلسوں میں ناپاک اور گھناؤنے کام بے باکانہ کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کو وعظ و پند کرتے تھے مگر یہ کب مانتے تھے اور ان کے ساتھ عمورہ اور ضبیان اور ردومہ کے لوگ بھی ایسے ہی بدکار تھے اور یہ بستیاں صدوم کے آس پاس تھیں وہاں کے بعض پہاڑوں میں گندھک کی کان تھی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام ان سے عاجز آئے اور بجائے توبہ کے ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو تین فرشتے اوّل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امردلڑکوں کی شکل میں دوپہر کے وقت جب کہ وہ خیمہ کے سامنے بیٹھے تھے نظر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہمانی کی تیاری کی روٹیاں اور ایک بچھڑا پکا کر لائے لیکن انہوں نے نہ کھایا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے کہ شاید دشمن ہوں کیونکہ دشمن اس عہد میں اپنے مخالف کا کھانا نہیں کھاتا تھا۔ تب انہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو ہم اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں صدوم کو غارت کرنے آئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا وہاں تو لوط علیہ السلام بھی ہے اور نیک لوگ بھی ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ لوط علیہ السلام کو محفوظ رکھیں گے اور وہاں پانچ شخص بھی نیک ہوں گے تو ہم غارت نہ کریں گے۔ پھر وہ وہاں سے چل کر صدوم میں شام کو شہر کے پھاٹک پر حضرت لوط علیہ السلام کو نظر آئے اور کہا ہم شب کو تیرے گھر مہمان رہیں گے۔ یہ خبر پا کر صدوم کے جوان سے بوڑھے تک حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر چڑھ آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے منت کی اور کہا کہ اگر تمہیں میری بیٹیاں درکار ہوں تو ان سے نکاح کر لو مگر میرے مہمانوں کو بے عزت نہ کرو۔ آخر نہ مانا اور کواڑ توڑنے لگے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اندر کھینچ لیا اور پر جھاڑے جس سے وہ لوگ اندھے ہو گئے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ دیا کہ علی الصباح یہ شہر غارت ہوگا تو اپنے کنبہ والے کو راتوں رات نکل جا، سو وہ نکل گئے مگر اس کی بیوی جو کافرہ تھی پیچھے رہ گئی سو وہ نمک کا کھمبہ ہو گئی اور صبح کو فرشتوں نے شہر کو الٹ دیا اور پتھر اور گندھک اور آگ برسائی جس کا دھواں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دور سے اٹھتے دیکھا۔ اس لئے ان بستیوں کو المؤتفکات ❶ کہتے ہیں۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

❶ ...... المنقلبات ۱۲ منہ۔

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

أَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ

سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا

فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ

مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ

يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٧﴾

ترجمہ:.....اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ اس نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف کی حجت آ چکی ہے پس ماپ اور تول کو پورا رکھو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دیا کرو اور اصلاح ہو جانے کے بعد ملک میں فساد نہ مچاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کو ایمان ہے ﴿۸۵﴾۔ اور تم ہر ایک (نیک) رستہ پر لوگوں کے دھمکانے کو اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور اس کو رستہ سے روکنے کو اور اس میں کجی پیدا کرنے کو نہ بیٹھا کرو۔ اور یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر تم کو بہت کر دیا اور دیکھو مفسدوں کا کیسا انجام ہوا ﴿۸۶﴾ اور (جو کچھ احکام) مجھے دے کر بھیجا ہے اگر اس کو تم میں سے ایک گروہ نے مان لیا ہے اور دوسرے گروہ نے نہیں مانا ہے تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہم میں اور تم میں فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۷﴾۔

ترکیب:.....وَلَا تَبْخَسُوا دو مفعول کی طرف متعدی ہے ایک الناس دوسرا اشیاء ھم۔ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ حال ہیں ضمیر تقعدوا سے مَنْ آمَنَ تَصُدُّونَ کا مفعول۔ البخس، نقص۔ وان کان شرط فاصبروا جواب۔

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی تذکرہ

تفسیر:.....یہ پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام کا ہے جو لوط علیہ السلام کے واقعہ عبرت خیز کے بعد گزرا یہ مدین عرب کے شمالی و مغربی حصہ میں ان بیابانوں میں ایک بستی ہے جہاں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قلزم کو عبور کر کے کوہ سیناء اور اس کے اطراف میں بنی اسرائیل کو لئے پھرتے تھے۔

مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے جو ملک عرب میں آ رہے تھے اس لئے اس بستی یا قبیلہ کو مدین کہتے تھے انہیں میں سے ایک شخص حضرت شعیب بن صیفون بن عیف ابن ثابت بن ابراہیم علیہ السلام کو نبی کر کے ان میں بھیجا۔ (محمد بن اسحٰق نے ان کا نسب یوں بیان کیا ہے، شعیب بن میکائیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیم) یہ وہی شعیب علیہ السلام ہیں کہ جن کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بھاگ کر آئے تھے اور دس برس ان کے ہاں رہے اور ان کی صاحبزادی سے شادی کی جو پھر مصر کی طرف واپس جاتے وقت کوہ طور کے

قریب اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھی ان کو نبوت ملی۔ شعیب علیہ السلام کو یہودی محاورہ میں یترو بھی کہتے ہیں (ی۔ت۔ر۔و) مدین اور اس کے پاس ایک گنجان درختوں سے گھرا ہوا دوسرا گاؤں ایکہ بڑی شریر اور بت پرست قوموں سے آباد تھا جو ناپ اور تول میں کمی بھی کرتے تھے اور معاملات میں دغابازی ان کا عام دستور تھا۔ اور زمین پر ہر طرح سے فساد مچاتے پھرتے تھے۔ اور رستوں پر بیٹھ کر لوگوں کو ڈراتے اور رہزنی کرتے اور تکلیف دیتے تھے اور نیز لوگوں کو شعیب علیہ السلام کے پاس آنے سے بھی روکتے اور بہکا دیتے تھے کہ یہ دغاباز اور فریبی ہے اس کے آس پاس نہ جانا اور جاؤ تو اس کا کہنا نہ ماننا۔ اور حضرت علیہ السلام کی تعلیم اور شریعت میں سیکڑوں جاہلانہ نکتہ چینیاں کرتے اور عیب لگاتے تھے۔ ان سب باتوں کو حضرت شعیب علیہ السلام نے بڑے نرم لفظوں سے منع کیا اور توحید و خدا پرستی کی سب سے اوّل ہدایت کی کہ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ اور اس کے بعد ان کو اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد دلایا جو ان پر ہوا تھا کہ وہ لوگ پردیسی مدین کی نسل کے تھے جو بیگانے ملک میں آ رہے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بڑھایا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ۔

پارہ (۹) قَالَ الْمَلَاُ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾
قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا
يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾
وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا
لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾

ترجمہ:...... اس کی قوم کے سرکش سرداروں نے کہا اے شعیب علیہ السلام! ہم تجھ کو اور جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اُن کو بھی اپنی بستی سے ضرور نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم پھر ہمارے مذہب میں آملو شعیب علیہ السلام نے کہا کیا ہمیں نفرت ہو تو بھی (آملیں) ﴿۸۸﴾۔ ہم نے اللہ تعالیٰ پر بڑا ہی جھوٹ باندھا اگر ہم تمہارے مذہب میں آملیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو نجات بھی دی ہو۔ اور ہمیں نہیں لائق ہے کہ ہم پھر اس میں آملیں مگر ہمارا اللہ ہی چاہے (تو بے بسی ہے) اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو اپنے علم میں لے لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسہ کر لیا ہے۔ اے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق سے فیصلہ کر دے اور تو بہت ہی اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۸۹﴾۔ اور (شعیب علیہ السلام کی) قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب علیہ السلام کے تابع ہو گئے تو تم برباد ہو جاؤ گے ﴿۹۰﴾۔ پھر تو ان کو زلزلہ نے آلیا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿۹۱﴾۔

ترکیب:...... والذین کے مفعول پر معطوف۔ اولو کنا جملہ استفہام انکاری۔ ان عدنا شرط۔ قدافترینا جملہ دال برجزاء بعد عدنا کے متعلق۔ الا استثناء منقطع یا متصل ای الاوقت مشیۃ اللہ۔ اذاانّ اور اس کی خبر میں متوسط جملہ جواب انِ اتّبعتم۔

حضرت شعیب علیہ السلام کو دھمکی اور اسلام سے رجوع کی دعوت

تفسیر: حضرت شعیب علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لے آئے تھے بیشتر وہ غریب تھے اس لئے ایک روز وہاں کے سرداروں نے متفق ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ یا تو آپ مع اپنے متبعین کے پھر ہمارے مذہب و طریقہ کو اختیار کر لیں ورنہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ (اگرچہ ابتدائے عمر سے حضرت شعیب علیہ السلام ان کے ملت و مذہب پرستی کے شریک نہ تھے مگر نبوت اور منادی سے پہلے ان کو وہ اپنے

مذہب وملت میں خیال کرتے تھے جس لئے پھر ملت میں لوٹ آنے کا حکم دیا) شعیب علیہ السلام نے کہا ہم کو اس مذہب سے نفرت ہو تو بھی آملیں یعنی ایسا کبھی نہ ہوگا اگر ایسا کریں تو گویا ہم نے اللہ تعالیٰ پر بڑا ہی جھوٹ باندھا ہے۔

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع

ترجمہ:...... جنہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا گویا کہ وہ کبھی وہاں بسے بھی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا وہی خراب ہوئے ﴿۹۲﴾۔ پھر ان سے (شعیب علیہ السلام نے) منہ پھیرا اور (یہ) کہا کہ اے قوم! میں تو تم کو اپنے رب تعالیٰ کے پیغام پہنچا چکا اور تمہیں نصیحت بھی کر چکا تھا۔ پھر اب منکروں پر میں کیا افسوس کروں ﴿۹۳﴾۔

ترکیب:...... الذین... الخ مبتدا، کان لم... الخ خبر یا کان لم حال ہے ضمیر کذبوا سے اور دوسرا الذین کذبوا بدل ہے فاعل یغنوا سے کانوا... الخ خبر، کانوا کا اسم ضمیر متصل ھم الخاسرین خبر۔ الاسی۔ شدۃ الحزن اسی علی ذلک فھو آس۔

اہلِ مدین کی گرفت

تفسیر:...... ہاں اگر تقدیر میں یوں ہی لکھا ہو اور اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو اس کا کچھ کہنا ہی نہیں (کیونکہ دل جو انسان کے تمام افعال کا محرک ہے اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے چاہے اس کو ہدایت کی طرف پھیر دے خواہ بدی کا داعیہ اس میں ڈال دے خوف کا مقام ہے)۔

مگر وہ جو جملہ کا علم رکھتا ہے ہمارا اسی پر بھروسہ ہے۔ اس کے بعد شعیب علیہ السلام نے دعا کی اے اللہ! ہم میں اور ہماری قوم میں فیصلہ کر دے یہ بھی عذاب کے خواستگار ہیں۔ آخر اس قوم کا بھی وقت قریب آ گیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک دھواں سا اُٹھایا جس کی گرمی دلوں کو کباب کرتی تھی (فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ) یہ دھواں جس کو ظلہ سے تعبیر کیا ہے وہاں کی زمین اور پہاڑوں کے اندر سے نارِ یہ تھے جو بوقت زلزلہ پیدا ہوئے تھے۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ نے زلزلہ بھیجا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ کہ جس نے تھوڑی سی دیر میں ہلاک کر دیا پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

ایسی آسمانی مصیبت کے وقت مہیب آواز بھی پیدا ہوتی ہے سو اُوپر سے دھوئیں کا ابر آتشین اور نیچے سے زلزلہ عظیم اس پر ہیبت ناک آواز بُری موت کا سامان ہے کہ جس کے تصور سے دل لرزتا ہے ایسی حالت میں انسان کی عادت ہے کہ وہ اپنا منہ چھپاتا پھرا کرتا ہے اور زمین کو پکڑتا ہے سو اس قوم نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا جو اوندھے کے اوندھے پڑے ہوئے جان نکل گئی حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے متبعین اس بلا سے محفوظ رہے پھر شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو اوندھا پڑا اور ان کے گھروں کو اُجاڑ اور بے وارث دیکھا کہ گویا کبھی ان کے گھروں میں کوئی بسا ہی نہ تھا بڑی حسرت کے ساتھ تاسف اور رنج کر کے یہ خطاب ان مردوں سے کیا اور کہا کہ اے قوم! میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا چکا تھا اور تمہاری پوری خیر خواہی کی تھی مگر تم نے نہ مانا پھر اب تم پر کیا رنج کیا جائے۔

مروی ہے کہ جب اس آتشین بلا کو ایک شخص عمرو بن جلہم نے دیکھا تو یہ اشعار کہے:

یا قوم ان شعیبا مرسل فذروا ★ عنکم شمیرا وعمران بن شداد

انی أری غیمة یاقوم قد طلعت ★ تدعو بصوت علی حنانة الوادی

فانه لن یری فیهاضحاء غد ★ الاالرقیم یمشی بین انجاد

شمیر اور عمران ان کے پوجاری تھے اور رقیم کتے کا نام تھا۔ ابجد اور ہوز اور حطی اور کلمن اور سعفص اور قرشت ان کے بادشاہ کے نام ہیں اور اس عہد میں ان کا بادشاہ کلمن تھا یہ قصہ اس سورۃ و ہود اور شعراء میں بیان ہوا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
یَضَّرَّعُوْنَ۝۹۴ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّیِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ
اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۝۹۵ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ
الْقُرٰۤی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ
كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝۹۶ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ
بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ۝۹۷ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤی اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًی
ع وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ۝۹۸ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۹۹

ترجمہ:......اور ہم نے جس بستی میں کوئی نبی بھیجا تو یہی کیا کہ وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی کریں۔ پھر ہم نے سختی کی جگہ راحت بدل دی یہاں تک کہ لوگ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی سختی اور راحت پہنچی ہے پھر تو ہم نے ان کو یکا یک پکڑ لیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم ان پر آسمانوں اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے تو جھٹلایا پھر تو ہم نے ان کو ان باتوں پر جو وہ کرتے تھے پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والوں کو اس بات کا خوف نہیں رہا کہ ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آپڑے اور وہ سوتے ہوں۔ اور کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے نڈر ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دھاڑے آپڑے اور وہ کھیلتے ہوں۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے فتنہ سے بے خوف ہو گئے؟ پھر اللہ تعالیٰ کے فتنہ سے نڈر تو وہی قوم ہوتی ہے کہ جو خرابی میں پڑنے والی ہوتی ہے۔

ترکیب:......الحسنة مفعول ہے بدلنا کا۔ حتی عفوا ای الی ان عفوا ای کثروا۔ وقالوا معطوف ہے عفوا پر مس کا الضراء والسراء فاعل اباءنا مفعول۔ فاخذنا عفوا پر معطوف بغتة منصوب ہے صفت مصدر محذوف کی ہو کر وھم لا یشعرون حال ہے مفعول اخذنا سے ولو شرط لفتحنا جواب۔ برکات مفعول فتحنا علیهم اس سے متعلق ا ھمزۂ استفہام ومفتوحہ عطف کے لئے اگر و کو ساکن پڑھیں گے تو او ایک کلمہ ہوگا جو تردید و تشقیق کے لئے آتا ہے۔ بیاتا اور ضحی حال ہیں ھم ضمیر مفعول سے۔

● ......عفا النبات والشحم والوبر اذا کثرت۔ ومنه قوله ﷺ واعفوا اللحی (کشاف) ۱۲۔

انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کی آزمائش

تفسیر:......ان انبیاء علیہم السلام کے قصص سن کر (کہ جن میں منکرین پر نکل وعذاب الٰہی آنے کا ذکر ہے اور جن کی عرب کے لوگ دل سے تصدیق بھی کرتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے کافروں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ یہ عذاب الٰہی منکرین انبیاء علیہم السلام پر شاید انہیں دو چار مواضع میں واقع ہوا ہے اور کہیں ایسی بات نہیں ہوئی جب ہر منکر پر یہ عذاب نہیں ہوا تو اب کیا ضروری ہے کہ مکہ اور عرب کے منکروں پر بھی واقع ہو؟

اس لئے فرمایا ہے کہ ایسی کوئی بستی یعنی آبادی نہیں کہ جہاں ہم نے کوئی نبی نہ بھیجا ہو اور وہاں کے لوگوں کو اولاً راحت و تکلیف کے ساتھ نہ آزمایا ہوتا کہ وہ اس راحت و مصیبت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر جھکیں عاجزی کریں۔ یعنی اوّل وہاں قحط اور وبا اور بے امنی پیدا کی اور اس کے بعد ارزانی، تندرستی، امنیت بھی عطا کی۔ پھر بعد میں اور بھی راحت و فراخ دستی دی (کیونکہ مصیبت کے بعد راحت پانے سے انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے منعم کی قدردانی اور شکر گزاری کیا کرتا ہے بشرطیکہ وہ انسان بھی ہو) کہ جس سے وہ اس پہلی مصیبت کو بالکل بھول گئے اور خوب پھلے پھولے اور یہ سمجھنے لگے کہ ابھی یہ راحت و مصیبت کچھ گناہ اور فرمانبرداری انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ دہر اور زمانہ کا مقتضیٰ ہے کہ کبھی ارزانی مال و اسباب کی برکت صحبت دامن ہو جاتا ہے کبھی اس کے برخلاف ہوتا ہے اور یہ آج سے نہیں بلکہ ہمیشہ سے یوں ہی دستور چلا آتا ہے چنانچہ ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو یہی باتیں پیش آئی ہیں۔

یہ خیال بھی ہمیشہ سے بے دینوں کو پیدا ہوتا آیا ہے آج کل بھی نئی روشنی کے ملحد ایسا ہی کہتے ہیں اور کامیابی اور ناکامی اپنی کوشش کی کامیابی اور ناکامی کا نتیجہ خیال کرتے ہیں اور اس کی نظیر میں اکثر بے دینوں اور ملحدوں کے وہ شہر اور ملک پیش کرتے ہیں کہ جہاں باوجود ہر قسم کی بدکاری کے ہر قسم کے عیش و عشرت و اقبال مندی روز افزوں ہوتی ہے جیسا کہ یورپ کے شہر اور وہاں کے ملک۔

مگر یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ جس صورت میں یہ تسلیم کر لیا گیا ہے (اور ہم کو ضرور تسلیم کرنا چاہیئے) کہ اس جہاں کا بانی بھی ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور پھر وہ معطل یا عاجز بھی نہیں ہو گیا ہے بلکہ تمام عالم کی چیزیں اسی موجود حقیقی کی طرف مستند ہیں۔ بیوقوف آدمی یہ خیال کر سکتا ہے کہ کپڑے کی کل جو کپڑا بُن رہی ہے اور اس تیز حرکت سے اپنے آپ ہی ہلتی ہے اس میں کوئی شریک نہیں۔ مگر دانشمند یہی کہے گا کہ نہیں بلکہ انجینئر ہی اس کو دُخانی قوت سے حرکت دے رہا ہے وہ جب ان کے مبدء حرکات کو بند کر دیتا ہے تو سب بند ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اس عالم کے تصرفات کو کوتاہ نظر ان کے اسباب ظاہرہ کی طرف منسوب کرتا ہے مگر دانشمند سب کو مسبب الاسباب کی طرف نسبت کرتا ہے پھر وہ صانع عالم جو کارکن ہے ضرور اپنے بندوں کے افعال ناشائستہ سے ناخوش اور افعال حمیدہ سے راضی ہوتا ہے ایسی صورت میں انبیاء علیہم السلام کا ہدایت کے لئے بھیجنا کوئی تعجب کی بات ہے؟ اور انبیاء علیہم السلام کے نافرمانوں پر عذاب نازل کرنا کیا مشکل ہے عام ہے کہ وہ عذاب اسباب عادیہ کے وسیلہ سے ہو جیسا کہ زلزلہ اور پانی کی طغیانی اور ہوا کا طوفان یا بجلی کی کڑک یا زمین کا پھٹ کر لوگوں کا دفعۃً اس میں غرق ہو جانا پہاڑوں میں سے آتشین مادہ کا رواں ہو کر بہنا اور اس سے شہروں اور ملکوں کا غارت ہونا یا قحط شدید کا ہونا یا کسی سفاک قوم کا مُسلط ہو کر استیصال کر دینا یا بغیر اسباب عادیہ کے ہو جیسا کہ فرشتوں کا بستیوں کو اُٹھا کر اُلٹ دینا۔ رہی یہ بات کہ ملحد اور بے دینوں کے شہر عیش و عشرت کے سامان سے بھرپور ہیں ان پر کیوں عذاب نہیں آتا؟ سو یہ اس کا حکم ہے جو اس نے ایک وقت تک مہلت دے رکھی ہے آخر جب حد سے گزر جاتی ہے تو پھر وہ دفعۃً ان بلاؤں میں سے کہ جن کا ابھی ذکر ہوا کسی نہ کسی میں گرفتار کر کے غارت ہی کر دیتا ہے جیسا کہ خود فرماتا ہے فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ... الخ۔ نینوی، بابل اور صدوم وغیرہ اور ان کے بادشاہوں کے تجمل

اور سامان عیش اور اقبال کیا ان لوگوں کے سامان سے کم تھے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اہلِ اطاعت پر آسمانوں وزمین کی برکتوں کا نزول:.....وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ یہاں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ کہ جن پر ان کے گناہوں کی نحوست نازل ہوئی اگر ایمان لاتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے آسمان کی برکتیں وقت پر پانی برسنا اور زمین کی برکات اچھی طرح نباتات کا اگانا کھیتی اور درختوں میں عمدہ پھول اور پھل آنا۔

اس عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے دو سبب ہیں:.....ایک فاعلی جو سماوات ہیں ان کی تاثیریں زمین پر پہنچی ہیں آفتاب کی گرمی اور ماہتاب کی رطوبت و برودت، علیٰ ہذا القیاس ہر ستارے اور ہر گردش فلکی کی ایک تاثیرِ خاص اس فاعلِ حقیقی نے رکھی ہے۔ دوسرا سبب مادی زمین اور عناصر ہیں جب ان کی تاثیریں ان پر پڑتی ہیں اور یہ حسب مادہ واستعداد ان کو قبول کرتے ہیں تو عناصر کی ترکیب سے نباتات، جمادات، حیوانات، سب چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اب برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اسباب کو بندوں کے فوائد کے موافق کردے اور بے برکتی اس کا برعکس اور یہ بات تو خاص اس نے اپنے ہی دست قدرت میں رکھی ہے۔ یہ چیزیں پتلوں کی طرح سے اس کے ہاتھ سے ہلتی ہیں۔ اب فرماتا ہے کہ جس طرح ہم مطیع کے لئے منعم ہیں بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اس کو نصیب کرتے ہیں اسی طرح ہم عاصی وناشکر کے لئے منتقم بھی ہیں۔ ہمارے عذاب دنیا وآخرت سے کسی کو نڈر اور بے خوف وخطر نہ ہونا چاہیے اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى.....الخ کیونکہ ہمارا عذاب انسان کو یکا یک آلیتا ہے اور ہمارے مکر یعنی تدابیر ناموافق عباد سے بھی نڈر نہ ہونا چاہیئے ہم جب چاہتے ہیں سب ظاہری اسباب وسامان کو منقلب کر دیتے ہیں اسی کی تلوار اسی کو کاٹنے لگتی ہے۔

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ:.....کیا ان لوگوں کو کہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث بنتے ہیں یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو بھی ان کے گناہوں کی سزا دیں۔ اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگادیں تب وہ سن بھی نہ سکیں ﴿۱۰۰﴾۔ یہ ہیں وہ بستیاں کہ جن کی خبریں (اے نبی ﷺ) ہم تمہیں سنارہے ہیں۔ اور بے شک ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر آئے تھے۔ پھر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر کب ایمان لانے والے تھے؟ یوں مہر کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر ﴿۱۰۱﴾۔ اور ہم نے تو ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا، اور ان میں سے اکثر کو تو نافرمان ہی پایا ﴿۱۰۲﴾۔

ترکیب:.....لم یهد: یتبین۔ للذین . . . الخ اُس سے متعلق۔ ان مخففہ اسم اُس کا محذوف۔ اللہ یہ جملہ فاعل ہے یهد کا أی لم یتبین

لهم مشیتنا و قدر تنا علی اهلاکهم بذنوبهم۔ من عهد میں مِن زائد أی ماوجدنا عهدًا الاکثرهم۔

گذشتہ اقوام کے واقعات سے عبرت ونصیحت

تفسیر:...... یہاں تک منکرین کے قصے اوران پر عذاب الٰہی نازل ہونے کے وقائع بیان فرمائے تھے اس کے بعد یہ بھی ظاہر کردیا تھا کہ کچھ انہیں بستیوں پر حصر نہیں جن کا ہم نے حال بیان کیا۔ جہاں کہیں انبیاء علیہم السلام آئے وہاں یہی بات پیش آئی۔ اب یہاں ان تمام تاریخی واقعات اور عبرت آمیز حادثات کا نتیجہ ظاہر کرتا ہے کہ کیا ان لوگوں کو پہلے لوگوں کے حال سے عبرت پیدا نہیں ہوتی کہ ان کو ہم نے ان کی بدکاری کی وجہ سے ہلاک کردیا، صفحۂ زمین سے مٹا ڈالا۔ اب یہ لوگ ان کے وارث ہو گئے ہیں ان کے عمدہ مکانات میں رہتے ہیں جس زمین کے لئے وہ لڑتے سر کٹواتے تھے اس کو میری میری کہتے تھے اب وہ ان کے قبضہ میں ہے۔ اب اسی طرح سے یہ بھی سرکشی کرتے ہیں ، بدکاری اور بت پرستی سے باز نہیں آتے ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرتے ہیں۔ کیا ہم ان کو بھی اسی طرح سے ہلاک نہیں کر سکتے؟ ان میں ان سے کونسی بات زیادہ ہے، کونسی قوت مانع ہے؟ مگر یہ بیوقوف مغرور مستِ بادۂ غفلت نہیں سمجھتے کیونکہ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ہم نے ان کے دلوں پر مُہر کردی فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ یعنی وہ ان باتوں کو اور ان واقعات کو دل سے نہیں سنتے (اگر دل سے سُنتے تو عبرت ہی نہ کرتے؟)۔

پھر متنبہ کرتا ہے کہ وہ بستیاں ہیں کہ جن کا ہم تمہیں حال سناتے ہیں یعنی عاد و ثمود ولوط علیہ السلام وشعیب علیہ السلام کی اُجڑی ہوئی بستیاں جو تمہیں سفرِ تجارت میں آتے جاتے ملتی ہیں اُنھیں کے تو یہ واقعات ہیں کہ ان لوگوں کے پاس ہمارے رسول علیہ السلام معجزات لے کر آئے اور ان کو خوب سمجھایا مگر وہ ایسے کب تھے کہ جس بات کا ایک بار انکار کر چکے پھر اس پر ایمان لے آویں یعنی بڑے ہٹیلے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر کردی اور وہ کافروں کے دلوں پر ایسی ہی مُہر کردیتا ہے۔ پھر فرمایا ہے اکثر کو ہم نے اپنے عہد ازلی پر قائم نہ پایا اور اکثر کو بدکار ہی دیکھا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ
بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ
فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾
وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا ع
لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا
اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ
نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ
نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ
وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ:.....پھران کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اوراس کے سرداروں کی طرف بھیجا سوان لوگوں نے معجزوں کی بڑی بے ادبی کی۔ پھر دیکھو مفسدوں کا کیا انجام ہوا ﴿۱۰۳﴾۔اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے فرعون! میں ایک رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے ﴿۱۰۴﴾۔میں اس بات پر قائم ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، بجز سچ کے اور کچھ نہ کہوں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے میں بڑی نشانی لایا ہوں سوتم میرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دے ﴿۱۰۵﴾۔اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لایا ہے تو اس کو لے آ اگر تو سچا ہے ﴿۱۰۶﴾۔تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ وہیں اژدہا بن کر ظاہر ہو گیا ﴿۱۰۷﴾۔اور اپنا ہاتھ نکالا ہی تھا کہ دیکھنے والوں کو چمکتا ہوا نظر آیا ﴿۱۰۸﴾۔قوم فرعون کے سرداروں نے کہا بے شک یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے ﴿۱۰۹﴾تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے پھر تم کیا رائے دیتے ہو ﴿۱۱۰﴾۔وہ بولے اس کو اور اس کے بھائی کو رہنے دیجئے اور شہروں میں ہر کارے بھیج دیجئے ﴿۱۱۱﴾۔کہ وہ تیرے پاس ہر ایک واقف کار جادوگر کو لے آئیں ﴿۱۱۲﴾۔اور فرعون کے پاس جادوگروں نے آ کر کہا کیا ہم کو کچھ انعام ملے گا اگر ہم ہی غالب آ گئے ﴿۱۱۳﴾۔اس نے کہا ہاں اور تم کو تقرب بھی حاصل ہوگا ﴿۱۱۴﴾۔جادوگروں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام یا تو تُو ہی ڈال اور یا ہم ہی ڈالتے ہیں ﴿۱۱۵﴾۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی ڈالو، پھر جب اُنھوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور لوگوں کو ڈرایا اور وہ بڑا جادو بنا لائے تھے ﴿۱۱۶﴾

ترکیب:.....حقیق فعیل خبر مبتدا محذوف کی ای انا۔ فاذا للمفاجاۃ یہ ظرف مکان کے لئے ہے ھی مبتدا ثعبان خبر ان ھذا، یرید قال کا مفعول۔ لاجرا اسم ان لنا خبر جملہ دال برجزاء ان کنا یہ تمام جملہ مقولہ ہے قالوا کا فلما القوا شرط سحروا واسترھبوا جواب۔ وجاءو جملہ مستانفہ یا معطوفہ۔

فوائد:.....قصہ موسیٰ وفرعون

تفسیر:.....یہ چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے چونکہ یہ بہت بڑا واقعہ ہے۔اس لئے اُن پہلے واقعات سے فصل دے کر بیان فرمایا یعنی ان واقعات کا نتیجہ تمام کر کے اس کو شروع کیا۔ اگرچہ یہ قصہ متعدد مطالب کے ادا کرنے کے واسطے قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے لیکن اس جگہ بہت کچھ ذکر ہوا ہے۔ تفسیر سورۂ بقرہ میں ہم اس کو نہایت تفصیل کے ساتھ مع جغرافیہ مصر وقلزم وتیہ بیان کر چکے ہیں اس لئے اس جگہ اعادہ کرنا طول دینا ہے۔

(۱).....فرعون، اس لفظ کو اہل لغت نے تفرعن سے مشتق بتایا ہے کہ جس کے معنے متکبر کے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ فرو ہ سے لیا گیا جس کے معنے لغت قدیم مصر میں شہنشاہ اعظم کے ہیں۔ عربوں نے معرب کر کے فرعون بنایا اور اس کی جمع فراعنہ بنائی۔

فرعون کسی بادشاہ کا نام نہیں بلکہ شاہان مصر کا لقب ہے ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے جو مصر میں حام بن نوح علیہ السلام کی نسل سے تھے جس طرح ہندوستان میں راجہ، اور قدیم روم کے بادشاہوں کو قیصر کہتے تھے۔ سلطنت مصر کے چار دور ہیں۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿117﴾ فَوَقَعَ
الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿118﴾ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿119﴾ وَاُلْقِىَ
السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿120﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿121﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿122﴾ قَالَ
فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ
لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿123﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ
مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿124﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿125﴾ وَمَا
تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿126﴾ ع ۱۸

ترجمہ:......اور ہم نے (اس وقت) موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ تم اپنا عصا ڈال دو۔ پھر تو جو کچھ وہ (سانگ) بنا رہے تھے سب کو یکا یک نگلنے لگا۔﴿117﴾ پس حق قائم رہ گیا اور جو وہ کرتے تھے مٹ گیا۔﴿118﴾ سو ● وہ یہاں پر مات کھا گئے اور ذلیل ہو کر اُلٹے پھر گئے۔﴿119﴾ اور جادوگر سجدے میں گر کر کہنے لگے ﴿120﴾ کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے ﴿121﴾ جو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کا رب ہے۔﴿122﴾ فرعون نے کہا (نہیں) میرے حکم سے پہلے ہی اس پر ایمان لے آئے یہ تو تمہارا ایک بڑا مکر ب ہے کہ جس کو تم نے (اس) شہر میں آکر گانٹھا ہے۔ تاکہ لوگوں ● کو شہر سے نکال کر لے جاؤ۔ سو تم کو ابھی معلوم ہوئے جاتا ہے ﴿123﴾ کہ میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوائے ڈالتا ہوں پھر تم سب کو سولی دیئے دیتا ہوں۔﴿124﴾ وہ بولے کہ ہم کو تو اپنے رب تعالیٰ کے پاس پھر کر جانا ہے۔﴿125﴾ اور تو ہم سے اسی لئے بدلہ لیتا ہے تاکہ ہم اپنے رب تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لے آئے جب کہ وہ ہمارے پاس آئیں۔ اے ہمارے رب! ہم پر ب صبر اُنڈیل دے اور ہم کو مسلمان کر کے موت دے۔﴿126﴾

ترکیب:......ان القِ۔ مفعول۔ اوحینا کا فاذا مفاجات کے لئے ھی مبتدا تلقف خبر۔ صاغرین حال ہے انقلبوا سے۔ قبل متعلق ہے اٰمنتم سے الی ربنا متعلق منقلبون سے۔

پانچ اہم ادوار

تفسیر:......اوّل دَور فراعنہ کا کہ جن کی سلطنت ایک ہزار چھ سو بائیس برس تک رہی ان میں اخیر شاہ مسمّی توس ● تھا جس کو کمبیس شاہ

● ...فرعون اور اس کا دربار ۱۲ منہ۔ ب پاکھنڈ۔ (مصنف تفسیر حقانی نے جو لفظ استعمال کیا ہے اس کی تفصیل لغت میں یوں ہے "بدعت، خرابی، نقص، جھگڑا۔ (ابو ایوب)
● ...یعنی بنی اسرائیل کو ۱۲ منہ۔ ب: ہم کو صبر عنایت کر۔ ● ......یہ نام یونانی تاریخوں سے لئے گئے ہیں اگر عرب اور ایران کے نزدیک ان میں تغیر ہو تو کچھ عجب نہیں چنانچہ مورخین اسلام نے موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے فرعون کا نام ولید بتلایا ہے کسی نے ابو العباس بن ولید بن مصعب بن ریان کہا ہے ۱۲ منہ۔

ایران نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو پچیس برس پیشتر قتل کر کے ان کے خاندان کو تمام کر دیا اور ایرانیوں کی سلطنت قائم ہوئی یہ دوسرا دور سکندر اعظم تک ایک سو چورانوے برس تک ان کی سلطنت رہی پھر تیسرا دور بطلیموسیوں کا ہے جن کی سلطنت سکندر سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام سے تین برس پیشتر تک رہی چوتھا دور رومیوں کا ہے جو مسیح علیہ السلام کے تیس برس قبل ولادت سے لے کر چھ سو اکتالیس عیسوی تک رہی۔ اس کے بعد سے یعنی اٹھارہویں سال ہجری سے لے کر آج تک اہل اسلام کے قبضہ میں ہے (اللہ تعالیٰ ہمیشہ رکھے) حال کا بادشاہ توفیق بن اسمٰعیل ہے۔ یہ پانچواں دور ہے پھر اس میں بھی مسلمانوں کے متعدد خاندان حکمران رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں خاندان فراعنہ سے امنوفیس دوم بادشاہ تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام سے چودہ سو بانوے برس پیشتر بحر احمر یعنی قلزم میں مع اپنی فوج کے غرق ہوا۔ اس کے بعد مصر میں خاندان فراعنہ سے دوسرا بادشاہ قائم ہوا۔ بعض جو کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام پھر مصر میں لے گئے اور ان کی سلطنت قائم ہوئی، غلط بات ہے۔ ہرگز قرآن و احادیث سے یہ نہیں سمجھا جاتا۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمہ: اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتے ہیں کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور آپ کو اور آپ کے معبودوں کو چھوڑ بیٹھیں۔ (فرعون نے) کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو مارے ڈالتے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتے ہیں۔ اور ہم ان پر ہر طرح غالب ہیں ﴿۱۲۷﴾۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو۔ کیونکہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنادے۔ اور انجام (بخیر) پرہیزگاروں کا ہے ﴿۱۲۸﴾۔ انہوں نے کہا ہم کو آپ کے آنے سے پہلے بھی ایذائیں دی گئیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا عنقریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک اور تم کو ملک میں خلیفہ کیا چاہتا ہے پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو ﴿۱۲۹﴾۔

ترکیب: الملأ: قال کا فاعل۔ من قوم فرعون اس کی صفت۔ أ ہمزہ استفہام کے لئے تذر کا فاعل انت موسی و قومہ مفعول لیفسدوا، تذر سے متعلق۔ و یذرک منصوب معطوف ہے لیفسدوا پر جملہ مقولہ ہوا قال کا۔ ان الارض جملہ محل علت میں ہے استعینوا سے و یستخلفکم منصوب معطوف ہے یہلک پر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش و پرورش

تفسیر:......(۲)...... یوسف علیہ السلام کے عہد میں حضرت یعقوب علیہ السلام مع تمام خاندان کے کنعان سے ملک مصر میں آرہے تھے یہاں ان کی نسل بڑی پھولی پھلی، ہزاروں اسرائیلی ہو گئے۔ اس عہد کے بادشاہ کو جو بڑا جبار و سرکش تھا یہ خوف پیدا ہوا کہ مبادا یہ پردیسی لوگ ہمارے ملک میں قابض ہو جائیں اس لئے اس نے ان کو سخت کاموں پر مامور کر رکھا تھا خصوصاً جب سے اس کو نجومیوں نے یہ کہا تھا (کہ اس قوم میں ایک شخص بڑا اقبال مند پیدا ہوگا جس سے تیرے ملک و اقبال میں فرق آجائے گا) تو اور بھی تکلیف دیتا تھا کسی سے کھیتی کراتا تھا، کسی کو کسی مبتذل خدمت پر مامور کر رکھا تھا اور ایک عام حکم دے دیا تھا کہ جس اسرائیلی کا لڑکا پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ دائیاں اس خدمت پر مامور تھیں۔ الغرض ہر طرح سے بنی اسرائیل کو اپنے بس میں کر رکھا تھا آخر بقول شخصے ''ہر ایک بات کی آخر کچھ انتہا بھی ہے'' اللہ تعالیٰ نے عمران اسرائیلی کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ان کی والدہ نے ان کو دائیوں سے چھپانے کے لئے ایک تنور میں ڈال دیا کہ یہاں نہیں دیکھیں گے، ان پر اللہ تعالیٰ کا سایہ تھا تنور سرد ہو گیا مگر اگلے روز یہ مناسب جانا کہ ان کو کسی صندوق میں بند کر کے توکل بخدا دریائے نیل میں ڈال دیجئے مبادا خبر ہو جاوے تو میرے سامنے اس کو ہلاک کر دیں گے چنانچہ وہ صندوق یا ٹوکرا بہتا بہتا بڑے دریا سے اس کی اس شاخ میں پڑ گیا جو فرعون کے محلوں میں سے ہو کر گزرتا تھا۔ فرعون کی بیٹی نے دیکھا تو اُٹھا لیا اور اپنی ماں کے پاس لائی۔ ماں نے فرعون سے اجازت لے کر اس کو فرزندی میں رکھ کر پرورش کیا کیونکہ فرعون کے بیٹا نہ تھا اور قدرت اللہ تعالیٰ کی دیکھو دودھ پلانے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہی مقرر ہوئیں یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام بفضلِ الٰہی جوان ہو گئے اور فرعون کے بیٹے کہلاتے تھے ان کو اقتدارات وہی تھے جو شہزادوں کے ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بہت سے ظلم ان کی وجہ سے ان کی سفارش سے موقوف ہو گئے مگر فرعونی (کہ جن کو قبط کہتے تھے) اس بات کو اس پر محمول کرتے تھے کہ چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی عورت کا دودھ پیا ہے اس لئے دودھ کا حق ادا کرنے کو ان کے حالِ زار پر رحم کھاتا ہے اور اپنے حقیقی بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی محبت و عزت سے پیش آتے تھے جن کو لوگ رضاعی بھائی سمجھتے تھے مگر بنی اسرائیل میں عموماً یہ بات معلوم تھی کہ موسیٰ علیہ السلام ہارون علیہ السلام کے حقیقی بھائی عمران کے بیٹے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ معلوم ہو گیا تھا۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى
وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا
مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ
وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰٓ أَجَلٍ هُمْ
بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿١٣٥﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ
كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ ﴿١٣٦﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ
مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى
عَلٰى بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ۙ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ
وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٣٧﴾

ترجمہ:...... اور ہم نے فرعونیوں کو برسوں کی قحط سالی اور میووں کی کمی میں گرفتار کردیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں⊙۔ پھر جو کبھی ان پر فراغ دستی آتی تو کہتے یہ تو ہمارا ہی حق ہے۔ اور اگر سختی آ پڑتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ والوں کی نحوست بتاتے تھے۔ دیکھو نحوست تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تھی لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں⊙۔ اور (فرعونی) کہنے لگے جب کبھی تو (اے موسیٰ علیہ السلام) ہمارے پاس کوئی نشانی ہمارے جادو کرنے کے لئے لائے گا تو ہم تو تجھ پر ایمان لانے کے نہیں⊙۔ پھر تو ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا کھلی کھلی نشانیاں بنا کر۔ سو وہ (اس پر بھی) اکڑا ہی کئے اور وہ ایک نافرمان قوم تھی⊙۔ اور جب ان پر عذاب آ پڑتا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگتے کہ اپنے رب تعالیٰ سے ہمارے لئے اس عہد کے وسیلہ سے جو تجھ سے کیا ہے دعاء کرو، اگر تم نے ہم سے عذاب دُور کردیا تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو رخصت کردیں گے⊙۔ پھر جب ہم ان سے وہ عذاب ایک وقت تک کہ جس تک ان کو پہنچنا تھا ٹال دیتے تھے تو فوراً عہد شکنی کرنے لگتے تھے⊙۔ (آخرکار) ہم نے ان سے بدلہ لیا سو ان کو دریا میں غرق کردیا، کیونکہ وہ ہماری آیتیں جھٹلایا کرتے تھے اور ان سے غفلت کیا کرتے تھے⊙ اور ہم نے اس قوم کو جو کمزور خیال کی جاتی تھی مشرق سے مغرب تک اس سرزمین (شام) کا وارث کردیا کہ جس میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ اور آپ علیہ السلام کے رب کی خوش خبری بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی۔ ان کے صبر کی وجہ سے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم چنتی اور بلند عمارتیں بناتی تھی سب کو منہدم کردی⊙①

● ...... بما عهد عندک کے کئی معنے ہیں اول یہ کہ اس کے وسیلہ سے جو تجھ سے اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور وہ عہد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کیا تھا دعا قبول کرنے کی بابت ہوگا کہ ہم تیری دعا قبول کریں گے اور فرعونیوں کو موسیٰ علیہ السلام کا مستجاب الدعوات ہونا بارہا معلوم ہوچکا تھا دوم یہ کہ ان چیزوں کے سہارے سے جو تیرے رب نے تیرے پاس رکھی ہیں وہ کیا چیزیں تھیں۔ بعض کہتے ہیں وہ کچھ اسمائے الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعلیم کر رکھے تھے جب ان کو ذکر کر کے دعاء کرتے قبول ہی ہوتی۔ اسمائے وصفات کی تاثیر سے وہی منکر ہیں جو اس سے نر سے ناآشنا محض ہیں بعض کہتے ہیں کہ وہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا سوز و گداز تھا جس کے سہارے سے دعائیں قبول ہوتی ہیں باتیں تلتی ہیں ١٢ منہ۔ ① یعنی بنی اسرائیل کو زبردستی بیگار میں پکڑ کر فرعون اور اس کی قوم جو کچھ عمارتیں اور بلند محل بنواتے تھے سب برباد ہوگئے یہ بھی معنے ہوسکتا ہیں کہ فرعون اور اس کی قوم جو کچھ اپنی حفاظت اور بنی اسرائیل کی محکومی کی بابت منصوبے باندھتے اور اس کے محل چنتے تھے سب گر گئے ان کی کچھ تدبیر نہ چلی اللہ تعالیٰ کا چاہا ہو کر رہا پر رہا ١٢ منہ

ترکیب:..... ال فرعون مفعول اخذنا بالسنین ، الاصل فی سنة سنه فلا مهاهاء وقیل لامهاواؤ لقولهم سنوات واکثر العرب تجعلها کالزیدون والبعض یجعل النون حرف الاعراب وکسرت العین اعلاماً بانها جمعت علی غیر القیاس ، یہ اخذنا سے متعلق۔ الطوفان (قیل ہو مصدر وقیل ہو جمع طوفانة) وہو الماء الکثیر المغرق۔ والجراد جمع جرادة والقمل والضفادع والدم مفعول ارسلنا۔ ایات موصوف مفصلات صفت مجموعہ حال ہے ہر واحد سے اَوْرَثْنَا فعل بافاعل القوم مفعول اوّل مشارق . . . الخ مفعول ثانی ماکان یصنع۔ ما بمعنی الذی اسم کان ضمیر جو راجع ہے ما کی طرف یصنع فعل فرعون فاعل جملہ خبر کان۔

فرعون کا شہر اور محل

تفسیر:..... (۳)..... فرعون کا شہر مصر یہ نہیں کہ جسے آج کل قاہرۂ مصر کہتے ہیں بلکہ دریائے نیل کے پورب اور پچھم میں بسا تھا جو آموفی یا نوامون اپنے ایک دیوتا کے نام سے آباد کیا تھا جس کے سو پھاٹک اور دو ہزار مستحکم قلعے تھے جن میں بیٹھ کر دشمن سے بخوبی لڑ سکتے تھے۔ اس کے غربی حصے میں برج اور بادشاہی محلوں کے نشان اور بڑے پتھر کے لمبے ستون جن کا طول ۲۰ گز قطر ۳ گز ہے اور ایک صحن میں بادشاہ کی ایک سنگِ مرمر کی تصویر جس کی بلندی ۲۲ گز اور وزن چوبیس ہزار آٹھ سو اُنتالیس من ہے ٹوٹے پھوٹے پڑے نظر آتے ہیں ستائیس میل کے دوری میں اس کے خرابات مسافروں کو دکھائی دیتے ہیں اس شہر کا مشرقی حصہ بھی بہت بڑا ہے جس میں سینکڑوں بت خانے دکھائی دیتے ہیں۔ فرعون کے محل کے نشان اور ٹوٹے پھوٹے برج اب تک موجود ہیں اسی کے ایک حصہ کا نام رامسیس تھا جہاں سے بنی اسرائیل نے کوچ کیا تھا اور ممفیس بھی اسی کو یا اس کے کسی حصہ کو کہتے تھے جس کو اہلِ اسلام منف کہتے ہیں یہ شہر بخت نصر اور کمبیس ❶ شاہِ ایران کے ہاتھوں سے اُجاڑ ہوا اور پھر جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس کو ہجرت سے اٹھارہویں سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح کیا اور ہرکلیوس ❷ (ہرقل) شاہِ روم کے ہاتھ سے لیا تو یہ اور بھی برباد ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نیل کی شرقی سمت میں فسطاط کی بنیاد ڈالی اور ایک مسجد بھی بنائی جس کا طول پچاس گز اور عرض تیس گز تھا۔ یہ شہر جدید خلفاء بنی العباس کے عہد میں مصر کا پایۂ تخت رہا چنانچہ جب کافور ❸ جو ان کی طرف سے یہاں کا حاکم تھا مر گیا تو قیروان سے ابو تمیم المعز لدین اللہ اسماعیلیوں کے چوتھے خلیفہ نے اپنے غلام اور سپہ سالار قائد جوہر کو مصر پر روانہ کیا اس نے آ کر جو بڑے لشکر جرار کے ساتھ آیا تھا یہ ملک خلفاء عباسیہ کے قبضہ سے نکال لیا اور اپنے شیعہ مذہب کے موافق خطبہ پڑھوا دیا اور فسطاء کو غارت کر دیا پھر چند روز کے بعد المعز لدین اللہ بڑے فوج کے ساتھ آیا اور سکندریہ پر قبضہ کرتا ہوا رمضان المبارک ۳۶۲ھ میں مصر میں داخل ہوا اور فسطاط کے پاس ایک اور شہر قاہرہ ❹ کی بنیاد ڈالی۔ پھر یوماً فیوماً قاہرہ کی رونق اور آبادی بڑھتی گئی۔ آخر جب سلاطین اسماعیلیہ کی سلطنتِ مصر سلطان صلاح الدین یوسف کے ہاتھ آئی اس نے فسطاط اور قاہرہ اور قلعہ کے اردگرد آٹھ میل دور میں پختہ شہر پناہ بنوا دی تھی۔ اس قاہرہ کو فرعون کا شہر کہنا

---

❶..... غالباً یہ کمبر وہے جس نے بخت نصر کے بعد بابل کو غارت کیا اور مصر پر بھی حملہ آور ہوا تھا ۱۲ منہ۔ ❷..... ہرقل شاہ روم کا ماتحت بادشاہ مقوقس ان دنوں مصر کا حاکم تھا یا اس کا بیٹا ۱۲ منہ۔ ❸..... یہ کافور اخشیدی وہ شخص ہے کہ جس کی دیوان متنبی میں یہ شاعر مدح لکھتا ہے یہ بنی العباس کا ایک آزاد کردہ تھا ۱۲ منہ۔ ❹..... یہ وہی قاہرہ ہے کہ جو آج کل شاہ مصر توفیق پاشا تابع سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہٗ کا پایۂ تخت ہے مصر میں چند سال ہوئے اعرابی پاشا سپہ سالار لشکر مصر نے بغاوت اختیار کی تھی نہر سویز کی حفاظت کی وجہ سے (جو انگریزوں اور فرانس کے لئے ہندوستان کا رستہ ہے) انگریزوں نے شاہ مصر کی اعانت کی اور اپنی فوج مصر میں بھیج دی جس سے محمد احمد سوڈانی نے جو مہدی کہلاتا ہے مقابلہ کیا اور انگریزوں اور مصریوں کو متواتر شکستیں دے کر افریقہ کا ایک بڑا حصہ لے لیا اور آئندہ مصر پر قبضہ کرنے کا قصد رکھتے ہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

بڑی غلطی ہے چونکہ مصر فرعون کا شہر ہے اس لئے اس کے تاریخی واقعات بیان کرنا مناسب مقام ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کی طرف بعثت:......(۴)......الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی حمایت میں سرگرم رہنے لگے اور جب سے کہ آپ ایک بار منف میں گئے اور وہاں ایک قبطی کو اسرائیلی سے لڑتے دیکھا اور اس کو ایک مکا مارا اور وہ مر گیا تو فرعون کے لوگوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ موسیٰ (علیہ السلام) اسرائیلی اور وہی شخص ہے جو ہماری سلطنت کی تخریب کا باعث ہوگا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام یہاں سے جان بچا کر مدین گئے اور وہاں سے لوٹتے وقت کوہِ طور کے حوالی میں ان کو مصر جانے اور فرعون کو سمجھانے کا حکم ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کو بہت مشکل سے فرعون تک رسائی ہوئی۔ وہاں جا کر کہا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں، جھوٹ بولنا میرا شیوہ نہیں، میں معجزات لے کر تیرے پاس آیا ہوں، تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ان کے وطن شام میں جانے دے۔

معجزاتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام:......فرعون نے کہا: اچھا! اگر تیرے پاس کوئی معجزہ ہے تو دکھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا تو وہ سانپ بن کر لہرانے لگا جس سے فرعون اور اس کا دربار ڈر کر بھاگ نکلا۔ پھر اس کو ہاتھ میں لیا تو ویسی ہی لاٹھی ہو گئی اس کے بعد دوسرا معجزہ یہ دکھایا کہ ہاتھ اپنی بغل میں دے کر جو باہر نکالا تو آفتاب کی طرح چمکنے لگا۔ یہ دو معجزے موسیٰ علیہ السلام کو وادیٔ مقدس میں ملے تھے۔ فرعونیوں نے ان کو جادو سمجھ کر ان کے

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کو ہم دریا سے پار کر دیا تو وہ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے کہ جو اپنے بتوں کے گرد جمے بیٹھے تھے ❶ (بنی اسرائیل) نے کہا اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسے کہ ان کے لئے معبود ہیں (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا تم بڑی جاہل قوم ہو❷۔ یہ لوگ (بت پرست) جس دین میں ہیں وہ خود غلط ہے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ بھی سب باطل ہے❸ (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کروں حالانکہ اسی نے تو تم کو جہاں پر بزرگی دی ہے❹۔ اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے تم کو فرعون والوں سے بچا دیا جو تم کو بری

❶ ...... تھے اپنے دیوتاؤں کی مورتیں مندروں میں رکھ کر پرستش کرتے تھے بیل اور گائے کی بھی پرستش کرتے تھے اس کے ذبح کرنے والے کو ...... تھے اور اپنے بادشاہ کو سجدہ کرتے تھے اور اس کو بڑا دیوتا جانتے تھے جیسا کہ قدیم اہلِ ہند کا دستور تھا ایسی پرستش سے فرعون کا دماغ چل گیا ...... رب اعلیٰ بنا تھا ۱۲ منہ۔

طرح کا عذاب دیتے (اور) تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور اس میں تو تمہارے رب تعالیٰ کا بڑا احسان ہے ﴿﴾

ترکیب:...... جاوز نا فعل با فاعل باء تعدیہ کے لئے، بنی اسرائیل مفعول اول، البحر مفعول ثانی۔ کمالھم الھۃ ما یا مصدر یہ ہے اور بعد کا جملہ صلہ یا بمعنی الذی و العائد محذوف۔ و الھۃ بدل منہ تقدیرہ' کالذی ھو لھم اور کاف اور جس پر یہ داخل ہے الٰہ کی صفت ہے ای الھا مماثلا للذی لھم۔ اغیر اللہ صفت ہے الٰھا مفعول ابغیکم کے مقدم ہونے سے حال ہوگئی یسو مونکم اور یقتلون... الخ ال فرعون کی صفت۔

بنی اسرائیل کا ایک جاہلانہ مطالبہ

تفسیر:...... فرعون کا قصہ مجملاً اسی جملہ میں تمام کردیا (وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ...... الخ)۔ قلزم کو عبور کرکے عرب کے ریگستانی اور کوہی بیابانوں قادسیہ وغیرہ میں آپڑے یہاں اسرائیلیوں نے جو لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا تو مصریوں کی صحبت یافتہ تو تھے ہی منہ میں پانی بھر آیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے بھی ایسے معبود بنا دیجئے جیسے ان لوگوں کے لئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو اس بات پر بہت سرزنش کی کہ تم بڑے واہی لوگ ہو اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اور کیا اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود تجویز کروں جس نے کہ تم کو لوگوں پر فضیلت عطا کی اور فرعون کے پنجہ سے نجات دی۔

مقابلہ کے واسطے اپنے تمام جادوگروں کو جمع کرکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرایا جادوگروں نے نظر بندی کرکے اپنی رسیوں اور لکڑیوں کے اسی طرح سے سانپ بنائے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ اژدہا بن کر سب کو نگل گیا جس سے لاکھوں آدمی جو اس میدان مقابلہ میں تھے ڈر گئے اور جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے اس پر فرعون سخت ناراض ہوا اور جادوگروں کو کہا کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملے ہوئے تھے تم نے باہم مشاورت کرلی ہے تاکہ تم اس شہر سے بنی اسرائیل کو نکال کرلے جاؤ۔ اچھا ابھی تمہیں معلوم ہوئے جاتا ہے۔ حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر درختوں پر لٹکا کر سولی دیدو۔ جادوگروں نے کہا کچھ پروا نہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے ہیں سو وہ ہم کو صبر عنایت کرے گا۔ اس کے بعد فرعونیوں نے صلاح دی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالئے تاکہ زمین میں فتنہ برپا نہ کرے اور تیری اور تیرے معبودوں کی پرستش نہ چھوڑا دے۔ فرعون نے اور بھی بنی اسرائیل کو تکلیف دینی شروع کیں جس سے وہ چیخ اُٹھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا صبر کرو انجام کار نیک بختوں کو فلاح ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ملک ہے جسے چاہے دے وہ تمہارے دشمن کو عنقریب ہلاک کرکے زمین پر تمہیں حکومت دیا چاہتا ہے پھر دیکھئے تم کیا کرتے ہو؟ اس کے بعد کئی برس تک حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں فرعونیوں کو معجزات دکھلاتے رہے کبھی اولے برسے کبھی تمام پانی خون ہوگیا، مینڈکیاں در و دیوار پر چڑھ گئیں چچڑیوں نے ستایا لیکن یہ زیادہ تنگ ہوتے تھے تو فرعونی فرعون سے کہتے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بُلا کر وعدہ کرتا کہ اگر یہ بلا تو نے اپنے اللہ تعالیٰ سے کچھ کہہ کر دور کرادی تو ہم ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو جانے دیں گے مگر جب وہ بلا دور ہوتی تھی پھر ویسے کے ویسے منکر ہوجاتے تھے اخیر ایک بار مصر میں غریب سے امیر تک سب کا پہلوٹھا بیٹا مرگیا جس سے تمام مصر میں کہرام مچ گیا۔ لوگوں نے فرعون سے کہا شہر غارت ہوگیا ہے انہیں جہاں کہیں اپنی قربانی کرنے جاتے ہیں جانے دیجئے بنی اسرائیل رامسیس سے مرد و زن مال و اسباب لے کر قربانی کے بہانے سے نکلے جب کئی منزل مشرقی جانب طے کی تو بحر قلزم پر آگئے اللہ تعالیٰ نے ان کو یہاں سے پار کردیا (اس جگہ غرق نہ کیا)۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ

اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ

تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ

قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ

عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ڮ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا

بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

ترجمہ: ...... اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا تھا اور اس کو دس ملا کر پورا کر دیا سو اس کے رب تعالیٰ کا وعدہ چالیس رات کا پورا ہوا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کو (کوہ طور پر جاتے ہوئے) کہہ گئے کہ میری قوم میں میری نیابت کرتے رہنا اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے رستہ پر نہ چلنا﴿۱۴۲﴾۔ اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت پر آئے اور اس کے رب تعالیٰ نے ان سے کلام کیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب! مجھے دکھا کہ آپ کی طرف دیکھوں، فرمایا تم مجھ کو ہرگز نہ دیکھ سکو گے ہاں پہاڑ کو دیکھو پھر اگر وہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم بھی مجھے جلد دیکھ لو گے۔ پھر جب کہ ان کے رب تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو اس کو چورا چورا کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش آیا تو کہنے لگے تو پاک ذات ہے میں تیرے حضور میں توبہ کی اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں﴿۱۴۳﴾۔ فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام میں نے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی سے لوگوں پر تم کو بزرگی بخشی۔ سو جو میں نے تم کو دیا اس کو لے لو اور شکر گزاری کرتے رہو﴿۱۴۴﴾۔ اور ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کے لئے) تختیوں پر ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، پس ان کو مضبوط ہو کر لو اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ ان میں سے اچھی باتوں پر عمل کیا کریں۔ میں تم کو ابھی بدکاروں کے گھر دکھاتا ہوں❶ (کہ کیسے اُجڑے پڑے ہیں)﴿۱۴۵﴾۔

ترکیب: ..... اربعین کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے ای تم بالغاً ھذا العدد۔ لیلۃ منصوب ہے تمیز ہونے کی وجہ سے لمیقاتنا لام بمعنے وقت قال رب . . . الخ شرط یا جواب ہے لما جاء موسیٰ کا موعظۃ و تفصیلاً مفعول کتبنا کا من کل شئی صفت ہے اس کی جو مقدم ہونے کی وجہ سے حال ہے۔

❶ ..... نافرمانی اور بدکاری کے سبب کیسے اُجڑے پڑے ہیں ۱۲۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور پر چالیس روزہ عبادت

تفسیر:.....وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بیابان میں جب کہ کوہ طور کے پاس آئے اللہ تعالیٰ سے احکام ملنے کی درخواست کی جو بنی اسرائیل کے لئے دستور العمل ہوں حکم ہوا کہ یہاں آ کر تیس رات عبادت کر۔ پیچھے ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر آپ کوہ طور پر گئے وہاں تیس کی جگہ چالیس راتیں لگ گئیں۔

دیدار الٰہی کا شوق:.....اسی چلہ میں ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار الٰہی کا شوق ہوا کہ کاش میں آپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں چونکہ یہ آنکھیں تو جسمانیات میں سے اجسام لطیفہ کو بھی نہیں دیکھ سکتیں جہاں کے آنکھ کی شعاعیں لطافت کی وجہ سے منعکس نہیں ہوتیں (آئینہ میں جب تک پیچھے کوئی چیز نہیں لگاتے قلعی نہیں کرتے شعاعیں منعکس نہیں ہوتیں بالکل آر پار نفوذ کر جاتی ہیں اس لئے صورت نہیں دکھائی دیتی) چہ جائے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں جو نہ جسم ہے نہ کثیف بلکہ سب سے زیادہ لطیف اس لئے جواب دیا کہ لَنْ تَرٰنِیْ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اطمینان کرنے کو ایک بات بتلائی کہ پتھر تجھ سے زیادہ سخت ہے جس قدر انسان میں انفعال اور قابلیت ہے خصوصاً انبیاء علیہم السلام میں ہے پتھر میں کہاں اور انسان کا ادراک کجا پتھر کجا انسان کی روح (جو عالم قدس کے حوضوں میں دھوئی ہوئی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تقرب کی سخت مناسبت رکھی ہوئی ہے) ایک ایسی قابل اور منفعل ہے جیسی کہ بارود آگ کا اثر قبول کرنے میں۔ پس اے موسیٰ علیہ السلام! میں عالم غیب کے پردہ کو ذرا سا اٹھا کر اس پہاڑ ناقابل پر ایک یوں ہی سی تجلی کرتا ہوں اگر وہ اس کی تاب لا سکا اور ٹھہرا رہا تو تو بھی مجھے دیکھ لے گا پس جب یہ ٹھہر گئی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی جس سے وہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا یعنی خاص وہ مقام کہ جس پر تجلی کی تھی نہ کل کوہ طور۔ اس تجلی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ جب ہوش آیا اور حقیقت امر منکشف ہوئی اور اپنے سوال کا منشاء نادانستگی معلوم ہوا تو کہا الٰہی؟ میری توبہ پھر ایسا سوال نہ کروں گا سُبْحٰنَكَ اور تو آنکھوں کے ساتھ نظر آنے سے پاک ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اور بغیر آنکھوں کے دیکھے سب سے اول میں ایمان لانے والا ہوں۔ (سفر خروج کے باب ۳۳ ورس ۱۸ میں یہ سب قصہ مندرج ہے۔ ۱۲ منہ)

فوائد: اہل سنت و معتزلہ کا خلاف دیدار الٰہی میں:.....جمہور اہل اسلام اس بات کے معتقد ہیں کہ قیامت کو اہل جنت دیدار الٰہی کی دولت سے مشرف ہوں گے اس کی عیاناً زیارت کریں گے مگر جس طرح آج کل فلسفی خیالات کے دریا رواں ہیں اسی طرح بنی العباس کے عہد میں تھے جب کہ علوم یونانیہ کا عربی میں ترجمہ ہوا اور منطق اور فلسفہ میں مسلمانوں نے توغل کیا تو ایک فریق خیالات فیلسوفانہ کا پیرو ہو کر قرآن مجید کو اس کے ساتھ مطابق کرنے لگا جن کو معتزلہ کہتے ہیں انہوں نے دیکھا کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کو دیکھے تو ضرور کسی جہت اور سمت میں دیکھے گا سو اس کے لئے کوئی جگہ تجویز کرنی پڑے گی پھر جسم بھی ماننا پڑے گا اس لئے انہوں نے اس آیت کا سہارا پکڑ کر قیامت میں دیدار الٰہی کا انکار کر دیا اور جس قدر آیات و احادیث دیدار الٰہی کے بیان میں وارد ہیں سب کی تاویل کر دی۔ اگرچہ علمائے اہل سنت نے بہت کچھ جواب دیا مگر ہم یہاں یہ کہتے ہیں کہ دنیا میں انسان کی نگاہ خاص محسوسات کے دیکھنے سے زیادہ تجاوز نہیں کر سکتی مگر جنت جو عالم قدس ہے وہاں یہ حال نہ ہو گا وہاں کے اجسام روح سے بھی زیادہ لطیف ہوں گے وہاں ویسی ہی آنکھیں ملیں گی پھر اب اس عالم میں جب روحانی طور پر اہل صفاء اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف بلکہ ہر وقت اسی کی درگاہ قدس میں حاضر رہتے ہیں اور جن کی آنکھوں میں عالم محسوسات ایسا لاشی ہو گیا ہے کہ جس طرح آفتاب کے روبرو رات کے تارے۔ عارف جدھر دیکھتا ہے اس کو

اللہ ہی نظر آتا ہے ہر کاروبار میں اسی کے ید قدرت دکھائی دیتے ہیں وللہ در من قال۔

بخدا غیر خدا در دوجہاں چیزے نیست
بے نشان است کزو نام ونشان چیزے نیست

پھر اس عالم میں عام مؤمنین کیوں اس کو نہیں دیکھیں گے بلکہ ضرور دیکھیں گے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کی تو فرمایا کہ میں نے تجھ کو اپنے ساتھ کلام کرنے سے اور رسالت سے لوگوں پر فضیلت دی سو جو تجھ کو دیا جاوے اس کو شکر کر کے لے لے یعنی اس کو بس غنیمت جان۔ یہ کیا کم بات ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے ہیں۔

فائدہ ۲: خدا تعالیٰ کیوں کر کلام کرتا ہے:..... اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا اس کی حقیقت بیان کرنے میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں انہیں حروف واصوات سے اس کا کلام تھا کہ جن سے باہم آدمی کلام کرتے ہیں اور پھر ان میں سے محققین اس کے حادث ہونے کے بھی قائل ہیں یعنے کلام خاص اور اس کے حروف والفاظ خاص گو حادث ہیں مگر وہ صفت کلام کہ جو ان حروف والفاظ سے ادا ہوتی ہے قدیم ہے ہر شخص سے اسی کے موافق کلام کرتا ہے کچھ عربی وعبرانی الفاظ کی قید نہیں بلکہ ملائکہ سے انہیں کے موافق۔ مگر حنابلہ وحشویہ اس کلام کلی کے افراد کو بھی قدیم کہتے ہیں۔ پھر کرامیہ ان حروف والفاظ حادثہ کا محل ذات باری تعالیٰ قرار دیتے ہیں معتزلہ کہتے ہیں کہ اس کا محل کوئی ذات مبائن اللہ ہے جیسا کہ شجر وغیرہ یعنی کسی درخت وپتھر میں سے کوئی آواز پیدا ہوتی تھی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کرتا تھا۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ وہ کلام اس کی ایک صفت خاص ہے جو ازلی اور قدیم ہے جو ان حروف واصوات سے مغائر ہے۔ پھر اس بات میں کہ موسیٰ علیہ السلام نے کیا سنا تھا دو قول ہیں۔ ابو منصور ماتریدی کہتے ہیں کہ اصوات حروف تھے جو کسی درخت سے پیدا ہوتے تھے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ بغیر اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی صفت حقیقیہ کو سنتے تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنے مخلصین سے اس بات کا محتاج نہیں کہ وہ حروف واصوات سے ہو بلکہ وہ روحانی طور سے ہے کہ جن کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے۔ دیکھو اشراقی لوگ بغیر صوت وحروف کے کیونکر کلام کرتے ہیں اور دوسرا اس کو کیونکر سن لیتا ہے خواب میں کہ حواس ظاہرہ معطل ہوتے ہیں نہ آنکھ دیکھتی نہ یہ کان سنتے ہیں پھر کس طرح سے کلام ہوتا ہے؟ روحانیات اور لطیف چیزوں کا جدا ہی معاملہ ہے۔ تختے اور پتھر میں سے آواز پیدا ہونے کا قائل ہونا ایک بے سند بات ہے کہ جس کو حقائق شناس پسند نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کا کلام کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی پر منحصر نہ تھا بعد میں بھی انبیاء علیہم السلام سے کلام ہوا ہے بلکہ اب بھی اولیاء ❶ اللہ سے کلام ہوتا ہے مگر سننے کو کان درکار ہیں۔

فائدہ ۳: الالواح کی کیفیت:..... وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْأَلْوَاحِ ..... الخ توراۃ موجودہ کے سفر خروج کے ۳۲ باب ۱۵ ورس میں ان لوحوں کی بابت لکھا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام پھر کر پہاڑ سے اُتر گیا اور شہادت کے دونوں تختے (لوحین جن کو الواح کہتے ہیں) اس کے ہاتھ میں تھے دونوں طرف ادھر اور اُدھر لکھے ہوئے تھے اور وہ تختے اللہ کے کلام سے تھے اور جو لکھا ہوا سو اللہ کا لکھا ہوا اور ان پر کندہ کیا ہوا تھا۔" پھر اسی باب میں آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پرستش کرتے دیکھا اور ان کے شور وغل کی آواز سنی تو ان لوحوں کو پھینک دیا اور پہاڑ کے نیچے آ کر توڑ ڈالا۔ پھر چونتیسویں باب کے اوّل ہی میں لکھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام

❶ ..... یہ کلام وہ نہیں کہ جو انبیاء پر نازل ہوا جیسا کہ توریت وقرآن مجید ۱۲ منہ۔

سے کہا کہ اپنے لئے پہلی لوحوں کے مطابق دو لوحیں پتھر کی تراش اور میں ان لوحوں پر وہ باتیں جو پہلے لوحوں پر تھیں جن کو تو نے توڑ ڈالا لکھوں گا۔ صبح کو تیار ہو جا اور سویرے سے کوہِ سینا پر چڑھ اور میرے آگے وہاں پہاڑ کی چوٹی پر حاضر ہو۔

علمائے اہل کتاب کوہِ طور پر چلہ بھر روزہ رکھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف یہ دو پتھر کے تختے عطا ہونے کے قائل ہیں کہ جن پر دس احکام لکھے ہوئے تھے۔ بت پرستی کی ممانعت۔ والدین کی تعظیم۔ یوم سبت کی عزت اور اس کے بھی کہ ان لوحوں کو موسیٰ علیہ السلام نے ایک چوبی صندوق میں رکھوا دیا تھا (خروج باب ۴۰) مگر مفسرینِ اسلام ان الواح سے مراد توراۃ لیتے ہیں اور اس چالیس روز کے چلہ اور روزہ کو جو کوہ سینا یا طور پر واقع ہوا نزول توراۃ کا باعث سمجھتے ہیں کس لئے کہ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ان دو لوحوں کے دس حکموں پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ جمیع مسائل ضروریہ کی تفصیل اور ہر قسم کی نصیحت ان میں نہیں جانوروں کی حلت و حرمت اور شریعت کے مسائل ان میں کہاں ہیں؟ اور نیز سفر استثنے کے ۲۷ باب کی ۸ آیت میں نسخہ فارسیہ مطبوعہ ۱۸۴۵ء و ۱۸۳۹ء میں یہ عبارت ہے "و برآن سنگہا تمامی کلمات این توریت را بخطِ روشن بنویس۔" اور کتاب یشوع کے ۸ باب ۳۰ ورس مطبوعہ ۱۸۴۵ء میں ہے کہ بنی اسرائیل نے بموجب حکم موسیٰ علیہ السلام کے ایک مذبح بنایا اور اس کے پتھروں پر توریت کو لکھ دیا اس سے معلوم ہوا کہ اصل توریت انھیں الواح میں تھی اور بہت بڑی کتاب نہ تھی جس کو مذبح کے پتھروں پر اس عہد کے موافق کندہ کرنا ناممکن ہوتا گو بعد میں اہلِ کتاب نے (تمامی کلمات این توریت) کو شریعت کے ساتھ بدل دیا۔ مگر اصل عبارت سے مدعا ثابت ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

ترجمہ:...... میں اپنی آیتوں سے ان کو (یعنی ان کے دل کو) پھیر دوں گا کہ جو زمین پر ناحق کا تکبر کیا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ان پر ایمان نہ لاویں۔ اور اگر راہ راست دیکھیں تو اس کو رستہ نہ بنائیں۔ اور اگر ٹیڑھا رستہ دیکھیں تو اس پر چلنے لگیں۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے غفلت کرتے رہے ۞۔ اور جنہوں نے کہ ہماری آیتیں اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا تو ان کے عمل ضائع ہو گئے۔ وہ بدلہ تو اسی کا پاویں گے کہ جو کیا کرتے تھے ۞۔

ترکیب:...... الذین یتکبرون . . . الخ مفعول ہے اصرف کا و ان یروا شرط لا یؤمنوا بہا جواب۔ ذٰلک مبتدا بانہم جملہ ثابت کے متعلق ہو کر خبر و الذین مبتدا کذبوا فعل ضمیر فاعل راجع الذین کی طرف بآیاتنا مفعول کذبوا معطوف علیہ و لقاء الاخرۃ اس پر معطوف تمام جملہ صلہ الذین۔ حبطت خبر اور ممکن ہے کہ ھل یجزون . . . الخ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ہادی انبیاء علیہم السلام اور علماء رحمہم اللہ سے بھی سرکشی کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں

تفسیر: ...... پہلے تھا کہ میں تمہیں توراۃ دیتا ہوں جس میں ہر قسم کی نصیحت اور سب شریعت ہے اس کو خوب مضبوط کرلو اور میں ابھی تمہیں بدکاروں کے ملک میں لے جاتا ہوں یعنی شام اور اس کے اطراف موآب وغیرہ میں جہاں حتی اور عموری اور عمالیق بت پرست بدکار لوگ بستے ہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو دیکھ کر تمہارا بھی رنگ بگڑ جائے۔ اب یہاں فرماتا ہے کہ تم اپنی حالت ایمان کو جہاں تک ہوسکے قائم رکھیو کس لئے کہ بگڑتے کچھ دیر نہیں لگتی اور کون بگڑتے ہیں وہ جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں آپ کو اوروں سے اچھا جانتے اور اتراتے ہیں۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے ہادی انبیاء علیہم السلام اور علماء رحمہم اللہ سے بھی سرکشی کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں جس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے روگردانی کرنا ہے۔ اور وہ جو ہر قسم کی آیات و معجزات دیکھ کر بھی نہیں مانتے اور وہ جو حق بات دیکھیں تو اسے نہ مانیں بری بات کے جھٹ سے پیرو ہوجائیں انبیاء علیہم السلام اور علماء سمجھاویں تو ہزاروں حجتیں اور جھوٹے عذرات پیش کریں، شیطانی کام پر جھٹ کود پڑیں مال اور جان سے دریغ نہ کریں۔ یہ تینوں خصلتیں انسان کی روح پر اپنا اثر پیدا کرتی ہیں کہ پھر وہ دنیا میں جس قدر اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں خواہ اس کی آیات قدرت عالم اور اس کے حالات و تغیرات ہوں یا آیات منزلہ کتاب الٰہی کے جملہ جن سے عالم آخرت اور اس کی ذات و صفات پر تنبہ ہوتا ہے یا انبیاء کے معجزات ہوں جو ان کی صداقت کی دلیلیں ہیں اور نبی علیہ السلام کی تصدیق سعادت دارین کا وسیلہ ہے ان میں سے کسی کو بھی نہیں مانتا اور اس کی ایسی حالت ہوجاتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے محرومی اور آیات سے روکا جاتا ہے اور اسی لئے اس کا سبب ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا فرمایا اور اس کے بعد ان آیات کی تکذیب کرنے والے کی سزا بھی بیان کردی کہ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ کہ ان کے عمل برباد ہوجائیں گے کس لئے کہ عمل خیر جو آخرت میں نفع دیتا ہے وہ خلوص پر مبنی ہو اور جب تکذیب آیات اللہ ہوئی تو خلوص کہاں؟ گویا بنی اسرائیل کو ملک شام میں داخل ہونے سے پہلے ان کی جبلی کجی کی طرف اشارہ کر کے تنبیہ کرتا ہے کہ وہاں چل کر تم ایسے نہ ہوجائیو اور اس میں سب کے لئے عموماً تہدید بھی ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا
اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ
فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا
لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ
بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ
بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا
يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ترجمہ:......اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد ❶ اپنے زیور سے ایک بچھڑے کا ڈھانچا ڈھال لیا جس کی بیل کی سی آواز تھی۔ یہ نہ دیکھا کہ نہ وہ ان سے بات کرسکتا ہے نہ ان کو کوئی رستہ بتا سکتا ہے۔ اس کو (خدا) بنا تو لیا اور وہ (بڑے) ظالم تھے۞۔ اور جب شرمندہ ہوئے اور سمجھے کہ ہم گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر مہربانی نہ کرے گا اور نہ ہم کو بخشے گا تو ضرور ہم خراب خستہ ہو جاویں گے۞۔ اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرے ہوئے افسوس کرتے ہوئے لوٹے تو کہا تم ف نے میرے بعد کیا ہی جھک مارا۔ کیا تم اپنے رب کے حکم سے جلدی کر بیٹھے؟ اور (موسیٰ علیہ السلام) تختیاں پھینک ف کر اور اپنے بھائی (کے بال) پکڑ کر ❷ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ اس نے کہا اے میرے ماں جائے! قوم نے مجھ کو ضعیف سمجھا اور مجھ کو مار ہی ڈالا ہوتا۔ سو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسواؤ اور نہ مجھ کو ظالم لوگوں میں ملاؤ۞۔

ترکیب:......واتخذ فعل، قوم موسیٰ فاعل، عجلاً مفعول، جسداً نعت یا بدل یا بیان۔ من حلیھم متعلق اتخذ سے۔ حلی بضم الحاء و کسر اللام و تشدید الیاء و ھو جمع اصلہ حلوی فقلبت الواو یاء و ادغمت فی الیاء الاخری ثم کسرت اللام اتباعاً لھا و یقرئ بکسر الحاء۔ فی ایدیھم مفعول مالم یسم فاعلہ سقط کا و التقدیر سقط الندم فی ایدیھم۔ غضبان اور اسفاً حال ہیں موسیٰ سے اسی طرح یجرہ الیہ بھی الاعداء مفعول ہے فلاتشمت کا۔

سونے کا بچھڑا

تفسیر:...... یہاں سے پھر وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے جو کوہ سینا پر گزرا جب کہ توراۃ لینے گئے اور چالیس روز تک وہیں رہے پیچھے ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے بنی اسرائیل نے جب تیس گزر روز گئے یہ خیال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ چونکہ مصریوں کی صحبت سے بت پرستی کے بڑے شائق تھے اور مصری لوگ بیل کو پوجا کرتے تھے اس لئے انہوں نے بھی بچھڑا بنایا۔ سامری بنی اسرائیل میں سے ایک شخص سنار اور اس کام میں بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے بنی اسرائیل کی استدعاء سے بنی اسرائیل سے سونے کے زیورات لے کر جو مصریوں سے لائے تھے ایک بچھڑا ڈھالا اور کہا تمہارا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہی اللہ ہے۔

سورۂ طٰہٰ میں یہ قصہ اور بھی تفصیل سے ہے:

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ...... الخ۔ قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ۞ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ...... الخ۔ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْۤا اَمْرِيْ...... الخ۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ۞ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ۞۔

باوجودیکہ حضرت ہارون علیہ السلام نے منع کیا مگر لوگوں نے سامری کے کہنے سے سونے کا بت بنا ہی لیا۔ سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ کیا کیا کہنے لگا کہ میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی کہ میں نے رسول علیہ السلام کے پاؤں تلے کی ایک مٹھی لے کر اس میں ڈال دی میرے دل کو یہی بھایا۔

بچھڑا کس نے بنایا:......۱)...... مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ فعل سامری کا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو سرزنش کی تو صرف اس پر کہ آپ نے ان کو کیوں نہیں منع کیا۔ ہارون علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں نے منع کیا مگر نہ مانا میرے قتل کے درپے ہو گئے اور نص قرآن سے بھی یہی ثابت ہے پس وہ جو آج کل کی توریت میں ہے کہ ہارون علیہ السلام نے یہ کام کیا اگر تاویل پذیر نہیں تو محض

❶......یعنی جب کہ وہ کوہ طور پر گئے تھے ۱۲ منہ۔ ف: تم نے میرے بعد بہت ہی برا کیا۔ ❷......یعنی سر کے بالوں کو پکڑ کر کھینچنے لگے ۱۲ منہ۔ ف: ڈال دیں

غلط اور الحاق یہود ہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ سے یہ بت پرستی بعید از قیاس ہے اور جو کوئی مسلمان کھل کر یہ بات کہے وہ کافر منکر نص قرآن ہے۔

۲)......بچھڑا جو سونے کا سامری نے بنایا اس میں علمائے اسلام کے دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ کسی صنعت سے اس کو مجوف ڈھالا تھا کہ ہوا کے سامنے رکھنے سے اس سے گائے کے بچھڑے کی سی آواز نکلتی تھی جسے ان احمقوں نے نہ صرف اپنا خدا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کا بھی خدا اس سامری جاہل کے کہنے سے تسلیم کرلیا اور اس کے اردگرد ناچنے گانے قربانی چڑھانے سجدہ کرنے لگے۔ بعض کہتے ہیں کہ سامری نے اس میں حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی ڈال دی تھی جو اس نے اس وقت اُٹھائی تھی جب کہ حضرت جبرئیل عبور قلزم کے وقت نمودار ہوئے تھے یا جب کوہ طور پر آئے تھے جس سے وہ حیوان ہو کر بولنے لگا جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے۔ فریق اول کہتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف سامری کا عذر نقل کیا ہے کہ میں نے ایسا کیا اب کیا ضروری ہے کہ جس کسی کے قول کو قرآن حکایت کرے وہ قول فی نفسہ صحیح بھی ہو بت پرستوں اور جہلاء کے بہت قول نقل ہیں وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وغیرہ تو پھر کیا ان کا یہ کہنا سچ ہے؟ قرین قیاس ہے کہ سامری نے بنی اسرائیل سے فریب کیا ہو کہ اس کو بنایا تو مجوف ہو جس مین ہوا کے ذریعہ سے آواز پیدا ہوتی تھی اور کہہ دیا کہ یہ میں نے اس میں رسول کے پاؤں کی مٹی ڈال دی ہے اور وہی بوقت ملامت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا اور قرآن مجید میں یہ نہیں کہ اس مٹی کے ڈالنے سے وہ بولتا تھا یا سچ مچ کا بچھڑا بن گیا تھا۔ اگر قدم رسول [1] کا ایسا اثر ہوا تو کیا تعجب ہے، رسول علیہ السلام سے مردہ روحیں زندہ ہوتی ہیں ان کی خاک پا سے اگر جماد حیوان ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

بنی اسرائیل کی توبہ:...... ۳)......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جنہوں نے بچھڑا بنایا ان پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور ذلت پڑے گی۔ چنانچہ ان کی توبہ یہ قرار پائی کہ قتل کئے جائیں اور پھر وبا بھی آئی اور نیز چالیس برس بیابان میں حیران پھرے۔ وَلَمَّا سَكَتَ، توریت موجودہ میں جو لوحوں (تختیوں) کا ٹوٹ جانا اور بار دیگر کندہ کرا کے لانا لکھا ہے، الحاق ہے کیونکہ ایسی کیا وہ کچی مٹی کی تھیں جو گرتے ہی چکنا چور ہو گئیں، پڑھنے اور دوسرے پتھر پر نقل کرنے کے قابل نہ رہی تھیں پس قرین قیاس وہی ہے جو قرآن سے سمجھا جاتا ہے کہ غصہ میں ڈال دی تھیں غصہ دور ہوا تو اُٹھالیں۔ لوحیں اس لئے دی گئی ہوں گی کہ اس عہد میں خصوصاً جنگل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کاغذ نہ ہوگا اور حفظ قرآن مجید کی طرح رواج نہ تھا ورنہ پتھر کی سلیں ساتھ ساتھ لئے پھرنے کی کیا ضرورت پڑی تھی۔

ع قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿۱۵۱﴾ إِنَّ
الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ
وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا
وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى
الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿۱۵۴﴾

[1] رسول علیہ السلام سے مراد حضرت جبرئیل ہیں ۱۲ منہ۔

ترجمہ:......(موسیٰ علیہ السلام نے) کہا اے میرے رب تعالیٰ! مجھ کو اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں شامل کر لے۔ اور تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۞۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) جنہوں نے بچھڑا بنایا ان پر تو ابھی ان کے رب تعالیٰ کا غضب اور دنیا کی رسوائی آتی ہے اور ہم جھوٹ بنانے■ والوں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں۞۔ اور جنہوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے تو بے شک آپ کا رب تعالیٰ توبہ کے بعد معاف کرنے والا رحم کرنے والا بھی ہے۞۔ اور جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو تختیوں کو اٹھا لیا۔ اور ان تختیوں پر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت لکھی ہوئی تھی۞۔

ترکیب:......الذین مع صلہ اسم ان۔ سینالھم۔ . . الخ جملہ خبر و الذین عملوا السیات مبتدا ان ربک جملہ والتقدیر غفور لھم ورحیم بھم۔ لما سکت شرط اخذ الالواح جواب ھذی معطوف علیہ و رحمۃ معطوف لربھم یرھبون سے متعلق للذین، رحمۃ سے متعلق جملہ مبتدا موخر فی نسختھا ثابت کے متعلق ہو کر خبر ضمیر مؤنث الواح کی طرف راجع ہے یہ تمام جملہ حال ہوگا الواح سے۔

وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝۱۵۵ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ

ترجمہ:......اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے ستر آدمی ہمارے وقت مقررہ کے لئے منتخب کئے۔ پھر جب ان کو زلزلہ نے آلیا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے رب تعالیٰ! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی سے ان کو اور مجھے ہلاک کر دیتا۔ کیا آپ ہم کو اس فعل پر ہلاک کریں گے کہ جو ہمارے احمقوں نے کیا ہے۔ یہ تو صرف تیری آزمائش ہے۔ تو اس میں جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے تو ہی ہمارا مالک ہے سو ہم کو معاف کر دے اور ہم پر مہربانی کر اور تو ہی سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہے۞۔ اور ہمارے نام اس دنیا میں بھی بہتری لکھ دے اور آخرت میں بھی ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ فرمایا میں اپنا عذاب جس پر چاہتا ہوں ڈالتا ہوں۔ اور میری رحمت بھی ہر چیز کو شامل ہے۔

ترکیب:......اختار کا فاعل موسیٰ، قومہ مفعول اوّل بواسطۂ حرف جر جو محذوف ہے ای من قومہ سبعین مفعول ثانی رجلاً اس کی تمیز اور ممکن ہے کہ سبعین۔ قومہ سے بدل ہو والتقدیر سبعین رجلاً منھم حَسَنَۃً مفعول ہے اکتب لنا کا و فی الآخرۃ معطوف ہے فی ھذہ الدنیا پر من اشاء مفعول ہے اصیب کا کل شئی وسعت کا مفعول۔ رجفۃ کے لغوی معنی ہیں زلزلہ کے جو بڑا سخت ہو بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد کڑک ہے۔

■......چٹا جوڑنے والوں کو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستر سرداروں سمیت کوہِ طور پر سفر

تفسیر:..... یہ اسی بیان کا بقیہ ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلنے کے بعد تیسرے مہینے بیابان سینا میں آئے اور بنی اسرائیل کے کوہ سینا کے سامنے خیمے کھڑے کئے اور موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے اوپر بلائے گئے وہاں سے نیچے اتر کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور کہا کہ تم تہاؤ پاک صاف ہو تو تیسرے روز تم پر اللہ تعالیٰ جلال ظاہر کرے گا۔ چنانچہ سب لوگ پہاڑ کے نیچے جا کھڑے ہوئے اور وہاں ان پر اللہ تعالیٰ کی تجلی ہوئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو حضرت ہارون علیہ السلام اور ندب اور بنی اسرائیل کے ستر بزرگوں کے ساتھ اوپر چڑھ۔ تب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو لے کر اوپر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کی چوٹی پر گئے اور ایک بدلی نے پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور کڑک شروع ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا جلال کوہ سینا پر آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام چالیس رات دن رہے اور وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی گئی۔ (ملخصا از سفر خروج باب ۲۴)۔

اس موقع کی بابت اللہ تعالیٰ فرمایا ہے: وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا، اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا ان ستر سرداروں کو بچھڑا پوجنے کے بعد معذرت کے لئے ہمراہ گئے تھے یا اوّل بار کا ذکر ہے؟ قوی یہی ہے کہ اوّل دفعہ کا معاملہ ہے ان لوگوں کو ساتھ اس لئے لے گئے تھے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر بنی اسرائیل کے سامنے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پایا اس کے برحق ہونے کی شہادت ادا کریں۔ مگر جب وہاں جا کر انہوں نے یہ کہا کہ ہم تو جب مانیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ کو عیاناً دیکھ لیں گے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ رجفہ سے مراد صاعقہ ہے (ای الصاعقہ اور جفہ الجبل فصعقوا امنہا ابوالسعود) تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ بات ان بیوقوفوں سے سرزد ہوئی اس کی سزا میں ہم سے مواخذہ نہ کیجئے یوں تو آپ ہمیں پہلے ہی سے ہلاک کر سکتے تھے یہ تیری آزمائش ہے اس میں تو جس کو چاہے قائم رکھ کر ہدایت کرے۔ جس کو چاہے بے صبری میں مبتلا کر کے گمراہ کرے۔ تو ہمارا ولی یعنی کارساز ہے اس کارسازی کی وجہ سے اوّل تو ہماری بیماریاں دور کر دیجئے گناہ معاف کیجئے، فَاغْفِرْ لَنَا اور پھر اس کے اثر بد کو بھی عائد نہ ہونے دیجئے وَارْحَمْنَا اور پھر ہم کو سعادت دارین سے بھی بہرہ ور کر اُكْتُبْ لَنَا ... الخ کیونکہ اِنَّاۤ اِلَيْكَ (ھدنا تبنا و رجعنا الیک قال اللیث الھود التوبۃ) ہم نے تیری طرف گناہ اور نافرمانی ترک کر کے رجوع کیا۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے: عذابی اصیب ... الخ کہ مجھ میں وصف غضب بھی ہے جس کو چاہوں اس میں مبتلا کروں اور میری رحمت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ

الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع

ترجمہ:......سو اس کو تو میں انہیں کے لئے لکھے دیتا ہوں کہ جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں﴿۱۵۶﴾۔ ان کے لئے جو رسول ﷺ یعنی نبی اُمّی کی پیروی کریں گے جس کو وہ اپنے ہاں توریت و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔ جو ان کو اچھی باتوں کا حکم دے گا اور ان کو بری باتوں سے روکے گا اور پاک چیزیں اُن کے لئے حلال کرے گا اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرے گا اور ان سے بار گراں ❶ کو اور ان طوقوں کو جو ان کے گلے میں پڑے تھے اُتار ڈالے گا۔ پھر جو کوئی ان پر ایمان لاوے گا اور ان کی عزت و مدد کرے گا اور اس روشنی پر چلے گا جو اس کے ساتھ نازل کی جاوے گی سو وہی کامیاب ہوں گے﴿۱۵۷﴾۔

ترکیب:......الذین... الخ یہ جملہ محلاً مجرور ہے کیونکہ صفت ہے للذین مجرور کی اور مبتدا بھی ہوسکتا ہے اور اس کی خبر یامرھم یا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہے النبی الامی الذین، الرسول کی صفت، مکتوباً حال ہے یَجِدُوْنَهٗ کی ضمیر سے والمراد یَجِدُوْنَ اسمه عندھم۔ مکتوباً یا یجدون سے متعلق ہے۔ یامرھم اور ینھٰھم اور یحل اور یحرم اور یضع سب جملہ حال ہیں النبی سے یا مستأنفہ ہیں فالذین مبتدا امنوا بہ وعزّروہ ونصروہ واتبعوا اس کے صلہ اُولٰٓئِكَ......الخ خبر۔

وہ احکامِ الٰہی جو بندوں کی سعادت کا ذریعہ ہیں

تفسیر:......موجودات میں سے کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو میری رحمت گھیرے ہوئے نہ ہو۔ ادنیٰ مرتبہ وجود ایک ایسی نعمت عام ہے جس سے کوئی شے بھی محروم نہیں مگر اس کے بعد جو اور صدہا نعمتیں ہیں ان کا تو کوئی حساب ہی نہیں علاوہ اس کے بالذات اس کے نزدیک کوئی چیز مبغوض نہیں اگر اس کو نفرت ہے تو بالعرض بندوں کے برے افعال پر۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! بنی اسرائیل اور نسل ابراہیم (علیہ السلام) کو اس رحمت خاصہ سے کہ جس کا تو اپنی قوم کے لئے سوال کر رہا ہے کچھ خصوصیت نہیں بلکہ اس رحمت کو میں ان لوگوں کے لئے لکھتا ہوں کہ جو یتقون ویؤتون الزکوٰۃ......الخ یعنی جن لوگوں میں یہ اوصاف مذکورہ ذیل پائے جاتے ہیں وہ اس رحمت سرمدی کے مستحق ہیں۔

واضح ہو کہ احکام الٰہی جو بندے کی سعادت کا ذریعہ ہیں دو قسم کے ہیں اوّل: ترک کرنا یعنی جو باتیں اس کے حق میں بری ہوں اور جن کا اثر بد اس کی روح پر پہنچتا ہو ان کو چھوڑ دینا ان سے بچنا الگ رہنا جیسا کہ زنا، چوری، تکبر، حسد، قتل ناحق، خیانت، دغابازی، جھوٹ بولنا، ناپاک چیزوں کا کھانا، ماں باپ سے بدسلوکی کرنا، اقارب اور دوستوں سے برائی کرنا، وغیرہ، سو ان کی طرف اجمالاً اس لفظ میں اشارہ کر دیا یتقون یعنی جو تقوے کرتے ہیں، بری باتوں سے باز رہتے ہیں۔ دوم: کرنا یعنی اچھی باتوں کو عمل میں لانا پھر عمدہ کاموں کی دو نوع ہیں۔ نوع اوّل وہ جو مال سے متعلق ہیں صدقہ و خیرات اقارب کے ساتھ نیک سلوک اس کو یؤتون الزکوٰۃ میں بیان فرمایا اگر سب بر و احسان کے کاموں میں مال صرف نہ کر سکے تو چالیسواں حصہ جس کو زکوٰۃ شرعی کہتے ہیں ادا کرنا ضرور ہے اسی لئے بعض علماء نے زکوٰۃ سے مراد اس جگہ زکوٰۃ فرض لی ہے۔ نوع دوم وہ افعال جو اس کی ذات سے متعلق ہیں پھر ان کی بھی دو قسم ہیں اوّل وہ جو قوت نظریہ یعنے علم سے متعلق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت و رسولوں پر ایمان لانا۔ دوم: وہ جو قوت عملیہ سے متعلق ہیں سجدہ کرنا، روزہ رکھنا وغیرہ ذلک ان دونوں قسموں کی طرف وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ میں اشارہ ہے۔ نظریات تو ظاہر ہیں باقی عملیات اس سے طرح پر سمجھے جاتے ہیں کہ جب کوئی شے پائی جاتی ہے تو اس کا مقتضی بھی پایا جاتا ہیں اور آیاتِ الٰہی پر ایمان لانے کا مقتضی یہی ہے کہ اعمال صالحہ بھی

❶......بار گراں وہ سخت احکام ہیں کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اہل کتاب کے لئے تھے اور اسی طرح طوق وہ اس کی نافرمانی کی پھنکاریں ہیں جو وقتاً فوقتاً ان کے گلوں میں ڈالی گئیں ان سب باتوں کو رسول امی یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی امت سے دور کر دیں گے ۱۲ منہ۔

کرے اس لئے کہ ایمان کامل کے اندر تینوں باتیں ہونی چاہئیں تصدیق بالجنان، اقرار باللسان، عمل بالارکان (اعضاء)۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ہے کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) جس رحمت خاصہ کا تو خواستگار ہے تیرے عہد میں تو یہ اس شخص کو حاصل ہوگی جس میں اوصاف مذکورۂ بالا ہوں گے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ اس کو نصیب ہوگی کہ جو نبی اُمی پر ایمان لائے گا اور ان کا اتباع کرے گا تا کہ فلاح نصیب ہو ورنہ اس کا تقویٰ اور زکوٰۃ دینا کافی نہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو صفات کا تذکرہ:...... اس جگہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نو صفتیں بیان فرمائیں (۱) وہ رسول ہوگا (۲) نبی ہوگا۔ رسول کے بعد نبی کا ذکر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عام طور کا رسول نہ ہوگا بلکہ رسولوں میں نبی ہوگا۔ جس طرح کہ سادات کے سردار کو شیخ السادات کہتے ہیں یا کہتے ہیں بادشاہوں کا سردار اور اس میں یہ بھی رمز ہے کہ رسالت میں شان توجہ الی الخلوق اور نبوت میں شان توجہ الی الخالق غالب ہوتی ہے یا بالعکس (۳) باوجود اس رسالت اور نبوت کے وہ اُمی ❶ ہوگا علوم رسمیہ اور نوشت خواند رسمیہ حاصل نہ کی ہوگی مگر باوجود اس کے تمام علم الاوّلین والآخرین کا سرچشمہ ہوگا حقیقت میں یہ ایک بڑا ظاہر معجزہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت خاص ہے (۴) کہ یہ لوگ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توراۃ و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کی دینی کتابوں میں کہ جن کو وہ توریت و انجیل سمجھتے تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک نہ ہوتا تو آپ کو الزام دیتے اور آپ بھی باوجود خواستگاری ایمان قبول کرنے کے افتراء نہ باندھتے جو باعث نفرت اور بداعتقادی ہوتا اس وقت یہود و نصاریٰ کا اس امر میں الزام نہ دینا اور گردن نیچے جھکا لینا بغیر اس کے ممکن نہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس توراۃ و انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اور صفات اور مولد سب کچھ لکھا ہوا تھا جیسا کہ اس وقت کے بہت سے علمائے اہل کتاب کے اقرار اور شہادات سے ثابت ہوا ہے اور جب کہ انبیائے بنی اسرائیل نے اور شلیم اور شام اور بیت المقدس کی بابت چھوٹے چھوٹے حوادث کی خبر دی تو کیا اس عظیم حادثہ کی کوئی بھی خبر نہ دیتا کہ سینکڑوں برسوں تک شام اور بیت المقدس کے در و دیوار سے اسلام جلوہ گر ہے اور رہے گا پس ضرور خبر ہوگی حالانکہ آج کل ہم کو اس توریت و انجیل میں آنحضرت علیہ السلام کا نام پاک اور صفات نہیں ملے جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے تحریف کر دی یا وہ اصل کتاب مفقود ہوگئی مگر آفتاب کہیں فانوس میں چھپ سکتا ہے یا اس پر کوئی چادر کا پردہ ڈال سکتا ہے؟ دیکھو آج کل کی توریت سفر استثنا باب ۱۸ اور انجیل یوحنا باب ۱۴ اور دیگر صحائف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشارات کس قدر جلوہ گر ہیں۔ انجیل مذکور کے مقام مذکور میں اور انجیل برنباس میں اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا ہے اور لفظ فارقلیط کہ جو لفظ احمد کا ترجمہ ہے قدیم نسخوں میں صاف موجود ہے اور اس بحث کو ہم بارہا بحوالۂ کتب مسلّمہ اہل کتاب ثابت کر چکے ہیں۔ (۵) یہ کہ وہ لوگوں کو نیک باتیں تعلیم کرے گا۔ (۶) یہ کہ وہ بری باتوں سے منع کرے گا اس میں کوئی مؤرخ شک نہیں کرتا عہد آدم علیہ السلام سے لے کر جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ و پند نے دنیا میں اثر کیا عالم تاریک کو منور کر دیا بت پرستی کی جڑ کاٹ دی، درندوں کو ملکی صفات بنا دیا ایسا کسی کے وعظ نے اثر نہیں کیا پھر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل نبوت کی ہوگی۔ مثلاً کوئی کاتب ہونے کا دعویٰ کر کے نہایت عمدہ لکھ کر دکھاوے تو اب بجز کوڑ مغز کے اور کون اس کے کاتب بلکہ خوش نویس ہونے میں شک کر سکتا ہے اس کا کمال ہی اس کی دلیل ہے ؎ آفتاب آمد دلیل آفتاب: (۷) لوگوں کے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال کرے گا۔ (۸) ناپاک اور گندی چیزیں حرام کرے گا یعنی اس کی شریعت عقل سلیم کے فطرتی اصول پر مبنی

---

❶ ... اُمی بضم ہمزہ منسوب بطرف ام یعنی اصل اعنی یہ شخص جس اصل فطرت پر پیدا ہوا ہے اس پر قائم ہے یا امۃ عرب کی طرف منسوب ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے نحن امة امیة لانکتب ولا نحسب، یا اُم القریٰ مکہ کی طرف منسوب ہیں اور بفتح ہمزہ بھی آیا ہے بمعنی قصد کیونکہ آپ مقصود ہیں مگر باوجود اس کے آپ کو اللہ تعالیٰ نے وہ علوم عطا کئے تھے جو کسی کو بھی نہیں دیئے گئے پھر آپ کو اُمی کہنا اور یہود سے پوچھنے کا محتاج ثابت کرنا جیسا کہ بعض خطبہ کرسٹن لکھ چکے ہیں صریح کفر ہے ۱۲ منہ

ہوگی اہل عقول صافیہ کو آپ کی شریعت کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تردد نہ ہوگا ہر بات حکمت پر مبنی دیکھ کر۔(۹) وہ بنی اسرائیل پر احکام سخت شریعت موسویہ کے بارگراں اور جو طوق ان کے گلوں میں پڑے ہوئے ہوں گے سب اُتار دے گا۔ اور شریعت موسویہ کی سختی دیکھنی منظور ہو تو توریت موجودہ میں سے سفر احبار و سفر خروج و عدد دیکھے تو معلوم کرے گا کہ بنی اسرائیل کی گردنوں پر کیسے بھاری طوق ڈال کر ان کو مسخر کیا تھا اس کے بعد فرماتا ہے کہ پھر جو کوئی اس رسول اور اس کی کتاب پر جو نور ہے ایمان لائے گا اور رسول ﷺ کی عزت و مدد کرے گا تو فلاح پائے گا۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْیٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤی اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمہ:......(اے نبی ﷺ!) کہہ دو لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں کہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے، سو اللہ تعالیٰ اور اس کے اس رسول نبی اُمی پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم کو رستہ ملے ﴿۱۵۸﴾۔ اور موسےٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک ایسا بھی گروہ ہے کہ جو حق کی رہنمائی کرتا اور حق سے انصاف کرتا ہے ﴿۱۵۹﴾۔

ترکیب:......جمیعاً حال ہے الیکم سے الذی......الخ جملہ صفت ہے اللہ کی جو مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اُمۃ موصوف یھدون ویعدلون صفت مجموعہ مبتدا مؤخر من قوم موسیٰ خبر مقدم۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے

تفسیر:......موسیٰ علیہ السلام کے جواب میں فرمایا تھا کہ میں اس رحمت خاصہ کو متقیوں کے لئے مقرر کرتا ہوں شرط یہ قرار پائی تھی کہ وہ نبیٔ آخر الزماں علیہ السلام کا بھی اتباع کریں کہ جس کا لقب نبی اُمی ہے۔ اب اس جگہ آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ آپ ﷺ اس عہد کے مطابق سب بنی آدم کو خبر دیجئے کہ وہ نبیٔ اُمی جس پر ایمان لانے پر حصول رحمت کا مدار ہے میں ہی ہوں۔ میں تم سب کی طرف نبی ہو کر آیا ہوں سو تم ایمان لاؤ اور اتباع کرو۔ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا جمہور اہل اسلام اس آیت سے یہ بات کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ تمام عالم کے لئے نبی ہیں۔ دنیا میں آپ ﷺ کے ظہور کے بعد بموجب اس وعدے کے جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا کسی کی کوئی طاعت قابل پزیرائی نہ ہوگی جب تک کہ وہ آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لائے گا جیسا کہ آپ ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی میری خبر پا کر جو مجھ پر ایمان نہ لائے گا جہنم میں جائے گا۔ (رواہ مسلم) یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جن لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی خبر نہ پہنچی تو وہ معذور ہیں بشرطیکہ توحید پر قائم ہوں یہاں سے یہود و نصاریٰ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ عرب کے نبی ہیں یہ نبوت عامہ بھی آنحضرت ﷺ کا خاص حصہ ہے۔ اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ......الخ یہ دعویٰ چونکہ بڑا بھاری دعویٰ ہے اس لئے اوّل تو اس کا

امکان ثابت کرنا چاہیے کیونکہ بہت سے نبوت کے قائل ہی نہیں جیسا کہ آج کل آریہ اور پھر بعد امکان کے آنحضرت ﷺ کا ایسا ہونا اول بات کا ان لفظوں سے اثبات کیا۔ مگر یہ ثبوت تین باتوں پر موقوف تھا۔ اول: یہ کہ اس جہان کا کوئی مالک و متصرف بھی ہو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نہیں تو پھر اس کی طرف سے پیغام کیسا اور پیغمبری کیا؟ اس لئے اس بات کو اَلَّذِیْ لَہٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں ثابت کیا کہ آسمانوں اور زمین کے حالات و تصرفات میں نظر کرنے سے یہ تو ہر اہل عقل مانتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا بنانے والا ہے جس کی ان پر بادشاہت ہے دوم: یہ کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ایک شخص ہو کیونکہ اگر کئی ہوں تو ممکن ہے کہ یہ رسول جو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیتا ہے دوسرے اللہ کا بندہ ہو اور یہ احکام اس کی مرضی کے برخلاف ہوں اس بات کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں ثابت کیا۔ سوم: یہ کہ عالم حشر و نشر بھی ہو، جہاں رسول کی اطاعت و نافرمانی کا ثمرہ ظاہر ہوتا ہو کیونکہ اگر یہ نہیں تو مرنے کے بعد نیست ہو گئے رسول کو مانا تو کیا ملا اور نہ مانا تو کیا گیا اس لئے اس بات کو یحیی و یمیت میں ثابت کیا جو یہاں زندہ کرتا ہے وہ کیا دوبارہ نہیں کر سکتا؟۔

معجزات کی دو قسمیں:..... اس کے بعد آنحضرت ﷺ کے رسول برحق ہونے کے دلائل کی طرف اشارہ کرتا ہے نبوت کا ثبوت معجزات سے ہے سو آنحضرت ﷺ کے معجزات دو قسم پر ہیں ایک وہ جو آپ ﷺ کی ذات کریم میں ودیعت رکھے گئے ہیں وہ بہت سے ہیں۔ از انجملہ آپ ﷺ کا اُمی ہو کر تمام اسرار الٰہیہ مبدء و معاد و احکام و قصص انبیائے سابقین کا بیان کرنا اس کی طرف رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ میں اشارہ ہے اور اس میں اس وعدہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا جس کا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو اعلان کیا جیسا کہ سفر استثناء میں ہے۔ دوم: وہ جو خارق عادت باتیں آپ ﷺ سے سرزد ہوئیں جیسا کہ چاند کا شق کرنا، انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، جن کو کلمات الٰہی کہا جاتا ہے ان کی طرف یُؤْمِنُ بِاللہِ وَکَلِمٰتِہٖ میں اشارہ مع لحاظ تقدیم اہم یالذات ایمان باللہ کے ہے اس کے بعد وَاتَّبِعُوْہُ فرمانا کلام کو مدلل کر کے نتیجہ نکالنا ہے پھر بنی اسرائیل کی طرف التفات کرتا ہے کہ ان میں سے بعض حق پرست اور منصف بھی ہیں جیسا کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ سو انہوں نے بے تردد اس رسول کو مان لیا۔

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمہ:..... اور بنی اسرائیل کے ہم نے بارہ قبیلے الگ الگ کر دیئے۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف جب کہ اس کی قوم نے اس سے پانی مانگا تو یہ وحی کی تھی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو۔ (چنانچہ مارا) پھر تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر ایک شخص کو اپنا اپنا گھاٹ معلوم ہو گیا۔ اور ان پر بادل کا سایہ کر دیا اور ان پر من و سلویٰ اُتارا۔ (اور فرمایا) ہماری دی ہوئی پاک چیزوں میں سے کھاؤ (پیو) اور ہم نے تو ان پر کچھ ظلم نہیں کیا لیکن وہی خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

ترکیب:...... قطعنا بمعنی صیرنا تب اثنتی عشرۃ ممیز اسباطا تمیز بلکہ بدل لانہ جمع ۔امما دوسرا بدل مجموعہ مفعول ثانی ورنہ تقدیر یوں ہوگی فرقناھم فرقا۔ان اضرب ان مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے اس تقدیر پر یہ مفعول او حینا ہوگا اور بمعنے ای بھی ہوسکتا ہے تب یہ او حینا کی تفسیر ہوگی اثنتا عشرۃ ممیز عینا تمیز یہ انجبست کا فاعل منہ اس سے متعلق انفسھم منصوب ہے یظلمون سے الانبجاس الانفجار۔والاسباط جمع السبط ھو ولد الولد والمراد بھا القبائل۔

بنی اسرائیل کے قبائل اور ان پر رب تعالیٰ کی عنایات

تفسیر:...... یہاں بنی اسرائیل پر جو کچھ اس نے ان بیابانوں میں انعام وعنایت کی ان کا ذکر فرماتا ہے کہ باوجودیکہ اُنھوں نے قلزم کا معجزہ دیکھا جس میں ان پر بڑی عنایت تھی کہ ان کو اس سمندر کی کھاڑی سے خشک نکال دیا اور ان کے مخالف اور دشمن کو ان کی آنکھوں کے روبرو مع فوج وحشم غرق کیا مگر پھر پار اُتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک اور معبود کی استدعاء کی اور پھر اس کی غیبت میں جب کہ وہ کوہ سینا پر چالیس روز غائب رہے تو سونے کا بچھڑا بنا کر پوجا مگر اس کے بعد بھی ہم نے ان پر یہ عنایت کی اور اس پر وہ دن بدن یہ نافرمانیاں اور سرکشیاں کرتے تھے۔یہ واقعات کوہ سینا سے کوچ کرنے کے بعد ظہور میں آئے تھے۔اس تمام قصہ کی تفصیل سورۂ بقرہ میں بضمن تاریخ بنی اسرائیل بیان ہوچکی ہے وَقَطَّعْنٰهُمُ یعنی انتظام بنی اسرائیل کے لئے ہم نے ان کے بارہ فرقے مقرر کردیئے ہر ایک کو اسباط کہتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ان میں سے ہر ایک کی اولادیں سبط جداگانہ تھا۔

بنی اسرائیل کے لیے چشموں کا جاری ہونا:...... وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى یہ ایک بیابان کا ذکر ہے جہاں کہ بنی اسرائیل نے اپنے خیمے قائم کئے اور وہاں پانی نہ تھا نہ کوئی دریا تھا نہ چشمہ کنواں نہ تالاب۔لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کی درخواست کی تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس پتھر پر اپنا عصا مار جس سے اس میں سے بارہ چشمے بہنے لگے جس میں سے ہر ایک بار وقوع میں آئی یہ نہیں کہ ہمیشہ اسی پتھر میں سے پانی پیا کرتے تھے اور اس کی بھی قرآن مجید سے کچھ ثبوت نہیں کہ بنی اسرائیل اس پتھر کو ساتھ ساتھ لادے پھرتے تھے اور یہ کہ یہ وہ پتھر تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا تھا۔وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ ان بیابانوں میں سایہ دار درخت اور سایہ کا تمام قوم کے لئے سامان بھی کم تھا لوگوں کو سخت تکلیف تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر ابر قائم کردیا ان کا خیمہ ان کے ساتھ رہتا تھا وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى جب اللہ تعالیٰ نے اس بیابان میں پانی اور قدرتی سائبان عطا کیا تھا تو وہاں نہ کھیتی ہوتی تھی نہ اناج بہم پہنچ سکتا تھا ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیجا جس کی تفسیر سورۂ بقرہ میں ہوچکی مگر اس پر بھی بنی اسرائیل كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اپنی ہی جانوں پر ستم ڈھاتے تھے جو نافرمانی پر نافرمانی کرتے تھے۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع ۱۰

ترجمہ:......اور جب کہ ان کو (بنی اسرائیل کو) حکم ہوا کہ اس گاؤں میں چل رہو اور وہاں (جا کر) جہاں سے چاہو کھاؤ (پیو) اور اس کے دروازہ میں سے سجدہ کرتے ہوئے جانا، تو ہم تمہارے سب گناہ معاف کر دیں گے۔ (اور) نیکوں کو ہم عنقریب زیادہ انعام دیں گے۔⑯ پھر تو ان میں سے نالائقوں نے جو کچھ ان سے کہا گیا اس کو دوسری بات سے ف بدل دیا تب ہم نے بھی ان پر آسمان سے ایک بڑی بلا نازل کر دی (یہ ضرور) ان کی بدکاریوں کی وجہ سے۔⑰

ترکیب:......قیل سے لهم متعلق ہے، اسکنوا......الخ جملہ مفعول مالم یسم فاعلہٗ هٰذه القرية صفت وموصوف مفعول فيه حطة خبر ہے مبتدا محذوف کی أي امرنا حطة۔ سجدًا حال ہے ادخلوا کے فاعل سے نغفر مجرور ہے جواب امر کی وجہ سے قولاً بدل کا مفعول موصوف غير الذي صفت یا حال قيل کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ ضمیر ہے جو الذی کی طرف راجع ہے۔

بنی اسرائیل کو شہر اریحا میں عاجزی سے داخل ہونے کا حکم

تفسیر:......یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کا قصہ ہے ان کے خلیفہ یوشع ابن نون کا جب کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ملک شام میں پہنچے اور یردن کو عبور کیا۔ اس قریہ سے مراد شہر یریحو ہے جس کو اریحا بھی کہتے ہیں یہ شہر یروشلم سے بیس میل اور دریائے یردن سے ۹ یا سات میل کے فاصلہ پر آباد تھا اب اس جگہ یا اس کے متصل ایک چھوٹا سا قصبہ آباد ہے جس میں اعراب یعنی بدوی لوگ اکثر رہتے ہیں۔ اس شہر پر بنی اسرائیل سے اور کنعانیوں سے بڑی لڑائی ہوئی اور آخر بنی اسرائیل نے فتح پائی اور شہر کو غارت کر دیا۔ اسی شہر کے اس واقعہ کا اللہ تعالیٰ یہاں ذکر فرماتا ہے کہ ان سے یعنی بنی اسرائیل سے کہا گیا (غالباً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وصیت کی ہوگی) کہ جب تم اس شہر میں گھسو تو اس کے پھاٹکوں میں سے سجدہ یعنی سرنگونی اور فروتنی کرتے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے جرموں کی جو تم نے میرے روبرو کئے ہیں معافی مانگتے گھسنا تاکہ ملک شام میں ہمیشہ تم پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت رہے اور تمہارے دشمن مغلوب رہیں۔ (یا خاص اسی وقت یشوع علیہ السلام نے حکم دیا ہوگا)۔ مگر یہ جو وہاں پہنچے تو بجائے عاجزی اور فروتنی کے اترانے لگے اور وہاں کی لُوٹ چھپانے لگے جس کا چھپانا ان پر سخت جرم تھا اصلی حکم کو بدل دیا اس لئے ان پر آسمانی بلا نازل ہوئی یعنی عی کے لوگوں نے بنی اسرائیل کو شکست دے کر ان کے لوگوں کو قتل کیا یہ واقعہ کتاب یشوع کے ۷ باب میں کسی قدر مذکور ہے: اور خداوند کے عہد کے صندوق کے آگے شام تک پڑے رہے اور اپنے سروں پر خاک ڈھری۔ اور یشوع بولا ہائے اے خداوند مالک! تو اس قوم کو کس لئے یردن پار لایا......الخ تب خداوند نے فرمایا اُٹھ کھڑا ہو کس لئے یوں اوندھا پڑا ہے؟ بنی اسرائیل نے گناہ کیا اور انہوں نے اس عہد سے جس کی بابت میں نے ان کو حکم دیا عدول کیا کیونکہ انہوں نے حرام چیزوں میں سے بھی کچھ لیا اور چوری بھی کی اور ریاکاری بھی کی اور اپنے اسباب میں ملا بھی لیا اس لئے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکے لعنتی ہوئے۔

وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ (وقف لازم)
تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ
كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ⑯ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ

(معانقۃ عند المتاخرین)

ف: بجائے حطة کے حنطة کہنے لگے ۱۲

قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾

ترجمہ:......اور (اے نبی ﷺ!) آپ ان (یہود) سے اس شہر والوں کا حال تو پوچھئے جو سمندر کے کنارے آباد تھا۔ جب کہ وہ سبت کے دن حد سے بڑھنے لگے جب کہ ان کے سبت کا دن ہوتا تو ان کے پاس مچھلیاں پانی پر تیر آتیں اور جس دن سبت کا نہ ہوتا تو نہ آتیں، یوں ان کو ہم آزمانے لگے۔ان کی بدکاری کی وجہ سے ﴿۱۶۳﴾ اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے کہا کہ کیوں ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہو کہ جن کو اللہ تعالیٰ ہی ہلاک کرنا یا سخت عذاب دینا چاہتا ہے۔ وہ بولے اللہ تعالیٰ سے بری الذمہ ہونے کے لئے اور شاید کہ وہ ڈر بھی جائیں ﴿۱۶۴﴾ پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان سے کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچا لیا کہ جو برائی سے منع کرتے تھے اور گناہگاروں کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے برے عذاب میں مبتلا کیا ﴿۱۶۵﴾ پھر جب کہ وہ جس چیز سے منع کئے گئے تھے باز نہ آئے۔ تو ہم نے حکم کر دیا کہ پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ ﴿۱۶۶﴾۔

ترکیب:......اذیعدون، حاضرۃ کا ظرف بھی ہو سکتا ہے یہ اصل میں یعتدون تھا اب اس کو مخفف بھی پڑھ سکتے ہیں اور مشدد بھی۔ اذتاتیھم ظرف ہے یعدون کا حیتان جمع حوت وکوی سے بدل گیا شرعا حال ہے حیتانھم سے یوم لایسبتون ظرف ہے لاتاتیھم کا معذرۃ مفعول لہ ہے ای وعظنا للمعذرۃ۔

یہود کا سبت کے حکم کی خلاف ورزی کرنا اور رب تعالیٰ کی پکڑ

تفسیر:......یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں گزرا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت بعد کا جب کہ بنی اسرائیل ملک شام میں آ گئے اور یہاں کی سلطنت ان کی قوم میں ایک عرصہ سے قائم ہوگئی۔ یہ قصہ بھی سورۂ بقرہ کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے۔ عن القریۃ، اس قریہ سے مراد وہ گاؤں ہے جہاں یہ واقعہ گزرا ہے جس کو علمائے مؤرخین ایلہ کہتے ہیں اور اس گاؤں سے سوال کرنے سے مراد ان لوگوں کے حال سے سوال کرنا ہے، اور سوال کس سے کرے؟ بنی اسرائیل یعنی یہود سے جو آنحضرت ﷺ سے مقابل تھے۔ اور سوال کرنے کا جو حضرت ﷺ کو حکم دیا تو یہ کوئی فرض واجب کے طور پر نہیں بلکہ وَسْئَلْهُمْ......الخ سے مقصود یہ ہے کہ یہ واقعہ یہود کو بخوبی معلوم ہے اس کا تواتر ان کے ہاں چلا آتا ہے خواہ ان سے پوچھ کر دیکھ وہ ہرگز انکار نہ کریں گے نہ یہ کہ آپ ضرور ان کے پاس جا کر پوچھیے جس کے مطابق آپ ﷺ پوچھنے بھی گئے ہوں بلکہ آپ ﷺ کو خود یقین تھا پوچھنے کی کیا ضرورت؟ یہ ایک محاورہ کی بات ہے جس سے مقصود یہ کہ مخاطب کو بھی اس بات کا اقرار ہے۔ اور غرض اس قصہ سے یہود کی پشتینی سرکشی ظاہر کرنا ہے جو وہ آنحضرت ﷺ سے بھی برسر پرخاش تھے خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ یہود کو سبت یعنی ہفتہ کے روز شکار اور دنیاوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی اس گاؤں کے لوگ سمندر کے کنارے بستے تھے، پانی کی نالیاں مچھلیاں آنے کے لئے کھود رکھی تھیں۔ سو ہفتے کے روز مچھلیاں آتیں اور دنوں میں نہ آتیں انھوں نے ہفتہ کے روز شکار کرنا شروع کیا بعض لوگوں نے منع کیا اور بعض نے کہا ان لوگوں پر کوئی بلا آیا چاہیے منع کرنے سے یہ نہ مانیں گے انھوں نے کہا بیشک مگر ہم تو بری الذمہ ہو جاویں۔ آخر جب کھلم کھلا سرکش ہو گئے تو ان کے چہروں میں اس قسم کا ورم ہوا جس سے بندروں کی شکل معلوم ہونے لگی

آخر اس میں تین روز بعد مر گئے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ
مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا
الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ
عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ
وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ
بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

ترجمہ: ...... (اور یاد کرو) جب کہ ان کے رب نے (بنی اسرائیل کو) اعلان کر دیا تھا کہ ان پر قیامت تک ایسے لوگ مسلط کرتا رہے گا کہ جو ان کو سخت تکلیف پہنچاتے رہیں گے۔ البتہ آپ کا رب جلد عذاب کرنے والا ہے۔ اور وہ معاف کرنے والا نہایت مہربان بھی ہے ﴿۱۶۷﴾ اور بنی اسرائیل کو ہم نے زمین پر متفرق جماعتیں کر کے بکھیر دیا، کچھ تو ان میں سے نیک ہیں اور کچھ ان میں سے دوسری طرح کے بھی ہیں اور ہم نے ان کو نعمتوں اور سختیوں سے (دونوں طرح سے) آزمایا تا کہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں ﴿۱۶۸﴾ پھر ان کے بعد ایسے ناخلف کتاب کے وارث ہوئے جو اس دنیائے خسیس کی چیزیں (ناجائز طور پر) لیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ ہم کو معاف ہی ہو رہے گا۔ اور اگر ایسا ہی اور اسباب (دنیا) ان کے پاس آ جاوے تو اسے بھی لے کر رہیں۔ کیا ان سے کتاب ❶ میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت سچ بات کے سوا اور کچھ نہ کہیں گے اور جو کچھ اس کتاب میں ہے اس کو پڑھ چکے ہیں۔ اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے ﴿۱۶۹﴾ کیا تم نہیں سمجھتے؟ اور جو لوگ کتاب کو خوب پکڑے ہوئے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں تو ہم بھی نیکوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے ﴿۱۷۰﴾۔

ترکیب: ...... تاذن بمعنے اذن ای اعلم الی یوم القیامۃ تاذن سے متعلق سؤ العذاب مصدر مضاف ہے۔ امما مفعول ثانی ہے یا حال ہے۔ منہم الصلحون، امم کی صفت یا بدل۔ دون ذلک ظرف یا خبر ورثوا الکتاب صفت ہے خلف کی یاخذون حال ہے ضمیر ورثوا سے۔ ودرسوا معطوف ہے ورثوا پر الم یؤخذ جملہ معترضہ ہے۔ میثاق الکتاب مفعول مالم یسم فاعلہ یؤخذ کا ان لایقولوا ...... الخ تفسیر ہے میثاق کی والدار الآخرۃ مبتدا خبر ...... الخ والذین مبتدا یمسکون معطوف علیہ و اقاموا اس پر معطوف انا لانضیع خبر۔

❶ یعنی کیا توریت میں عہد نہیں لیا ہے کہ سچ ہی کہیں گے رشوت نہیں کے انصاف کریں گے، اس کو پڑھ چکے ہیں ۱۲ منہ۔

یہود کی دائمی محکومی

تفسیر :..... ان خوفناک واقعات کے سننے کے بعد یہودی یہ خیال کرتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا ہم سے پہلے لوگوں پر ہوا ہم پر نہ ہوگا بلکہ ہم سے اللہ تعالیٰ کا عہد ہے کہ ہم کو ابد تک آبرومند کرے گا۔ اس خیال فاسد کو دفع کرتا ہے کہ یہ عہد نیکوں اور انبیاء علیہم السلام کے فرمانبرداروں کی نسبت ہے نہ کہ بدکاروں کے لئے کیونکہ واذیادکرو جس وقت تَاَذَّنَ رَبُّکَ ..... الخ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل کی معرفت یہ اعلان کر دیا تھا کہ اگر تم بدی کرو گے تو وہ ابد تک تم کو تمہارے دشمنوں کے ہاتھوں میں دے دیگا جو تم کو سخت تکلیف میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ سفر استثناء کے گیارہویں باب ۲۸ ورس میں اور نیز ۸ باب ورس ۱۹ میں بھی یہ موجود ہے مگر بنی اسرائیل نے بدکاری کی اس لئے داؤد علیہ السلام کے بعد سے جوان پر دشمن مسلط ہونے شروع ہوئے آج تک ہیں کبھی بابل اور نینوی کے بادشاہوں نے بنی اسرائیل کو غلام بنایا، کہیں شاہان مصر نے برباد کیا پھر سکندر اعظم کے عہد سے لے کر آج تک یہودی محکوم و اسیر چلے آتے ہیں اور وقتاً فوقتاً ان پر قہر الٰہی بھڑک اٹھتا ہے جو لوگوں کے ہاتھوں سے سخت سخت اذیتیں پاتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا ہے کہ سب بنی اسرائیل برابر نہ تھے وَقَطَّعْنٰهُمْ ..... الخ ان میں نیک بھی تھے اور بد بھی مگر اس کے بعد تو اکثر ناخلف وارث و مالک کتاب یعنی توراۃ کے بن گئے جو لوگوں سے دینی امور میں رشوت لیتے اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معاف کرے گا مگر آئندہ بھی وہی قصد رکھتے ہیں یعنی باوجود اس لفافہ کی توبہ کے اگر پھر کوئی دے تو لینے کو موجود ہیں باوجود یہ کہ ان سے عہد لیا گیا تھا کہ حق بیان کرنا مگر اب اپنی دنیاوی آمدنی فوت ہونے کے خوف سے امر حق یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کو چھپاتے ہیں اور آخرت کو دنیا کے بدلے میں کھو بیٹھے ہیں حالانکہ دنیا سے آخرت کا گھر بہتر ہے جہاں سدا رہنا ہے لیکن یہ احمق سمجھتے نہیں۔ مگر اب بھی جو ان میں راہ راست پر قائم ہیں ہم ان کے اجر ضائع نہ کریں گے۔ اس میں عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ خدا پرست اہل کتاب کی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ

اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ

اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ

قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوْ

تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

ع

ترجمہ: ... اور جب ... بنی اسرائیل ... پہاڑ اٹھایا ... [illegible]

• ... [illegible] ... فوقہم الطور ... [illegible]

نے تم کو دیا اس کو مضبوطی سے لو اور جو اس میں ہے اس کو یاد کرو تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۞ اور جب کہ آپ کے رب نے بنی آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو باہر نکالا اور انہی کو ان پر گواہ بنا کر (یہ کہا) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کہا کیوں نہیں۔ہم گواہ ہیں۔یہ اس لئے (کیا) تا کہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۞ یا یہ کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد سے تھے۔ ❶ پھر (اے خدا تعالیٰ) کیا تو ہم کو بیہودہ لوگوں کے کام سے ہلاک کرتا ہے۔اور ہم یوں کھول کر آیتیں بیان کرتے ہیں اور تا کہ وہ رجوع کریں۞۔

ترکیب:...... الجبل مفعول ہے نتقنا بمعنی رفعنا کا اور فوقهم اس کا ظرف ہے۔ و ظنوا جملہ معترضہ یا معطوف ہے نتقنا پر یا حال۔ اِنَّہٗ جملہ قائم مقام دو مفعولوں کے۔ من ظهورهم بدل ہے بنی آدم سے بدل الاشتمال باعادة الجار۔ ذریتهم، اخذ کا مفعول۔ الست بربكم بیان ہے اشهدهم کا ان تقولوا مفعول لہٗ ہے اشهد کا ای مخافة ان تقولوا اور اسی طرح او تقولوا جملہ محل تعلیل میں ہے۔

تفسیر:......اس جملہ معترضہ کے بعد پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا یہ واقعہ (جو کوہِ سینا کے پاس گزرا تھا) یہ بات بتلانے کے لئے بیان کرتا ہے کہ بنی اسرائیل سے ان کے سر پر پہاڑ اُٹھا کر عہد لیا گیا تھا اس پر بھی وہ اس عہد کے پابند نہ رہے۔یہ قصہ بڑی تفصیل کے ساتھ تاریخ بنی اسرائیل میں تفسیر سورۂ بقرہ کے ذیل میں بیان ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ ......الخ چونکہ بنی اسرائیل سے عہد لینے کا ذکر آیا تھا اس لئے مناسب ہوا کہ بلاخصوصیت بنی اسرائیل اپنے اس عہد کو بھی یاد دلائے جو اس نے تمام بنی آدم سے لیا ہے تا کہ کوئی یہ خیال نہ کرے کہ عہد الٰہی کی پابندی صرف بنی اسرائیل پر ہے اس عہد کی تفسیر میں علماء کے دو قول ہیں۔

عہد الست کی تحقیق:......اوّل: جمہور مفسرین اہل سنت کا ہے کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کی تمام ذریت سے جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی اس طور سے لیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا جو چیونٹیوں کی طرح سے نکل پڑے پھر ان کو عقل اور گویائی عطا کر کے کہا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہ کیا میں تمہارا خدا نہیں؟ سب نے کہا بلیٰ کیوں نہیں۔پھر فرمایا کہ میں تم پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو گواہ کرتا ہوں تا کہ تم قیامت کو یہ نہ کہو کہ ہم کو خبر نہ تھی تم کو معلوم رہے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں تم میرا کسی کو بھی شریک نہ بنائیں تمہارے پاس اس عہد کو یاد دلانے کے لئے اپنے رسول بھیجوں گا اور کتابیں نازل کروں گا، وہ تم کو میرا عہد یاد دلائیں گے۔سب نے اقرار کیا اور کہا ہم گواہ ہیں کہ تو ہی ہمارا رب اور معبود ہے، تیرے سوا اور کوئی نہ معبود ہے نہ رب ہے سب نے اقرار کرلیا (رواہ احمدؒ) اس مضمون کو آنحضرت علیہ السلام سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے امام احمد رحمہ اللہ نے اس مضمون کو روایت کیا ہے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت علیہ السلام سے روایت کیا ہے جس کو ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں بیان کیا۔اور مسلم بن یسار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کسی نے اس آیت کے معنے پوچھے، انھوں نے کہا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لوگوں نے پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں یوں فرمایا، پھر یہی مضمون اخیر تک نقل کیا کسی قدر کی زیادتی کے ساتھ۔اس کو مالک رحمہ اللہ اور ترمذی رحمہ اللہ اور ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔اسی طرح سے اور بھی محدثین نے مختلف عنوان سے اس آیت کی تفسیر میں روایات بیان کی ہیں۔اور بڑے بڑے مفسرین اس پر متفق ہیں جیسا کہ سعید بن المسیب رحمہ اللہ اور سعید بن جبیرؒ اور ضحاکؒ اور عکرمہ رحمہ اللہ اور کلبی۔

---

❶ جیسا بڑوں کو کرتے پایا ویسا ہم نے بھی کیا ۱۲ منہ

دوسرا قول: جمہور معتزلہ کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے صاف معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے ظہور یعنی پشتوں سے ان کی ذریت اس طرح سے نکالی کہ وہ نطفہ پشت آباء میں تھے پھر اپنی ماؤں کے رحم میں آئے پھر ان کو علقہ مضغہ پھر کامل الخلقۃ بنا کر نکالا پھر عقل وحواس عطا کیا جس سے وہ اس کے مصنوعات میں غور وفکر کر کے اس کی وحدانیت پر دلائل قائم کرنے کے قابل ہوئے سو یہ دلائل گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عہد اور خود ان کو اس بات پر گواہ بنانا ہے اور ان کی حالت احتیاج وحدوث گویا اس عہد کو تسلیم اور قبول کرنا ہے اللہ تعالیٰ کا وہ دلائل پیدا کرنا گویا اقرار لینا اور ان کا اس حالت میں ہونا زبان حال سے اقرار کر لینا اور گواہ بننا ہے۔

اس عہد کی رو سے ہر عاقل توحید پر قائم رہنے کے لئے مامور ہے تا کہ کسی کو اس کے بعد یہ عذر باقی نہ رہے کہ "ہمارے باپ دادا شرک کرتے تھے وہی بری رسمیں جاری کر گئے تھے ہم ان کے بعد پیدا ہوئے انھیں کی پابندی کرتے رہے اگر گناہ کیا تو انہوں نے قصوروار ہیں تو وہ۔" کس لئے کہ ہر ایک شخص پر اس عہد کی پابندی ضروری ہے جب تم کو عقل وادراک ہے تو کیوں ایسی بری باتوں میں جو تمہارے عہد خداوندی کے برخلاف ہیں ان جاہلوں کی پابندی کرتے ہو۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے رسول اسی عہد کو یاد دلانے کے لئے آئے ہیں۔

دلائل معتزلہ کے یہ ہیں: اوّل یہ کہ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ بدل ہے بَنِیْٓ اٰدَمَ سے پس اس صورت میں آیت کے یہ معنے ہوئے کہ بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت نکال کر ان سے عہد لیا نہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے بلکہ آدم علیہ السلام کا تو اس میں کچھ ذکر بھی نہیں ہے اس کے علاوہ اگر آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت نکالنا مراد ہوتا تو مِنْ ظُهُوْرِهِمْ نہ فرمانا بلکہ مِنْ ظَهْرِهٖ کیونکہ آدم علیہ السلام ایک شخص تھا جس کے لئے ضمیر مفرد چاہئے نہ کہ جمع اور اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا کہنا بھی ذریت آدم علیہ السلام کی نسبت صادق آسکتا ہے نہ کہ آدم علیہ السلام کی نسبت کیونکہ آدم علیہ السلام کا کون باپ دادا مشرک تھا؟۔

دوم عہد: کسی اہل عقل وادراک سے لیا جاتا ہے نہ کہ غیر اہل فہم وادراک سے۔ پس اس وقت اولاد آدم علیہ السلام کو ضرور عقل وادراک ہونا چاہئے اگر ایسا ہوتا تو اس وقت بھی ہم کو یاد ہونا چاہئے تھا حالانکہ کسی کو بھی یاد نہیں۔ علاوہ اس کے بنی آدم علیہ السلام کروڑوں بلکہ ان گنت ہیں پھر اس قدر لوگ آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹی کیا ذرہ سے بھی کم فرض کئے جاویں تو بھی نکل نہیں سکتے کیونکہ ان کے اجسام کا مجموعہ ایک پہاڑ ہونا چاہئے تھا جو دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑا ہو۔ اور جواب عالم وجود میں لوگ پیدا ہوئے ہیں ان کو ان ذرات کا عین کہا جاوے تو بھی ممکن نہیں کیونکہ عین تو کیا یہ ذرات ان انسانوں کے (جو اجسام مخلوق از مادۂ منویہ ہیں) جزو بھی نہیں، رہیں احادیث سو وہ اخبار احاد ہیں جو نص قرآن اور بداہتہ عقل کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں۔

اہل سنت:.....ان دلائل کا یہ جواب دیتے ہیں۔ اما الاوّل فجوابہ مراد اللہ تعالیٰ کی یہ ہے کہ سلسلہ وار ہر ایک بنی آدم کی پشت سے ان کی ذریت نکالی جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے مثلاً زید کو عمرو کی پشت سے اور عمرو کو اس کے باپ خالد کی علیٰ ہٰذا القیاس تو لامحالہ اوپر کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام پر سلسلہ منتہی ہوگا چونکہ سب کا مبتدء آدم ہیں تو گو صراحۃً آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلنا نہ کہا مگر کہ جب اس طرح سے ایک دوسرے سے نکلنا کہا تو گویا سب کا آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلنا کہا اس غرض کے لئے من ظہر آدم نہ کہا بلکہ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ فرمایا اور اسی لئے اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا کہنا بھی بلحاظ مشرک نسلوں کے ان سلاسل میں سے صحیح ہوا۔

اما الثانی فجوابہ۔ واضح ہو کہ انسان درحقیقت نفس ناطقہ یا روح ہے اور گو حادث ہے مگر اجسام کے پیدا ہونے سے بہت پہلے سے ہے اور اس کا ادراک اس عالم حسی میں بذریعہ آلات جسمانیہ کے ہے اور دوسرے عالم میں ان کی کچھ احتیاج نہیں جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اَخَذَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ کی تفسیر ہے کہ گو ارواح جو جواہر باقیہ اور نفوس صافیہ ہیں آدم علیہ السلام کے حدوث میں ہم قدم ہیں مگر دنیا میں ظہو۔

ترتیبی ہونے کی وجہ سے سب کا آدم علیہ السلام پیش خیمہ ہیں سو اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا تو ان کے ذریعے سے تمام نفوس وارواح کو جود نیا میں ظاہر ہونے والے تھے اور ان کا ظہور جسم آدمی کے وسیلہ سے تھا آدم کی پشت سے ترتیب وار نکالا ربا ان کا چیونٹیوں کے مانند ہونا سو یہ تشبیہ ہے۔ بلحاظ حالت اجمالیہ کے جوان ارواح کو اس وقت عارض تھی اور اس لئے یہ بھی آیا ہے کہ ان میں چند نورانی اور کچھ ظلماتی تھے۔ یعنی اہل سعادت کی روحیں منور تھیں اور اہل شقاوت پر ازلی تاریکی تھی۔ سو وہ دراصل اجسام عنصر یہ نہ تھے کہ جن کا مجموعہ بڑے پہاڑ سے زیادہ فرض کر کے آدم علیہ السلام کی پشت سے نکلنا محال خیال کیا جاوے رہی یہ بات کہ پھر ہم کو وہ عہد یاد کیوں نہیں اور جب یاد نہیں تو ایسے وقت کے عہد سے فائدہ ہی کیا ہوا؟

اس کا یہ جواب ہے کہ اس جسم سے جب نفوس متعلق کئے جاتے ہیں تو اس کے آثار اس پر فائض ہوتے ہیں اور اس عالم میں روح جو عالم قدس کا ناز پروردہ طائر ہے جب جسم عنصری کے پنجرے میں بند ہوتا ہے تو وہاں کے حالات بالکل بھول جاتا ہے اسی کی تدبیر و تصرف میں مصروف رہتا ہے اور اسی لئے خاص دنیا کے سیکڑوں معاملات ہم بھول جاتے ہیں سو اس عہد کے تمسک کا یہ فائدہ ہے کہ جب انسان اس عالم میں جاوے گا اور حجاب جسمانی اُٹھ جاوے گا تو اس کو اپنی اگلی پچھلی سب باتیں یاد آ جاویں گی سو یہ تمسک اس عدالت میں پیش کیا جاوے گا اور یہ عذر مسموع نہ ہوگا کہ دنیا میں ہم کو اس سے آگاہی نہ تھی کیونکہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین کہ جن میں سے ایک عقل سلیم بھی ہے اس کو یاد دلا چکے ہیں۔

اور جو مراد معتزلہ عہد سے لیتے ہیں وہ بھی ہمارے قول کے منافی نہیں علاوہ اس کے اخذ صیغہ ماضی تو ہمارے ہی قول کی تائید کرتا ہے۔

ھذا تحقیق المقام و العلم عند اللہ العلام۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ * اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

ترجمہ: ... اور آپ ان کو اس شخص کا حال ① بھی سنا دیں کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں سو وہ ان سے نکل گیا پھر اس کے پیچھے شیطان پڑ گیا سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا ○ اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیات کے سبب بلند مرتبہ کرتے لیکن وہ خود پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش پر

* مشتق از لہث معناہ از تشنگی زبان بیرون آوردن، صراح۔

① بنی اسرائیل کو یہ قصہ معلوم تھا کہ باوجود آیات یعنی کرامات عطا ہونے کے نفس کی خواہش پر چل کر بلعم باعور نے یہ خلعت بزرگی اپنے تن سے اتار ڈالا اور دین و دنیا میں خراب ہوا یہود کو عبرت پکڑنی چاہیے کہ وہ رشوت اور دیگر خواہشوں میں آکر یہ کچھ کر رہے ہیں ۱۲ منہ۔

چلا۔ تو اس کی کہاوت کتے کی کہاوت ہوئی کہ اگر تو اس کو کھدیڑے تو بھی ہانپے ■ اور جو اس کو یوں ہی چھوڑ دے تو بھی ہانپے ❶ یہی حال ان لوگوں کا (اہل مکہ کا) ہے کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو دانستہ جھٹلایا سو آپ (ﷺ) ان سے یہ حالات بیان کرتے رہیے تاکہ وہ غور کریں۞۔ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور اپنی جانوں پر ستم ڈھایا ان کی کیا ہی بری کہاوت ہے۞۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی راہ پاتا ہے۔ اور جن کو گمراہ کرے تو وہی تباہ کار ہیں۞۔

ترکیب:...... نبأ الذی جملہ مفعول اتل۔ فمثله مبتدا کمثل الکلب خبر ان تحمل شرط یلهث جزا جملہ محل حال میں ہے ذلک مبتدا مثل القوم الذین ...... الخ خبر ساء بمعنی بئس اس کا فاعل مضمر ہے جس کی تمیز مثلاً ہے القوم موصوف الذی موصول کذبوا ...... الخ صلہ جملہ صفت یہ موصوف وصفت بحذف مضاف مخصوص بالذم اور وہ مضاف مثل ہے کس لئے کہ مخصوص بالذم جنس فاعل سے ہوتا ہے اور فاعل مثل ہے۔ وانفسھم ...... الخ۔ اما ان یکون معطوفاً علی کذبوا فید خل فی حیز الصلة بمعنی الذین جمعوا بین التکذیب بآیات اللہ و ظلم انفسھم و اما ان یکون کلاماً منقطعاً عن الصلة (کشاف)۔

عہدِ الٰہی کو توڑنے والوں کا حال

تفسیر:...... عہد الٰہی کا ذکر کر کے اس عہد کے توڑنے والوں کا حال پر وبال سناتا ہے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو کہ جب مخصوص لوگوں پر عہد شکنی سے وبال آیا تو اور کسی کا کیا ٹھکانا ہے؟ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! تو ان لوگوں کو اس کا حال سنا کہ جس کو ہم نے اپنی آیتیں نشانیاں، کرامات یا علم کتاب الٰہی دیا اور وہ خواہش نفسانی کے تابع ہو کر عالم باقی سے رکا اور عالم فانی اور دنیائے دُوں کی طرف جھک پڑا اور اس کا کتے کا سا حال ہو گیا کہ جو دوڑنے میں بھی ہانپتا ہے اور بیٹھا بھی ہانپتا ہے یعنی بغیر اضطراری حالت کے بھی گناہ کی طرف مائل ہے اور حالت اضطرار میں بھی۔ اس طرح ازلی گمراہ ہیں کہ گو ان کو بسبب ضعف کے خواہش نہ ہو مگر تو بھی فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں، بوقت غلبۂ نفس تو ہوتے ہی تھے۔

بلعم بن بعوراء کا عبرتناک انجام:...... علمائے مفسرین کے اس شخص کی بابت کہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے چند قول ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے بلعم بن باعوراء کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل موآب کے میدانوں میں نہر یردن کے اس پار شہر یریحو کے مقابل اُترے تو بلق بن صفور جو موآبیوں کا بادشاہ تھا ڈرا اور اس نے بلعم کے پاس قاصد بھیجے کہ آ کر ان پر بددعا کر۔ اوّل اس نے انکار کیا آخر آنے پر راضی ہوا اور راستہ میں اس کی سواری کا گدھا بیٹھ گیا۔ جب اس کو مارا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو گویائی دی کہ میں از خود نہیں بیٹھا بلکہ فرشتہ مجھے روکتا ہے۔ بلعم بلق کے پاس گیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر بنی اسرائیل کو دیکھا مگر اس کے منہ سے بجائے لعنت کے کلمات برکت بنی اسرائیل کے حق میں بے ساختہ نکلے (یہ قصہ توریت کتاب عدد کے ۲۳۔ ۲۴ باب میں مفصلاً مذکور ہے) اس آمادگی پر بلعم کی تمام کرامات و برکات جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی تھیں سلب ہو گئیں۔ بنی اسرائیل کو سنایا جاتا ہے کہ جو مقبول الٰہی کا مقابلہ کرتا ہے اس کا یہ انجام ہوتا ہے۔ اب تم محمد (ﷺ) کا مقابلہ کرتے ہو کہ جس کا دین تمام عالم میں پھیلنے والا ہے وہ چشمہ تو بند نہ ہوگا مگر تم بلعم کی طرح خاک ہو کر بہہ جاؤ گے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سعید ابن المسیبؒ و زید بن اسلمؒ و ابوروقؒ کہتے ہیں کہ امیہ ابن ابی الصلت کی طرف اشارہ ہے جو کتب سماویہ سے واقف اور آنحضرت ﷺ کی رسالت سے ماہر تھا مگر حسد سے

■ زبان باہر نکالے۔ ❶ ...... یعنی کتے کو ہیضار ہے دوتب بھی زبان لٹکا کر ہانپتا ہے اور جو دوڑایا جائے تو بھی ہانپتا ہے برخلاف اور حیوانوں کے کہ وہ دوڑنے میں ہانپتے ہیں۔ یہی مثال ذلت و وحشت میں اللہ تعالیٰ کے منکروں کی ہے وہ راحت و مصیبت دونوں حالوں میں ہانپتے رہتے ہیں نہ راحت میں شکر نہ مصیبت میں صبر، نہ نرم احکام کی برداشت نہ گرم کی ۱۲ امنہ۔

برگشتہ ہو گیا۔ قتادہ رحمہ اللہ و عکرمہؓ و ابو مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ عام ہے اس میں ہر ایک شخص کی طرف اشارہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ علم و ہدایت دے اور وہ خواہش نفسانی کا تابع ہو کر اس کو چھوڑ دے۔ علماء کو بھی اس قصہ کو سن کر پرحذر رہنا چاہیے۔ اللّٰھم ثبتنا علی الھدٰی۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ
بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۱۷۹ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى
فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَاۗىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۱۸۰ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۱۸۱ ع ۲۲ ۱۲

ترجمہ:......اور ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم ہی کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ان کے دل ہیں کہ جن سے سمجھ نہیں سکتے اور ان کی آنکھیں ہیں کہ جن سے دیکھ نہیں سکتے، اور ان کے کان ہیں کہ جن سے سن نہیں سکتے۔ وہ ایسے ہیں جیسے کہ چار پائے بلکہ ان سے بھی بدتر۔ یہی وہ بے خبر ۱۷۹ اور اللہ تعالیٰ کے سب ہی نام اچھے ہیں سو اس کو انہی سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کجروی [ف] کرتے ہیں۔ وہ ابھی اپنے کئے کا بدلہ پالیں گے ۱۸۰ اور ہماری مخلوقات میں سے ایک ایسا بھی گروہ ہے کہ جو حق کی رہنمائی کرتا اور حق سے انصاف کرتا ہے ۱۸۱۔

ترکیب:...... کثیرا......الخ مفعول ہے ذرأنا کا لجھنم اس سے متعلق من الجن والانس، کثیراً کا بیان لھم قلوب جملہ نعت ہے کثیراً کی اولئک مبتدا کالانعام خبر وکذا مابعدہ الاسماء موصوف الحسنٰی صفت مجموعہ مبتدا موخر للہ خبر مقدم الذین......الخ جملہ مفعول ذروا کا ممن......الخ نکرہ موصوفہ یا بمعنی الذی جار متعلق ہے خلقنا سے جملہ خبر ہے امۃ موصوف یھدون......الخ صفت مجموعہ مبتدا۔

گمراہ کرنے کے معنی

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا يَظْلِمُوْنَ ۱۷۷ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے وہی زیان کار ہوتا ہے یہاں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گمراہ کرنے کے کیا معنے ہیں؟ یہ نہیں کہ وہ بری باتوں کا حکم دیتا ہے شرک و کفر کی تعلیم کرتا ہے بلکہ یہ معنے کہ وہ ازل میں ہی ایسے برے پیدا ہوئے ہیں پھر دنیا میں جو وہ ظاہر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت و اختیار کو اچھے کام میں صرف نہیں کرتے۔ اس لئے ان کی نسبت فرماتا ہے وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اور یہ کیوں جہنم کے لئے پیدا ہوئے ہیں اس لئے اپنی ازلی گمراہی کے مقتضٰی سے اپنے اختیارات و قدرت خداداد کو کام میں نہیں لاتے کس لئے کہ آلات مکاسب کو انھوں نے معطل کر دیا۔ منجملہ ان کے علوم و ادراک کا چشمہ دل ہے سو لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وہ اپنے دلوں سے کچھ سمجھتے نہیں باوجود یہ کہ جانتے ہیں کہ یہ ہاتھ کے تراشے ہوئے بت یا وہ اشخاص جن کے نام یہ بت ہیں قضا و قدر میں کچھ اختیار نہیں رکھتے مگر پھر ان کو پوجتے اور حاجت روا سمجھتے ہیں۔ عالم کے تغیرات اور اس میں گوناگوں تصرفات دیکھتے ہیں جس سے ہر اہل قلب یہ سمجھ

[ف]:......اسمائے الٰہی میں کجروی

سکتا ہے کہ کوئی قادر مختار پس پردہ ان کو ہلا جلا رہا ہے مگر وہ نہیں سمجھتے دنیا کی ہر چیز آنی جانی اور ہر عیش کو فانی دیکھتے ہیں۔ کیا خوب کہا ہے کسی نے

دنیا کی عجب سرائے فانی دیکھی ☆ ہر چیز یہاں کی آنی فانی دیکھی

آ کے جو نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا ☆ جاکر جو نہ آئے وہ جوانی دیکھی

عزیزان لخت جگر کو اپنے ہاتھ سے سپرد خاک کرتے ہیں، دنیا کے کامگاروں پر در و دیوار کو حسرت کی آنکھوں سے روتے دیکھتے ہیں عمدہ قلعہ اور شاہی مکانات کے خرابات دیکھتے ہیں پھر یہ نہیں سمجھتے کہ آخر ایک روز ہمیں بھی جانا ہے اور ہم پر بھی یہی دن پیش آنا ہے۔ اسی طرح آنکھیں ہیں کچھ نہیں دیکھتیں، کان ہیں حق نہیں سنتے سو ایسے لوگ چار پائے بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں کیونکہ چار پایوں کو جس قدر قدرت عطا ہوئی اس کو اپنے محل پر کام میں لاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ہر شخص کا ٹھکانا مقرر ہو چکا کسی کا دوزخ کسی کا جنت۔ لوگوں نے عرض کیا کہ پھر لکھے پر تکیہ کر کے کچھ نہ کیا کریں۔ فرمایا کئے جاؤ جو شخص جس چیز کے لئے پیدا ہوا ہے اس سے ویسے ہی عمل آسانی سے سرزد ہوتے ہیں اچھوں سے اچھے بروں سے برے (متفق علیہ)۔ ان غافلوں کا ذکر کر کے مؤمنوں کو ذکر الٰہی کی ترغیب دیتا ہے اور اپنے اسماء سے یاد کرنے کا حکم کرتا ہے اور اپنے ناموں میں کجروی کرنے سے منع فرماتا ہے۔

فائدہ:...... تین قسم کی کجروی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے پاک ناموں کا اوروں پر اطلاق کیا جاوے۔ دوم بری صفات کے نام اس کے لئے مقرر کئے جائیں۔ جیسا کہ نصاریٰ اس کو اَبْ کہتے ہیں۔ سوم جو نام اس کے شرع سے ثابت نہیں اور نا معلوم المعنی ہوں ان کا اطلاق کیا جائے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

ترجمہ:...... اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ہم ان کو ٹھہر ٹھہر کر ایسا پکڑیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی ﴿۱۸۲﴾ اور ہم ان کو ڈھیل دیتے جاتے ہیں، کیونکہ ہماری تدبیر مستحکم ہے ﴿۱۸۳﴾ کیا وہ غور نہیں کرتے کہ ان کا صاحب (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) دیوانہ نہیں۔ وہ تو محض کھلا کھلا ڈرسنانے والا ہے ﴿۱۸۴﴾ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کے انتظام اور اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی کسی چیز کی طرف نظر نہیں کی اور اس کی طرف بھی کہ شاید ان کی اجل قریب آ گئی ہے۔ پھر اس کے بعد وہ کونسی بات پر ایمان لاویں گے؟ ﴿۱۸۵﴾ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے پھر اس کو کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور وہ ان کو ان کی گمراہی میں سرگرداں ہی چھوڑے رکھتا ہے ﴿۱۸۶﴾

ترکیب:...... والذین...... الخ مبتدا سنستدرجھم خبر۔ من حیث اس سے متعلق املی مبتدا محذوف کی خبر ای وانا املی اور ممکن

ہے کہ نستدرج پر معطوف ہو کیدی اسم انّ ۔متین خبر مابصاحبھم۔ ما نافیہ اور کلام میں حذف ہے تقدیرہ' اولم یتفکروا فی قلوبھم بہ جنۃ اور ممکن ہے کہ ما استفہام کے لئے ہو اور ممکن ہے کہ بمعنے الذی ہو۔ وان عسیٰ جائز ہے کہ ان مخففہ ہو مثقلہ سے اور مصدر یہ بھی ہوسکتا ہے اور دونوں صورتوں میں محل جر میں ہے عطفاً علیٰ ملکوت۔ ان یکون ،عسیٰ کا فاعل اور یکون کا فاعل مضمر اور قد اقترب......الخ خبر۔

مکذبین کے لئے ڈھیل

تفسیر:......پہلی آیتوں میں یہ کہہ کر کہ ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن و انسان پیدا کئے ہیں، اخیر میں یہ بھی فرمایا تھا وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ کہ ہماری مخلوق میں سے نیک اور حق پسند بھی ہیں یعنی جنت کے لئے مخلوق ہوئے ہیں۔اب یہاں یہ بات ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازلی جہنمی جو ہماری آیتیں جھٹلایا کرتے ہیں یہ کچھ ضروری نہیں کہ ہم دنیا میں فوراً ان سے مواخذہ کریں تا کہ جہنمی اور جنتی کی یہ پہچان ہو کہ جس پر دنیا میں سختی ہے وہ جہنمی اور عتاب الٰہی میں گرفتار ہے اور جو مرفہ الحال ہے وہ اس کے نزدیک محبوب ہے۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ ❶ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ان کو دنیا میں باوجود گناہ اور کفر کے نعمت و عیش ہر قسم کی کامیابی میں رکھ کر دفعتہً پکڑ لیں گے یعنی ایسی حالت ناز و نعم میں ہوگا۔ کہ موت آ جائے گی یا تو یہاں عیش و عزت میں تھا یا دفعتہً وہاں عذاب و ذلت میں جا پڑا یا دنیاوی ناگہانی بلا میں گرفتار کیا جاوے کہ جس کی اس کو خبر بھی نہ ہو۔

کفار کے شبہات کے جوابات:...... یہاں تک ان لوگوں کے قصور فہم کا بیان تھا جو اپنی ازلی گمراہی کی وجہ سے اس کے دلائل میں غور فکر نہیں کرتے۔اب یہاں سے ان کے بیہودہ شبہات کا جواب ہے جو وہ معلم روحانی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کرتے تھے۔ منجملہ ان کے یہ تھا وہ آنحضرت ﷺ کو دیوانہ کہتے تھے۔اول تو اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کے ان کے افعال کے برخلاف تھے دنیا و مافیہا کو چھوڑ کر طالب مولا ہونا اور لذائذ دنیا پر لات مارنا اور قوم کی تکالیف پر تحمل کر کے شب و روز ان کی رہنمائی کی فکر میں رہنا البتہ دنیاداروں کی نظروں جنون ہے۔دوم تمام مرادیں اور کل دلی خواہشوں کی کامیابی دار آخرت پر محمول کرنا اور بھی دیوانگی معلوم ہوتی تھی اس لئے فرماتا ہے مَّتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا۔ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ......الخ حالانکہ آپ ﷺ کا عاقل ہونا بھی مسلم تھا۔وہ بات کہ جس سے آنحضرت ﷺ کو دیوانہ کہتے تھے سب سے بڑھ کر تعلیم توحید تھی اس لئے فرماتا ہے اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا......الخ کہ توحید کے امر میں تم آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کو دیکھو بلکہ ہر چیز میں غور کرو غور کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کائنات اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ایک ذرہ کے حالات میں بھی غور کیجئے گا تو وہ سیکڑوں زبان سے اس کی یکتائی کی گواہی دے گا۔جب توحید و نبوت برحق ہیں تو اپنی بے ثباتی کی طرف بھی دیکھو کہ دفعتاً اجل نہ آ جائے پھر سعادت حاصل کرنے کا کونسا زمانہ آئے گا۔اصل یہ ہے کہ جس کو وہ گمراہ کرے کون ہدایت دے سکے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

❶ ...... الاستدراج الاستفعال من الدرجة بمعنى الاستنزال درجةً بعد درجة الاملاء الامهال واطالة المدة ونقيضه الاعجال والملي زمان طويل من الدهر ومنه قوله واهجرني مليا اي طويلا ويقال ملوة وملاوة من الدهر اي زمان طويل فمعنى واملي لهم اي امهلهم واطيل لهم مدة عمرهم ليتمادوا في المعاصي ولا اعاجلهم بالعقوبة ۱۲ ابو محمد عبدالحق عفی عنہ من الكبير للرازي۔

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ

كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

ترجمہ:.....(اے رسول ﷺ) وہ آپ (ﷺ) سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کا کب وقت مقرر ہے۔ تو کہہ دیجئے اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے، اس کے وقت کو تو اس کے سوا اور کوئی بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔ وہ بڑی بھاری (حادثہ) ہے آسمانوں اور زمین میں۔ وہ تو تم پر اچانک ہی آجاوے گی۔ آپ (ﷺ) سے پوچھتے ہیں گویا کہ آپ (ﷺ) اس کی تلاش میں ہیں۔ کہہ دیجئے کہ اس کی خبر تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن اکثر آدمی جانتے بھی نہیں﴿۱۸۷﴾۔

ترکیب:.....مرساھا مبتدا ایان خبر (اور یہ مبنی ہے اس لئے کہ یہ معنی استفہام اس میں پائے جاتے ہیں بمعنے متیٰ) اور موضع جر میں ہے بدل ہو کر الساعۃ سے تقدیرہ یسئلونک عن زمان حلول الساعۃ۔ علمھا مصدر مضاف ہے مفعول کی طرف مبتدا عندربی خبر:

قیامت کا علم صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کو ہے

تفسیر:..... جب کہ کلام توحید ونبوت وقضاء وقدر میں آیا تو اس کے بعد معاد کا ذکر بھی مناسب ہوا کیونکہ مقصود بالذات قرآن میں یہی چار مطالب ہیں یا یوں کہو کہ پہلے آیات میں اجل کا قریب ہونا بیان کیا تھا جو بڑے کھٹکے کی بات تھی اس لئے تمام عالم کی اجل کا جس کو قیامت کہتے ہیں بیان کرنا بھی مناسب مقام معلوم ہوا تا کہ بندوں کے دلوں پر کھٹکا لگا رہے ہر وقت توبہ کرتے رہیں توشہ آخرت تیار رکھیں۔

یَسْئَلُوْنَكَ، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہود کے ایک گروہ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اے محمد (ﷺ) ہم کو خبر کر کب قیامت آئے گی؟ تب یہ آیت نازل ہوئی۔ حسنؒ اور قتادہؒ کہتے ہیں کہ قریش نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا۔

مُرْسٰهَا مصدر ہے بمعنیٰ ارساء جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا۔ ارساء بمعنے اثبات کہتے ہیں رسی یرسو اذاثبت مگر بھاری چیز کے ٹھہرنے کو ارساء کہتے ہیں جیسا کہ آیا ہے وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا چونکہ قیامت بھی سخت چیز ہے اس لئے اس کے لئے بھی مرساھا آیا۔ الساعۃ اسماء غالبہ میں سے ہے جیسا کہ النجم ثریا کو کہتے ہیں۔ قیامت کو اس لئے الساعۃ کہتے ہیں کہ دفعۃً آئے گی، یا حساب لوگوں کا ایک ساعت میں ہو جائے گا۔ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ اسی طرح اور بہت سی آیات میں اس کا وقت مخفی رکھا گیا ہے کقولہ تعالیٰ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا۔ حدیث متفق علیہ میں بھی آیا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے وقت قیامت پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا میں تم سے زیادہ واقف نہیں ہوں۔ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ یہ جملہ سابق جملہ کی تاکید ہے التجلیۃ اظہار الشئ والتجلی ظھورہ اس کے اخفاء میں یہ مصلحت ہے کہ بندہ ہر وقت مستعد رہے۔ ثقلت.....الخ یہ وصف ہے الساعۃ کا جیسا کہ دوسری جگہ آیا ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ۔ اس کے بھاری ہونے کی یہی وجہ ہے کہ آسمان پھٹ جائیں ستارے ٹوٹ پڑیں گے سب فنا ہو جائیں گے پھر ایسا دن ثقیل نہ ہو تو کیا ہو۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ثقلت بمعنیٰ خفیت ای لم یعلم احد من الملائکۃ المقربین والانبیاء المرسلین متی یکون حدوثھا۔ لاتأتیکم الا بغتۃ یہ پہلے جملہ کی تاکید اور الساعۃ کا وصف ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا۔ الحفی لطیف محسن کو کہتے ہیں۔ ابن الاعرابیؒ کہتے ہیں حفی بی حفاوۃ وتحفی بی تحفیا، والحفی الکلام واللقاء الحسن ومنہ قولہ تعالیٰ انہ کان بی

حفیا ای بار الطیفا۔ یعنی تجھ سے وہ پوچھتے ہیں گویا کہ تو ان پر بڑا مہربان ہے کہ مخفی نہ رکھے گا۔ یا حفی فعیل من الاحفاء وھو الالحاف فی السؤال ومنہ احفاء الشارب۔ یعنی آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں گویا کہ آپ ﷺ اس کی تلاش میں ہیں۔ قیامت کے قائل تمام اہل کتاب اور اہل اسلام ہیں۔ حکماء اور بت پرست قومیں نہیں۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ
اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا
لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ
فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ
يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ۚۖ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ
اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾

ع معانقة عند المتاخرين ۱۱

ترجمہ: ...... (اور یہ بھی) کہہ دیجئے میں اپنے لئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں مگر اس قدر کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اور اگر میں غیب دان ہوتا تو بہت کچھ فائدہ حاصل کر لیتا۔ اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو ایمان لانے والی قوموں کے لئے نذیر اور بشیر ہوں ﴿۱۸۸﴾۔ وہی تو ہے کہ جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تا کہ اس کے پاس آ کر آرام پاوے۔ پھر جب کہ وہ اس سے لپٹ جاتا ہے تو ہلکا سا حمل لئے پھرتی ہے۔ پھر جب کہ بوجھل ہو جاتی ہے تو (خاوند اور بیوی) اپنے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو اچھا (بچہ) دیا تو تیری شکر گزاری کیا کریں گے ﴿۱۸۹﴾۔ پھر جب کہ وہ ان کو (پورا پاٹھا بچہ) دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں اللہ تعالیٰ کے اور حصہ دار بنا لیتے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ ان کے حصہ دار بنانے سے برتر ہے ﴿۱۹۰﴾۔ کیا وہ ان کو حصہ دار بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں ﴿۱۹۱﴾ اور نہ ان کی کچھ مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی کچھ مدد کر سکتے ہیں ﴿۱۹۲﴾ اور اگر تم ان کو راہ راست کی طرف بلاؤ تو وہ تمہارے پیچھے نہ آویں۔ تو تم کو یکساں ہے کہ ان کو بلا دیا چپ رہو ﴿۱۹۳﴾۔

ترکیب: ...... الا ماشاء اللہ استثناء ہے جنس سے ولو کنت شرط لاستکثرت جواب وما نافیہ مسنی ...... الخ معطوف ہے لاستکثرت پر تر جواب ہے جعل بمعنے خلق۔ زوجہا اس کا مفعول تغشاھا شرط حملت ...... الخ جواب فمرت بہ تشدید راء سے پڑھا جائے گا تو مرور سے مشتق ہوگا اور بالتخفیف والالف مارت من المرور ھو الذھاب والمجئی۔ فلما آتاھما ...... الخ شرط جعلا لہ جواب شرکاء جمع شریک مفعول جعلا۔ فیما آتاھما جار متعلق فعل سے۔

دوسرا شبہ

تفسیر:......دوسرا شبہ منکرین کا آنحضرت ﷺ کی نبوت پر یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ نبی برحق ہیں تو ہمارے کہنے کے موافق کیوں ہمارے دنیاوی مضرات دور نہیں کر دیتے۔ قحط کھو دو۔ ہم محتاج ہیں غنی کر دو۔ ہمارے فلاں عزیز و اقارب قریب مرگ ہیں یا مر گئے ہیں ان کو تندرست یا زندہ کر دو۔ اور ہم کو کیوں غیب کی باتیں نہیں بتلاتے؟ ہم کو اس مال میں نفع ہوگا یا نقصان۔ مینہ کب برسے گا؟ فلاں مفقود الخبر کہاں ہے؟ کب آئے گا؟ کوئی اُونٹ کھوئے گئے کو پوچھتا تھا کہ کہاں ہے؟ اور اسی قسم کے طعن کرتے تھے چنانچہ جب آپ ﷺ غزوۂ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو رستہ میں ایسی آندھی آئی کہ جس سے لوگوں کے جانور بھاگ گئے آنحضرت ﷺ نے رفاعہ کا مدینہ میں مرنا بھی بیان فرمایا کہ لو آج وہ مر گیا۔ اتنے میں اپنی ناقہ کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ یہ سن کر عبداللہ ابن ابی منافق نے ہنس کر کہا خوب مدینہ جو اس قدر دور ہے وہاں کے آج کے واقعہ کی تو خبر دیتے ہیں مگر چار قدم پر اپنی ناقہ کا حال معلوم نہیں کہ کہاں ہے؟ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ فلاں جگہ فلاں درخت میں اس کی مہار اٹکی ہوئی ہے، جاؤ لے آؤ۔ چنانچہ لوگ گئے تو وہیں پایا۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی قُلْ لَّآ اَمْلِكُ...... الخ کہ نہ مجھے عالم قضاء و قدر میں اختیار ہے نہ میں غیب داں ہوں۔ میں تو صرف نذیر، اللہ تعالیٰ کے عذاب اور بری باتوں کے برے نتائج سے ڈرسنانے والا، اور بشیر یعنی عالم آخرت کے ثواب اور نیکی اور فرمانبرداری کے عمدہ نتائج سے خوشخبری سنانے والا ہوں۔ الا ماشاء اللہ میں بطور اعجاز و خرق عادات کے جس قدر نفع و ضرر کے اختیارات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کئے تھے ان کا استثناء ہے۔ اسی طرح وہ غیب کی باتیں بھی مستثنیٰ ہیں جو اعجاز و رسالت سے علاقہ رکھتے ہیں جیسا کہ سورۂ جن میں فرمایا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى...... الخ یہ کہنا کہ ''اس آیت سے آنحضرت علیہ السلام میں اور عام لوگوں میں بجز نذیر و بشیر ہونے کے کوئی تفاوت ثابت نہیں اگر مابالفجر ہے تو آپ ﷺ کے لئے یہی نذیر و بشیر ہونا ہے نہ آپ ﷺ خرق عادات پر قادر تھے نہ پیش گوئیوں پر اور اسی لئے نہ قرآن میں آپ ﷺ کے خرق عادات ہیں نہ پیشین گوئیاں''، محض کم فہمی ہے کیونکہ آیت میں جو نفی قدرت و غیب دانی ہے تو وہی ہے کہ جس کو مخالفین نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے اور آنحضرت ﷺ سے معجزات و پیشین گوئیاں بہت سی صادر ہوئی ہیں جن کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔ خلاصہ یہ کہ قدرت کاملہ اور علم محیط خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ میں بندہ ہوں خدائی میں شریک نہیں۔ رہی نبوت سو اصل مقصود بالذات تو اس سے بندوں کو ان کی بھلائی برائی پر واقف کر دینا ہے الہام اور وحی کے ذریعہ سے اور یہ گو کافر و مومن کے لئے ہے مگر منتفع چونکہ مومن ہیں اس لئے انہیں کا ذکر کیا گیا۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ یہاں سے صَامِتُوْنَ تک پھر اثبات توحید میں کلام ہوتا ہے کس لئے کہ نبوت ثابت کی اور وہ اوصاف الوہیت جن کو لوگ غلطی سے نبی میں خیال کرتے تھے نبی سے سلب کئے گئے تو ان اوصاف کا صحیح محل بیان کرنا کہ جس سے توحید اور مشرکوں کی بیوقوفی ثابت ہو جاوے عین مقصود قرآن ہے۔ یعنی یہ قدرت و کمال مجھ میں نہیں میں تو بندہ ہوں بلکہ یہ قدرت کاملہ اور علم بسیط اس ذات پاک کے لئے ہے کہ جس نے تم سب کو (اس میں بھی آ گیا) ایک جان سے پیدا کر دیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے۔ اور پھر اس کی بیوی حوا علیہا السلام کو بھی اس سے نکالا۔

پیدائش حوا کی:......مشہور ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ بعض احادیث اور توریت سے بھی یہ ثابت ہے مگر بعض محققین جیسا کہ امام رازیؒ اور علامہ ابوالسعودؒ و دیگر مفسرین یہ کہتے ہیں کہ وَجَعَلَ مِنْهَا میں مِنْ جزئیت کے لئے نہیں بلکہ جنسیت کے لئے یعنی یہ بات نہیں کہ حوا علیہا السلام کو دراصل حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے بنایا کہ ایک پسلی کی حوا علیہا السلام بن گئی ہوں بلکہ یہ مراد ہے جنس آدم علیہ السلام سے حوا علیہا السلام کو پیدا کیا کس لئے کہ انس جنسیت سے ہوتا ہے نہ کہ جزئیت سے اور نیز جو ایک ہڈی

سے بنا سکتا ہے وہ ابتداءً کیا نہیں بنا سکتا؟

رہی روایت سو اس میں ایک کنایہ ہے یعنی عورت مرد کے پہلو میں رہتی ہے اس کو پسلی سے پیدا ہونے کے ساتھ تعبیر کیا اور بائیں پسلی سے اشارہ ہے اس کے زیردست ہونے کی طرف کیونکہ دایاں بائیں سے زبردست ہوتا ہے، والعلم عند اللہ اس توجیہ کے بموجب تو بعض ملحدوں کے اس اعتراض کو گنجائش ہی نہ رہی کہ "حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کا جب جزو بدن تھی تو بیٹی تھی پھر کس حکمت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بیٹی کا خواستگار کیا۔ کیا اور عورت نہ دے سکتا تھا؟

عورت کو پیدا کرنے کی غرض وغایت: ...... لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا یہ عورت کے پیدا کرنے کی غایت بیان فرماتا ہے کہ مرد کو عورت سے سکون حاصل ہوتا ہے یعنی دن کو ادھر ادھر پھرتا ہے رات کو گردان کبوتر کی طرح پھر اپنے آشیانہ میں آ رہتا ہے۔ اور سکون کے معنے راحت قلب کے بھی ہیں سو عورت سے بھی مرد کو راحت قلبی حاصل ہوتی ہے یہ اس کے تمام غموم وہموم کے لئے مونس اور ہم پہلو رفیق ہے۔ آدمی کو کیا جانوروں کو بھی اپنے جوڑے سے دلی انس ہے فَلَمَّا تَغَشَّاهَا الغشیان اتیان الرجل المرءۃ وقد غشاھا اذا علاھا۔ اس کے معنے عورت کو ڈھانک لینا یعنی صحبت کرنا کیونکہ جب مرد اس پر پڑتا ہے تو اس کو ڈھانک لیتا ہے اور اسی رمز کے لئے ایک جگہ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ آیا ہے مگر اس شرمناک حالت کو کس لطف کے ساتھ کن عمدہ لفظوں میں بیان کیا ہے۔ بنی آدم کا فطرتی توالد وتناسل بیان ہوتا ہے تاکہ انسان کو اپنی ابتدائی حالت سے خبر ہو اور یہ بھی کہ اس کو کس نے بنایا ہے آیا اللہ تعالیٰ نے یا اس کے نکمے اور نکھو معبودوں نے؟

یعنی جب میاں بیوی جمع ہوتے ہیں تو حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ وہ حاملہ ہوتی ہے اور حمل خفیف ہوتا ہے جس سے وہ بخوبی چلتی پھرتی کاروبار کرتی ہے۔ والحمل بالفتح وہ چیز جو عورت کے پیٹ میں یا درخت کے اوپر ہوتی ہے پھل پھول والحمل بالکسر بوجھ جو پیٹھ پر لادا جاتا ہے فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا ...... الخ اور جب عورت بھاری ہو جاتی ہے تو خوف ہوتا ہے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے اس سے زندہ سلامت بھی رہتی ہے کہ نہیں اس لئے میاں بیوی دونوں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں (کیوں نہ ہو شدت کے وقت اللہ تعالیٰ ہی یاد آتا ہے) کہ اگر تو نے ہم کو اچھا اور جیتا جاگتا بچہ دیا تو ہم تیری شکر گزاری کیا کریں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بامراد بچہ دیتا ہے تو خوشی میں آ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کام میں اوروں کو بھی ملا لیتے ہیں، کوئی طبائع کی طرف منسوب کرتا ہے، جیسا کہ دہریہ کوئی اور دیوتاؤں کی طرف منسوب کرتا ہے، کوئی کہتا ہے فلاں کی نذر و نیاز مانی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہ مراد دی۔

حضرت حوا کے ہاں ولادت کا قصہ: ...... عام مفسرین اس جگہ یہ کہتے ہیں کہ ان آیات میں حضرت آدم علیہ السلام و حوا علیہا السلام کی طرف روئے سخن ہے اور ایک قصہ بھی روایت کرتے ❶ ہیں کہ جب حضرت حواء علیہا السلام حاملہ ہوئیں تو ابلیس نے آ کر ڈرایا کہ تیرے پیٹ میں ایسی اور ایسی چیز ہے کیونکر باہر آئے گی اچھا اگر میرے دعاء کرنے سے بیٹا پیدا ہوا اور سہولت سے ہو تو اس کا نام عبدالحارث رکھنا اور حارث کا ملائکہ میں نام تھا یعنی شیطان کا بندہ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا بعض نے یہ بھی روایت کی ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے نام عبداللہ، عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ کی عبدیت کے ساتھ رکھتے تھے اس میں ان کے کئی بیٹے مر گئے۔ شیطان نے آ کر کہا اگر تم عبدالحارث نام رکھو تو جیئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

---

❶ سمرہ بن جندب سے امام نے اس قصہ کو روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی مگر ان دونوں روایتوں میں کلام ہے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اور کلام بڑے بڑے نقاد حدیث نے کیا ہے۔

متقدمین میں حسنؒ اور عکرمہؒ اور ابن کیسانؒ آیت کے وہی معنے بیان کرتے ہیں جو ہم نے بیان کئے کہ اس میں عام بنی آدم کی طرف جعلا اور دعوا کی ضمیریں پھرتی ہیں جو قرینہ مقام سے سمجھی جاتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام کا تو اس میں کہیں ذکر تک بھی نہیں اور اسی طرح متاخرین میں امام فخر رازیؒ وغیرہ محققین قاطبہ اس قصہ کا ذکر کرتے ہیں بچند دلائل:

ا)...... یہ کہ بعد میں تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ جمع کا صیغہ آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت مراد ہے۔

۲)...... یشر کون مالا یخلق کہا اگر شیطان نے ان کو بہکایا ہوتا تو ما کی جگہ لفظ من آتا جو ذوی العقول کے لئے آتا ہے۔

۳)...... حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے نام تعلیم کر دیئے تھے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور نیز ایک بار شیطان سے زک بھی پا چکے تھے پھر کیا ممکن تھا کہ اس کا نام نہ معلوم ہوتا اور معلوم ہونے پر اس لعین کو اللہ تعالیٰ کا شریک کرتے اور یہ قصہ بھی کسی سند صحیح سے ثابت نہیں نہ آدم علیہ السلام کے کسی بیٹے کا نام عبدالحارث کہیں دیکھنے میں آیا۔ ہاں عرب کے مشرکین عبد شمس، عبدالعزیٰ، عبدمناف، عبدقصی، عبداللات اپنی اولاد کے نام رکھتے تھے جس طرح [illegible] جہاں سالار بخش۔ مدار بخش نام رکھتے ہیں سو انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِیِّ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

ترجمہ: جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو (وہ بھی تو) تم جیسے بندے ہیں سو ان کو پکار دیکھو اگر تم سچے ہو تو چاہئے کہ وہ تمہاری فریادرسی کریں ﴿۱۹۴﴾ کیا ان کے پاؤں ہیں کہ جن سے چلتے ہیں، کیا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں۔ کیا ان کی آنکھیں ہیں کہ جن سے دیکھتے ہیں، کیا ان کے کان ہیں کہ جن سے وہ سنتے ہیں، (ان سے) کہہ دیجئے کہ اپنے سب معبودوں کو بلالو، پھر سب مل کر مجھ پر داؤ کرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو ﴿۱۹۵﴾ میرا مددگار تو وہ اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے کتاب نازل کی، اور وہی نیک بختوں کی مدد کیا کرتا ہے ﴿۱۹۶﴾ اور جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں ﴿۱۹۷﴾

ترکیب: ...... عباد خبر ان کی امثالکم اس کی صفت فلیستجیبوا مجزوم ہے جواب امر فادعوا کی وجہ سے اور فادعوھم جملہ دال برجزاء ہے ان کنتم صادقین سے۔ اَ استفہام کے لئے ارجل۔ رِجل بالکسر کی جمع موصوف۔ یمشون بہا اس کی صفت مجموعہ مبتدا الھم خبر مقدم اسی طرح اس کے مابعد کے جملے ہیں اور یہ استفہام انکاری ہے کیدون اصل میں کیدونی تھا ی مفعول کو حذف کر کے کسرہ ...

کے قائم مقام چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ حذف ی پر دلالت کرے۔

بتوں کی پوجا خلافِ عقل ہے

تفسیر:...... یہاں سے ان کے معبودوں کی ایک اور حالت بیان فرماتا ہے کہ جس سے وہ قابل پرستش نہیں ہو سکتے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو مانا کہ ان پتھروں کے بتوں کو نہیں پوجتے بلکہ ان کو کہ جن کی یہ فرضی مورتیں ہیں سو وہ بھی تمہاری طرح اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں حدوث واحتیاج میں تمہارے ہم پلہ ہیں پھر ان میں کونسی بات الوہیت کی ہے؟ اچھا ان کو پکارو دیکھیں وہ تمہیں جواب بھی دیتے ہیں کہ نہیں کہ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو ورنہ محض غلط اوہام کی پرستش کرتے ہو اور اگر ان مورتوں اور تراشے ہوئے پتھروں کو پوجتے ہو تو یہ تو بالبداہۃ تم سے بھی ہیں یہ تو ان سے بھی بے بہرہ ہیں اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ پھر جب ان کے نہ پاؤں ہیں کہ جن سے چل سکیں اور چل کر تمہاری مدد کو پہنچیں نہ ہاتھ ہیں کہ جن سے تمہارے دشمن کو روک سکیں نہ تم کو کچھ دے سکیں، نہ آنکھیں ہیں کہ تمہارا حال زار دیکھ کر تم پر رحم کریں، نہ کان ہیں کہ تم جو ان کے نام کی دُہائی دیتے ہو، جس کو پکارتے ہو، الغیاث مچاتے ہو، اے فلاں میری مدد کیجیو، بوقت مصائب کہتے ہو اُٹھتے بیٹھتے یا اللہ کی جگہ یا فلاں پکارتے ہو ان باتوں کو سن سکیں۔

مشرکین کے بتوں سے متعلق اوہام وخیالات:...... مشرکین کے خیالات میں یہ بات بھی جمی ہوئی تھی کہ اگر ہم ان کو نہ پوجیں اور ان کی معمولی نذور ونیاز ادا نہ کریں تو یہ ہم کو مضرت پہنچاویں گے جیسا کہ ہندوستان میں شیخ سدو، زین خان، کالی بھوانی سے بہت ڈرتے ہیں۔ اس خیال کے رد کرنے کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ تم ان سے کہہ دو کہ سب سے زیادہ تو ان کا میں منکر اور مخالف ہوں۔ بھلا دیکھیں تو سہی کہ یہ میرا کچھ بھی نقصان کر سکتے ہیں تم ان سب کو پکارو اور میرا نقصان کی ترغیب دو قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ...... الخ پھر خود ہی فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو دیکھو میرا کارساز، مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے کتاب نازل کی جس میں تمام عالم کی۔ حیات جاودانی ونفع دوجہانی ہے اور وہ کچھ میرا ہی کارساز ومددگار نہیں بلکہ سب نیک لوگوں کا مددگار ہے ان پر بھی تمہارے معبودوں کا کچھ اثر نہیں چل سکتا اِنَّ وَلِیَّ اللّٰهُ الَّذِیْ...... الخ بلکہ وہ لوگ کہ جن کو تم پوجتے ہو نہ تمہیں کچھ مدد دے سکتے ہیں نہ اپنی آپ مدد کر سکتے ہیں بقول نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو یہود نے سولی دی کچھ نہ کر سکے اسی طرح اور بزرگ جن کو تم پوجتے ہو موت اور مرض سے نجات نہ پا سکے۔

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۭ وَتَرٰىهُمْ* يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

* حقیقت میں ہادی برحق کو مخالفوں نے چشم دل سے نہیں دیکھا تَرٰهُمْ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ میں اب تعارض نہیں رہا یا یہ معنی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کفار تجھے تو دیکھتے ہیں حیرت وتعجب سے کہ یہ شخص ہم کو ایک نئے رستہ کی طرف بلاتا ہے مگر لا یبصرون اندھے ہیں اس رستہ کی خوبی اور اس کے برکات وانوار نہیں دیکھتے۔ اول معنے کی مناسب ایک نقل ہے کہ سلطان محمود غزنوی حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوالحسنؒ نے اثنائے تذکرہ میں فرمایا کہ جس نے بایزید بسطامی کو دیکھا اس پر آتش دوزخ حرام ہے محمود نے عرض کیا کیا شیخ قدس سرہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہی نہیں اگر دیکھتے تو کفر پر نہیں رہتے اور یہ آیت پڑھ دی۔ محمود سن کر حیران رہ گیا۔ آپ کی مراد یہ ہے کہ حقیقت میں محمد علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کفار نے اپنی تیرہ باطنی سے نہیں دیکھا اس کو ابوبکر جیسوں وغیرہ نے دیکھا ۱۲ منہ۔

اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ* مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿٢٠١﴾

ترجمہ: ...... اور اگر تم ان (مشرکین) کو راہ راست کی طرف بلاؤ تو سنیں گے بھی نہیں، اور آپ ﷺ ان کو اپنی طرف تکتے ہوئے دیکھتے ہو حالانکہ ان کو کچھ بھی نہیں سوجھتا﴿۱۹۸﴾۔ سو (اے نبی ﷺ!) آپ ﷺ (ان سے) درگزر کرو اور اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور جاہلوں سے کنارہ کرو﴿۱۹۹﴾ اور جو کبھی شیطان کی طرف سے آپ ﷺ کے دل گدگدی ۔ پیدا ہو جائے (کہ بدلہ لینا چاہیے) تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو﴿۲۰۰﴾۔ کیونکہ وہ سنتا (اور) جانتا ہے، پرہیزگاروں کو جب کبھی کوئی شیطانی خیال چھو بھی جاتا ہے تو فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں پھر وہ اسی وقت (راہ راست) دیکھنے لگتے ہیں﴿۲۰۱﴾ ۲

ترکیب: ...... وان شرطیہ تدعو شرط لایسمعوا جواب ینظرون الیک مفعول ثانی وھم لایبصرون جملہ حال ہے فاعل ینظرون سے واما شرط فاستعذ باللہ جواب انه ...... الخ جملہ محل علت میں ہے فاستعذ سے الذین موصول اتقوا صلہ مجموعہ اسم ان۔ اذا مسھم شرط تذکروا جواب مجموعہ خبر ان۔ النزغ الوسوسۃ وکذا الغرز والخنس والنسغ۔

تفسیر: ...... بت پرستی کرنے سے مشرکین کا حس باطن جاتا رہا ہے اور اسی لئے سچی بات ان کے دل تک نہیں پہنچتی یہاں اس کی تصویر کھینچی جاتی ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری بات ہی نہیں سنتے یعنی سماعت باطنی جاتی رہی باوجودیکہ اے نبی ﷺ تجھ کو وہ ظاہر میں دیکھتے ہیں حالانکہ نہیں دیکھتے، بصارت باطنی جاتی رہی (کاش جمال مصطفوی ﷺ کو ذرا بھی دیکھ لیتے تو اس شمع عالم افروز کے نور سے بت پرستی کی تاریکی میں نہ پڑتے) للہ در من قال۔

چشم باز وگوش باز واین ذکا ☆ خیرہ ام برچشم بندی خدا

اس لئے جس نے آنحضرت ﷺ کو ایک بار دیکھ لیا اس پر آتش دوزخ حرام ہوگئی۔ مگر افسوس عرب کے منکرین کی کوری پر، چراغ کے نیچے اندھیرا اس کو کہتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کو عفو و درگزر کا حکم: ...... جب ان کی یہ حالت زار ہے تو اے نبی (ﷺ!) خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ معافی اور سہل گزاری اختیار کیجئے ملامت وتشدد نہ کیجئے۔ لیکن چونکہ آپ ﷺ ہادی اور آپ ﷺ کا کام ہدایت ہے، اچھی باتوں کا حکم دیئے جایئے نصیحت کرتے رہیئے اور جو اس پر جاہل آپ ﷺ سے ناخوش ہو کر ایذا کے درپے ہوں اور زبان طعن وتشنیع کھولیں تو ان سے اعراض کیجئے مقابلہ اور پرخاش نہ کیجئے (عرف اور عارفہ اور معروف اس کام کو کہتے ہیں کہ جس کا کرنا نہ کرنے سے معروف ہو) جب یہ آیت نازل ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام سے آپ ﷺ نے پوچھا۔ جبرئیل نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ جو تجھ سے قطع تعلق کرے تو اس سے مل اور جو تجھ پر ظلم کرے تو معاف کر اور جو تجھے نہ دے تو اس کو دے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تعلیم مکارم اخلاق کے بارہ میں اس سے بڑھ کر اور کوئی جملہ ہو نہیں سکتا۔ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروؤں نے جو کچھ بدی کے بدلہ میں لوگوں سے ان کے ظلم وایذا پر برداشت کر کے سلوک کئے ہیں بیان۔ سے باہر ہیں۔

● ابن کثیر وابو عمرو وکسائی طیف اور باقی طائف بالالف پڑھتے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں طیف کو بعض مصدر کہتے ہیں ابو زید کہتے ہیں کہ اس کی یوں گردان ہے طاف یطوف طوفا وطوافا اور بعض اس کو مشدد بھی پڑھتے ہیں جیسا کہ ھین وھین ومیت ومیت اس کے معنے ہر نے پھرنے کے ہیں اور اسی لئے خواب مشوش کو طیف کہتے ہیں اور خیال کو بھی۔ ازہری کہتے ہیں کہ کلام عرب میں طیف جنون کو کہتے ہیں اور غضب کو بھی کس لئے کہ غصہ میں انسان مجنون کے مشابہ ہو جاتا ہے اور وسوسہ کو بھی۔ اور طائف بمعنے طیف ہے جیسا کہ عافیہ اور عاقبۃ اس قسم سے کہ جن کے مصدر بروزن فاعل وفاعلۃ آئے ہیں۔ قال الفراء فی ھذہ الآیۃ الطائف والطیف سواء وھو ماکان کالخیال الذی یلم بالانسان۔ ۱۲ منہ ...... براہین حق۔

اور جو کبھی بشریت سے دل میں ان کے برا کہنے اور ایذا دینے سے کچھ خیال آ جاوے تو فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کیونکہ کہ وہ سمیع اور علیم ہے تیرے دل سے اس خیال کو دور کرے گا اور چونکہ عام مسلمانوں کی حالت نبی کے مانند نہیں ان کو شیطانی وسوسہ کا مس کر جانا کچھ مشکل نہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تو ان کو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا لازم ہے جب کہ انسان کو کسی پر غصہ آتا ہے تو اس کو مغلوب اپنے آپ کو غالب سمجھ کر آتا ہے تب اس پر عالم اجسام کے ظلمات طاری ہو جاتے ہیں مگر جب وہ اپنے آپ کو عاجز خدا تعالیٰ کو قادر سمجھتا ہے تو اس اندھیرے سے نکل جاتا ہے۔

وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِھِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَھَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ ھٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَھُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

ترجمہ:......اور ان کے بھائی تو ان کو گمراہی میں گھسیٹے لئے جا رہے ہیں پھر وہ کمی نہیں کرتے ﴿۲۰۲﴾ اور جب ان کے پاس آپ ﷺ کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کیوں کوئی آیت گھڑ نہیں لاتے؟ تو کہہ دیجئے میں تو اسی پر چلتا ہوں کہ جو مجھ کو میرے رب تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا گیا۔ یہ (قرآن) تمہارے رب کی طرف سے بینائی ہے اور اس قوم کے لئے جو ایمان لاتی ہے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۲۰۳﴾۔

ترکیب:......اخوانھم مبتدا یمدونھم جملہ خبر واذالم......الخ شرط قالوا......الخ جواب لولا ھلا اجتبیتھا انشأتھا من قبل نفسک ' ذلک مقولتھم ما موصولہ یوحی الی جملہ صلہ مجموعہ مفعول ہے اتبع کا من ربی، یوحی سے متعلق ھذا مبتدا بصائر موصوف من ربکم صفت مجموعہ خبر وھدی ورحمۃ خبر پر معطوف لقوم، رحمۃ سے متعلق البصائر جمع البصیرۃ وھی الحجج والبراھین۔

اہلِ سرکش کا اپنی خواہش وچاہت کے مطابق معجزات طلب کرنا

تفسیر:......غضب کی حالت میں پرہیزگاروں کی یہ حالت بیان کی تھی کہ وہ جب اللہ تعالیٰ کو یا اس کے صفات قاہرہ کو یاد کرتے ہیں تو اس تاریکی جسمانیت سے باہر آ کر دفعتاً بینا ہو جاتے ہیں یعنی یکایک آنکھیں سی کھل جاتی ہیں برخلاف شیاطین کے بھائیوں کے یعنی غیر خدا پرست لوگوں کے کہ غصہ اور غضب کی کیا خصوصیت ہے وہ جس بری بات میں پڑتے ہیں تو ان کے بھائی شیاطین خواہ جن ہوں خواہ انس ان کی سرکشی میں اور بھی بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ پھر کمی نہیں کرتے۔

یہ بات نہیں کہ اگر بشریت سے کوئی خطا یا گناہ سرزد ہو گیا تو اس کا تدارک کریں استغفار کریں، نادم ہوں، اللہ تعالیٰ کو یاد کریں بلکہ اس میں اصرار اور غلو کرتے کرتے حد کو پہنچا دیتے ہیں کہ رسول کے مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور بعض کج بحثی کی نظر سے طرح طرح کے معجزات طلب کرنے لگتے ہیں اور جب ان کی خواہش کے موافق رسول وہ معجزہ نہیں دکھاتا تو کہتے ہیں لَوْلَا اجْتَبَیْتَھَا کہ تو از خود کیوں نہ بنا لیا۔ یا تو نے اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کیوں نہ کی کیونکہ تو کہتا ہے کہ وہ میری دعاء قبول کیا کرتا ہے۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ اے نبی (ﷺ)! تو ان سے کہہ دے میں تو صرف وحی الٰہی کا اتباع کرتا ہوں اپنی طرف سے کوئی

درخواست نہیں کرسکتا۔ ہر امر میں جہاں ضرورت پڑتی ہے وحی کا منتظر رہتا ہوں نہ مجھے کچھ اس کی ضرورت ہے کہ تمہاری خواہشوں کی پیروی کروں۔ قرآن مجید ایک ایسا معجزہ ہے کہ جس کے برابر کوئی معجزہ نہیں جب تم اس کو نہیں مانتے تو پھر اور کس معجزہ کے قائل ہو گے؟

قرآن مجید کی مدح میں تین لفظ:......اور یہ قرآن تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے بصائر یعنی بینائی ہے اور ہدایت اور رحمت۔ قرآن مجید کی مدح میں تین لفظ وارد ہوئے ہیں۔ بصائر، کیونکہ قرآن کی وجہ سے توحید اور نبوت اور معاد کا حال معلوم ہوجاتا ہے اور انبیائے گزشتہ اور ان کے مطیع اور نافرمانوں کا حال بھی آئینہ ہوجاتا ہے اس لئے اس کو بصائر کہا تسمیۃ السبب باسم المسبب۔ دوم ہدایت، معارف توحید و نبوت و معاد میں لوگوں کی دو قسم ہیں ایک وہ ہیں جو ان چیزوں کا گویا مشاہدہ کرتے ہیں ان کو اصحاب عین الیقین کہتے ہیں۔ دوم وہ جو ایسے نہیں بلکہ مستدل ہیں جن کو اصحاب علم الیقین کہتے سو اول قسم کے لئے قرآن بصائر ہے اور دوم کے لئے ہدایت اور عامۃ المومنین کے لئے رحمت اور چونکہ تینوں فریق مومنین میں سے تھے اس لئے لقوم یؤمنون فرمایا۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ (سجدہ)

الاعلانۃ السجدۃ

ترجمہ:......اور جب کہ قرآن پڑھا جاوے تو اس کو سنا کرو (خاموشی کے ساتھ) اور چپ رہا کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۲۰۴﴾ اور صبح و شام اپنے رب تعالیٰ کو دل میں گڑگڑا کر اور ڈر ڈر کر نہ کہ چلا کر یاد کیا کرو اور غافل نہ ہوجایا کرو ﴿۲۰۵﴾۔ وہ لوگ جو آپ ﷺ کے رب تعالیٰ کے پاس ہیں اس کی عبادت سے سرتابی نہیں کرتے۔ اور اسی کی پاکی بیان کرتے اور اسی کو سجدہ کیا کرتے ہیں ﴿۲۰۶﴾۔

ترکیب:......واذاقرئ شرط فاستمعوا جواب وانصتوا اس پر معطوف تضرعاً و خیفة حال ہیں فاعل اذکر سے مصدر ہیں و دون الجهر معطوف ہے تضرعاً پر والتقدير مقتصدين۔ بالغدو متعلق ہے اذکر سے والاصال اس پر معطوف وهي جمع الجمع لان الواحد اصيل و فعيل لايجمع على افعال بل على فعل ثم فعل على افعال فالواحد اصيل و جمعه أصل و جمعه آصال۔ لايستكبرون خبر ان۔

سماع قرآن کے آداب

تفسیر:......جب کہ قرآن مجید کو بصائر اور ہدایت اور رحمت فرمایا تو اس کے بعد یہ حکم دیتا ہے۔ جب قرآن مجید پڑھا جاوے تو اس کو چپ ہو کر سنو تا کہ تم اس کو سمجھو اور اس کا بصائر اور رحمت و ہدایت ہونا تمہارے لئے متحقق ہو اور اسی لئے بعد اس کے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ بھی فرمایا کیونکہ بغیر اس کے قرآن مجید کے برکات سے حصہ نہیں ملتا۔ آیت کے ظاہر الفاظ سے حکم عام سمجھا جاتا ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے اس کو چپ ہو کر سننا واجب ہے مگر علماء نے شان نزول کے لحاظ سے اس کو خاص کیا ہے۔ اور ان کے چند قول ہیں اول حسن رحمہ اللہ اور اہل ظاہر کا قول ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جاوے تو چپ ہو کر سننا چاہیے خواہ رستہ چلتا سنے خواہ مکتب میں خواہ امام پڑھے یہ آیت کو عام رکھتے ہیں

تخصیص نہیں کرتے۔ دوم یہ کہ نماز میں کلام کرنے کی ممانعت کے لئے آیت نازل ہوئی ہے اس میں سکوت اور قرآن مجید سننے کا حکم ہوا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ کہتے کہ ابتدائے اسلام میں عین نماز میں لوگ کلام کرلیا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ سوم یہ کہ جب امام قرآن مجید آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

مسئلہ فاتحہ خلف الامام:..... چنانچہ ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز جہری پڑھا رہے تھے فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ ابھی قرأت پڑھی ہے۔ ایک آدمی نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کہتا ہوں کیا وجہ ہے کہ میرے ساتھ قرآن پڑھنے میں کشمکش ہو رہی ہے۔ راوی نے کہا کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلوٰۃ جہریہ میں قرأت پڑھنے سے رک گئے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعود رضی اللہ عنہ و عمران بن حصین رضی اللہ عنہ و جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور اسی طرح مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ انما جعل الامام ..... الخ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے اِذَا قُرِئَ فَانْصِتُوْا کہ جب امام پڑھے تو مقتدی کو چپ کرنا چاہیے اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو۔ اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور احمدؒ اور مالکؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے، اور دیگر محدثینؒ نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمدؒ و ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ لوگوں نے روایت کی ہیں۔ لہٰذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ و جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے۔ امام شافعیؒ اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے۔ ترمذیؒ کہتے ہیں و اختار اصحاب الحدیث ان لا یقرء الرجل اذا جھر الامام بالقراءۃ و قالو ایتبع سکتات الامام اور دلیل ان کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہے کہ من صلی صلوٰۃ لم یقرء، فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز ناقص ہوگی مگر محدثین خصوصاً امام احمدؒ نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو، امام کے پیچھے نہیں۔ چنانچہ ترمذیؒ کہتے ہیں و امام احمد بن حنبل فقال معنے قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوٰۃ لمن یقرء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ و احتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام پس جب امام محدثین کے نزدیک اس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنے ہوئے تو پھر اس سے آیت خاص کرنا جو بقول بیہقی بالاجماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلیف ہے اور اس آیت مکیہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آ کر مشروع ہوا اور بھی تکلیف ہے۔ نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن مجید سننا چاہیے۔

ذکرِ الٰہی کا حکم اور اس کے آداب:..... وَاذْكُرْ رَّبَّكَ ..... الخ جب کہ قرآن مجید کے سننے کا حکم دیا جو ایک جماعت تھی تو اس کے بعد بندہ کو از خود بھی ذکر الٰہی کرنے کا حکم دینا کلام سابق کا تتمہ بیان کر دینا ہے اور نیز قصص و احکام وعظ و پند بیان کر کے سورۃ کو ذکر الٰہی کے حکم پر تمام کرنا گویا تمام شریعت کا عطر کھینچ دینا ہے اور دنیا کے سب کاروبار کا آخر کار بتلا دینا ہے۔ ذکر خواہ بالقلب ہو خواہ باللسان خواہ قرآن مجید کے پڑھنے سے ہو خواہ اس کا کوئی نام پاک ورد کرنے سے علیٰ حسب مراتب سب ذکر الٰہی ہے۔ آیت میں اس ذکر کے لئے

چند قیدیں لگائی ہیں۔

(۱) فِیْ نَفْسِكَ اس سے مراد یہ کہ جن الفاظ کو زبان سے ادا کرتا ہو ان کو معانی سے واقف ہو، دل سے بھی اس کی طرف متوجہ ہو ورنہ۔

برزبان تسبیح ورد گاؤ خر ☆ این چنین تسبیح کے دارد اثر

(۲) تضرع کے ساتھ یعنی عجز و نیاز ہو بلحاظ جلال خوف اور بلحاظ جمال امید بھی ہو۔

(۳) خیفة زجاج کہتے ہیں کہ اصل خوفۃ تھا و کو ی سے بدل لیا لانکسار ماقبلھا۔ اس خوف کے مراتب ہیں کبھی اپنی تقصیر عبادت کا کہیں اس کی بے نیازی کا۔

یار بے پروا و فریاد من بے اثر ☆ گہ زدل فریاد میدارم گہ از فریادرس

(۴) وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ مراد یہ کہ مخافت اور جہر کے درمیانی طور سے ذکر ہو جیسا کہ آیا ہے وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک بار صحابہ رضی اللہ عنہم چیخ چیخ کر تکبیر و تہلیل پہاڑوں پر چڑھتے اُترتے (کسی سفر جہاد میں) کرتے تھے فرمایا کہ تمہارا رب بہرا اور غائب نہیں ہے ع نعرہ کمتر زن کہ نزدیک ست یار یعنی اس قدر بلند آواز ہو کہ جس کو خود سن سکے کیونکہ اس ذکر سے خیال متاثر ہوتا ہے اور خیال کے متاثر ہونے سے ذکر قلبی و روحانی میں قوت حاصل ہوتی ہے اور ان ارکان ثلاثہ میں سے ہر واحد دوسرے سے قوی اور ہر ایک کے انوار دوسرے میں منعکس ہوتے ہیں اور ان انعکاسات سے بہت کچھ قوت اور جلا اور انکشاف اور عالم اجسام کے ظلمات سے عالم انوار کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہے۔

(۵) بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ غدر جمع غدوۃ آصال جمع اصل اور اصل کا واحد اصیل ہے اوّل دن کو غدوۃ اور اخیر دن کو اصیل کہتے ہیں۔ یعنی صبح ❶ اور شام ذکر کیا کیونکہ ان دونوں وقتوں میں انقلاب لیل و نہار سے ایک عجیب تغیر پیدا ہوتا ہے جو اس کی کمال قدرت کی دلیل ہے اور ان اوقات میں ملأ اعلیٰ کی توجہ بھی بندوں کے قلوب کی طرف ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت دعاء زیادہ قبول ہوتی ہے۔

(۶) وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ یعنی ہر وقت دل میں اس کا دھیان رہے چلتے پھرتے، کھاتے بیٹھتے تا کہ ملائکہ سے مشابہ ہو جاوے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ......الخ یہاں سے یہ بات بیان کرتا ہے کہ جب ملائکہ کا باوجود اس تقدس کے یہ حال ہے کہ وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور تسبیح اور سجدہ کرتے رہتے ہیں پھر تم کو تو انسان ہو کر آلائش شہوات و ظلمات جسمانیہ سے پاک ہونے کے لئے اور بھی ذکر الٰہی میں مشغول ہونا چاہیے۔ اس جملہ کو سن کر سجدہ کرنا واجب ہے۔

---

❶......ذکر سے عام مراد ہے اور نماز کی فرضیت سے پہلے صرف صبح و شام ذکر الٰہی فرض تھا بعض کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد نماز ہے پھر نمازوں میں سے صبح و شام کی نماز کی تاکید خصوصیت سے یہاں اس لئے آئی کہ یہ دونوں وقت ملائکہ کے پہرہ بدلنے کے جیسا کہ احادیث صحیح میں آیا ہے اور بالخصوص صبح کی نماز کے لئے آیا ہے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا○ مگر تعمیم اولیٰ ہے ۱۲ منہ۔

آیَاتُهَا ۷۵ (۸) سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّةٌ (۸۸) رُكُوْعَاتُهَا ۱۰

مدنی ہے اور اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور ۱۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو مہربان رحیم ہے۔

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا
ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا
وَّعَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ③
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ④

ترجمہ:......(اے رسول (ﷺ) آپ (ﷺ) سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ مال غنیمت ❶ تو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ہے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور باہمی ف معاملات درست رکھو، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو①۔ مؤمن تو وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اس کی آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اس سے ان کا ایمان (اور) زیادہ (تروتازہ) ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں②۔ وہ جو نماز پڑھتے اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے دیتے ہیں③۔ یہی وہ سچے مسلمان ہیں، (اور) انھیں کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے ہاں درجے ہیں اور بخشش اور عزت کی روزی④۔

ترکیب:......یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ سے متعلق الانفال مبتدا اللہ وَالرَّسُوْلِ خبر المؤمنون مبتدا الذین موصول اذا ذکر شرط وجلت جواب جملہ صلہ واذا تلیت شرط وجواب مل کر جملہ معطوف ہے پہلے پر صلہ میں داخل مجموعہ خبر وعلی ربھم جملہ یا حال ہے یا صلہ میں داخل بذریعہ عطف اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ صلہ وموصول پہلے الذین سے بدل حقًا مفعول مطلق ہے فعل محذوف سے عند ربھم درجات بمعنے اجر کا ظرف۔

سورۃ انفال کا دوسرا نام سورۂ بدر

تفسیر:...... یہ سورۃ ایام جنگ بدر میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے جیسا کہ حسن رحمۃ اللہ علیہ اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ وجابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ وعطا وغیرہم

❶......اس آیت کو اگلی آیت فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ سے منسوخ قرار دینا ایک زائد بات ہے اس لئے کہ الانفال للہ والرسول کے معنی یہ ہیں کہ انفال کا حکم اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کے اختیار میں ہے سو یہ بات اگلی بات کے کہ اس کی یوں تقسیم ہونی چاہیے کچھ منافی نہیں ف انفال میں اور دیگر معانی انعام وغیرہ کو اس جگہ مراد لینا ممکن ہے مگر مراد غنائم ہیں ۱۲ منہ ف:......اور اپنی حالت کو درست کرو۔

ائمہ تفسیر سے منقول ہے۔ابوالشیخ وابن مردویہ ونحاس رحمہم اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی نقل کیا ہے اور اس کو سورۂ بدر بھی کہتے ہیں۔اس کی پچھتر یا چھہتر آیات ہیں۔

انفال کی تحقیق وتشریح:......انفال کی جمع ہے۔نفل اور نافلہ اس کو کہتے ہیں جو اصل پر زائد چیز حاصل ہو۔غنیمت کے مال کو اس لئے انفال کہتے ہیں کہ وہ برخلاف اور امتوں کے ایک نفع کی بات ثواب جہاد سے زائد (جو اصل ہے) خاص اس امت کو حلال ہے ان کو حلال نہ تھا جیسا کہ اب تک عہد عتیق کے مختلف مقامات سے ثابت ہے اور نماز نفل کو بھی اس لئے نفل کہتے ہیں کہ وہ فرض سے زائد بات ہے۔اور وہ جو جنگ میں سردار سپاہ اسلام کو انعام کے طور پر دیتا ہے اس کو بھی نفل کہتے ہیں۔اس جگہ مراد مال غنیمت ہے جو کفار سے مقابلہ کے بعد لیا جاتا ہے جس کو لوٹ کہتے ہیں۔اس کا سبب نزول یہ ہے کہ جنگ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور مشرکین کا مال قبضۂ اسلام میں آیا تو اس کی تقسیم میں لوگوں کا اختلاف ہوا جوانوں نے کہا ہمارا حق ہے ہم نے شکست دی، بڈھوں نے کہا ہم تمہاری پشت پر تھے اس لئے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تب یہ سورۃ نازل ہوئی۔اس میں غنیمت اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرار پائی یعنی اللہ تعالیٰ کا مال ہے جس طرح وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کرے تقسیم کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو برابر تقسیم کر دیا جیسا کہ حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں روایت کی ہے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو آپس میں سلوک رکھو غنیمت پر جھگڑا نہ مچاؤ ہر بات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانو اگر ایمان رکھتے ہو۔

اہلِ ایمان کے اوصاف:......پھر آگے حقیقی ایمانداروں کا وصف بیان فرماتا ہے کہ ان میں یہ پانچ باتیں ہوتی ہیں۔اول جب کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو محبت اور خوف کے مارے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔دوم جب اس کی آیتیں ان کو سنائی جاتی ہیں تو اور بھی سن کر ایمان مستحکم ہو جاتا ہے۔سوم وہ ہر کاروبار میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں یہ تینوں وصف تو قوت نظریہ سے متعلق تھے قوت عملیہ کے متعلق، (۴) نماز پڑھتے ہیں (۵) اللہ تعالیٰ کے دیئے میں سے دیتے ہیں۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝۵
يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝۶
وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ
تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷
لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۸

ترجمہ:......(یہ حکم بھی بظاہر ایسا ہی ناگوار ہے) جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے حکمت کے ساتھ باہر نکلنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا اور مسلمانوں کی ایک جماعت تو اس سے ناخوش ہی تھی ۵۔حق ظاہر ہو جانے پر بھی تو (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے ایسا جھگڑا رہے تھے گویا کہ موت کی طرف دھکیلے جاتے ہیں اور وہ اس کو دیکھ بھی رہے ہیں ۶ اور جب کہ اللہ تعالیٰ تم کو دو چیزوں میں سے ایک کا وعدہ دیتا تھا

کہ یہ تم کو ملے گی اور تم یہ چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے حق کو حق کرنا اور کافروں کی جڑ کاٹنا چاہتا تھا۞ تا کہ حق کو ثابت کرے اور باطل کو مٹا دے اور مجرم پڑے برا مانا کریں۞۔

ترکیب:.....کما صفت ہے مصدر محذوف کی ای ھذا الحالة فی کراھتھم لھا مثل اخراجک فی حال کراھتھم وقد کان خیرا۔ پس یہ کما خبر ہوگی مبتدا محذوف کی جو ھذہ ہے وان فریقا جملہ حال ہے کما اخرجک سے یجادلونک.....الخ جملہ حال ثانی ہے کانما جملہ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اذیعد کم کا عامل اذکر و امحذوف کم مفعول اول احدی الطائفتین مفعول ثانی یعد کا انھا لکم بدل ہے مفعول ثانی سے بدل الاشتمال۔

جنگِ بدر میں صحابۂ کرام کی آراء

تفسیر:..... کَمَآ اَخْرَجَكَ، اس تشبیہ میں علمائے مفسرین کے چند اقوال ہیں ازانجملہ سب سے راجح یہ ہے کہ یہ تقسیم بھی بظاہر مسلمانوں کو ایسی ناگوار ہے جیسا کہ اے پیغمبر (ﷺ) اس جنگ کے لئے آپ کا بحکم الٰہی گھر سے نکلنا ناگوار تھا لیکن جس طرح وہاں ان کی ناخوشی کا لحاظ نہیں کیا گیا ایسا ہی یہاں بھی لحاظ نہیں اس لئے کہ حکمت الٰہی اور انجام کار کے عمدہ نتائج تک ان کی عقلیں نہیں پہنچتیں۔ بندے تو بالفعل کی آسانی کو اور موجودہ فائدہ کو دیکھتے ہیں۔ اس جنگ کے لئے گھر سے نکلنے میں بظاہر تکلیف اور مشقت اور دشمنوں کی کثرت تعداد اور اپنی قلت کے سبب مارے جانے کا خوف تھا مگر اس قتال نے مشرکین مکہ کی جو اسلام میں سد راہ تھے کمر ہی توڑ ڈالی اسی طرح غنیمت میں شرعی تقسیم کا قائم کرنا لشکر کشی اور فتوحات کے لئے ہی مفید ہے۔ ان آیات میں جنگ بدر کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال رمضان کی پہلی تاریخوں میں آنحضرت علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ابوسفیان شام سے ایک کاروانِ تجارت ساتھ لے کر آرہا ہے جس میں صرف چالیس آدمی ہیں اور بہت کچھ اسباب ہے اس کے تعاقب میں آنحضرت علیہ السلام تخمیناً تین سو انصار و مہاجرین لے کر نکلے۔ اس کو بھی خبر لگ گئی تو وہ سمندر کے کنارے کنارے دوسرے رستہ ہولیا اور اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو مکہ مکرمہ کی طرف دوڑا دیا کہ جلد میری مدد کو پہنچو ورنہ مسلمانوں نے گرفتار کرلیا۔ جب آنحضرت ﷺ ذفران کی وادی میں پہنچے تو قریش مکہ کے آنے کی خبر ملی جو ابوسفیان کی مدد کو آتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام کی معرفت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں میں سے ایک کا وعدہ کرلیا ہے خواہ قافلہ کو گرفتار کرلو خواہ کفار مکہ پر فتح حاصل کرلو تمہاری کیا مرضی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو بہتر ہو کیجئے۔ اسی طرح انصار کے سردار سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ہر حال میں آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کفار سے مقابلہ کروان سے پہلے چل کر میدان بدر میں پانی پر ڈیرہ ڈال دو۔ مگر بعض لوگوں نے عذر کیا کہ ہم لڑائی کا سامان لے کر نہیں آئے۔ ہم تخمیناً تین سو، وہ تقریباً ایک ہزار۔ آخر اکثر مسلمان آمادہ جنگ ہوئے اور بدر میں لڑائی ہوئی جس میں کفار کو نمایاں شکست ہوئی۔ یہ تھا آنحضرت ﷺ سے حق بات پر جھگڑنا جو حضرت جبرئیل کی معرفت ظاہر بھی ہو چکی تھی اور یہ تھا ان کا موت کی طرف کھینچ کرلے جانا۔ کیونکہ کثرت وشوکت قریش ادھر اپنی قلت وضعف موت کا ظاہری سبب تھا جو آنکھوں کے روبرو تھا اس لئے ان باتوں میں سے قافلہ کا لوٹنا جس میں کھٹکا نہ تھا پسند تھا اور اللہ تعالیٰ کو تو کافروں کی جڑ کاٹنی اور اسلام کا بول بالا کرنا منظور تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بہت سے کفار مارے گئے، بہت سے گرفتار ہو کر آئے۔ ان آیات میں ان باتوں کا ذکر اور مسلمانوں کا گلہ ہے۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ
اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ ع
وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ
الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى
الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا
الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾
ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

ترجمہ:......(اور یاد کرو) جب تم اپنے رب تعالیٰ سے فریاد کرنے لگے سو وہ تمہاری فریاد کو پہنچا (وعدہ کیا) کہ میں لگاتار تمہاری ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا ﴿۹﴾ اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لئے مژدہ اور تمہارے دلوں کے اطمینان کے لئے کیا تھا اور فتح تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کیونکہ وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ﴿۱۰﴾ (اور یاد کرو) جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف کی تسکین (دینے) کے لئے تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تا کہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطانی ناپاکی کو تم سے دور کر دے اور تا کہ تمہارے دلوں کو مضبوط کرے اور اس سے تمہارے قدم جمائے ﴿۱۱﴾ جب کہ آپ (ﷺ) کا رب تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم ان کی گردنوں پر مارو اور ان کے ہر ایک جوڑ پر مارو ﴿۱۲﴾ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے مخالفت کی، اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) سے مخالفت کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (ان کو) سخت عذاب دیا کرتا ہے ﴿۱۳﴾ (کافروں سے کہو) لو یہ چکھو اور (یاد رہے) کہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب (سخت) ہے ﴿۱۴﴾

ترکیب:......اذ تستغیثون ممکن ہے کہ اذاول سے بدل ہو الی أی بانی جملہ تفسیر ہے استجاب کی یا بیان۔ مردفین بضم المیم و کسر الدال و اسکان الراء من اردف مفعولہ محذوف ہے ای مردفین امثالھم، یہ حال ہے الملائکۃ سے و لتطمئن معطوف ہے بشریٰ پر ای ما جعلہ الا لتطمئن۔ و ما النصر......الخ جملہ حال ہے فاعل جعل سے النعاس مفعول ثانی ہے یغشیکم کا منہ صفت ہے اَمَنَۃً کی جو حال ہے النعاس سے یا مفعول لہٗ۔ وینزل معطوف ہے یغشی پر ویذھب معطوف ہے یطھر پر و قس علیہ البواقی۔ اذ یوحی بدل ہے اذ یغشیکم سے اور عامل ان کا استجاب ہے و قیل۔ انی معکم سے لے کر کل بنان تک یوحی کا بیان ہے۔ النعاس النوم الخفیف۔

غزوۂ بدر میں قدرت کے کرشمے

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ ان دو باتوں میں سے کہ جن کا ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا یہ ایک بات یعنی احقاق حق وابطال باطل مقصود تھی کما قال لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور یہ جنگ کرنے سے حاصل ہوتی تھی۔ جنگ ہوئی اور اس جنگ میں جو جو کفر کو مٹانے اور اسلام کو بالا کرنے کے لئے اس نے اپنی قدرت کے کرشمے دکھائے اور مسلمانوں پر فضل وکرم کیا ان کا ان آیات میں ذکر فرماتا ہے ہر ایک بات کو اذا ذ سے ذکر فرماتا ہے وہ موقع یاد دلا کر فقال۔

میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کا نزول:......(۱) اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ، غوث مدد استغاثہ مدد طلب کرنا۔ آخر آنحضرت ﷺ میدان بدر میں جا پہنچے۔ گرمی کے دن تھے اور بدر میں جو پانی تھا اس کو اوّل آ کر مشرکین مکہ نے اپنے قبضہ میں کر لیا● تھا۔ ادھر تو غنیم کی کثرت کہ وہاں مع ساز وسامان مکہ مکرمہ کے تخمیناً ہزار بہادر جنگ جو تھے ادھر تخمیناً تین سو آدمی بھوکے پیاسے بے سروسامان۔ ایسی حالت میں مسلمان اپنے پروردگار سے مدد خواہاں ہوئے اور اسی سے فریادرسی کے امیدوار ہوئے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ اس حالت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک خیمہ میں گئے اور آنحضرت ﷺ نے روبقبلہ ہو کر ہاتھ اُٹھا کر نہایت عجز وانکسار سے دعاء کرنی شروع کی کہ الٰہی! تو اپنے وعدہ کو پورا کر۔ اگر اہل حق کی یہ جماعت ماری گئی تو پھر زمین پر تیرا کوئی نام لینے والا نہ رہے گا۔ دعاء کرتے کرتے آپ ﷺ کی رداء مبارک مونڈھوں سے گر پڑی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اُٹھا کر آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دی اور ہاتھ تھام کر عرض کی کہ یا نبی اللہ ﷺ! بس کیجئے آپ ﷺ کی دعاء اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا تب یہ آیت اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ لے کر جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے یعنی فریاد قبول کر لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا دیکھو یہ جبرئیل علیہ السلام گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے مسلح ہو کر آئے ہیں۔ مردفین کے معنے یکے بعد دیگر۔ چنانچہ اولاً ہزار فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہوا تھا پھر تین ہزار ہو گئے پھر پانچ ہزار جیسا کہ آل عمران میں ہے۔ اس بات پر تو تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ بدر کے روز آسمان سے مسلح ہو کر مسلمانوں کی مدد کو فرشتے نازل ہوئے جو مسلمانوں کو بھی دکھائی دیئے مگر اس میں اختلاف ہے کہ اُنھوں نے جنگ کی کہ نہیں؟۔ کتب احادیث سے جنگ کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص ایک مشرک پر حملہ کرنے دوڑا تو اس کے مارنے سے پیشتر ہی وہ زمین پر مرا پڑا تھا اور اس کے منہ پر کوڑے کا نشان تھا اور کوڑے کی آواز کے ساتھ یہ آواز بھی سنائی دی تھی: اقدم حیزوم۔ بعض کہتے ہیں جنگ نہیں کی صرف مسلمانوں کے اطمینان کے لئے نازل ہوئے تھے جیسا کہ اس جملہ میں وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى ......الخ سے پایا جاتا ہے مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے مگر یہ بات تو جب بھی پائی جاتی ہے کہ جب فرشتوں کا جنگ کرنا تسلیم کر لیا جائے۔

میدانِ بدر میں انعام الٰہی: نیند کا مسلط ہونا:......(۲) اِذْ يُغَشِّيْكُمُ ......الخ یہ بھی اسی روز کا دوسرا واقعہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مضبوط کرنا چاہا تو خلاف عادت ان پر نیند مسلط کر دی اس نعاس یعنی نیند میں علماء کے دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ جنگ سے اوّل اس رات کہ صبح کو جنگ ہوگی حق سبحانہ، نے مسلمانوں کو راحت سے سلایا جس سے ماندگی سفر کی دوری ہو گئی اور دل بھی صبح کو قوی تھے

● ...... بعض مورخین کہتے ہیں کہ پانی پر تو اوّل ہی سے مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا مگر کسی قدر بارش وقت پر ہو جانے سے مشرکین نے بھی اسی لئے پانی کا زیادہ خیال نہیں کیا تھا ۱۲ منہ

ایسے قلق و اضطراب میں کہ موت سامنے دکھائی دے رہی ہو نیند آنا انعام الٰہی ہے دوسرا قول یہ ہے کہ بروقت جنگ ایک ایسی حالت طاری ہوگئی جس سے اطمینان اور دل سنبھل گئے یہ صاف معجزہ ہے عین صف جنگ میں سب کا اونگھنا خلاف عادت ہے روایات سے اخیر قول کی تائید ہوتی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بجز رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم میں کوئی بھی ایسا نہ تھا کہ جو نیند کے مارے جھک جھک نہ پڑتا ہو۔ اس لئے اس کو امنۃ منہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے۔ اَمَنَةً امن و اطمینان دلانے والی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فضل کیا۔

(۳) کہ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً مینھ برسایا جس سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل: لِّيُطَهِّرَكُمْ کہ مسلمان نہا کر پاک ہو گئے اور پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور ریت میں بھی قدم جمنے کے قابل ہو گئے۔ دوم: وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وسوسہ شیطانی کہ بے پانی کے فتح مشکل ہے دور کر دیا۔ (رجز) وسوسہ مشقت۔ سوم: وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مسلمانوں کے دل قوی کر دیئے جسمانی آسائش سے بھی اور آسمانی مدد کے آثار سے بھی۔ چہارم: وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ قدم جمادیئے ظاہری طور پر بھی کیونکہ ریتے میں دھنسے جاتے ایسی حالت میں جنگ میں دشواری ہوتی ہے اور یوں بھی ثابت قدمی ہوگئی۔ اس بارش میں بھی دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ اس اُونگھ کے بعد ایک بادل اُٹھا اور پانی برسا جس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔ دوم یہ کہ اس اُونگھ سے پہلے بارش ہوئی۔ بدر میں جو پانی کی جگہ تھی اس پر مشرکین نے اول سے قبضہ کر لیا تھا مسلمانوں کو پانی نہ ملنے سے بڑی تکلیف تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آسمانی پانی برسا دیا۔

کفار کے دلوں میں رعب کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد:..... (۴) اِذْ يُوْحِيْ ..... الخ یہ اس روز کا چوتھا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت قدم کر دیا بظاہر ان کے شریک حال ہو کیونکہ جب کوئی اپنے ساتھ ایک جماعت مددگار دیکھتا ہے تو دل قوی ہو جاتا ہے یا اس طور سے کہ جس طرح شیاطین کو دل میں وسوسہ ڈالنے کا قابو دیا گیا ہے اسی طرح ملائکہ کو نیک خیال پیدا کرنے کا بھی جس کو لمّہ و الہام کہتے ہیں۔ سو ملائکہ نے مسلمانوں کے دل میں بہادری القاء کی، اور دلوں ہی کی قوت و ضعف پر فتح و شکست ہے۔ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ یہ کلام بھی ملائکہ سے متعلق ہے کہ ان سے یہ بھی کہا تھا سو ملائکہ نے کفار کے دل میں رعب ڈال دیا اور اسی طرح فَاضْرِبُوْا ..... الخ کا بھی ملائکہ کو حکم ہوا تھا کیونکہ ملائکہ کو طریق جنگ معلوم نہ تھا سو ان کو بتلایا کہ ان مقامات پر مارو کہ ان سے آدمی جلد نکما ہو جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ مؤمنوں سے خطاب ہے، اور اس سے مقصود یہ کہ عضو رئیس سے لے کر جو گردن و سر ہے اخس تک جہاں قابو پاؤ مارو۔ اس جنگ میں عین مقابلہ کے وقت آنحضرت علیہ السلام نے ریتے کی ایک مٹھی پھینکی ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کی دونوں آنکھوں میں نہ جا پڑا ہو اس موقع میں دلیران اسلام نے مار مار کر ان کے ڈھیر کر دیئے ستر مارے گئے ستر مدینہ طیبہ میں قید ہو کر آئے باقی بھاگ گئے۔ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار مارے گئے۔ کفر کا آج زور ٹوٹ گیا۔ عرب میں مسلمانوں کی آج دھاک بچ گئی پھر ان کی اس رسوائی کا سبب بھی بیان کرتا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ کہ انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تھی جس کا یہ مزا چکھا اور آئندہ جو نافرمانی کرے گا سزا پائے گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ

اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ
بَلَآءً حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱
اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا
ع نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑲

ترجمہ:...... مسلمانو! جب کہ تم کفار سے (صف بصف) مقابل ہو جاؤ تو ان کو پیٹھ نہ دینا⑮ اور جو کوئی ان کو اس روز پیٹھ دے گا بجز اس کے کہ کوئی حیلۂ جنگ کرتا ہو یا لشکر میں پناہ لینے کو آتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر پھرے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا⑯ اور وہ (بہت ہی) بری جگہ ہے۔ پھر تم نے ان کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور (اے محمد ﷺ!) آپ نے مٹی نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ اور (یہ) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر اپنی طرف سے خوب احسان کیا چاہتا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا (اور) جاننے والا ہے⑰ بات یہ ہے اور اللہ تعالیٰ کو تو کافروں کا فریب بگاڑنا تھا⑱۔ (اے کافرو!) اگر تم فتح کے خواستگار تھے تو لو تمہارے پاس فتح بھی ❶ آ چکی اور اگر تم باز آؤ تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ اور اگر تم پھر کرو گے تو ہم بھی پھر مدد کریں گے۔ اور تم کو تمہاری فوج کچھ بھی فائدہ نہ دے گی اگرچہ وہ بہت ہی کیوں نہ ہو۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ تو ایمانداروں کے ساتھ ہے⑲۔

ترکیب:...... اذا لقیتم شرط۔ فلا تولوا جواب، جملہ ندا ہے۔ زحفاً مصدر موضع حال میں۔ وقیل ہو مصدر للحال المحذوف ای تزحفون زحفا۔ الادبار جمع دبر مفعول ثانی ہے تولوھم کا۔ ومن یولھم شرط۔ یومئذ ظرف۔ دبرہ مفعول ثانی۔ فقد باء جواب۔ الامتحرفاً استثناء فی ھذہ الاحوال ای لایجوز التولی فی ای حال الا فی التحرف ای التعطف لقتال بان یریھم الفرۃ کیدا ویرید الوقوع علیھم کرۃ۔ اومتحیزا ای منضماً۔ لی فئۃ ای جماعۃ المسلمین۔ ذٰلکم ای الامر ذٰلکم۔

میدانِ جنگ سے فرار کا حکم

تفسیر:...... چونکہ اس جنگ بدر میں کامیابی بظاہر اسباب استقلال اور ثابت قدمی سے واقع ہوئی اس لئے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو ہر ایک جنگ میں صبر و استقلال کا حکم دیتا ہے بقولہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا...... الخ زحف کے معنے آہستہ آہستہ قریب ہونا۔ اصل میں زحف چوتڑوں کے بل چلنے کو کہتے ہیں۔ یہاں مراد لشکر سے دوسرے لشکر کا مقابلہ ہونا ہے اس آیت میں بجز دو صورتوں کے مقابلۂ کفار سے بھاگنا حرام قرار دیا گیا۔ ایک یہ کہ حیلہ اور داؤ مقصود ہو۔ بظاہر تو بھاگنا معلوم ہو مگر الٹ کر مارنا مقصود ہو۔ دوم یہ کہ بھاگ کر اسلام کے لشکر میں آملنا مقصود ہو۔ جمہور کے نزدیک یہ حکم عام ہے مگر اگلی آیت تخفیف سے یہ بھاگنا اس وقت میں حرام ہے کہ جب کافر برابر یا دو چند ہوں اور جب کہ سہ چند یا اس سے بھی زیادہ ہوں تو اس صورت میں جان بچانے کے لئے بھاگنا جائز ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں مقابلہ کفار میں بھاگنا ان سات کبیرہ گناہ میں شمار ہوا ہے جو باعث ہلاکت ہیں۔ مگر ابو سعید رضی اللہ عنہ و ابو نضرہ رحمہ اللہ و عکرمہ رحمہ اللہ و نافع رحمہ اللہ و حسن رحمہ اللہ و قتادہ رحمہ اللہ و ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حکم خاص جنگ بدر کے لئے تھا کیونکہ یہ اول جنگ تھی اور نیز یومئذ کی قید سے یہی سمجھا جاتا ہے۔

---

❶ کفار نے مکہ [illegible] نکلتے ہی دعا کی تھی کہ الٰہی دونوں فریق میں سے جو حق پر ہو اس کو فتح دے۔ اب ان سے بطور طنز فرماتا ہے لو فتح مل گئی ۱۲ منہ

جمہور کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے اور یومئذٍ سے مراد یوم الزحف ہے نہ یوم بدر اور نیز جنگ بدر کے بعد یہ آیت اتری ہے اور اس کے لفظ عام ہیں۔

غزوۂ بدر میں کامیابی رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ملی:......فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ......الخ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے نزول کا سبب یہ ہوا کہ بدر کے بعد بعض کہتے تھے کہ یوں کیا، کوئی کہتا تھا کہ میں نے بہادری کی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہوا بلکہ نبی علیہ السلام نے بھی جو بوقت مقابلہ ایک ریتے اور کنکروں کی مٹھی پھینکی تھی کہ جس سے وہ سب آنکھیں ملتے رہ گئے جس سے مسلمانوں نے ان کا کام تمام کیا یہ بھی ہمارے یہ قدرت کا کام تھا اس جملہ سے ہمیشہ کے لئے عجب اور انانیت کا خاتمہ کر دیا۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا، عام مفسرین کے نزدیک کفار کی طرف خطاب ہے کہ تم جنگ سے پہلے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہتے تھے کہ اے اللہ تعالیٰ جو دین حق ہو اس کو فتحیاب کر۔ چنانچہ ابوجہل نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سو تم نے فتح دیکھ لی بدر میں اسلام غالب رہا۔ اور اگر تم باز آ ؤ اور توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر مقابلہ کرو گے تو ہم پھر اسلام کو فتحیاب کریں گے اور تمہاری کثرت و شوکت کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ ہم ایمانداروں کے ساتھ ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝۲۰ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۲۲ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۲۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۲۴ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۵

ترجمہ:......مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کیا کرو، اور اس کو سن کر منہ مت پھیر لیا کرو ۝۲۰ اور تم ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے ۝۲۱ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب زمین پر چلنے والوں میں سے بدتر وہ حیوانات ہیں جو بہرے اور گونگے ہیں جو کچھ سمجھ نہیں رکھتے ۝۲۲ اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کچھ بہتری جانتا تو ان کو سنا ہی دیتا۔ اور اگر ان کو سنا تا بھی تو منہ موڑ کر الٹے پھر جاتے ۝۲۳ مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور (اس کے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانا کرو جب کہ وہ تم کو ایسی بات کی طرف بلاوے جو تم کو حیات جاودانی بخشے۔ اور آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ انسان کے دل پر مطلع رہتا ہے اور یہ بھی کہ تم اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے ۝۲۴ اور اس فتنہ سے بھی ڈرتے رہو کہ جو تم میں سے خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا (بلکہ عام ہوگا) اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے ۝۲۵

ترکیب:......وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ جملہ حال ہے ولا تولوا سے۔ شر الدواب اسم انّ۔ الصم البکم موصوف۔ الذین موصول۔ لَایَعْقِلُوْنَ صلہ جملہ صفت مجموعہ خبر انّ۔ اذا ظرف ہے۔ اِسْتَجِیْبُوْا کا لِلرَّسُوْلِ جار اس فعل سے متعلق۔ و انہ معطوف ان اللہ پر مجموعہ معطوف علیہ مفعول واعلموا۔ لاتصیبن جملہ مستأنفہ اور جواب ہے قسم محذوف کا ای واللہ لاتصیبن الظالمین خاصۃً بل تعم، اور نہی بھی ہوسکتی ہے اور کلام معنی پر محمول ہوگا ای لَاتَدْخُلُوْا فِی الْفِتْنَۃِ فانھا عقوبۃ عامۃ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پر مدد ونصرت کا نزول

تفسیر:......فرمایا تھا وَاَنَّ اللہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تمہارے ساتھ ہونا کچھ تمہارے نام کے مسلمان کہلانے سے نہیں بلکہ ان شرائط سے ہے (۱) اَطِیْعُوا اللہَ وَرَسُوْلَہٗ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو (۲) وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ کہ رسول ﷺ کا حکم سن کر روگردانی نہ کرو۔ حقیقت میں جب تک مسلمانوں میں یہ دونوں باتیں رہیں اللہ تعالیٰ کا سایہ ان پر رہا دنیا کی سرسبز سلطنتیں باوجود بے سروسامانی کے ان کے ہاتھ میں دیدیں۔ پھر اسی مضمون کی تاکید فرماتا ہے کہ تم ان منافقوں جیسے نہ ہوجاؤ کہ جو زبان سے تو سَمِعْنَا کہتے ہیں اور دل سے نہیں سنتے قضاوقدر نے ان میں حق کے سننے اور ماننے کا مادہ ہی نہیں رکھا جیسا کہ چارپایوں میں نہیں جو زمین پر چلنے والوں میں مذموم سمجھے جاتے ہیں وہ حق کے سننے سے بہرے اور حق کے بولنے سے گونگے ہیں اس کے سوا عقل بھی نہیں جو باعث شرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو ان میں یہ قابلیت نہیں رکھی تو اس لئے کہ وہ ازلی گمراہ ہیں اگر سنتے بھی تو اعراض کرجاتے۔

کفار میں قبولیت حق کی استعداد نہیں:......وَلَوْ عَلِمَ اللہُ فِیْھِمْ......الخ کی بابت بعض مفسرین نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ ﷺ قصی بن کلاب وغیرہ سیکڑوں برس کے مردوں کو زندہ کردیں اگر وہ آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دیں گے تو ہم بھی مان لیں گے کیونکہ وہ عرب کے بزرگ ہیں۔ اس کے جواب میں یہ جملہ ہے کہ اگر ان میں قابلیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو سنوا دیتا مگر ان میں قابلیت نہیں اگر وہ زندہ بھی ہوں اور سن بھی لیں تب بھی نہیں مانیں گے۔

جہاد حیاتِ ابدی کا باعث ہے:......اس کے بعد اسی کی اطاعت کی تاکید فرماتا ہے اس کا نفع بتلاکر اور عدول حکمی کا نقصان جتلاکر فقال لما یحییکم کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ تم کو کسی عبث اور ضرررساں بات کی طرف نہیں بلاتے بلکہ اس کی طرف جس میں تمہاری زندگانی ہے (یعنی قرآن کیونکہ یہ حیات روحانی کا باعث ہے اور ممکن ہے کہ جہاد خصوصاً مراد ہو کیونکہ اس میں شہادت ملتی ہے جو حیات ابدی کا باعث ہے) کما قال وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ اور نیز اس میں دشمن پر فتحیابی اور ثروت حاصل ہوتی ہے جو اصل زندگانی دنیا ہے مغلوب اور مقہور قوم کی زندگی کیا بلکہ موت ہے۔

برے حال جیا تو خاک جیا
مرے جینے کا کچھ بھی مزا ہی نہیں

یہ اطاعت کا فائدہ ہے اب خلاف کرنے میں نقصان بتلاتا ہے وَاعْلَمُوْا الخ کہ نافرمانی کرکے غرہ نہ کرو کہ توبہ کرلیں گے دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان آڑ ہوجاتا ہے یعنی اس کام کے کرنے کی توفیق نہیں دیتا اور نیز ایک عام فتنہ

پیدا کر دیتا ہے جو نیک و بد ❶ سب کو مبتلا کر دیتا ہے۔

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ ع

ترجمہ:......اور (اس وقت کو) یاد کرو جب کہ تم زمین پر کم اور مغلوب تھے (مکہ میں) ڈرا کرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لیں پھر اس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے زور دیا اور اچھی روزی دی تا کہ تم شکر کیا کرو۔ مسلمانو! اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی خیانت نہ کیا کرو، اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کیا کرو حالانکہ تم (خوب) جانتے ہو (کہ خیانت بری چیز ہے)۔ اور آگاہ رہو کہ تمہارے مال اور اولاد فتنہ ہیں اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے ﴿۲۸﴾۔ مسلمانو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں فتح دے گا اور تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿۲۹﴾۔

ترکیب:...... وتخونوا یجوز ان یکون مجزوماً عطفا علی الفعل الاول ای لا تخونوا اماناتکم وان یکون نصباً علی الجواب بالواو۔ وانتم تعلمون جملہ حال ہے فاعل لاتخونوا سے۔ وان اللہ معطوف ہے انما اموالکم پر، معطوف اور معطوف علیہ اعلموا کے مفعول ہیں ان تتقوا شرط یجعل لکم جواب۔

نعمتوں پر شکر گزاری کا حکم

تفسیر:...... ان آیات میں اپنی نعمت اور مسلمانوں کی پہلی حالت جتلا کر جو اطاعت و توکل پر محرک ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اور آپس کی خیانت سے منع فرماتا ہے جو باہمی اتفاق اور محبت میں خلل انداز اور اسلام کی جماعت میں خلل پیدا کرنے والی چیز ہے اور خیانت کا باعث بیشتر اولاد اور مال کی محبت ہوتی ہے سو اس کو فتنہ قرار دیتا ہے اور آخرت میں اجر عظیم کا وعدہ فرماتا ہے۔

---

❶......یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دنیا پر مصائب نازل ہوتے ہیں جن میں نیک و بد سب ہی آ جاتے ہیں جیسا کہ وبا اور قحط یا غیر قوموں کا محکوم ہونا یا آپس کی پھوٹ جس کا برا اثر نیکوں پر بھی پہنچتا ہے چونکہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگوں نے معصیت اختیار کی خلیفہ برحق کو شہید کیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں عام فتنہ جنگ و جدل قائم ہوا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم مبتلا ہوئے اس لحاظ سے بعض مفسرینؒ نے جو کہا ہے کہ آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی ہے اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو اس فتنہ کے مبتلاؤں کو برا سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ آیت میں تصریح ہے کہ یہ فتنہ ظالم اور غیر ظالم سب پر پہنچے گا احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح ہے ۱۲ منہ فرقان سے اس جگہ مراد یوم بدر ہے چونکہ یوم بدر کو یوم فرقان بھی کہتے ہیں ۱۲ حقانی

کبائر سے بچنے پر انعامات:......اس کے بعد مسلمانوں سے خطاب کر کے فرمایا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے، کفر وشرک وکبائر سے بچو گے تو ہم تمہارے لئے تین باتیں کریں گے۔ اوّل: تم میں اور کافروں میں فرق کر دیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں۔ دنیا میں تمہارے دل منور چہرے روشن، مکارم اخلاق، فتحمندی، غلبہ دیں گے، آخرت میں نجات اور جنت ان کے لئے ہے اس کے برخلاف فرقان کے معنے مجاہد رحمہ اللہ نے دنیا اور آخرت کی رستگاری اور مقاتل ابن حیان رحمہ اللہ نے دینی شبہات سے چھٹکارا اور عکرمہ رحمہ اللہ نے نجات پانا خوفناک چیزوں سے بیان کئے ہیں یہ مصدر ہے جیسا کہ رجحان۔ دوم: تمہاری برائیاں چھپا دیں گے۔ سوم: آخرت میں معاف کر دیں گے۔ اور وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ میں دنیا اور آخرت کی نعماء جلیلہ کی طرف اشارہ ہے۔

خیانت کی ممانعت:......لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ......الخ میں کسی خاص خیانت اور کسی شخص کا نام نہیں بلکہ عموماً ہر قسم کی خیانت کی ممانعت ہے خواہ مال کی ہو خواہ غنیمت کے مال کی خواہ آبرو اور کسی راز کی۔ مگر مفسرین نے اس کو بعض اشخاص کی خیانت اور ان کے واقعہ کی طرف بھی لگایا ہے۔ چنانچہ سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں منافقوں اور بعض دیگر شخصوں کی طرف اشارہ ہے جو مشرکین سے میل ومحبت رکھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی باتیں جو جنگ سے متعلق ہوتی تھیں ان کے پاس پہنچا دیتے تھے۔ زہری رحمہ اللہ اور کلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس میں ابولبابہ رفاعۃ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کی طرف خطاب ہے کہ انہوں نے یہود بنی قریظہ [ف] کو اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے ان کا قتل کیا جانا بتلا دیا تھا جس کے جرم میں انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی ﷺ کے ستون سے باندھ دیا تھا کہ جب میری توبہ ہو گی تو آنحضرت ﷺ خود کھول دیں گے۔ چنانچہ سات روز کے بعد توبہ قبول ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے کھولا۔ بعض نے کہا ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے اہل مکہ کو آنحضرت ﷺ کے ارادہ سے مطلع کر دینا چاہا تھا کہ آپ ﷺ ان پر چڑھائی کرنا چاہتے ہیں، واللہ اعلم۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ
وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا
لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ
اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۲ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ
وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۳۳ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

[ف]: بنی قریظہ یہود کا ایک قبیلہ مدینہ کے پاس رہتا تھا انہوں نے باوجود معاہدے کے جنگ احزاب میں جب کہ مشرکوں نے مدینہ کا آ کر محاصرہ کر لیا تھا حضرت ﷺ سے سخت بدعہدی کی تھی مشرکین کے جانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اکیس روز محاصرہ رہا جب وہ تنگ آئے تو آپ ﷺ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا جو انہیں کی گڑھی میں رہتے تھے کہ باہر نکلو ہم تم سے کوئی اقرار نہیں کرتے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے آپ ﷺ کا ارادہ انہیں بتلا دیا۔ یہ خیانت تھی ۱۲ منہ

يَعْلَمُوْنَ۝۳۴ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ۝۳۵

ترجمہ:......اور (اے نبی ﷺ یاد کرو) جب کہ کافر آپ ﷺ پر داؤ کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو قید کرلیں یا مار ڈالیں یا شہر سے نکال دیں۔ اور وہ داؤ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی داؤ کرتا تھا۝۳۰ اور اللہ تعالیٰ خوب داؤ کرنا جانتا ہے۔ اور جب کہ ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں (اچھاجی) سن لیا۔ اگر چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ سکتے ہیں۔ یہ تو صرف پہلے لوگوں کے قصہ ہیں (اور وہ وقت بھی یاد کرو)۝۳۱ جب کہ انہوں نے یہ کہا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر تیری طرف سے یہ (دین) حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برساوے یا ہم پر عذاب الیم بھیج دے۝۳۲ اور اللہ تعالیٰ تو ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے اور آپ ﷺ ان میں موجود بھی ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کو شایاں نہیں کہ وہ معافی مانگتے ہوں اور وہ (پھر) ان کو عذاب دے۝۳۳ اور اللہ تعالیٰ ان کو کس لئے عذاب نہ کرے گا حالانکہ وہ لوگوں کو مسجد الحرام سے روکتے ہیں اور یہ اس کے متولی بھی نہیں، اس کے متولی تو پرہیزگار ہی❶ ہیں۔ لیکن بہت سے ان میں سے جانتے بھی نہیں۝۳۴ اور بیت اللہ کے پاس سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا ان کی نماز ہی کیا تھی۔ (قیامت میں ان سے کہا جائے گا) اپنے کفر کرنے کے بدلہ میں عذاب چکھو۝۳۵۔

ترکیب:......وَاِذْ يَمْكُرُ اور اِذْ قالوا کا عامل عامۂ مفسرین کے نزدیک اذکروا ہے والارجح ماذکرنا فی مقدمۃ تفسیرنا۔ واذ شرط قالوا جواب شرط۔ ان شرطیہ ھذا، کان کا اسم۔ الحق خبر۔ ھو دونوں میں فاصل۔ من عندک الحق کی صفت۔ فامطر الیٰ عذاب الیم جواب شرط مجموعہ مقولہ ہے قالوا کا۔ اللّٰھم نداء اے یا اللہ ان لایعذبھم أی فی ان لایعذبھم فھو فی موضع نصب او جر۔ صلاتھم جمہور صلاۃ کو بالرفع اور مکاء کو بالنصب پڑھتے ہیں اور اعمش بالعکس پڑھتے ہیں مکاء کی ہمزہ و سے بدل ہے من مکا یمکو۔ المکاء بروزن فعال جیسا کہ الغفاء اور الرغاء من مکا یمکو اذا صفر و المکاء الصفیر التصدیۃ من صدی تصدیۃ اذا صفق بیدیہ۔ کشاف۔

حضور ﷺ کے خلاف مشرکین مکہ کی تدابیر وانجام

تفسیر:......ان آیات میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کے قیام مکہ کے زمانہ کی چند باتیں یاد دلاتا ہے جو مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کو تکلیف دیتی تھیں کہ ہم نے تم کو ان حوادث سے بچایا جیسا کہ یہ بیان کیا تھا کہ تم مکہ میں بہت کم اور نہایت کمزور تھے ہم نے تم کو مدینہ میں امن دیا تمہاری شوکت وقوت پیدا کی۔

آنحضرت ﷺ کا محاصرہ:......از انجملہ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ ہے، جب قریش نے دیکھا کہ مدینہ طیبہ کے لوگ آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے تو دل میں نہایت طیش کھا کر ایک مقام دار الندوہ میں قریش کے بڑے بڑے سردار عتبہ اور شیبہ ربیعہ کے بیٹے اور ابوجہل بن ہشام و ابوسفیان و طعیمہ بن عدی و نضر بن الحارث و امیہ بن خلف و زمعۃ ابن الاسود و ابوالبختری بن ہشام و حکیم بن حزام وغیرہ جمع ہوئے اور آنحضرت ﷺ کی نسبت تجویزیں کرنی شروع کیں۔ کسی نے کہا ان کو ایک مکان میں قید کردو کہ یہیں مرجائے، کسی نے کہا اس کو جلاوطن کردو، ابوجہل نے کہا کہ قبائل قریش سے ایک ایک جوان تلوار لے کر ایک بار اس کو مار ڈالے بنی ہاشم تمام قبائل قریش کے مقابلہ

❶ یہاں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اہل اسلام میں مسجد الحرام یعنی خانہ کعبہ کا مالک متولی ہمیشہ متقی فریق رہے گا اور آج تک یہی ہوا ہے ۱۲ منہ

میں کچھ نہ کرسکیں گے آخر دیت پر فیصلہ ہوجاوے گا۔ یہ سب نے تسلیم کیا اور رات کو آنحضرت ﷺ کا محاصرہ ٹھہرایا۔ جبرئیل ﷺ نے آنحضرت ﷺ کو خبر دی۔ آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر ؓ کو ساتھ لے کر جبل ثور کے غار میں جا چھپے۔ حضرت علی ؓ کو اپنے بستر پر سلا گئے۔ صبح کو جو دیکھا تو حضرت ﷺ نہ ملے پاؤں کے نشان دیکھتے ہوئے غار ثور تک پہنچے۔ اس کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھ کر ہٹ گئے کہ اگر اس میں کوئی جاتا تو جالا نہ ہوتا اس بات کو اذیمکر......الخ میں یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ کا داؤ چل گیا ان کا ردھوا۔

مشرکین مکہ کا سیٹیاں اور تالیاں بجا کر عبادات میں خلل ڈالنا: ......از انجملہ اِذَا تُتْلٰی......الخ ہے، آنحضرت ﷺ جب قرآن مجید کی آیات سناتے تو نضر بن حارث جو فارس اور حیرہ میں تجارت کو جاتا تھا اور وہاں سے رستم و اسفندیار کے قصے سن کر آیا کرتا وہ حضرت ﷺ کے مقابلہ میں یہ کہتا تھا کہ ایسے قصے میں بھی بیان کرسکتا ہوں۔

از انجملہ وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ ہے، یہ بھی نضر بن حارث کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہا کرتا تھا اور سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ انس بن مالک ؓ کہتے ہیں وَاِذْ قَالُوا اللّٰھُمَّ ابوجہل نے کہا ❶ تھا سو بدر کے روز عذاب دنیاوی پالیا۔ وَمَا کَانَ اللہ ان کے قول کے جواب میں یہ فرمایا کہ بالفعل ہم ان کو دو سبب سے عذاب نہیں کرتے۔ اول: یہ کہ اے محمد (ﷺ)! آپ نبی الرحمۃ ان میں موجود ہوں تو تمہاری موجودگی میں عذاب کیونکر آوے۔ دوم: وہ خود یا بعض مسلمان مکہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ رہے ہیں مگر ان دونوں باتوں کے بعد مَالَھُمْ اَلَّا یُعَذِّبَھُمُ اللہ تعالیٰ ان کو کیوں عذاب نہ کرے گا حالانکہ قابل عذاب یہ باتیں ان میں پائی جاتی ہیں اول یہ کہ ایمانداروں کو مسجد الحرام سے روکتے ہیں اور خود اس کے اہل نہیں کیونکہ اس کے اہل ایماندار ہیں۔ دوم ان کی عبادت مسجد الحرام کے پاس ایک لغو حرکت ہے سیٹیاں اور تالیاں بجانا جس سے مسلمانوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا
ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾
لِیَمِیْزَ اللّٰہُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَہٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْکُمَہٗ
ع جَمِیْعًا فَیَجْعَلَہٗ فِیْ جَھَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اِنْ
یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ یَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾
وَقَاتِلُوْھُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ۚ فَاِنِ انْتَھَوْا فَاِنَّ
اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ مَوْلٰىکُمْ ؕ نِعْمَ

❶ ......کہ اگر یہی دین کہ جس کی طرف (محمد ﷺ) بلا رہے ہیں برحق اور تیری طرف سے ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برساوے یا اور کوئی عذاب الیم نازل کردے یعنی تب بھی ہم اس کو نہ مانیں گے، اللہ رے ضد ۱۲ منہ

● ......الرکوم الجمع والضم رکم الشیٔ یرکمہ اذا جمعہ والقی بعضہ علی بعض من باب نصر والرکام الرمل المتراکم والسحاب وغیرہ ۱۲ منہ

الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

ترجمہ:......کافر تو اپنا مال اس لئے خرچ کیا کرتے ہیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکیں۔ سو ابھی اور بھی خرچ کریں گے پھر تو وہ ان کے لئے حسرت و افسوس کا باعث ہو جائے گا پھر بھی وہ مغلوب ہو کر رہیں گے اور کفر کرنے والے جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے ۝ تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے جدا کرے اور ایک ناپاک کو دوسرے پر دھر کر ڈھیر بنائے پھر سب کو جہنم میں ڈال دے۔ یہی ہیں زیاں کار ۝ (آپ ﷺ) کافروں سے کہہ دیں کہ اگر باز آجاویں تو ان کے گزشتہ قصور معاف کر دیئے جاویں گے۔ اور جو پھر وہی کریں گے تو پہلوں کا دستور بھی چلا آتا ہے ۝ اور ان سے اس وقت تک لڑو کہ کچھ بھی فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور بالکل اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش رہ جاوے۔ پھر اگر وہ باز آویں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام دیکھ رہا ہے ۝ اور اگر نہ مانیں تو (مسلمانو!) یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا بھی کارساز ہے۔ جو بہت ہی اچھا کارساز اور بہت ہی اچھا مددگار ہے ۝

ترکیب:......ینفقون اموالھم خبر ہے انّ کی۔ لیصدوا، ینفقون سے متعلق ویجعل کا الخبیث مفعول اوّل بعضہ اس سے بدل بدل البعض علی بعض مفعول ثانی بواسطۂ جرای بعض الخبیث علیٰ بعض او بعض الخبیث عالیاً علیٰ بعض۔ ان ینتھوا شرط۔ یغفر جواب۔ ماقد سلف مفعول مالم یسم فاعلہٗ یغفر کا۔ فتنۃ اسم ہے کان تامّہ کا۔ کلہ الذین کی تاکید یہ اسم اللہ خبر نعم المولٰی مخصوص بالمدح اللہ محذوف۔

مشرکین مکہ کا مسلمانوں کے خلاف انفاقِ مال

تفسیر:...... یہاں ان کے قابل عذاب ہونے کی ایک اور بات بیان فرماتا ہے کہ وہ اپنے مال اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ بدر کی جنگ میں ابوجہل وغیرہ قریش کے مالدار خدا پرستوں کے مقابلہ میں ان کفاروں کو کھانا دیتے تھے جن کو ہدم اسلام کے لئے میدان بدر میں لائے تھے۔ پھر بطور پیشین گوئی کے فرماتا ہے کہ ابھی اور بھی خرچ کریں گے چنانچہ جنگ بدر کے بعد ابوسفیان نے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بہت کچھ مال صرف کیا اور جنگ اُحد میں لوگوں کو چڑھا لایا پھر اس خرچ کرنے کا مآل کار بتلاتا ہے کہ یہ ان کے لئے آخرت میں یا اگر وہ مسلمان ہو گئے تو دنیا میں حسرت و افسوس کا باعث ہو جاوے گا۔ دوم وہ اس خرچ کرنے سے غالب نہ ہوں گے بلکہ دنیا میں مغلوب ہوں گے اور آخرت میں جہنم میں جاویں گے سو ایسا ہی ہوا۔ اور یہ خرچ کرنا اُن کا اس لئے ہے تا کہ دنیا میں خبیث اور طیب یعنی کافر اور مومن میں امتیاز ہو جاوے یا پاک اور ناپاک مال میں امتیاز ہو جاوے۔ ناپاک شیطانی کاموں میں اور پاک رحمانی کاموں میں صرف ہوا کرتا ہے پھر اس کل ناپاک کا تودہ لگا کر جہنم میں ڈال دیا جاوے گا اور اس تجارت میں ان کو سخت خسارہ ہوگا کیونکہ نفع کے لئے صرف کیا تھا الٹا نقصان دارین حاصل ہوا۔

اسلام کی بدولت سابقہ گناہوں کی معافی:...... اس کے بعد کفار کو اعلان دیا جاتا ہے کہ تم باز آؤ گے اور اسلام لاؤ گے تو تمہارے یہ گناہ کفر کی حالت کے معاف ہو جائیں گے اور نہیں تو عادت الٰہی جاری ہے کہ وہ جماعت انبیاء کو سرسبز کیا کرتا ہے۔ نمرود و فرعون سب ہلاک ہوئے پھر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ تم ان سے جنگ کئے چلے جاؤ یہاں تک کہ فتنۂ کفر و معاصی مٹ جائے اور زمین پر راستی قائم ہو جائے اگر اس میں وہ باز آگئے تو خیر ورنہ تم اطمینان رکھو اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و مددگار ہے اور وہ سب سے اچھا حامی و مددگار ہے کسی کی پروا نہ کرو۔

پارہ (۱۰) وَاعْلَمُوْٓا

الانفال ۸ (۱۰)

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی
وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی
عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۞۴۱ اِذْ اَنْتُمْ
بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ
لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۬ۙ لِّیَهْلِكَ مَنْ
هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۞۴۲

ترجمہ:.....اور جان رکھو کہ جو کچھ تم غنیمت حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے فیصلہ کے دن جب کہ دو لشکر آ ملے تھے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۞۴۱ جب کہ تم ادھر کے ناکے پر اور وہ ادھر کے ناکے پر تھے ❶ اور قافلہ تم سے نیچے اتر گیا تھا۔ اور اگر تم آپس میں جنگ کا وعدہ بھی کرتے تو وقت پر یکساں نہ پہنچتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کرنا تھا جو مقدر ہو چکا تھا تا کہ جو ہلاک ہو تو حجت تمام ہو کر ہلاک ہو اور جو زندہ رہے تو حجت تمام ہو کر زندہ رہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۔ ۞۴۲

ترکیب :.....انما غنمتم۔ ما بمعنی الذی والعائد محذوف۔ من شئی حال من العائد المحذوف والتقدیر ماغنمتموہ قلیلا و کثیرا یہ سب مبتدا۔ فان للہ خمسۃ جملہ خبر و فی الفاء وجهان احدهما انها دخلت فی خبر الذی لما فیها معنی الشرط وانّ وماعملت فیه فی موضع رفع خبر مبتدا تقدیرہ' فالحکم ان للہ خمسہ' والثانی ان الفاء زائدة وان بدل من الاولی۔ اذ انتم بدل ہے یوم سے العدوة بالضم والکسر القصوی علی الاصل والقیاس ان تکون القصیا کالدنیا لانها صفة تقلب واوها یاء فرقا بین الاسم والصفة:

---

❶..... العدوة بضم العین فی موضعین وکذا بالفتح والکسر وقری بها عدت ایضا هی شط الوادی وحافته لان یتجاوز ها مالی الوادی من ماء وغیرہ وقال ابو عمرو هی المکان المرتفع (نیلہ) والدنیا تانیث الادنی من الدنو ای القرب من المدینة والقصوی تانیث الاقصی من قصی یقصوی البعد والمعنی انتم بالجانب القریب من المدینة وعدوکم بالجانب البعید ۱۲ منه۔

مالِ غنیمت کے احکام و مصارف

تفسیر:...... چونکہ کفار کے ساتھ جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا اور نصرت و مدد الٰہی کا وعدہ ہوا تھا جس سے کفار پر فتح و غلبہ اور ان کے مال پر قبضہ ہونا سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کے بعد اس مال کی تقسیم اور اس کے حصے بیان کرنے کی بھی ضرورت ہے اس لئے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ، الانفال للہ والرسول کے بعد اس کی تصریح و تشریح کے لئے نازل کیا۔ واضح ہو کہ فئی اور غنیمت اکثر اہل علم کے نزدیک ایک ہی چیز ہے یعنی وہ مال کو جو غلبہ سے مسلمانوں کے ہاتھ آوے اور فئی بعض اہل علم کے نزدیک وہ مال ہے کہ جو بغیر جنگ و جدل کفار سے ہاتھ آوے جیسا کہ وہ مسلمانوں سے دب کر جزیہ دینا قبول کر لیں یا وہ محصول جو ان سے لیا جاتا ہے یا ان کے لاوارث مال۔ غنیمت کی تقسیم خواہ وہ کسی قدر ہو (مگر غیر منقول اسباب جائداد و املاک محققین ❶ کے نزدیک اس سے مستثنیٰ ہیں وہ امام کے اختیارات میں رہیں گے جن کو وہ حسب ضرورت خرچ کرنے کا مجاز رکھتا ہے) اس آیت میں یوں تقسیم کی گئی کہ کل مال کے پانچ حصے کر کے ان میں سے ایک حصہ جس کو خمس کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور رسول ﷺ کے قرابت مندوں اور فقیروں اور یتیموں اور مسافروں کے لئے ہوگا۔ یعنی اس خمس کے پانچ حصے کئے جاویں گے۔ مگر ابوالعالیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے چھ حصے کئے جاویں گے۔ پانچ تو یہی اور چھٹا اللہ تعالیٰ کا حصہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے لئے ہوگا۔ کیونکہ للہ بھی مذکور ہے۔ جمہور کے نزدیک لفظ اللہ محض تعظیم کے لئے افتتاح کلام میں آیا ہے جیسا کہ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ میں آیا ہے کیونکہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں اس کو حصہ کی کیا حاجت ہے اور تعمیر کعبہ امام اور اہل اسلام کا فرض ہے اور نیز خیبر کے غنائم میں آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے یہی فرمایا تھا کہ صاحبو! میرے لئے تو اس میں سے خمس ہے سو وہ بھی تمہیں لوگوں کو الٹ کر دیا جاتا ہے۔

حضور علیہ السلام اور آپ کے اقرباء کے لیے مالِ غنیمت میں حصہ:...... آنحضرت ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے مصارف خانہ داری میں صرف ہوتا تھا اور ذوی القربیٰ کے حصہ کو اپنے اقارب میں صرف کرتے تھے۔ حضرت ﷺ کے اقارب کی تفسیر میں کہ جن کو حصہ دیا جاتا تھا اہل علم کے مختلف قول ہیں بعض نے سب قریش کو لیا ہے۔ مجاہد و علی بن حسین نے بنی ہاشم کو خاص کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بنی ہاشم اور بنی المطلب مراد ہیں، نہ بنی عبد شمس نہ بنی نوفل۔ کیونکہ جبیر بن مطعم و عثمان رضی اللہ عنہ نے آ کر آنحضرت ﷺ سے سوال کیا تھا کہ آپ ﷺ نے بنو المطلب کو دیا حالانکہ ہم اور وہ آپ ﷺ سے قربت میں مساوی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اور بنی ہاشم ایک ہی ہیں یعنی انہوں نے جاہلیت میں اسلام کی مدد کی تھی (فی الصحیح) فقراء اور مسافرین اور یتامیٰ میں جمہور کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی قرابت اور غیر قرابت کی کچھ قید نہیں کوئی ہو۔ مگر امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ان میں بھی قرابت کی قید ہے۔

خمس کی تقسیم میں علماء کے اقوال:...... آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اس خمس کی تقسیم میں علماء کے دو قول ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا حصہ جمہور کے نزدیک جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور شافعی رحمہ اللہ بھی ہیں اسلام کے مصارف اور اس کی ضرورتوں میں صرف ہوگا کیونکہ ❷ اب آپ ﷺ کو کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ چنانچہ اعمش رحمہ اللہ نے ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا حصہ ہتھیاروں اور اسباب جہاد کی خرید میں صرف کرتے تھے۔ (معالم) بعض نے کہا کہ وہ ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور ابن السبیل کو تقسیم ہوگا اسی طرح آپ ﷺ کے اقارب کے حصہ میں بھی اختلاف ہے امام شافعی رحمہ اللہ اور امام مالک

---

❶......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں ۱۲ منہ۔ ❷......یعنی بعد وفات ۱۲ منہ۔

رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعد میں بھی آنحضرت ﷺ کے اقارب کو حصہ ملے گا۔ مرد کو دوگنا عورت کو اکہرا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ اقارب کی خبر گیری بھی انسان کے ذاتی حوائج میں داخل ہے جب آنحضرت ﷺ ذاتی حوائج بشریہ سے مبرا ہو گئے تو یہ حقوق بھی ساقط ہو گئے۔ پس ان میں سے غرباء اور یتامیٰ کی پرورش بیت المال کے ذمہ ہے۔ اس تقدیر پر وہ خمس اس زمانہ میں مساکین و یتامیٰ و ابن السبیل کو بیت المال کے ذریعہ سے وقتاً فوقتاً دیا جاوے گا۔ رہے غنیمت کے چار حصے باقی ان کی تقسیم آیت میں مذکورہ نہیں احادیث سے علماء نے ان کا مجاہدین میں تقسیم کرنا ثابت کیا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور سے کہ سوار کے لئے دو حصے، پیدل کا ایک حصہ۔ دیگر علماء نے تین حصے قائم کئے ہیں ایک گھوڑے کا دو اس کی ذات کے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر مالکیہ کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے ہر حاجت اور ضرورت میں حسب مصلحت صرف کرے۔ ❶ اور کہتے ہیں کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے بعد ایسا ہی کیا کرتے تھے کیونکہ ایسا نہ ہو تو امام کے پاس کوئی ذخیرہ کافی جمع نہ ہو جس کو بوقت ضرورت امور مہمہ میں صرف کیا جاوے اور نیز ایسی صورت میں سلطنت اسلام کا ضعف متصور ہے۔ گو آنحضرت ﷺ نے اپنی حیات میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو چند مواقع پر ضرورت سمجھ کر اس طرح سے تقسیم کیا مگر اب موقع اور مصلحت اسی کی مقتضی ہے، واللہ اعلم۔

غزوۂ بدر کی مزید تفصیلات:......اسی طرح فیٔ بھی اکثر کے نزدیک رائے امام کی طرف مفوض ہے اور یہی جمہور کا مسلک ہے اس کے بعد اس حکم تقسیم کو مؤکد کرتا ہے کہ یہ جو ہم نے فرمایا ہے اس کو تسلیم کرو اور برحق جانو اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ اور اس پر یقین کرتے ہو جو ہم نے اپنے بندہ محمد (ﷺ) پر فیصلہ کے دن (یعنی بدر کے روز جب کہ دو لشکر اسلام اور کفر کے ملے تھے) نازل کیا ہے وہ کیا نازل کیا تھا آیات اور ملائکہ اور وہ دن جمعہ کا روز رمضان کی سترہویں تھی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے کہ جس نے باوجود قلت کے تم کو فتح دی۔ پھر يَوْمَ الْفُرْقَانِ یعنی بدر کے دن کا بیان کرتا ہے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا، عدوۃ ابن کثیر و نافع و ابوعمرو اس کو بالکسر باقی قراء بالضم پڑھتے ہیں اور دونوں طرح سے درست ہے عدوۃ کنارہ اور جانب وادی کو کہتے ہیں اور اس کی جمع عدی آتی ہے۔ دنیا تانیث ادنی بمعنی قریب اس کی ضد قصوٰے جو اقصیٰ کی تانیث بمعنی بعید جیسا کہ اکبر کی تانیث کبریٰ ہے۔ عُدْوَةِ الدُّنْيَا یعنی وادی بدر کا وہ کنارہ جو مدینہ کے رخ ہے اور عُدْوَةِ الْقُصْوٰى وہ کنارہ جو مکہ معظمہ کی جانب ہے اس مدینہ کی طرف کے گوشہ میں لشکر اسلام پڑا تھا اور پرلے کونہ پر لشکر کفار اور وہیں پانی بھی تھا والرکب قافلہ جس کے لئے مسلمان نکلے تھے اَسْفَلَ مِنْكُمْ نشیب میں تھا یعنی سمندر کا کنارہ اس میدان سے تین میل کے فاصلہ پر چلا گیا تھا پھر فرماتا ہے اگر جنگ کا کوئی وقت معین کیا جاتا تو اے اہل اسلام! تم اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے وقت معین پر نہ پہنچتے یہاں اتفاقاً تم کو ان سے بھڑا کر کفر کا کام تمام کرا دیا تا کہ قدرت حق دیکھنے کے بعد جو کفر میں پڑ کر ہلاک ہو تو دیدہ و دانستہ یعنی حجت دیکھ کر اور جو ایمان لائے تو حجت دیکھ کر۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴۳ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ

❶......یعنی خمس کے بعد غنیمت کے چار حصے ۱۲ منہ۔

اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ ع

ترجمہ:...... جب کہ (اے نبی ﷺ!) آپ ﷺ کے خواب میں اللہ تعالیٰ ان کو کم کر کے دکھار ہا تھا۔ اور ان کو بہت کر کے تم کو دکھا تا تو تم بزدلی کرتے ۔ ہمت ہار دیتے ۔ اور کام میں جھگڑا ڈال دیتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا۔ کیونکہ وہ دلوں کے راز سے واقف ہے ﴿۴۳﴾ اور جب کہ تم ان سے مقابل ہوئے تو ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر کے دکھایا اور تم کو ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھایا تا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہونے والی بات کو پورا کرے۔ اور سب کاموں کی انتہا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوتی ہے ﴿۴۴﴾۔

ترکیب:...... اذ منصوب ہے باضمار۔ اذکر یا بدل ثانی ہے یوم الفرقان سے یا متعلق ہے سمیع علیم سے یری کا فاعل اللہ۔ ک مفعول اوّل، ھم مفعول ثانی، قلیلاً مفعول ثالث فی فعل سے متعلق ولو شرط۔ لفشلتم۔ . . الخ، جواب و اذ معطوف ہے اذ اوّل پر یہ بھی بدل ہے۔

آنحضرت ﷺ سے متعلق خواب دیکھنا

تفسیر:...... یہ بھی یوم الفرقان کے بیان کا تتمہ ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے بدر کا واقعہ دکھایا اس میں کفار تھوڑے سے دکھائی دیئے۔ آپ ﷺ نے اس بات کی صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دی اس سے ان کو اور بھی جرأت مقابلہ کے لئے ہوئی۔ پھر جب مقابلہ کا وقت آیا اور دونوں طرف سے صفیں بندھیں تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نگاہ میں کفار کو کم کر کے دکھایا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مخالفین ہم کو اس قدر کم دکھائی دیتے تھے کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تو انہیں ستر سمجھتا ہے اس نے کہا کہ سو خیال کرتا ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہزار تھے۔ مسلمانوں کی نظر میں بوقت مقابلہ کم کر کے دکھانا دو وجہ سے تھا ایک یہ کہ آنحضرت ﷺ کا خواب اور آپ ﷺ کا فرمودہ غلط نہ نکلے۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو جرأت ہو رعب دل میں نہ آوے۔

وَيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ اسی طرح کافروں کی نظروں میں مسلمان کم نظر آتے تھے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض مشرکین نے کہا کہ قافلہ تو سلامت نکل گیا تم بھی واپس چلے چلو۔ ابوجہل نے یہ سن کر کہا کہ محمد (ﷺ) اور اس کے دوست آج تمہارے مقابلہ میں آئے ہیں ہم جب تک ان کا فیصلہ نہ کر دیں گے واپس نہ جائیں گے وہ چند آدمی ہیں ان کو قتل تو کیا کرو گے پکڑ کر باندھ دو۔ اگر کافروں کی آنکھ میں مسلمان بہت دکھائی دیتے تو ہیبت کے مارے بھاگ جاتے مقابلہ نہ ہوتا مگر لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا۔ اللہ تعالیٰ کو تو ایک بات جو مقدر ہو چکی تھی پوری کرنی تھی اور سب باتیں اسی کے قبضہ میں ہیں۔

شبہ: کیا اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ اور اس کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو غلطی میں مبتلا کیا ہزار کو سو کر کے دکھایا؟ نفس الامری واقعہ کو مخفی کیا۔ جہل مرکب میں پھنسایا اور کیا عالم اسباب میں ایسا ممکن ہے؟

جواب: یہ رویت باعتبار ان کی قوت و دلیری کے تھی سو اس لحاظ سے وہ اسی قدر تھے یہ جہل مرکب نہیں نہ غلطی ہے۔ بلکہ چشم حقیقت بیں کو نفس الامر پر مطلع کیا اور کفار کا غرور و عجب مسلمانوں کی طاقت اصلی دیکھنے کے لئے حاجب ہو گیا، ان کو برعکس دکھائی دیا دنیا میں حس غلطی کرتی ہے اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے انسان کے جمیع قوے اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں رات دن دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ کسی کو کوئی چیز

ف:...... ہمت ہار دیتے۔

اچھی کر کے دکھاتا ہے اسی کو دوسرے کی نظر میں مکروہ بناتا ہے جس قوم اور دولت کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے ان کی نظر میں مخالف کو کمزور دکھاتا ہے، مخالف کو ان پر جرأت دلا کر مقابلہ کرا دیتا ہے ان کا کام تمام ہو جاتا ہے مسبب اسباب کی ہر روز نئی شان ہے آنکھ ہو تو دیکھ لو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ
تُفْلِحُوْنَ ۝۴۵ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ
وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ
دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ
مُحِيْطٌ ۝۴۷ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ
النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ
ع بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴۸

ترجمہ:......ایمان والو! جب تم کسی لشکر سے مقابل ہوا کرو تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۝۴۵ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کیا کرو اور آپس میں نزاع نہ کرو ورنہ نامرد ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی اور برداشت کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ برداشت کرنے والوں کے ساتھ ہے۝۴۶ اور تم ان جیسے نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اترانے اور لوگوں کے دکھانے کے لئے نکلے۔ اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستے سے روکنے لگے۔ اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے علم ہے۝۴۷ اور جب کہ ان کو شیطان نے ان کے کام عمدہ کر دکھائے اور کہہ دیا کہ آج تم پر کوئی شخص غالب نہ ہوگا اور میں تمہارا ساتھی ہوں، پھر جب دونوں لشکر مقابل ہوئے تو اپنے الٹے پاؤں چلتا بنا اور کہنے لگا کہ مجھے تم سے کچھ سروکار نہیں۔ کیونکہ مجھے وہ نظر آتا ہے جو تمہیں نہیں سوجھتا، میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اور (چونکہ) اللہ تعالیٰ کی سخت مار ہے۝۴۸۔

ترکیب:......فتفشلوا موضع نصب میں ہے کیونکہ جواب نہی ہے اور اسی طرح تذھب ہے بطراً اور ماء الناس مفعول لہٗ خرجوا کا ویصدون معطوف ہے معنی مصدر پر غالب مبنی ہے اسم لا کی وجہ سے لکم اس کی خبر الیوم معمول خبر ہے من الناس حال ہے ضمیر لکم سے فلماترا اءت شرط نکص رجع جواب علیٰ عقبیہ حال ہے ای ھارباً۔ وقال معطوف ہے نکص پر:

میدانِ جنگ میں ثابت قدمی اور ذکر الٰہی وصبر واستقامت کی ترغیب

تفسیر:......فتح بدر کے سامان غیبی ذکر فرما کر اور یہ بات جتلا کر کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے مسلمانوں کو یہ چند حکم دیتا ہے اول یہ کہ جب تمہارا لشکر مخالفین سے مقابلہ ہوا کرے تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ تعالیٰ کو خوب یاد کیا کرو کیونکہ یہ فتح وظفر اس کی طرف سے ہے اور نیز اس کی یاد سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے للہ درّ من قال۔

● ......ریح ہوا کر مراد اقبال وشوکت ہے شبہت الدولۃ وقت نفاذھا وتمشیۃ امرھا بالریح وھبوبھا یقال ھبت ریاح فلان اذا دالت لہ الدولۃ ونفذ امرہ ۱۲ منہ

ہر چند وخستہ دل وناتواں شدم
ہرگہ یادروئ تو کردم جواں شدم

اور مخالفین پر ہیبت پڑتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد جنگ میں تکبیر اور نعرۂ اللہ اکبر بلند کرنا ہے بعض کہتے ہیں کہ عام ہے ذکر قلبی اور لسانی سب کو شامل ہے۔ دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ نامردی پیدا ہو جاوے گی اور تمہاری ہوا بگڑ جاوے گی کیونکہ اتفاق میں جو فرادی قوتیں مجتمع ہو کر ایک اثر پیدا کرتی ہیں اختلاف میں وہ بات کہاں رہتی ہے؟ سوم یہ کہ جب اعداء کے مقابلہ کو نکلو تو لوگوں کو بہادری دکھلاتے اور تکبر کرتے نہ نکلو جیسا کہ جنگ بدر کے لئے قریش ابوجہل وغیرہ نکلے تھے اکڑتے جاتے تھے کہ ہم یوں کریں گے، یہ کریں گے اور فتح پا کر وہاں شراب نوشی کریں گے اور ناچ دیکھیں گے۔

متکبرین کے چند حالات:...... پھر ان متکبرین کے چند حالات بیان فرماتا ہے اوّل تو یہی کہ وہ بطراً اور ریاءً نکلے تھے۔ دوم یہ کہ لوگوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکا کرتے تھے، مکہ معظمہ میں غرباء مسلمین پر آفت برپا کر رکھی تھی۔ سوم یہ کہ شیطان نے ان کے برے اعمال ان کی آنکھوں میں اچھے کر دکھائے تھے، اس بدی کو وہ نیکی سمجھتے تھے اور شیطان نے ان سے بدر کے روز یہ بھی کہا تھا کہ میں تمہارا حمایتی ہوں تم پر کوئی غالب نہ آئے گا مگر جب اس نے ملائکہ جبرئیل علیہ السلام وغیرہ کو دیکھا تو یہ کہہ کر الٹا پھر گیا کہ میں تم سے الگ ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس روز شیطان سراقہ بن مالک سردار بنی بکر بن کنانہ کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ حسن رحمہ اللہ اور اصم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بغیر کسی شکل میں ظاہر ہونے کے اس نے دل میں کفار کے وسوسے ڈالے تھے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ؕ وَمَنْ
يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ
الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا
عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ
فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ
وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:..... جب کہ منافقین اور وہ کہ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو تو (مسلمانوں کو) ان کے دین نے مغرور کر رکھا ہے حالانکہ جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے (وہ کفایت کرتا ہے)۞ اور اگر آپ ﷺ اس وقت دیکھیں جب کہ ملائکہ کافروں کی جان نکالتے ہوں گے ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے ❶ اور (کہتے جاتے ہوں گے لو) دوزخ کا عذاب چکھو۞ یہ بدلہ ہے تمہارے ان کاموں کا جن کو تم نے آگے بھیجا تھا اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر (کچھ بھی) ظلم نہیں کرتا۞ فرعونیوں اور ان سے پہلوں جیسی گت ہوئی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائیں تھیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے گناہوں پر پکڑ لیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ قوت والا سخت عذاب کرنے والا ہے۞ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو کسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا کرتا ہے بگاڑتا نہیں جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو خراب نہیں کر لیتی، اور اللہ تعالیٰ سنتا جانتا ہے۞۔ فرعونیوں اور ان سے پہلوں جیسی گت ہوتی ہے۔ جنھوں نے اپنے رب تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائیں سو ان کو ہم نے ان کے گناہوں سے پکڑ لیا اور فرعونیوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے۞۔

ترکیب:..... اذ یقول ممکن ہے کہ معمول اذکروا ہو یا زین کا ظرف ہو۔ الذین کفروا مفعول ہے۔ یتوفی کا۔ الملائکۃ فاعل ذوالحال یضربون حال و ذوقوا أی یقولون معطوف ہوگا یضربون پر یہ بھی حال ہوکر ملائکۃ کا مقولہ ہوگا اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو یعنی بعد موت کے ہم ان سے کہیں گے۔

تین سو سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت

تفسیر:..... چونکہ تزئین شیطانی کا ذکر آیا تھا کہ شیطان نے مکہ مکرمہ کے کافروں کو یوں گمراہ کر رکھا تھا یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ تزئین کچھ انہیں میں منحصر نہیں بلکہ مدینہ کے منافق کہ جن کے دل میں مرض شک و نفاق ہے، بدر کے واقعہ کی نسبت مسلمانوں کو یہ کہتے تھے کہ ان کو ان کے دین نے مغرور کر دیا ہے۔ محمد (ﷺ) کے وعدوں پر تین سو تیرہ ٹوٹے پھوٹے مسلمان ہزار جنگجو اور بہادر قریش سے لڑنے چلے ہیں۔ اس کی نسبت اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ یہ غرور نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل ہے اور جو اس پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ زبردست بھی ہے اور حکیم بھی۔

موت کے وقت متکبرین کا حال:..... اس کے بعد ان منکرین کا وہ حال بیان فرماتا ہے جو موت کے وقت ہوگا کہ اے نبی (ﷺ)! یا اے دیکھنے والے اگر تو ان کا وہ وقت دیکھے کہ جب فرشتے ان کی جان نکالتے اور ان کے منہ اور پیٹھ پر مارتے ہوں گے تو تجھے حیرت ہو۔ کفار جب دنیا سے جاتے ہیں تو ادھر ان کو عالم آخرت کے ظلمات و عذاب میں جانے کا غم ادھر لذت دنیا کے چھوڑنے کا قلق ہوتا ہے۔ سو ان کے منہ اور پیٹھ پر مارنے سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے اس حالت میں فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ یہ تمہارے اعمال کے نتائج ہیں جو تم نے یہاں کے لئے بھیج رکھے تھے اللہ تعالیٰ نے تم پر ظلم نہیں کیا یعنی اس تزئین کی قلعی اس وقت کھل جائے گی جس طرح کہ فرعونیوں اور ان سے پہلوں پر کھل گئی۔ دنیا میں ان کے عروج و اقبال جاتے رہے اپنے گناہوں سے ہلاک ہوئے جو کوئی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو پہلے آپ خراب نہیں کر لیتا تب تک از خود اللہ تعالیٰ اس سے وہ نعمت نہیں لیتا یعنی جب اس نعمت کی ناقدری کر کے بیجا صرف کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے چھین لیتا ہے جیسا کہ فرعونیوں اور ان سے پہلوں کے ساتھ کیا ان کو ہلاک کیا فرعونیوں کو قلزم میں غرق کیا تم اب بھی تزئین شیطانی سے نہیں بچتے۔

إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝٥٥ الَّذِينَ عَاهَدتَّ

❶..... ورنہ حقیقی تو معنی مراد ہی ہیں کہ فرشتے ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر ماریں گے ۱۲ منہ۔

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ

فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ

خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ ع

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ

دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ

عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ

حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:......بے شک زمین پر چلنے والوں میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بدتر ہیں کہ جنہوں نے کفر کیا سو وہ ایمان نہیں لاتے ﴿۵۵﴾ (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جن سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عہد کیا تھا پھر وہ ہر بار عہد توڑ ڈالتے ہیں اور ڈرتے نہیں ﴿۵۶﴾۔ پھر جو کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لڑائی میں پائیں تو ایسی سزا دیں کہ جس سے ان کے پچھلے لوگ دیکھ کر بھاگیں تاکہ وہ عبرت حاصل کریں ﴿۵۷﴾ اور جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی قوم کی دغا کا اندیشہ ہو تو ان کے عہد کو ان کی طرف برابر پھینک مارو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دغاباز پسند نہیں آتے ﴿۵۸﴾ اور کافر یہ نہ سمجھ لیں کہ ہمارے قابو سے نکل گئے۔ وہ ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے ﴿۵۹﴾ اور ان کے مقابلہ کے لئے جو کچھ قوت بہم پہنچ سکے بہم پہنچاؤ اور منجملہ اس کے گھوڑے باندھنا ہے کہ جس سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں پر دھاک بٹھاؤ اور ان کے سوا ان لوگوں پر بھی کہ جن کو تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ تمہیں ملے گا اور تمہارا کوئی حق رہ نہ جائے گا ﴿۶۰﴾ اور اگر وہ کافر صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، کیونکہ وہ سنتا جانتا ہے ﴿۶۱﴾ اور اگر وہ کافر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فریب کرنا چاہیں گے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بھی اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔ وہ کہ جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی فتح اور مسلمانوں سے قوت دی ﴿۶۲﴾

ترکیب:......الذین کفروا خبر انّ۔ فامّا شرط تثقفنهم۔ تجدنهم چونکہ شرط کا کلمہ انْ۔ ما کے ساتھ مؤکد ہو گیا اس لئے اس کے بعد فعل کو نون تاکید کے ساتھ لانا مستحسن ہوا۔ فشرد جواب شرط فرق بهم ای بسببهم متعلق ہے شرد سے من موصول۔ خلفهم ثبت کے متعلق

● ...... وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ، مراد ایران و روم و دیگر بلاد کے وہ کافر ہیں کہ جن کو مسلمان اس زمانہ میں اچھی طرح جانتے بھی نہ تھے جیسا کہ کئی صدیوں سے فرانس و روس و انگلینڈ وغیرہ نئی طاقتیں پیدا ہو گئی ہیں جو اسلام کے جھنڈے کو زمین پر گرا دینا چاہتے ہیں جیسا کہ حرب صلیب میں چاہا تھا ۱۲ منہ

ہو کر اس کا صلہ یہ سب شرد کا مفعول ہوا خیانۃ مفعول ہے تخافن کا۔ فانبذ اطرح عھدھم۔ علی سواء حال ہے ای مستویا نسب جواب شرط من قوۃ ومن رباط الخیل۔ ما کا بیان ہے الذین کفروا، یحسبن کا فاعل سبقوا مفعول اور بعض نے تحسبن بھی پڑھا ہے

کفار کے بدترین اوصاف

تفسیر:......کافروں کو کہا تھا کُلٌّ کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۔ اب ان ظالموں میں سے زیادہ تر راندہ درگاہوں کا ذکر اور ان کی عادت کا بیان فرماتا ہے کہ ان سے کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ کہ سب میں بدتر وہ کافر ہیں کہ جن میں دو وصف ہیں اوّل یہ کہ وہ اپنے کفر پر مصر ہیں ایمان نہیں لاتے دوسرا یہ کہ وہ اپنے عہد کو ہر بار توڑ ڈالتے ہیں اس کی کچھ رعایت نہیں کرتے۔ اب ان سے کیا کرنا چاہئے کہ اگر کہیں جنگ میں ہاتھ آئیں تو ان کو ایسی سزا دے کہ جس کو سن کر ان کے بعد کے کفار پریشان ہو جائیں۔ یہ تو ان کا حال تھا کہ جنہوں نے کھلم کھلا عہد توڑ ڈالا جیسا کہ بنو قریظہ یا جنہوں نے جنگ بدر میں باوجود عہد کے کفار کو ہتھیاروں کی مدد دی پھر قائل ہونے کے بعد بھی جنگ احزاب میں مخالفوں سے جا ملے اور جن سے عہد شکنی کا گمان ہو اور اس کی علامات پائی جائیں تو ان کو آپ ﷺ بھی صاف طور مطلع کر دیجئے کہ اب ہمارا تمہارا عہد باقی نہیں رہا تا کہ آپ ﷺ پر عہد شکنی کا دھبہ نہ لگے اور ایسے چالاک کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ ہمارے قابو میں ہیں ہم ان سے عاجز نہیں مگر اے اہل اسلام بظاہر تم بھی ان کے مقابلہ میں جہاں تک قوت بہم پہنچ سکے بہم پہنچاؤ۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں علاوہ رِبَاطِ الْخَیْلِ یعنی جنگ کے لئے گھوڑے باندھنے کے تیر اندازی بھی عمدہ قوت تھی مگر اس زمانہ میں بجائے اس کے عام مسلمانوں کو قواعد سکھلانا عمدہ اور نو ایجاد توپیں اور بندوقیں اور دخانی جہازات اور دیگر سامان حرب بہم پہنچانا عمدہ موقعوں پر قلعہ اور ریل اور تار برقی لگانا فرض کفایہ ہے۔ اس قوت کا فائدہ دشمنوں کو خوف دلانا ہے کیونکہ اعدائے کسی علم سے ڈرتے ہیں نہ کسی معاہدے سے نہ کسی صفت و حرف سے نہ نئی روشنی کے لباس و عادات سے، وہ تو قوت جنگ سے ڈرتے ہیں جس میں یہ ہے اسی کی عزت اسی کے لئے عہد ہے اس میں جو کچھ مسلمانوں کا صرف ہو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں پورا ملے گا پھر اس طاقت و شوکت کے بعد بھی اگر وہ صلح پر مائل ہوں تو صلح کر لیجئے اور اسلام پر بھروسہ رکھیئے ان کے کید و مکر آپ ﷺ پر کچھ نہ چلیں گے اللہ تعالیٰ کافی ہے جس نے آپ ﷺ کے بغیر اسباب ظاہرہ اپنی فتح اور ❶ مؤمنین سے بھی مدد کی ہے۔

وَاَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ‌ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَيۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ
وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيۡنَهُمۡ‌ؕ اِنَّهٗ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۝۶۳ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَسۡبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ
ع اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۶۴ يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلَى الۡقِتَالِ‌ؕ اِنۡ
يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ يَغۡلِبُوۡا مِائَتَيۡنِ‌ۚ وَاِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ مِّائَةٌ
يَّغۡلِبُوۡۤا اَلۡفًا مِّنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ ۝۶۵ اَلۡـئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ
عَنۡكُمۡ وَعَلِمَ اَنَّ فِيۡكُمۡ ضَعۡفًا‌ؕ فَاِنۡ يَّكُنۡ مِّنۡكُمۡ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغۡلِبُوۡا مِائَتَيۡنِ‌ۚ

❶......اللہ تعالیٰ کی فتح ہر قسم کی کشائش جو نبی علیہ السلام کو میسر آئی یہ بڑی مدد تھی ۱۲ منہ۔

وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

ترجمہ:......اور (اے رسول ﷺ) اللہ تعالیٰ ہی نے مسلمانوں میں باہم محبت پیدا کردی۔ اگر آپ ﷺ دنیا بھر کی سب چیزیں بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی ان کے دل میں الفت پیدا نہ کرسکتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں الفت پیدا کردی۔ کیونکہ وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ﴿۶۳﴾۔ (اے نبی ﷺ) آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ اور جس قدر آپ ﷺ کے پیرو مسلمان ہیں بس کرتے ہیں ﴿۶۴﴾۔ اے نبی ﷺ! ایمانداروں کو جہاد کی رغبت دلاؤ۔ اگر تم میں سے بیس بھی صابر (مستقل مزاج) ہوں گے تو وہ سو پر غالب آئیں گے۔ اور اگر تم میں سے سو ہوں گے تو کافروں کے ہزار پر غالب آویں گے اس لئے کہ وہ ناسمجھ قوم ہے ﴿۶۵﴾۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کردی اور معلوم کرلیا کہ تم میں ضعف ہے۔ سو اگر تم میں سے سو صابر ہوں گے تو دو سو پر غالب آویں گے۔ اور جو تم میں سے ہزار ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آویں گے۔ اور اللہ تعالیٰ صابروں کے ساتھ ہے ﴿۶۶﴾۔

ترکیب:......والف معطوف ہے ایدٔ پر حسبک ای کافیک مبتدا اللہ خبر و من، اللہ پر معطوف ان شرطیہ یکن تامہ عشرون فاعل منکم، ان سے حال یہ شرط یغلبوا جواب شرط مائتین، یغلبوا کا مفعول۔ من الذین کفروا الفًا کا بیان بانّھم جملہ علت ہے یغلبوا کی۔

اہلِ عرب میں اتحاد و اتفاق

تفسیر:......اور اس نے ان کے دل میں الفت دی جو کسی کے اختیار کی بات نہ تھی۔ جس وقت آنحضرت ﷺ عرب میں مبعوث ہوئے جس طرح تمام روئے زمین پر کفر و بت پرستی کی تاریکی محیط تھی (کیونکہ اس وقت خدا پرست روئے زمین پر یہود اور عیسائی خیال کئے جاتے تھے سو ان کی جو کچھ حالت خراب تھی اور جس قدر ان میں بت پرستی تھی تواریخ سے ظاہر ہے) اسی طرح ملک عرب میں علاوہ بت پرستی و زناکاری کے باہمی عداوت اور خانہ جنگی کا بھی کچھ حساب نہ تھا جہاں کسی نے ایک قبیلہ کے لڑکے کو ایک طمانچہ مار دیا دوسرا قبیلہ ان پر چڑھ آیا پھر یہ آتش جنگ قرنوں تک فرو نہ ہوئی تھی۔ مدینہ کے رہنے والوں اوس اور خزرج دو قبیلوں میں صدیوں سے عداوت اور کشت و خون تھا پس جونہی مکہ مکرمہ میں اس آفتاب ہدایت نے طلوع کیا جس طرح تمام عالم کو منور کیا اسی طرح تمام عرب میں محبت اور اتفاق پیدا کردیا اگر ایسا معجزہ نہیں کہ جو تمام معجزات انبیاء سلف علیہم السلام کا عطر ہے تو اور کیا ہے؟ اس نعمت کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرتا ہے۔

اہلِ عرب کا غلبہ:......اور عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ میں اس مصلحت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جس سے روم و ایران پر غلبہ دیا گیا اور آسمانی سلطنت کا جھنڈا قائم کیا گیا، ان عربوں کو آسمانی بادشاہت کا لشکر قرار دے کر آنحضرت ﷺ کو اپنی فوج کی مدد کا بھروسہ دلا کر دعوت عام اور مخالفین کے ساتھ جنگ قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ اس پاکباز جماعت کے دس، سو پر بھاری ہیں (کیونکہ خاصان خدا تعالیٰ کی روح کی کہ جو نور الٰہی سے منور ہے باطنی طور پر مخالف پر بڑی ہیبت ہوا کرتی ہے بڑے بڑے بادشاہ اور دنیا کے سردار اولیاء اللہ کی ہیبت میں دب جاتے ہیں) مگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ضعف پر نظر کر کے تم پر تخفیف کردی کہ اگر اس پاکباز لشکر کے دس ہوں گے تو بیس پر اور سو دو سو پر بھاری ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بات علماء نے ثابت کی ہے کہ ابتدائے اسلام میں خصوصاً بدر کی جنگ تک اپنے سے دو چند کفار سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا مگر اس کے بعد دو چند سے مقابلہ کرنے کا حکم باقی رہ گیا۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ دار آخرت اور ثواب کو نہیں جانتے اس لئے تم سے برابری نہ کرسکیں گے۔

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ
الدُّنْیَا ۖۗ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ
سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا
ع طَیِّبًا ۖؗ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ* اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۹﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ
اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰۤى ۙ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ خَیْرًا مِّمَّاۤ
اُخِذَ مِنْكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۷۰﴾ وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ
خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾

ترجمہ:...... نبی ﷺ کو جب تک زمین پر کافروں کا خون نہ بہائے کافروں کو صرف قیدی بنا کر رکھنا مناسب نہیں۔ مسلمانو! تم دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ (تم کو) آخرت (دینا) چاہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے﴿۶۷﴾ اگر اللہ تعالیٰ کا پہلے سے نوشتہ (تقدیر) نہ ہوتا تو جو کچھ تم نے (بدر کے قیدیوں سے) لے لیا ہے اس پر تمہیں بڑی سزا ملتی﴿۶۸﴾ (خیر) جو کچھ تم کو غنیمت ہاتھ لگی ہے اس کو حلال طیب سمجھ کر کھاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو۔ (امید بھی رکھو) بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے﴿۶۹﴾۔ اے نبی ﷺ ان قیدیوں سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں (یہ) کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں کچھ بھی نیکی معلوم ہوگی تو تم کو اس سے بہتر دیدے گا کہ جو تم سے لیا گیا ہے اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے﴿۷۰﴾ اور اگر آپ ﷺ سے (اے نبی ﷺ!) وہ دغا کرنا چاہیں گے تو (کچھ پروا نہیں) اس سے پیشتر خود اللہ تعالیٰ سے دغا کر چکے ہیں جس لئے ان کو گرفتار کروایا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے﴿۷۱﴾۔

ترکیب:...... ان یکون کا جملہ کان کا اسم کتاب مبتدا من اللہ صفتِ اوّل سبق صفت ثانی یا سبق خبر لمسکم جملہ جواب لولا۔ لمن لام قل سے متعلق ہے۔ فی ایدیکم صلہ منْ الاسریٰ من کا بیان۔ ان یعلم اللہ جملہ مقولہ ہے قل کا وان یریدوا معطوف ہے ان یعلم پر یا مستانفہ۔

بدر کے قیدیوں سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے

تفسیر:...... بدر کی لڑائی سے آنحضرت ﷺ ستر قیدی کفار کے لے کر مدینہ طیبہ میں آئے۔ ان قیدیوں کی بابت کہ جن میں حضرت ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بھی تھے لوگوں سے رائے طلب کی گئی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا فدیہ

* ...... جب قیدی فدیہ لے کر چھوڑے جانے لگے تو جعفر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے عقیل اور نوفل کا بھی فدیہ دے کر چھڑا لو۔ تو عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اتنا نقد کہاں سے لاؤں؟ اس پر سردارِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا وہ سونا جو گھر میں مدفون کر آئے ہو کہاں ہے؟ نکالو۔ یہ سن کر عباس رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے کیونکہ اس مدفون سونے کی خبر سوائے ان کے اور ان کی بیوی کے اور کسی کو نہ تھی۔ ۱۲ حقانی

لے کر چھوڑ دیجئے آپ ﷺ کی قوم ہے اللہ تعالیٰ ان کو توفیق ہدایت دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا قتل کرنا چاہیے تا کہ کفر کا زور ٹوٹے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا آگ میں جلا دیجئے۔ آخر کار آنحضرت ﷺ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند آئی۔ ہر ایک سے چالیس اوقیہ ❶ لے کر چھوڑ دیا۔ عباس رضی اللہ عنہ سے خود ان کا اور کے بھتیجے عقیل کا اور نوفل بن حارث کا تاوان لیا جس پر عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں فقیر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ سونا جو گھر میں دبا کر آیا ہے کہاں ہے؟ چونکہ اس کی کسی کو بھی خبر نہ تھی، یہ سنتے ہی عباس رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ کتب حدیث میں یہ مضمون پایا جاتا ہے۔

قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم:......فدیہ لینا اور قتل کرنا آنحضرت ﷺ کے لئے دونوں فعل مباح ❷ تھے اور اسی لئے لوگوں سے مشورہ لیا تھا لیکن زیادہ تر مناسب وقت ان کا قتل کرنا تھا تا کہ پھر سرکشی نہ کرتے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر ترک اولیٰ پر بھی عتاب ہوتا ہے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی ﷺ کو زیبا نہیں کہ قیدی بنا رکھے اور خوب قتل نہ کرے ❸۔ کیا اے مسلمانو! تم فدیہ کی طرف مائل ہوئے جو دنیا کا اسباب ہے اللہ تعالیٰ تو تمہارے لئے عالم باقی کی تیاری کر رہا ہے وہ حکیم اور زبردست ہے مصلحت اور حکمت قتل کو خوب جانتا ہے اگر تقدیر الٰہی میں روز ازل سے نہ لکھا گیا ہو (تا کہ تم ان سے فدیہ لو گے پھر وہ تم پر چڑھائی کریں گے اور نیز یہ کہ ان میں سے بہت لوگ اسلام لاویں گے اور یہ کہ تم کو فدیہ لینا درست ہے) تو تم کو اس فدیہ لینے پر عَذَابٌ اَلِيْمٌ ہوتا (عمر رضی اللہ عنہ کی رائے عالم بالا کے منشاء کے مطابق تھی)

مالِ غنیمت کا حکم:......خیر اب جو کچھ تم نے ان سے لیا ہے یا غنیمت میں لائے ہو وہ تمہارے لئے حلال طیب ہے کھاؤ پیو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے لیکن آئندہ ڈرتے رہو۔ اور اے نبی ﷺ! ان قیدیوں سے کہہ دو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس پر تاسف نہ کرو اگر تمہارے دل میں نیکی ہوگی اور تم اسلام لاؤ گے تو اس سے بہتر تم کو دلا دیا جائے ❹ گا (زمین کی سلطنتیں کسریٰ اور قیصر کے خزانے مسلمانوں کو ملنے ہیں) اور اللہ تعالیٰ تمہارا یہ گناہ بھی معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے اور اگر اے نبی ﷺ وہ تمہارے پاس سے جا کر پھر شرارت کریں گے تو کچھ پروا نہیں اول اللہ تعالیٰ سے شرارت کی تھی جس کا بدلہ یہ پایا کہ تمہارے ہاتھ میں قید ہوئے پھر اللہ تعالیٰ ہی ان سے بدلہ لے گا وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ

❶......اوقیہ سونے کا ایک وزن تھا جس کے چالیس درہم ہوتے تھے درہم کچھ کم چار آنے کا تھا ۱۲ منہ۔ ❷......امام کے اختیار میں چار باتیں ہیں یا قیدیوں کو فدیہ لے کر یا مفت چھوڑ دے یا مار ڈالے یا غلام بنا کر رکھے سب اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے بجز نیچریوں کے وہ بہ تقلید یورپ غلام بنانا درست نہیں جانتے ۱۲ منہ۔ ❸......گو یہ حکم قتل سخت تھا مگر مصلحت وقت کے مناسب تھا اور ایسے مصالح کو وہی خوب سمجھتے ہیں جو جنگ میں شریک ہوتے ہیں اور وہی ایسی مصلحت کا خیال کر کے باوجود رحم دلی اور مہذب ہونے کے کورٹ مارشل کا حکم دیتے ہیں۔ نبی علیہ السلام چونکہ بالطبع رحیم و کریم تھے فدیہ لے کر چھوڑ دیا چونکہ دراصل مصلحت وقت کے خلاف تھا اس لئے ان آیات میں اس کی طرف اشارہ کر کے عتاب ہوتا ہے ۱۲ منہ۔ ❹......جب بحرین کا خراج آنحضرت ﷺ کے حضور میں آیا تو عباس رضی اللہ عنہ سے کہا جس قدر تجھ سے اٹھ سکے اٹھا لے اس فدیہ کے معاوضہ میں پھر اسی طرح مالا مال ہو گئے ۱۲ منہ۔

فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۷۲ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ
تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝۷۳ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۴ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ
فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵ ع

ترجمہ:......جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کر چکے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ (انصار) کہ جنہوں نے (مہاجروں کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی وہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں [ف] اور جو ایمان تو لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں، اور اگر تم سے دینی امر میں مدد چاہیں تو تم ان کی مدد کرو مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ ان میں اور تم میں عہد ہو۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو دیکھ رہا ہے ۝۷۲۔ اور جو کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اگر تم یہ (باہمی) مدد نہ کرو گے تو زمین پر فتنہ اور بڑا فساد مچ جائے گا ۝۷۳ اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے رستہ میں جہاد (بھی) کیا اور وہ کہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایماندار ہیں۔ انہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے ۝۷۴ اور وہ جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کر بھی آئے اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا سو وہ بھی تمہیں میں سے ہیں اور قرابت دار آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں (بموجب) کتاب الٰہی۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے ۝۷۵۔

ترکیب:......الذین مع صلہ اسم ان۔ والذین اس پر معطوف اولئک مبتدا بعضھم خبر جملہ خبر ان۔ والذین مبتدا مالکم... الخ۔ خبر ان استنصر وکم شرط فعلیکم جواب الا ای ان۔ لاتفعلوہ الضمیر یعود ای النصر وقیل الی الولاء شرط تکن جواب فتنۃ وفساد کبیر اسم ہیں کان کے والذین مبتدا اولئک... الخ جملہ خبر۔ حقا کی ترکیب بیان ہو چکی۔ والذین مبتدا متضمن معنی شرط فاولئک جواب یا خبر۔

انصار و مہاجرین صحابہ کو دلاسۂ آخرت

تفسیر:......جب کہ بدر کے قیدیوں کو بشرط اطاعت عوض دینے کا وعدہ کیا اور ان کو دلاسا دیا تو ان آیات میں انصار و مہاجرین کو اجر آخرت کا دلاسا دیتا ہے یا یوں کہو کہ جب ان قیدیوں کو عہد لے کر چھوڑا اور ان میں سے بہت نے بدر کے موقع پر آسمانی مدد اور اسلام کا

[ف]: ...بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مہاجرین و انصار میں بھائی چارہ ہو گیا اور ایک دوسرے کے وارث ہوئے مثل قرابت داروں کے لیکن اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

برحق ہونا دیکھا تھا اس لئے اسلام کی طرف مائل ہوئے اور نیز عرب کے قبائل نے بھی آنحضرت ﷺ سے عہد باندھنا شروع کیا اور عرب میں اس جنگ کی کرامات و اعجاز نے شہرت پائی جس سے مخالف قبائل خصوصاً مکہ معظمہ کے رہنے والوں میں سے بہت سے مشرف باسلام ہونے شروع ہوئے مگران میں سے بعض تو ترک وطن کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کیونکہ اس وقت ہجرت فرض تھی اور بہت ایسے تھے کہ جن سے جورو بچے گھر بار خویش وتبار نہ چھوٹ سکے اس لئے تو مسلمانوں اور دیگر قبائل کی بابت کوئی قاعدہ اتحاد وہمدردی کا مقرر ہونا ضروری تھا پس ان آیات میں مع فضائل مہاجرین وانصار اس کو بیان فرمایا اور مسلمانوں کے مرتبے بھی ظاہر کر دیئے۔

ہجرت ونصرت کے اعتبار سے مسلمانوں کی چار قسمیں:......ہجرت اور نصرت اسلام کے اعتبار سے اس عہد میں مسلمانوں کی چار قسم تھیں، اوّل قسم وہ ہیں کہ جو ابتدا میں حضرت ﷺ پر ایمان لائے اور ہجرت کر کے آپ ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آرہے جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وحضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہم۔ اس جملہ میں چار صفات کے ساتھ ذکر کیا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ صفت اوّل: یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور قیامت اور انبیاء علیہم السلام پر صدق دل سے ایمان لائے اب ان کے ایمان میں شک کرنا ضعف ایمان ہے۔ صفت دوم: هَاجَرُوْا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خویش واقارب وطن اور فرزند وزن سب کو چھوڑ دیا یہ بات اپنے آپ کو قتل کر دینے سے کچھ کم نہیں، جلا وطنی، کالا پانی بھی پھانسی سے کچھ کم سزا نہیں سو جس طرح انہوں نے اپنے مذہب قدیم کو چھوڑا اسی طرح وطن قدیم سے بھی منہ موڑا۔ اور ہجرت میں قبائح اخلاقی وروحانی کے ترک کی طرف بھی اشارہ ہے۔ صفت سوم وچہارم: وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کہ انہوں نے اپنی جان سے اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہے۔ جان کو اللہ تعالیٰ کے لئے سخت تہلکوں میں ڈال دیا مگر نبی کریم ﷺ پر آنچ نہ آنے دی۔ مکہ مکرمہ میں جب کہ مخالفوں کی تلواروں سے خون ٹپکتا تھا خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم نے رفاقت سے کبھی منہ نہیں موڑا نہ کبھی تقیہ کیا نہ کبھی آنحضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑا بدر اور غار ثور ہر موقع میں ساتھ رہے اور مال کا تو کچھ ذکر نہیں کئی بار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا تار تار دیدیا۔ اس میں جہاد روحانی کی طرف اشارہ ہے۔

دوسری قسم ان سے دوسرے درجہ میں یہ لوگ ہیں وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا کہ جنہوں نے اہل اسلام کو جگہ دی اور ان کی مدد کی یعنی انصار انہوں نے اپنی جان اور مال کو اسلام کی اعانت میں صرف کر دیا ہے۔ ان دونوں قسموں کی بابت فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ کہ آپس میں ایک دوسرے کا رفیق جان و مال بلکہ دین وایمان کا ساتھی ہے اور اولیائے رحمہم اللہ میں جو ولایت ہے وہ ولایت نصرت واتحاد ہے کہ ایک دوسرے سے اتحاد رکھے۔ بعض مفسرین نے ولایت ارث بھی مراد لی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابتدائے اسلام میں انصار ومہاجرین میں سے ایک کو دوسرے کا دینی بھائی بنا کر وارث قرار دیدیا تھا کیونکہ مہاجرین کے اہل قرابت تو ہنوز وہاں آئے ہی نہ تھے مگر جب اسلام پھیل گیا اور مکہ مکرمہ فتح ہو گیا ہجرت کی ضرورت نہ رہی۔ آیت میراث یا انہی آیات کے اخیر جملہ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ سے اہل قرابت میں میراث قائم کر دی۔ اور اسی جملہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ذوی الارحام کو وارث قرار دیا ہے اور فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ سے مراد لوح محفوظ ہے نہ کہ قرآن۔ تا کہ حصص مقررہ مراد لے کر ذوی الارحام کو خارج کیا جاوے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کرتے ہیں اور اگر ایسا کریں گے تو عصبات کا بھی خارج ہونا لازم آوے گا۔ یہ دونوں قسم کے مسلمان اسلام کے رئیس اور سردار اور مقتدیٰ ہیں۔

تیسری قسم: کے وہ مسلمان جو ایمان تو لائے مگر ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں نہ آئے جن کی نسبت فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ

يُهَاجِرُوْا ان کے حق میں دو حکم دیتا ہے اوّل: مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ کہ تم پر ان کی حمایت کچھ ضروری نہیں کہ جب تک کہ یہ ہجرت نہ کریں۔ فتح مکہ سے پہلے ہجرت فرض تھی۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ بعد میں بھی فرض ہے اس جگہ سے کہ جہاں دین کو آزادی سے نہ ظاہر کر سکے۔ دوسرا حکم: یہ کہ اگر وہ تم سے دینی امر میں مدد طلب کریں تو ضرور مدد دو کیونکہ وہ اہل ایمان ہیں مگر اس قوم کے مقابلہ میں مدد نہ دو کہ جن سے تمہارا عہد ہو۔ اور اس حکم کی تائید کرتا ہے کہ کفار بھی باہم ایک دوسرے کے رفیق ہیں جنسیت کفر خواہ وہ یہود ہوں خواہ وہ نصاریٰ خواہ وہ مشرکین عرب سب کو تمہارے مقابلہ پر آمادہ کرتی ہے ایک دوسرے کا مددگار بن جاتا ہے اور اگر تم آپس میں مدد نہ کرو گے تو فتنہ کفر اور بڑا فساد قائم ① ہو جاوے گا۔ اب ان دونوں پہلی قسموں کے مسلمانوں کی مدح فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا . . . الخ کہ وہ سچے مسلمان ہیں اور ان کے لئے آخرت میں مغفرت اور جنت میں عزت کی روزی ہے (حیف ہے ان متعصبین پر جو خلفائے اربعہ کو جھوٹے مسلمان اور قابل عذاب کہتے ہیں)۔

چوتھی قسم: کے وہ مسلمان ہیں جو بعد میں ایمان لائے اور پھر ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کے پاس آئے، آخر جہادوں میں شریک ہوئے۔ ان کی نسبت فرماتا ہے کہ وہ بھی تمہیں میں شمار ہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

---

① ...... حقیقت میں آج کل جو مسلمانوں کی سلطنتیں معرض زوال میں ہیں اسی وجہ سے ہیں اندلس میں عیسائیوں نے تمام مسلمانوں کو مقہور کیا مسلمانوں کے اور بادشاہ مدد کو نہ پہنچے۔ اسی طرح حضرت سلطان ترکی پر چڑھائی ہوئی ایران و کابل نہ اٹھے برخلاف ان کے ایک ادنیٰ عیسائی کی مدد میں سب مدد کو آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ

رُكُوْعَاتُهَا ۱۶ ﴿۹﴾ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۱۳﴾ اٰيَاتُهَا ۱۲۹

مدینہ میں نازل ہوئی۔ اس کی ایک سو انتیس آیات سولہ رکوع ہیں۔

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱﴾ فَسِيْحُوْا فِي
الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲﴾ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ
بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳﴾ اِلَّا
الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ
اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۴﴾ فَاِذَا انْسَلَخَ
الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ
وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا
سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ
فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ ع

ترجمہ:......جن مشرکوں سے تم نے عہد (وپیمان) کر لیا تھا اب اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف سے ان کو صاف جواب ہے ①۔ سوائے مشرکو! تم ملک میں چار مہینے تک پھر و چلو اور جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو ہرا نہ سکو گے اور یہ (بھی جان لو) کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ② اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے حج اکبر کے دن سب لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مشرکوں سے دست

* ......ذیقعدہ، ذی الحجہ، رجب، محرم یعنی ان چار مہینوں میں حسب دستور قدیم عرب امن ہے اس کے بعد جو کوئی مشرک مل جائے اس سے لڑو جن قبائل مشرکین سے عہد وپیان امن ابتدائے اسلام میں ہوا تھا اب وہ بذریعہ اس اعلان کے توڑ دیا گیا۔ یہ سورۃ مدینہ میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی جب کہ اسلام کا زور ہو گیا اور بڑے بڑے قبائل عرب اسلام میں آ گئے تھے اب اس عہد کی ضرورت نہیں رہی مگر کوئی عہد ہو اس کی میعاد تمام ہونے پر ضروری ہے کہ پیشتر سے اعلان کر دیا جائے اس سورۃ میں یہ اعلان ہے۔ براٗۃ کے معنی ہیں بیزاری اور یک سوئی کے جس کا مرادی ترجمہ صاف جواب بہت مناسب ہے ۱۲ منہ

برداز ہیں۔ پھر اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جواب بھی پھرے رہو تو یاد رہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور (اے نبی ﷺ! اب آپ) کافروں کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دیجیے ۞ مگر وہ مشرک کہ جن سے تم عہد کر چکے ہو پھر انہوں نے تم سے کچھ بدعہدی بھی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی ہے تو ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک پورا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے ۞ پھر جب حرمت کے مہینے گزر چکیں تو جہاں کہیں مشرکین کو پاؤ قتل کرو اور ان کو گرفتار کر لو، اور ان کو گھیر لو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے ۞ اور جو کوئی مشرکوں میں سے آپ ﷺ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن سکے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔ یہ اس لئے کہ وہ ایک بے علم قوم ہے ۞

ترکیب:...... بَرَاءۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ ورسولہ عطف ہے اللہ پر، الیٰ متعلق ہے براءۃ سے۔ مِنَ الْمُشْرِكِيْن بیان ہے الذین کا اربعۃ اشھر ظرف ہے فسیحوا کا۔ وانّ اللہ معطوف ہے انکم پر مفعول ہے واعلموا۔ کا واذان معطوف ہے براءۃ پر۔ فاذا شرط فاقتلوا۔۔۔ الخ جواب فَاِنْ تابوا شرط فخلوا۔۔۔ الخ جواب وان شرط احد فاعل استجارک محذوف کا جس کی تفسیر استجارک ثانی ہے فاجرہ جواب حتی غایۃ ہے اجرہ کی ذٰلک مبتدا بانھم خبر۔

سورۂ انفال وسورۂ توبہ کا باہم تعلق

تفسیر:...... چونکہ اخیر انفال میں اہل عہد پر چڑھائی کرنے کی ممانعت تھی اور اس سورۃ میں تمام عہدوں کو ختم کر دیا ہے اور نیز ان دونوں کے مطالب بھی ملتے جلتے ہیں اس لئے دونوں سورتوں میں فصل کے لئے لوح محفوظ میں بسم اللہ نہیں گویا دونوں ایک ہی سورۃ ہیں گو نازل ہونے میں دونوں میں کئی برس کا فاصلہ ہے اس لئے کہ انفال دوسرے سال ہجری میں نازل ہوئی اور براءۃ کی بابت ابوالشیخ رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ سورۃ مدینہ طیبہ میں فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے جو آٹھواں سال تھا۔ اس سورۃ کے تیرہ نام ہیں فاضحہ، حافرۃ، مخزیۃ وغیرہا مگر دو نام زیادہ مشہور ہیں توبۃ اور براءۃ اس سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ لکھنے کی چند وجہ علماء نے بیان کی ہیں۔

سورۂ توبہ کے شروع میں تسمیہ نہ ہونے کی چند وجوہات:...... (۱) وہ جو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ ہم نے پوچھا کہ بسم اللہ اس پر کیوں نہیں لکھی۔ جواب دیا کہ حضرت ﷺ پر جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو کاتبوں سے اس کے موقع پر لکھوا دیتے تھے چونکہ ان دونوں کا مضمون یکساں تھا تو ہم نے دونوں کو ایک سورۃ سمجھ لیا مگر حضرت ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ یہ دونوں ایک سورۃ ہیں۔

(۲) صحابہ رضی اللہ عنہم کا ان دونوں سورتوں کے ایک ہونے میں اختلاف تھا بعض دونوں کو ایک، بعض دو کہتے تھے اس لئے بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر فصل کے لئے خالی جگہ چھوڑ دی گئی۔

(۳) حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس امر میں پوچھا۔ فرمایا کہ بسم اللہ امان کے لئے ہوتی ہے چونکہ اس سورۃ میں کفار کے لئے امن نہیں اس لئے بسم اللہ نہ لکھی گئی تا کہ آثار غضب الٰہی ظاہر ہوں۔

(۴) امام قشیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کے ساتھ بسم اللہ نہ لائے اسی طرح لکھی گئی زیادتی نہ کی گئی (تیسیری القاری شرح صحیح البخاری) اور یہ جو مشہور ہے کہ اس سورۃ کا اوّل منسوخ التلاوۃ ہو گیا اس کے ساتھ بسم اللہ بھی ساقط ہوئی اس کو صاحب تیسیر وغیرہ نے ناپسند کیا ہے۔

مشرکین متعاہدین سے بیزاری وبرأت اور چار ماہ کی مہلت:...... بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ۔۔۔ الخ اس کے نازل ہونے کا یہ سبب

ہے کہ آٹھویں سال مکہ مکرمہ فتح ہوا تو بہت سی قومیں اسلام لائیں اور بہت نے آنحضرت ﷺ سے عہد و پیمان کر لیا کہ ہم آپ ﷺ سے اور آپ ﷺ کے حلیفوں ❶ سے جنگ نہ کریں گے مدد کے موقع پر مدد بھی دیں گے۔ اسی طرح آنحضرت علیہ السلام نے بھی ان سے عہد کر لیا تھا جب نویں سال ہجری میں آنحضرت ﷺ شام کی طرف غزوۂ تبوک ❷ کو تشریف لے گئے تو پیچھے بہت سی قوموں نے بد عہدی کی ،منافقوں نے بہت افوائیں اُڑائیں۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی جس میں ان بد عہدوں کی اور غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں اور غلط باتیں اُڑانے والوں کی سرزنش ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس سال حاجیوں کا قافلہ سالار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیا اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ناقہ پر سوار کر کے بھیجا کہ وہاں مجمع عام میں یہ آیات لوگوں کو سنا دیں کہ آئندہ سے ہم سے کسی مشرک کا کوئی عہد باقی نہیں رہا پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے احکام حج تعلیم کئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یوم النحر کو جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں کو اس سورۃ کی تیس یا چالیس وبقول مجاہد رحمۃ اللہ علیہ تیرہ آیات سنا دیں اور کہہ دیا کہ سال آئندہ میں خانۂ کعبہ میں کوئی مشرک نہ آئے نہ کوئی برہنہ ہو کر طواف کرے، جیسا کہ جاہلیت کا دستور تھا۔ اور ہر ایک عہد والے کا عہد تمام ہو گیا۔ لوگوں نے کہا اے علی رضی اللہ عنہ! اپنے بھائی سے کہہ دیجیو کہ ہم نے خود عہد کو پس پشت ڈال دیا اب تلوار ہے یا تیر۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے مشرکین متعاہدین سے بیزاری اور براءت کی گئی ہے کہ اب ہمارا تمہارا کچھ عہد باقی نہیں رہا اور یہ کہ خواہ ان کا عہد زیادہ مدت کے لئے ہو خواہ کم کے لئے سب کو چار مہینے کے لئے مہلت دی گئی ان چار مہینوں کو اشہر حرم فرمایا یعنی وہ مہینے کہ جن میں جنگ حرام ہے علماء میں اختلاف ہے کہ اس جگہ اشہر حرم سے کونسے چار مہینے مراد ہیں۔ بعض نے کہا ہے وہی چار مہینے مشہور ہیں کہ جن میں جنگ کرنی عرب میں ممنوع تھی یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔ پس جن کے لئے عہد معین نہ تھا ان کے لئے حج اکبر کے دن سے لے کر محرم تک مہلت تھی اور جن کی مدت چار مہینے یا زیادہ ہے ان کے لئے پورے چار مہینے حج اکبر کے روز سے لے کر دسویں ربیع الثانی تک مہلت قرار پائی تھی۔

حج اکبر کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں:...... عمر رضی اللہ عنہ اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ و عطاء رضی اللہ عنہ و طاؤس رحمۃ اللہ علیہ و مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عرفہ کا دن کیونکہ بڑے ارکان اسی روز ادا ہوتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ نحر کا دن۔ پس اس کے بعد کسی کا عہد باقی نہیں بجز ان کے کہ جنہوں نے آپ ﷺ سے عہد شکنی نہ کی تھی وہ بنوضمرہ کنانہ کا ایک قبیلہ تھا پھر اس کے بعد جو کوئی کہیں مل جائے یا غلام بنایا جائے ان کا محاصرہ کیا جائے ان کے راستے روکے جاویں اگر توبہ کریں چھوڑ دیئے جائیں مگر ان میں سے جو کوئی کلام الٰہی سننے کے لئے آوے وہ قتل نہ کیا جائے بلکہ اس کی جگہ میں پہنچا دیا جاوے جب کہ وہ کلام الٰہی سن چکے۔ یہ خلاصۂ احکام آیات ہے۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

❶ ......حلیف۔ ہم سوگند۔ عرب میں دستور تھا کہ ایک دوسرے سے اتفاق واتحاد کی بابت حلف کر لیا کرتا تھا اس کے بعد وہ حلیف کہلاتے تھے جو ایک دوسرے کے لئے خون بہانا اپنی نجابت کا جوہر جانتا تھا ۱۲ منہ۔

❷ ......تبوک عراق عرب میں ایک چشمہ ہے لوگوں نے مشہور کیا تھا کہ ہرقل شاہ روم کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جرار آتا ہے اس کے مقابلہ کے لئے آنحضرت ﷺ تیس ہزار آدمی لے کر وہاں تک گئے وہاں کچھ نہ پایا یہ چڑھائی گرمی کے دنوں میں تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں افلاس بھی بہت تھا اس لئے اس کو جیش العسرۃ بھی کہتے ہیں اسی مقام کے قریب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دومۃ الجندل کا محاصرہ کر کے وہاں کے حاکم نصرانی کو گرفتار کیا تھا ۱۲ منہ۔

يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝۷ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا
ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ۝۸ اِشْتَرَوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝۹
لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۝۱۰ فَاِنْ تَابُوْا
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ
لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝۱۱ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ
دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ۝۱۲

ترجمہ:.....مشرکوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کیونکر عہد ہوسکتا ہے مگران کا کہ جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا ہے۔ پھر جب تک وہ عہد پر قائم رہیں تو تم بھی (اپنے عہد پر) قائم رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں سے محبت رکھتا ہے۝۷ (ان کا عہد) کیونکر (باقی رہ سکتا ہے) حالانکہ اگر وہ تم پر قابو پاویں تو تمہارے لئے نہ قرابت کا لحاظ رکھیں نہ عہد کا۔ وہ تم کو اپنے منہ کی (چکنی چپڑی) باتوں سے خوش اور دل ان کے پھر رہے ہیں۔ اور اکثر تو ان میں سے فاسق ہی ہیں۝۸ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ چکے ہیں پھر لوگوں کو اس کے رستہ سے روک چکے ہیں، بہت ہی برا ہے جو کچھ وہ کررہے ہیں۝۹ وہ کسی ایماندار کے لئے بھی نہ قرابت کا لحاظ رکھتے ہیں نہ عہد کا۔ اور یہی لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں۝۱۰ پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور ہم جاننے والوں کے لئے کھول کر آیتیں بیان کررہے ہیں۝۱۱ اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد بھی اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو پھر کفر کے سرداروں کو قتل ہی کرڈالو کیونکہ ان کی کچھ بھی قسمیں نہیں، تاکہ وہ باز آویں۝۱۲

ترکیب:.....عھد اسم یکون اور خبر یا کیف ہے جو استفہام کے لئے مقدم کردیا گیا ہے یا للمشرکین ہے اور عند دونوں صورتوں میں عَہْدًا یا یکون کا ظرف ہے یا عند اللہ ہے فما ز ماتیہ یا شرط ای فاستقیموا لھم مدۃ استقامتھم لکم او ان استقاموا لکم فاستقیموا۔ یرضونکم حال ہے یا جملہ مستأنفہ فان تابوا شرط فاخوانکم جواب۔

عہد پر قائم نہ رہنے کی وجہ

تفسیر:.....اس مقام پر ان کے عہد کو تمام کرنے کا سبب بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک مشرکین کا عہد کیونکر باقی رہ سکتا ہے؟ بجز ان شخصوں کے کہ جن سے تم نے مسجد الحرام یعنی خانۂ کعبہ کے پاس سال حدیبیہ میں عہد کیا تھا یعنی قریش کا ایک گروہ جس کو لوگوں نے بنوضمرہ از بنوکنانہ کہا ہے جن کا پہلی آیات میں استثناء کیا گیا تھا۔ ان کے سوا اور کسی کا عہد باقی نہیں اور یہ بھی جب تک اپنے عہد پر قائم رہو۔

ان کے عہد پر قائم نہ رہنے کی وجہ بجز مشرکین کہنے کے اور کوئی نہ بیان کی تھی جس میں اشارہ تھا کہ انسان کے تمام اخلاق اور سب خوبیوں کے غارت کرنے کے لئے ایک شرک کافی ہے جو جہل اور حب دنیا اور خود غرضی اور مالک حقیقی کی احسان فراموشی پر مبنی ہے کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا۔

عہد شکنوں کی چند عادات:......اب یہاں سے ان کی چند عادات نامحمود عہد شکن کو ذکر کرتا ہے۔(۱) یہ کہ اگر وہ تم پر قابو پاویں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔(۲) وہ زبانی تم سے چپڑی چکنی باتیں کرتے ہیں مگر دل میں کاوش رکھتے ہیں (۳) ان میں اکثر فاسق ہیں ،اگرچہ سب کافر فاسق ہیں مگر بعض کافر اپنے مذہب کی رو سے پرہیزگار بات کے پورے ہوتے ہیں مگر یہ عہد شکن ایسے بھی نہیں۔(۴) انہوں نے تھوڑی سی دنیا پر آیات الٰہی کو بیچ ڈالا یعنی فوائد دنیا کو دین پر مقدم رکھا اس میں یہود بنی قریظہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو بدعہدی میں شامل تھے۔(۵) کسی مؤمن کے بارے میں نہ عہد کا لحاظ رکھتے ہیں نہ قرابت کا۔ پس اگر وہ توبہ کرلیں ،نماز پڑھیں ،زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں ورنہ مستوجب جنگ ہیں۔

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ
اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑬ قَاتِلُوْهُمْ
يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ
مُّؤْمِنِيْنَ ⑭ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ⑮ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ
يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑯ ع

ترجمہ:......تم اس قوم سے کیوں نہیں لڑتے کہ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں ،اور رسول ﷺ کے نکالنے کی فکر میں ہو گئے اور انہوں نے پہلے تم سے (چھیڑ) شروع کی۔کیا ان سے ڈرتے ہو؟ سو ڈرتو اللہ تعالیٰ ہی کا چاہیئے اگر تم ایمان رکھتے ہو⑬ تم ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور ان کو رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور مسلمانوں کی ایک قوم کے دل ٹھنڈے کرے گا۔اور ان کے دل کی جلن نکالے گا⑭ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا توبہ نصیب کرے گا۔اور اللہ تعالیٰ خبردار اور حکمت والا ہے⑮ کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ہنوز اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان کو تو معلوم ہی نہیں کیا کہ جنہوں نے جہاد کیا ،اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مسلمانوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ کہ تم کر رہے ہو⑯

ترکیب:......قوماً موصوف نکثوا۔ وھموا صفت مفعول۔ تقاتلون وھم...الخ۔ جملہ حال ہے تقاتلون سے اوّل مرۃ منصوب ہے بدء وکم کا ظرف ہو کر فاللہ مبتدا احق...الخ۔خبر ہے ان تخشوہ مبتدا سے پھر یہ جملہ خبر ہے مبتدا سے۔پھر یہ جملہ دال برجزاء ان کنتم...الخ سے۔ یعذب ویخز وینصر ویشف جواب امر ہیں جو قاتلوا ہے ویتوب جملہ مستانفہ ہے ان

تتر کو اجملہ مفعول حسبتم۔

کفار سے جنگ کی ترغیب

تفسیر:.....ان آیات میں کفار سے جنگ کرنے کی ترغیب ہے اور مسلمانوں کو ان سے نہ جنگ کرنے میں عار دلایا جاتا ہے کہ تم ان مشرکوں سے کیوں نہیں لڑتے کہ جنہوں نے عہد توڑ ڈالے اور انہوں نے مکہ مکرمہ سے رسول ﷺ کے نکالنے کا قصد کیا تھا۔ دارالندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا تھا جس کی تفصیل اوپر گزری اور انہوں نے پہلے تم سے چھیڑ کی۔

صلح حدیبیہ میں بدعہدی:.....جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں اس بدعہدی کی طرف اشارہ ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد ان سے ظہور میں آئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال آنحضرت علیہ السلام نے عمرہ کے لئے مکہ کا قصد کیا آپ ﷺ تخمیناً سو آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئے جب مکہ کے قریب ایک جگہ آئے جس کا نام حدیبیہ ہے جو مکہ مکرمہ سے تخمیناً نو میل براہ قدیم مدینہ کی جانب واقع ہے، تو مشرکین مکہ آمادۂ جنگ ہوئے اور مانع آئے آخر باہم صلح ہوگئی کہ نہ ہم تم پر چڑھائی کریں گے نہ تم ہم پر کرو اور نہ کوئی باہم ایک دوسرے کے حلیف کو ستادے۔ آپ ﷺ وہیں سے مدینہ طیبہ واپس چلے آئے۔ اطراف مکہ میں قبیلۂ بنو بکر قریش کے عہد میں آ گیا اور خزاعہ آنحضرت ﷺ کے عہد میں آیا۔ ان دونوں میں مدت سے عداوت تھی۔ ایک بار بنو بکر کا ایک شخص دف پر آنحضرت ﷺ کی ہجو کر رہا تھا ۔خزاعہ کے ایک شخص نے منع کیا اس نے نہ مانا تو اس کا دف توڑ ڈالا۔ اس نے اپنی قوم سے فریاد کی۔ باہم دونوں قبیلوں کی لڑائی شروع ہوئی بنو بکر نے قریش سے مدد طلب کی باوجود معاہدہ کے چند سفہائے قریش عکرمہ بن ابی جہل وصفوان بن اُمیہ وسہیل بن عمرو وغیرہم نے لباس بدل کر خزاعہ پر شبخون مارا یہ وہ اول بار ان کی عہد شکنی تھی جس پر خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کی حضور میں فریادی آیا تب آپ ﷺ نے آٹھویں سال ہجری میں مکہ پر لشکر کشی کر کے مکہ مکرمہ کو فتح کیا۔

خشیت الٰہی کی ترغیب:.....فرماتا ہے کیا ان سے ڈرتے ہو؟ ڈرنا تو اللہ تعالیٰ سے چاہیئے۔ ان سے لڑو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھ سے مغلوب کرے گا جس سے ایمانداروں کے دل ٹھنڈے ہوں گے اور دل کا غبار نکلے گا اور ان میں جس کو چاہے گا توبہ بھی نصیب کرے گا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا کفار عرب مقہور ومقتول ومغلوب بھی ہوئے فتح مکہ میں اور اس کے بعد ہزاروں اسلام بھی لائے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ یہاں مسلمانوں کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ یہ نہ ہوگا کہ جماعت اسلام میں آ کر یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ اور امتحان نہ کیا جائے کہ مجاہد فی سَبِیْلِ اللہِ کون ہیں اور کس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مؤمنین کے سوا غیر کو دلی دوست نہیں بنایا؟ یہ کسوٹی ہے تم اس پر کسے جاؤ گے جو اس پر کھرا رہا وہی حقیقی ایماندار ہے ورنہ منافق ہے۔ جہاد سے غرض قتال ہی نہیں بلکہ اخلاص۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ
اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ
فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَا
يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا
وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ
وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ
لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ:......مشرکوں کا کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدیں آباد کریں اور خود کفر کا اقرار بھی کرتے جائیں۔یہی ہیں جن کے عمل اکارت گئے اور دوزخ میں یہی ہمیشہ رہیں گے ⑰ اللہ تعالیٰ کی مسجدیں تو وہی آباد کیا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا اور نماز پڑھتا اور زکوٰۃ دیتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے ڈرتا بھی نہ ہو۔انہی سے توقع ہے کہ ہدایت پاویں ⑱ کیا تم نے حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا آباد کرنا اس شخص کے برابر کر دیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا، وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں ہوں گے۔اور اللہ تعالیٰ ظالم کو ہدایت نہیں دیتا ⑲ جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد بھی کیا۔تو ان کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے درجے ہیں۔اور یہی ہیں کہ جو اپنی مرادوں کو پاویں گے ⑳ ان کا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسے باغوں کا مژدہ دیتا ہے کہ جن میں ناز و نعیم دائمی ہیں ㉑ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے۔بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے ㉒۔

ترکیب:......شاهدین حال ہے فاعل یعمروا سے ان یعمروا کان کا اسم للمشرکین خبر فی النار ظرف مقدم ہے تخصیص کے لئے من موصولہ آمن...الخ صلہ موصول سب فاعل یعمر۔ سقایة مصدر کا لعمارة و صحت الیاء لما کانت بعد ھاتا التانیث والتقدیر اجعلتم اصحاب سقایة...الخ مثل من آمن، الذین...الخ مبتدا اعظم خبر۔

مساجد کو آباد و تعمیر کرنا

تفسیر:......مکہ مکرمہ کے بت پرست قدیم سے خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے اور ایام حج میں لوگوں کو پانی بھی پلایا کرتے تھے اسلام کے مقابلہ میں وہ اپنی نیکیوں پر فخر کرتے تھے کہ ہم مجاور بیت اللہ اور اس کے خادم ہیں ہم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس کا رتبہ ہے؟ پھر اس پر بھی محمد (ﷺ) ہم سے لڑنے اور عہد تمام کر دینے کا حکم دیتا ہے۔چنانچہ یہود نے بھی اس بارے میں تصدیق کر کے یہی کہا تھا کہ تم ہی عند اللہ بڑے درجے رکھتے ہو۔اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں اور مسلمانوں میں سے بھی جو مکہ میں رہتے تھے اور ہجرت کر کے مدینہ طیبہ میں نہ آتے تھے مسلمانوں کی ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ اور اعانت رسول کریم ﷺ پر اپنے ان اعمال، تعمیر مسجد الحرام اور پانی پلانے کو فوقیت دیتے تھے۔چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جواب میں جو انہوں نے ملامت کر کے ہجرت کی تاکید کی) یہی کہا تھا۔فرماتا ہے کہ مشرکین کا کام مساجد الٰہی کی تعمیر کرنا نہیں اس لئے کہ وہ کفر کے مقر اور شرک کے مرتکب ہیں اور مساجد کی آبادی خواہ تعمیر عمارت خواہ اس کی رونق اور وہاں رہ کر عبادت کرنا خلوص اور توحید پر مبنی ہے سو وہ ان میں کہاں؟ بلکہ ان کے کفر و شرک نے ان کے اچھے کام تعظیم والدین، مہمان نوازی وغیرہ کو بھی اپنی تاریکی میں ڈھانک لیا اور اپنے شعلے سے جلا دیا

اس لئے یہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ یعنی ان کے اس کام کا کچھ ثواب نہیں یا ان کا یہ کام کالعدم ہے۔ فرماتا ہے کہ مساجد کی تعمیر تو ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتے نماز پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں سو ان کے لئے امید کی جاتی ہے کہ وہ ہدایت پر ہیں یعنی ان کا راہ صواب پر ہونا قرین قیاس ہے۔ عسیٰ کلام الٰہی میں فائدہ یقین دیتا ہے یہ ان کی پہلی نیکی کا جواب ہے رہا حاجیوں کا پانی پلانا کہ جس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بھی فخر تھا اور جس کو وہ جہاد اور ہجرت کی برابر سمجھتے تھے اس کی نسبت فرماتا ہے کہ کیا یہ کام اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے برابر ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں یہ کام ان کو سعادت کا رستہ نہیں دکھاوے گا۔ سعادت تو جان اور مال اللہ تعالےٰ کی راہ میں صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے سو وہ ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

تین چیزوں کی درستگی سعادت مندی کی علامت ہے:...... واضح ہو کہ انسان کے لئے تین چیزیں ہیں روح، بدن، مال، جب تک وہ ان تینوں کو مہذب اور درست نہ کرے گا سعادت کا منہ نہ دیکھے گا۔ روح کی تہذیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لاوے، مبدء و معاد ذکر کرنے سے یہ غرض کہ جو ان کے وسائل ہیں ملائکہ اور اللہ تعالیٰ کی کتابیں اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا موقوف علیہ ہے بغیر ان کے مبدا و معاد پر ایمان قائم ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ قوت نظریہ کی تکمیل ہے اور جب روح منور ہو جاتی ہے تو وہ اپنے حیز طبعی عالم نور اور عالم سرور کی طرف بے خود ہو کر کھنچتی ہے اور اپنے ساتھ اس جسم اور اس کے مایۂ عیش اور شہوات کے اور مال کے صرف کرنے کا موقع بنی نوع کی نفع رسانی اور ان کو ورطۂ ہلاکت جاودانی سے نکال کر کرسیٔ سعادت پر بٹھانے میں ہے اور اپنے محبوب حقیقی کا نام پاک زمین پر روشن کرنے میں اور اس رستہ میں جو سد راہ ہیں ان کے دور کرنے میں ہے اور اس کا نام جہاد ہے جہاد کیا ہے گویا جلتوں کو آگ میں سے نکالنا یا ڈوبتوں کو تھامنا ہے اس میں جان اور بدن اور مال تینوں صرف ہوتے ہیں اور ان کی پوری تہذیب اور آراستگی ہو جاتی ہے اور یہ لوگ گویا ہمیشہ کے لئے توحید اور حق پرستی کا نشان زمین پر چھوڑ جاتے ہیں یا سعادت کا مدرسہ یا حیات جاودانی کا چشمہ جاری کرتے ہیں جس کے صلہ میں ان کو سعادت عظمیٰ اور حیات جاودانی عطا ہوتی ہے اس لئے اوّل ان کے مساعیٔ جمیلہ کو بیان فرماتا ہے اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ......الخ۔ یہ تین کام ہوئے ایمان لانا، ہجرت کرنا، جہاد کرنا۔ اب ان کے نتائج ذکر فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ کہ ان کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے یہ ایک بات ہوئی وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اور وہی کامیاب اور بامراد ہیں یہ دوسری بات ہوئی يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ کہ ان کا رب اپنی رحمت کی انہیں بشارت دیتا ہے (اپنی رحمت اور ان کا رب تعالیٰ جو کچھ مقام عشق میں لطف دے رہا ہے بیان سے باہر ہے) یہ تیسری بات ہوئی جس میں تین چیزیں ہیں اوّل: رضوان اپنی خوشنودی کی بشارت کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ خوش رہے گا۔ دوم: جنت یعنی ایسے باغ ملیں گے کہ جن میں نعیم و ناز دائمی ہیں سوم: اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہ تین انعام تو ان کے تین مساعیٔ جمیلہ کے بدلہ میں تھے مگر اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ ایک اور بڑھ کر انعام کا مژدہ سناتا ہے وہ کیا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ اس کی تفسیر میں علماء کے بہت اقوال ہیں۔ از انجملہ یہ کہ اجر عظیم دیدار الٰہی ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی اجر نہیں۔

فوائد: فضائل خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم:...... اس بشارت میں خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم بدرجۂ اولیٰ شامل ہیں۔ اب ان فضائل اور ان اوصاف کے مقابلہ میں تعمیر مسجد اور حاجیوں کو پانی پلانا کیا ہے۔ فرض کرو کسی نے سونے کی مسجد بنائی اور شربت اور دودھ کی سبیل لگائی پھر کیا یہ کام بقائے اسلام اور احیائے ملت خیر الانام کے حق میں اشاعت علوم اور بنائے مساجد اور جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہو سکتا ہے؟ ہرگز

نہیں۔ آج کل جو مسلمانوں کا ستارہ پستی پر ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو نیکی بھی نہیں آتی۔ ایک فریق جو حامیٔ قوم اور ریفارمر اُٹھا تو انہوں نے دین اور اسلام کو سلام کر کے محض انگریزی تعلیم اور ان کی وضع کو وسیلہ ترقی جانا۔ اوّل تو اس میں حصول دنیا نہیں اور جو ہو تو اسلام کی پروا نہیں مرتد ہی کیوں نہ ہو جائے پر کوئی نوکری مل جائے۔ اگر ایسا ہو تو اسلامیوں کو کیا خوشی ہوگی۔ سیکڑوں عیسائی دولتمند ہیں ہوا کریں۔ نہ ان کو اللہ تعالیٰ کے کلام اور پیغمبر علیہ السلام کے علوم باقی رہنے کی فکر نہ اس کی کوئی تدبیر۔ دوسرا فریق ایسا اُٹھا کہ اس نے بدعات میں سرگرمی کرنا باعث اجر عظیم سمجھ لیا ہے ان کے نزدیک ابقائے اسلام اور کار خیر ہے تو یہ ہے برخلاف ان کے مخالفوں کی مفید کوششیں کیا غضب ڈھا رہی ہیں کہیں زنانہ مدارس ہیں، کہیں واعظ ملکوں میں پھرتے ہیں، کہیں تصانیف کا بازار گرم ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ
اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ ع
كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ
وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾
ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾

ترجمہ:......ایمان والو! تم اپنے باپ اور بھائیوں کو رفیق نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے عزیز رکھیں، اور جو کوئی تم سے ان کی رفاقت کرے گا تو وہی ظالم ہے ﴿۲۳﴾ (اے نبی ﷺ!) کہہ دو اگر تم کو اپنے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت کہ جس کے مندا ہو جانے سے ڈرتے ہو اور وہ مکانات کو جنہیں تم پسند رکھتے ہو تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے عزیز تر ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا عذاب لاوے۔ اور اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۲۴﴾ البتہ بہت سے موقعوں میں اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر چکا ہے (خصوصاً) حنین کے دن جب کہ تم اپنی کثرت دیکھ کر اترائے پھر تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور باوجود وسیع ہونے کے تم پر زمین تنگ آ گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے ﴿۲۵﴾ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ اور مسلمانوں پر دلجمعی بھیجی اور ایسے لشکر

اُتارے جن کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں کو سزا دی⑳ اور یہ ہے کافروں کا بدلہ۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جس کو چاہا تو بہ نصیب کی۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے⑳۔

ترکیب:......اولیاء جمع ولی مفعول لاتتخذوا۔ ان شرط جملہ ماقبل دال برجزاء۔ احب خبر کان یہ تمام جملہ شرط فتربصوا جواب یوم حنین مواطن سے بدل جو نصرکم کا ظرف ہے۔ اذ کا عامل نصر ہے تغن کا فاعل ضمیر جو کثرت کی طرف راجع ہے۔

جہاد اور ہجرت

تفسیر:......مسلمانوں کو کفار سے اعلانا جنگ کا حکم دیا گیا جہاں فریق مخالف میں سے ان کو اپنے بال بچوں کنبہ برادری سے لڑنا پڑتا تھا ایک شخص مسلمان اور باقی کا فر دشمن اسلام ایسی صورت واقع تھی۔ اور نیز عموماً ہجرت کا بھی حکم صادر ہوا تھا جس میں کنبہ بھائی بند جگر کے ٹکڑے چھٹتے تھے، تجارت بگڑتی تھی، افلاس کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ یہ ساری باتیں ایسی تھیں جو انسان کو فطرتی طور پر جہاد و ہجرت سے باز رکھتی تھیں مگر ملاءاعلیٰ میں دنیا پر راستی اور توحید کے انوار پھیلانے کا ذریعہ مسلمانوں کا مدینہ طیبہ میں مجتمع ہو کر جہالت اور کفر و بت پرستی کی سیاہی کو آب شمشیر سے دھونا قرار پا گیا تھا اس لئے بتاکید حکم دیا گیا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا کہ اے گروہ مؤمنین! اگر تمہارے باپ اور بھائی کفر پسند کریں تو تم ان کو دوست نہ بناؤ اور جو ایسا کرے گا وہ بے انصاف و ظالم ہوگا۔ اور اگر تم کو اپنے اقارب اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بہتر اور محبوب معلوم ہوں تو دیکھو پھر اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے یعنی تم پر بھی بلائے آسمانی نازل ہوتی ہے

غزوہ حنین میں ملائکہ کا نازل ہونا:......اس کے بعد یہ بات بتلاتا ہے کہ تم اپنی کثرت و شوکت پر نازاں نہ ہونا صرف مدد آسمانی تمہارے ساتھ ہے جس نے تم کو بہت مواقع میں فتحمند کیا جہاں کہ تمہاری کچھ بھی قوت ظاہری نہ تھی اور ❶ خصوصاً جنگ حنین میں کہ جہاں تمہارے پاس بہت کچھ سامان اور بہت لشکر تھا جس پر تم کو ناز ہوا تھا باوجودے کہ تمہارے مخالف کم تھے وہاں تمہارا ناطقہ بند ہو چلا اور تم پر زمین تنگ ہو گئی تھی وہاں تمہاری کثرت کچھ بھی کام نہ آئی آخر پھر ہم نے تم پر مدد غیبی بھیجی تمہارے دل میں جرأت ڈالی اور تمہاری مدد کو ایسی فوج ملائکہ کی اُتاری جس کو تم نہیں دیکھتے تھے جس سے مخالفین کو مقہور کیا ان کے کفر کی وجہ سے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے توبہ نصیب کی بھاگنے والوں کو بھی جو جنگ سے بھاگے تھے اور نیز کفار میں سے بھی داخل زمرۂ اسلام ہوئے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ

❶......آٹھویں سال ہجری میں جب آنحضرت علیہ السلام نے مکہ فتح کیا تو دو ہزار اس وقت کے نومسلم اور بہت سے انصار و مہاجرین جن کے مجموعہ کی تعداد میں مختلف اقوال ہیں کوئی دس ہزار کوئی بارہ ہزار کہتا ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ سے حنین کی طرف چلے جو مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ ہے جب کہ مکہ فتح کیا تو ہوازن اور ثقیف جو وہاں دو قبیلے تھے انہوں نے از راہ تکبر یہ کہا کہ محمد ﷺ نے مکہ کو فتح کر لیا وہاں کے لوگ جنگ سے نا آشنا تھے، ہم سے لڑے تو معلوم ہو لیجئے اس سے پہلے ہم ہی اس پر گرتے ہیں۔ ہوازن کا سردار مالک بن عوف تھا ثقیف کا کنانہ بن عبد یالیل انہوں نے تخمیناً چار ہزار سپاہ جمع کر کے آنحضرت ﷺ کے راستہ میں پہاڑ کی تنگ گھاٹیوں میں تیر اندازوں کو بٹھا رکھا تھا شنبہ کے روز شوال میں کوچ کیا اور لشکر اسلام ان گھاٹیوں میں آیا تو مسلم تیروں کی تاب نہ لا کر بھاگ اُٹھے ان کے ساتھ مسلمان بھی بھاگ پڑے آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن حارث اور چند لوگ ٹھیرے رہے آنحضرت ﷺ نے ایک مشت خاک اُٹھا کر مخالفوں کی طرف پھینکی جس سے وہ آنکھیں ملنے لگے اور سب کی آنکھوں میں جا کر پڑی اور عباس رضی اللہ عنہ نے انصار و مہاجرین کو پکارا تو سب دوڑ پڑے اور ملائکہ آسمان سے ابلق گھوڑوں پر نمودار ہوئے کفار نے ہزیمت پائی مع مال و اسباب لشکر اسلام کے اسیر ہوئے ۱۲ منہ۔

اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٨﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا
يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿٢٩﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ ع
وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ
قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا
اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٣١﴾

ترجمہ:...... مسلمانو! مشرک تو نرے گندے ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد الحرام کے پاس نہ آنے پاویں۔ اور اگر تم کو تنگ دستی ❶ کا ڈر ہے تو اللہ تعالیٰ چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے ابھی غنی کر دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے ﴿۲۸﴾ ان لوگوں سے بھی لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ حرام سمجھتے ہیں اس چیز کو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے اور نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں اور اہل کتاب سے (لڑو) جب تک کہ وہ ماتحت ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیویں ﴿۲۹﴾ اور یہودی کہہ چکے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہہ چکے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے۔ یہ تو ❷ ان کی منہ کی باتیں ہیں اپنے سے پہلے کافروں کی ریس ❸ کیا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے کہاں بہکے جاتے ہیں ﴿۳۰﴾ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے احبار اور رہبانوں کو اور مریم علیہا السلام کے بیٹے مسیح کو بھی رب ف بنالیا، اور ان کو تو حکم یہی دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کی پرستش کرتے رہیں۔ جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں، وہ ان کے شریک بنانے سے پاک ہے ﴿۳۱﴾۔

ترکیب:...... نجس بفتح الجیم بمعنی ناپاکی نجاسۃ العین مصدر ہے مذکر مؤنث پر اطلاق ہوتا ہے بکسر الجیم ناپاک نجاستِ حکمی خبر ہے المشرکون کی المسجد الحرام، لایقربوا کا مفعول بعد متعلق ہے لایقربوا سے ھذا، عامھم سے بدل یا بیان ہے وان خفتم شرط فسوف ... الخ جواب ولا معطوف ہے باللہ پر باعادۃ الجار ولایحرمون معطوف ہے لایؤمنون پر اور اسی طرح ولایدینون۔ من بیان ہے الذین کا حتی غایۃ ہے قاتلوا کی۔

❶ ...... کہ ان کے نہ آنے سے تجارت بند ہو جاوے گی ۱۲ منہ۔ ❷ ...... یعنی بے اصل باتیں ہیں ۱۲ منہ۔ ❸ ...... پہلی بت پرست قومیں بھی اپنے دیوتاؤں کو ایسا ہی سمجھتی تھیں۔ مصر کے لوگ اور روم کے باشندے اور کنعان کی قومیں سو انہوں نے اُن کی پیروی اختیار کی ہے حالانکہ انبیاء بنی اسرائیل کی معرفت خدائے واحد کی پرستش کا حکم ہوا تھا ۱۲ منہ۔ ف:...... اسلام میں بھی جو اپنے مشائخ اور ان کی قبور سے ایسا کرتے ہیں کہ ان کو سجدہ کرتے اور قاضی الحاجات جانتے اور خلاف شریعت باتوں کو مانتے ہیں اسی میں داخل ہیں اتخذوا احبارھم الخ مگر علمائے دین اور ائمہ مجتہدین کے ان فتووں کے پیرو جو وہ کتاب و سنت سے استنباط کر کے دیتے ہیں اس میں داخل نہیں ہو سکتے ان کا مسائل مذکورہ میں اتباع اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا اتباع ہے ۱۲ منہ

مشرکین کی مسجد حرام میں داخلے کی ممانعت

تفسیر:......ان آیات میں دو حکم صادر فرمائے ہیں اوّل یہ کہ مشرکین اس سال کے بعد کہ جس میں یہ حکم سنایا گیا ہے مسجد الحرام یعنی خانۂ کعبہ میں نہ آنے پاویں کیونکہ وہ ناپاک ہیں۔ف: نجس کے لفظ سے بعض علماء ظاہریہ نے مشرکین کو نجس العین سمجھا ہے کہ ان کا ہاتھ بھی کسی پاک چیز سے لگنا درست نہیں۔امامیہ بھی اسی طرف گئے ہیں مگر جمہور علماء اسلام اور ائمۂ اربعہ کہتے ہیں کہ وہ نجس العین نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا پینا حلال کیا اور ان کے برتنوں سے مسلمانوں نے قرن اوّل میں پانی لیا اور پیا ان کی نجاست باطنی ہے یعنی کفر اور شرک اور ظاہری بھی ہے تو بقول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ ہے کہ وہ غسل جنابت نہیں کرتے ناپاکی سے احتراز نہیں کرتے۔مسجد الحرام کے سوا اور مساجد میں داخل ہونے کی بابت اختلاف ہے۔اہل مدینہ جمیع مساجد سے منع کرتے ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور مساجد میں آنے کی ممانعت نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ بن اثال کو اپنی مسجد میں باندھا تھا اور وفد ثقیف کو وہیں اتارا تھا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کعبہ میں بھی داخل نہ ہونے دینے سے یہ مراد ہے کہ زور و شوکت کے ساتھ نہ جائیں۔لفظ نجس تو یہی کہہ رہا ہے کہ مقامات مقدسہ میں نہ جانے پاویں اور اسی پر علماء کا عمل ہے۔

اہلِ کتاب سے جزیہ کی وصولی کا حکم:......(ک) دوسرا حکم یہ ہے کہ زمین پر توحید و راستی پھیلاؤ،اس کے مخالفوں کی شوکت توڑو یہ اسلام کا اعلیٰ کام ہے پس جب اسلامیوں کو ان سے مقابلہ کی قدرت ہو تو اول ان کو ہدایت کی طرف بلایا جائے اور اگر نہ مانیں تو ان کو اعلان جنگ کر کے اطاعت اسلام اور جزیہ ❶ دینے پر مجبور کیا جاوے خواہ وہ کافر اہل کتاب ہوں یا مجوس خواہ کسی ملک کے ہوں مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خاص عرب کے مشرکوں سے جزیہ نہ لیا جاوے یا وہ ملک چھوڑ دیں یا وہ اسلام قبول کریں اور عرب کے اہل کتاب سے جزیہ لینا جائز ہے۔پھر جزیہ کی مقدار میں کلام ہے۔عطاء اور یحییٰ ابن آدم و ابوعبید و ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شرع نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی جیسا موقع ہو اور جو قرار پا جائے لیا جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اہل یمن،اہل بحرین وغیرہ سے لیا وہ کوئی مقرر تعداد نہیں ہوئی مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو حد معین کر کے ایک دینار اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بارہ،چوبیس،اڑتالیس درہم علیٰ حسب استطاعت مقرر کرتے ہیں۔

حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرزند قرار دینا:......اہل کتاب سے جنگ کرنا اور جزیہ یعنی رعیت بنا کر ٹیکس لینا فرمایا تھا اب ان کی وہ حرکات ناشائستہ بیان فرماتا ہے جن کے سبب یہ حکم دیا گیا۔اوّل یہود سے شروع کیا کہ انہوں نے عزیز علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا فرزند کہا تھا۔یہ سب یہود نے نہیں کہا تھا بلکہ ایک خاص فرقہ نے جو بقول بعض علماء یہود بنی قریظہ تھے اور پھر نصاریٰ کا حال بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا۔بجز بعض فریق نصاریٰ کے جملہ فرقوں کا آج تک یہی عقیدہ ہے۔فرماتا ہے کہ یہ انہوں نے اپنے سے پہلے گمراہوں کی تقلید کی ہے وہ بھی اپنے معتقد علیہ بزرگوں کو بڑھاتے بڑھاتے خدا یا اس کا بیٹا بنا کر چھوڑتے تھے ان پر اللہ تعالیٰ کی مار کہاں بہکے جا رہے ہیں۔خلاف عقل و نقل بات پر اڑے رہے ہیں اس کے سوا ان دونوں فرقوں نے ایک اور غضب ڈھا رکھا تھا۔وہ یہ کہ یہود نے اپنے احبار یعنی مولویوں کو اور نصاریٰ نے راہبوں اپنے درویشوں کو اور مسیح علیہ السلام کو خدا بنا رکھا تھا۔احبار و رہبان کو خدا بنانے کی یہ صورت تھی کہ خلاف عقل و خلاف توریت و انجیل جو کچھ فتوے دیتے تھے اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی برابر جانتے

---

❶ جزیہ دینا بھی ان کی ذلت ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نہ کہ اور زیادہ اہانت ۱۲ منہ

تھے۔ رومہ کے پوپ خدائی کرتے تھے۔

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ

وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ

وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

ترجمہ:......وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ تو اپنے نور کو پورا کئے بغیر نہ رہے گا اور کافر پڑے برا مانا کریں ﴿۳۲﴾ وہی تو ہے کہ جس نے اپنا رسول ﷺ ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو ہر دین پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو ناگوار گزرے ﴿۳۳﴾ ایمان والو! بہت سے احبار اور رہبان ▪ تو لوگوں کا فریب سے مال کھا رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روک رہے ہیں۔ اور (یہ وہ) لوگ ہیں جو سونا اور چاندی گاڑ کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کے رستہ میں خرچ نہیں کرتے، سو ان کو عذاب الیم کا مژدہ سنا دو ﴿۳۴﴾ جس دن کہ اس مال کو دوزخ کی آگ سے تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں اور پسلیوں اور پیٹھوں پر داغ دیا جاوے گا۔ (اور ان سے یہ کہا جائے گا کہ) یہ وہ مال ہے کہ جس کو تم اپنے لئے گاڑ گاڑ کر رکھتے تھے، لو اپنے جمع کئے (ہوئے مال) کا مزہ چکھو ﴿۳۵﴾۔

ترکیب:......ان یطفؤا مفعول یریدون یا اس کی تفسیر۔ لیأکلون خبر ہے ان کی ویصدون اس پر معطوف والذین مبتدا یکنزون خبر علیہا مفعول مالم یسم فاعلہ یحمٰی کا جو یوم کا معنی عامل ہے ای یعذب۔ فی یحمٰی سے متعلق جباھھم... الخ مفعول مالم یسم فاعلہ تکوٰی کا۔ بھا تکوٰی سے متعلق اس کا آلہ ھذا مبتدا ما کنزتم... الخ۔ خبر۔

تفسیر:......کافروں کے پہلے تین عیب قابل جنگ وتقرر جزیہ بیان فرمائے تھے۔ اوّل یہ کہ وہ دین الٰہی کے برخلاف چلتے ہیں اللہ

▪:......یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان جو کچھ جال پھیلاتے اور بہروپ بدلتے تھے سب مال و زر کے لئے تھا جس کا انجام جہنم میں داغ دیا جانا ہوگا یہود و نصاریٰ پر کیا موقوف ہے یہ مال و زر کی طمع ایسی بلا ہے کہ جس سے بشر بہ مشکل نجات پا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے بعض گروہ کو بھی اس مرض مہلک نے ہلاک کیا اور اولیاء کرام کا بہروپ بدل کر درویشوں، پیرزادوں نے وہ ڈھنگ بنائے ہیں کہ خدا کی پناہ، کہیں میلہ، کہیں نذر و نیاز کا طریقہ اور پھر اس بزرگ کے خدائی اختیارات کی حکایات اور پھر ان علماء سوء کا ان کی تاویلات کرنا اور علمی قلعی چڑھا کر رواج دینا کہیں راگ کی مجالس کو اور جملہ لہو و لعب کو دین بنانا اور بحث میں علمی زور دکھانا۔ پھر پیر جی کا خلاف شرع اپنی تعظیم و تکرمت کے احکام جاری کرنا سجدے کرانا، نذرانے وصول کرنا اور در پردہ شہوات و لذت کے مزے اڑانا سب اگلے احبار و رہبانوں کی تقلید ہے۔ حق سبحانہ، اپنے نبی پاک کی محبت اور اتباع نصیب کرے آمین ۱۲ منہ۔

تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ یہود نے عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا۔ نصاریٰ تو اب تک مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہود میں سے یہ بات سب نے نہیں کہی تھی مدینہ طیبہ کے بعض یہود نے اور بعض شام کے یہود بھی ایسا کہتے تھے جس لئے اس حماقت کا قوم پر الزام دیا گیا۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد ☆ نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

سوم یہ اپنے مشائخ اور درویشوں کے یہاں تک تابع ہوئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرح حرام و حلال کرنے کا مجاز سمجھنے لگے باوجودے کہ ایسی باتوں کی ممانعت کی گئی تھی مگر نہ مانا پہلی قوموں کی مانند جاہل ہو گئے تاریکی میں پھنس گئے۔

فوائد: پیشین گوئی اور باب ظہور اسلام:......اب یہاں یہ بات بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو تاریکی میں سر ٹکرانے سے نجات دینے کے لئے ایک چراغ ہدایت روشن کیا تو اس کو پھونک پھونک کر بجھانا چاہتے ہیں اپنے منہ کی بیہودہ باتوں اور لغو اعتراضات سے پیش آتے ہیں پر کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ تو اپنے نور کو پھیلا ہی کر رہے گا گو وہ اس کو نہ چاہیں یعنی اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ سب غلط اور پر اوہام مذاہب پر غالب ہو کر بنی آدم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو تھام لے سو وہ دین حق کو غالب ہی کر کے رہے گا۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں ایسا ہو چکا یعنی وہ روشنی مشرق سے مغرب تک پھیل گئی اور عہد مہدی علیہ السلام میں پھر پھیلے گی۔ یہود و نصاریٰ کے عالم اپنی کتابوں میں تحریف کرنے کے عادی تھے وہ لوگوں کو طرح طرح کے شبہات میں مبتلا کرتے تھے جیسا کہ آج کل مشنری کرتے ہیں۔ اب مسلمانوں کو ان کے فریب سے ان میں ایک خباثت کا نشان بتلا کر مطلع فرماتا ہے کہ وہ مکارانہ فریبوں سے مال مارتے اور اس کو جمع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خود صرف کرنا نہیں جانتے جیسا کہ ہندوؤں کے برہمن اور پنڈت کرتے ہیں سو ایسے لالچیوں کی بات کا کیا اعتبار ہے؟ ایسے مال سے قیامت میں تپا کر ان کے منہ اور پیٹھ اور پہلو پر داغ دیئے جاویں گے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور بعد زکوٰۃ دینے کے مال جمع کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ
اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ
ع اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: ...جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے اس دن سے اللہ تعالیٰ کے دفتر میں تو مہینوں کا شمار بارہ مہینے ہیں جن میں سے چار ادب کے مہینے ہیں۔ یہ رستہ تو سیدھا ہے، سو تم ان مہینوں میں اپنے نفسوں پر ظلم نہ کرو (ناحق لڑ کر) اور سب مشرکوں سے لڑو جس طرح کہ وہ سب تم

سے لڑتے ہیں۔اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے ⊙ مہینے کا ہٹا دینا صرف کفر کی بدعت ہے جس سے کافر دھوکہ دیئے جاتے ہیں کہ کسی سال میں تو اس کو (لوند کے مہینے کو) حلال اور کسی سال میں حرام سمجھ لیتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے حرام کئے ہوئے مہینوں کی گنتی پوری کرکے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس کو حلال بنالیویں۔ان کی بدکرداریاں ان کو بھلی کرکے دکھائی گئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا ⊙

ترکیب :......اثنا عشر ممیز شھرًا تمیز یہ خبر ہے ان کی عدة أی عدد الشھور اسم ان فی کتاب اللہ صفت ہے اثنا عشر کی یوم کتاب کا معمول ہے کیونکہ یہ مصدر ہے منھا . . . الخ جملہ صفت ہے اثنا عشر کی اور یہ جملہ مستأنفہ اور حال بھی ہوسکتا ہے النسیئ کی خبر زیادة فی الکفر اس کی صفت یضل صفت ثانی یحلونہ جملہ صفت ہے فاعل کفروا کی لیواطؤا أی لیوافقوا عدة ای عددًا۔

حرمت کے مہینوں میں ردوبدل کرنا

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے احبار و رہبان کو خدا بنالیا یعنی حرام وحلال کرنے کا مجاز سمجھا۔یہاں مشرکین عرب کی طرف خطاب ہوتا ہے کہ وہ کیا اس بات سے خالی ہیں؟ پھر ان باتوں میں سے ایک بات بیان فرماتا ہے جو جہاد وقتال سے مناسب تھی۔وہ یہ کہ عہد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے آنحضرت ﷺ کے عہد تک عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ ان چار مہینوں کی نہایت تعظیم کرتے تھے۔ان میں مار دھاڑ چڑھائی سب موقوف ہوجاتی تھی کوئی اپنے دشمن کو بھی نہ چھیڑتا تھا،امن عام ہوجاتا تھا اور وہ مہینے یہ تھے ذوالقعدہ،ذی الحجہ،محرم،رجب لیکن اس کے ساتھ ایک عجیب بدعت بھی ایجاد کررکھی تھی کہ جب ان کو کسی سے لڑنے بھڑنے کی ضرورت آپڑتی تو ان میں سے ایک مہینے کو ہٹا دیتے تھے مثلاً محرم کو صفر کے بعد ڈال دیتے تھے اور باوجودیکہ لڑنا منع تھا محرم کو صفر قرار دے کر لڑتے بھڑتے۔اور یہ ایجاد بعض کہتے ہیں کہ بنی کنانہ میں سے ایک شخص نعیم بن ثعلبہ کا تھا اس کے جانشینوں میں سے حضرت ﷺ کے عہد تک جنادہ بن عوف زندہ تھا۔ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کا موجد عمرو بن لحی تھا جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اس کو جہنم میں اپنی انتڑیاں کھینچتے دیکھا۔(صحیح مسلم)

اس کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کتاب الٰہی یعنی لوح محفوظ میں تو جس دن سے آسمان وزمین پیدا کئے ہیں بارہ مہینے ہیں جن میں سے یہ چار حرام ہیں یعنی واجب الاحترام سو ان میں اے مسلمانو! زیادہ تر احتیاط کرو ظلم نہ کرو اور جب کفار تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو (النسئ مصدر کالحریق و قیل مفعول کالجریح من النسیئة بمعنی التاخیر و منہ النسیئة فی البیع و قیل من النسیان علی معنی المتروک)اور مہینے کا ہٹا دینا کفر کی رسم ہے حرام کو حلال کرنے کے لئے۔بعض کہتے ہیں کہ سردی گرمی کے موسم کا لحاظ کرکے قمری مہینوں کو شمسیوں کے مطابق کرتے تھے تا کہ حج موسم خاص میں آیا کرے۔چنانچہ جس سال آنحضرت ﷺ نے حج کیا تو ہر مہینہ قمری اپنے اصلی موقع پر تھا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ الاان الزمان قد استدار کھیئتہ،الحدیث (بخاری) اکثر علماء کے نزدیک اسلام میں ان چار مہینوں کی کوئی خصوصیت باقی نہیں ہر مہینہ میں گناہ اور ظلم ممنوع ہے بعض کہتے ہیں کہ ان کی زیادہ رعایت ہے اگر کافر ان میں چڑھائی نہ کریں تو ابتداء مسلمانوں کو بھی ان مہینوں اور مسجد الحرام کے پاس جنگ نہ چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ

اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۳۸ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰

ترجمہ:......ایمان والو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ ❶ میں باہر چلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین پر لیٹے جاتے ہو۔ کیا آخرت کے بدلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر بیٹھے ہو۔ سو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی آسایش ہے کیا بہت ہی کم ۝۳۸ اگر تم باہر نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا۔ اور تمہارے بدلہ اور لوگوں کو پیدا کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۝۳۹ اگر تم رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے (تو کیا ہوگا) خود اللہ تعالیٰ اس کی مدد کر چکا ہے جبکہ اس کو کافروں نے (اس طرح) نکال دیا تھا کہ دو میں دوسرا یہی تھا جب کہ وہ دونوں غار میں تھے اس وقت وہ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ کچھ غم نہ کر کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی تسکین نازل کی اور اس کی ایک ایسے لشکر سے مدد کی کہ جس کو تم نہیں دیکھتے تھے اور کافروں کی بات کو ھیٹا کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کی بات وڑ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے ۝۴۰۔

ترکیب:......اثاقلتم الکلام فیہا مثل الکلام فی اداراْتم ماضی بمعنی مضارع ای مالکم تتثاقلون اور موضع اس کا نصب ہے ای ای شیئ لکم فی التثاقل من الآخرۃ فی موضع الحال ای بدلاً من الآخرۃ۔ ثانی اثنین حال ہے نصرہ کی ضمیر مفعول سے ای احد اثنین والآخر ابوبکر۔ اذ بدل ہے پہلے اذ سے اذ یقول بدل ثانی ہے۔

غزوۂ تبوک کی تیاری کا حکم اور واقعہ ہجرت

تفسیر:......ہجرت کے نویں سال آنحضرت علیہ السلام نے غزوۂ طائف سے واپس آتے ہی جنگ تبوک کا اعلان کر دیا تھا کیونکہ شام سے ایک قافلہ نے آکر خبر دی تھی کہ ہرقل شاہ روم کو اس کے خوشامدیوں نے یہ خبر دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا انتقال ہو گیا اور اس کے ملک میں قحط ہے، لوگ پریشان بے سروسامان ہیں ایسے وقت میں اس کا ملک آسانی سے ہاتھ آسکتا ہے اس لئے اس نے ایک شخص قباد کو چالیس ہزار فوج کا کمان افسر مقرر کیا اور عرب کے نصرانی قبائل لخم وجذام وعاملہ وغسان وغیرہ کو مدد کے لئے معین کیا۔ آنحضرت علیہ السلام نے یہ خبر پا کر لوگوں کو جہاد کے لئے آمادہ کیا اور مسلمان قبائل عرب میں نقیب بھیج دیئے کہ جلد مع ساز وسامان آویں۔ چونکہ اس سال قحط تھا اور وہ دن گرمی کے تھے اور کھجوروں کا موسم تھا اور سفر بھی دور کا تھا اور شاہ روم سے مقابلہ کی خبر تھی مسلمانوں میں نہایت تنگدستی تھی کہ فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم میں دس کے پاس ایک سواری اور کرم خوردہ اور سڑی ہوئی چربی کے سوا خوراک نہ تھی منزلوں پانی نہ تھا اس لئے اس کو غزوۃ العسرۃ وجیش العسرۃ وغزوۂ فاضحہ بھی کہتے

---

❶...... جہاد میں۔

ہیں کہ جس میں منافقوں کی فضیحت ہوئی۔ ان وجوہ سے لوگ خصوصاً منافقین آرام طلب چلنے سے درنگ کرتے تھے تب یہ آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نازل ہوئی جس میں مسلمانوں پر تہدید و تاکید شدید ہے اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ اگر تم اس وقت رسول ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اس سخت وقت میں مدد کی ہے کہ جب اس کے پاس کوئی سامان بھی نہ تھا اور وہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کا ہے جس کی تشریح صحیح بخاری و دیگر کتب میں بہت کچھ ہے جس کا خلاصہ جو آیت کے الفاظ سے متعلق ہے یہ ہے کہ جب مکہ میں کافروں کا ظلم و ستم حد سے گزر گیا اور الندوہ میں جمع ہو کر آپ ﷺ کے قتل کی تدبیر کی تو آنحضرت ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت ہوئی آنحضرت ﷺ نے اس راز سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا تو شب کو موقع پا کر دونوں صاحب جبل ثور میں جو مکہ مکرمہ سے تخمیناً تین میل ہے ایک غار میں آ چھپے آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے ثانی اثنین، اس جگہ تین رات رہے۔ کفار قریش ڈھونڈتے ہوئے آئے ان کے پاؤں اوپر پھرتے چلتے غار میں دکھائی دیتے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی نسبت خیال کر کے کہ مبادا کہ گرفتار ہو جاویں غم کرتے تھے جس پر آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ کچھ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تب اللہ تعالیٰ نے اس پر اطمینان نازل کیا اور ملائکہ کی فوج سے مدد کی جو کفار کو ادھر سے ان کے دل میں خیال واپسی پیدا کر کے واپس کرتے تھے۔ آخر کافروں کی بات پست ہوئی اور اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہوا وہ نور جو فاران کی چوٹیوں سے جلوہ گر ہوا تھا آخر کار تمام عالم میں پھیلا۔ وہ حکمت والا زبردست ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا
لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا
لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ عَفَا ع
اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ
يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ
يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ
فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا

خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ

حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

ترجمہ:...... ہلکے اور بوجھل ہوکر (یعنی سامان اور بے سامانی کے ساتھ ہر حال میں) جہاد کے لئے نکلو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرو۔ یہ تمہارے لئے (بہت) بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو ﴿۴۱﴾ اگر سردست نفع ہوتا اور سفر بھی کم ہوتا تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو دور دراز کی مشقت دکھلائی دی۔ اور وہ ابھی اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اگر ہم کو قدرت ہوتی تو آپ ﷺ کے ساتھ نکلتے۔ (جھوٹی قسمیں کھا کر) اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ ضرور جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو معاف کرے۔ آپ ﷺ نے ان کو اجازت ہی کیوں دی یہاں تک کہ آپ ﷺ کو سچے خود ہی ظاہر ہو جاتے اور جھوٹوں کو (الگ) معلوم کر لیتے ﴿۴۳﴾ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ تو اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے میں آپ ﷺ سے (گھر رہنے کی) اجازت نہیں مانگتے ❶ اور اللہ تعالیٰ ہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ﴿۴۴﴾ آپ ﷺ سے رخصت تو وہی مانگا کرتے ہیں کہ جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں نہ قیامت پر اور ان کے دل میں شک پڑے ہوئے ہیں سو وہی اپنے شک میں بھٹکتے رہتے ہیں ﴿۴۵﴾ اور اگر باہر نکلنا چاہتے تو اس کی کچھ تیاری بھی کرتے لیکن خود اللہ تعالیٰ ہی کو ان کا اُٹھنا پسند نہ ہوا سو ان کو بٹھلا دیا اور کہہ دیا گیا کہ اور بیٹھنے والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو ﴿۴۶﴾ (اور) اگر تمہارے ساتھ نکلتے بھی تو تم میں کچھ خرابی ہی پیدا کرتے اور تم میں فتنہ پیدا کرنے کے لئے کوشش کرتے۔ اور تم میں ان کے جاسوس بھی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے ﴿۴۷﴾ انہوں نے پہلے بھی فتنہ پیدا کرنا چاہا تھا اور آپ ﷺ کے لئے (بہت کچھ) جوڑ توڑ لگائے تھے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب ہو گیا اور وہ ناخوش ہی رہ گئے ﴿۴۸﴾۔

ترکیب:...... خفافاً و ثقالاً حال ہیں ضمیر فاعل انفروا سے لو کان کا اسم محذوف ای مادعو تھم الیہ۔ عرضاً خبر جملہ شرط لاتبعوک جواب حتی متعلق ہے محذوف سے ای ھلا اخرتھم الی ان یتبین، والباقی واضح۔

منافقین کا جہاد سے نکلنے سے عذر کرنا

تفسیر:...... آخر آنحضرت علیہ السلام کے پاس تیس ہزار لشکر جمع ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ستر ہزار۔ تو پنجشنبہ کے دن رجب کے مہینے میں نویں سال آپ ﷺ نے کوچ کیا۔ ادھر منافق ہیں کہ ہر منزل سے اجازت لیتے اور بہانے بناتے اور پیچھے رہے جاتے ہیں۔ بہتوں نے مدینہ طیبہ ہی میں عذر کرنے شروع کر دیئے ہزاروں نے جھوٹی قسمیں کھانی شروع کیں کہ ہمیں یہ عذر ہے، یہ ضرورت ہے، ہم کو چلنے کی طاقت نہیں بخدا اگر طاقت ہوتی تو ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلتے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو باہر نکلنے اور جہاد کرنے کا حکم دے کر ان منافقوں کے عذرات باردہ کو رد فرماتا ہے کہ اگر غنیمت ہاتھ لگتی اور پاس کا سفر ہوتا تو آپ ﷺ کے ساتھ چلتے۔ وہ ابھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہمیں قدرت ہوتی تو چلتے اور آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں اگر آپ ﷺ اجازت نہ دیتے تو خود پیچھے رہ جاتے ان کا جھوٹ سچ معلوم ہو جاتا اور بے ایمان لوگ اجازت مانگتے ہیں یہ ایمانداروں کا کام نہیں۔ اگر آپ ﷺ کے ساتھ جاتے بھی تو کیا کرتے جھوٹی خبریں اُڑاتے

---

❶...... کہ اجازت مانگ کر بہانہ بنا کر جہاد سے بیٹھ رہیں ۱۲ منہ۔

جیسا کہ پہلے بھی کر چکے ہیں آلخ۔

جہاد میں شرکت کا حکم:......اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا حسن رحمۃ اللہ علیہ وضحاک رحمۃ اللہ علیہ ومجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جوان اور بڈھے سب چلیں۔ بعض کہتے ہیں ہلکے سے مراد تنگدست اور بھاری سے غنی۔ بعض کہتے ہیں کہ سامان لے کر اور بے سامان بھی، یا پیادہ اور سوار یعنی ہر حال میں چلو۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾

ترجمہ:......اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ مجھے رخصت دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے۔ دیکھو فتنہ ❶ میں تو وہ خود ہی پڑے ہوئے ہیں۔ اور بیشک کافروں کو جہنم نے گھیر رکھا ہے ﴿۴۹﴾ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو رنجیدہ کرتی ہے، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا کام ٹھیک کر رکھا تھا اور خوشیاں کرتے ہوئے جاتے ہیں کہہ دیجئے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے اس کے سوا ہم پر کوئی مصیبت نہیں پڑے گی، وہی ہمارا کارساز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ بھی کرنا چاہیے ﴿۵۱﴾ (اور) کہہ دیجئے تم تو ہمارے حق میں دو خوبیوں میں سے ایک نہ ایک کا انتظار کرتے ہو۔ اور ہم تمہارے حق میں اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی اپنی طرف کا عذاب بھیجے یا ہمارے ہاتھوں سے کوئی سزا دلائے۔ سو انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں ﴿۵۲﴾ (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ تم خوشی سے دو یا بے دلی سے تمہاری خیرات تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ کیونکہ تم ایک فاسق قوم ہو ﴿۵۳﴾ اور ان کی خیرات قبول نہ ہونے کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا ہے اور وہ نماز کو بھی آتے ہیں تو محض سستی

❶......یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کیا کم فتنہ ہے ۱۲ منہ

سے اور کچھ دیتے بھی ہیں تو محض برے دل سے ۞۔

ترکیب:......منھم خبر ہے من یقول کی اور جملہ معطوف ہے کلام سابق پر۔ ان تصبک شرط تسؤھم جواب الا ما فاعل یصیب کا ان یصبکم مفعول ہے نتربص کا بکم اس سے متعلق۔ ان تقبل کا مفعول مالم یسم فاعلہ نفقاتھم جملہ موضع نصب میں ہے بدل ہو کر مفعول منہم سے۔

منافقین کے نفقات قابلِ قبول نہیں

تفسیر:......منافقوں میں سے ایک شخص جد بن قیس تھا اس نے یہ عذر کیا کہ میں رومی عورت دیکھ کر صبر نہیں کرسکتا مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے، اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے ترش رو ہو کر فرمایا اجازت ہے و منھم من یقول میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ باقی ان کے حالات ترجمہ سے ظاہر ہیں۔ ہمارے لئے دو خوبیوں میں ایک تو ضرور ہے یا شہادت یا فتح و غنیمت۔ بعض منافق خود نہ جاتے تھے روپیہ اور سامان ہارے دل سے دیتے تھے ان کی نسبت فرمایا یہ قبول نہ ہوگا۔

اہلِ اسلام کی شان و شوکت و معجزات کا ظہور:......آخر جب آنحضرت ﷺ نے ثنیۃ الوداع میں آکر لشکر کی ترتیب دی تو بڑا جھنڈا ابوبکر صدیق ؓ کو دیا اور ایک نشان زبیر بن ؓ العوام کو اور ہر قبیلہ کا ایک جدا نشان مقرر کیا اور آنحضرت ﷺ نے حضرت علی ؓ کو پیچھے مدینہ طیبہ میں خبر گیری کے لئے چھوڑا۔ یہ لشکر ہرقل کے مقابلہ میں چلا اور مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان جو تبوک ایک قلعہ یا پانی کا چشمہ تھا مدینہ طیبہ سے چودہ منزل جہاں ہرلشکر سے مقابلہ ہونے کی خبر تھی وہاں دو مہینے یا بقول بعض بیس روز یا بقول بعض بارہ روز قیام کر کے ہرقل کے لشکر کا انتظار کیا۔ چونکہ ہرقل کو آنحضرت ﷺ کے آثار نبوت کتب سابقہ سے معلوم تھے اور وہ پہلے سے معجزات و خرق عادات سن چکا تھا اس لئے اس کا حوصلہ نہ پڑا۔ آنحضرت ؑ سالما غانما مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ اس معرکہ اور سفر میں لوگوں نے بہت سے معجزات آنحضرت کے دیکھے اس لشکر کشی سے نہ تنہا عرب بلکہ اطراف و جوانب عرب میں بھی شوکت اسلام نمودار ہوگئی۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۵۵ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا
هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝۵۶ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا
لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝۵۷ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا
مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝۵۸ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ
اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ
ع اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ
فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ
وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ
لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ يَحْلِفُوْنَ
بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمہ:......پس آپ ﷺ ان کے مال اور اولاد سے تعجب ❶ نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ ان کو اس سے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب دے اور مریں بھی تو بے ایمان ہی مریں ﴿۵۵﴾ اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ ایک قوم (ظاہر وباطن میں) فرق رکھنے والی ہے ﴿۵۶﴾ اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار یا سر گھسانے کی جگہ مل جائے تو رسیاں توڑاتے ہوئے اسی کی طرف دوڑ پڑیں ﴿۵۷﴾ اور کچھ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو آپ ﷺ پر زکوٰۃ کی تقسیم میں الزام لگاتے ہیں۔ پھر اگر ان کو بھی اس میں سے (ان کی خواہش کے موافق) مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو فوراً ہی بگڑ بیٹھتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور اگر اسی پر راضی ہو جاتے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے دیا تھا۔ اور (یہ) کہتے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کفایت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہم کو اپنے فضل سے اور دے گا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی سے رغبت رکھتے (تو بہت بہتر ہوتا) ﴿۵۹﴾ زکوٰۃ تو صرف فقیروں اور مسکینوں اور اس کے ملازموں کے لئے ہے اور جن کے دل پر چائے جاتے ہیں ان کے لئے اور غلاموں کو آزاد کرنے کے لئے اور قرض داروں کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں کے لئے ہے۔ (یہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو چکا۔ اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے ﴿۶۰﴾ اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو نبی ﷺ کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کانوں کا کچا ہے۔ (سوان سے) کہہ دیجئے وہ تو تمہاری بہتری کو بہت جلد سنتا ہے (اور) اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات مانتا ہے اور جو تم میں سے ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے رحمت ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ستاتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے ﴿۶۱﴾ وہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھایا کرتے ہیں تاکہ تم کو راضی رکھیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی راضی رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں، اگر وہ ایمان رکھتے ہوں ﴿۶۲﴾۔

ترکیب:......تزهق منصوب ہے معطوف ہے یعذب پر ان مقدر ہے۔ لویجدون شرط ہے لولوا جواب منهم خبر مقدم ہے من یلمزک کی اذا مفاجات کے لئے ظرف زمان ہے ف کی جگہ جواب شرط میں واقع ہے هم مبتدا یسخطون خبر اور یہ اذا کا عامل ہے للفقراء، الصدقات کی خبر والمساکین وما بعدها اس پر معطوف اذن خبر ہے مبتدا محذوف کی ای هو ویقرء بالاضافة والتنوین:

مشرکین کی چند بد خصلتیں اور طعن وتشنیع

تفسیر:......ان کے قبائح اور دار آخرت سے محرومی ذکر فرما کر ان کے مال واولاد کا انجام کار ذکر کرتا ہے کہ جس پر بیشتر دنیاداروں کو ناز اور افتخار ہوتا ہے کہ اے دیکھنے والے تو ان کے مال واولاد کو دیکھ کر تعجب وحیرت نہ کر، یہ ان کے لئے دنیا میں باعث عذاب ہوگا بایں معنی کہ اس کی محبت میں گرفتار ہو کر مصائب میں مبتلا ہوں گے یا یہ اولاد کی موت اور ناہنجاری کی وجہ سے بھی ان کو رنج پہنچاوے گی، مال

❶......یعنی اس نافرمانی پر جو ان کو مال اور اولاد کی ترقی ہے اس سے حیرت نہ کرو کہ نافرمانی میں کیوں پھلتے پھولتے ہیں؟ یہ اس لئے کہ یہ اولاد اور مال ان کے لئے وبال ہے دنیا کا بھی کہ اس کے تلف ہونے پر جو لازمی بات ہے ان کو سخت صدمہ پہنچے اور آخرت کا بھی کہ مریں تو بدنصیب اسی دھن میں بے ایمان ہی مریں ۱۲ منہ

میں روح لٹکی رہے گی۔ اب ان کے اور چند بد خصائل ذکر فرماتا ہے۔ اوّل یہ کہ وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہیں اور حال یہ ہے کہ اگر ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے تو وہیں چلے جائیں۔ دوم یہ کہ آنحضرت ﷺ تقسیم صدقات وزکوٰۃ وغنائم میں الزام لگاتے ہیں وہ الزام چند وجہ سے تھے بعض اس وجہ سے کہ آنحضرت ﷺ کو حسب حاجت وحسب مصالح جو لوگوں کو کم زیادہ دے دیتے تھے اس پر ان کو اعتراض تھا جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ غنائم تقسیم کر رہے تھے کہ ایک شخص بنی تمیم میں سے جس کا نام حرقوص بن زہیر اور لقب ذوالخویصرہ تھا آیا اور کہا انصاف کیجئے، (الحدیث) اور بعض اس طور سے کہ زکوٰۃ لینا بے فائدہ بات ہے پیغمبر کو کیا پڑی جو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرے اور پھر اس کو تقسیم کرے (آج کل کے پوادر بھی یہی کہتے ہیں) اوّل تو ان کا یہ جواب دیا کہ یہ اعتراض ان کا خود غرضی سے ہے اگر خود ان کو مل جائے تو خوش ہو جائیں ورنہ ناراض۔ دوسرا جواب اصلی یعنی اس کام کی مصلحت بضمن مصارف بیان فرمائی کہ ان صدقات کو حضرت ﷺ اپنے اور اپنے اقارب کے لئے نہیں لیتے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب بن کر اس سے بیچاروں اور درماندوں کی حاجت روائی اور سلطنت آسمانی کا انتظام کرتے ہیں کیونکہ صدقات فقراء ومساکین وغیرہ [1] آٹھ جگہ دیئے جاتے ہیں۔ سوم یہ کہ آنحضرت ﷺ کی نسبت بہت کچھ باتیں بناتے ایذا دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ کچھ پروا نہیں محمد اذن ہے یعنی جو سنتا ہے باور کر لیتا ہے ہم انکار کر دیتے ہیں وہ اس کو بھی باور کر لیتے ہیں۔ منجملہ ان منافقوں [2] کے ایک جلاس بن سوید اور نبتل بن حارث تھا۔ اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس کا شنوا ہونا تمہاری بہتری کے لئے ہے؟ آگے وجود بہتری فرماتا ہے یؤمن.....الخ۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ

[1].....آٹھ یہ ہیں فقیر مسکین اور مسکین فقیر سے بھی زیادہ محتاج ہے عاملین یعنی زکوٰۃ کے وصول کرنے والے ان کی تنخواہ اس میں سے دی جاتی ہے مؤلفۃ القلوب یعنی وہ لوگ کہ جن کو اسلام کی طرف ممنون احسان کر کے لایا جاتا تھا جیسا کہ ابوسفیان وحارث بن ہشام وسہل بن عمرو وغیرہ کو آنحضرت ﷺ دیتے تھے مگر اب ایسے لوگوں کو دینا کچھ ضروری نہیں ان کا حصہ ساقط ہو گیا۔ غلاموں کے آزاد کرانے میں۔ قرض داروں کو۔ فی سبیل اللہ یعنی جہاد اور مصالح ملکی میں مسافروں کو ان میں سے جس کی زیادہ ضرورت سمجھی جائے دیا جاوے ۱۲ منہ

[2]: منافق کئی طرح کے تھے ایک تو بالکل اسلام کے منکر مگر کسی مصلحت سے اسلام قبول کر لیا تھا یہی تمسخر اور نئے نئے طعن کرتے تھے اور دوسرے شکی کہ کچھ اسلام کو بھی برحق جانتے تھے وہ کمبخت ان اوّل قسم کے منافقوں کے کہے سنے میں آ کر ان کی باتوں میں شریک ہو جایا کرتے تھے پھر جب ان پر تنبیہ ہوتی تو حیلے بہانے اور عذر کرنے لگتے کہ یوں تھا اور یہ تھا۔ فرمایا ہے خیر اچھا اگر ہم نے تمہارے عذرات قبول بھی کر لئے تو اس سے تو وہی لوگ معاف کئے جاویں گے جو دوسروں کے کہنے سننے میں آ کر شریک ہو گئے تھے مگر وہ لوگ جو بانی مبانی اور دل میں اسلام کے بدخواہ ہیں ضرور ہی سزا پاویں گے اپنے جرم کے بدلہ میں پھر فرماتا ہے کہ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ کہ یہ سب آپس میں ایک ہیں سگ زرد برادر شغال' سب کج طبع بد باطن ہیں اچھے کاموں کے بدلہ برے پسند کرتے ہیں، فرماتا ہے کہ ان کو دنیا اور آخرت میں عذاب ہے ان سے پہلی امتوں میں بھی ایسے تھے یہ بھی ان کی روش پر چل رہے ہیں پھر جو ان کا انجام ہوا ان کا بھی ہوگا ۱۲ منہ

مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ
بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ
اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ
الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ
وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْۤا اَشَدَّ
مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ
بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ
خَاضُوْا ؕ اُولٰٓىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ
الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ
وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓىِٕكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٧١﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ
وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٧٢﴾

ترجمہ:......کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناخوش کرتا ہے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے کہ جس میں ہمیشہ رہے

گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۞ منافق ڈر رہے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے جو ان کے دل کی بات ظاہر کر دے۔ کہو ہنسا کرو۔ اللہ تعالیٰ وہ بات ظاہر ہی کر دے گا جس سے تم ڈرتے ہو۞ اور اگر آپ ﷺ ان سے پوچھیں گے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو صرف ہنسی دل لگی کرتے تھے۔ تو (اے نبی ﷺ) کیا ہنسی بھی کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول ﷺ ہی سے۞ بہانے مت بناؤ تم ایمان لا کر ضرور کافر ہو چکے۔ (اچھا) اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں گے تو دوسرے گروہ کو اس لئے عذاب دیں گے کہ وہ تو مجرم ہی تھا۞ منافق مرد اور منافق عورتیں سب آپس میں ایک ہیں، جو بری باتیں (یعنی کفر) بتاتے اور اچھی باتوں سے (یعنی ایمان و اسلام لانے) روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سکیڑ لیتے ہیں۔ (خیرات نہیں کرتے)۔ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے سو اللہ تعالیٰ بھی انہیں بھول گیا۔ کچھ شک نہیں کہ منافق بڑے ہی بد ہیں۞ اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور عورتوں اور کفار سے دوزخ کا وعدہ کر لیا ہے وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے یہی ان کو بس ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پھٹکار کر دی اور ان کے لئے عذاب دائمی ہے۞ جس طرح کہ تم سے پہلے امت (ہلاک ہوئی) جو تم سے (بھی) بہت زیادہ قوی اور (تم سے) زیادہ مال اور اولاد رکھتی تھی۔ اپنا حصہ برت گئے۔ سو تم نے (بھی) اپنا حصہ برت لیا جیسا کہ تم سے پہلوں نے (بھی) اپنا حصہ پا لیا۔ تم نے ہنسی کی جیسا کہ انہوں نے ہنسی کی تھی۔ یہی وہ ہیں کہ جن کی کمائی دنیا اور آخرت میں ملیا میٹ ہو گئی۔ اور یہی خسارہ میں پڑے ہوئے ہیں۞ کیا ان کے پاس ان سے پہلوں کی خبریں نہیں آئیں؟ نوح علیہ السلام اور عاد کی قوم کی اور ثمود اور قوم ابراہیم علیہ السلام کی اور مدین کے باشندوں کی اور ان کی کہ جن کی بستیاں الٹی گئیں۔ ان کے رسول ان کے پاس معجزات لے کر آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر کاہے ظلم کرنے لگا تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۞ ایماندار مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ اچھی باتیں سکھاتے اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرنے والا ہے۞ بیشک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایماندار مردوں اور عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر لیا ہے کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس میں ہمیشہ رہا کریں گے اور ہمیشہ کی بہشت میں اچھے مکانوں کا بھی (وعدہ کر لیا ہے) اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان سب سے بڑھ کر (ہوگی) یہ ہے بڑی کامیابی۞۔

ترکیب:..... انه جملہ قائم مقام دو مفعول یعلموا کے من شرطیہ موضع مبتدا میں فان جواب ان کا فتح مشہور ہے، یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای فجزاؤ هم ان لهم۔ نار... الخ۔ اسم ان، لهٗ اس کی خبر ان تنزل موضع نصب میں ہے یحذر کا مفعول ہو کر باللّٰہ اور اس کے معطوفات مجرور ہیں ب کے جو تستهزؤن سے متعلق ہے۔

منافقین کا تحقیر و توہین آمیز رویہ

تفسیر:..... ان آیات میں منافقین کے حالات ذکر کر کے ان پر تہدید و تنبیہ کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ کا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ اور یہ بات بھی کہ ان کے مرد و عورت یکساں ہیں جیسے مرد خبیث بے دین ہیں اسی طرح عورتیں بھی جو کہ منافق اور بے دین ہیں بری باتوں کی تعلیم کرنے والیاں ہیں بھلی باتوں سے منع کرتی ہیں۔ منجملہ ان کے حالات و اقوال ذمیمہ کے (جو وہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مخلصین کے حق میں کہتے تھے جنگ تبوک سے پیچھے رہ کر یعنی مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر اور نیز فوج میں شامل ہو کر جو کہ شرما شرمی چلے گئے تھے) ایک یہ کہ وہ تحقیر اسلام کرتے اور گستاخانہ کلمات بکا کرتے تھے جن پر بسا اوقات آنحضرت ﷺ بذریعہ وحی مطلع کئے جاتے تھے۔ پھر جب پوچھا جاتا تھا تو کہہ دیتے تھے کہ ہم تو ہنسی دل لگی کے طور پر کہتے تھے۔ پس جب وحی نازل ہوتی تھی تو آیات سے بہت ڈرتے تھے کہ کہیں وہ باتیں آشکارا نہ ہو جائیں اور ہمارے دل کے راز نہ کھل جائیں اس کی طرف یَحْذَرُ الْمُنَافِقُوْنَ... الخ میں اشارہ فرماتا ہے کہ کیوں ناحق کے عذر کرتے ہو تم کافر ہو چکے اگر تمہارا ظاہری کچھ ایمان تھا بھی تو وہ رخصت ہوا۔

دین محمدی کے ساتھ تمسخر کرنے والا کافر ہے:..... اسی جگہ سے علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ جو دین محمدی ﷺ کے ساتھ تمسخر کرتا ہے کافر ہو جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اچھا ہم ان لوگوں کو جو صدق دل سے توبہ کرتے ہیں یا جن کے کلمات حد کفر تک نہ پہنچے تھے

معاف کردیں گے تو اس کے برخلاف دوسرے گروہ منافقوں کو جو دل سے توبہ نہیں کرتے، جھوٹے عذرات پیش کرتے ہیں ضرور عذاب کریں گے۔ازانجملہ یہ کہ وہ بری باتیں سکھلاتے، اچھی باتوں سے منع کرتے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ ان کو بھول گیا۔ یہ علیٰ سبیل مشاکلت فرمایا مراد یہ کہ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اعراض و بے اعتنائی کی اسی طرح عالم آخرت میں اعراض و بے اعتنائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظہور میں آئے گی۔ جیسا کوئی بوئے گا ویسا کاٹے گا۔اس کا بدل اور اس جرم کی سزا ان کے لئے بیان فرماتا ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ......الخ ان کو ابدی جہنم ہے، اور لعنت اور عذاب دائمی۔ ہر صفت بد کے مقابلہ میں ایک سزا۔

پھر ان بادۂ غفلت اور مئے نخوت کے مستوں کو متنبہ فرماتا ہے کہ ذرا آنکھ کھول کر تو دیکھو کہ کدھر ہیں وہ صاحبان جاہ و حشم اور کہاں گئے وہ والیان فوج و خدم؟ وہ ان کے نعیم و ناز اور وہ ان کے ماہ رویان خوش انداز، کہاں ہیں؟ وہ عمدہ مکان و باغ جنت نشان کس طرف ہیں؟ دیکھو وہ تم سے زیادہ مال و اولاد رکھتے تھے جس کے نشہ میں انبیائے الٰہی سے نافرمان ہوئے، ان کی باتوں کو ٹھٹھول میں اُڑانے لگے تو شعلہ قہر الٰہی نے ان کو نیست و نابود کر دیا اور دریائے عدم کی موجوں میں ٹکراتے ٹکراتے قعر جہنم میں پہنچے اب بجز خرابات اور مکانوں کی بنیاد شکستہ کے ان کے حال زار پر کوئی رونے والا بھی نہیں۔ پھر تم بیچارے کیا ہو، چلو تم بھی چند روزہ مزے اُڑا چکے، ان کی چال چل چکے، اب دیکھو کیا ہوتا ہے۔اس کے بعد اپنے پاکباز بندوں کے لئے ان کے افعال حمیدہ ایمان و صلوٰۃ و زکوٰۃ بیان کر کے ان کے لئے عالم قدس میں حیات جاودانی اور جنان الفردوس میں سرور و شادمانی کا وعدہ فرماتا ہے جس سے سعید ازلی کا دل بے خود عالم قدس کی طرف کھچا جاتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا
بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ
مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا
اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْهُمْ
مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝
فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا
فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

ترجمہ:.....اے نبی ﷺ! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور (بہت ہی) برا ٹھکانا ہے۞ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ (یہ باتیں) ہم نے نہیں کہیں حالانکہ وہ ضرور کفر کا کلمہ کہہ چکے۔ اور اسلام لا کر کافر ہو چکے ہیں اور اس بات کا ارادہ کر چکے ہیں کہ جس کو نہ پا سکے۔ اور یہ اسی کا بدلہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ پس اگر توبہ کریں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر نہ مانیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا۔ اور روئے زمین پر ان کا نہ کوئی حامی ہوگا نہ مددگار۞ اور کچھ ان میں سے وہ بھی تو ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہم کو اپنے فضل سے دے گا تو ضرور خیرات کریں گے اور نیک ہو کر رہیں گے۞ پھر جب کہ اس نے ان کو اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کیا اور منہ موڑ کر پھر گئے۞ پس اس دن تک کہ وہ اس سے ملیں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی اور اس لئے کہ جھوٹ بولا کرتے تھے۞ کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کا بھید اور خفیہ مشورہ جانتا ہے۔ اور یہ کہ وہ بڑا غیب داں ہے۞۔

ترکیب:..... ماقالوا جواب قسم یحلفون قسم کے قائم مقام۔ مانقموا کا مفعول ان اغناهم الله ای وما کرهوا الا اغناء الله ایاهم لئن شرط لنصدقن جواب۔

کفار سے قتال اور منافقین کے ساتھ سختی کا حکم

تفسیر:.....ان آیات میں ان گمراہان ازلی کے شجر حیات کو قطع و برید کر دینے کا حکم دیتا ہے کہ جن میں کسی قسم کا مادۂ اصلاح باقی نہیں رہا فقال جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ کہ ان لوگوں سے جہاد کر اور ان پر نرمی نہ کر، جیسا کہ آپ ﷺ کی عادت حمیدہ ہر شخص سے نرمی اور لطف کی ہے۔ کفار سے جہاد تلوار سے اور منافقین سے زبان سے کرو (ابن عباس رضی اللہ عنہ) کیونکہ منافقین بظاہر مسلمان تھے ان کے قتل نہ کرنے کی وجہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمائی تھی کہ عرب یہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قابو پا کر قتل کرتا ہے۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ اس زمانہ میں ملحدین کے ساتھ بحث و مناظرہ کرنا بھی جہاد ہے۔ یحلفون باللہ... الخ یہ بھی ان منافقوں کا ایک حال بیان ہوتا ہے کہ کلمۂ کفر کہہ کر مکر جاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک روز ایک حجرہ کے سایہ میں بیٹھے فرما رہے تھے کہ تمہارے پاس ایک آدمی کرنجی آنکھوں کا آتا ہے جو شیطان کی طرح دیکھتا ہے اس سے بات نہ کیجیو۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص ایسا ہی آیا۔ آپ ﷺ نے بلا کر پوچھا کہ تو اور تیرے دوست مجھے کس بات پر گالیاں دیا کرتے ہیں؟ وہ شخص اپنے یاروں کو جا کر لایا سب قسم کھا گئے کہ ہم نے گالیاں نہیں دیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (معالم) وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا کے معنی علماء نے مختلف بیان کئے ہیں۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک میں منافقوں نے یہ قصد کیا تھا کہ مدینہ طیبہ میں جا کر عبداللہ ابی کو تاج پہنائیں گے سو یہ بات ان کو نصیب نہ ہوئی۔ فرماتا ہے کہ یہ باتیں اس لئے کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے غنائم سے غنی کر دیا پہلے مفلس تھے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ اس میں بھی بعض منافقوں کی اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کا ذکر فرماتا ہے۔

ثعلبہ بن حاطب انصاری کا آنحضرت ﷺ سے دولت مندی کی دُعا کروانا:..... مفسرین کہتے ہیں اس میں ثعلبہ بن حاطب انصاری کی طرف اشارہ ہے اس نے آنحضرت ﷺ سے اس عہد پر دعاء کرائی تھی کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو مال دے گا تو خیرات دوں گا اور نیکی کروں گا جب آنحضرت ﷺ کی دعاء سے اس کے پاس اس قدر بھیڑ بکریاں ہو گئیں کہ مدینہ طیبہ کے جنگل میں بھی نہ سما سکیں تو دور لے گیا اور جمعہ جماعت ترک کر دی پھر جو آنحضرت ﷺ کی طرف سے دو شخص زکوٰۃ لینے گئے تو نہ دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر وہ لایا تو نہ آپ ﷺ نے نہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں قبول کی:

اَلَّذِيۡنَ يَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِيۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيۡنَ لَا يَجِدُوۡنَ

اِلَّا جُهۡدَهُمۡ فَيَسۡخَرُوۡنَ مِنۡهُمۡ‌ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنۡهُمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿٧٩﴾

اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ‌ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ

يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ‌ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ

الۡفٰسِقِيۡنَ ﴿٨٠﴾ فَرِحَ الۡمُخَلَّفُوۡنَ بِمَقۡعَدِهِمۡ خِلٰفَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوۡۤا اَنۡ ع

يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَقَالُوۡا لَا تَنۡفِرُوۡا فِى الۡحَرِّ‌ؕ

قُلۡ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا‌ؕ لَوۡ كَانُوۡا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿٨١﴾ فَلۡيَـضۡحَكُوۡا قَلِيۡلًا وَّلۡيَبۡكُوۡا

كَثِيۡرًا‌ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ

فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلْ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا‌ؕ

اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ:......(اے رسول ﷺ!) وہ جو بامقدور مسلمانوں کی خیرات میں طعن کرتے ہیں اور وہ جو اپنی مزدوری کے سوا کچھ نہیں رکھتے ان سے (بھی) ہنستے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہنسے گا، اور ان کو عذاب الیم ہے﴿٧٩﴾ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو یا نہ مانگو۔ اگر آپ ﷺ ان کے لئے ستر بار بھی بخشش چاہیں گے تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو کبھی نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ بدکار قوم کو ہدایت نہیں کیا کرتا﴿٨٠﴾ پیچھے رہ جانے والے (رسول اللہ ﷺ سے) ٹل کر بیٹھنے پر خوش ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا برا سمجھا اور کہہ دیا کہ گرمی میں نہ نکلو۔ (پس آپ) کہہ دیں کہ جہنم کی آگ تو سخت ہی گرم ہے۔ کاش وہ سمجھتے ہوتے﴿٨١﴾ سو تھوڑا سا ہنس لیں اور بہت کچھ رو ئیں۔ ان کاموں کے بدلہ میں جو کیا کرتے تھے﴿٨٢﴾ اور اگر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ان کے ❶ کسی گروہ کی طرف لاوے پھر وہ آپ ﷺ کے ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ کبھی نہ چلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑو گے۔ کیونکہ اوّل مرتبہ تم گھر میں بیٹھ رہنے پر راضی ہو گئے تھے سو اب بھی اور پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو﴿٨٣﴾۔

ترکیب:......الذین مبتدا۔ من المؤمنین المطوعین کا بیان۔ فی الصدقات متعلق ہے یلمزون سے۔ والذین مبتدا۔ فیسخرون خبر جملہ معطوف ہے اوّل الذین پر سخر اللہ منهم خبر۔ سبعین منصوب علی المصدر و العدد یقوم مقام المصدر

❶ ...یعنی جہاد سے آپ ﷺ اے پیغمبر (ﷺ) گر صحیح وسالم ان منافقوں کے پاس واپس آئیں اور یہ آپ ﷺ کے ساتھ جانے کی اجازت مانگیں تو آپ (ﷺ) اجازت نہ دیں ۱۲ منہ۔

کقولک ضربۃ عشرین ضربۃ قلیلاً و کثیراً صفت ہیں مصدر محذوف کی۔

منافقین کا استہزاء وطعنہ زنی

تفسیر:.....ان آیات میں منافقین کی عادت طعنہ زنی کو بیان کرتا ہے کہ جو اہل اسلام مقدور والے ہیں ان پر بھی طعن کرتے ہیں کہ یہ ریاکار ہیں اور جو مفلس اور مزدور اپنی مزدوری میں سے صدقہ دیتے ہیں ان پر بھی ہنستے ہیں۔غزوہ تبوک کے لئے جب تیاری کا حکم دیا اور لوگوں کو اس میں مال وزر سے مدد دینے کی ترغیب دی تو عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا کہ آٹھ ہزار تھے چار اہل وعیال کے لئے باقی رکھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعائے برکت دی۔پھر عاصم رضی اللہ عنہ بن عدی عجلانی سو وسق ❶ کھجور کے لائے پھر ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ اڑھائی سیر چھوارے لائے اور عرض کیا کہ رات بھر مزدوری کر کے پانچ سیر حاصل کئے تھے نصف گھر میں دیئے نصف یہاں حاضر کئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سب کے اوپر رکھوا دیئے۔منافقوں نے اشارے کرنے شروع کئے کہ وہ دونوں اس قدر لائے کہ ان کا نام ہو اور یہ میاں اس لئے لائے کہ میرا بھی صدقہ دینے والوں میں ذکر ہو۔اس قصہ کی طرف ان جملوں میں اشارہ ہے اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ۔۔۔الخ فرماتا ہے کہ ان سیاہ دلوں کے لئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستر بار بھی مغفرت طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا کیونکہ یہ کافر ہیں اور کافر کی بخشش نہیں۔

منافقین کے لئے سزا اور ان کو جنگ وغیرہ میں ساتھ لے جانے کی ممانعت:.....مدینہ طیبہ کے جو منافق جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے اور اپنے کھجور کے باغوں میں بیٹھ کر خوشیاں کرتے تھے اور لوگوں کو بھی جانے سے منع کرتے تھے کہ سخت گرمی ہے،ان کی دونوں باتوں کے جواب میں دو باتیں بیان فرماتا ہے۔دنیا کی گرمی کے مقابلہ میں جہنم کی سخت گرمی ہے یعنی اگر یہ نہ برداشت کی تو وہ کیونکہ برداشت کرو گے جو تمہارے لئے مقرر ہو چکی ہے اور اس چند روزہ خوشی کے مقابلہ میں آخرت کے غموم وہموم پر ہمیشہ رویا کرو گے اب عقل ہے تو کم ہنسو بہت روؤ کہ بڑی مصیبت پڑے گی(ماضی کو بصیغۂ امر تعبیر کیا قطعی ہونے کے سبب سے) ان کی ایک اور حیلہ گری کی پیشتر سے خبر دیتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تم تبوک سے واپس آؤ گے ان کے ایک گروہ کی طرف جو اس وقت تک زندہ ملیں گے یا نفاق پر قائم رہیں گے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلیں گے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلیں گے فَاسْتَاْذَنُوْا لِلْخُرُوْجِ، حکم دیتا ہے کہ ان سے کہہ دیجیو کہ تم ہرگز میرے ساتھ نہ چلو نہ میرے ساتھ ہو کر دشمن سے لڑو کیونکہ تم اوّل بار بیٹھ رہے سو بیٹھے رہو جیسا کہ اور بیٹھ رہتے ہیں۔یہ نہایت عتاب ہے۔یہ جملہ ہے بمعنی نہی تاکید کے لئے۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ط اِنَّهُمْ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ط
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾
وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا

❶ عرب میں ایک پیمانہ تھا جس میں کئی من غلہ آتا تھا ۱۲ منہ۔

الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع

ترجمہ:......اور جو کوئی ان میں سے مرجاوے تو (اے نبی ﷺ) کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر (جاکر) کھڑے ہونا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا اور بدکاری کرتے کرتے مرگئے ﴿۸۴﴾ اور آپ ﷺ ان کے مال اور اولاد پر تعجب نہ کریں اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے اس سے ان کو دنیا میں عذاب دے اور ان کی جان بھی نکلے تو کفر ہی میں نکلے ﴿۸۵﴾ اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہوکر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے آپ ﷺ سے رخصت مانگنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو چھوڑ جایئے کہ ہم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہیں ﴿۸۶﴾ انہیں تو عورتوں کے ساتھ رہنا پسند آیا۔ اور ان کے دلوں پر مہر کردی گئی سو وہ نہیں سمجھتے ﴿۸۷﴾ لیکن رسول ﷺ اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مال اور جان سے جہاد کیا اور انہیں کے لئے خوبیاں ہیں۔ اور یہی مراد کو پہنچنے والے ہیں ﴿۸۸﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہشتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۸۹﴾

ترکیب:......منهم۔ و مات دونوں احد کی صفت ہیں ابدا ظرف ہے لاتصل کا اذا انزلت شرط استاذن جواب خوالف جمع خالفة وهي المرأة۔ لهم، اعد سے متعلق جنت موصوف تجری... الخ صفت خالدین حال ہے ضمیر لهم سے۔

منافقین کی نمازِ جنازہ وغیرہ کی ممانعت

تفسیر:......پہلی آیتوں میں منافقین کے لئے آنحضرت ﷺ کو استغفار سے منع کیا تھا۔ اب یہاں ان کی نماز جنازہ اور ان کی قبر پر دعاء کے لئے کھڑا ہونے سے بھی منع فرماتا ہے جو انسان کے لئے نجات کا بڑا وسیلہ تھا یعنی مغفرت اور رسول ﷺ کی شفاعت کے دائرہ سے خارج کردیا گیا۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین مرگیا تو آنحضرت ﷺ کو اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے لوگوں نے بلایا، آپ ﷺ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس نے ایسا ایسا کہا ہے، آپ ﷺ اس کی نماز نہ پڑھیے، ہٹ آیئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ میرے ستر بار سے زیادہ استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا تو میں اس سے بھی زیادہ استغفار کرتا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی اس کے بعد یہ آیت وَلَا تُصَلِّ... الخ نازل ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کو ایک تو یہ بات منظور تھی کہ منافقوں پر یہ حال کھل جائے کہ ان کا سردار خواستگار شفاعت ہوا جس سے ان کے دل میں بھی اسلام کی حقیقت راسخ ہوگئی۔ دوسرے یہ کہ نفاق کی رسوائی ہو کہ ان پر نماز و استغفار کا بھی حکم الٰہی نہیں۔

*......خوالف خالف کی جمع گھر بیٹھنے والی عورتوں کو خوالف کہا کرتے ہیں کیونکہ یہ خلف یعنی بعد مردوں کے گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں جب کہ وہ باہر چلے جاتے ہیں ۱۲ منہ

اولاد و مال کا وبال:......وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ یہاں سے لَا یَفْقَهُوْنَ تک ان کے مال واسباب واولاد کی بے ثباتی اور دار آخرت میں کار آمد نہ ہونا اور دنیا میں مصیبت کا سبب ہو جانا بیان فرماتا ہے اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں پر عتاب ظاہر کرتا ہے اولاد و مال کا وبال ہونا اہل عقل پر مخفی نہیں بہت سے آدمیوں کو اولاد و مال کے وبال میں گرفتار دیکھا ہے۔اولاد کو پالا اور پرورش کیا جب وہ کسی لائق ہوئے یا بات چیت کرنے لگے طوطے کی طرح بولتے بولتے چل دیئے، اب ماں باپ کے دل کا ناسور ہے کہ رات دن آنکھوں سے غم کے آنسو جاری ہیں، دنیا سیاہ ہوگئی۔ یا وہ ہوشیار ہو کر آوارہ اور بدچلن ہوئے، ماں باپ کی جان کے لیوا، خون کے پیاسے ،الٰہی توبہ۔اسی طرح مال کا حال ہے کہ کوئی مصیبت آپڑی تو اس کو یاد کر کے عمر بھر روتے ہیں۔اور یہ کچھ نہیں تو یہ ضرور ہے کہ ان کی محبت میں دل چور ہے، مرتے وقت ہر چیز کو آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے۔مولیٰ سے غافل ہو کر مرتا اور داغ مفارقت دنیا ساتھ لے کر جاتا ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ:......اور کچھ دیہاتی بہانہ ساز بھی آئے تا کہ ان کو بھی رخصت ❶ دی جائے (کہ گھر میں رہیں) اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

❶......رخصت مانگتے تھے پیچھے رہ جانے کے لئے کہ جہاد میں یعنی جنگ تبوک میں جانا نہ پڑے جو گرمی اور افلاس کے زمانہ کی لڑائی تھی اور مقابلہ میں قیصر روم تھا جس کی دہشت ان کم اعتقادوں کے دلوں پر تھی یہ وقت بڑے امتحان کا تھا پکے ایماندار ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جان نثاری کے لئے تیار ہو گئے اور ساتھ بھی گئے اور باقی جو دعوئ اسلام میں جھوٹے یا سست تھے اور بزدل یا آرام طلب تھے وہ بہانے اور حیلہ سے رخصت اور اجازت مانگنے لگے کہ چلنے میں ہمیں یہ عذر ہے کہ فلاں کام ضروری درپیش ہے۔اس سورۃ میں انہیں لوگوں پر عتاب ہو رہا ہے اور ان کے حیلے اور بہانے اور رخصت مانگنے پر ان کی سست اعتقادی اور بزدلی اور آرام طلبی پر جو بمقابلۂ دار آخرت کے درجات کے تھی تشنیع کی جارہی ہے اور ان سچے ایمانداروں، جانبازوں کی جنہوں نے دار آخرت اور اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوشش کی مدح اور ان کے درجات اور فضائل بیان ہو رہے ہیں خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر صحابہ علیہم الانصار و مہاجر انہیں میں داخل ہیں جن کو شیعہ زبردستی اسلام اور نیکی سے خارج کرتے ہیں اور باہمی خلافت کے نزاع سے ان کی ان تمام مساعئ جمیلہ پر پانی پھیرتے ہیں جو انصاف سے بعید ہے ۱۲ منہ۔

ﷺ سے جھوٹ بولا ❶ وہ تو بیٹھ ہی رہے (آئے تک بھی نہیں) سو ابھی ان میں سے کافروں کو دردانگیز سزا ہونی ہے ﴿۹۰﴾ ضعیفوں پر کوئی الزام نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر کہ جن کو سفر خرچ میسر نہیں بشرطیکہ گھر بیٹھ کر بھی وہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی خیر خواہی کرتے ہوں۔ نیکوکاروں پر کوئی الزام نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۹۱﴾ اور نہ ان پر بھی کچھ الزام ہے جب کہ وہ آپ ﷺ کے پاس آئے کہ آپ ﷺ انہیں سوار کرائیں، آپ ﷺ نے کہہ دیا کہ تمہارے سوار کرانے کو میرے پاس کچھ نہیں۔ تو وہ آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے اس رنج میں کہ ان کو سفر خرچ میسر نہیں واپس لوٹ گئے ﴿۹۲﴾ الزام تو صرف ان پر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے آپ ﷺ سے اجازت مانگتے ہیں۔ ان کو تو عورتوں کے ساتھ رہنا پسند آ گیا، اور ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کردی ہے اس لئے وہ نہیں جانتے ❷۔ ﴿۹۳﴾

ترکیب:...... حرج اسم لیس۔ علی الضعفاء... الخ خبر۔ اذا کا عامل حرج ہے۔ ولا علی الذین معطوف ہے علی المرضی پر اذا ما کا جواب تولوا قلت حال ہے فاعل تولوا سے۔ من بیان ہے تفیض کا حزنا مفعول لہ ہے تفیض کا۔

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں کے اعذار

تفسیر:...... مدینہ طیبہ کے منافقوں کے سوا عرب کے دیگر قبائل میں سے بھی ایسے لوگ تھے جو جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے تھے۔ از انجملہ عامر بن الطفیل کے چند لوگ تھے وہ آ کر حضرت ﷺ سے عذر کرنے لگے کہ ہم کو رخصت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے پہلے ہی سے تمہارا حال اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا تھا اور بعض ایسے تھے کہ وہ عذر کرنے بھی آئے متکبرانہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اوّل فریق کی طرف وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ میں اور دوسرے کی طرف وَقَعَدَ الَّذِيْنَ میں اشارہ کرتا ہے قسم ثانی کے لوگ منافق تھے ان کی نسبت عذاب الیم کا حکم سنایا گیا۔ چونکہ پیچھے رہ جانے والے عذرات باطلہ پیش کرتے تھے اس لئے اس کے بعد اصلی عذر والوں کا ذکر کر دیا کہ یہ لوگ نہ جاویں تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ ان کا عذر صحیح ہے۔

چار قسم کے لوگوں کا عذر قبول ہے:...... فَقَالَ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ...... الخ یہ چار قسم کے لوگ ہیں کہ جن کا عذر قبول ہے اور جن پر جہاد میں جانا فرض و واجب نہیں۔ اوّل: ضعفاء اس کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا کہ ضعیف سے مراد ہے لنگڑے، لولے، اپاہج، بہت بوڑھے اور لڑکے اور عورتیں۔ دوم: مرضیٰ جمع مریض یعنی بیمار۔ اب رہے مالی حالت کے معذور سو ان کی بھی دو قسم ہیں ایک وہ جو لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ کہ نہایت تنگدست بے سروسامان ہیں خواہ وہ آنحضرت ﷺ کے حضور میں عذر آور ہوئے ہوں یا نہ ہوں۔ دوم وہ کہ ان کا عذر اور وجہ معقول حضرت ﷺ کے روبرو (بعد آپ ﷺ کے، امام کے حضور) ثابت ہو گیا جن کی طرف ولا علی الذین...... الخ میں اشارہ ہے معقل بن یسار و صخر بن خنساء و عبداللہ ابن کعب انصاری و علبۃ بن زید انصاری و سالم بن عمیر و ثعلبۃ بن عنمہ و عبداللہ بن مغفل مزنی یہ سات شخص حضرت ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم کو سواری دیجئے، چونکہ سواری نہ تھی آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تمہارے لئے کوئی سواری نہیں تب وہ اپنی ناداری پر روتے ہوئے واپس چلے آئے۔

---

❶...... اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ سے جھوٹ بولا اسلام کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا یا اعانت و تائید اسلام کا اقرار جو بوقت اسلام لانے کے کیا جاتا تھا اس میں جھوٹے نکلے وہ اپنے گھر ہی بیٹھ رہے عذر کرنے بھی نہیں آئے ۱۲ منہ۔ ❷...... کہ جہاد میں دنیا و آخرت کے کیا کیا فوائد ہیں ۱۲ منہ۔

پارہ (۱۱) یَعْتَذِرُوْنَ

اَلْجُزْءُ الْحَادِيْ عَشَرَ (۱۱)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ
نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ
لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ
رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا
عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾
اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا
وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ
الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ
وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ
ع اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

• ......عربی کی جمع عرب جیسا کہ یہودی کی یہود اور اعرابی جنگلی کوک کو کہتے ہیں یعنی گنوار، اس کی جمع اعراب یا اعاریب۔ ۱۲۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اعراب کی طبیعت میں بے تکی، غرض پرستی اور جہالت شدید ہوتی ہے۔ (ابوایوب)

• ......پیش قدمی اسلام میں کہ سب سے اوّل ایمان لائے یا عموماً ہر نیک کام میں دوڑ پڑنا اور پیش قدمی کرنا ان کا شیوہ ہے ۱۲ منہ

تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ:..... جب تم (جہاد سے) لوٹ کر آؤ گے تو تمہارے آگے عذر کریں گے۔ کہہ دو عذر نہ کرو ہم ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے تمہارے حالات تو اللہ تعالیٰ ہم کو بتا چکا ہے، اور ابھی تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) تمہارے عمل دیکھے گا۔ پھر تم اُس چھپے اور کھلے جاننے والے کے پاس لوٹائے جاؤ گے پھر وہ تم کو بتادے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے ﴿۹۴﴾ تمہارے آگے جب کہ تم اُن کے پاس لوٹ کر آؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ اُن سے درگزر کرو۔ سو اُن سے مُنہ پھیر لینا۔ کیونکہ وہ ناپاک ہیں اور اُن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (یہ) بدلہ ہے اس کا جو وہ کیا کرتے تھے (دنیا میں) ﴿۹۵﴾ تمہارے خوش کرنے کے لئے قسمیں کھائیں گے۔ پھر اگر تم اُن سے خوش بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو بدکار قوم سے خوش ہونے کا بھی نہیں ﴿۹۶﴾ گاؤں ❶ والے کفر اور نفاق میں بڑے سخت ہوتے ہیں اور وہ اس قابل ہیں کہ جو احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کئے ہیں ان کو نہ جانیں اور اللہ تعالیٰ خبردار حکمت والا ہے ﴿۹۷﴾ اور بعض بدو ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اس کو تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے بُرے زمانہ کے منتظر رہتے ہیں۔ اُنہیں پر بُرا زمانہ آئے اور اللہ تعالیٰ سُنتا اور جانتا ہے ﴿۹۸﴾ اور کچھ بدو ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے خرچ کرنے کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقرب اور رسول (ﷺ) کی دعاء کا وسیلہ بھی جانتے ہیں۔ ہاں یہ اُن کے لئے موجب تقرب ہے۔ بہت جلد اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۹﴾ اور مہاجرین وانصار میں سے جو (نیک کاموں میں) پیش قدمی کرنے والے ہیں اور جو نیکی میں اُن کے پیرو ہیں اُن سب سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا اور وہ اُس سے راضی ہو گئے اور اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے تلے نہریں جاری ہیں اُن میں ہمیشہ (ہمیشہ) رہا کریں گے۔ یہ ہے بڑی کامیابی ﴿۱۰۰﴾

ترکیب:..... جزاءً مفعول مطلق ای یجزون بذلک جزاء مفعول لہٗ بھی ہوسکتا ہے من الاعراب خبر ہے من کی مغرمًا مفعول ہے یتخذ کا ویتربص کا مفعول الدوائر جمع دائرۃ ہے یہ معطوف ہے یتخذ پر۔ السوء بالضم مصدر ہے وبالفتح بمعنی الفساد۔ السابقون مبتدا رضی اللہ عنہم... الخ جملہ خبر ہے۔

منافقین کا عذر قبول نہیں

تفسیر:..... چونکہ جھوٹ بولنا، زمانہ سازی کرنا منافقوں کا کام ہے اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بوقتِ واپسی آنحضرت ﷺ سے یہ لوگ جھوٹی قسمیں کھائیں گے اور حیلہ بنائیں گے تاکہ آنحضرت ﷺ اور مسلمان اُن سے درگزر کریں اور راضی ہو جائیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ واپس آئے تو ایسا ہی ہوا کہ جد بن قیس وغیرہ ستر منافق آکر عذر کرنے لگے، قسمیں کھانے لگے۔ اُن کی نسبت فرماتا ہے سیحلفون... الخ۔ پھر فرماتا ہے کہ اِن ناپاکوں سے مُنہ پھیر لو یعنی مُنہ نہ لگاؤ اور اگر تم اُن کی قسمیں کھانے سے خوش بھی ہو گئے تو بدکار لوگوں سے اللہ تعالیٰ تو خوش نہ ہوگا۔ اَلْاَعْرَابُ جنگل کے رہنے والے اہلِ بادیہ عرب کے قبائل جنگلوں میں رہا کرتے تھے بلکہ اب بھی ان کو بدو یا بدوی کہتے ہیں، ان قبائل میں بھی دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو شوکتِ اسلام سے دب کر مسلمانوں کا ساتھ دیتے اور اسلام ظاہر کرتے تھے اور صدقہ اور زکوٰۃ کو صرف ایک تاوان اور چٹی خیال کرتے تھے اور مسلمانوں کے لئے بُرے وقت کا انتظار کرتے تھے کہ کہیں ان پر کوئی حادثہ پڑ جائے۔ جس کے جواب میں بطور بددعا کے فرماتا ہے کہ اب انہیں پر گردش آئے یا خبر دیتا ہے جس کا ظہور بھی ہوا اُن کی نسبت فرماتا ہے اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا کہ یہ کُفر و نفاق میں بڑے اشد ہیں اور بسبب جنگلی ہونے کے مجالست اور مکالمت اہلِ علم نصیب نہیں ہوتی۔ کتاب وسُنت اور احکامِ الٰہی سے جاہل ہیں جیسا کہ اسد اور غطفان اور تمیم، اور اُن کے برعکس بعض ایسے بھی تھے کہ

❶ ..... یعنی وہ دیہاتی جو تبوک میں شریک نہیں ہوئے یا عموماً گنوار جو بوجہ جہالت کے کُفر و نفاق میں بڑے سخت ہوا کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

جو اللہ تعالیٰ (اور) قیامت پر ایمان رکھتے تھے اور اپنے صدقہ وخیرات کو باعث ثواب اور رسول ﷺ کی دُعا کا وسیلہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ صدقہ دینے والوں کے لئے دُعاءِ خیر واستغفار کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ ذی البجادین اور اُس کی قوم ان کو وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ... الخ میں ذکر کرتا ہے۔

فائدہ: فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم:......اس کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم انصار ومہاجرین کے محامد بیان فرماتا ہے جو اسلام کے رکن اور اسلامیوں کے پیشوا ہیں۔ اُن کی دو قسم ہیں۔ اوّل: سابقون اوّلون سو مہاجرین میں سے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہم وہ لوگ ہیں جو جنگِ بدر میں شریک تھے سعید رضی اللہ عنہ وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ وابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ ہیں کہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیعت رضوان والے۔ اور انصار میں سے عقبہ اُولیٰ والے سات شخص اور عقبہ ثانیہ والے ستر اور پھر وہ جو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے مسلمان ہوئے۔ دوم: وہ جو اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ یعنی اُن کے علاوہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین اور انصار بعض کہتے ہیں اس میں وہ بھی شامل ہیں جو قیامت تک ایمان وہجرت ونصرت دین میں ان کے پیرو ہیں۔ اُن کے لئے دو وعدے کرتا ہے اوّل یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اُن سے راضی ہیں۔ دوم یہ کہ وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اب شیعہ کو اس آیت کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصار سابقینِ اوّل کی نسبت بدگمانی نہ کرنا چاہیے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۚ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:......اور بعض تمہارے آس پاس کے بدّو بھی منافق ہیں۔ اور بعض مدینہ (طیبہ) والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ آپ (ﷺ) اُن کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔ سو ابھی ہم اُن کو دوہری سزائیں دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۱۰۱﴾ اور کچھ اور بھی ہیں کہ جنہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے اُنھوں نے ملے جلے کام کئے ہیں کچھ نیک اور کچھ بد۔ کچھ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرے۔ کیونکہ

:......بجاد بروزن کتاب موٹی کملی کو کہتے ہیں جس میں خط پڑے ہوئے ہوں یہ عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی کا لقب اس لئے ہوا کہ جب انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا تو صرف ایک چادر تھی جس کو پھاڑ کر اُن کی والدہ نے آدھی تہبند کی جگہ باندھ دی اور آدھی اوڑھادی۔ (ملخص از قاموس وغیرہ) ۱۲ منہ

وہ بڑا بخشنے والا (نہایت) مہربان ہے۞اُن کے مالوں کی زکوٰۃ لے لیا کرو کہ اس سے ان کو پاک وصاف کرو اور ان کے لئے دُعائے خیر بھی کرو۔ بے شک آپ ﷺ کی دُعاء اُن کے لئے راحت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سُنتا جانتا ہے۞کیا وہ (یہ) نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی تو ہے کہ جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کیا کرتا اور صدقہ لیا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۞۔

ترکیب:......منافقون مبتدا و ممن خبر مقدم۔ مردوا اس کی صفت و من اھل المدینۃ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای و من اھل المدینۃ قوم کذلک۔ لاتعلمھم صفتِ ثانیہ و آخرون معطوف ہے منافقون پر اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو اور اعترفوا صفت خلطوا خبر و اٰخر معطوف ہے عملاً پر۔

اہل مدینہ اور اعراب منافقین

تفسیر:......باہر کے گنواروں ہی پر کچھ موقوف نہیں کہ وہ منافق اور حیلہ باز ہیں بلکہ بعض اہل مدینہ اور مدینہ طیبہ کے آس پاس کے گنوار جن کو کہ آنحضرت ﷺ کا وعظ و پند (وعظ ونصیحت) سُننا بھی ممکن ہے اور اہلِ اسلام سے بیشتر میل جول رکھتے ہیں مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں اور اس فن میں ایسے چالاک ہیں کہ باوجود فراستِ نامہ کے اے نبیؐ! ان سے تم واقف بھی نہیں ہاں ہم اُن کو جانتے ہیں۔ مدینہ طیبہ کے منافق بنی اوس وخزرج میں سے تھے اور اردگرد کے قبیلہ مُزینہ وجُہینہ و اشجع واسلم وغفار میں سے تھے آخر کار بہت سے تائب ہو گئے تھے فرماتا ہے کہ ہم ان کو دُگنا عذاب کریں گے کیونکہ یہ کافروں سے بڑھ کر ہیں۔

منافقین کے لیے دُگنا عذاب اور اس کی تفسیر:......دُگنے عذاب کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک قتل اور قید ہونا اور دوسرا عذاب قبر۔ بعض کہتے ہیں کہ دیکھا دیکھی اسلام کے سخت کاموں میں شریک ہونا، زکوٰۃ دینا، شوکتِ اسلام کو دیکھنا، اُس کے احکام کی جبراً وکرہاً پابندی کرنا ایک عذاب ہے موت اور قبر کا دوسرا جہنم کا عذابِ عظیم کہ جس کی طرف لوٹ کر جائیں گے ان دونوں کے علاوہ ہے۔

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے مسلمان اور ان کی توبہ:......وَاٰخَرُوْنَ......الخ اب یہاں سے اُن لوگوں کا ذکر فرماتا ہے کہ جو جنگ تبوک سے کچھ نفاق کی وجہ سے نہ بیٹھ رہے تھے بلکہ سُستی اور کاہلی سے (پیچھے رہ گئے تھے) جس پر وہ نادم اور تائب بھی ہوئے۔

ان کا جہاد میں نہ جانا بُرا کام تھا اور پھر توبہ وندامت کرنا اچھا یا اور دیگر حسنات، نیک اور بدعمل کے مخلوط کرنے سے یہ مراد ہے۔ ان کے حق میں تین باتیں ذکر فرماتا ہے اوّل عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْھِمْ...الخ کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا یا اُن کی توبہ قبول کرے گا۔ لفظِ عسیٰ کلام الٰہی میں تحقیق کے معنے دیتا ہے اور اس میں یہ بھی رمز ہے کہ بندہ کو اپنی توبہ اور ندامت پر ناز نہ کرنا چاہیے بلکہ اُس سے قبولیت کی اُمید رکھے۔ دوم یہ کہ اے رسول (ﷺ)! ان کے مال سے صدقہ جو وہ دیویں تو قبول کر لے اس سے وہ پاک ہوں گے یہ ان کے گناہوں کا کفارہ اُن کے لئے باعث برکت ہوگا۔ عام ہے کہ زکوٰۃ ہو یا صدقہ نافلہ ہو۔ اور اُن کے لئے دُعاء کرو۔ سوم یہ کہ ایسے تائبین کے لئے توبہ قبول کرنے کا اور اُن کے صدقات قبول کرنے کا وعدہ فرماتا ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ چند آدمی تھے جو آرام طلبی کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہوئے تھے پھر جب آپ ﷺ مدینہ طیبہ کے قریب آپہنچے تو ندامت کے مارے انھوں نے اپنے آپ کو مسجدِ نبوی ﷺ کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب آنحضرت ﷺ ہمیں کھولیں گے تو کھلیں گے۔ آپ ﷺ نے مسجد میں آکر دیکھا پھر پوچھا۔ پس فرمایا کہ میں بھی جب ہی کھولوں گا کہ جب اللہ تعالیٰ حکم دے گا۔ چنانچہ کئی روز وہ بندھے رہے روتے رہے، آخر یہ آیت نازل ہوئی تب

کھلے۔ پھر اُنھوں نے اُس کے کفارہ میں اپنا گھر بار للہ دیا۔ اُن میں ❶ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ
لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيْنَ
اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ
يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى
مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ
يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ
اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ
لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ
اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳

ترجمہ:......اور (اے نبی ﷺ!) کہہ دو کام کیے جاؤ۔ ابھی اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول ﷺ اور ایمان والے تمہارا کام دیکھ لیں گے۔ اور ابھی تم اُس کے پاس واپس لوٹائے جاؤ گے جو چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے پس وہ تم کو بتلا دے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے ﴿۱۰۵﴾ اور بعض اور بھی ہیں کہ جو حکم الٰہی کے انتظار پر رکھے گئے ہیں یا وہ ان کو عذاب کرے یا معاف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا حکمت والا ہے ﴿۱۰۶﴾ اور اُن میں سے ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے (مدینہ میں) ایک مسجد ضرر دینے کے لئے اور کفر کرنے کے لئے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اس کو پناہ دینے (ابو عامر) کے لئے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے پیشتر لڑ چکا ہے ▪ تیار کی ہے۔ اور قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہم نے تو محض خیر کا ارادہ کیا تھا اور

❶ ان (مسلمانوں) کی تعداد میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دس تھے بعض کہتے ہیں کہ سات تھے۔ نیز حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس کے شکریہ میں اپنا گھر بار للہ دیتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا ثلث بہت ہے ۱۲ منہ * ......شفا بالفتح کنارہ جرف ندی کا وہ کڑاڑا جو پانی کی ٹکروں سے گر رہا ہو۔ حکایہ اس کا مصدر ہور ہے بولتے ہیں کہ الجرف یہور جب کہ وہ کڑاڑا پیچھے سے پھٹ جائے اسی کو جرف ہار ہائر کہتے ہیں اور جب گر پڑے تو انہار ۱۲ حقانی۔ ▪:......اشارہ ہے ابو عامر کی طرف جو پیغمبر خدا ﷺ کا دشمن تھا۔ قبیلۂ بنی غنم نے اس مسجد کو بنایا اور ابو عامر کو اس کا امام بنانا چاہا لیکن ابو عامر مر گیا۔ یہی مسجد مسجد ضرار ہے ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں⑩ آپ (ﷺ) اس مسجد میں کبھی بھی جا کر کھڑے نہ ہونا۔ (ہاں) وہ مسجد کہ جس کی اوّل ہی دن سے پرہیزگاری پر بنیاد رکھی گئی ہے اس لائق ہے کہ آپ (ﷺ) وہاں کھڑے ہوں❶ اس میں ایسے لوگ ہیں کہ جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو (بھی) پاک رہنے والے پسند ہیں⑩ بھلا جو اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے خوف اور اُس کی رضامندی پر رکھے وہ بہتر یا وہ جو اپنی بنیاد نرم ریتلے کراڑے کے کنارہ پر قائم کرے جو گرتے کو ہو۔ پھر وہ اس کو جہنم کی آگ میں (دھم سے) لے بھی گرے۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف قوم کو ہدایت نہیں دیتا⑩ وہ بنیاد کہ جس کو اُنھوں نے قائم کیا تھا اُن کے دلوں میں ہمیشہ شک قائم کرتی رہے گی یہاں تک کہ اُن کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں۔ اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے⑪۔

ترکیب:...... وآخرون مرجون معطوف ہے وآخرون اعترفوا پر والذین معطوف ہے وآخرون مرجون پر ای ومنھم الذین اتخذوا اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو والخبر افمن اسس... والعائد محذوف ای منھم۔ ضرارًا ممکن ہے کہ مفعول ثانی ہو اتخذوا کا و کذلک مابعدہ' و ھذہ المصادر کلھا واقعۃ موضع اسم الفاعل ای مضرا و مفترقا۔ لمسجد مبتدا اسس... الخ اس کی صفت احق ان تقوم ای بان تقوم... الخ خبر۔

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں کی توبہ کا بیان

تفسیر:...... اب اُن عذر کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں اور دیگر بندگان کے لئے ترغیب و ترہیب میں ایسی بات کہتا ہے کہ اگر کوئی اس کا لحاظ رکھے تو معاصی سے بچنے اور اطاعت الٰہی کے اختیار کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہے فقال وَقُلِ اعْمَلُوْا... الخ کہ تم اعمال کئے جاؤ آیندہ جو کچھ اسلام میں کوشش کرو گے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمانداروں کو آپ معلوم ہو جائے گی۔ اور بعد مرنے کے اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤ گے جو چھپی اور کھلی سب باتیں جانتا ہے تمہارا دلی خلوص، یا ظاہری اصلی عذر یا بناوٹ سب وہ تم کو بتلا دے گا اُس سے کوئی بات مخفی نہیں۔

جہاد سے بیٹھ رہنے والوں کی تین قسم:...... بیان فرمائیں۔ اوّل وہ منافق کہ جو مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ۔ دوم وہ جو توبہ کر گئے جن کو اس قول میں بیان فرمایا وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ اور اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ سوم وہ جو حالتِ توقف میں تھے جن کا اس آیت میں ذکر ہے وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ ان کو حکم الٰہی کے انتظار میں رکھا گیا ہے کہ جیسا چاہے اُن کے حق میں حکم دے معاف کرے توبہ نصیب کرے یا عذاب دے۔ یہ وہ تین شخص ہیں کہ جن کا قصہ آگے آتا ہے کعب بن مالک وہلال بن اُمیہ ومرارۃ بن ربیع انھوں نے توبہ میں مبالغہ نہیں کیا نہ عذر کیا جیسا کہ ابولبابہ اور اُس کے ساتھیوں نے کیا تھا۔ منافقین بجائے اعانت اسلام اُس کے مٹانے اور کسرِ شان میں بھی کوشش کرتے تھے۔

مسجد ضرار کا بیان:...... منجملہ اُن باتوں کے جو وہ کرتے تھے ایک یہ تھی وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا... الخ کہ اسلام اور مسجدِ تقویٰ❷ کو ضرر اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے کچھ اس میں بھی آنے لگیں گے اور خدا تعالیٰ کے دشمن ابوعامر راہب کے انتظار اور ٹھیرنے کے لئے ایک مسجد جدید بنائی تھی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایّام جاہلیت میں ایک شخص ابوعامر تھا اُس نے رومن کیتھولک عیسائیوں سے کچھ کتب قدیمہ توریت و انجیل پڑھ لیں تھیں اور اُن کے مذہب باطل کے اوہام اور خیالات خام اس کے دل پر نقش حجر ہو گئے تھے جس پر اُس کو عرب میں پیشوا بننے کا خبط

❶...... امامت کریں۔ ۱۲ منہ۔ ❷...... یہ قباء میں ایک پہلی مسجد تھی جو آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری پر بنی تھی جس کو مسجد قوت الاسلام کہتے ہیں ۱۲ منہ

سمایا تھا مگر جب نبی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو پھر آفتاب جہاں تاب کے مقابلہ میں ذرّہ کو کیا رُتبہ؟ اس لئے رشک وحسد میں آ کر آنحضرت ﷺ کا مقابلہ کیا حالانکہ اُس کا بیٹا ابوحنظلہ رضی اللہ عنہ اسلام میں وہ برگزیدہ تھا کہ جس کو ملائکہ نے غسل دیا تھا۔ اُحد کی جنگ میں بھی ابوعامر نے یہ کہا تھا کہ جو قوم تیرے مقابلہ کے لائق اے محمد (ﷺ) میں پاؤں گا اُن کے ساتھ ہو کر تجھ سے لڑوں گا۔ چنانچہ عرب کے قبائل کو اُبھارتا رہا۔ آخر جب قبیلہ ہُوازن نے بھی اسلام سے شکست پائی تو اب یہ عرب سے ناامید ہو گیا اور شام کی طرف نکل گیا وہاں بھی کچھ منصوبے باندھتا رہا۔ وہیں سے اس نے مدینہ طیبہ کے منافقوں سے کہلا بھیجا کہ تم قوت اور ہتھیار بہم پہنچا رکھو اور ایک مسجد بھی بنا رکھو کہ میں قیصرِ روم کے ہاں سے ایک لشکر لاتا ہوں کہ جس سے محمد (ﷺ) اور اُس کے یاروں کو شکست دے کر مدینہ طیبہ سے نکال دوں گا۔ مدینہ طیبہ کے منافقوں میں سے بارہ کم عقلوں نے ایک مسجد انہیں اغراضِ فاسدہ سے بنائی جس کو اسلام میں مسجد ضرار کہتے ہیں یہ مسجد بمقابلہ اس مسجد کے بنائی تھی جو تقویٰ اور دینداری پر بنائی گئی تھی جس کو مسجد قوت اسلام کہتے ہیں اس کی تعمیر سے یہ لوگ ان دنوں میں فارغ ہوئے تھے کہ جب آنحضرت ﷺ جنگِ تبوک کے لئے سفر کرنے کی تیاری کر چکے تھے آخر خواستگار ہوئے کہ بطورِ تبرک آپؐ بھی ایک روز وہاں چل کر نماز پڑھا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں برسرِ سفر ہوں ان شاء اللہ واپس آ کر۔ پس جب واپس آئے تو اُن لوگوں نے آ کر پھر درخواست کی۔ اتنے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں مسجد ضرار کی بُرائی بیان ہوئی اور اُن کے راز سے آگاہی دی گئی جس پر آنحضرت ﷺ نے مالک بن دخشم و معن بن عدی و عامر بن سکن رضی اللہ عنہم وغیرہ کو فرمایا کہ جا کر اس کو ڈھا دو۔ چنانچہ اُنھوں نے اس کو جلا دیا اور کوڑی بنا دیا۔ لیکن وہ غضبِ الٰہی کے شعلے اُس میں سے دنوں تک نکلتے رہے۔ اب بھی قباء میں مسجد ضرار کی جگہ پر کوڑا کرکٹ پڑا رہا کرتا ہے۔ لِمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ سے ابوعامر کی طرف اشارہ ہے۔

فرماتا ہے کہ یہ مسجد اُنھوں نے بنا تو اِن وجوہِ فاسدہ سے کی ہے مگر چونکہ جھوٹ کے عادی ہیں قسمیں کھانے لگیں گے کہ ہماری غرض تو اس سے یہ تھی کہ مینھ بوندی (ہر بات وغیرہ) میں اور سردی گرمی میں آسانی ہو مہمان کے ٹھیرنے کی جگہ ہو جائے۔

مسجد قباء کی فضیلت:......فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں اے نبی ﷺ! آپ (ﷺ) اس میں جا کر کھڑے بھی نہ ہو جیئے جو مسجد کہ اوّل روز سے خداترسی پر بنائی گئی تمہارا کھڑا ہونا اس میں مناسب ہے۔ اس مسجد کو کہ اوّل روز تقویٰ سے بنائی گئی بعض مسجد قباء قرار دیتے ہیں آنحضرت ﷺ ہفتہ میں ایک بار تشریف لے جایا کرتے تھے جیسا کہ حدیثِ صحیح بخاری میں ہے اور اکثر علماء اس کو مسجدِ نبوی قرار دیتے ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں آیا ہے۔ اس کی مدح دو سبب سے ہے ایک یہ کہ تقویٰ سے بنائی گئی دوم یہ کہ اس میں ایسے لوگ، فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا، رہتے ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ عقائد فاسدہ اور اعمال سیئہ سے پاکی مراد ہے جو طہارتِ ظاہری کو بھی شامل ہے یعنی پائخانہ میں ڈھیلا لینے کے بعد پانی سے استنجاء بھی کرتے ہیں جیسا کہ بعض آثار سے ثابت ہے۔ اس کے بعد ان دونوں مسجدوں کا موازنہ کر کے یہ ثابت کرتا ہے کہ کُجا یہ اور کہاں وہ کہ جس کی بنیاد جہنم کے کنارہ پر ہو اور اس میں گر پڑنے کے قریب ہو دونوں برابر ہو سکتی ہیں جہنم کے کنارہ پر بنائے جانے سے مراد نفاق اور بدنیتی سے بنایا جانا ہے۔ بعض کہتے ہیں اس میں استعارہ مکنیہ ہے تقویٰ و رضوان کو دل میں بنیاد سے تشبیہ دی ہے اور پھر بنیاد کی تاسیس کا ذکر تخییل ہے یا یہ ایک تمثیل ہے اس بات کی کہ ایک نے تو اپنے دینی محل کو تقویٰ اور نیک اعمال اور اخلاص پر قائم کیا اور مستحکم بنیادوں پر اس محل کو چنا اور دوسرے نے اس کو ریاکاری و کفر کے ریتلے کنارے پر قائم کیا جو گرنے کو ہو اور پھر لے کر دھم سے گر بھی گیا ہو جہنم کے عمیق گڑھے میں ڈال دیا ہو کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ
وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ
بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ
الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ
لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا
لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ
الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ
فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

ترجمہ:...... بے شک اللہ تعالیٰ تو ایمانداروں کی جان اور مال کو جنت کے عوض میں خرید چکا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے رہیں پس ماریں اور مارے جائیں۔ اس نے اپنے اوپر سچا وعدہ قائم کرلیا ہے جو توراۃ اور انجیل اور قرآن میں ❶ (لکھا گیا) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہے سو اس سودے پر جو تم نے کیا ہے خوشیاں مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱۱﴾ (یہ وہ ہیں جو) توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے خدا تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اچھی باتوں کے سکھانے والے اور بری باتوں سے روکنے والے اور احکام الٰہی کا لحاظ رکھنے والے ہیں اور آپ (ﷺ) ایمانداروں کو خوشخبری سنادیں ﴿۱۱۲﴾ نبی (ﷺ) اور ایمانداروں کو زیبا نہیں کہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعائیں مانگا کریں گو وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ اُن کو معلوم ہو چکا ہو کہ وہ دوزخی ہیں ﴿۱۱۳﴾ اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے بخشش کی دعا مانگنا صرف ایک وعدہ سے تھا جو اُس نے اُس سے کرلیا تھا۔ پھر جب کہ اُس کو یہ معلوم ہوگیا کہ وہ خدا تعالیٰ کا دشمن ہے تو اُس سے بیزار ہو گئے کیونکہ ابراہیم (علیہ السلام) بڑے نرم دل (اور) بردبار تھے ﴿۱۱۴﴾۔

ترکیب:...... بانّ الباء هنا للمقابلة۔ وعدًا مصدر ای وعدهم بذلک وعدًا۔ حقًا اس کی صفت۔ فی التوراة... الخ ثابت کے متعلق ہوکر صفت ثالث۔ التائبون خبر ہے مبتدا محذوف کی ای وهم التائبون ویجوز ان یکون مبتدا والخبر الآمرون وما بعده' وهو ضعیف۔

❶ ...... توریت موجودہ کے بھی متعدد مقامات سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنے پر اور مال و جان سے اُس کو عزیز رکھنے پر جس کو ان اللہ اشتری... الخ سے تعبیر کیا ہے بہبودی اور فلاح کے وعدے نکلتے ہیں جن کو اس اُمت کے لئے جنت کے ساتھ تعبیر کیا ہے چنانچہ سفر استثناء کے ۲۸ باب میں ۱۴ ورس تک یہی بیان ہے اور ۳۲ باب ۶ ورس میں ان اللہ اشتری کا بعینہٖ مضمون موجود ہے (نیز) انجیل متی کے ۵ باب ۲۶ ورس میں اس کی عوض پانی کا وعدہ ہے اور دیگر مقامات میں بھی ۱۲۔

اہل ایمان کے لیے نفع بخش تجارت

تفسیر:......جب کہ جہاد سے کنارہ کشی کرنے کی وجہ سے منافقین کے قبائح اور فضائح اور اُن کے اقسام اور ہر قسم کی لائق سزا دنیا وآخرت میں واقع ہونے والی بیان فرما چکا تو فضائل جہاد اور اُس کی حقیقت کی طرف پھر رجوع کرتا ہے پس فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی الخ محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ قرظی کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں لیلۃ العقبہ میں ستر انصار رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تب عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اپنے لئے اور اللہ تعالیٰ کے لئے یا رسول اللہ! جو چاہے ہم سے شرط کرا لیجئے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کہ اُسی کی عبادت کرو کسی کو اُس کا شریک نہ بناؤ اور میرے لئے یہ کہ جس چیز سے اپنے نفس اور مال کو محفوظ رکھو اُس سے مجھے بھی۔ لوگوں نے کہا جب ہم نے ایسا کیا تو کیا ملے گا؟ فرمایا جنت۔ لوگوں نے عرض کیا بہت فائدہ مند بیع ہے ہم اس کو ہرگز واپس نہ کریں گے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (معالم) اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے عوض میں ایمانداروں کی جان اور مال کو خرید لیا بائع روح ومشتری اللہ تعالیٰ مبیعہ جسم ومال قیمت جنت۔ پھر فرمایا ہے کہ خریدنے سے ہمارا کیا مطلب ہے؟ یہ کہ تم جان ومال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ مار دو یا مر جاؤ۔ یعنی یہ جان ومال گو اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے مگر اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرو اس کے بدلہ میں تم کو حیاتِ جاودانی اور سعادتِ روحانی ملے گی اس بات کو خرید وفروخت کے پیرایہ میں ادا کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ جنت کا طالب ہو کر جان ومال کو اپنا نہ سمجھے بلکہ اس کو بیچ چکے، مالک جہاں اس کے صرف کرنے کا حکم دے دریغ نہ کرے حقیقت میں کیا ارزاں سودا ہے کجا یہ مال وجسمِ فانی کہاں وہ حیاتِ جاودانی کہاں یہ دُنیا کا مال کہاں اُس کا جمالِ باکمال

قیمتِ خود ہردو عالم گفتۂ	نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

پھر آگے اُن لوگوں کی (۹) نو صفت بیان فرماتا ہے جو اخلاقِ حمیدہ اور تنویر رُوح اور تمدن اور باہمی اصلاح کا عطر ہیں۔

(۱) التائبون... الخ یعنے ہر قسم کی بُرائی سے جو بشریت سے صادر ہوگئی توبہ کرتے ہیں نہ کہ اس پر اَڑتے ہیں۔

(۲) عابدون اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے۔

(۳) الحامدون خدا تعالیٰ کی ہر حال میں حمد کرتے ہیں جو کچھ اُس نے عنایت کیا ہے اُسی حالت میں اُس سے خوش ہیں۔

(۴) السائحون روزہ رکھنے والے کیونکہ روزہ میں جب انسان خواہشوں کے دروازے بند کر لیتا ہے تو اُس پر معارف کے دروازے کُھل جاتے ہیں پھر وہ اس میں عالمِ جلال کی سَیر کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے لئے سفر کرنے والے ہیں طلب علم یا جہاد کے لئے یا ہجرت کے لئے من السیاحۃ۔

(۵-۶) رکوع اور سجدہ کرنے والے یعنی نماز پڑھنے والے تخصیص بعد تعمیم۔

(۷-۸) اس سے اپنی تکمیل پر بس نہ کرنے والے بلکہ اوروں کو بھی اس میں شریک کرنے والے یعنی بھلی باتوں کا حکم دینے والے بُری باتوں سے منع کرنے والے۔

(۹) وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ہر امر میں احکام الٰہی کی رعایت رکھنے والے اس میں ہزاروں باتیں آگئیں۔

مشرک آباؤ اجداد کے لئے استغفار کی ممانعت:...... جہاد میں چونکہ مخالفین یگانہ لوگ تھے اُن سے لڑنا شاق تھا اس لئے اوّل اُن سے بیزاری ظاہر کر کے یہاں اُن کے لئے استغفار سے بھی منع کرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو اپنے باپ کے لئے استغفار کی تھی اس کی وجہ بیان فرماتا ہے کہ وہ ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو اُس نے اپنے باپ سے کر لیا تھا مگر جب معلوم ہوا کہ کُفر پر مَرا تو علٰحدگی

اختیار کی اللہ تعالیٰ کے سپاہی کو اپنے بیگانہ سے کچھ مطلب نہیں حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ
وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى
النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾
وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ
ع عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾

ترجمہ:......اور اللہ تعالیٰ کا کام نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت دیئے بعد گمراہ کردے جب تک کہ اُن کو وہ باتیں نہ بتلادے کہ جن سے وہ بچتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے ﴿۱۱۵﴾ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ (وہی) زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی تمہارا حمایتی ہے اور نہ مددگار ﴿۱۱۶﴾ البتہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مہاجرین اور اُن انصار پر بڑا فضل کیا جنہوں نے تنگ دستی کے وقت نبی ﷺ کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل ڈگمگا ہی چلے تھے پھر اس نے ان پر بھی رحم کیا (کہ ان کو سنبھال لیا) کیونکہ وہ اُن پر نہایت نرم بہت مہربان ہی ہے ﴿۱۱۷﴾ اور اُن تینوں پر (مہربانی کی) کہ جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ باوجود فراخی کے اُن پر زمین تنگ ہوگئی تھی اور وہ اپنی جان سے بھی تنگ آگئے تھے اور سمجھ گئے تھے کہ اُس کے قہر سے اُس کے سوا اور کہیں پناہ نہیں۔ پھر ان پر بھی رحمت کی (اُن کو توفیق دی) کہ توبہ کریں۔ بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۱۸﴾۔

ترکیب:......ما کاد کا فاعل ضمیر شان و الجملۃ بعدہ فی موضع نصب۔ وعلی الثلٰثۃ معطوف ہے النبی پر ای تاب علی النبی وعلی الثلٰثۃ الذین...... الخ بما رحبت ای مع رحبہا۔ من اللہ خبر ہے لا کی ملجا اسم تھا الا الیہ استثناء ہے مثل لا الٰہ الا اللہ کے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے

تفسیر:......اس سے پہلی آیت میں جو مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت تھی اور یہ کہا تھا کہ نبی (ﷺ) اور مسلمان کی یہ شان نہیں حالانکہ اس سے پہلے بہت لوگ اپنے اقارب مشرکین کے لئے جو مر گئے تھے استغفار کیا کرتے تھے اور بہت سے لوگ جو استغفار کرتے تھے اس ممانعت سے پیشتر مر چکے تھے اور جو زندہ تھے ان کو اپنے فعل پر سخت ندامت اور خوف تھا کہ ہم گمراہ ہو گئے۔ اس کے جواب میں

تسلی کے لئے فرمایا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ......الخ کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ قوم کو ہدایت کر کے بغیر اُن باتوں کے بیان کئے کہ جن سے اُن کو بچنا چاہیئے گمراہ کردے یعنی چونکہ تم کو استغفار کی ممانعت بتلائی نہیں گئی تھی اگر اس سے پہلے تم نے اُن کے لئے استغفار کی تو اس سے تم گمراہ اور گناہ گار نہیں ہوئے اور ممنوعات کا بیان کرنا اُس کا کام ہے کیونکہ وہ ہر شے سے واقف ہے مگر اس کے بعد اہلِ اسلام کے دل میں یہ کھٹکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار عزیز و اقارب بلکہ جمیع کُفار کی دوستی سے منع کر دیا اور سب سے لڑنے کا حکم دیا اور ہماری قدرت وطاقت معلوم ہے پھر اُن کی معاونت بغیر کیا ہوگا، اس کے دوُر کرنے کو فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی مارتا زندہ کرتا ہے، وہ قادرِ مطلق تم کو بس کرتا ہے اُسی کی اعانت تمہیں کافی ہے، اُس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی مددگار نہیں، نہ اُن کی تمہیں کچھ حاجت ہے۔ اور نیز یہ جملہ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ اُس کے ہر شے کے عالم ہونے کی دلیل بھی ہے کیونکہ جو ایسا قادر ہے وہ عالم بھی ہے بغیر علم کے یہ قدرت کاملہ ہو نہیں سکتی۔ اور نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ سب ملک اُسی کے ہیں جس سے چاہے لے کر کسی اور کو دیدے۔ چنانچہ اُس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سلطنتیں دیں مخالفوں کو زیر کر دیا۔

شرکاءِ غزوۂ تبوک کا حکم:...... چونکہ مہاجرین و انصار نے اس جنگ میں نہایت شدت کی گرمی اور گرسنگی (بھوک) اُٹھائی اور طرح طرح کی تکالیف پائی تھیں تو ایسی حالت میں انسان کا مقتضیٰ طبعی ہے کہ اُس کے دل میں کچھ وساوسِ فاسدہ گزریں گو یہ کوئی گناہ نہیں مگر ایسے مقربین کے دل میں بے ساختہ ایسے خیالات کا گزرنا بھی عالم محبت میں قابلِ گرفت ہے۔

جیسا کہ خود ہی اُن خیالات کی طرف اشارہ کرتا ہے مِنۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيۡغُ قُلُوۡبُ فَرِيۡقٍ مِّنۡهُمۡ کہ قریب تھا کہ اِس شدت کے وقت میں ایک فریق مومنین کا دل پھر جائے واپسی اور پیچھے رہ جانے کا قصد کریں۔ اور نیز یوں بھی بشریت سے انسان کچھ کر گزرتا ہے لیکن اُن کا یہ کام کہ اُنھوں نے ایسے تنگ اور شدت کے وقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا اور آسانی لشکر سے تخلف نہ کیا نہایت قابل قدردانی اللہ کے نزدیک ہوا اس کے انعام میں اُن کے لئے لَقَدۡ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِىِّ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ . . . الخ ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ نے ان کو خلعتِ معافی عطا فرمایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی معافی اور رحمت کا واسطہ آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسلام تھے اس لئے اس میں سب سے اوّل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شریک کر لیا اور ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ کے لفظ کو پھر تاکید کے لئے اعادہ فرمایا جس طرح خوشی میں بادشاہ اپنے نوکر وفادار سے کہتا ہے ہم نے تم کو یہ چیز دی، اچھا دی۔

اس جنگ میں تین شخص سچے مسلمان محض آرام طلبی کی وجہ سے شریک نہ ہوئے تھے جن کی نسبت پہلے آیا تھا وَاٰخَرُوۡنَ مُرۡجَوۡنَ لِاَمۡرِ اللّٰهِ اب یہاں اس فیضِ رحمت کے طفیل میں ان پر بھی رحمت کرتا اور اُن کی توبہ قبول فرماتا ہے فقال وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيۡنَ......الخ۔

غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے صحابہ کرام کا تذکرہ:...... اب ہم اُن تینوں صاحبوں کا قصہ صحیح بخاری سے بیان کرتے ہیں کہ جس سے ان پر زمینِ فراخ کا تنگ ہونا اور جان کا تنگ آجانا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ٹھکانا نظر نہ آنا معلوم ہو جائے۔ یہ تو آپ کو پیشتر ہی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ تین صحابی کعب بن مالک شاعر، مرارۃ بن الربیع، ہلال بن اُمیہ انصاری تھے۔ بخاری رحمہ اللہ کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں بجز موقع بدر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے کبھی پیچھے نہیں رہا تھا اور میں لیلۃ العقبہ میں شریک تھا۔ اِس سال میرے پاس دو سواریاں بھی تھیں جو کبھی نہ ہوئی تھیں اور فراخ دست بھی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ تبوک کی تیاری کر دی اور لوگوں کو اعلان کر دیا مگر موسم وہ تھا کہ جس میں سایہ اور پھل اچھے معلوم ہوتے تھے لوگ تیاری کرتے تھے میں یہ کہتا تھا کہ کرلوں گا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگ چل دیئے مگر میں یہ خیال کرتا تھا کہ جانے دو، دو روز بعد بھی جا کر اُن سے مل جاؤں گا۔ الغرض اسی شش و پنج

میں رہ گیا۔ بعد آپ ﷺ کے جب کہ میں مدینہ طیبہ میں دیکھتا تھا کہ یا تو منافق نہیں گئے یا صاحب عذر، تو میں اپنے دل میں نہایت غمگین ہوتا تھا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ تبوک میں پہنچ گئے وہاں آپ ﷺ نے لوگوں کے روبرو مجھے یاد فرمایا تو بنی سلمہ میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ! وہ اپنے عیش و آرام کی وجہ سے نہیں آیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تو نے برا کہا وہ شخص نیک ہے پس جب مجھ کو یہ خبر ملی کہ آنحضرت ﷺ بہت ہی قریب آ گئے تب مجھ کو فکر ہوئی کہ کیا حیلہ کروں جس سے آنحضرت ﷺ کی ناراضگی دور ہو۔ سب سے مشورہ کرتا پھر آخر دل میں قصد کیا کہ جھوٹ تو ہرگز بولوں گا پس جب آپ ﷺ تشریف لائے اور حسب عادت مسجد میں دو رکعت پڑھ کر صبح کو بیٹھے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ (۸۰) اسی کے قریب تھے آئے اور عذر کرنے لگے۔ آپ ﷺ اُن کے ظاہر قول پر اعتبار کرتے جاتے اور اُن سے بیعت لیتے جاتے اور اُن کے لئے معافی مانگتے تھے اور اُن کے باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے تھے۔ اس میں میں بھی آیا اور میں نے سلام کیا، آپ ﷺ نے غضب آلود تبسم سے فرمایا کہ آیئے۔ میں آ کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ پوچھا کہ تم اس لئے نہیں گئے تھے؟ میں نے کہا کہ سچ ہی سے نجات ہے آپ ﷺ کے سامنے جھوٹ نہیں بولنے کا، مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا چلو اُٹھو تمہارے حق میں اب جو کچھ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا اور اسی طرح اُن دونوں کے لئے ہوا۔ لوگوں کو ہم سے کلام سلام سے منع کر دیا۔ وہ دونوں تو اپنے گھر میں بیٹھ گئے مگر میں نماز با جماعت میں آ کر شریک ہوتا اور آپ ﷺ کو سلام کرتا اور دیکھتا تھا کہ جواب میں آپ ﷺ کے لب مبارک بھی ہلتے ہیں؟ جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آنکھ چرا جاتے اور جب میری آنکھ پھرتی تو گوشۂ چشم سے مجھے دیکھتے۔ کوئی شخص ہم سے بات یا سلام نہ کرتا تھا اسی عرصہ میں اپنے چچا زاد بھائی ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ میں گیا اُس سے بہت کچھ ترحم آمیز کلمات سے کلام کیا، مگر اُس نے جواب نہ دیا۔ تب تو ہم پر باوجود فراخی کے زمین تنگ ہوگئی۔ اس عرصہ میں پچاس راتیں گزر گئیں۔ پچاسویں رات کی صبح کو میں اپنے کوٹھے کی چھت پر تھا کہ کسی نے سلع پہاڑ سے پکار کر آواز دی کہ اے کعب! بشارت ہو اور اسی طرح اُن کی طرف بھی لوگ دوڑے ہوئے بشارت دینے آئے، میرے پاس بھی ایک سوار آیا اور جس کی میں نے آواز پہلے ہی سُنی تھی اس کو اپنے کپڑے اتار کر دے دیئے اور اس کی خوشی کا کچھ بیان نہیں پھر میں مسجد میں گیا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس لوگ بیٹھے تھے وہ مجھے مبارک باد دینے لگے آنحضرت ﷺ کو میں نے سلام کیا اور آپ ﷺ کا خوشی میں چاند کی طرح منہ چمکتا تھا فرمایا کہ آج تجھے ایسی خوشی کا مژدہ ہو کہ جب سے پیدا ہوا ہے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میں اپنی توبہ میں اپنا تمام مال للہ دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ رکھ بھی لے انتہی۔ ملخصاً مع تقدیم و تاخیر ما یناسب۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ
الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا
يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا
مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ
عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا
كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا
ع ۱۵ قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿١٢٢﴾

ترجمہ:......ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچے ہو کر رہو ﴿۱۱۹﴾ اہل مدینہ اور ان کے آس پاس کے بدوؤں کو لائق نہ تھا کہ رسول اللہ (ﷺ) سے پیچھے رہ جاویں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو اس کی جان سے عزیز سمجھیں۔ یہ اس لئے کہ ان کے لئے ہر پیاس اور ہر تکلیف اور بھوک میں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کو پہنچتی ہے اور جن مقامات پر اُن کا پھرنا کفار کو ناگوار گزرتا ہے اور جو کچھ دشمنوں سے وہ چھین جھپٹ لیتے ہیں (ہر حال میں) اُن کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے ❶ بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿۱۲۰﴾ اور جو کچھ بھی وہ صرف کرتے ہیں تھوڑا یا بہت اور جو میدان وہ طے کرتے ہیں سب (کا اجر) اُن کے نام لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُن کے کام کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا کرے ﴿۱۲۱﴾ اور مسلمانوں کو یہ بھی مناسب نہیں کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوا کریں یوں کیوں نہیں کیا کہ اُن کی ہر جماعت میں سے کچھ کچھ نکلتے تاکہ دین میں سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈراتے شاید وہ بھی بچتے ❷۔ ﴿۱۲۲﴾

ترکیب:......ان یتخلفوا اسم کان۔ لاھل المدینۃ خبر ذٰلک مبتدا بانھم خبر ظما فاعل لا یصیب و لانصب اس پر معطوف و لا یطؤن لا یصیبھم پر معطوف الا استثناء من کل واحد ای فی کل منھا کتب لھم۔ بہ عمل صالح۔ فلولا ھلا طائفۃ فاعل نفر۔

صدق کی فضیلت و اہمیت

تفسیر:......اُن لوگوں کی توبہ قبول کر کے جو اُن کو صدق یعنی سچائی کی وجہ سے نصیب ہوئی تھی آیندہ اَوروں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور صدق اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے فقال اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ صادقوں کے جو کچھ فضائل آئے ہیں بیان سے باہر ہیں۔ جب آدمی اپنے اللہ تعالیٰ سے سچا رہتا ہے تو دین و دنیا کی برکات نصیب ہوتی ہیں چونکہ صدق بھی نبوت کا ایک جزوِ اعظم ہے اس لئے صدیق کا مرتبہ نبی کے بعد ہے اور چونکہ صدق کا حاصل ہونا بغیر استقلال ان حوادثِ جانکاہ کے (کہ جو صادق اور کاذب کے لئے کسوٹی ہیں یعنی مُرشدِ کامل سرورِ کائنات کا ہر امر میں ساتھ دینا) ممکن نہ تھا اس لئے اس کے بعد مدینہ طیبہ کے آس پاس والوں اور خاص مدینہ والوں کو جو اُس وقت میں وہی اُس فیضِ تعلّم اور صحبتِ ہادیٔ برحق سے سرفراز تھے یہ فرمایا ہے مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ . . . الخ کہ مدینہ والوں اور اُس کے آس پاس کے اعراب کو کسی واقعہ میں رسول ﷺ سے پیچھے رہ جانا سزاوار نہیں اور نہ یہ بات کہ وہ اپنے نفس کو رسول ﷺ کے نفس سے عزیز سمجھیں یعنی جس مشقت یا تکلیف کے کام کو رسول ﷺ کرے وہ وہاں آپ آرام طلبی اختیار کر کے بیٹھ رہیں اس لئے کہ اس کام میں جو کوئی تکلیف اُن کو پہنچے گی وہ اُن کے لئے ثواب اور اجرِ آخرت کا باعث ہوگی۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ . . . الخ صحیح یہی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ فرما دیں تو کسی کو جہاد سے باز رہنا درست نہیں اور بعد میں یہ بات حسب ضرورت ❸ ہے۔

❶...... یعنی پیچھے رہ جانا اس لئے نامناسب ہے کہ جہاد میں یہ کچھ فضائل ہیں کہ بھوک پیاس سفر کی ماندگی اور دشمن پر فتحیابی ہر حال میں اُن کے لئے اجر اور یہ کام نیک ہے سعادت کے دفتر میں لکھا جاتا ہے پھر ایسے کام سے تخلف نازیبا نہیں تو اور کیا ہے۔ ۱۲ ❷...... بڑے کاموں سے ۱۲ منہ۔ ❸...... یعنی اگر سب کے جانے کی مقابلہ کے لئے ضرورت ہو تو سب، ورنہ بعض کا جانا کافی ہے ۱۲۔

حصول علم کی ضرورت واہمیت:......وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً......الخ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے والوں پر تشدد ہوا تو پھر سب جانے لگے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ جاتے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ دو فریق ہو کر ایک تو جہاد میں جایا کرے اور ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ کر مسائل دینیہ وحیِ نازل شدہ سیکھا کرے جب جہاد والے واپس آئیں تو یہ لوگ اُن کو جو کچھ پیچھے ہے بتا دیا کریں۔ یہ اس تقدیر پر کلام سابق کا تتمہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح جہاد اور ہجرت فرض ہوئی اسی طرح تفقہ یعنی دینی مسائل سیکھنے کا بھی اس آیت میں حکم ہوا اور اسی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مدینہ طیبہ آنا ہوتا تھا اور چونکہ سب لوگوں کا آنا موجب دشواری تھا اس لئے فرمایا کہ ایک گروہ جا کر سیکھ آئے اور اُن کو آ کر سکھا دے۔ تب یہ کلام مستقل ہے بقدرِ ضرورت سیکھنا فرضِ عین اور زیادہ فرض کفایہ ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ
غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ
يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ
يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ
وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ
مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ
بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ
بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا
عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ
اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ ع

ترجمہ:......اے ایمان والو! اپنے آس پاس کے کفار سے لڑو اور چاہیے کہ اُن کو تم میں کرارا پن معلوم ہو۔ اور معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے (۱۲۳) اور جب کہ کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو اُن میں سے ایک ❶ دوسرے سے پوچھتا ہے کہ اس نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کر دیا لیکن وہ جو ایمان لا چکے ہیں سو اُن کا تو ایمان زیادہ کر دیا اور وہی خوش بھی ہوئے ہیں (۱۲۴) اور جن کے دلوں میں مرض ❷ ہے تو اُن کی خباثت بڑھا دی اور وہ مریں گے بھی تو کافر ہو کر (۱۲۵) کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال میں ایک یا دو بار آزمائے جاتے ہیں پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں۔ نہ سمجھتے ہیں

❶......یعنی منافق ۱۲ منہ۔ ❷......نفاق کا مرض ۱۲ منہ

۱۲۷ اور جب کہ کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو تکتا ہے کہ کوئی نہیں دیکھتا تو نہیں پھر اٹھ کر چل دیتے ہیں۔ (رسول ﷺ کی مجلس سے کیا پھرے) اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں ہی کو پھیر دیا اس لئے کہ یہ نادان قوم ہے ۱۲۸ (لوگو!) بیشک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسے رسول (ﷺ) آگئے کہ جس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے جس کو تمہاری بھلائی کا ہوکا ہے وہ مسلمانوں پر نہایت شفیق (اور) مہربان ہیں ۱۲۹ پھر اگر اس پر بھی نہ مانیں تو کہہ دو کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کافی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کرلیا ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے ۱۲۹

ترکیب:......من الکفار، الذین کا بیان غِلظة بکسر الغین و ضمها مفعول۔ لیجدوا فمنهم خبر من مبتدا جملہ جواب، اذاما، ایمانا تمیز ہے زادت سے۔ ھل یرٰکم أی یقولون ھل یرٰکم من انفسکم رسول کی صفتِ اوّل عزیز علیه ماعنتم صفتِ ثانی حریص علیکم صفتِ ثالث بالمؤمنین رءوف رحیم صفتِ رابع۔

دشمن سے مقابلہ کا حکم

تفسیر:......ان قوانینِ آسمانی کا ذکر فرما کر اور مسلمانوں کو آیندہ تخلف سے منع کر کے عام جہاد کا حکم دیتا ہے اور قریب والوں سے شروع کرتا ہے کہ پہلے پاس والوں سے پھر اوروں سے رفتہ رفتہ سب سے لڑو قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ۔ اور چونکہ اس کام کے لئے سختی اور بہادری بھی شرط ہے اس لئے فرماتا ہے وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً کہ ذرا کرارا پن بھی دکھاؤ۔ آنحضرت ﷺ کی بعثت ایسے تاریک زمانہ میں ہوئی کہ روئے زمین پر کفر و بدکاری کی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں اور صدہا بنی آدم کا مزاج فطرتی بگڑ گیا تھا اُن میں اصلاح کی قابلیت ہی نہ رہی تھی۔ اُن کا وجود اس قابل تھا کہ نیست و نابود کر دیا جائے وہ شجر پر زہر کشت بنی آدم سے اُکھاڑ کر پھینک دیا جائے اور ایسے زمانہ کی اگلے انبیاء علیہم السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام خبر دیتے چلے آئے تھے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا کہ حتی المقدور سمجھایا جائے اور جن میں مادہ اصلاح نہ ہو اُن سے دنیا کو صاف پاک کر دیا جائے۔ اس کام کا لشکر آنحضرت ﷺ کی قوم قرار پائی۔

تقویٰ کا حکم:......اور جنگ و قتال میں کبھی شوکت و غنیمت کا بھی خیال ہوتا ہے جو منشائے الٰہی کے برخلاف ہے اس لئے فرمایا کہ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ اور تقویٰ ایک بڑا وسیع المعنے لفظ ہے جس میں ہر قسم کی منہیات سے بچنے کی طرف اشارہ ہے لیکن ان سب میں بڑھ کر نفاق ہے خصوصاً لشکر میں شمار ہو کر اور اس دفتر میں نام لکھوا کر اس لئے واذا ما انزلت سے لے کر بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ تک نفاق اور منافقین کی مذمت اور اُن کی بیہودہ حرکات ذکر فرما کر لوگوں کو متنبہ کر دیا۔ اور نفاق کا منشاء یہی تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کو عاداتِ خورد و نوش جملہ انسانی باتوں میں اپنا مانند دیکھ کر باوجود معجزات دیکھنے کے آپ ﷺ کی نبوت اور وحی میں شک کرتے تھے جو محض حماقت تھی جیسا کہ لَا يَفْقَهُوْنَ میں اشارہ ہے اس لئے اس سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت ﷺ کے چند اوصافِ حمیدہ ذکر فرمائے جن سے شک جاتا رہے۔

آنحضرت ﷺ کے اوصافِ حمیدہ:......(۱) مِنْ اَنْفُسِكُمْ یعنی تمہیں میں کا رسول (ﷺ) تمہارے پاس بھیجا جس کے حالات صدق و امانت و عفاف و صیانت ابتدائے عمر سے تمہیں معلوم ہیں کوئی غیر نہیں کہ جس سے واقف نہ ہوں اور نیز یہ کہ تمہارے ملک اور تمہاری قوم کا شخص ہے جو تمہارے لئے فخر اور رحمت ہے۔ انفس نفیس سے بھی لیا ہے یعنی تم سب میں افضل و اشرف۔

(۲) عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ کہ تمہارا دلی دردمند خیرخواہ۔

(۳) حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ تمہاری بھلائی چاہنے کا نہایت خواہشمند کہ دنیا و آخرت کی خوبی تمہیں پہنچائے۔

(۴) بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کہ وہ مسلمانوں پر نہایت نرم اور مہربان ہے فان تولوا پس اگر اس پر بھی نہ مانیں تو کہہ دو کہ مجھے تمہاری کچھ پروا نہیں حَسْبِيَ اللّٰهُ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔

اٰيَاتُهَا ۱۰۹ (۱۰) سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ (۵۱) رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

مکیہ ہے اس کی ایک سو نو آیات گیارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓرٰ ۫ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ
مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ
قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ اِلَيْهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ
وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ
نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ
اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا
يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا
غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهۡدِيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِيۡمَانِهِمۡ ۚ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ فِىۡ
جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ۝٩ دَعۡوٰٮهُمۡ فِيۡهَا سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمۡ فِيۡهَا سَلٰمٌ ۚ
ع وَاٰخِرُ دَعۡوٰٮهُمۡ اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝١٠ وَلَوۡ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ
اسۡتِعۡجَالَهُمۡ بِالۡخَيۡرِ لَقُضِىَ اِلَيۡهِمۡ اَجَلُهُمۡ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا
فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۝١١ وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا
اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ
زُيِّنَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝١٢ وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ
لَمَّا ظَلَمُوۡا ۙ وَجَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا ؕ كَذٰلِكَ
نَجۡزِى الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝١٣ ثُمَّ جَعَلۡنٰكُمۡ خَلٰٓئِفَ فِى الۡاَرۡضِ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ
لِنَنۡظُرَ كَيۡفَ تَعۡمَلُوۡنَ ۝١٤ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا
يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ
مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ
عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝١٥ قُلۡ لَّوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوۡتُهٗ عَلَيۡكُمۡ وَلَاۤ اَدۡرٰٮكُمۡ بِهٖ ۖ
فَقَدۡ لَبِثۡتُ فِيۡكُمۡ عُمُرًا مِّنۡ قَبۡلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝١٦ فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝١٧

ترجمہ: ...... الٓرٰ یہ آیتیں ہیں پُر حکمت کتاب کی ① کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف (یہ) وحی بھیجی کہ لوگوں کو عذاب سے ڈراؤ اور ایمانداروں کو بشارت دو کہ ان کا پایہ اُن کے رب کے نزدیک مضبوط ہے۔ کافر کہہ اُٹھے یہ تو صریح جادوگر ہے ② تمہارا رب تو اللہ تعالیٰ ہے کہ جس نے چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو بنایا۔ پھر تخت پر بیٹھ کر انتظام کرنے لگا۔ کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اُس کی اجازت

کے بعد۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب تعالیٰ سو اسی کی عبادت کرو۔ کیا تم (پھر بھی) نہیں سمجھتے ③ اُسی کے پاس تم سب کو پھر کر جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کیا ہے۔ وہی اوّل بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی بارِ دیگر پیدا کرے گا تاکہ جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام کئے اُن کو انصاف سے بدلہ دے۔ اور جنھوں نے انکار کیا ہے اُن کے لئے کھولتا پانی اور عذاب الیم ہے اُن کے انکار کرنے کے بدلہ میں ④ وہی تو ہے کہ جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن کر دیا اور اُس کی منزلیں ❶ مقرر کر دیں تاکہ تم کو برسوں کی گنتی اور حساب معلوم رہے۔ نہیں بنایا اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے۔ وہ سمجھ داروں کے لئے کھول کر نشانیاں بیان کرتا ہے ⑤ بے شک رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ کہ اُس نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کر رکھا ہے (اس میں) البتہ پرہیزگاروں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں ⑥ جو لوگ کہ ہم سے ملنے کی ❷ امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی پر ریجھ گئے اور اُسی پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آیتوں سے غافل ہیں ⑦ ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اُن کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے ⑧ بے شک جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے کام بھی کئے تو اُن کے ایمان کی وجہ سے اُن کا رب اُن کو رہنمائی کرے گا (مقامات سعادت کی طرف) اُن کے نیچے جنات النعیم میں نہریں بہتی ہوں گی ⑨ جہاں اُن کی گفتگو سبحانک اللّٰھم (یعنی اے اللہ تعالیٰ تیری ذات پاک ہے) اور اُن کی باہمی دعائے خیر سلام (علیک) ہوگی۔ اور اُن کی اخیر بات الحمد للہ رب العالمین ❸ ہوگی ⑩ اور اگر اللہ تعالیٰ بھی ویسی ہی سزا دینے میں جلدی کیا کرتا جیسا کہ لوگ اپنے فوائد کے لئے جلدی کیا کرتے ہیں تو اُن کا وقت بھی پورا ہو چکا ہوتا۔ (لیکن) ہم اُن لوگوں کو کہ جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اُن کی گمراہی میں سرگرداں ہی چھوڑے رکھتے ہیں ⑪ اور جب کہ انسان کو دکھ پہنچتا ہے تو لیٹے اور بیٹھے اور کھڑے ہم کو پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اُس کا دکھ اس سے دور کر دیتے ہیں تو ایسا ہو کر چلتا ہے کہ گویا اُس نے (کبھی) ہم کو اُس دکھ کے رفع کرنے کے لئے جو اُس کو پہنچی تھی پکارا ہی نہ تھا۔ بیہودہ لوگوں کے کام اُن کی (نگاہ میں) یوں آراستہ کئے گئے ہیں ⑫ اور تم سے پہلے ہم بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جب کہ وہ ظلم کرنے لگے تھے۔ اور اُن کے پاس اُن کے رسول معجزے (بھی) لے کر آئے تھے، اور وہ کیا ماننے والے تھے۔ ہم نافرمانوں کو یوں بدلہ دیا کرتے ہیں ⑬ پھر اُن کے بعد ہم نے تم کو زمین پر جانشین کیا تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو ⑭ اور جب کہ اُن کو ہماری کھلی کھلی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ کہ جن کو ہم سے ملنے کی امید نہیں یہ کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آیا اس کو بدل دے۔ (سوائے رسول ﷺ آپ اُن سے) کہہ دیجئے میرا کیا مقدور کہ میں اس کو اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی کیا گیا۔ اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب سے ڈر لگتا ہے ⑮ کہو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں اسے پڑھ کر نہ سناتا (اور) نہ اُس کی تمہیں خبر کرتا۔ کیونکہ میں تو اس سے پہلے ایک عمر گزار چکا ہوں، پھر تم کیا نہیں سمجھتے ⑯ سو اُس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں کو جھٹلا دے۔ بے شک نافرمانوں کو ہرگز فلاح نہ ہوگی ⑰

ترکیب: ... للناس، کان سے متعلق ان اوحینا اسم عجبا خبر ان انذر تفسیر ہے اوحینا کی وعد اللہ اور اسی طرح حقا منصوب ہے فعل محذوف کے مصدر ہو کر لآیات اسم ان فی اختلاف اللیل خبر اور والنہار، اللیل پر معطوف وما ... الخ بھی یہ سب مجرور ہیں فی کے جو خبر میں شامل ہیں۔ الذین اسم ان والذین ھم اس پر معطوف اولئک خبر دعواھم مبتدا سبحانک اللھم خبر استعجالھم منصوب ہے بنزع خافض ای کاستعجالھم۔

---

❶ چاند کی منزلیں یہ ہیں کہ وہ نمودار ہونے کے بعد روز تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ تیس ۳۰ یا انتیس دن میں پھر وہیں آ نمودار ہوتا ہے اس بات کی اہل تقویٰ و اہل علم نے یہ تشریح بیان کی ہے کہ آسمان کے بارہ حصے ہیں یعنی فرضی ٹکڑے جیسے خربوزہ کی پھانکیں جن کو برج کہتے ہیں اپنی ذاتی رفتار سے چاند ایک رات دن میں ایک برج کے نصف حصہ سے کم کو طے کرتا ہے اسی طرح آفتاب اپنی رفتار سے برس بھر میں ان بارہ برجوں کو طے کرتا ہے یہ مہینے بھر میں۔ اس سے موسم اور رات دن بدلتے ہیں جن سے دنیا جہان کے اسباب زندگی غلہ پھل پھول وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اور اسی سے شمسی اور قمری مہینوں کا حساب قائم ہوا ہے۔ حقانی۔ ❷ یعنی ان کو یقین نہیں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے جانا ہے ۱۲ منہ۔ ❸ ہر قسم کی خوبیاں اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے ۱۲ منہ۔

وجہ تسمیہ سورۃ

تفسیر: ......اس سورۃ میں چونکہ حضرت یونس علیہ السلام کا عبرت انگیز ایک نیا قصہ ہے اس لئے اسی نام سے یہ سورۃ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نامزد ہوگئی یہاں تک وہ سورتیں تھیں جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں تھیں جن میں نکاح، طلاق، میراث، قصاص، جہاد و سیاست کے احکام اور حلال و حرام چیزوں کا بیان تھا۔ اب یہاں سے وہ سورتیں شروع ہوتی ہیں جو ہجرت سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں جب کہ مکہ مکرمہ اور کے اطراف بلکہ برِ عرب بلکہ تمام دنیا پر گمراہی اور الحاد اور بدکاری اور بت پرستی اور اوہام باطلہ کے دریا موج زن تھے خاص عرب میں چند گروہ تھے۔

اہل عرب کے چند گروہ اور ان کے اوہام باطلہ: ......(۱) وہ کہ جو سرے سے اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کے قائل نہ تھے صرف دہر اور طبائع اجسام کو موجد و مفنی خیال کرتے تھے وَمَا یُهۡلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهۡرُ نہ حشر و نشر نہ حساب کے قائل اور نہ سلسلہ نبوت کے قائل تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے تو قائل تھے مگر حشر بالا جساد اور سلسلۂ نبوت کے منکر تھے بتوں اور جنوں اور دیگر مخلوقات کی پرستش کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ذریعہ اور دنیاوی کامیابی کا وسیلہ جانتے تھے جیسا کہ ہنود کا قول ہے، مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى پھر اُن چیزوں میں سے کسی کو اپنے زعمِ فاسد میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا یا بیٹی کسی کو غیب داں کسی کو اُس کے کارخانہ کا مدار المہام خیال کرتے تھے جس کے جواب میں اس سورۃ میں اپنی نسبت یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ کہنا پڑا۔

(۳) کچھ حکیمانہ خیالات کے لوگ بھی تھے کہ نبوت کے منکر تھے اور عقل کو حُسن و قبح کے ادراک میں کافی جانتے تھے الہام اور آسمانی کتابوں کے منکر تھے خصوصاً آدمی کا رسول ہو کر آنا بھی تعجب انگیز امر تھا کہ انسان باہم مساوی ہیں پھر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ سے ایسا قرب حاصل ہونا ایک امر خلاف عقل ہے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمی اور فقیر خیال کر کے اور بھی تعجب کرتے تھے۔ یہود اور نصاریٰ اور مجوس اُن کے علاوہ تھے جو اطراف عرب عراق یمن میں رہتے تھے۔ اور اب بھی دنیا میں جس قدر گمراہ فریق ہیں وہ انہیں اقسام ثلثہ کی کوئی نہ کوئی شاخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سورۃ میں ان تینوں فریق کا رد کرتا ہے اور اُن کے اقوال و عقائد کا مفصلاً جواب دیتا ہے۔

فقال الٓر۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآن بھی انہیں حروف سے مرکب ہے کہ جن سے اے فصحائے عرب! تمہارے کلام مرکب ہوتے ہیں پھر اگر اس میں کوئی بات انسان کی قوت سے بڑھ کر نہیں تو پھر تم بھی معمولی فصاحت و بلاغت اور زبان دانی میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہم قوم، ہم ملک ہو ایسا تم بھی کہہ لاؤ۔ لیکن نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ کہ یہ آیات کتابِ مبین کی آیات ہیں کہ جو انسان کی سعادت و شقاوت اور عالمِ آخرت کا حال اور حرام و حلال، نجاست و پاکیزگی کے احکام اور قتل و میراث اور جملہ معاشرت کے قوانین بیان کرتی ہے کہ جو خاص الہام الٰہی کا کام ہے۔

کلامِ الٰہی کا ثبوت اور مسئلہ نبوت: ......سب سے اوّل قرآن مجید کا کلامِ الٰہی ثابت کرنا آیندہ مطالب کے لئے ضروری تھا اس لئے سب سے اوّل اسی بات کو ثابت کیا اس کے بعد مسئلۂ نبوت شروع کیا فقال اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنۡ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ کہ کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا ہم نے اُنہیں میں کے ایک شخص کی طرف (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) وحی بھیجی اور وہ اس لئے کہ ان اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنَّ لَهُمۡ قَدَمَ صِدۡقٍ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ کہ لوگوں کو اُن کے بُرے اعمال اور بُرے عقائد کے بُرے نتائج سے جو دنیا میں بیشتر مرنے کے بعد پیش آتے ہیں ڈرائے اور ایمانداروں کو اس بات کا مژدہ سنادے کہ اُن کے رب تعالیٰ کے پاس اُن کا راستی کا پایہ ہے وہ اُس کے ہاں راستباز اور اجرِ عظیم کے مستحق ہیں۔ اس بات پر تعجب ہی نہیں کیا بلکہ قَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيۡنٌ

کافر یہ بول اُٹھے کہ یہ نبی تو کھلا کھلا جادوگر ہے۔ مسئلہ نبوت پر جو کچھ منکرین کا شبہ اور اعتراض تھا تو یہی تھا اور اس کے سوا بطلانِ نبوت پر اور کوئی دلیل بھی نہیں رکھتے اور جب اغراض و مقاصدِ نبوت پر غور کیا جائے جیسا کہ آیت میں مذکور ہوا تو یہ شبہ خود بخود دلچر اور پوچ ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کیونکر بنی آدم کو وادیٔ ضلالت میں ٹکراتے چھوڑ دیتا یہاں تک کہ قرآن مجید کا کتاب الٰہی ہونا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا ثابت کر دیا۔ تیسرے فریق کا جو اُن کا ہم مشرب تھا اُن کا بھی رد ہو چکا نبوت ثابت ہو گئی تو منصب نبوت کے پیرایہ میں فریق اول کا رد کرتا ہے فقال اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ سے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ تک کہ تمہارا رب تعالیٰ تو وہ ہے کہ جس نے چھ روز کے عرصہ میں آسمانوں اور زمین کو بنایا اور تختِ حکومت پر بیٹھ کر ہر کام کی تدبیر و انتظام کرتا ہے یعنی یہ محسوسات از خود نہیں بن گئے ہیں یہ حادث ہیں اُن کے لئے محدث ضرور ہے اور محدث بھی علیم و حکیم جو ہر شی کا انتظام شائستہ کرتا ہو اور وہی اللہ تعالیٰ ہے اس میں فریق اول کا بکمال خوبی ردّ ہے اور نیز اُن اوہام پرست قوموں کا بھی جو خدائی کارخانوں میں اُس کی مخلوق کو ساجھی جان کر پوجتے نذر و نیاز کرتے ہیں یہ اس لئے کہ سب چیزوں کو تو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پھر وہی سب کچھ تدبیر و تصرّف بھی جہان میں کرتا ہے پھر اُس کا کس بات میں شریک بن سکتا ہے اُنھوں نے کیا پیدا کیا ہے وہ کیا تدبیر و تصرّف جہان میں کرتے ہیں۔ اس میں دوسرے فریق کا ردّ ہے جو مخلوق پرستی کرتا ہے یہاں تک تو مبدء کا ذکر کرتا ہے۔

بروزِ قیامت دوبارہ اٹھایا جانا:......فقال اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا کہ تم سب کو اُسی کے پاس پھر کر جانا ہے جدھر سے وجود عطا ہوا تھا اُس کی طرف پھر کر جائے گا اور بڑی دلیل اس کی یہ ہے وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا کہ اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی وہ کہ جس نے آسمان اور زمین بنائے نبی ﷺ بھیجا قرآن اُتارا اُس کے نزدیک اس کا ایفاء کیا بات ہے اور کیونکر جھوٹ ہو سکتا ہے۔ اور اے بنی آدم! کچھ تمہارے ہی وجود کا اعادہ نہ ہوگا بلکہ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ اُس نے مخلوق کو پیدا کیا یا کہو ہر وقت پیدا کرتا ہے کسی شے کا وجود ایسا نہیں کہ اس کو ایک آن بھی استقلال نصیب ہو بلکہ ہر لحظہ اُسی کی طرف محتاج ہے پھر جس نے بساطِ مخلوق بچھایا ہے ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وہی بارِ دگر نیست کے بعد ہست کر دے گا۔ یہ اس لئے لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ..... الخ اوّل وجود کا رنگ وجود ثانی میں نمایاں ہو جائے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایمانداروں کو نیک بدلہ انصاف سے دے اور منکروں کو عذابِ الیم اُن کے کفر کا بدلہ ملے۔ یہاں حشر کا مسئلہ تھا اور اُس کے منکرین کی پُر اثر الفاظ میں تسکین کر دی گئی۔

آسمان و زمین میں قدرت کاملہ کے دلائل:......اس کے بعد جو کچھ مخلوق آسمانوں اور زمین کے درمیان ہے اُس کے اندر اپنی قدرت و کمال کے دلائل اپنے حیرت انگیز تصرفات سے ثابت کر کے امکانِ حشر اور اپنے وجود اور صفات کا ثبوت اور شرک کا رد کرتا ہے فقال هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً ...... الخ کہ وہی تو ہے کہ جس نے آفتاب کو روشنی عطا کی ورنہ مادۂ اجسام تو ایک ہی ہے پھر یہ خصوصیت کہاں سے از خود آ گئی ہے اور چاند کو اُس کی منازل پر روانہ کیا اُس میں اپنی قدرت بھی دکھادی اور اُس سے بندوں کا فائدہ بھی کر دیا کہ برسوں کا اندازہ اور ہر شے کی عمر کا حساب اس سے ہوتا ہے اور اسی طرح رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں اُس نے پیدا کیا ہے اُس میں خداترس کے لئے بہت نشانِ قدرت ہیں۔ آسمانوں کے اندر ہزاروں نیرّات اور بادل اور بجلی اور بارش اور اُن میں جو جو قدرت کی رنگینیاں ہیں حیرت بخش ہیں مگر نہ سب کے لئے بلکہ پرہیزگاروں کے لئے۔ کیونکہ جو لذائذ دنیا اور اُس کے نشے میں مست ہو کر اندھے ہو گئے ہوں هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ وہ تو ہماری آیاتِ قدرت سے غافل ہیں۔

عالمِ آخرت کی کیفیت:......اب یہاں سے پھر عالمِ آخرت کی کیفیت شروع ہوتی ہے فقال اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ کہ ان کا ٹھکانا

آگ ہے نہ زبردستی سے بلکہ بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ انہیں کی بُری کرتوتوں سے ہے۔ اِس کے مقابلہ میں نیکوں کا حال بیان فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا کہ جو ایمان لائے اور ایمان ہی پر بس کر کے نہیں بیٹھ گئے بلکہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُنھوں نے نیک کام بھی کئے ہیں يَهۡدِيۡهِمۡ اُن کا رب تعالیٰ اُن کے ایمان کی برکت سے کیونکہ اصل وہی ہے اُن کو ایسے باغوں کی طرف رہنمائی کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اُن کے ایمان واعمال صالحہ کی نہریں ہیں۔ اور وہ جنت میں خدا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کیا کریں گے۔ دَعۡوٰىهُمۡ فِيۡهَا سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ......الخ

اہل شر کے لیے مہلت:...... منکرینِ حشر جو دنیا کی نعماء میں مسرور تھے اس بیان پر یہ شبہ پیدا کیا کرتے تھے کہ اب کیوں خدا تعالیٰ ہم کو ہمارے بُرے کاموں کی سزا نہیں دیتا؟ حشر پر کیوں موقوف کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا ہے وَلَوۡ يُعَجِّلُ اللّٰهُ......الخ اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی بُرائی کی سزا ایسی جلد دیا کرے کہ جیسا وہ نیکی یعنی بھلائی کے لئے جلدی کیا کرتے ہیں تو اُن کا فیصلہ کبھی کا ہو چکتا۔ ہم ایک وقت تک مہلت دیتے ہیں پر وہ اس میں بھی اپنی سرکشی ہی میں اندھے بنے رہتے ہیں توبہ وزاری نہیں کرتے اب فرماتا ہے کہ دنیا میں بھی ہم بُرائی کے بدلہ میں مصیبت بھیج دیا کرتے ہیں مگر اُس وقت تو انسان کھڑا اور پڑا ہم کو پکارتا ہے پھر جب اُس سے وہ مصیبت دُور کر دیتے ہیں تو پھر آنکھیں پھیر لیتا ہے گویا ہم سے کوئی سابقہ ہی نہیں پڑا تھا۔ بیہودہ لوگ اپنی ان باتوں پر خوش ہوتے ہیں ہم نے بھی اُن کی نظروں میں بیہودگی کو کھُبا رکھا ہے اس کے بعد پہلی اُمتوں کا تذکرہ کرتا ہے جس سے یہ ثابت کرتا ہے کہ (۱) اوّل لوگوں کو بھی ہم نے کبھی دنیا ہی میں اُن کی بدکاری سے ہلاک کر دیا ہے (۲) اور اوّل بھی رسول علیہم السلام آئے تھے اُن سے بھی یہی معاملات پیش آئے تھے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے فقال وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا الۡقُرُوۡنَ......الخ اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اُن کے ہلاک کرنے کے بعد اُن کے جانشین برپا کئے تا کہ دیکھیں وہ کیا کرتے ہیں اور کیا کرنے کے ذیل میں جو کچھ قریش مکہ محمد (ﷺ) کے ساتھ کرتے تھے اس کا ذکر کرتا ہے۔

دوسرے قرآن کا مطالبہ:...... فقال وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا......الخ کہ جب اُن کو ہماری آیاتِ روشن جن میں کچھ ابہام واخفاء نہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں اور اُن میں اُن کی بُت پرستی اور بُرے کاموں کی مذمت ہوتی ہے تو قرآن سے ناراض ہو کر کہتے ہیں کہ اس قرآن کے بدلے اور لا یا اس کو بدل ڈالا کہ اُس میں یہ مذمت نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ اُن سے کہہ دو میں نہیں بدل سکتا۔ میں تو حکم کا تابع ہوں جو مجھے ارشاد ہوتا ہے تم سے کہتا ہوں اگر ذرا بھی بدلوں تو عذابِ عظیم تیار ہے۔ اور تم نے یہ خیال کر لیا کہ میں اپنی طرف سے تمہیں سناتا ہوں۔ میری تم میں ایک عمر گزر گئی ہے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ پھر بھی تم نہیں سمجھتے۔ پس میں مامور من اللہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی بہتان باندھ کر نہیں لایا ہوں۔ کیونکہ جو ایسا کرتا ہے اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ اور مجرموں کو کبھی فلاح نہیں۔ اگر تم دیکھو کہ مجھے فلاح اور فتح مُبین ہے تو یقین کر لینا کہ من اللہ ہوں توریت سفر استثنٰی کے ۱۸ باب میں ہے ''جو کوئی نبی علیہ السلام کوئی بات میرا نام لے کر اپنی طرف سے کہے گا وہ مارا جائے گا۔'' اب نبی ﷺ کی روز افزوں کامیابی سے بڑھ کر کون سا صریح معجزہ اور آپ ﷺ کی صداقت کا نشان ہو سکتا ہے۔ امنّا بہٖ۔ ان آیات میں:

سعادت ازلیہ سے محروم ہونے والوں کی چار صفتیں:...... ذکر فرمائیں۔ (اوّل) لا یرجون لقاءنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ومقاتل رحمہ اللہ وکلبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ وہ حشر سے نہیں ڈرتے۔ بعض کہتے ہیں کہ الرّجاء الطمع وھو محمول علٰی ظاہرہ لاوجہ لعدولہ۔ کہ اس عالم فانی کے لذائذ حسیہ (حسیہ) اکل وشرب وجماع وغیرہ میں یہاں تک مستغرق ہیں کہ اس خیال نے ہمارا شوق اُن کے دل سے بھلا دیا ایسوں کے خاسر ہونے میں کیا کلام ہے؟ بعد مرنے کے اُن کی جُدائی میں تڑپیں گے۔

دوم: رَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا صفتِ اوّل میں اس طرف اشارہ تھا کہ ان کے دل میں لذاتِ روحانیہ اور سعادتِ معارفِ ربانیہ کا شوق بھی نہیں اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ لذائذ جسمانیہ پر غش ہیں اسی کو بس کرتے ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ دنیا ہر کار (کام) میں مقدم ہے شب و روز اسی کے حاصل کرنے میں سرگرداں اور ہمہ وقت اسی پر شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ بڑے مستحکم مکان بنائے جاتے ہیں سیکڑوں برسوں کے پٹے لکھوائے جاتے ہیں ادھر چندروز کے بعد دم نکل گیا سب کچھ دھرا رہ گیا۔

سوم وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا کہ اس پر اطمینان بھی ہے کہ جس طرح اہل سعادت کو ذکرِ الٰہی سے اطمینان ہوتا ہے اسی طرح اُن کو حیاتِ دُنیا سے۔ چہارم وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی آیاتِ قدرت اور آیاتِ کتاب سے محض غفلت ہے۔ محبتِ دُنیا نے عالم آخرت کی جگہ ہی دل میں باقی نہیں رکھی، موت کا نام سُن کر گھبراتے ہیں۔ اس کا نتیجہ ذکر فرماتا ہے اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ان چیزوں کی محبت بعد مفارقت بدن آتشِ جہنم بن کر جلائے گی۔

اہلِ سعادت کے درجات کا تذکرہ:...... اُن کے مقابلے میں اہل سعادت کے درجات ذکر کرتا ہے۔ فقال (۱) ان الذین امنوا (۲) وعملوا الصالحات انسان کی دو قوت ہیں نظری اور عملی۔ پہلی قوت کی تکمیل تو ایمان اور معارف سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری ہر قسم کا عمدہ کام کرنے سے۔ اُن کی دونوں قوتیں کامل ہیں اور یہی سعادت کا پورا سامان ہے ان مجمل لفظوں میں تمام حسنات کی طرف اشارہ ہے کہ جن کی تعلیم کے لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ اُن کے درجات ذکر فرماتا ہے۔

(۱) یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ کہ اُن کے ایمان کی وجہ سے جو ایک نُور اور چراغِ ہدایت ہے اُس عالم میں جنت کی طرف رہنمائی کرے گا اور نیز دُنیا میں بھی ایمان ہر مراتبِ سعادت کی طرف ترقی کرنے کا محرک ہوتا ہے اور ذاتِ حق اور دیگر اسرارِ معرفت کی طرف بھی یہی انسان کو کھینچ کرلے جاتا ہے۔

(۲) تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ کہ ناز و نعیم کے ایسے باغوں میں رہا کریں گے جہاں اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اُن معارفِ جاریہ اور اعمالِ صالحہ جن پر وہ اس عالم میں سوار ہیں وہاں انہار الطافِ رحمانی کی صورت میں ظہور کریں گے۔ یہاں تک جنت اور نعماءِ جسمانیہ کی طرف اشارہ تھا اس کے بعد نعماءِ روحانیہ کا ذکر کرتا ہے۔

اہلِ جنت کا کلام وسلام:...... (۳) دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ دعوٰی بمعنی دُعاء (یقال دعا یدعو دعاء دعوی کما یقال شکی یشکو شکایۃ و شکوی) یعنی وہاں اُن کی دُعا ان الفاظ سے ہوگی بعض کہتے ہیں کہ دُعاء سے مراد عبادت ہے کہ وہاں بجز اس قول کہنے کے اور کوئی عبادت نہ ہوگی۔ ابومسلم کہتے ہیں کہ دعوٰی سے مراد بات چیت آپس میں پکارنا سو وہ اس قول سے ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد طریقہ ہے کہ اُن کا وہاں یہ طریقہ ہوگا۔

(۴) وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ کہ بوقتِ ملاقات آپس میں تحیہ بلفظِ سلام ہوگا۔

(۵) وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ان تینوں جملوں کی تفسیر میں مفسرین نے بہت سے احتمالات بیان فرمائے ہیں۔

ازانجملہ یہ کہ اوّل بار جب جنت میں وعدۂ الٰہی کے موافق نعماء دیکھیں گے تو سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے اور جب ایک دوسرے سے ملے گا تو سلام اور جب کلام تمام کر چکیں گے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہیں گے اور اولیٰ یہ ہے کہ معارفِ الٰہی میں جب ترقی کریں گے تو سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے یعنی ملائکہ کی طرح اُس کے انوار و تسبیح و تقدیس میں مستغرق رہیں گے اور جب باہمی اختلاط ہوگا تو ایک دوسرے کو سلامتی کے ساتھ خطاب کرے گا اور وہاں کی لذائذ روحانیہ و جسمانیہ پر محظوظ ہو کر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہیں گے یعنی شادی

اور سرور میں ہوں گے، والعلم عند اللہ:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا
عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ
وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ
اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ
ع الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ
مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾
هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ
بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ* وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ
هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ
اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

ترجمہ:......اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس چیز کو پوجتے ہیں کہ جو اُن کو ضرر ہی دے بھلائی ہے نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ (سو کہہ دیجئے) کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ بات بتلاتے ہو کہ جس کو وہ نہ آسمانوں میں پاتا ہے نہ زمین ❶ میں۔ (اُن سے کہہ دو کہ) وہ پاک اور بَری ہے اُن کے شریک مقرر کرنے سے ﴿۱۸﴾ اور (شروع میں) لوگ ایک ہی گروہ کے تھے پھر مختلف ہو گئے۔ اور آپ

* ...... ریح عاصف ھی ذات عصف وقیل العصوف مختص بالریح فلا حاجة الی الفارق وقیل الریح قد یذکر ویؤنث (ابوالسعود) ومعنی العصف السرعة یقال ناقة عاصف (کبیر)۔

❶...... یعنی اُس کا کہیں بھی وجود نہیں فرضی بات ہے ۱۲ منہ۔

(ﷺ) کے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک بات ❶ نہ ہو چکی ہوتی تو جس میں کہ وہ اختلاف کر رہے ہیں ⑲ اُن کا اس میں فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور کہتے ہیں (کہ) اُس کے رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہ اُترا؟ تو کہہ دو کہ غیب کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے (لیکن) تم انتظار کرو تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کر رہا ہوں ⑳۔ ❷ اور جب کہ لوگوں کو مصیبت کے بعد جو اُن پر پڑتی ہے ہم رحمت کا ذائقہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہماری آیتوں میں حیلہ سازی کرنے لگتے ہیں۔ (اے نبی ﷺ!) کہہ دو اللہ تعالیٰ کا حیلہ تو بہت تیز ہے بیشک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) تمہاری حیلہ گری لکھ رہے ہیں ㉑ وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں لئے پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور موافق ہُوا سے وہ کشتیاں ان کو لئے جارہی ہیں اور خوش خوش ہیں کہ (دفعتاً) اُن کشتیوں پر تند ہَوا چلنے لگی اور ہر طرف سے اُن پر پانی کی دھڑیں گرنے لگیں اور یقین ہو گیا کہ اب تو (بُرے) گھر گئے۔ جب تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کو مان کر اُس کو پکارنے لگتے ہیں۔ کہ اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دی تو ضرور ہم تیرا شکر کیا کریں گے ㉒ پھر جب وہ اُن کو نجات دے دیتا ہے تو زمین پر اُترتے ہی ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ لوگو! تمہاری سرکشی تمہاری ہی جان کا وبال ہے زندگیٔ دنیا کے مزے ہیں لے لو۔ پھر تو لوٹ کر ہمارے ہی پاس آنا ہے تب ہم تمہیں بتائیں گے کہ تم کیا کیا کرتے تھے ㉓

ترکیب:...... مالا یضرھم مفعول ہے یعبدون کا۔ من دون اللہ مفعول کی صفت۔ سبحانہ منصوب ہے مصدر ہو کر فعل محذوف کا واذاذقنا شرط اذا مفاجاتیہ جواب۔ اذاھم فلما کا جواب۔

اہلِ باطل کے بطلان کا ردّ

تفسیر:...... لَا یُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ کے بعد اُن کے جُرم صریح اور اعتقادِ قبیح کی تصریح فرماتا ہے کہ یَعۡبُدُوۡنَ...... الخ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی بے سُود چیزوں کی عبادت کرتے ہیں کہ نہ تو ان کو کچھ نفع دے سکتی ہیں عبادت کرنے سے نہ نقصان ترکِ عبادت سے اور اپنے زعمِ فاسد میں اُن کا ان سے یہ نفع خیال کرنا بھی غلط ہے کہ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ یہ ہماری اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرتے ہیں ہم ان مورتوں یا بزرگوں سے مانگتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے ہمارے مطالب دِلاتے ہیں کیونکہ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰهَ...... الخ جب اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ایسے سفارشیوں کا وجود نہ آسمانوں میں ہے اور نہ زمین میں تو پھر تم کہاں سے اللہ تعالیٰ کے سفارشی بتلا رہے ہو سُبۡحٰنَهٗ...... الخ یہ تمہارے سب خیالات فاسدہ ہیں اس قسم کے سفارشی اُس کے کارخانہ قدرت میں شریک ٹھہرتے ہیں وہ شریکوں سے پاک اور بری ہے۔ عرب کے مشرک (بلکہ ہندوغیرہ بلاد کے اب تک کے مشرکین) ایسی بدیہی البطلان باتوں پر الزام کھا کر یہ کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ دستور آج سے نہیں قدیم سے ہے اس کے جواب میں فرماتا ہے وَمَا كَانَ النَّاسُ...... الخ کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے اس لئے کہ ابتدائے آفرینش آدم سے مدتِ دراز تک سب اپنی فطرت کے موافق ایک ہی امت یعنی موحد اور خدا پرست تھے یہ تو بعد میں کج رووں نے فطرت الٰہیہ میں اختلاف کر کے بُت پرستی اور گمراہی نکالی ہے جن کی تم مورتیں پوجتے ہو اُنہیں کو دیکھو کہ وہ اکثر موحد اور خدا پرست تھے نہ وہ کسی کو پوجتے تھے نہ کسی قبر پر سجدہ کرتے تھے نہ اُن کی نذر و نیاز کر کے منتیں مانگتے تھے۔ نوشتۂ ازلی یوں ہے ورنہ ابھی فیصلہ ہو جاتا۔

اہلِ عرب کا اپنی خواہشات کے مطابق معجزات طلب کرنا:...... عرب کے جاہلوں کی ایک یہ بھی عادت تھی کہ دل میں قائل ہو کر آنحضرت ﷺ سے اپنی خواہش کے موافق معجزہ طلب کیا کرتے تھے چونکہ ایسے عنادیوں کے کہنے پر معجزہ ظاہر کرنا قانونِ نبوت ❸ اور قاعدۂ قضاء و قدرت کے خلاف ہے اُن کے قول لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ کے جواب میں اِنَّمَا الۡغَيۡبُ...... الخ فرمایا گیا کہ یہ اُسی

❶...... یعنی حق و باطل کی حقیقت کا انکشاف کلّی قیامت ہی پر منحصر ہے اگر یہ نہ ہوتا تو دنیا میں بھی کر دکھاتے ۱۲ منہ۔ ❷...... آخری نتیجہ کا۔ ۱۲ منہ۔ ❸...... چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام سے جب بوقتِ صلیب یہودیوں نے معجزہ طلب کیا تو نہ دکھایا جیسا کہ انجیل متی کے ۲۷ باب میں ہے پھر پادری صاحب اس آیت سے آنحضرت ﷺ کے معجزات کا انکار کیوں کرتے ہیں ۱۲ منہ

کے اختیار میں ہے جانے وہ کب ظاہر کرے یہ غیب کی بات وہی جانتا ہے اور ممکن ہے کہ آیت سے مراد ان کی وہ ہلاکی اور کفار کی مغلوبی ہو کہ جس کا آنحضرت ﷺ نے ان سے وعدہ کیا تھا سو وہ اس کا پوچھتے ہوں گے جس پر یہ فرمایا گیا۔ اس لئے اس کے بعد ان سے دو واقعے ایسے بیان کئے جاتے ہیں کہ جن میں آیت اللہ آنکھوں سے دیکھ کر منحرف ہو جاتے ہیں۔ اوّل کی طرف وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ ...... الخ میں اشارہ ہے (رُسُلَنَا سے مراد ملائکہ ہیں جو انسان کے نیک و بد اعمال لکھتے ہیں)۔ دوم کی طرف هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ ...... الخ میں دریائی سفر میں جب طوفان اور گرداب میں پھنستے ہو تو ہمیں کو خالص پکارتے ہو پھر منحرف ہو جاتے ہو یہ کیا کم نشانی ہے؟۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ
مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ
وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا
كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۲۴ وَاللّٰهُ
يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۲۵ لِلَّذِيْنَ
اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۶ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ
وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ
قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۲۷

ترجمہ: ...... زندگی دنیا کی مثال تو بس پانی کی سی ہے کہ جس کو ہم نے آسمان سے برسایا جس سے زمین ❶ کی وہ بوٹیاں اس سے مل کر نکلیں کہ جن کو

❶ یعنی پانی سے۔ پانی جب زمین میں پیوست ہوتا ہے تو اس امتزاج سے نباتات پیدا ہوتی ہیں جن کو انسان و بہائم کھاتے ہیں آسمان کا پانی بمنزلہ زوج کے پانی کے اور زمین بمنزلہ رحم انثیٰ کے ہے یہ اختلاط ان کے اختلاط کے مشابہ ہے نباتات کی روئیدگی انسانی توالد سے مشابہ ہے یا برعکس کہو کیونکہ مشابہت طرفین سے ہے اب جس طرح یہ نباتات لہلہاتی اور بہار پر آتی ہیں اسی طرح انسان بھی جوانی اور بالیدگی کے ایام میں لہلہاتا ہے پر جس طرح اس چندروزہ بہار کے بعد اس روئیدگی پر فنا کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں، کہ زرد پڑتی گئی آخر گر پڑی اور ہوا میں ذرہ ذرہ ہو کر اڑنے لگیں اور پاؤں میں روندی گئی اور خاک سے نکلی تھی پھر خاک میں جا ملی، آثار پیری نمودار ہونے لگتے ہیں آخر مر جاتا ہے اور خاک میں جا ملتا ہے اس کی زندگی کے عیش اور اسباب کامرانی کا کہیں پتہ بھی نہیں ملتا پھر اس بے ثبات عمر پر یہ سرکشی یہ نافرمانی۔ پھر جس طرح سال گزشتہ کی نباتات پھر آیندہ میں بارش ہوتے ہی زمین سے نکل پڑتی ہے اسی طرح قیامت کے روز ایک پانی برسے گا ماء الحیات کے نام سے موسوم ہوگا اس سے تمام انسان نباتات کی طرح زمین سے یکبارگی نکل پڑیں گے اور وہ حیات ابدی کا ثمرہ ملے گا۔ انسان کی آسمانی بارش اور اس کی روئیدگی سے کیا ہے عمدہ مثال ہی گویا اس کی ابتدا سے انتہا تک کی حالت کا اس کو مشاہدہ کرا دیا ۱۲ منہ۔

آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب زمین اپنی تازگی پر آئی اور ہری بھری ہوگئی اور زمین والوں نے جو لیا کہ اب یہ ہمارے قابو میں آگئی (کہ یکا یک) رات یا دن میں اُس پر ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم اُس کا ایسا صفا چٹ کر دیا کہ گویا یہاں کل تک بھی نہ تھا۔ ہم اس طرح سے کھول کھول کر سوچنے والوں کے لئے (اپنی قدرت کی) دلائل بیان کر رہے ہیں ۲۴ اور اللہ تعالیٰ تم کو دارالسلام (جنت) کی طرف بلا رہا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے ۲۵ نیکوں کو نیک بدلہ ہے اور کچھ بڑھ کر بھی۔ اور نہ اُن کے مونہوں پر سیاہی چڑھے گی اور نہ رُسوائی۔ یہی ہیں جنت والے۔ وہی اس میں ہمیشہ رہا کریں گے ۲۶ اور جنہیں نے کہ بُرائیاں کمائی ہیں اُن کو ویسا ہی بُرائی کا بدلہ ملے گا۔ اور اُن پر رُسوائی طاری ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے اُن کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ گویا کہ اُن کے چہروں پر سیاہ رات کا ایک ٹکڑا اُڑھایا گیا ہے۔ یہی ہیں دوزخی جو اس میں ہمیشہ رہیں گے ۲۷

ترکیب:...... کما ء خبر مثل الحیوۃ۔ بہ الباء قیل للسبب ای اختلط النبات بسبب اتصال الماء و قیل المعنی خالطہ نبات الارض۔ مما یاکل حال من النبات۔ اتھا جواب اذا۔ بالامس یراد بہ الزمان الماضی مطلقا و قال بہ الیوم الذی قبل یومک کان بغیر اللام۔ والذین کسبوا مبتدا اُس کی خبر یا مالھم یا کانما اولٰئک جزاء سیئۃ جملہ معترضہ مبتدا بمثلھا خبر۔

دنیا کی بے ثباتی و ناپائیداری کا بیان

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ یہ دنیا جس میں تم سرکشی کرتے ہو متاع ہے یعنی برتنے کی ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اب یہاں دنیا کی بے ثباتی بیان فرماتا ہے بارش کے پانی اور اُس کی روئیدگی کے ساتھ تشبیہ دے کر، کہ جس طرح بارش سے زمین پر گھانس، اناج اُگتا ہے اور اُس کی سبزی دلکش ہوتی ہے جس کو دیکھ کر کھیتی والا خوش ہوتا ہے کہ اب ہم اس سے نفع حاصل کریں گے کہ یکا یک اُس پر اولے پڑ جائیں یا کوئی اور مصیبت آ جائے کہ کھیت صاف نظر آئے، اُس وقت مالک کے دل میں کس قدر حسرت ہوتی ہے؟ اسی طرح انسان منی کے پانی سے عورت کے رحم میں پیدا ہوتا ہے اور باہر آ کر جوان رعنا ہوتا ہے، دنیا کی چیزیں بڑی بڑی امیدوں پر سمیٹتا پھرتا ہے کہ یکا یک اجل کا پیغام آتا ہے پھر دُنیا سے ایسا ناپید ہوتا ہے کہ گویا یہاں کبھی آیا ہی نہ تھا اُس ہری گھانس کی طرح جس کی عمر طبعی چند ایام تھی چند برسوں کے بعد روندن ہوتا ہے کہیں ہڈی کہیں سر کی کھوپڑی ہیں ٹانگ، کہیں ہاتھ پڑا پھرتا ہے پھر اس کی خاک ہو کر ذرہ اور غبار میں اُڑتی ہے۔ اُس عالم میں اُس کو ہزاروں حسرتیں اور اُس کے مرنے پر اُس کے اعزہ کے دل میں داغ رہ جاتے ہیں۔

جنت کی طرف رغبت:...... اس کے بعد عالم باقی کی طرف رغبت دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو دارالسلام یعنی جنت کی طرف بُلا رہا ہے وہ سلامتی کا گھر ہے نہ وہاں کوئی دُکھ ہے نہ ڈر مگر یہ بے خبر جس طرح ماں کے پیٹ کو عمدہ جگہ سمجھ کر اس فضا میں آنے پر روتا تھا اسی طرح اس تنگ و تار دُنیا سے عالم نُور و سرور کی طرف جانے میں کوتاہی کر رہا ہے۔ پھر اس عالم کے لئے اس کشت دنیا میں عمدہ اور بُرے پھل بونے اور اُن کے نتائج پیدا ہونے کا ذکر کرتا ہے کہ لِلَّذِيْنَ...... الخ نیکوں کو نیکی اور زیادہ یعنی دیدار الٰہی اور بُروں کے لئے عذاب دائمی اور رُوسیاہی ہے۔ ہائے غفلت! خدا تعالیٰ دارالسلام کی طرف بُلا رہا ہے اور ہم دارالآلام میں پھنسے جاتے ہیں:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۲۸ فَكَفٰى بِاللّٰهِ

شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۲۹ هُنَالِكَ تَبْلُوْا

كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ۝۳۰ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ
يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۝۳۱ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ
الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ښ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۝۳۲ كَذٰلِكَ* حَقَّتْ كَلِمَتُ
رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۳۳

ترجمہ:......اور جس روز کہ ہم اُن سب کو جمع کریں گے پھر شرک کرنے والوں کو کہیں گے کہ تم اور جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے یہیں ٹھہرے رہو۔ پھر اُن میں ہم جُدائی کر دیں گے اور اُن کے معبود کہیں گے کہ تم تو ہماری بندگی نہیں کرتے تھے ۲۸ پس (اب) ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی کی شہادت بس ہے کہ ہم کو تو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی ۲۹ وہاں ہر شخص جو کچھ اُس نے آگے بھیجا تھا جانچ لے گا، اور سب اللہ تعالیٰ کی طرف جو اُن کا مالک حقیقی ہے لوٹا کر لائے جائیں گے، اور جو کچھ وہ منصوبے باندھتے تھے سب کھوئے جائیں گے ۳۰ پوچھیے وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے روزی پہنچایا کرتا ہے؟ وہ کون ہے کہ جس کے بس میں شنوائی اور بینائی ہے؟ اور وہ کون ہے جو زندہ کو مُردے سے اور مُردے کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو ہر کام کا انتظام کیا کرتا ہے؟ سو وہ عنقریب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔ پس اُن سے کہو کہ کیوں نہیں ڈرتے؟ ۳۱ پھر یہی اللہ تعالیٰ تو تمہارا پروردگار برحق ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے کیا؟ پس کدھر پھرے چلے جارہے ہو ۳۲ آپ ﷺ کے رب تعالیٰ کا فرمان نافرمانوں پر یوں صادق ہو کر رہا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے ۳۳۔

ترکیب:...... عامل یوم اذکر محذوف۔ مکانکم ظرف مبنی ہے لو قوعه موقع الامر أی الزموا وفیه ضمیر فاعل انتم توکید له والکاف والمیم فی موضع جر عند قوم وعند آخرین الکاف للخطاب لا موضع لها کالکاف فی ایاکم۔ وشرکاؤکم عطف علی الفاعل فزیلنا عین الکلمة واو لانه من زال ❶ یزول وقیل هو من زلت الشیٔ ازیله فعینه یاء۔

عابد و معبود کا اجتماع و تفریق

تفسیر:...... وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ یہ بیانِ سابق کا تتمہ ہے یعنی اُن بُت پرستوں کے ساتھ حشر کے روز یہ کیا جائے گا۔ جو لوگ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو پوجتے ہیں خواہ ملائکہ کو خواہ جنوں اور ارواحِ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو خواہ عناصر اور کواکب کو خواہ اُن کے نام کی مورتیں بنا کر یا یونہی اُن کو پکارتے ہر کام میں اُن کو حاجت روا مشکل کشا جانتے ہیں اُن کی نذر بھینٹ کرتے ہیں جیسا کہ مکہ اور عرب کی قومیں کرتی تھیں سو یہ چیزیں اُن کے شرکاء یعنی فرضی معبود ہیں۔ اور بڑا حیلہ اُن کی پرستش کا یہ تھا کہ اُن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے پاس اپنا سفارشی خیال کرتے تھے۔ اب جو حشر کے دن ان سے اور اُن سے معاملہ درپیش ہوگا حق سُبحانہ، اس کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم سب کو یعنی

* یعنی توحید اور ایمان قبول نہ کرنے میں ان بدبختوں کے پاس کوئی حجت نہیں اب بھی جو نہیں مانتے تو نصیبۂ ازلی کی مار ہے ۱۲ منہ۔ ❶......المزایلة المفارقة والمتزایل التباین۔ ۱۲ منہ۔

عابدین ومعبودین کو جمع کر کے یہ کہیں گے کہ ٹھہرو پھر اُن عابدین اور معبودین میں فرق کر دیں گے یعنی ان کو اُن سے الگ کر دے گا تاکہ ان کا وہ گمانِ فاسد کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں غلط ثابت ہو جائے اور اس سے بڑھ کر یہ ہوگا کہ وہ معبود اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کر کہیں گے اے مشرکین! تم ہماری ہرگز عبادت نہ کرتے تھے (بلکہ اپنے شیطانی خیالات ووسواسات کی) اور ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہیں۔ فرماتا ہے اس وقت ہر شخص کو حقیقتِ حال معلوم ہو جائے گی، تبلوا لا بتلاء الاختیار، قال تعالیٰ (وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ) کہ اس نے دنیا میں کیا کیا تھا یہاں کھرا کھوٹا پرکھا جائے گا اور جب یہ معلوم ہوگا تو وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ...... الخ سب معبودوں کو چھوڑ کر اپنے حقیقی مولیٰ کی طرف پھیر کر لائے جائیں گے اور سب منصوبے بھول جائیں گے۔ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ حشر کا واقعہ جاں گداز بیان فرما کر اُن کے فسادِ مذہب پر دلائل قائم کرتا ہے۔ دلیل اوّل یہ چار باتیں، کہ جو اُلوہیت کا خاصہ مختصہ اور عبودیت کے مقتضی ہیں، کافر اور بت پرست بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے فسادِ مذہب پر دلائل: ......۱)......آسمان وزمین سے روزی دینا، بارش کرنا، آفتاب وماہتاب کی گرمی، سردی موافق رکھنا اولوں اور دیگر مصائب سے محفوظ رکھنا زمین سے یہ کہ اُس سے طرح طرح کی نباتات اُگانا اُن کا اچھا پھل پھول لانا۔

۲)......اَمَّنْ يَّمْلِكُ......الخ انسان کے حواس سمع بصر پر قادر ہونا اُن سے بندوں کو منتفع کرنا۔

۳)......وَمَنْ يُّخْرِجُ......الخ مُردے سے زندہ کو پیدا کرنا اور اُس کے برعکس جیسا کہ درخت یا انسان کا تخم مُردہ چیز ہوتی ہے اُس سے سرسبز درخت یا چلتا پھرتا انسان پیدا کرنا پھر درخت میں سے وہ دانہ اور وہی مُردہ منی پیدا کر دینا یہ اُلٹ پلٹ اُسی کا کام ہے۔ یا کافر سے مؤمن مؤمن سے کافر پیدا کرنا وغیرہ۔

۴)......وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ تمام نظامِ عالم کے کاروبار تندرستی، بیماری، فقیری، امیری پھر فرماتا ہے کہ ان سے پوچھو یہ کس کے بس میں ہیں؟ وہ جب کہیں کہ اُسی کے، تو کہو قابلِ پرستش تو یہ اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ جن کو تم پوجتے ہو ہدایت کے چھوڑنے کے بعد بجز گمراہی کے اور کیا ہے؟ پھر فرماتا ہے کہ باوجود اس کے جو وہ باز نہیں آتے تو یہی بات ہے کہ ازلی نوشتہ کی مار ہے۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۳۵ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْــــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۳۶ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

● ......الافتراء افتعال من فریت الادیم اذا قدرتہ للقطع ثم استعمل فی الکذب کما استعمل قولھم اختلق فلان ھذا الحدیث فی الکذب ۱۲ منہ ۔

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝۳۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا
بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝۳۸
بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ۝۳۹

ترجمہ:......(اے رسول ﷺ ان سے) پوچھئے تمہارے معبودوں میں سے آیا کوئی ایسا ہے کہ جو اول پیدا کر کے پھر بارِ دیگر پیدا کرتا ہو؟ کہہ دیجئے اللہ تعالیٰ ہی مخلوق کو اوّل بار پیدا کرتا، پھر وہی اُن کو لوٹائے گا، پھر تم کدھر بہکے جا رہے ہو۝۳۴ (پھر) پوچھئے تمہارے معبودوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو حق کی رہنمائی کر سکے۔ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی حق کی رہنمائی کیا کرتا ہے۔ بھلا جو حق کی رہنمائی کرتا ہے اس کا کہا ماننا چاہیے یا اُس کا جو اور کی رہنمائی تو کیا آپ ہی رہنمائی کا محتاج ہو۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا؟ کیسا انصاف کر رہے ہو۝۳۵ اور ان میں سے اکثر تو خیالات ہی کے تابع ہیں۔ حالانکہ خیال حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں آتا۔ بے شک اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ وہ کر رہے ہیں۝۳۶ اور قرآن مجید ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا از خود گھڑ لیا گیا ہو بلکہ اگلی (کتابوں) کی تصدیق اور تفصیل ہے اس میں کوئی شبہ نہیں (یہ) تمام جہان کے رب تعالیٰ کی طرف سے ہے۝۳۷ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو از خود بنا لیا ہے۔ کہو ایسی کوئی ایک سورۃ تم بھی تو بنا لاؤ اور جس کو چاہو اللہ تعالیٰ کے سوا (مدد کے لئے) بُلا لو اگر تم سچے ہو۝۳۸ بلکہ جس کو تم سمجھ نہ سکے اسے جھٹلانے لگے اور ابھی تو اُن کو اس کا موقع ہی نہیں آیا تھا❶ ان سے پہلوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا پھر دیکھو ظالموں کا کیسا بُرا انجام ہوا۝۳۹

ترکیب:......من......الخ مبتدا من شرکائکم خبر، جملہ استفہامیہ افمن یھدی مبتدا احق خبر۔ ھذا القرآن اسم کان۔ ان یفتری خبر ای افتراء من دون اللہ تفصیل مفعول لہٗ انزل محذوف کا۔

ابطال شریک پر دوسری دلیل

تفسیر:......قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ یہ دوسری دلیل ابطالِ شریک پر ہے اس کی تشریح اور آیات میں ہے کہ وہ انسان کو نطفہ سے علقہ پھر مضغہ سے انسان کیونکر بنایا ہے اور آسمانوں اور زمین اور اُن کے اندر کی چیزوں کو کس طرح سے بنایا اور پھر کیونکر دوبارہ پیدا کرے گا؟ اس لئے یہاں اجمال اور استفہام پر اکتفاء کیا گیا۔ اور جو بات مخالف کے نزدیک ظاہر ہو اور اس میں غور کرنے سے یقین کر سکتا ہو تو فُصحاء وبُلغاء اُس کو بطور استفہام کے ذکر کرتے ہیں جس سے مخاطب کے دل پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ گو وہ اعادہ کے قائل نہ تھے اور حشر و نشر کے منکر مگر جب کہ دلائل سے ثابت کر دیا گیا تو گویا اقرار کرا یا اس لئے اس کو بھی اُن کے مسلمات میں سے قرار دے کر استفہام میں داخل کیا گیا اور اس کا لطف اہلِ مناظرہ ہی جانتے ہیں۔

ابطال شریک پر دوسری دلیل:......هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ......الخ تیسری دلیل ہے دوسری میں مخلوقات کے پیدا کرنے اور اُن کے اعادہ سے استدلال تھا اس میں اُن کی ہدایت سے استدلال ہے اُس میں مخلوق کے جسم سے استدلال تھا تو یہاں روح سے ہے کیونکہ بینائی

❶......یعنی قرآن مجید میں دو طرح سے اعجاز ہے اوّل بلاغت وفصاحت سے سو اس پر بھی غور نہیں کیا ہماری قدرت سے باہر ہے دوم اس میں آنے والی باتیں مذکور ہیں جیسا کہ مرنے کے بعد کا حال اور آنے والے مصائب یا فتوحات سو ان کو بھی بے دھڑک جھٹلا دیا اور ہنوز ان کے پورا ہونے کا وقت بھی انہیں نہیں ملا کہ وقت پر پورا نہ ہونے سے تکذیب کا مضائقہ نہ ہوتا ۱۲ منہ

شنوائی و دیگر حواس و ادراکات جو روح سے متعلق ہیں ہدایت میں کام آتے ہیں۔ ہدایت کا سلسلہ بڑا وسیع ہے ہر شخص انسان سے لے کر چرند و پرند بلکہ نباتات تک اس سے فیضیاب ہے۔ دُنیاوی امور، اُس کی معاش کی اصلاح، مضرات کے دفع کرنے کی تدابیر اسی سجھاتا ہے ہر نوع کو اس کے متعلق ہزار ہا علوم اُس نے سکھائے ہیں حتیٰ کہ نہایت آبدار کپڑا سا مکڑی بُنتی ہے، مکھیاں شہد نکالتی ہیں، انسان کیسی کلیں ایجاد کرتا اور کیا کیا بناتا ہے؟ اسی طرح امورِ آخرت اور خدا پرستی کی رہنمائی بھی اسی کا کام ہے۔ ہدایت عام ہے۔

قرآن مجید کے ثبوت پر چند دلائل:......وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ......الخ ان مطالب عالیہ کے بعد پھر اُن کے اس ریب و شک کو قرآن کی بابت تھا رفع کرتا ہے کہ قرآن کے یہ مطالب عالیہ خود اُس کے برحق ہونے کی دلیل بیّن ہو جائیں اس بات کو ان چند دلائل ثابت کرتا ہے (۱) تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ کہ محمد ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے وہیں جوان ہوئے وہاں نہ کوئی اہل علم تھا نہ کوئی کتب خانہ، نہ آپ ﷺ نے کسی سے کچھ پڑھا نہ اُس کے لئے کہیں کا سفر کیا باوجود اس کے ایسا قرآن اُن سے ظاہر ہونا کہ جس میں خدا تعالیٰ کی ذات و صفات و ملائکہ و دیگر اُصول دینیہ و قصص انبیائے سابقین علیہم السلام اس کثرت سے ہوں اور پھر بھی اُن امور میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی کتابوں سے مخالف نہ ہو بلکہ ان کا مصدق یہ بات بغیر الہام ربانی و وحی الٰہی ممکن نہیں۔ (۲) تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ کہ یہ قرآن کتابِ فطری یا لوحِ محفوظ کی تفصیل ہے بے شمار علوم الٰہیات و عملیات کا اس میں ٹھیک ٹھیک اور صحیح طور پر اور اُسی کے مطابق ہونا اس کے من اللہ ہونے کی دلیل بیّن ہے اسی لئے اس کی نسبت مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہنا بہت صحیح ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اب بھی اس کو جھوٹا کہیں تو ان سے کہہ دو کہ تم اس کی ایک سورۃ کے برابر تو بنا کر دکھا دو اور جس سے چاہو مدد بھی لے لو۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کو اس کی حقیقت نہ معلوم ہوئی اس لئے اپنی نادانی سے جھٹلاتے ہیں اور قرآن مجید کی خبریں پورا ہونے کا تو ابھی وقت بھی نہ آیا تھا پہلے سے جھٹلا دیا پھر جھٹلانے والوں کا انجام بھی بہت ہی بُرا ہوتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ ع
وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا
بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۴۱ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ
وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴۲ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ
كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۴۳ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـــًٔـا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ
يَظْلِمُوْنَ ۝۴۴ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ
بَيْنَهُمْ ۭ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝۴۵ وَاِمَّا
نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ

شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيْنَ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ

اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴿۴۹﴾

ترجمہ:......اور کچھ تو اُن میں سے اس کو مانتے ہیں اور کچھ ان میں سے اس کو نہیں مانتے۔اور آپ کا رب تو مفسدوں کو خوب جانتا ہے﴿۴۰﴾ اور اگر آپ ﷺ کو جھٹلائیں تو کہہ دو میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔جو کچھ میں کر رہا ہوں تم اُس کے ذمہ دار نہیں اور نہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا میں ذمہ دار ہوں﴿۴۱﴾ اور کچھ ان میں سے آپ کی طرف کان بھی لگایا کرتے ہیں۔پھر کیا آپ بہروں کو بھی سنا سکتے ہیں؟ اور گو وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں﴿۴۲﴾ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ کو تاکا کرتے ہیں۔پھر کیا آپ ایسے اندھوں کو بھی راہ دکھا سکتے ہیں جو دیکھ بھی نہ سکتے ہوں﴿۴۳﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تو کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کر رہے ہیں﴿۴۴﴾ اور جس روز کہ وہ اُن کو (دوبارہ زندہ کر کے) جمع کرے گا تو گویا کہ (خیال کریں گے کہ) دنیا میں وہ کچھ بھی نہ رہے تھے مگر دن کی ایک گھڑی بھر ایک دوسرے کو پہچانیں گے بھی۔جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے جانے کو جھٹلایا وہ تو خرابی میں پڑ گئے،اور وہ ہدایت پر آنے والے بھی نہ تھے﴿۴۵﴾ اور اگر ہم آپ کو جس کا آپ اس میں سے وعدہ کر رہے ہیں کچھ دکھائی دیں (تو یہ بھی ہو سکتا) یا آپ کی عمر پوری کر دیں پھر آنا تو سب کو ہمارے ہی پاس ہے۔پھر جو کچھ وہ کر رہے ہیں اُس پر اللہ تعالیٰ آپ گواہ ہے﴿۴۶﴾ اور ہر قوم کا ایک رسول ہوا ہے۔پھر جب اُن کے پاس اُن کا رسول ① آئے گا تو اُن کا انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا۔اور اُن پر (کچھ بھی) ظلم نہ کیا جائے گا﴿۴۷﴾ اور وہ پوچھتے ہیں کہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ)﴿۴۸﴾ (سو) کہہ دو مجھے تو اپنے نقصان و نفع کا بھی اختیار نہیں مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ہر قوم کا ایک وقت مقرر ہے۔جب اُن کا وقت آ جاتا ہے پھر تو نہ ایک ساعت کی دیر کر سکتے ہیں اور نہ جلدی﴿۴۹﴾

ترکیب:...... كَاَنْ مخففة من المثقلة واسمها محذوف اى كانهم۔لم يلبثوا خبر ساعة ظرف لہ من النهار صفة لساعة واما فيه ادغام نون ان الشرطية في ما الزائدة وجواب الشرط محذوف اى فذاك۔

اہل کفر کی نافہمی تعصب اور ان سے بیزاری کا حکم

تفسیر:...... باوجود ایسے دلائل قاہرہ و براہین باہرہ کے اُن منکرین میں سے کچھ تو دل میں ایمان لائے اور کچھ نہیں۔یہ حالت بھی اُن کی اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں کہ دل میں قائل مگر عناد یا کسی غرض دُنیا سے اظہار نہیں کرتے پھر جب عناد اور ضد کی یہ نوبت ہے تو اے نبی ! اُن سے کہہ دو کہ اچھا اگر میں ناحق پر ہوں تو تمہیں میرے اعمال سے کیا، پھر کس لئے ایذا دیتے ہو؟ یعنی جاہلوں سے اعراض کرنا چاہئے اور اس بات کا اے نبی ! کچھ ملال نہ کیجئے کہ وہ کیوں ایمان نہیں لائے؟ اس لئے کہ وہ اس کے قابل ہی نہیں۔اللہ تعالیٰ نے اُن کو حواسِ سلیمہ آنکھ کان دیئے تھے مگر ضد اور شقاوتِ ازلی نے نکما کر دیا ہو وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ...... الخ کا یہی مطلب ہے۔اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ اُنھوں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا۔اب یہ اس دنیا کی راحت اور حشمت اور مال و اسباب پر نازاں ہو کر حق سے اندھے بہرے بنے ہیں مگر حشر کے روز یہ

---

① ......آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر قوم کا ایک رسول ہے پھر جب قیامت میں رسول آئے گا اس کے روبرو ان کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے گا اور ظلم نہ ہوگا ۱۲ منہ

دُنیا کا جینا وہاں کے ابدی عذاب کے مقابلہ میں ایک ساعت کے برابر معلوم ہوگا۔

ہمیشہ سے رسولوں کی نافرمانی کرنے والے برباد ہوئے:...... پھر آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ یہ بات کچھ آپ ﷺ ہی کی امت پر منحصر نہیں ہمیشہ یوں ہی ہوتا آیا ہے۔ رسولوں کی نافرمانی کرنے والے برباد ہوئے ہیں۔ اس پر کافر کہتے تھے کہ اچھا وہ وقت کب آئے گا؟ اس کے جواب میں کہا، کہہ دو کہ میرے اختیار میں نہیں جب اللہ تعالیٰ چاہے گا آئے گا تقدیم و تاخیر اس میں کچھ نہ ہوئی۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ۝۵۰
اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۝۵۲
وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۝۵۳ وَلَوْ
اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا
رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝۵۵
هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۝۵۶ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ
اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۝۵۸ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ
اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ۝۵۹ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ۝۶۰ ع ۶

(وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم — الربع)

ترجمہ:...... (اے پیغمبر ﷺ ان سے) کہہ دو دیکھو تو سہی اگر اُس کا عذاب تم پر شباشب یا دن میں آپڑے (تو کون روک سکتا ہے) تو گنہگار اُس کے لئے کیا جلدی مچا رہے ہیں۝ کیا جب آہی پڑے گا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔ (کہا جائے گا) کیا آپ ایمان لاتے ہو اور تم تو اُس کی جلدی کرتے

تھے ﴿۵۱﴾ پھر تو ظالموں کو یہی کہا جائے گا کہ عذاب دائمی کا مزہ چکھو۔ صرف تم کو اسی کی سزا دی جاتی ہے کہ جو تم کیا کرتے تھے ﴿۵۲﴾ اور آپ (ﷺ) سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ وعدہ حق ہے؟ کہہ دیجئے مجھے اپنے رب تعالیٰ قسم البتہ وہ برحق ہے۔ اور تم اس کو روک نہ سکو گے ﴿۵۳﴾ اور اگر ہر ایک شخص کے لئے جس نے ظلم کیا ہے جتنا کچھ زمین پر ہے سب ہو تو وہ تاوان میں دے ڈالے گا (تا کہ عذاب سے بچے) اور جب کہ عذاب دیکھیں گے تو دل میں بڑے نادم ہوں گے۔ اور اُن میں انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور اُن پر کچھ (بھی) ظلم نہ کیا جائے گا ﴿۵۴﴾ دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ سُن رکھو اللہ تعالیٰ کا وعدہ بے شک سچا ہے۔ لیکن اُن میں سے اکثر جانتے ہی نہیں ﴿۵۵﴾ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے اور اُسی کے پاس پھر کر جاؤ گے ﴿۵۶﴾ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب تعالیٰ کے ہاں کی نصیحت اور دِلی امراض کی شفا اور ایمانداروں کے لئے ہدایت اور رحمت آ چکی ہے ﴿۵۷﴾ کہہ دو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی رحمت سے ف پس اسی پر خوش ہونا چاہیے۔ جس کو وہ جمع کر رہے ہیں یہ اس سے بہت بہتر ہے ﴿۵۸﴾ کہو دیکھو تو سہی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہارے لئے روزی اُتاری ہے تم نے اُس میں سے کچھ حرام بنا رکھی ہے اور کچھ حلال، کہہ دو کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی یا یوں ہی اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہو ﴿۵۹﴾ اور جو اللہ تعالیٰ پر بہتان لگاتے ہیں وہ قیامت کے دن کو کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ ف بے شک اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر بڑا فضل کرتا ہے، لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے ﴿۶۰﴾۔

ترکیب:......ماذا مرّ ترکیبہ فی البقرۃ عند قولہ ماذا ینفقون وقیل ماذا اسم واحد مبتدا وی یستعجل خبرہ، وقد ضعفْ ذلک وفیہ ما فیہ ھو مبتدا احق خبرہ والجملتہ منصوب یستنبؤنک الاستنباء طلب کردن خبر۔

بوقتِ عذاب ایمان لانا اور بروزِ قیامت مال واسباب غیر مفید ہے

تفسیر:......قُلْ اَرَأَیْتُمْ سے لے کر بِمُعْجِزِیْنَ تک یہ (اللہ تبارک وتعالیٰ) بات بتلاتے ہیں کہ وہ وقت اچانک آ جائے گا پھر تم کیا کر سکو گے اُس وقت کا ایمان لانا بھی فائدہ نہ دے گا۔ وَلَوْ اَنَّ سے لے کر لَا یُظْلَمُوْنَ تک یہ ظاہر کرتا ہے کہ حشر کے دن تمہارا مال واسباب دنیاوی کچھ کام نہ آئے گا۔ تم یہ چاہو گے (اللہ تعالیٰ) دنیا بھر کا مال لے کر ہم کو چھوڑ دے۔ اَلَا اِنَّ سے لے کر تُرْجَعُوْنَ تک یہ ظاہر کرتا ہے کہ تمہارے یہ مال واسباب بھی سب اُسی کے دیئے ہوئے ہیں جس پر تم نازاں ہو اور وہ قادرِ مطلق مارتا جلاتا ہے اُس کا وعدہ کسی مالی یا بدنی زور سے روکا نہیں جا سکتا۔ یٰاَیُّهَا النَّاسُ سے یَجْمَعُوْنَ تک یہ مطلب کہ اے لوگو! تمہارے مال ودولت سے تو ہزار درجہ بہتر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایت ورحمت اور دلوں کے امراضِ شکوک وحُبِّ شہوات کی شفا ایمانداروں کے لئے رحمت وہدایت آ چکی یعنی قرآن جو سرورِ دائمی کا وسیلہ ہے تم کو اسے غنیمت جاننا چاہئے اور اس پر خوش ہونا چاہئے مال فانی ہے یہ باقی۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ سے لے کر لَا یَشْکُرُوْنَ تک ان کی بدعقلی اور ناشکری پر تنبیہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم بغیر تم نے بہت سی پاک چیزوں کو بتوں کے تقرب کے لئے حرام کر رکھا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر بہتان ہے اور بہتان باندھنے والوں کو قیامت میں سزا ہے جانے وہ اُس کو کیا سمجھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر فضل وکرم ہے جو ایسی کتاب نازل کرتا ہے جس میں شفا ہے، پھر بندے بڑے ناشکرے ہیں۔

وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ

ف:...... اصل الکلام بفضل اللہ وبرحمۃ فلیفرحوا والتکریر للتاکید والتقریر......الخ ویجوز ان یراد قد جاءتکم موعظۃ بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا/۱۲ کشاف۔

ف:...... یوم القیامۃ منصوب بالظن وھو ظن واقع فیہ ۱۲ کشاف

ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ
مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا
تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ
الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ
فِي الْأَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ ؕ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ
إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا
فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ
وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ؕ إِنْ عِنْدَكُمْ
مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ
نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

ترجمہ:......اور آپ جس کسی حال میں ہوں اور قرآن کی کوئی سی آیت بھی پڑھ کر سنا رہے ہوں اور (لوگو!) تم کوئی سا کام بھی کر رہے ہو (بر حال میں) جب کہ تم اُس کام میں مشغول ہوتے ہو ہم تمہیں دیکھتے رہتے ہیں۔ اور آپ (ﷺ) کے رب پر ذرہ بھر بھی کوئی چیز مخفی نہیں رہتی نہ زمین میں نہ آسمان میں اور ذرہ سے بھی کم چیز ہو یا زیادہ ہو سب کھلے دفتر میں درج ہے ﴿٦١﴾ ❶ دیکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم کریں گے ﴿٦٢﴾ (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ﴿٦٣﴾ انہیں کے لئے دنیا میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی، اللہ تعالیٰ کی باتیں بدلتیں نہیں۔ یہی بڑی کامیابی ہے ﴿٦٤﴾ اور اُن کی باتوں سے غمگین نہ ہوا کریں۔ کیونکہ عزت تو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ وہی سنتا جانتا ہے ﴿٦٥﴾ دیکھو آسمانوں اور زمین والے سب اللہ تعالیٰ کے (محکوم) ہیں۔ اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور معبودوں کو پوجتے ہیں۔ محض خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور وہ محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں ﴿٦٦﴾ وہی تو ہے جس نے تمہارے آرام کے لئے رات بنائی اور دیکھنے کے لئے دن بنا دیا، البتہ اس

❶ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے وہ علمِ الٰہی کا دفتر ہے اور مبین یعنی واضح اور صاف کوئی ابہام نہیں ہوتا یعنی علمِ الٰہی سے کوئی چیز باہر نہیں بڑی سے بڑی ہو یا چھوٹی سے چھوٹی اور نہ انسان کا کوئی حال اُس سے مخفی ہے ۱۲ منہ

قوم کے لئے جوسُن سکتی ہے اس میں بڑی (بڑی قدرت کی) نشانیاں ہیں وہ کہتے ہیں ۶۸ کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا حالانکہ وہ پاک ہے (اور) بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے (پھر بیٹے کی کیا ضرورت؟) تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل تو ہے نہیں۔ کیا بے جانے بوجھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہو ۶۸ (اے نبی ﷺ!) کہہ دو ضرور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بناتے ہیں فلاح نہیں پائیں گے ۶۹ کچھ دنیا میں عبرت لینا ہے پھر تو ان سب کو ہمارے پاس پھر کر آنا ہے پھر تو ہم اُن کو اُن کے کفر کی وجہ سے عذاب شدید کے مزے چکھا دیں گے ۷۰۔

ترکیب:...... فی شان خبر کان۔ وماتتلوا۔ ماتا فیہ منہ ای من الشان أی من اجلہ۔ من قران مفعول تتلوا اذظرف لشھودا۔ من مثقال فی موضع رفع۔ یعزب ای یغیب بضم الزاء و کسرھا۔ ولا اصغر ولا اکبر بفتح الراء فی موضع جر صفت للذرۃ او لمثقال ویقرآن بالرفع حملاعلیٰ موضع من مثقال شرکاء مفعول یدعون ومفعول یتبع محذوف دل علیہ ان یتبعون...... الخ۔ ان العزۃ مستأنف والوقف علیٰ قولھم لازم انْ عندکم ان بمعنیٰ ما بھذا یتعلق بسلطان۔ الّذین مبتدا وخبرہٗ لایفلحون۔ متاع خبر مبتدا محذوف۔

رب تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ و مخفی نہیں

تفسیر:...... مخالفین کے اعتقاداتِ فاسدہ اور خیالات کاسدہ کا براہینِ قاہرہ و دلائل باہرہ سے ابطال کر کے (اللہ تعالیٰ) ایک ایسی بات فرماتے ہیں کہ جس سے مطیع کو خوشی و سرور اور عاصی کو خوف پیدا ہو جائے کہ وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ الیٰ قولہ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ کہ ہم کو تمہاری ہر ایک بات معلوم ہے اور موجودات میں سے کوئی چیز ہم سے مخفی نہیں نیک کا بدلہ نیک اور بد کو سزا ضرور دیں گے (الشان الخطب والجمع الشئون تقول العرب ماشان فلان أی ماحالہ) مَاتَتْلُوْا اور مَاتَكُوْنُ میں آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب ہے اور ولاتعلمون میں عام اُمت کی طرف وماتتلوا منہ کی ضمیر میں تین احتمال ہیں اول شان کی طرف پھرائی جائے کیونکہ تلاوتِ قرآن حضرت ﷺ کی شان ہے مجملہ اور شانوں یعنی حالات کے۔ دوم یہ قرآن مجید کی طرف راجع ہو یعنی قرآن میں سے جو یا جس قدر قرآن آپ ﷺ پڑھتے ہیں کیونکہ قرآن کا اطلاق کل اور بعض پر ہوتا ہے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قرآن آپ پڑھتے ہیں۔ اِذْ تُفِيْضُوْنَ (الافاضۃ ھٰھنا الدخول فی العمل علی جھۃ الانصباب الیہ وھو الانبساط فی العمل یقال افاض القوم فی الحدیث اذااندفعوا فیہ وقدافاضوا من عرفۃ اذا دفعوا منہ بکثرتھم فتفرقوا)۔ وَلَا يَعْزُبُ اصل العزوب من البعد یعنی اس کے معنی دور اور غائب ہونے کے ہیں اور اسی لئے جس کے اہل وعیال بعید ہوتے ہیں اُس کو عرب میں عزب کہتے ہیں۔ کسائی نے یعزب کو بکسر الراے و باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ا

اولیاء کی تعریف و تفسیر:...... س کے بعد اپنے مخلصین صادقین کا رُتبہ بیان فرماتا ہی بقولہا اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ...... الخ علمِ اشتقاق میں یہ بات مانی گئی ہے کہ و، ل، ی، کا مادہ قرب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور ولی کی جمع اولیاء آتی ہے جس طرح نبی کی انبیاء ہے لغوی معنی سے ولی قریب کو کہتے ہیں آدمیوں میں بھی اہلِ قرابت کو ولی کہتے ہیں، بولتے ہیں یہ اُس کا ولی ہے۔ ولی اللہ کا قرابت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی کسی سے نہ رشتہ کی قرابت ہے، نہ جسمانی کیونکہ وہ جسم بلکہ مکان سے بھی پاک ہے۔ پس اُس کی قرابت جو ہے تو روحانی ہے جس کی تفسیر خود اُس نے اپنے کلامِ پاک میں متعدد مقامات پر اور خاص اس جگہ فرما دی وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۶۳ کہ جو ایمان اور تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہیں یعنی جن کی قوتِ نظریہ اور عملیہ مکمل ہیں اس لحاظ سے ہر مؤمن دیندار کو ولی اللہ کہا جا سکتا ہے اور کبھی اس پر ایک اور قید بڑھائی جاتی ہے وہ یہ کہ اس کی روح پر اُس کے تقرب اور اُس کے ذکر وفکر سے ایک نورانیتِ خاص ہوتی ہے پھر اُس کے مراتب بے شمار

ہیں یہاں تک کہ جب اُس کے دل اور روح پر اُس کی محبت کا استیلاء ہوجاتا ہے تو اُس کو محویت کا ایسا مرتبہ حاصل ہوتا ہے کہ جس میں فی اللہ اور بقاء باللہ ہوجاتا ہے۔ مگر خواہ یہ کسی مرتبہ میں پہنچے اور کوئی حالت کشف وکرامت وظہور خرق عادات اس پر طاری ہو یہ بندگی کے حلقہ سے باہر نہیں ہوتا نہ تقویٰ کا لباس اس کے تن سے جدا ہوتا ہے پھر وہ جو آج کل بے نماز، شراب خوار، بھنگ نوش، ملحد منش صوفیہ کرام کے بہروپ میں دنیا کو ٹھگتے پھرتے اور خدائی اختیار کے مدعی ہوتے ہیں، کہیں بیٹے بانٹتے پھرتے ہیں، کہیں جاہ واقبال عمر ودولت دیتے ہیں، کسی سے لیتے ہیں اور پھر سیکڑوں ڈھلمل یقین (کمزور اعتقاد والے) اُن کے مُرید ہوکر اُن کی پرستش کرتے اور ہزاروں افسانے اُن کے مشہور ومعروف کرتے ہیں محض ایک شیطانی دام (جال) ہے۔

کارِ شیطان می کند نامش ولی	☆	گر ولی این است لعنت بر ولی

اولیاء اللہ کے لیے کوئی خوف نہیں:……اولیاء اللہ کے لیے کوئی خوف نہ اولیاء اللہ کے لئے لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ فرماتا ہے کہ بعد مرُدن (مرنے کے بعد) نہ اُن کو کسی مصیبت آیندہ کا خوف ہوگا نہ کسی گذشتہ بات پر حزن (غم) ہوگا اور نیز استغراق اور قربِ الٰہی کی وجہ سے ان کے دل ایسے ہوجاتے ہیں کہ جن میں خوف وحزن کے لئے جگہ ہی باقی نہیں رہتی کیسی ہی مصائب پیش آئیں اور کتنی ہی سختیاں آجائیں مگر وہ محوِ تماشائی جمالِ باکمال ہیں اس لذت کے آگے ان کو خبر بھی نہیں ہوتی قرونِ ثلاثہ کے بعد حضرت محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمہم اللہ وغیرہم بہت سے اس اُمتِ مرحومہ میں گزرے ہیں کہ جو انبیائے بنی اسرائیل کے خرق عادات وکرامات میں ہم پلہ تھے اور ہمیشہ کم زیادہ ایسے ہوتے رہیں گے یہ بھی آنحضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فیضِ جاری ہے۔ منکر کی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی کیا کرے۔

اولیاء اللہ کے لیے دنیا وآخرت میں بشارت:…… اسی پر بس نہیں بلکہ لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَفِی الۡاٰخِرَۃِ اس میں چند اقوال ہیں (۱) بُشریٰ سے مراد وہ جنت کی خوش خبری ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور انبیاء علیہم السّلام کی معرفت دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے یُبَشِّرُہُمۡ رَبُّہُمۡ بِرَحۡمَۃٍ مِّنۡہُ وَرِضۡوَانٍ۔ (۲) دوم یہ کہ موت کے وقت اُن کو ایک خوشی اور فرحت حاصل ہوگی کہ آج قفس تاریک سے طائرِ روح باغِ خلد میں جاتا ہے آج محبوب حقیقی اپنے پاس بُلاتا ہے قال تعالیٰ تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ۔ (۳) یہ کہ خلقِ خدا خصوصاً ایمانداروں کے دلوں میں ان کی محبت اور ذکرِ خیر اور عزت وعظمت پیدا کی جاتی ہے کیونکہ جو محبوبِ حقیقی کے قریب ہوجاتا ہے اُس پر بھی اُس محبوبیت کا اثر ڈالا جاتا ہے اسی لئے آپ دیکھئے کہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اولیاء اللہ کی محبت وعظمت کیسی اُمت کے دل میں پھیلائی گئی ہے سیکڑوں اس حرص میں مرگئے ہوں گے مگر یہ مرتبہ بجز محبوبانِ خدا اس کو نصیب ہوتا ہے؟ اس کے بعد وہ جو مخالفین اپنی شوکت وہیبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکاتے تھے اس کی نسبت فرماتا ہے: وَلَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُہُمۡ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتوں سے غم نہ کیجئے کس لئے کہ اِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا کہ عزت وآبرو اُسی کے ہاتھ میں ہے اُس نے بڑے بڑے مشرکوں کو خاک میں ملایا ہے۔

آسمان وزمین کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے:……پھر اَلَآ اِنَّ……الخ سے اس بات کی تائید کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے وہی رات دن کو گردش دے رہا ہے پھر اور کون ہے کہ جس کے اختیار میں عزت وذلت ہو اور اس کے ضمن میں یہ بھی جتلاتا ہے کہ جب ہم ہی آسمانوں اور زمین کی چیزوں کے مالک اور غنی یعنی بے پروا ہیں کسی کے کسی بات میں محتاج نہیں اور خالقِ لیل ونہار بھی ہم ہی ہیں تو پھر جو تم اُس کے سوا اور معبودوں کو پوجتے ہو علاوہ بدعقل ہونے کے ذلیل بھی ہو جو مالک کو چھوڑ کر غلام کے آگے ہاتھ جوڑے

ہواور اُن معبودوں کو بجز غلام اور مخلوق اور بندہ ہونے کے اُس کے ساتھ فرزندی یا شرکت کی کوئی بھی نسبت نہیں اس لئے کہ کم سے کم رات دن کا تمہارے فوائد کے لئے بنانا بھی کسی کے ہاتھ میں نہیں، جو تم نے اپنے خیالِ فاسد سے بعض شخصوں کی نسبت تجویز کر رکھی ہے جیسا کہ عرب ملائکہ کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے اور نصاریٰ مسیح علیہ السلام کو اُس کا بیٹا۔ جب آسمان وزمین سب کچھ اُس کے ہیں تو بیٹے کی ضرورت کیا ہے؟ اس اعتقاد پر کوئی بھی دلیل اُن کے پاس نہیں۔ محض قیاسی ڈھکو سلے ہیں اور ایسے مفتریوں کی سزا جہنم ہے اُن کو آخرت میں فلاح نہیں۔ اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے مراتب بیان کرنے کے بعد اولاد ہونے سے پاکی اور استغناء ظاہر کرنا یہ بات بتلا دینا ہے کہ محبت اور برگزیدگی سے بیٹا اور شریک نہیں ہوجایا کرتا۔

الربع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ

وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا

يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا

سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ

قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى

وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰى

* ......مقامی مکانی یعنی نفسہ او قیامی ومکثی بین اظہر کم مدداطو الا او مقامی وتذکیری لانہم کانوا اذا وعظوا الجماعۃ قاموا علی ارجلہم لیکون مکانہم بینا وکلامہم مسموعاً۔ فاجمعوا امرکم وشرکاء کم من اجمع الامر الا اذا نواہ وعزم علیہ والواو بمعنی مع یعنی فاجمعوا امرکم مع شرکاء کم وقرء الحسن وشرکاؤکم بالرفع عطفا علی الضمیر المتصل وقریٔ فاجمعوا من الجمع وشرکاء کم نصباً للعطف علی المفعول۔ مامعنی الامرین قلت الامر الاول الوارد فی قولہ فاجمعوا امرکم بمعنی القصد الی اہلاکہ والامر الثانی فی قولہ لایکن امرکم علیکم غمۃ لہ معنیان الاول ان یراد مصاحبتہم لہ وماکانوا فیہ معہ من الحال الشدیدۃ علیہم یعنی لم اہلکونی لئلایکون عیشکم بسببی غصۃ وحالکم علیکم غمۃ ای غما والثانی ان یراد بہ ما ارید بالامر الاول والغمۃ السترۃ یعنی ولا لیکن قصدکم الی اہلاکی مستورا علیکم ۱۲ من الکشاف۔ ابو محمد عبدالحق رحمہ اللہ۔

اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ

وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾

ترجمہ:......اوران کونوح (علیہ السلام) کا حال سنادو جب کہ اُس نے اپنی قوم سے کہا بھائیو! اگرتم کو میرا کھڑا ❶ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے سمجھانا بھی شاق گزرتا ہے (تو لو) میں نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرلیا ہی پھر تم اور تمہارے معبود مل کر (میرے مارنے کا) پکا ارادہ کرلیں، اور تمہارا وہ ارادہ تم میں سے کسی پر مخفی بھی نہ رہے۔ پھر مجھ سے جو کچھ کرنا ہے کرلو اور مجھے مہلت بھی نہ دو﴿۷۱﴾ پھر اگر نہ مانو تو میں نے تم سے کچھ اُجرت بھی نہیں مانگی ہے۔ میری اُجرت تو اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ فرمانبرداروں میں ہو کر رہوں﴿۷۲﴾ پھر اُس کو جھٹلا دیا۔ پس ہم نے نوح علیہ السلام کو اور جو کشتی میں اس کے ساتھ تھے اُن کو تو بچا لیا اور اُن کو جانشین بھی کیا، اور اُن سب کو کہ جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا غرق کردیا، پھر دیکھو جن کو ڈرسنایا گیا تھا اُن کا کیا انجام ہوا﴿۷۳﴾ پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسول علیہ السلام اُن کی قوم کی طرف بھیجے پھر وہ اُن کے پاس معجزات لے کر آئے لیکن جس کو وہ اوّل بار جھٹلا چکے تھے کا ہے کو ماننے لگے تھے۔ ہم اس طرح سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں﴿۷۴﴾ پھر اُن کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا پھر اُنھوں نے تکبر کیا اور وہ بھی ایک نافرمان قوم تھی﴿۷۵﴾ پھر جب اُن کے پاس ہماری طرف سے حق آچکا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے﴿۷۶﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا جب تمہارے پاس حق بات آچکی تو اُس کی نسبت کہتے ہو، کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگروں کو کامیابی نہیں ہوا کرتی﴿۷۷﴾ وہ کہنے لگے کہ کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے کہ جس طریقہ پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اس سے ہم کو برگشتہ کردے ملک میں تم ہی دونوں کی سرداری ❷ ہو جائے۔ اور ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں نہیں﴿۷۸﴾ اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر ایک دانا جادوگر کو لاؤ﴿۷۹﴾۔

ترکیب:......اذ ظرف والعامل فیہ نبا والجملۃ بال من نبا نوح۔ فعلی اللہ جواب کان کبر فاجمعوا معطوف علیہ أتقولون اس کا مفعول سحر محذوف الکبریاء اسم تکون لکما خبرہ۔

بیان حالات انبیائے سابقین اور اس کے فوائد

تفسیر:......توحید و رسالت و معاد و نبوت کے مسائل کو دلائلِ شافیہ و حجج کافیہ سے ثابت کرکے اور نیز مخالفین کے شکوک وشبہات کا عمدہ طور سے رد کرکے انبیائے سابقین کے حالات بیان کرنا شروع کرتا ہے ان چند فوائد کے لئے (۱) یہ کہ ایک قسم کے کلام سے مخاطب کے دل پر قدرے ثقل پیدا ہو جاتا ہے پھر جب ایک فن سے دوسرے فن کی طرف یا ایک اسلوب سے دوسرے کی طرف انتقال ہوتا ہے تو رفع ملال ہوتا ہے اور قرآن مجید کی ہر جگہ یہ عادت ہے۔ (۲) یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان واقعات کے سننے سے تسلی ہو کہ پہلے بھی منکرین اہلِ ایمان کے ساتھ ایسا کرتے آئے ہیں کفار و اشرار کو عبرت ہو کہ پہلے بھی انبیاء کے مقابلہ سے ہلاک ہوئے ہیں ہم کو بھی ڈرنا اور بچنا چاہیئے۔ (۳) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باوجود نہ لکھے پڑھے ہونے کے ایسے شہر پُر جہالت و بت پرستی کا رہنے والا انبیائے سابقین کے ایسے صحیح صحیح حالات مع نتائج بیان کرے جو اصل سے سرِ مو تفاوت نہ ہو پورا اعجاز ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے (ابتداء) ابتدا کرتا ہے جو سب کے جدِ امجد اور آدم ثانی ہیں کہ ان کی قوم کی نافرمانی سے اُن پر طوفان آیا پھر حضرت

❶......وعظ کرنے کے لئے یا یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ میرا رہنا ۱۲ منہ۔ ❷......یعنی تیری اور تیرے بھائی ہارون علیہ السلام کی ۱۲ منہ۔

موسیٰ علیہ السلام کے واقعات ذکر کرتا ہے۔ ؎

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا

قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ

ع ۱۳ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ

لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ

اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى

اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ

بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

؎...... موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بڑی غور طلب بات یہ بتلائی جاتی ہے کہ دنیا میں قوائے بہیمیہ کے اثر سے خلاف فطرت اللہ افعال سرزد ہونے لگتے ہیں جو انجام کار انہیں کی بربادی اور عذاب اخروی کا باعث ہو جاتے ہیں اور اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد دیگرے بھیجے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کا وعظ و پند ہر چند نافع ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا مگر جب تک افرادِ انسانیہ کو کوئی قوی نہیں اُبھارتا عموماً اثر نہیں ہوتا اور دنیا میں حکومت و سلطنت بھی ایک بڑا قوی محرک اور انقلاب عظیم ہے پھر جب سلطنت ہی اُس بدکاری کی مؤید ہو تو جب تک اُس سے بڑا محرک نہ پیدا کیا جائے اصلاح ممکن نہیں اور وہ سلطنت سے بھی زیادہ محرک نبوت بصورت خلافت ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی اب نبوت و سلطنت کی جنگ ہوئی اور آخر کار نبوت غالب آئی اس کا ان آیات میں ذکر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے معاصروں کو سنایا جاتا ہے کہ اب پہلے بھی نبوت بصورتِ خلافت جلوہ گر ہوئی ہے اور یہ دوسری باری ہے اور اب پہلے سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ پہلے تو صرف فرعون اور عمالیق وغیرہ اقوام مخصوصہ سے ہی مقابلہ تھا اب تو تمام دنیا اور سرسبز سلطنتوں سے مقابلہ ہے جو کفر و بت پرستی اور بدکاری کی حامی ہیں اس لئے اس شریعت میں مسلمانوں پر قیامِ خلافت کا انتظام، جہاد و سرگرمی بھی فرض ہوئی جس کے بڑے درجات بیان فرمائے ۱۲ منہ

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيٓ
اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ
الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ
الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ
نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ
اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ ع
الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٣﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا
تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ
جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ
فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ
لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿١٠٠﴾
قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ

قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠١﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ ع ۱۱ / ۱۵

ترجمہ:......پھر جب اس کے پاس جادوگر آئے تو اُن سے موسیٰ نے کہا لاؤ ڈالو کیا ڈالتے ہو؟ ﴿۸۰﴾ پھر جب اُنھوں نے ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ جو کچھ تم لائے جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ابھی بگاڑے دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کے کام راست نہیں لاتا ﴿۸۱﴾ اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے حق کو حق ہی کر کے رہے گا مجرم پڑے بُرا مانا کریں ﴿۸۲﴾ پھر موسیٰ علیہ السلام پر کوئی بھی ایمان نہ لایا مگر اُس کی قوم کے کچھ لوگ (چونکہ) فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے تھے کہ اُن کو تکلیف نہ دیں اور بے شک فرعون تو زمین پر بڑا سرکش اور حد سے گزرا ہوا تھا ﴿۸۳﴾ اور موسیٰ نے کہا اے قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو اُسی پر بھروسہ بھی رکھو اگر تم حکم بردار ہو ﴿۸۴﴾ تب اُنھوں نے کہا کہ ہم نے بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر کرلیا ہے اے رب تعالیٰ! ہم کو ظالم قوم کے ہاتھ میں نہ پھنسانا ﴿۸۵﴾ اور ہم کو اپنی رحمت سے کافر قوم سے نجات دے ﴿۸۶﴾ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اُس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھر کو ہی مسجدیں قرار دے لو اور (وہیں) نماز پڑھا کرو، اور ایمانداروں کو بشارت دو ﴿۸۷﴾ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے رب تعالیٰ! تو نے تو فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں کروفر اور بہت سے مال دے رکھے ہیں اے رب تعالیٰ! اس لئے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے روکیں۔ اے رب تعالیٰ! اُن کے مالوں کو ملیا میٹ کردے اور اُن کے دلوں کو صدمہ کردے سو وہ جب تک عذاب دردناک نہ دیکھیں گے ایمان نہ لائیں گے ﴿۸۸﴾ فرمایا اچھا تم دونوں کی دعاء قبول کی گئی۔ سو سیدھے رہو اور اُن لوگوں کی پیروی نہ کرو جو کہ نادان ہیں ﴿۸۹﴾ اور بنی اسرائیل کو ہم نے بحرِ قلزم سے پار اُتارا۔ اور فرعون اور اُس کے لشکر نے عداوت اور سرکشی سے اُن کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے کو ہوا تو کہنے لگا کہ مجھے یقین آ گیا کہ بجز اُس خدا کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور کوئی معبود نہیں اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں ﴿۹۰﴾ (فرشتہ نے کہا) اب یہ کہنے لگا اور اس سے پیشتر تو نافرمان اور مفسد تھا ﴿۹۱﴾ پس آج کے دن تیری لاش کو باہر ڈالتے ہیں تا کہ وہ تیرے پیچھے والوں کے لئے نشانی رہے۔ اور بہت سے آدمی تو ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں ﴿۹۲﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو عمدہ جگہ رہنے کو دی ❶ اور اچھی چیزیں کھانے کو دیں۔ پس بنی اسرائیل نے جان بوجھ کر (دین میں) اختلاف ڈالا۔ قیامت کے دن آپ کا رب تعالیٰ جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں اُن کا فیصلہ کردے گا ﴿۹۳﴾ پھر اگر آپ کو اس چیز میں کہ جو ہم نے آپ کی طرف بھیجی ہے کچھ شک ہو تو اُن لوگوں سے پوچھ دیکھو کہ جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے تھے۔ البتہ آپ کے پاس آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے حق آ چکا پس ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا ﴿۹۴﴾ اور نہ اُن لوگوں میں سے ہونا کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتیں جھٹلائیں۔ ورنہ آپ خسارہ میں پڑ جائے گا ﴿۹۵﴾ جن لوگوں پر کہ آپ کے رب تعالیٰ کی بات ❷ پوری ہوگئی وہ تو ایمان نہیں لائیں گے ﴿۹۶﴾ گو اُن کے پاس ہر طرح کے معجزے بھی آ جائیں جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ ❸ لیں گے ﴿۹۷﴾ پھر کوئی گاؤں بھی تو ایسا ہوتا کہ اُس کا ایمان لانا اس کو نفع دیتا مگر یونس کی قوم جب کہ ایمان لائی تو زندگی دنیا میں ہم نے اُن سے رسوائی کا عذاب ہٹا لیا اور ایک مدت تک ہم نے اُن کو رسایا بسایا ﴿۹۸﴾ اور اگر آپ کا رب تعالیٰ

❶ شام کے ملک میں یہ اُن بنی اسرائیل کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھے ۱۲ منہ۔ ❷......نوشتہ تقدیر کہ یہ جہنمی ہیں ۱۲ منہ۔ ❸......یعنی ہر ایک قسم کے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ اُن پر عذاب الیم آ جائے تب مجبوراً ایمان لائیں گے مگر اس وقت کا ایمان کیا۔ اُس وقت کسی قوم کے ایمان نے نفع نہیں دیا ہاں یونس علیہ السلام کی قوم کے ایمان نے البتہ عذاب آنے کے بعد نفع دیا ۱۲ منہ۔ ❹...... امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کی پانچویں جلد۔ ۳۹ مطبوعہ استنبول میں فرماتے ہیں وقد تقرر ان ما فی ایدیھم من التوراۃ والانجیل فالکل مصحف محرف آلخ کہ اہل کتاب سے اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھنے کا حکم ہوتا تو اس سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شبہ اگر ہوتا تو رفع نہ ہوتا کیونکہ یہود کے پاس جو تورات و انجیل تھی تو محرف کتابیں تھیں ۱۲ منہ

چاہتا تو دنیا بھر کے سب لوگ ایمان ہی لے آتے ﴿۹۹﴾ پھر کیا آپ ﷺ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان ہی لے آویں۔اور کسی کے بھی بس میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایمان لے آوے۔اور بے عقل لوگوں پر تو وہ خباثت ڈال دیا کرتا ہے ﴿۱۰۰﴾ (اے رسول ﷺ) کہو دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔اور بے ایمان قوم کو معجزے اور ڈر سنانے والے بھی کچھ فائدہ نہیں دیتے ﴿۱۰۱﴾ پھر کیا وہ انہیں لوگوں کے دنوں کا سا انتظار کررہے ہیں۔جو اُن سے پہلے ہو گزرے ہیں (اے نبی ﷺ!) کہہ دو اچھا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کررہا ہوں ﴿۱۰۲﴾ پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمانداروں کو بچالیا کرتے ہیں۔اسی طرح ہم پر ایمانداروں کا بچالینا بھی لازم ہوتا ہے ﴿۱۰۳﴾۔

ترکیب: ......ماجئتم به السحر۔ مَا استفہامیہ مبتدا جئتم خبر السحر مبدل منہ اور ماکو خبر یہ کہا جائے تو یہ موصولہ جئتم بہ صلہ یہ سب مبتدا السحر خبر جملہ محلًا منصوب قال کا مفعول ہوکر۔ ملائهم الضمير عائد الى الذرية ولم يؤنث لان الذرية قوم فهو مذكر وقيل يرجع الى القوم ان يفتنهم بدل من فرعون تقديره على خوف فتنة من فرعون۔ ان تبوأ تفسیر ہے اوحینا کی قبلة مفعول اجعلوا الى مصلّى تصلّون فيه لتأمنوا من الخوف وكان فرعون منعهم من الصلوٰة (جلالين)۔

تفسیر: ......حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بیان فرما کر آنحضرت علیہ السلام کو مخاطب کر کے سامعین سے فرماتا ہے کہ ان باتوں میں شک ہو تو جو تم سے پہلے لوگ یہود و انصاریٰ کتاب پڑھتے ہیں اُن سے پوچھ دیکھو گو حضرت ﷺ کو اس میں کچھ بھی شک نہ تھا نہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اور اسی لئے آنحضرت ﷺ نے کسی اہلِ کتاب سے اُن کی تصدیق کے لئے سوال بھی نہیں کیا اور کیونکر کرتے حالانکہ آپ ﷺ کی نسبت بعد کے جملہ میں فرمادیا فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ○ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوۡنَ لیکن جن لوگوں کو شک تھا جیسا کہ کفارِ قریش و دیگر عرب اُن کے اطمینان کے لئے ارشاد ہوا اس سے خاص آنحضرت ﷺ کا سوال کرنا یا يَقۡرَءُوۡنَ الۡكِتٰبَ سے توریت وانا جیلِ موجودہ کی اصلیت ثابت کرنا جیسا کہ بعض پادریوں اور اُن کے کاسہ لیسوں کے رسائل میں دیکھا جاتا ہے محض ناقہمی اور سراسر جہالت ہے۔

امم سابقہ کی ہلاکت و بربادی

اِنَّ الَّذِيۡنَ حَقَّتۡ ......الخ سے لے کر اخیر تک اُن واقعات کے نتائج بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ یوں ہلاک ہوئے اور برباد ہوئے اور کفار یوں ایمان نہیں لاتے کہ ان پر نوشتۂ ازلی غالب آگیا ہے یعنی اُن کی تقدیر میں گمراہی ہے اس لئے ان قصص کو سُن کر عبرت نہیں کرتے اور ایمان بھی لاتے ہیں تو عذاب کے وقت مگر اُس وقت کا ایمان بجز قوم یونس علیہ السلام کے اور کسی کو فائدہ مند نہ ہوا۔

آنحضرت ﷺ کو تسلی: ......اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ایمان لانا یا نہ لانا تقدیری بات ہے آپ کی خواہش تو دنیا بھر کو ایماندار بنادینے کی ہے مگر جن کی تقدیر میں ایمان نہیں وہ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں اُن پر تقدیری خباثت پڑی ہوئی ہے۔ پھر حکم دیتا ہے کہ آسمان اور زمین کے عجائب قدرت کو دیکھو اور غور کرو مگر نہیں کرتے ان کو اللہ تعالیٰ کے نذیر رسول ﷺ اور حوادثِ دہر اور اُس کی آیاتِ قدرت اور آیاتِ کتاب کچھ بھی مفید نہیں۔اب ان اندھوں کو پہلی غارت شدہ قوموں کے عذاب ہی کا انتظار ہے اور ایسے وقت ہم رسول اور اُس کے پیروؤں کو بچالیتے ہیں اور یہ بچالینا ہمارا کام ہے۔اور سب ہلاک ہوتے ہیں۔

تذکرۂ حضرت یونس علیہ السلام: ......حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کی طرف بڑے عبرت آمیز الفاظ میں اشارہ کرتا ہے فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ ......الخ لَوۡلَا کو بعض نے کلمہ نفی سمجھا ہے امام واحدی کا اسی طرف رجحان ہے اُن کے نزدیک یہ معنی ہوئے فَمَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ کہ اُن گمراہ بستیوں میں سے کوئی بھی ایسی بستی نہیں ہوئی کہ جو ایمان لائی اور اُن کا

ایمان نفع دیتا بجز قوم یونس علیہ السلام کے یہ استثناء منقطع ہے اوّل سے بعض علماء اس کو کلمہ تحریص وتحضیص کہتے ہیں بمعنی ہلّا۔ اُن کے نزدیک یہ معنے ہوئے کہ کوئی ایسی بستی بھی ہوتی کہ جو ایمان لاتی اور اس کا ایمان نفع دیتا مگر قوم یونس علیہ السلام کہ وہ ایمان لائی۔ یونس بن متی جس کو عبرانی محاورہ میں یونہ کہتے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً آٹھ سو باسٹھ برس پیشتر ملکِ یہود میں خاندانِ اسرائیل سے نمودار ہوئے یہ نبی تھے اُن کو حکم ہوا تھا کہ تم ملکِ شام سے نینوہ ❶ میں جا کر لوگوں کو ہدایت کرو، بُت پرستی اور قسم قسم کی بدکاری سے روکو اور نہ مانیں تو کہہ دو کہ چالیس روز کے بعد شہر پر عذابِ الٰہی نازل ہوگا اُنھوں نے یہ خیال کر کے اللہ تعالیٰ رحیم ہے وہ اپنی اس قدر مخلوق کو کاہے کو ہلاک کرے گا، ناخوش ہو کر نینوہ جانا پسند نہ کیا اور شہر یافہ میں آئے اور وہاں سے شہر ترسیس (یہ دونوں شہر ملکِ شام کے مغربی حصہ میں سمندر یعنی بحرِ روم کے کنارہ پر آباد ہیں اور نینوہ شام سے مشرق کی جانب موصل کے قریب دریائے دجلہ کے کنارہ پر آباد تھا) کی طرف بھاگنا چاہا اِذۡ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَیۡهِ سے اس طرف اشارہ ہے۔ ایک جہاز میں سوار ہوئے جہاز پر ایک سخت طوفان آیا گو جہاز کا بوجھ ہلکا کیا گیا مگر تب بھی وہی حالت رہی تب قرعہ ڈالا تا کہ معلوم ہو کہ کس کے سبب سے یہ آفت آئی ہے۔ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا ، اُن سے پوچھا تو نے کیا کیا؟ کہا میں آقا سے بھاگا ہوا ہوں۔ آخر اُن کو دریا میں ڈال دیا اور سمندر کا تلاطم موقوف ہوا، اُن کو ایک بڑی مچھلی نگل گئی۔ جس کے پیٹ میں تین رات دن رہے وہاں اُنھوں نے بڑے عجز وانکسار اور نہایت بے قراری کے ساتھ تہ درتہ اندھیریوں میں اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنۡتَ سُبۡحٰنَكَ......الخ مچھلی نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن کو خشکی پر اُگل دیا (اللہ تعالیٰ نے وہاں پر اُن کی غیبی سامان سے پرورش کی) جب تندرست ہو گئے تو پھر حکم ہوا کہ اُٹھ نینوہ کو جا اور اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچا۔ چنانچہ یہ اب نینوہ کی طرف گئے اور چالیس روز بعد عذابِ الٰہی آنے کا وعدہ کیا۔ جب لوگوں کو آثار قہرِ الٰہی معلوم ہونے لگے تو بہت سے ایمان لائے اور بادشاہ سے فقیر تک سب کھانا پینا چھوڑ کر ٹاٹ پہن کر گناہوں سے تائب ہو کر دُعاء اور گریہ وزاری میں مصروف ہو گئے جس کی برکت سے وہ عذاب ٹل گیا۔ اس کے بعد مدت تک وہ شہر رستا بستا رہا مَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ۔ مگر یونس علیہ السلام اس عذاب کے ٹل جانے سے نہایت ناخوش تھے کہ میری بات جھوٹی پڑ گئی اور اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ میں اسی لئے ترسیس کو بھاگا تھا کہ تو رحیم کریم غصہ کرنے میں دھیما ہے اب مجھ کو موت دے یونس علیہ السلام نے شہر کے باہر پورب کی طرف اپنے رہنے کے لئے چھپر بنا رکھا تھا تا کہ دیکھے شہر کا کیا حال ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے وہاں کدو کی بیل یا ارنڈی کا ایک درخت پیدا کیا تھا جس کے سایہ میں یہ آرام پاتے تھے وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ۔ ایک روز کیڑے نے اُس کو ایسا کاٹا کہ وہ سوکھ گیا اور دھوپ کا یونس علیہ السلام کو نہایت صدمہ ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا تو ایک اس درخت پر رنجیدہ ہے پھر مجھے کیا لازم تھا کہ نینوہ شہر پر کہ جہاں ایک لاکھ بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ رہتے ہیں شفقت نہ کروں۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ جب عذاب نہ آیا اور یونس علیہ السلام غصہ ہو کر بھاگے تب دریا میں مچھلی کے پیٹ میں جانے کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِكُمَا بِمِصۡرَ بُيُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً ابنِ انباری رحمہ اللہ کہتے ہیں وَّاجۡعَلُوۡا بُيُوۡتَكُمۡ قِبۡلَةً ای قبلاً یعنی مساجد فاطلق لفظ الوحدان والمراد الجمع۔

بیوت کی تحقیق وتفسیر:......خلاصہ یہ کہ بعض مفسرین بیوت یعنی مصر میں گھر بنانے اور قبلہ کرنے سے مراد نماز کی جگہ اپنے گھروں میں

---

❶......ایک بڑا وسیع شہر دریائے دجلہ کے شرقی کنارے پر آباد تھا اس کی شہر پناہ تین روز کی مسافت تھی شہر موصل اس کے ایک محلہ میں آباد ہے حضرت یونس علیہ السلام کی قبر یہیں ہے۔ شہر بابل کا پہلا بادشاہ بلس ہے اس کے بڑے بیٹے نے نس نے تختِ حکومت پر بیٹھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار اُنہتر برس پیشتر ملکِ اسیریہ میں شہر نینوہ کی بنیاد ڈالی یہ خاندان بابل کہ جن کا لقب نمرود ہے جیسا کہ شاہانِ مصر کا فرعون اس عہد میں ہندوستان تک حکمران تھا۔ حضرت یونس علیہ السلام کے عہد تک اسی خاندان کی سلطنت تھی۔ بعد میں ایرانیوں کے ہاتھ آئی۔ آج کل بابل اور نینوہ کے خرابات منزلوں تک دکھائی دیتے ہیں ۱۲۔ حقانی۔

قائم کرنا لیتے ہیں کیونکہ فرعون کا خوف تھا اور بعض کہتے ہیں گھر بنانے کا حکم تھا۔ اوّل قوی ہے۔ پر ان بیوت کے قبلہ بنانے سے کیا مراد ہے اس میں دو احتمال ہیں الاوّل المراد بجعل تلک البیوت قبلة ای متقابلة والمقصود منه حصول الجمعیة واعتضاد البعض بالبعض یعنی اپنے گھر قریب قریب آمنے سامنے بناؤ تاکہ ایک دوسرے سے قوت رہے۔ وقال آخرون المراد جعلوا درر کم قبلة ای صلوا فی بیوتکم (کبیر)۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مراد صرف گھروں میں نماز پڑھنا تھا کیونکہ نماز کی جگہ کو عرب میں قبلہ کہتے ہیں کہ اُس کے سامنے نماز پڑھی جاتی ہے لیکن قرآن سے یہ کہیں نہیں نکلتا کہ ان کو اپنے اپنے گھر قبلہ یعنی بیت المقدس یا کعبہ کی طرف بنانے کا حکم ہوا تھا اور جو کسی نے کہا ہے تو یہ اُس کا قول ہے پس یہود و نصاریٰ کا اس امر میں قرآن کو خلاف گو کہنا محض تعصب ہے۔

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۱۰۴ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۱۰۵
وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا
مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۰۶ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ
بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ
الرَّحِیْمُ ۝۱۰۷ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا
یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِوَكِیْلٍ ۝۱۰۸ؕ
وَاتَّبِعْ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ۝۱۰۹ ع ۱۶

ترجمہ:...... کہو لوگو! اگر تم کو میرے دین میں شک ہے تو (سُن لو کہ) اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں تو ان کو پوجنے کا نہیں، بلکہ میں اللہ تعالیٰ کو پوجوں گا کہ جو تمہاری جان قبض کرتا ہے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ ایمان والوں میں سے ہو کر رہوں ۝۱۰۴ اور یہ بھی (حکم ہوا ہے) کہ یک طرفہ ہو کر دین کی طرف رُخ کئے رہوں۔ اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہونا ۝۱۰۵ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اُن چیزوں کو ہرگز نہ پکارنا کہ جو نہ تجھے نفع دے سکتی ہیں نہ نقصان۔ پھر اگر آپ نے ایسا کیا تو بے شک ظالموں میں سے ہو جاؤ گے ۝۱۰۶ اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی دُکھ پہنچاوے تو بجز اُس کے اور کوئی اس کا دُور کرنے والا بھی نہیں۔ اور اگر آپ ﷺ کے لئے بہتری چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روک بھی نہیں سکتا۔ اس کو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ اور وہ غفور رحیم ہے ۝۱۰۷ کہو اے لوگو! تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ضرور حق آ چکا ہے۔ پھر جو کوئی ہدایت قبول کرتا ہے تو اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے تو اپنی خرابی کو۔ اور (کہو) میں تمہارا ذمہ دار نہیں ہوں ۝۱۰۸ اور جو کچھ آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اسی پر چلو اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔ اور وہ اچھا فیصلہ کرنے والا ہے ۝۱۰۹۔

ترکیب:......ان کنتم شرط فلا اعبد جواب۔ وأن اقم معطوف ہے ان اکون پر مالا ینفعک لا تدع کا مفعول۔ من دون اللہ حال یا صفت بخیر یرد کا مفعول ثانی۔

خاتمۂ سورۃ اور اتمام حجت

تفسیر:......توحید اور مسائل معاد ہر قسم کے دلائل قائم کر کے اب خاتمۂ سورۃ میں حجت تمام کرتا ہے۔ کہ قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ......الخ کہ اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر اب بھی تمہیں میرے دین میں شک باقی ہے تو اس کی طمع نہ رکھنا کہ میں تمہارے دین کو اختیار کرلوں گا مجھے توحید پر مستقیم رہنے حکم دیا گیا ہے۔ پھر دین کے اصل الاصول اور اُس کی پرستش کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات باکمال کے ضمن میں بیان فرماتا ہے۔ اور تبعاً اُن کی بت پرستی پر بھی تعریض کرتا ہے کہ یہ چیزیں قابل پرستش نہیں۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ تک صفت اوّل۔ اَلَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ یہ اس لئے بیان کیا کہ موت سے زیادہ کوئی مسئلہ انسان کے نزدیک مُسلّم الثبوت نہیں جس میں کسی کو بھی شبہ نہیں اور جو نہایت خوفناک چیز ہے جو دارِ آخرت کی کلید ہے وہ اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے تو پھر اور کسی کی پرستش بے فائدہ بات ہے۔ قطع نظر اس بات کے (کہ جب ہم تنہا بیٹھ کر آج سے سو برس تک کا زمانہ گزشتہ خیال میں لاتے ہیں اور اُس عہد کے نامور باکمال اہلِ مال جمال لوگوں کے تذکرہ بھی دوسری آنکھ کے سامنے رکھ لیتے ہیں تو دل میں ایک دھواں سا اُٹھتا ہے اور یہ عالم دریائے رواں کی موج سا معلوم ہوتا ہے کہ یارب اس عہد کے حسینوں اور شہ زوروں اور دولت مندوں، رئیسوں، امیروں، غریبوں میں سے آج ایک بھی باقی نہیں کہ جس سے اس عہد کا حال پوچھتے) ہر رات کو اس کا نمونہ دیکھتے ہیں سناٹا ہوتا ہے کہیں سے آواز بھی نہیں آتی بازار اور شہر اُجاڑ معلوم ہوتے ہیں۔ اسی لئے يتوفی مضارع کا صیغہ ذکر کیا۔ (۲) نفع و نقصان دینے والا بجز اُس کے اور کوئی نہیں اس عالم میں پتا بھی اُس کے حکم بغیر نہیں ہلتا۔ (۳) غفور ہے، بندوں کے گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔ رحیم، اپنی رحمت کا دسترخوانِ عام پھیلا رکھا ہے اس کے بعد قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ میں اعلانِ عام کرتا ہے کہ حق آچکا اب جو کوئی نہیں مانتا اپنا برا کرتا ہے اور جو مانتا ہے تو اپنا بھلا کرے گا۔ رسول (ﷺ) کا کام خبر کر دینا ہے وہ کسی کا ذمہ دار نہیں۔ اس کے بعد صبر کرنے اور وحی کی پیروی کرتے اور مددِ غیبی کا انتظار کرنے کا حکم دے کر سورۃ تمام کر دی۔

اٰیَاتُہَا ۱۲۳ (۱۱) سُوْرَۃُ ہُوْدٍ مَکِّیَّۃٌ (۵۲) رُکُوْعَاتُہَا ۱۰

مکیہ ہے اس کی ایک سو تئیس آیات، دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان و رحم والا ہے۔

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا
اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ ۝۲ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ؕ
وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ ۝۳ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ
وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ* صُدُوْرَھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ ؕ
اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ ۙ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

ترجمہ:...... یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی آیتیں حکیم دانا کی طرف سے مستحکم کردی گئیں پھر مفصل بیان کی گئیں ہیں ۝۱ (بایں مضمون) کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اور کہہ دو) میں تمہارے لئے اس کی طرف سے ڈر سنانے والا اور خوشخبری پہنچانے والا ہوں ۝۲ اور یہ بھی (کہو) کہ تم اپنے رب تعالیٰ سے معافی مانگو پھر اُس کی طرف رجوع کرو تا کہ وہ ایک وقتِ مقررہ تک تم کو اچھی طرح سے رسائے بسائے، اور جس نے بڑھ کر نیکی کی ہو اُس کو بڑھ کر بدلہ دے۔ اور اگر تم پھر نہ مانو تو مجھے تم پر بڑے دن (قیامت) کے عذاب کا اندیشہ ہے ۝۳ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم کو پھر کر جانا ہے اور وہی ہر بات پر قادر ہے ۝۴ (اے رسول ﷺ) دیکھو وہ مشرکین اپنے سینہ دوہرے کررہے ہیں تا کہ اُس سے چھپے رہیں۔ دیکھو جب کہ وہ کپڑے ڈھانکتے ہیں (اس وقت سے بھی) جو کچھ وہ چھپا کر اور ظاہر کر کے کرتے ہیں۔ سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے بے شک وہ دل کے بھیدوں سے خوب واقف ہے ۝۵۔

ترکیب:...... الٓرٰ اسم ہے اس سورۃ کا مبتدا کتاب موصوف احکمت...... الخ صفت مجموعہ خبر یا مبتدا محذوف کی خبر یا بالعکس

* ...... یثنون اس کی ماضی ثنا اس کے معنی پھیرنا یا موڑنا یا لپیٹنا یقال ثنیت الشیٔ اذا عطفتہ وطویتہ ۱۲ منہ۔

زاوی حدیث:...... حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ﷺ کو کس چیز نے بوڑھا بنا دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ (سورۂ) ھود، والعد، عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ اور اذا الشمس کُوِّرَتْ نے۔ دوسری روایت ہے کہ ھود اور اس کی ساتھ والی سورتوں اور سورۃ حاقہ نے۔ (ابواب)

اَلَّا تعبدوا......الخ مفعول لہٗ ہے فصلت کا ای فصلت لاجل ان لاتعبدوا۔ وقیل ان مفسرۃ لانّ فی تفصیل الآیات معنی القول وان استغفروا اس پر معطوف الاحین کا عامل یعلم۔

وجہ تسمیہ سورۃ

تفسیر:...... یہ سورۃ بھی مکہ معظمہ میں اُسی ہنگامہ میں نازل ہوئی ہے کہ جہالت اور بت پرستی کا بازار گرم تھا خدا پرستی کے نام لینے والے پر نہ صرف اُنگلیاں ہی اُٹھتی تھیں بلکہ زہر آلود تیروں کا تودہ بنایا جاتا ہے۔ اس میں منجملہ حالات دیگر انبیاء علیہم السلام کے حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ نہایت عبرت انگیز ہے اس لئے اُن کے نام سے سورۃ نامزد کی جاتی ہے اس میں ایک سو تئیس آیات ہیں۔

قرآن کریم کی آیات محکم ہیں:...... الٓر میں کچھ امورِ مخفیہ کی طرف اشارہ فرما کر کہ جن کو کما ینبغی اُس کا رسول کریم ہی سمجھتا تھا (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے اوّل قرآن مجید کی خوبی اور اس کا منجانب اللہ ہونا بیان فرماتا ہے بقولہ کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ...... الخ احکام کی مضبوطی اور خلل وفساد کا دفع کرنا یعنی یہ کتاب قرآن وہ ہے کہ جس کی آیات محکم ہیں جن میں عقلِ سلیم اور فہم مستقیم کو غور وفکر کرنے سے کوئی بھی خرابی اور نقص معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے اخبارِ ماضیہ سچے سچے واقعاتِ عبرت خیز کا فوٹو ہیں۔ اس کے احکام تہذیب اخلاق سے لے کر سیاستِ ملک تک اور عالمِ آخرت میں سعادتِ عظمٰی حاصل کرنے کے طریق حکماء کا دستور العمل ہیں۔ اُس پر عبارت کی صفائی تہذیب اور سچائی کا زیور علاوہ ہے ایسی کتاب اگر آسمانی کتاب نہیں تو کیا پھر محض تاریخی کتابیں کہ جن میں مبالغہ آمیز الفاظ اور توہمات ہوں یا وہ کہ جن میں عناصر اور مخلوقات کی پرستش ہو عالمِ آخرت اور انسان کی سعادت کا طریقہ ندارد ہو وہ آسمانی کتابیں ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ثُمَّ فُصِّلَتْ یعنی حالتِ مجموعی کے لحاظ سے تو یہ محکم تھی ہی مگر حالت تفصیلی پر بھی غور کیا جائے اور ہر ایک معاملہ کی آیات کو اُن کے مطالب پر جُدا گانا لحاظ کیا جائے تو بھی یہی کہنا پڑے گا کہ یہ تفصیل (کہ دلائل توحید اپنے موقع پر احکام اور مواعظ اور قصص اپنی جگہ پر ترغیب وترہیب دُنیا کی بے ثباتی عالمِ آخرت کی خوبی اپنے محل پر) مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ہے یعنی بشیر کا کام نہیں اُسی حلیم خبیر نے ان موتیوں کو اپنے اپنے موقع پر لڑیوں میں پرو دیا ہے۔ پھر جس کی اجمال اور تفصیلی دونوں حالت ایسی ہوں تو پھر اس میں شک کرنا آفتاب کا انکار کرنا ہے۔

دنیا وآخرت کی سعادت وہلاکت کا تذکرہ:...... پھر اَلَّا تَعْبُدُوْٓا سے لے کر وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تک اُن چند باتوں کی تفصیل فرماتا ہے کہ جن پر دُنیا وآخرت کی سعادت اور خلاف کرنے میں ہلاکت متصور ہے جن کے ظاہر کرنے کو دنیا میں انبیاء بھیجے جایا کرتے ہیں اس لئے اوّل امر کے لحاظ سے بشیر اور ہلاکت سے مطلع کرنے کے اعتبار سے نذیر کہلاتے ہیں اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لَا تَعْبُدُوْٓا...... الخ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہ وہ پہلا حکم ہے کہ جس کی عدولِ حکمی میں نہ صرف بَرِّ عرب بلکہ اس عہد میں رُوئے زمین کے بنی آدم گرفتارِ ہلاکت تھے۔ یہ اس لئے کہ عبادت وپرستش کا استحقاق اُس کے لئے ہے کہ جس نے پیدا کیا ہو اور وہ ہر ایک کے حال سے مطلع بھی ہو کہ جو اپنے مطیع وعابد کو بھلائی، سرکش کو بُرائی پہنچا سکے یعنی علم ہونا چاہئے۔ سوم حالت رو اور اقل مرتبہ رزّاقِ مطلق تو ہو سو یہ تینوں باتیں بجز اس کے اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ ان تینوں باتوں کو اَلَآ اِنَّهُمْ...... الخ سے شروع کرے گا۔ (۲) اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ کہ اپنے گزشتہ گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو استغفار کرو۔ اس میں ضمناً تمام بُری باتوں کے ترک کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (۳) ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ کہ اس کی طرف رجوع کر کے اور موحد بن کے پاک اور باطنی گندگیوں سے صاف ہو جاتا ہے تب اس کی بارگاہِ اقدس کی طرف رجوع کرنے کے لائق ہوتا ہے اور اُس کی بارگاہ میں جانا یا اُس کی طرف رجوع کرنا بغیر اُس کے آلات صوم وصلوٰۃ صلہ رحمی علم ذکر وفکر دعاء ومناجات کے ممکن نہیں۔ اس میں ضمناً اصولِ حسنات کو عمل میں لانے کی طرف

اشارہ ہے جب اس کو یہ رتبہ حاصل ہوا تو وہ مستحق فضل وعنایت ہوا اور عنایت دو قسم پر ہے دنیا کی عافیت آخرت کی نجات و ترقی درجات اس لئے اوّل کی طرف یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا میں اشارہ ہے اور دوسرے کی طرف وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ میں اور نیز وہاں کے درجات کا باعتبار مراتب سعادت تفاوت بھی ظاہر فرماتا ہے۔ ہر چند دنیا کی فراخ دستی، اور خوشحالی، ایمان و کفر پر موقوف نہیں بلکہ بعض اوقات امتحاناً ایمانداروں کے لئے ایسی مصیبت اور تنگی پیش آتی ہے کہ دنیا قید خانہ ہو جاتا ہے اور کفار کو عیش ونشاط بے حد دے کر پھر کر کشتی ڈبوئی جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایمانداروں اور نیکوں کو عمومی حالت میں فراخ دستی، تندرستی غیر قوموں کے ہاتھ سے رستگاری (چھٹکارہ) دے گا اور دیا کرتا ہے جیسا کہ توریت کے بھی متعدد مقامات میں اس امر کی تصریح ہے۔ الی اجلٍ یوں کہا کہ ہمیشگی تو اُسی کے لئے ہے آخر دُنیا سے کوچ کرنا ہے۔ پھر اِنْ تَوَلَّوْا سے قَدِيْرٌ تک خلاف کرنے میں قہر کا آنا دنیاوی سزا اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف جانا اُخروی سزا اور نیز مسئلہ حشر ثابت کرتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اس کی دلیل ہے کہ یہ سب کچھ وہ کر سکتا ہے، ہر بات پر قادر ہے کوئی اسبابِ ظاہر پر مغرور نہ ہوئے۔ اَلَآ اِنَّهُمْ اب یہاں سے اُن تینوں اوصاف کی توضیح کرتا ہے سب سے پہلے وصفِ علم کو بیان فرماتا ہے جس کی نسبت مکہ معظمہ کے کفار کو، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، یہ گمان تھا کہ وہ بوقتِ قضاء حاجت اپنے اوپر کپڑا ڈال لینا اللہ تعالیٰ سے مخفی ہونا سمجھتے تھے یا دل میں بُرے ارادے رکھنے کو (يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ) اور کپڑے یا پردے میں گناہ کرنے کو اللہ تعالیٰ سے مخفی رہنا جانتے تھے۔ کیونکہ وہ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ ......الخ کہ اُس کو ہر ایک چھپی اور کھلی بات معلوم ہے۔ اس میں انسان کے باطنی حالات پر سخت تنبیہ بھی ہے پھر اس کی دلیل ذکر کرتا ہے۔

پارہ (۱۲) وَمَامِنۡ دَآبَّةٍ

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا وَيَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا ؕ
كُلٌّ فِيۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِيۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِيۡ سِتَّةِ اَيَّامٍ
وَّكَانَ عَرۡشُهٗ عَلَى الۡمَآءِ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنۡ قُلۡتَ اِنَّكُمۡ
مَّبۡعُوۡثُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡمَوۡتِ لَيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۷
وَلَئِنۡ اَخَّرۡنَا عَنۡهُمُ الۡعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعۡدُوۡدَةٍ لَّيَقُوۡلُنَّ مَا يَحۡبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوۡمَ
ع يَاۡتِيۡهِمۡ لَيۡسَ مَصۡرُوۡفًا عَنۡهُمۡ وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۝۸ وَلَئِنۡ
اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً ثُمَّ نَزَعۡنٰهَا مِنۡهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوۡسٌ كَفُوۡرٌ ۝۹ وَلَئِنۡ
اَذَقۡنٰهُ نَعۡمَآءَ بَعۡدَ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَقُوۡلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيۡ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ
فَخُوۡرٌ ۝۱۰ اِلَّا الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ
كَبِيۡرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعۡضَ مَا يُوۡحٰۤى اِلَيۡكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدۡرُكَ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا
لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ كَنۡزٌ اَوۡ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ نَذِيۡرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ
وَّكِيۡلٌ ۝۱۲ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ مُفۡتَرَيٰتٍ وَّادۡعُوۡا
مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ۝۱۳ فَاِلَّمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَكُمۡ
فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ بِعِلۡمِ اللّٰهِ وَاَنۡ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ۝۱۴
مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيۡهِمۡ اَعۡمَالَهُمۡ فِيۡهَا وَهُمۡ

فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ⑮ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ
مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ⑯ أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ
وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ
يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي
مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ⑰

ترجمہ:......اورزمین پرکوئی بھی جانور چلنے والاایسانہیں کہ جس کی روزی اللہ تعالیٰ پر نہ ہواوروہ اُن کے رہنے اور (مرکرزمین میں) سونپے جانے کی جگہ بھی جانتا ہے ہرایک چیز کتابِ مبین میں ہے ⑥ اوروہی تو ہے کہ جس نے آسمانوں اورزمین کو چھ دن میں بنادیا۔ اوراُس کا تخت پانی پر تھا تاکہ تمہیں آزماوے کہ تم میں سے کس کے اچھے عمل ہیں۔ اوراگرآپ ان سے کہیں کہ بلاشک تم مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤگے تومنکرین یہ کہہ اُٹھیں گے کہ یہ توصریح جادو ہے ⑦ اوراگرایک وقتِ معین تک ہم ان سے عذاب روکے رکھیں گے تو کہنے لگیں گے کہ اس کوکس نے روک رکھا ہے؟ دیکھوجس دن کہ وہ (عذاب) ان پرآ ئے گا تواُن سے ٹالے نہ ٹلے گا اورجس کووہ ٹھٹھوں میں اُڑایا کرتے ہیں وہ ان پرالٹ پڑے گا ⑧ اوراگر ہم انسان کواپنی رحمت کا مزہ چکھا کر پھراُس سے چھین لیتے ہیں تو ناامید (اور) ناشکرا ہوجاتا ہے ⑨ اوراگرمصیبت کے بعد نعمتوں کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ میری سختیاں جاتی رہیں۔ کیونکہ وہ اترانے والاشیخی خورہ ہے ⑩ مگروہ لوگ کہ جنہوں نے صبر کیا اوراچھے کام کرتے رہے اُنھیں کے لئے مغفرت اور بڑااجر ہے ⑪ پھرکیا آپ اس میں سے جوآپ کی طرف وحی کیا گیا ہے کچھ چھوڑ بیٹھیں گے اورکیا اُن کے اس کہنے سے کہ اُس پرکوئی خزانہ کیوں نہ اُترایا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا؟ آپ کا دل تنگ ہوگا۔ آپ تومحض خوف دلانے والے ہیں۔ اور ہر بات کا ذمہ تواللہ تعالیٰ ہی کا ہے ⑫ کیاوہ کہتے ہیں کہ (قرآن کو) ازخود بنالیا ہے۔ کہہ دوتم ایسی دس سورتیں توبنا کرلے آؤ اوراللہ تعالیٰ کے سوا جس سے چاہومددبھی لےلواگرتم سچے ہو ⑬ پھراگرتمہارا کہانہ کرسکیں توجان لوکہ صرف اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اوریہ بھی کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھراب بھی تم حکم مانتے ہو(یانہیں) ⑭ جوکوئی دنیا کی زندگی اوراس کی آرائش چاہتا ہے تواُن کے اعمال (کا نتیجہ) ہم یہیں پوراکردیتے ہیں اوراُن کوکچھ بھی خسارہ نہیں دیا جاتا ہے ⑮ یہ وہی ہیں کہ جن کے لئے آخرت میں بجزآگ کے اورکچھ نہیں۔ اورجوکچھ دنیا میں اُنھوں نے کیا تھا گیا گزرا ہوا اورجوکچھ کیا کرتے تھے وہ بھی برباد ہوا ⑯ آیاوہ جواپنے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک دلیلِ (عقلی) پرہواور(اس کے بعد) اُس کے پاس خداتعالیٰ کی طرف کا شاہد (قرآن) بھی آگیا ہواوراس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی شاہد ہوجوامام اوررحمت تھی (کیاوہ منکرہوسکتے ہیں؟) یہی لوگ اس پرایمان بھی لاتے ہیں اوردوسرے فرقوں میں سے جواس کا منکرہوگا اس کا ٹھکانا آگ ہے۔ سوآپ علیہ السلام قرآن مجید کی طرف سے شک میں نہ رہیں۔ بے شک یہ آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے لیکن اکثرلوگ ایمان نہیں لاتے۔ ⑰

ترکیب:...... صدرک مرفوع ہے ضائق کا فاعل ہوکر جومعتمد علی المبتدا ہے اورممکن ہے کہ وہ مبتدا اور ضائق خبرمقدم ہو ان یقولوا **ای مخافۃ ان یقولوا۔ افمن کان** موضع رفع میں ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اورخبرمحذوف ہے **تقدیرہ افمن کان علی ھذہ الاشیاء کغیرہ۔**

اللہ تعالیٰ رزاق ہیں ہر چیز سے باخبر ہیں

تفسیر:...... ومامن دابة . . . الخ کہ دنیا پر کوئی ایسا جانور نہیں کہ جس کو وہ روزی نہ دیتا ہو اور یہ اسی کا کام ہے جو علم رکھتا ہوگا۔ اس میں وصفِ دوم رازقیت کا بھی ثبوت ہو گیا اس پر ترقی کرتا ہے کہ وہ ہر چیز کا مستقر یعنی ٹھہرنے کی جگہ ماں کے پیٹ سے لے کر شب کے آرام گاہ تک اور اس کے منازل وجود تک اور مستودع یعنی اخیر سپرد کئے جانے کی جگہ قبر یا جہاں اُس کی ہڈیاں پڑیں گی یا کہاں جائے گا، کیا انجام ہوگا یعنی از ابتداء تا انتہاء سب جانتا ہے۔ تیسرے وصف کو وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ . . . الخ میں ثابت کرتا ہے اور اس کو ثبوتِ علم کے لئے بھی دلیل بنا سکتے ہیں (وَ کَانَ عَرْشه . . . الخ کی تفسیر سورۂ بقرہ میں دیکھو) اس کے بعد عالمِ آخرت اور موت کے بعد زندہ ہونے پر جو اُن کا تعجب تھا اس کو ذکر فرماتا ہے کہ جس کو وہ سِحْرٌ مُّبِيْنٌ کہتے تھے اور عذابِ دنیاوی کی روک رکھنے پر جو وہ کہتے تھے کہ کیوں روک رکھا ہے؟ اس سے ان کی نادانی اور بدبختی کا اظہار فرما کر کلام تمام کرتا ہے۔

فرمایا تھا کہ منکروں سے جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا انکار کرتے ہیں اور اُن کے اس کفر کی سزا یعنی عذاب کو جو ہم نے اُن پر نہیں بھیجا ذکر کیا جاتا ہے تو کس دلیری اور استقلال سے کہتے ہیں کہ وہ کیوں نہیں آتا؟ کس نے روک رکھا ہے؟ اب یہاں فرماتا ہے کہ اُن کی یہ سب باتیں ہماری دُنیاوی نعمت اور راحت کی وجہ سے ہیں اور اُن پر کچھ موقوف نہیں بجز ایمانداروں اور نیکوں کے انسان کا عموماً یہ دستور ہے کہ ولئن اذقنا . . . الخ جب ہم اس کو اپنی نعمت و راحت دے کر چھین لیتے ہیں تو نا اُمید اور ناشکر ہو کر طرح طرح کی بیہودہ باتیں بکنے لگتے ہیں۔ اور جو سختی کے بعد راحت دیتے ہیں تو اپنے پہلے دِنوں کو بھول جاتے اور اُس کے نشہ میں پھول جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ میری سختی کا زمانہ گیا اب دوبارہ نہ آئے گا اور خوب اِتراتے ہیں چونکہ عالمِ حِسّی اور اُسی کے لذائذ اور شہوات ہی پر یہ غش ہے لذائذ روحانی اور عالمِ جاودانی سے غافل ہے، یہیں کی کامیابی کو سعادتِ عظمیٰ سمجھ کر اس پر اتراتا اور عالمِ آخرت کی تکذیب کرتا اور منکر ہو کر اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کا دعویٰ کرتا اور خم ٹھونک کر اُس کے عذاب کا خواستگار ہوتا ہے اور جو کہیں مصیبت آ گئی تو اس محرومی کو سخت محرومی اور عذاب اور نکال حقیقی جان کر نا اُمید اور ناشکر ہو جاتا ہے۔ الغرض ذرا سی نعمت (کیونکہ اَذَقْنَا یعنی چکھانا فرمایا ہے، پیٹ بھر کر دینا تو عالمِ باقی میں ہوگا اگر یہاں ہوتا تو جانے حضرتِ انسان کیا کرتے) پر اِتراتے اور باغی بن جاتے ہیں شکر نہیں کرتے، رسولوں سے مقابلہ عذاب کی خواستگاری جتلاتے ہیں اور ذرا سی مصیبت میں صبر نہیں کرتے۔ مگر جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے ہیں وہ ایسے نہیں وہ نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں کیونکہ اُن کو مقصود بالذات اس عالمِ فانی کے نعماء نہیں بلکہ وہ عالم۔ سو اُن کو وہاں مغفرت اور اجرِ عظیم ہے اور چونکہ وہ اس نعمتِ دُنیا کے نشہ میں بہت سی ایسی باتیں پیغمبر علیہ السلام کے مقابلہ کرتے تھے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا، کبھی یومِ موعود کا وقت پوچھا کرتے تھے جیسا کہ گزرا اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر اور عناد کی راہ سے یہ کہتے تھے کہ ہم تجھے جب مانیں گے جب تُو مکہ مکرمہ کے پہاڑوں کو سونے کا کر دے گا یا تیرے ساتھ کوئی آسمان سے فرشتہ آ کر تیرے برحق ہونے کی گواہی دے گا اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ اور جب تُو ایسا نہ کر سکے تو ہمارے بتوں کی مذمت نہ کر۔ ان رنج آمیز باتوں سے بمقتضائے بشریّت یہ خیال آتا ہوگا کہ ایسے بیہودوں کے سامنے توحید و تلقینِ آخرت کا بیان کرنا اور وحی پر قہقہہ اُڑوانا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دے کر اُن کے فرضِ منصبی پر مستحکم کیا جاتا ہے بقولہ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ . . . الخ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی ان بیہودہ باتوں سے دل تنگ ہو کر بعض احکام (تحقیر بت پرستی وغیرہ) چھوڑ بیٹھیں گے؟ نہیں ایسا نہ کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف اندیشہ ناک باتوں سے مطلع کر دینا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ راہِ ہدایت پر لانا اور حسبِ خواہش معجزات کا صادر کرنا وہ اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ⑫۔

اہل کفر کو چیلنج قرآن جیسی دس سورتیں ہی بنالاؤ..... اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ چونکہ وہ قرآنِ مجید کے بھی منکر تھے اور اُس کو منجانب اللہ بھی نہیں کہتے تھے، ان کے جواب میں فرمایا ہے قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ ...... الخ کہ اُن سے کہہ دو اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تو حضرت محمد ﷺ میں تم سے زیادہ کونسے اسبابِ فصاحت و بلاغت جمع ہیں بلکہ وہ ان باتوں میں تم سے بدرجہا کم ہیں سوتم ایسی دس سورتیں تو بنالاؤ اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے ہو سب سے مدد بھی لے لو پھر تم جب ایسا نہ کرسکو تو یقین کرلو کہ یہ بشر کا کلام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ علام کا جس نے اس میں دُنیا و آخرت کے علوم کا دریا بہادیا ہے۔ اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ اور اس سے یہ بھی جان لو کہ تمہارے معبود جو اس کام میں عاجز رہ گئے معبود نہیں۔ بس عالمِ وجود میں صرف معبود تو اللہ تعالیٰ ہی ہے وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ پھر اب بھی مانتے ہو یا ضد میں پڑے رہو گے۔ اس وقت کے کفار ایک یہ بھی حجت پیش کیا کرتے تھے کہ اتباعِ قرآن و اسلام کی کیا ضرورت ہے؟ مسافر کو کھانا کھلانا، یتیم کی پرورش کرنا بھوکوں کی خبر گیری کرنا، رستوں پر کنوئیں کھدوانا، سایہ دار درخت لگانا، بہت سے نیک کام ہم کرتے ہیں اور اُن کا مقبول ہونا بھی ثابت ہے کہ ہم ایسے کاموں سے دنیا میں پھلتے پھُولتے ہیں، اولاد و مال میں برکت، امن و تندرستی نصیب ہوتی ہے۔ سو یہی بات کافی ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ..... الخ کہ یہ لوگ عالمِ آخرت پر تو کچھ نظر رکھتے ہی نہیں، ان کاموں سے ان کی غرض حیات الدنیا اور اُس کی زینت، کثرتِ اولاد و مال ہوتی ہے سو ان کا بدلہ پورا پورا ہم ان کو یہیں دیدیتے ہیں اب رہا دارِ آخرت، سو اس کے تو وہ منکر ہیں اور نیز وہاں کے لائق اعمال و ایمان و اخلاص ان کو نصیب نہیں کیونکہ ان چیزوں کے معلمِ الٰہی پیغمبر کا وہ اتباع نہیں کرتے صرف عقل بغیر مددِ الہام کچھ کام نہیں کرسکتی سو اس لئے وہاں اُن کے لئے آتشِ جہنم ہے اور یہ دُنیا کا عمل جو ریاء اور غرض حصولِ دنیا پر مبنی تھا سب نکما ہوجائے گا اس میں ریاکاروں کے لئے سخت چشم نمائی ہے احادیثِ صحیح میں بھی ریاکاری کی نماز اور تلاوتِ قرآن، درس تدریس علومِ اسلامیہ جہاد و صدقات کا باطل ہونا اور آخرت میں حرمانی و پریشانی اُٹھانا بکثرت وارد ہے اس کے بعد ان لوگوں کا کامیاب ہونا دارِ آخرت میں بیان فرماتا ہے کہ جو اسلام کی سیدھی سڑک پر چلتے ہیں۔

قبولیت اسلام کے لیے تین دلیلیں: ..... اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ ..... الخ ان آیات میں یہود کی طرف بھی خطاب ہے اور ان کا ان سلیم الطبع یہود سے مقابلہ کیا جاتا ہے جو اسلام میں داخل ہوگئے تھے یا اُن کا قلبی میلان تھا۔ مقابلہ اور موازنہ کی تقریر یہ ہے کہ بھلا وہ شخص کہ جن کے پاس اسلام قبول کرنے کے لئے یہ تین دلیلیں ہیں اور اسی سبب سے وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اُن منکروں کے برابر ہوسکتے ہیں جو اور قبائل یہود و نصاریٰ میں سے بے دلیل قرآنِ مجید کا انکار کر کے جہنم میں گھر بناتے ہیں ہرگز برابر نہیں اور وہ تین دلیل یہ ہیں۔

(۱) على بينة کہ خدائی دلیل پر قائم ہیں وہ کیا ہے؟ نورِ فطرت، دل کی آنکھ جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے اور جب وہ قرآن اور اسلام کے اُصول و فروغ میں نظر کرتی ہے تو اُس کو خلافِ عقل نہیں پاتی اس کی ذاتی صداقت و نورانی اُصول پر فریفتہ ہوجاتی ہے۔

(۲) وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ اللہ تعالیٰ کا گواہ بھی ان کے رُوبرُو شہادت دے رہا ہے وہ کون؟ پیغمبر علیہ السلام جس کی صورت و سیرت اُس کے شاہد ہونے پر آپ واضح دلیل ہے یا جبرئیل علیہ السلام فرشتہ جس نے ظاہر ہو کر بارہا شہادت دی اور تصدیق کی ہے۔

(۳) وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى . . . الخ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت جس کے اُصول اور قرآن مجید کے اصول میں سرمو (بال برابر) بھی فرق نہیں اور اس میں بہت سی اس کے برحق ہونے کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔ پھر ان تین دلائل کے بعد جو خواہ مخواہ راستباز کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کررہے ہوں اُس کو نہ ماننے یہ اس کی بدبختی ہے اور اس کا مقام جہنمِ ابدی کا مقتضی ہے۔ ان دلائل کے بعد آنحضرت ﷺ کو مخاطب بنا کر اور ہر ایک صاحبِ عقل سلیم سے ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے یعنی قرآنِ مجید و اسلام سے شک میں نہ رہنا

چاہیئے یہ آفتاب کی طرح روشن اور برحق ہے مگر اس پر بھی بدبخت ایمان نہیں لاتے۔ توریت کو امام یعنی پیشوا اور رحمت فرمایا سو کتاب الٰہی میں دونوں وصف ظاہر ہیں۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ
الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾
الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا
كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا* اِلٰی رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰی وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ
يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ع

ترجمہ: ..... اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ یہ لوگ اپنے رب تعالیٰ کے روبرو پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہی تو ہیں جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ پر جھوٹ بولا تھا۔ دیکھو ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ﴿۱۸﴾ وہ جو اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے اور اُس میں کجی پیدا کرنا چاہتے رہے۔ وہی آخرت کے بھی منکر رہے ﴿۱۹﴾ یہ لوگ زمین پر بھی ہمارے قابو سے باہر نہ تھے اور نہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان کا کوئی حمایتی تھا، اُن کو دوچند عذاب دیا جائے گا۔ وہ نہ (حق بات) سُن سکتے تھے اور نہ دیکھ سکتے تھے ﴿۲۰﴾ اُنھوں نے خود اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا اور جو کچھ جھوٹ باندھتے تھے وہ سب کھویا گیا ﴿۲۱﴾ بے شک یہی لوگ آخرت میں زیادہ زیاں کار ہیں ﴿۲۲﴾ بے شک وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور اپنے رب تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے رہے وہی جنتی ہیں، وہ اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے ﴿۲۳﴾ دونوں فریق کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک اندھا اور بہرہ ہو (کفار) اور دیکھنے والا اور سُننے والا (مومن) کیا دونوں کا حال برابر ہے؟ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے؟ ﴿۲۴﴾

ترکیب: یضاعف جملہ مستانفہ ہے ما کانوا۔ ما میں تین وجہ ہیں اوّل یہ کہ نافیہ ہے والثانی مصدریہ وفیہ مافیہ والثالث بمعنی

* الاخبات ھو الخشوع والخضوع وھو ماخوذ من الخبت وھو الارض المطمئنۃ فاذا یتعدی بالی فمعناہ الاطمینان اخبت الیہ ای اطمئن الیہ واذا یتعدی باللام فمعناہ الخشوع اخبت لہ ای خضع لہ ۱۲ ابو الحق حقانی۔

الذی۔ لا جرم...... الخ اس میں دو قول ہیں اوّل یہ کہ لاکلام سابق کے رد کے لئے ای لیس الامر کمازعموا۔ جرم فعل ضمیراس میں مضمراس کی فاعل۔ وانھم...... الخ جملہ محل نصب میں دوم لاجرم بمعنی حق بمنزلہ ایک کلمہ کے انھم جملہ محل رفع میں فاعل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ظالم ہیں

تفسیر: ...... کفارِ مکہ کی عادت تھی کہ وہ طرح طرح کے شبہات وارد کیا کرتے تھے کبھی نئے نئے معجزات طلب کیا کرتے، کبھی قرآن مجید کا انکار کرتے تھے، کبھی اپنے پرانے ڈھکوسلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے کہ ان بتوں کی پرستش کا اسی نے ہم کو حکم دیا ہے، اُسی نے ان کو اپنے کارخانۂ قضاء وقدر کا مختارِ کل کیا ہے، اُسی کے حکم سے ہم بعض چیزوں کو حلال بعض کو حرام قرار دیتے ہیں چونکہ یہ سب باتیں بے بنیاد اور اللہ تعالیٰ پر ناحق کا بہتان تھا، اس لئے ان کے جواب میں فرمایا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی کہ اس سے زیادہ کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے پھر اُولٰٓئِكَ یُعْرَضُوْنَ...... الخ میں اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ان کا پیش کیا جانا اور گواہوں کا ان کی تکذیب کرنا بیان فرماتا ہے۔ (اشہاد جمع شاہد کصاحب واصحاب او جمع شہید کشریف واشراف، گواہوں سے مراد مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ ملائکہ ہیں جو اعمال لکھتے تھے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عامۃ الناس مراد ہیں جیسا کہ کہتے ہیں یہ بات علیٰ رؤس الاشہاد ہوئی، اور مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک انبیاء علیہم السّلام مراد ہیں)

جھوٹوں پر رب تعالیٰ کی لعنت اور اہلِ کذب کے حالات: ...... پھر جب عدالتِ آسمانی میں ان کا جھوٹ ثابت ہوجائے گا تو اعلان کردیا جائے گا اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ...... الخ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اس کے بعد ان کے کچھ اوصاف وحالات بیان فرماتا ہے کہ اور لوگ بھی ان اوصاف سے دُور رہیں۔ (۱) یہ کہ وہ آپ تو گمراہ ہیں ہی دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے ہیں۔ (۲) اس راہِ الٰہی میں شبہات پیدا کر کے کجی نکالنا چاہتے ہیں یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا جیسا کہ آج کل پادری نئے نئے رسالے اور کتابیں طبع کرتے ہیں کہ جن میں اسلام کی ہجو اور اس میں نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔ پھر عورتوں کے ذریعہ سے زنانہ سکول قائم کر کے پردہ نشین عورتوں پر بھی جال مارتے ہیں۔ (۳) یہ کہ آخرت کے منکر ہیں۔ (۴) اُولٰٓئِكَ...... الخ یہ لوگ اپنے اسباب ومال کے زور میں اور اپنی کامیابیوں کے نشہ میں آکر یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوگئے۔ اس نے عذاب بھیجنے میں جو دیر کر رکھی ہے کسی مصلحت اور اپنے حلم کی وجہ سے کر رکھی ہے۔ (۵) اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اُن کا کوئی فرضی معبود جس کو وہ پُوجتے ہیں اُس کے عذاب سے بچا نہیں سکتا جب آپڑتی ہے تو کوئی دیوتا اُس کا ہاتھ نہیں روکتا۔ (۶) ان کو دوچند عذاب ہوگا گمراہ ہونے اور گمراہ کرنے کا۔ (۷) نہ حق سُن سکتے تھے نہ دیکھ سکتے تھے یعنی ان کے تعصب نے اُن کے سمع وبصر باطنی کو بے کار کیا یا لاکھ دلائل پیش کرو مگر پُرانی لکیر کے فقیر ہیں بھلا کسی کی کب مانتے ہیں؟ (۸) یہ لوگ زیاں کار ہیں آخرت میں ان کے یہ فرضی ڈھکوسلے کھوئے جائیں گے نہ مسیح علیہ السلام کی اُلوہیت وتثلیث وکفارہ پر ایمان لانا نجات دے گا نہ گائے کی دُم پکڑ کے (نرک) جہنم سے پار ہوں گے نہ اور کسی کی نذر ونیاز کام آئے گی۔

اہلِ ایمان اور اہلِ کفر میں فرق: ...... اس کے بعد اہلِ ایمان اور نیک لوگوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہا کریں گے۔ پھر ان دونوں فریق یعنی اہلِ ایمان وکفار کا فرق ظاہر کرتا ہے کہ ایک فریق اندھا اور بہرہ۔ دوسرا دیکھنے اور سُننے والا برابر ہوسکتے ہیں؟ یعنی ہرگز برابر نہیں ہوسکتے۔ پہلا کفار ومشرکین کا فریق اور دوسرا اہلِ ایمان اور نیکوں کا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖٓ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا

اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا
بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ
یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ
فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَیٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ
عَلَیْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ
مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَیٰقَوْمِ مَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ
اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ
اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ
یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾
قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا
یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْ ؕ
هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ
اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

ترجمہ: اور بے شک ہم نے نوح کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا کہ (اُن سے کہیں) میں تمہیں صاف (صاف) ڈر سنانے والا ہوں﴿۲۵﴾ (اور یہ بھی) کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مجھے تمہاری نسبت ایک دُکھ دینے والے دن کے عذاب کا ڈر لگ رہا ہے﴿۲۶﴾ تب اُس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے کہ ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اور ہم کو تو تمہارے پیرو وہی دکھائی دیتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں سرسری نظر سے

(پیرو ہو گئے ہیں) اور ہم تمہارے لئے اپنے اوپر کوئی فضیلت بھی نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں⁽²⁷⁾ نوحؑ نے کہا اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک سند پر ہوں اور میرے پاس اُس کے ہاں سے رحمت بھی آ چکی ہو پھر وہ تمہیں دکھائی نہ دیتی ہو تو کیا میں زبردستی سے تمہارے گلے مڑھ دوں اور تم اس سے نفرت کرتے جاؤ⁽²⁸⁾ اور اے قوم! اس پر میں تم سے کوئی مال بھی تو نہیں مانگتا میری مزدوری تو اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور میں تو ایمان والوں کو دھتکارنے کا نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے رب تعالیٰ سے ملنا چاہتے ہیں لیکن میں تم کو ایک جاہل قوم دیکھتا ہوں⁽²⁹⁾ اور اے قوم! مجھے اللہ تعالیٰ سے کون چھڑا سکتا ہے جو میں اُنھیں دھتکار دوں۔ پھر تم کیا نہیں سمجھتے؟⁽³⁰⁾ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور نہ اُن لوگوں کو کہ جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر جانتی ہیں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو بہتری نہ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی اُن کے دل کی بات خوب جانتا ہے۔ بے شک ایسا کروں تو میں بے انصاف ہوں⁽³¹⁾ وہ بولے کہ اے نوحؑ! تو نے ہم سے جھگڑا کیا پس بہت جھگڑ چکا، اب جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو سچا ہے تو اس کو لے آ⁽³²⁾ نوحؑ نے کہا اس کو تو اگر چاہے گا اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اور تم اُس کو روک نہ سکو گے⁽³³⁾ اور میری نصیحت تم کو (کچھ بھی) فائدہ نہ دے گی۔ گو میں کتنی ہی نصیحت کرنا چاہوں اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارا گمراہ رکھنا ہی منظور ہے۔ وہ تمہارا رب تعالیٰ ہے۔ اور اُس کی طرف تم کو پھر جانا ہے⁽³⁴⁾ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود بنالیا ہے تو کہہ دو اگر میں نے از خود بنالیا ہے تو اس کا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں⁽³⁵⁾

ترکیب:...... اِنِیّ بالکسر علیٰ تقدیر فقال اِنیّ و بالفتح بانیّ ان لا تعبدوا بدل ہے کلام سابق انیّ...... الخ سے مانرٰک اگر رؤیۃ العین سے ہے تو اس کے بعد کا جملہ حال اور قد مقدّر لانہ مفعول ثانی اراذل جمع ارذال اور یہ رذل کی جمع ہے و قیل ارذل واحد و جمعہ' اراذل۔ بادی بمعنی ظاہر اگر دال کے بعد ہمزہ سے پڑھا جائے تو بدأیبدأ اذا فعل الشئ اوّلا سے ہوگا ورنہ بدا یبدو سے جس کے معنی ظاہر ہونے کے ہیں۔ یہ منصوب ہے ظرف ہونے کی وجہ سے اور عامل اس کا اتبعک ہے۔ لن یؤتیھم...... الخ جملہ مقولہ و لا اقول کا تزدری دال بدل ہے ت سے اصلہ' تزتری و ھو یفتعل من زریت ت دال سے بدل گئی لتجانس الزّای فی الجھر اور ت چونکہ حروفِ مہموسہ میں سے ہے اس لئے ز کے ساتھ جمع نہ ہوئی۔

چند عبرتناک و نصیحت آموز واقعات

تفسیر:...... مضامین مذکورہ بالا کے بعد چند عبرتناک واقعات بیان فرماتا ہے جن میں سے اوّل قصہ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی بدبخت قوم کا ہے کہ حضرت (علیہ السلام) نے سیکڑوں برس وعظ و پند کیا طرح طرح سے سمجھایا مگر ان کی بدبختی اور شامت کا ہے کو راہِ راست پر آنے دیتی تھی آخر سب غرق ہوئے طوفان آیا اگرچہ یہ قصے آگے بھی کئی بار آ چکے ہیں خصوصاً سورۂ یونس علیہ السلام میں بھی جو مکیہ ہے مگر لطف اور اعجاز یہ ہے کہ ایک ایک قصہ کو کس کس رنگ سے پلٹ کر بیان کیا جاتا ہے جو اپنے موقع پر نیا قصہ معلوم ہوتا ہے اور ایک جداگانہ عبرت پیدا کرتا ہے توریت میں بھی یہ قصۂ طوفان نہایت وضاحت سے مذکور ہے مگر توریتِ موجودہ میں اور قرآنِ مجید میں بجز دو تین باتوں کے جن کو بیان کرتے ہیں اور کچھ اختلاف نہیں۔ اب اس کا سبب غالباً وہی سبب ہے کہ توریتِ موجودہ میں بے شمار مواقع ہیں کہ اس کے مُصنّف یا کاتبوں سے غلطیاں سرزد ہوئیں یا بعد میں کچھ کمی زیادتی ہوگی جیسا کہ اس کا ثبوت ہم نے اپنی اس کتاب میں متعدد جگہ کیا ہے اور کُتبِ مناظرہ اظہار الحق وغیرہ میں بڑی تشریح ہے۔ ان اختلافی باتوں میں اہلِ کتاب قرآن پر غلطی کا الزام لگایا کرتے ہیں اور بعض برائے نام مسلمان جو اُن کے مُرید اور توریتِ موجودہ کو اصلی توریت بنانے کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں کچھ دُور از کار توجیہیں کر کے (حقیقت سے دور توجیہات) باہم توافق پیدا کرتے ہیں کہ اس سے یہ مُراد ہے اور اُس سے یہ مراد ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ
سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٩﴾
حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ
وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۗ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٤٠﴾
وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖ٭هَا وَمُرْسٰىهَا ۗ اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤١﴾
وَهِىَ تَجْرِىْ بِهِمْ فِىْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۗ وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِىْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَىَّ
ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٢﴾ قَالَ سَاٰوِىْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِىْ مِنَ
الْمَآءِ ۗ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ
فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَقِيْلَ٭ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِىْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِىْ وَغِيْضَ
الْمَآءُ وَقُضِىَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِىِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ ع

٭ ..... بسم اللہ متعلق بار کبوا مجرھا و مرسٰھا بضم المیم من اجریت وارسیت اسماء زمان وھما منصوبان علی الظرفیة أی وقت اجراءھا وارسائها وقری الاوّل بفتح المیم والثانی بضمها وقری بفتحها وقری مجریها ومرسیها بلفظ اسم الفاعل مجرور المحل علی انھما وصفان لله والرسو الثبات فی موج جمع موجة کالجبال صفت الموج شبهها بالجبال فی تراکمها وارتفاعها ۱۲ منه

٭ ابلعی من البلع ھو الشرب وتغویر الماء ومنه البالوعة وھی موضع یشرب الماء ، یجذبه وبلع الطعام اذا ازدرده اقلعی الاقلاع الامساک وقیل من القلع بمعنی الجذب وغیض الماء أی نقص غاض الماء وغضته انا ۱۲

٭ قری حفص بفتح المیم وامالة الراء۔ ۱۲ منه

٭ اس آیت و قیل یا ارض سے ظالمین تک میں جو کچھ فصاحت و بلاغت کے اسرار ہیں اُن سے منکرین کے بھی ہوش جاتے رہے تھے لطف یہ کہ اس آیت کے ۱۹ کلمات اور ان میں ۲۱ اقسام بدیع موجود ہیں مناسبت مطابقت، مجاز، استعارہ، اشارہ، تمثیل، ارداف، تعلیل، صحت التقسیم، احتراس، ایضاح، مساواۃ، حسن حق، ایجاز، تسہیم، تہذیب، حسن بیان، تمکین، تجنیس، مقابلہ، ذم وصف اس کی شرح میں علماء نے بڑی بڑی نادر تصانیف کی ہیں۔ علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی نے اپنی تفسیر میں اور سید محمد بن اسمٰعیل بن صلاح نے اپنے رسالہ نہر المورود فی تفسیر آیت ہود میں بہت کچھ لکھا ہے اور بشرط فرصت اُردو میں ہم بھی ایک جداگانہ کتاب لکھ کر دکھائیں گے ۱۲ منه

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِىْ مِنْ اَهْلِىْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ
الْحٰكِمِيْنَ۝۴۵ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا
تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۝۴۶ قَالَ
رَبِّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِىْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِىْ وَتَرْحَمْنِىْٓ
اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۝۴۷ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى
اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝۴۸ تِلْكَ
مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ
قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۝۴۹ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ ع معانقة عند المتأخرين ۱۲
يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۝۵۰ يٰقَوْمِ
لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۵۱
وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا
وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ۝۵۲ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا
بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِىْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۝۵۳ اِنْ
نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ
بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۝۵۴ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ۝۵۵ اِنِّىْ
تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّىْ
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝۵۶ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ
وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ڐ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا
رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ
ع ۱۱ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: ...... اور نوح علیہ السلام کی طرف (یہ) وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہ لائے گا ❶ مگر جسے (لانا تھا) لاچکا، پھر تم ان کی باتوں پر جو وہ کررہے ہیں کچھ غم نہ کرو ﴿۳۶﴾ اور ہماری مدد اور وحی سے کشتی بناؤ اور ستمگاروں کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا، کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے ﴿۳۷﴾ اور نوح تو کشتی بنارہے تھے اور جب اُن کی قوم کے لوگ اس کے پاس سے ہوکر گزرتے تھے تو اُس سے ہنسی کرتے تھے۔ (نوح) کہتے تھے اگر تم ہم سے ہنسی کرتے ہو تو اسی طرح ہم بھی تم سے ہنسی کریں گے ﴿۳۸﴾ تم کو ابھی معلوم ہوجاتا ہے کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے، جو اُس کو رُسوا کرے گا۔ اور کس پر دائمی عذاب اُترتا ہے ﴿۳۹﴾ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آچکا اور تنور (غضبِ الٰہی) جوش میں آگیا تو ہم نے کہہ دیا کہ (اے نوح علیہ السلام) اس کشتی میں ہر ایک قسم کے جانوروں میں سے نر و مادہ کے دو دو جوڑوں کو اور اپنے گھر والوں کو مگر اُن کو کہ جن کی بابت ہمارا فیصلہ ہوچکا اور جو ایمان لایا سب کو سوار کرلو، اور اس کے ساتھ ایمان تو بہت ہی کم لائے تھے ﴿۴۰﴾ اور نوح نے کہا کہ (آؤ) اس میں سوار ہوجاؤ اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ کیونکہ میرا رب تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۴۱﴾ اور وہ کشتی انہیں لے کر پہاڑ سی موجوں میں چلنے لگی، اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ کنارے پر تھا کہ بیٹا! ہمارے ساتھ سوار ہولے اور کافروں کے ساتھ نہ رہ ﴿۴۲﴾ اُس نے کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لئے لیتا ہوں وہ مجھے پانی سے بچائے گا۔ (نوح نے) کہا آج تو اُس کے حکم (عذاب) سے کوئی بھی بچانے والا نہیں مگر اللہ تعالیٰ ہی جس پر مہربانی کرے (تو بچے) اور اُن کے درمیان موج حائل ہوئی سو وہ ڈوب کر رہ گیا ﴿۴۳﴾ اور حکم ہوا کہ اے زمین اپنا پانی جذب کرلے اور اے آسمان تھم جا اور پانی اُتر گیا اور کام ہوچکا اور کشتی جودی پر جالگی۔ اور کہہ دیا گیا کہ ظالموں پر پھٹکار ہے ﴿۴۴﴾ اور نوح نے اپنے رب تعالیٰ کو پکار کر کہا اے رب تعالیٰ! میرا بیٹا تو میرے کنبے میں سے تھا۔ اور تیرا وعدہ بھی برحق ہے۔ اور تو حاکموں کا حاکم ہے ﴿۴۵﴾ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے نوح علیہ السلام! وہ تمہارے کنبے میں سے نہیں۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے۔ پھر تم جس چیز سے واقف ہی نہیں اس کی ہم سے درخواست نہ کرو۔ میں تمہیں نصیحت کئے دیتا ہوں نادانی نہ کیا کرو ﴿۴۶﴾ (نوح نے) کہا کہ اے رب تعالیٰ! میں اُس بات کے سوال کرنے سے کہ جس کا مجھے علم نہیں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور (مجھ پر) مہربانی نہ فرمائے گا تو میں خراب ہوجاؤں گا ﴿۴۷﴾ حکم ہوا اے نوح! ہماری سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر رہیں گی کشتی سے اُترو۔ اور (بعد میں) ایسے گروہ بھی ہوں گے کہ جن کو ہم (دنیا میں) آبرومند کریں گے۔ (پھر آخرت میں ان کی بدکاری سے) اُن پر ہماری طرف کا دردناک عذاب پہنچے گا ﴿۴۸﴾ یہ ہی غیب کی خبریں کہ جن کو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں۔ ان کو اس سے پہلے نہ تو آپ ہی جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی، پس صبر کرو کیونکہ انجام کار پرہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۴۹﴾ اور ہم نے قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ اُنھوں نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تم تو محض جھوٹی باتیں بنایا کرتے ہو ﴿۵۰﴾ اے قوم! میں تم سے اس پر کچھ مزدوری بھی تو نہیں چاہتا، میری مزدوری تو اُسی پر ہے کہ جس نے مجھ کو پیدا کیا۔ پھر تم کیا نہیں

❶ ...... یعنی ازل میں جس کی نسبت حکم ہوچکا کہ یہ دنیا میں ایمان نہیں لائے گا اس کے سوا ایمانداروں اور اپنے خاندان کو بھی کشتی میں سوار کرلے ۱۲ منہ

سمجھتے ؟@ اور اے قوم! اپنے رب تعالیٰ سے معافی مانگو، پھر اُس کی طرف رجوع کرو، وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجے گا، اور تمہاری قوت کو اور بڑھادے گا، اور تم نافرمان ہو کر نہ پھر جاؤ@ کہنے لگے اے ہود! تو تو ہمارے پاس کوئی بھی معجزہ نہیں لایا اور ہم تو تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے@ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تجھ کو ہمارے کسی دیوتا نے بُری طرح سے جھپٹ لیا ہے۔ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اُن چیزوں سے کہ جنہیں تم اس کے سوا شریک ٹھہراتے ہو بیزار ہوں@ سو تم سب مل کر میرے لئے داؤ کرلو پھر مجھے مہلت نہ دو@ میں نے تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرلیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ کوئی بھی زمین پر ایسا چلنے والا نہیں کہ جس کی چوٹی اس نے نہ پکڑ رکھی ہو۔ بے شک میرا رب تعالیٰ ہی سیدھے رستہ پر ہے@ پھر اگر تم نے نہ مانا تو جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا دیا۔ اور تمہاری جگہ میرا رب تعالیٰ اور قوم کو پیدا کردے گا۔ اور تم اُس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔ البتہ میرا رب تعالیٰ ہر چیز کا نگہبان ہے@ اور جب کہ ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ہود کو اور اُن کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیا، اور ہم نے اُن کو سخت عذاب سے نجات دی@ اور یہ تھی قوم عاد کہ جس نے اپنے رب تعالیٰ کی آیتوں کا انکار اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی اور ہر ایک جبار سرکش کا حکم مانتے تھے@ اور اس دنیا میں بھی اپنے پیچھے لعنت چھوڑ گئے اور قیامت کے دن بھی۔ (دیکھو) قوم عاد نے اپنے رب تعالیٰ کا انکار کیا تھا۔ دیکھو عاد جو ہود کی قوم تھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُور کئے گئے@۔

تنور کا جوش مارنا اور پانی کا پھوٹ پڑنا

تفسیر:..... یہ مراد۔ اگر توافق اور تطابق کسی وجہ و جیہ کے ساتھ ہو تو کچھ مضائقہ بھی نہیں وہ باتیں یہ ہیں اوّل فار التنور تنور کا جوش مارنا اور موافق قولِ اکثر مفسرین تنور سے پانی جوش مار کر نکلنا طوفان کی علامت قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ توریت میں اس کا کہیں ذکر بھی نہیں اگر تنور سے روٹیاں پکانے کا تنور مراد ہے تو اس کا وہی جواب ہے جو گزرا اور اگر مفسرین اسلام میں سے دوسرے فریق کا قول مان لیا جائے کہ جس کو امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ تنور سے مراد روٹیاں پکانے کا تنور نہیں بلکہ عرب روئے زمین کو تنور کہتے ہیں، تب یہ معنی ہوں گے کہ زمین سے پانی پھوٹ نکلا جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیات میں ہے۔ ففتحنا . . . الخ

القول الثانی لیس المراد من التنور تنور الخبز وعلیٰ ھذا التقدیر ففیہ اقوال (الاول) انہ انفجر الماء من وجہ الارض کما قال تعالیٰ ففتحنا ابواب السماء بماء منھمر وفجرنا الارض عیونا فالتقی الماء علی امر قد قُدر۔ والعرب تسمی وجہ الارض تنورا، تو کچھ بھی باہم مخالفت نہیں رہتی، کیونکہ توریت سفر پیدائش کے ساتویں باب میں آسمان سے پانی برسنا اور زمین کے سوتوں میں سے نکلنا لکھا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم اور ان کے بیٹے کی نافرمانی:..... دوم: وَنَادٰی نُوْحُ ابْنَہٗ ..... الخ کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی میں سوار ہونے کو کہا لیکن وہ سوار نہ ہوا اور غرق ہو گیا حالانکہ توریت کے سفر مذکوری میں نوح علیہ السلام کے تین بیٹے لکھے ہیں سام، حام، یافث اور تینوں کا کشتی میں سوار ہونا اور طوفان سے نجات پانا لکھا ہے اور نیز مفسرین اسلام اس بیٹے کا نام کنعان بتلاتے ہیں حالانکہ کنعان حام کا بیٹا نوح علیہ السلام کا پوتا ہے جیسا کہ توریت میں تصریح ہے۔ اُس کا جواب بھی وہی ہے جو بیان ہوا کہ توریت میں غلطی ہے اور توریت کی غلط بیانی پر ہم اسی سفر اور اسی مقام سے چند نمونے پیش کرتے ہیں کہ جن میں اضطراب پایا جاتا ہے جن کی تفسیر میں علمائے اہلِ کتاب بھی بہت مضطرب ہیں۔

شاہد اوّل توریت سفر پیدائش ۷ باب اور ۷ اور ۱۷ میں ہے اور چالیس دن طوفان کی باڑھ زمین پر رہی اور اس کی چند سطر بعد یہ بھی ہے (۲۴) اور پانی کی باڑھ ڈیڑھ سو دن تک زمین پر رہی۔ اب دونوں میں ایک ضرور غلط ہے یا وہم مصنف ہے۔ علاوہ اس کے اوّل

بات کی تائید اسی باب کے گیارہویں درس سے ہوتی ہے اور نیز ۸ باب میں بھی ڈیڑھ سو دن کے بعد پانی کا کم ہونا لکھا ہے اور اُس کے بعد کا بیان کہ چالیس دن کے بعد نوح علیہ السلام نے کشتی کی کھڑکی کھول کر کوے کو اُڑایا اور اُس کے بعد کبوتری کو اُڑایا اور وہ واپس آئے پھر سات روز کے بعد اُڑایا تو درخت کے پتے مُنہ میں لائے (اور پتے منہ میں لانا پانی اُترنے کی دلیل میں ہے) اس کی تغلیط کرتا ہے۔

شاہدِ دوم ۹ باب میں ہے کہ حام نے اپنے باپ نوح علیہ السلام کو خیمہ میں بحالتِ مخموری برہنہ دیکھا جس پہ سام اور یافث نے اس پر کپڑا ڈھانکا (۱۸ تا ۲۳) پھر درس ۲۴ میں ہے کہ جب نوح علیہ السلام اپنے مئے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اُس کے چھوٹے بیٹے نے اُس کے ساتھ کیا تھا اُسے معلوم کیا۔ ۲۵۔ تب وہ بولا کہ کنعان ملعون ہووے اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔ ۲۶۔ پھر بولا خداوند سام کا خدا مبارک اور کنعان اُس کا غلام ہوگا۔ ۲۷۔ خدا یافث کو پھیلائے اور وہ سام کے ڈیروں میں رہے اور کنعان اُس کا غلام ہو۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ چھوٹے بیٹے سے مراد (جس نے برہنگی دیکھی) حام ہے تو اس کے بیٹے کنعان غریب کی کیا خطا ہے جو اُس پر لعنت کی گئی اور حام کو سام کا غلام بنایا گیا؟ اگر کہو نسلِ حام کے لئے بددعا ہے تو پھر کیا حام کی نسل میں یہی تھا بلکہ کوش اور مصر اور فوط اس کے تین بھائی اور بھی تھے اور اگر چھوٹے بیٹے سے مراد کنعان ہے تو مدعا حاصل ہے۔ اب رہا اس نافرمان کا غرق ہونا تو یہ قرینِ قیاس ہے۔

اس اختلاف سے صرف یہ بات دکھانی منظور ہے کہ مصنفِ توریت نے ضرور یہاں کچھ خلط ملط کر دیا اور ممکن ہے کہ کنعان دو ہوں ایک حام کا بیٹا دوسرا نوح علیہ السلام کا چھوٹا بیٹا جو طوفان میں غرق ہوا شاید اسی بات کو مؤرخ توریت نے غلط کر دیا۔

مخالفتِ سوم: وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ کہ نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر آٹھہری۔ حالانکہ توریت سفر پیدائش ۸ باب ۴ درس میں ہے اور ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کو ارارات کے پہاڑوں پر کشتی ٹِک گئی اس کا جواب یہ ہے کہ مسٹر میتھر جو پادری ہیں اپنی اس کتاب لغات بائبل کے ۶۰۔۶۱ صفحہ میں جو اپنی بیوی کے نام سے تصنیف کی ہے یہ کہتے ہیں ارارات یہ سرزمین ملک آرمینہ کا ایک صوبہ ہے لیکن ملک کے کون سے پہاڑ پر نوح علیہ السلام کی کشتی ٹکی معلوم نہیں ہے۔ سکندر کے دنوں میں بروسس نے ٹھہرایا کہ جبالِ جودی جو کردستان کے پہاڑوں میں اور آرمینیہ کے دکھن کی طرف ہے وہی پہاڑ ہے اور اُس وقت لوگ سمجھتے تھے کہ کشتی کے ٹکڑے چوٹی پر اب تک موجود ہیں ایک خانقاہ بھی اس جگہ پر تعمیر ہوئی جو کشتی کی خانقاہ کے نام سے نامزد تھی یہ خانقاہ ۷۶ء میں بجلی سے نیست ہوئی لیکن اُتر طرف ایک اور پہاڑ ہے جس کو اکثر عالم ٹھیک سمجھتے ہیں ولایتی ارارات، آرمینی ۓ سیس، ترک اگری داغ یا بھاری پہاڑ اور فارسی کوہِ نوح علیہ السلام انتہی۔

ولیم پنک اپنے جغرافیہ میں کہتا ہے کہ شہر ایروان جو کبھی آرمینیہ کا پایۂ تخت تھا اور بالفعل اُس کا قصبہ ہے اس کے پاس کوہِ ارارات واقع ہے جس پر کشتی ٹھیری تھی۔ صاحبِ مراصد کہتے ہیں الجودی بیاء مشددة جبل مطلّ علی جزیرة ابن عمر فی شرقی دجلة من اعمال الموصل استوت علیه سفینة نوح علیہ السلام لما نضب الماء۔

ان اقوال سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ کوہِ ارارات اور کوہِ جودی کا سلسلہ ملتا ہے پس توریت کے بیان کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ ملکِ ارارات آرمینیہ کا ایک صوبہ ہے جس کے پہاڑوں کا سلسلہ جاریہ یعنی کردستان کے پہاڑوں سے آملتا ہے اس کی انتہاء اور اُس کی ابتداء کا موقع جُودی پہاڑ ہے۔ اس خاص جگہ کا نام نہ لیا توسعاً کوہ ارارات کہہ دیا۔ قرآن مجید نے اس کا ٹھیک موقع بتلا دیا۔ پس جو صاحب ارارات کے ان پہاڑوں کو لحاظ کرتے ہیں جو جودی سے فاصلہ پر واقع ہیں وہ دونوں بیانوں میں تفاوت سمجھتے ہیں ورنہ دراصل تفاوت نہیں۔

طوفانِ نوح سے متعلق اقوال: ......۱) طوفانِ نوح علیہ السلام کی بابت دو قول ہیں بعض کہتے ہیں کہ صرف آرمینیہ اور کردستان وغیرہ

اُن ملکوں میں آیا تھا کہ جہاں وہ بُت پرست قومیں آباد تھیں جن کے لئے نوح علیہ السلام بھیجے گئے تھے اور اُس عہد میں زیادہ تر آباد یہی ملک تھے۔ گویا ان پر طوفان آنا تمام جہان پر آنا ہے۔ اکثر علمائے اہلِ اسلام و اہلِ کتاب تمام دنیا پر طوفان آنے کے قائل ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ پھر دنیا میں صرف حضرت نوح علیہ السلام سے نسل جاری ہوئی جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے وعدہ کرلیا ہے کہ پھر کبھی میں دُنیا کو اس طرح ہلاک نہ کروں گا (پیدائش باب ۹ ورس ۱۱)۔

۲)......حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی بابت قرآن مجید میں صرف اسی قدر ہے وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا جس کا یہ مطلب ہے کہ نوح علیہ السلام نے الہام الٰہی سے ایسی کشتی بنائی کہ جس میں اُس کے تینوں بیٹے اور ان کی بیویاں اور اسی یا کم زیادہ ایماندار اور ہر جانور کا جوڑا نر و مادہ آ سکتا تھا مگر توریت میں ہے کہ اُس کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اُونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس کے تین درجے اور اس میں روشندان اور دروازے اور کھڑکیاں اور کوٹھریاں تھیں اور اندر باہر رال لگائی گئی تھی۔ اُس کو خشکی میں بنتے دیکھ کر کافر ہنستے تھے کہ نوح علیہ السلام سچ مچ دیوانہ ہے۔ جس پر اُنھوں نے فرمایا تھوڑی دیر کے بعد ہم تم پر اسی طرح ہنسیں گے طوفان کی صورت یہ ہوئی تھی کہ آسمان سے بھی بے شمار مینہ برسا اور زمین سے بھی جا بجا چشموں کی طرح پھوٹ کر پانی اُبلنے لگا، بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھا کہ جو بلند سے بلند پہاڑ تھے اُن پر بھی پندرہ ہاتھ پانی بڑھ گیا تھا۔ چالیس دن یا کم زیادہ مدت تک یہ حال رہا کشتی پانیوں پر پہاڑ جیسی موجوں میں تیرتی پھرتی تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رحمت کی۔ آسمان کا پانی بند ہوا، زمین کا زمین میں پیوست ہوگیا۔ نوح علیہ السلام کشتی سے اُتر کر ملکِ آرمینیہ میں ایک جگہ آ رہے جہاں ایک گاؤں ارگوری نام تھا جو ۱۸۴۰ء میں اس پہاڑ کی آتش فشانی سے غارت ہوگیا۔ پہلے زلزلہ آیا اور لال دھواں نکلا پھر میلوں تک بڑے بڑے پتھر پہاڑ سے جا کر گرتے تھے۔

ربع

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ

غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ
مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿٦٦﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا
الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ
ع ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ
بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا
رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ
اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ* فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ
وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ
شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ
وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿٧٣﴾

ترجمہ:......اور (قوم) ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا، اُس نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اُسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور اُس میں تم کو آباد کیا۔ پس اُس سے (پہلے گناہوں کی) معافی مانگو پھر (آیندہ) اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب تعالیٰ نزدیک ہے (دعا) قبول کرنے والا ہے ﴿٦١﴾ اُنھوں نے کہا اے صالح! اس سے پہلے تو ہمیں تجھ پر (بڑی) امید تھی، کیا تم ہم کو ان معبودوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو کہ ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اور جس طرف تم ہمیں بلاتے ہو اُس سے تو ہم بڑے شک میں ہیں ﴿٦٢﴾ (صالح علیہ السلام نے) کہا اے قوم! دیکھو تو سہی اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی کھلی دلیل رکھتا ہوں اور اُس کی طرف سے میرے پاس رحمت (نبوت) بھی آ چکی ہو پھر اگر میں اُس کی نافرمانی کروں تو مجھے اُس سے کون بچا سکتا ہے؟ پھر تم مجھے نقصان کے سوا اور کیا دے سکو گے ﴿٦٣﴾ اور اے قوم! تمہارے لئے یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ایک نشانی ہے پس اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین پر چرتی پھرنے دو اور اُس کو برائی سے چھونا بھی نہیں (ورنہ) تم کو فوراً کوئی آفت آ لے گی ﴿٦٤﴾ پھر اُنھوں نے اُس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ تب (صالح نے) کہا (اچھا) تین روز تک اپنے گھروں میں اور مزے کر لو۔ یہ وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں ﴿٦٥﴾ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ہم نے صالح کو اور جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی

* ...... الضحک ھو السرور وانبساط الوجہ وھذا قول الجمھور وقیل ضحکت بمعنی حاضت العرب یقول ضحکت الارنب اذا حاضت وانکرہ اکثر اھل اللغۃ۔ یعقوب بالنصب مفعول بشرنا وقرئ بالجر ومنعہ الفراء وقرئ بالرفع علی الابتداء وخبرہ الظرف الذی قبلہ اھل البیت نصبہ علی المدح او علی الاختصاص وفیہ دلیل علی ان ازواج الرجل من اھل بیتہ ۱۲ منہ

مہربانی سے بچالیا اور اُس دن کی رُسوائی سے بھی نجات دی۔ بے شک آپ کا رب تعالیٰ ہی قوی زبردست ہے۞ اور ستمگاروں کو سخت آواز نے آلیا❶۔ پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۞ گویا کہ اُن میں کبھی رہے ہی نہ تھے۔ دیکھو (قوم) ثمود نے اپنے رب تعالیٰ کا انکار کیا تھا دیکھو پھٹکار ہے (قوم) ثمود پر۞ اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے، کہنے لگے سلام، اُس نے بھی کہا سلام، پھر کچھ بھی دیر نہ لگی کہ ابراہیم ایک تلا ہوا بچھڑا لے آئے (کھانے کو)۞ پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ اُس تک نہیں پہنچتے تو اُن کو اجنبی سمجھے اور اُن سے ڈرے۔ وہ بولے خوف نہ کرو ہم تو قوم لُوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۞ اور اُس کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تب (خوشی میں آ کر) ہنس پڑی پھر تو اس کو ہم نے اسحاق کی اور اُس کے بعد یعقوب کے (پیدا ہونے کی) بشارت دی۞ وہ بولی اے کمبختی کیا میں بڑھیا ہو کر جنوں گی اور یہ میرا خاوند بھی بڈھا ہے۔ یہ تو ایک عجیب بات ہے۞ وہ بولے کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اے گھر والی تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں، بے شک وہ ستائش کے قابل بڑا بزرگ ہے۞۔

واقعۂ حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد

۳)......اس کے بعد دوسرا واقعہ قوم عاد اور اُن کے پیغمبر ہود علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد عرب کے جنوبی حصہ ملکِ یمن میں گزرا ہے۔ اس قوم کی ثروت اور اس پر بدکاری اور بت پرستی حد سے گزر گئی تھی۔ بھلا یہ معزز اور جنٹلمین جو دنیا کی وجاہت اور ثروت کے بندے تھے کوئی غریب بیچارے خدا ترس لوگ تھوڑے ہی تھے کہ جو حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت مانتے۔ ان کی حقانی باتوں پر ٹھٹھا اُڑانا شروع کر دیا کہ ایسے ملانے یونہی باتیں بنایا کرتے ہیں۔ لو اِن کے کہنے میں آویں تو دنیا چھوڑ بیٹھیں، دیوانہ ہے اس پر ہمارے معبودوں کی پھٹکار پڑ گئی ہے۔ آخر پھر قہر الٰہی جوش میں آیا سب سامان دھرے رہے وہ آندھی کا طوفان بھیجا کہ گھروں اور جنگلوں میں لاشیں ہی پڑی پائیں۔ صنعاء یمن میں ایک مکان جس کا غمدان نام تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک باقی تھا جس کی نسبت صاحبِ قاموس لکھتے ہیں کہ وہ ایک بلند قصر تھا جس کے سات درجے تھے ہر درجہ دوسرے درجے سے چالیس گز مرتفع تھا یہ قصر عجائب روزگار میں اسی بدنصیب قوم کی یادگار تھی جس کو شعراء عرب اپنے اشعار میں ذکر کر کے زمانہ کی فسوں سازی یاد دلاتے آئے ہیں۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ۞
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ۞ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ
اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ۞ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا
سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ۞ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ
اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ

---

❶ زلزلہ کی ہیبت ناک آواز تھی یا فرشتہ کی ۱۲ منہ ۔ *..... الروع الخوف وقیل الفزع یقال ارتاع من کذا اذا خاف۔ ضاق بهم ذرعا قال الازهری الذرع یستعمل بمعنی الطاقة قیل هو من ذرعه القئ اذا غلبه وضاق عن جلسه وقیل اصل الذرع انما هو البسط الید وكانك تريد مددت يدى عليه فلم تنله ۱۲ اصراح۔ *..... یهرعون یسرعون الاهراع الاسراع ۱۲ منه

اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾
قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ
لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ
يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا
امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ
بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ
سِجِّيْلٍ ۬ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾ ع ۱۵

ترجمہ:......پھر جب کہ ابراہیم کے دل سے خوف دور ہوگیا اور اُن کے پاس (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری آچکی تو ہم سے قوم لوط کے معاملہ میں جھگڑنے لگے ﴿۷۴﴾ بے شک ابراہیم بڑے بردبار نرم دل اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے ﴿۷۵﴾ (فرشتوں نے کہا) اے ابراہیم! اس خیال کو چھوڑو۔ کیونکہ آپ کے رب تعالیٰ کا حکم آچکا۔ اور اُن پر تو عذاب آکر ہی رہے گا ٹلنے والا نہیں ﴿۷۶﴾ اور جب کہ ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو لوط اُن کے آنے سے رنجیدہ اور تنگ دل ہوئے اور (دل میں) کہنے لگے کہ یہ تو مصیبت کا دن ہے ﴿۷۷﴾ اور اُن کی قوم اُن کے پاس دوڑ پڑی (اور گھر گھیر لیا)۔ اور یہ لوگ پہلے ہی سے بُرے کام کیا کرتے تھے۔ (لوط نے) کہا اے قوم! یہ میری بیٹیاں (موجود ہیں) تمہارے لئے پاکیزہ میں (ان سے نکاح کرلو) سو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور مجھ کو میرے مہمانوں میں رُسوانہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں؟ ﴿۷۸﴾ وہ بولے تجھے معلوم ہے کہ ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ کام نہیں۔ اور ہمارے ارادے سے تم خوب واقف ہو ﴿۷۹﴾ (لوط نے) کہا اے کاش! تمہارے مقابلہ کا مجھے زور ہوتا یا میں کسی زبردست آسرے کی پناہ جالیتا ﴿۸۰﴾ (فرشتوں نے) کہا اے لوط! ہم تمہارے رب تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے، پس تم اپنے گھر کے لوگوں کو کچھ رات رہے لے نکلو، اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے مُڑ کر نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی (وہ نہ چلے گی) اُس پر بھی وہی بلا آنے والی ہے جو اُن پر آئے گی۔ ان کا وعدہ صبح ہے ﴿۸۱﴾ کیا صبح قریب نہیں؟ پھر جب کہ ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے وہ بستیاں اُلٹ دیں اور اُن پر پتھر برسائے جو کھنگر تہہ بہ تہہ تھے ﴿۸۲﴾ جن پر آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے نشان لگے ہوئے تھے، اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہیں ہیں ﴿۸۳﴾

قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

تیسرا واقعہ قوم ثمود اور اُن کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کا یاد دلاتا ہے جو حادثہ قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی حصہ میں گزرا ہے۔ اس کی تشریح بھی پہلے ہو چکی۔ اس قوم کی یادگار بھی کچھ کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک باقی تھی جو اُن کے حالِ زار پر آنسو بہاتی اور دیکھنے

---

* ...... سجیل قیل هی کلمة معربة من سنکیل بدلیله قوله حجارة من طین۔ حق تعالیٰ کا اس آیت میں اہل مکہ پر وعید ہے۔ وعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه سال جبرئیل علیہ السلام فقال یعنی ظالمی امتک مامن ظالم منهم الا وهو بعرض حجر یسقط علیه من ساعة الی ساعة۔ کشاف

والوں کو اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈراتی تھی۔

واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام:......وَلَقَدْ جَآءَتْ ......الخ یہ چوتھا بیت تاک واقعہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حال میں شامل کر کے بیان فرماتا ہے۔اس کی بھی تشریح ہو چکی مگر ہو کسی قدر الفاظ آیات کی تفسیر کرتے ہیں ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر کے باہر کھڑے تھے کہ کئی شخص مسافرانہ شکل میں نمودار ہوئے ،حضرت علیہ السلام کی عادت مہمان نوازی کی تھی۔گھر میں لائے کھانے کو ایک بچھڑا اتلا ہوا آگے لاکر رکھ دیا۔مگر وہ فرشتے تھے اُنھوں نے کھانے سے ہاتھ روکا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈرے کہ کہیں دشمن تو نہیں۔کیونکہ اس عہد میں جس کا کھانا پانی کھا پی لیتے تھے اس کے ساتھ بدی نہیں کرتے تھے۔آج کل کا سا دستور نہ تھا کہ ساری عمر ممنونِ احسان ہو کر بدی کرنا اور بھی ہنر مندی سمجھتے ہیں۔اس سے سمجھ گئے کہ اُن کا ارادہ کچھ بد ہے۔فرشتے بھی سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بمقتضائے بشریت خوف ہوا۔پھر تو اُنھوں نے اصل ماجرا کھول دیا کہ حضرت! ہم فرشتے ہیں قومِ لوط علیہ السلام کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں آپ کے دشمن بدخواہ نہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی بھی وہیں کھڑی تھیں اپنی ہلاکی سے نجات پانے کی خبر سُن کر خوشی میں آکر ہنس پڑیں ،جیسا کہ عورتوں کی عادت ہے۔اس موقع پر فرشتوں نے وہ بات بھی اُن سے کہہ دی کہ جس کی خوشخبری کے لئے اُن کے پاس بھیجے گئے تھے یعنی فرزند پیدا ہونے کی بشارت دی کہ تمہارے ہاں اسحاق نامی بیٹا ہوگا پھر اُس کا بیٹا یعقوب ہوگا۔یہ بڑھیا ہو چکی تھیں تعجب کرنے لگیں کہ بھلا اس عمر میں اولاد ہوگی؟ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ قادر ہے کچھ تعجب نہ کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قومِ لوط علیہ السلام کے لئے سفارشیں:......جب ابراہیم علیہ السلام کا خوف دُور ہوا تو اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کی بابت فکر ہوئی۔فرشتوں سے سفارش کرنی شروع کی۔اُنھوں نے کہا لوط علیہ السلام کو کچھ خوف نہیں مگر قوم کی ہلاکی ٹھہر چکی آپ اس میں کچھ گفتگو نہ کریں۔باقی صاف ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ
وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ
يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ
نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ
الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾ وَيٰقَوْمِ
لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ
اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا
اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا
لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ؗ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾
قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْۤ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ
تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ
رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ
يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا ع ١٢
وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٩٦﴾ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ
بِرَشِيْدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ*
الْمَوْرُوْدُ ﴿٩٨﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿٩٩﴾
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

* ... الورد بمعنى المدخل المورود المدخول فيه الذى ورده واصل الورد الوارد الذى يرد الماء لدفع العطش ١٢ منه۔ الرفد العون والعطاء المرفود المعطى ١٢ منه۔ الحصيد الخراب شبه مابقى من آثار القرى بالزرع القائم على ساقه وشبه المقطوع منها بالحصيد والحصاد قطع الزرع ١٢ منه

مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ
رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ
مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا
بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ
وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا
دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِيْ
مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا
لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿١٠٩﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ ع
فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ
مُرِيْبٍ ﴿١١٠﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١١١﴾
فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١١٢﴾
وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ
الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا
يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٥﴾ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ

يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۞۱۱۶ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ
وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۞۱۱۷ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ
مُخْتَلِفِيْنَ ۞۱۱۸ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ
جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۞۱۱۹ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ
مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞۱۲۰
وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۞۱۲۱ وَانْتَظِرُوْا ۚ
اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۞۱۲۲ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ
ع فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۞۱۲۳

ترجمہ:......اور مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور پیمانہ اور تول کم نہ کرو میں تم کو آسودہ پاتا ہوں (کمی کرنے کی ضرورت نہیں) اور مجھے تم پر اس دن کے عذاب کا خوف ہے جو گھیر لے گا ۞۸۴ اور اے قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کر کے دیا کرو۔ اور لوگوں سے خیانت نہ کیا کرو اور نہ زمین پر فساد مچاتے پھرا کرو ۞۸۵ اللہ تعالیٰ کا دیا جو باقی بچ رہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کو ایمان ہے۔ اور میں تمہارا نگہبان بھی نہیں ہوں ۞۸۶ وہ بولے اے شعیب! کیا تیری نماز ہی تجھے حکم دیا کرتی ہے کہ ہم اُن چیزوں کو چھوڑ بیٹھیں کہ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے موافق معاملہ نہ کریں۔ تُو ہی تو ایک بُردبار سُدھرا ہوا ہے ۞۸۷ اُس نے کہا اے قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک سیدھے طریق پر ہوں اور اُس نے مجھے نیک روزی دی ہو۔ (تو تمہارا کہا کیونکر مان لوں؟) میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے میں تم کو منع کروں (پھر) میں اُس کے خلاف کروں میں تو جہاں تک چاہتا ہوں اصلاح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اور میرا توفیق دیا جانا تو اللہ تعالیٰ ہی سے ہے، کہ جس پر میں نے بھروسہ کر لیا اور اُس کی طرف رجوع کرتا ہوں ۞۸۸ اور اے قوم! کہیں میری ضد سے ایسا جرم نہ کر بیٹھنا کہ جس سے تم پر وہی مصیبت نہ آ پڑے جیسی کہ قوم نوح اور قوم ہود یا قوم صالح پر پڑ گئی تھی۔ اور لوط کی قوم (کے کھنڈر) بھی تم سے کچھ دُور نہیں ۞۸۹ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو پھر اُس کی طرف رجوع کرو۔ البتہ میرا رب تعالیٰ مہربان پیار کرنے والا ہے ۞۹۰ وہ بولے اے شعیب! تیری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور تجھ کو ہم اپنے لوگوں میں کمزور پاتے ہیں۔ اور اگر تیرے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔ اور تو کچھ ہم پر غالب بھی نہیں ۞۹۱ اُس نے کہا اے قوم! کیا میرے کنبے کا دباؤ تم پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہے۔ اُس کو تو تم نے پس پشت ڈال دیا۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے ہو (سب) میرے رب تعالیٰ کے قابو میں ہے ۞۹۲ اور اے قوم! اپنے گھر بیٹھے کام کئے جاؤ میں بھی کر رہا ہوں تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اور انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں ۞۹۳ اور جب کہ ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی

رحمت سے بچالیا۔ اور ستمگاروں کو کڑک نے آلیا ❶ ۔ پھر تو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (۹۴) گویا کہ وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ دیکھو پھٹکار ہے مدین پر جس طرح کہ قوم ثمود پر پھٹکار پڑی (۹۵) اور ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتیں اور سند واضح کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کی طرف بھیجا (۹۶) سو وہ تو فرعون کے تابع ہو گئے تھے۔ اور فرعون کا حکم ٹھیک بھی نہ تھا (۹۷) وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر اُن کو آگ میں لا ڈالے گا۔ اور وہ بہت بُری جگہ ہے کہ جس میں جا پڑیں گے (۹۸) اور اپنے پیچھے اس جہان میں بھی لعنت چھوڑ گئے اور قیامت کے دن کے لئے بھی۔ وہ بُرا ہی انعام ہے جو اُنھیں دیا جائے گا (۹۹) یہ چند بستیوں کے حالات ہیں جنہیں ہم آپ کو سنا رہے ہیں کہ اُن میں سے کچھ تو اب تک باقی ہیں اور کچھ اُجڑی پڑی ہیں (۱۰۰) اور ہم نے تو ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ خود اُنھوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا تھا، پھر اُن کے وہ معبود جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے اُن کے کچھ بھی کام نہ آئے جب کہ آپ کے رب تعالیٰ کا حکم آ پہنچا۔ اور اُن معبودوں نے بجز ہلاکت کے اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا (۱۰۱) اور آپ کے رب تعالیٰ کی ایسی ہی گرفت ہوا کرتی ہے جب کہ وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے (۱۰۲) بیشک اُس کی گرفت سخت رنج دہندہ ہے البتہ اس بیان میں اُس کے لئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے بڑی نشانی ہے۔ یہ ایک ایسا دن ہوگا کہ جس دن سب لوگ جمع ہوں گے اور یہ ایک دن ہوگا کہ جس میں سب حاضر کئے جائیں گے (۱۰۳) اور اُس کو جو ہم نے ہٹا رکھا ہے تو ایک وقتِ معین تک (۱۰۴) جس دن وہ آ جائے گا تو کوئی شخص کسی سے اُس کی اجازت کے بغیر کلام بھی نہ کر سکے گا۔ پھر کچھ اُن میں سے بد بخت اور (کچھ) نیک بخت ہوں گے (۱۰۵) پھر جو بد ہوں گے تو وہ آگ میں ہوں گے کہ جہاں اُن کو چیخنا اور دھاڑنا ہوگا (۱۰۶) اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے جب تک کہ آسمان اور زمین رہیں گے (وہ دُوزخ میں رہیں گے)۔ مگر جب اللہ تعالیٰ چاہے البتہ آپ کا رب تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے (۱۰۷) اور جو نیک ہیں سو وہ جنت میں ہمیشہ رہا کریں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم رہیں گے، مگر جب کہ آپ کا رب تعالیٰ چاہے۔ (یہ ہے) بے انتہا عنایت (۱۰۸) پھر آپ اُن چیزوں سے کہ جنہیں وہ پوجتے ہیں شک میں نہ رہنا۔ (کسی کو بھی خدائی نہیں) یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے مگر اسی طرح سے کہ جس طرح اس سے پہلے ان کے باپ دادا پوجتے تھے۔ اور ہم اُن کو عذاب کا پُورا (پُورا) حصہ دے کر رہیں گے (۱۰۹) اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر تو اُس میں اختلاف کیا گیا۔ اور اگر آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے ایک بات مقرر نہ ہو چکی ہوتی (یہ فیصلہ قیامت میں ہوگا) تو اُن میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور یہ لوگ بھی اس سے (قرآن کی طرف سے) ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے ان خطی کر رکھا ہے (۱۱۰) اور بیشک ہر ایک کو آپ کا رب تعالیٰ اُن کے اعمال کا پورا (پورا) بدلہ دے گا۔ اُس کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں (۱۱۱) پھر جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ بھی اور وہ جو آپ کے ساتھ کفر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے ہیں اس پر قائم رہیں اور حد سے نہ بڑھیں۔ تم جو کچھ کر رہے ہو اُس کو وہ دیکھ رہا ہے (۱۱۲) اور مسلمانو! ستمگاروں کی طرف التفات ب بھی نہ کرنا ورنہ تم کو بھی آگ چھو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا نہ کوئی حمائتی ہوگا نہ پھر تمہاری مدد کی جائے گی (۱۱۳) اور (اے نبی!) دن کے اوّل سرے اور آخر سرے میں اور کسی قدر رات گئے نماز پڑھا کرو۔ کیونکہ نیکیاں گناہوں کو دُور کر دیتی ہیں۔ یہ یاد رکھنے والوں کے لئے نصیحت ہے (۱۱۴) اور صبر کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کیا کرتا (۱۱۵) پھر تم سے پہلے قرنوں ❶ میں سے کچھ ایسے (عمدہ) لوگ بھی تو ہوئے ہوتے کہ جو زمین پر فساد کرنے سے منع کرتے مگر کچھ تھوڑے لوگ کہ جن کو ہم نے اُن میں سے بچا لیا تھا (ایسے بھی تھے) اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی وہ تو اُنھیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہ گئے جو اُن کو دی گئی تھیں اور وہ تھے بھی بدکردار (۱۱۶) اور آپ کا رب تعالیٰ ایسا بھی نہیں کہ ناحق بستیوں کو ہلاک کر ڈالے حالانکہ وہاں کے لوگ نیک ہوں (۱۱۷) اور اگر آپ کا رب تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی گروہ کر دیتا۔ (لیکن) وہ ہمیشہ اختلاف ہی کرتے رہیں گے (۱۱۸) مگر جس پر آپ ﷺ کے رب تعالیٰ نے رحم کیا۔ اور اُن کو اسی لئے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب تعالیٰ کا یہ فرمودہ پورا ہو کر رہے گا کہ میں جن اور آدمیوں (دونوں) سے جہنم بھر دوں گا (۱۱۹) اور (اے نبی!) ہم رسولوں کے حالات آپ سے اس لئے بیان کرتے رہتے ہیں کہ ان سے آپ کے دل کو مضبوط کر دیں اور ان واقعات کے ضمن میں آپ کے پاس حق بات بھی پہنچ جائے گی اور ایمانداروں کے لیے نصیحت اور یادگار بھی آئے گی (۱۲۰) اور بے

---

❶ ...... زلزلہ کی آواز تھی بعض کہتے ہیں کہ فرشتہ کی چیخ تھی جس سے کلیجے پھٹ کر دفعتہ مر گئے۔ ب ...... فلولا فهلا اولو بقية اولو فضل وخير وسمى الفضل والجودة بقية لان الرجل يستبقى مما يخرجه اجوده. افضله فصار مثلافى الجودة والفضل، ومنه قولهم فى الزوايا خبايا وفى الرجال بقايا (من الكشاف) ۱۲ ابو محمد۔ ❶ ...... قرن زمانہ یعنی پہلی اُمتوں میں سے اچھے لوگ کم اُٹھے اور پہلی امتوں میں سے وہی اُمتیں مراد ہیں جو ہلاک ہوگیں ۱۲ منہ ۔

ایمانداروں سے کہہ دو کہ اپنی جگہ پر تم عمل کئے جاؤ، ہم بھی عمل کر رہے ہیں ⑫۱ اور تم منتظر رہو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں ⑫۲ اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ بات اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور سب کام اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کر اور اُس پر توکل کرتے رہو۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو اُس سے آپ ﷺ کا رب تعالیٰ بے خبر نہیں ہے ⑫۳۔

قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور اہل مدین

اس کے بعد پانچواں واقعہ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیان فرماتا ہے جو اہل مدین کی طرف رسول بنا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بھیجے گئے تھے۔ اس قوم کی عادت بت پرستی اور بدکاری کے علاوہ کم تولنا، خیانت، دغابازی کرنے کی بھی تھی جس کو وہ اپنے مال میں تصرف جائز سمجھ کر طعن کی راہ سے کہتے تھے کہ ایک آپ ہی تو بڑے اچھے شخص ہیں۔ اور ان کی نماز پر طعن کر کے کہتے تھے کہ کیا آپ علیہ السلام کی نماز ہم کو بت پرستی سے منع کرتی ہے؟ باقی قصہ صاف ہے یہ مدین وہی جگہ ہے کہ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگ کر آئے تھے اور یہ وہی شعیب علیہ السلام ہیں کہ جن کی ایک صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی تھی یہیں آپ برسوں تک بکریاں چرایا کرتے تھے، وطن جاتے ہوئے یہیں کوہ حوریب کے قریب ایک درخت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلی ہوئی اور نبوت ملی تھی۔

قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام:......اس کے بعد چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان فرما کر سورۃ کو چند باتوں پر تمام فرماتا ہے۔

بت پرستوں کی ہلاکت و بربادی:......اوّل: وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ سے لے کر لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ تک انبیائے سابقین کے قصے بیان فرما کر اُن کا نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ ان بت پرستوں پر جو بلا نازل ہوئی اور اُن کی بستیاں غارت کر دی گئیں یہ کچھ انہیں کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ آئندہ جو ایسا کرے گا دنیا میں بھی ویسی سزا پائے گا۔ (اس میں عذابِ آخرت سے ڈرنے والوں کے لئے نشانی اور عبرت ہے) اور پھر قیامت کا عذاب بھی ہے۔

قیامت کی تین صفات:......پھر قیامت کی تین صفات ذکر فرماتا ہے۔ اوّل یہ کہ اُس دن سب اوّلین و آخرین جمع ہوں گے۔ دوم یوم مشہود، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس میں سب حاضر ہوں گے۔ دیگر مفسرین کہتے ہیں یہ معنی کہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام و صلحاء گواہی دیں گے۔ سوم وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ کہ وہ ایک وقتِ معین تک ہٹائی گئی ہے۔ کیونکہ دنیا کی فنا کا ایک زمانہ معین ہے آنے والی چیز گو کتنی ہی دور ہو مگر قریب ہے۔

اہلِ سعادت و اہلِ شقاوت کے حالات:......دوم: يَوْمَ يَاْتِ سے لے کر عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ تک اس دن میں سعیدوں اور شقیوں کا جو حال ہوگا اُس کو بیان فرماتا ہے۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ سے بعض علماء اسلام نے یہ بات سمجھی ہے کہ کفار ایک مدت تک سزا پا کر جہنم سے نکالے جائیں گے کیونکہ جرم متناہی کی سزا غیر متناہی انصاف سے بعید ہے مگر جمہور ہمیشگی کے قائل ہیں اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ وہاں کے آسمان و زمین بھی ہمیشہ رہیں گے اور مشیت اس کی نہ ہوگی کہ خلاصی پائیں گو مشیت کا اختیار ہے۔ اور خَالِدِيْنَ اور اَبَدًا الفاظ بھی قرآن میں آ چکے ہیں۔ جرم کفر متناہی نہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا جرم متناہی ہے۔ اور نیز غیر متناہی عمر بھی پاتا تو کفر نہ چھوڑتا۔

شکوک و شبہات کا ازالہ:......سوم: فَلَا تَكُ سے لے کر غَيْرَ مَنْقُوْصٍ تک انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اقوام کے قصص اور آخرت میں سعداء و اشقیاء کے درجات بیان فرما کر آنحضرت ﷺ کو اُن کی قوم کا حال بتلاتا ہے کہ ان جاہلوں کے انکار سے کچھ دل میں شک نہ

لائیں (خطاب آنحضرت ﷺ سے ہے اور مراد اور لوگ ہیں) یہ جُہال اپنے باپ دادا کی تقلید سے بُت پرستی کرتے ہیں کوئی عقل وفہم سے یہ بات نہیں ہے تاثُ اصل میں تکن تھا کثرت استعمال سے فصحاء عرب نون کو حذف کردیتے ہیں وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ کے یہ معنی ہیں کہ اُن کی بُت پرستی اور بدکاری پر فراخ دستی دیکھ کر تعجب نہ کرو دنیا میں جو کچھ اُن کے حصہ میں لکھ دیا وہ پورا ملتا ہے یا یہ معنی کہ آخرت میں اپنے عذاب کا پورا حصہ پائیں گے۔

اختلافات اور اس کے فیصلے میں تاخیر کی حکمت :...... چہارم: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ سے لے کر اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ تک کفارِ عرب کا جس طرح انکار توحید پر اصرار بیان فرمایا تھا اسی طرح انکار نبوت آنحضرت ﷺ پر اصرار کا ذکر کرتا ہے کہ یہ نئی بات نہیں ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے کیونکہ عرصہ ہوا ہم نے موسیٰ پر توراۃ نازل کی تھی سوا س کو کب سب نے تسلیم کرلیا تھا۔ بلکہ اُس میں اختلاف ہوا کہ بنی اسرائیل نے مانا دیگر اقوام نے انکار کیا۔ اس میں یہ بھی رمز ہے کہ خود بنی اسرائیل کا اس کی تعمیل اور عدم تعمیل حکم میں اور نیز خود نفسِ توریت میں بھی اختلاف ہو کر بے شمار فرقے پیدا ہو گئے پھر فرماتا ہے کہ اگر ہمارے ہاں سے یہ بات مقرر نہ ہو چکی ہوتی کہ ہم قیامت میں اُن کا فیصلہ چکائیں گے تو (اسی وقت) با ہم فیصلہ کر دیتے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے اگر آخرت میں عذاب دینا اور دنیا میں بسانا نوشتۂ ازلی نہ ٹھہر گیا ہوتا تو منکروں کا فیصلہ کردیتے۔

اہل ایمان کو استقامت کا حکم :...... پنجم: پہلی امتوں اور اُن کے اختلاف کا ذکر فرما کر فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ سے ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ تک آنحضرت علیہ السلام اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کو (اوّلاً) دین پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرماتا ہے۔ یہ ایک ایسا جامع کلمہ ہے کہ جس میں عقائد سے لے کر اعمال معاملات وعبادات مکارمِ اخلاق تک سب آ گئے۔ (۲) وَلَا تَطْغَوْا یعنی اس راہِ راست سے انحراف نہ کرنا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے فروتنی اور تواضع اختیار کرو کسی سے تکبر نہ کرو۔ اس میں یہ بھی مراد ہے کہ قرآن اور اسلام کی حدودِ مقررہ سے تجاوز نہ کرو۔ (۳) وَلَا تَرْكَنُوْۤا (الركون هو السكون الى الشئ والميل اليه بالمحبة ونقيضه النفور عنه) یعنی بے دینوں ناانصافوں کی دنیا کی شان وشوکت دیکھ کر اُن کی طرف دل مائل بھی نہ کرنا۔ محققین کے نزدیک اس سے مراد اُن کے ظلم اور مذہبیہ رسوم کو پسند کرنا اور اُن میں شامل ہونا ہے نہ کہ دنیاوی امور (کبیر)۔

نماز اور اوقات نماز کا بیان :...... ششم: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ سے لے کر لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ تک آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کو نماز کی تاکید فرماتا ہے جو اِسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ کا ایک فردِ کامل ہے۔ اس آیت میں نماز قائم کرنے کا تین وقتوں میں حکم دیتا ہے اوّل ودوم طَرَفَيِ النَّهَارِ دن کے دونوں سروں پر یعنی شروع دن میں اور اخیر دن میں۔ عرب کی رائے پر دن کا شروع صبح صادق سے لیا جاتا ہے اور دن ڈھلنے سے آخر دن شمار کرتے ہیں جس طرح ہماری زبان میں پچھلا پہر کہتے ہیں۔ پس اوّل دن میں نماز قائم کرنے سے مُراد صبح کی نماز ہے اور آخر دن سے ظہر کی اور عصر کی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز اندھیرے میں نہ پڑھے بلکہ جب خوب روشنی ہو جائے آفتاب نکلنے سے پیشتر اور اسی طرح عصر کی نماز اخیر دن میں یعنی جب سایۂ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دو چند ہو جائے۔ امام فخر رازی رحمہ اللہ اس مقام پر قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اس آیات سے یوں تائید کرتے ہیں کہ اگرچہ طَرَفَيِ النَّهَارِ کے حقیقی معنی آنِ طلوع آفتاب وغروب آفتاب ہے وہ تو مراد ہے نہیں بلکہ مجازی معنی کہ طلوع وغروب سے ملا ہوا وقت۔ پس ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کے بموجب کہ تنویر صبح اور تاخیر عصر افضل ہے معنی مجازی معنی حقیقی سے اقرب ہیں اور جہاں تک مجاز حقیقت سے اقرب لیا جائے بہتر ہوتا ہے (اذا عرفت هذا كانت الاٰية دليلاً على قول ابی حنيفة رحمه الله......الخ)۔ سوم زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ۔ لیث کہتے ہیں زلفۃ رات کے پہلے حصہ کو کہتے ہیں جس کی جمع زلف ہے من

از لفہ اذا قربہ۔ اور زلف کو بضم الزاء وسکون ل بھی پڑھا ہے۔ چونکہ زلف جمع ہے یعنی رات کے حصہ تو بقاعدۂ جمع اقل مرتبہ تین حصے لئے جائیں گے پس اوّل حصہ میں جو غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے نماز مغرب اور دوسرے حصے سے جو شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے نماز عشاء مراد ہوگی اور تیسرے حصے میں جس کی انتہاء صبح صادق تک ہے وتر مراد ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر بھی واجب ہیں۔ اس آیت سے اُن کے اس قول کی بھی تائید ہوتی ہے۔ اور علماء صرف مغرب اور عشاء مراد لیتے ہیں۔

نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں:...... اس کے بعد فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ کہ یہ نماز جو بڑی نیکی ہے انسان کے گناہ دور کردیتی ہے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا تھا اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر اپنے گناہ کا اظہار اور مغفرت کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ...... الخ نازل ہوئی۔ اُس شخص نے پوچھا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ حکم خاص میرے لئے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں جو کوئی ایسا عمل کرے سب کے لئے ہے حَسَنٰت ہے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے پنجگانہ نماز مراد لی ہے کہ اس سے صغائر معاف ہوجاتے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حسنات سے مراد یہ کہنا ہے سُبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ اِلّا اللہ واللہ اکبر۔

سابقہ اُمتوں کی ہلاکت کے دو اسباب:...... ہفتم: فَلَوْلَا كَانَ سے لے کر وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ تک اُمم ماضیہ کے قصہ بیان فرما کر یہ بات بتلاتا ہے کہ اُن کی اس تباہی کے دو سبب تھے (۱) یہ کہ اُن میں ایسے لوگ نہ رہے تھے کہ جو اُن کو ملک میں فساد کرنے سے منع کرتے اولو ابقیۃ ای اولو افضل و خیر (وہی الفضل والجود بقیۃ) پھر فرمایا اِلَّا قَلِيْلًا یہ استثناء متصل نہیں بلکہ منقطع ہے لکن قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا من القرون نھوا عن الفساد وسائر ھم تارکون للنھی، یعنی تھوڑے ایسے بھی تھے جو فساد سے منع کرتے تھے (۲) وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ کہ ظالم اپنی جسمانی خواہشوں اور کروفر دنیاوی میں ہمہ تن غرق ہوگئے تھے۔

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں ان سے کوئی مخفی و پوشیدہ نہیں:...... ہشتم: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... الخ میں سورۃ کو نہایت مطالبِ عالیہ پر تمام کیا۔ (اول) اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کا اظہار کیا لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں اُس کے علم کا کہ کوئی چیز آسمان وزمین کی اُس پر مخفی نہیں مطیع اور عاصی کو بھی جانتا ہے وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ میں قدرتِ کاملہ کا اظہار ہے۔ اور یہی دونوں ایسی صفت ہیں کہ جن سے عبادت کی جاتی ہے پھر جب یہ دونوں خاص اُسی کا حصہ ہیں تو پھر اُس کے سوا اور کسی کو نافع وضار سمجھنا عبث اور فضول بلکہ نامعقول ہے۔ یہ پہلا مرتبہ تصحیح عقائد کا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے اور اس ہی پر توکل بھی:...... (دوم) فَاعْبُدْهُ کہ اُس کی عبادت کیا کر۔ عبادت ایک وسیع المعنی لفظ ہے مال سے جان سے روح سے اعضاء سے۔ یہ دوسرا مرتبہ تقوے وطہارت کا ہے۔ (سوم) وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ کہ اس کے سوا ہر چیز سے انقطاع کر کے ہر کاروبار میں اُسی کا بھروسہ رکھے اسباب کو اسباب جانے مؤثر حقیقی اور مُسبب الاسباب پر نظر رکھے یہ تیسرا مرتبہ معرفت وحقیقت کا ہے۔ پس جب انسان ان تینوں مراتب کو حاصل کر کے کامل بن گیا تو پھر ایک مجمل عبادت میں اُس کے لئے دار آخرت میں لذائذ روحانیہ ملنے کی طرف اشارہ فرماتا ہے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ کہ وہ تمہارے کام سے بے خبر نہیں ضرور جزا وسزا دے گا۔ سُبحان اللہ! مبادی اور اوساط اور مقاطع میں کس خوبی کو ملحوظ رکھا ہے کہ جس کے ادراک میں ہزاروں لُطف آتے ہیں۔

آیاتُہا ۱۱۱ ﴿۱۲﴾ سُوْرَۃُ یُوْسُفَ مَکِّیَّۃٌ ﴿۵۳﴾ رُکُوْعَاتُہَا ۱۲

سورۂ یوسف مکیہ ہے اس کے ایک سو گیارہ آیات بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو مہربان رحیم ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾
نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ
كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ
عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ
رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾
وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ
عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ
اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶﴾ ع ۱۱

ترجمہ:......الٓرٰ یہ ہیں کھلی کتاب کی آیتیں ﴿۱﴾ ہم نے اس قرآن مجید کو عربی زبان میں تمہارے سمجھنے کے لئے نازل کیا ہے ﴿۲﴾ آپ کو اس (قرآن کے ذریعہ) جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے ہم سب سے بہتر قصہ سناتے ہیں۔ اور البتہ اس سے پہلے تو آپ کو خبر بھی نہ تھی ﴿۳﴾ جب کہ یوسف نے اپنے باپ سے (یہ) کہا کہ ابا جان! میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے (خواب میں) سجدہ کرتے دیکھا ہے ﴿۴﴾ اُس نے کہا بیٹا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا (ورنہ) وہ تیرے لئے کوئی نہ کوئی فریب بنا دیں گے۔ اس لئے کہ شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے ﴿۵﴾ اور اسی طرح سے (یعنی خواب کے موافق) اللہ تعالیٰ تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور خواب کی تعبیر دینی سکھلا دے گا اور اپنی نعمتیں تجھ پر اور یعقوب علیہ السلام کے گھرانے پر پوری کر دے گا جس طرح کہ اس سے پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحق پر پوری کر چکا ہے۔ کیونکہ تیرا رب علیم ❶ (اور) حکیم ہے ﴿۶﴾

ترکیب:......قرآناً مصدر موضع مفعول میں، یہ حال ہے ضمیر انزلناہ مفعول سے عربیاً اس کی صفت۔ احسن منصوب ہے مفعول نقص کا

❶...... بہت کچھ جانتا ہر حکمت وتدبیر سے واقف ہے قابل نعمت کو اپنی مصلحت سے دیتا ہے ۱۲ منہ۔

ہو کر بما مصدر یہ ھذا مفعول ہے او حینا کا قرآن نعت ہے یا بیان ہے۔ وان کنت مخففہ ہے مثقلہ سے فیکید وا جواب نہی۔

سبب نزول

تفسیر: ...... مفسرین کہتے ہیں کہ اس سورۃ کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ مکہ معظمہ کے کفار سے یہود نے یہ کہلا بھیجا کہ محمد (ﷺ) جو عاد و ثمود کے حالات بیان کرتا ہے سو یہ کچھ مشکل بات نہیں عرب کے مشہور واقعات میں سے ہیں۔ ہاں اس سے یہ پوچھو کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد مصر میں کیوں گئی تھی؟ اور یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں میں کیا معاملہ گزرا؟ اور یوسف علیہ السلام کیونکر مصر میں پہنچا؟ یہ باتیں بجز مورخین اہل کتاب کے اَن پڑھ آدمی خصوصاً مکہ کا رہنے والا کہ جہاں ان باتوں سے کان بھی آشنا نہیں ہرگز نہ بتلا سکے گا۔ چنانچہ اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا جس پر یہ سورۃ نازل ہوئی جس کو یہود نے سُن کر دل میں اقرار کیا، الہام کے قائل ہوئے مگر زبان سے کب اقرار کرتے تھے۔

الٓر سے لے کر لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ تک بطور تمہید یہ فرماتا ہے: (۱) یہ یعنی سورۂ یوسف کِتٰبِ مُّبِیْن یعنی قرآن کی آیات ہیں یعنی منزل من اللہ ہیں، قرآن کو مبین کہنا گویا یہ بات بتلانا ہے کہ زبان الہام ہے یہی غیب کی باتیں بیان کر رہا ہے، (۲) قرآن کو جواے اہل مکہ ہم نے عربی زبان میں صاف صاف طور پر نازل کیا تو تمہارے سمجھنے کے لئے اس کو ہلکی بات نہ سمجھنا چاہیے۔

احسن القصص: قصہ حضرت یوسف علیہ السلام: ...... (۳) اس قرآن کے وحی کرنے میں اے محمد! تم پر اچھا قصہ وحی کرتے ہیں حالانکہ تم اس سے پہلے واقف بھی نہ تھے۔ اس قصہ کو احسن القصص اس لئے کہا کہ اس میں بہت سی عبرتناک باتیں ہیں یعقوب علیہ السلام کا مصیبت کے بعد راحت کا منہ دیکھنا بھائیوں کے حسد کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کا محکوم ہونا عصمت و عفت کی بدولت یوسف علیہ السلام کو مرتبۂ صدیقیت حاصل ہونا۔ اِذْ قَالَ سے قصہ شروع کرتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے خواب میں گیارہ ستارے اور چاند سورج کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا باپ سمجھ گئے کہ اس کو ایک روز یہ دن نصیب ہوگا۔ اس کے گیارہ بھائی اور ماں باپ [1] سجدہ کریں گے۔ ستاروں سے بھائی اور چاند اور سورج سے ماں باپ کی طرف اشارہ تھا یہ سمجھ کر بھائیوں کے آگے بیان کرنے سے منع کیا کہ سوتیلے بھائی ہیں حسد میں آکر کہیں اس کے ساتھ کچھ بدی نہ کریں۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ
اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ ۝۸ۚۖ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ
اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ
السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا
لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۱۲ قَالَ اِنِّيْ

[1] یا تو اس عہد میں غیر اللہ کے لئے سجدۂ تعظیم درست تھا یا سجدہ کے معنی جھکنا اور تعظیم کرنا ہیں ۱۲ منہ۔

لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۱۳
قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۱۴ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ
وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ
هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۱۵ وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۱۶ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا
ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ
بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۱۷ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ
سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۱۸
وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ
وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۱۹ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ
مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ ۲۰

ترجمہ:......البتہ یوسف اور اُس کے بھائیوں کے (قصے میں) سوال ❶ کرنے والوں کے لئے بہت کچھ نشانیاں ہیں ۷ جب کہ (بھائیوں نے) کہا کہ البتہ یوسف اور اس کا بھائی تو ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم جماعت ہیں۔ البتہ ہمارا باپ تو صریح خطا میں پڑا ہے ۸ یوسف کو مار ڈالو یا کہیں پھینک آؤ تا کہ باپ کی توجہ کُلی تم ہی پر رہے اور اس کے بعد نیک قوم ہو جانا (یعنی توبہ کر لیں گے) ۹ ان میں سے ایک کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر تم کو کرنا ہی ہے تو یوسف کو مارو تو نہیں (پر) اندھے کوئیں میں ڈال دو تا کہ کوئی قافلہ والا اُٹھا کر لے جائے ۱۰ (باپ سے جا کر) کہا کہ ابا جان! آپ کس لئے یوسف پر ہمارا اعتبار نہیں کرتے؟ حالانکہ ہم تو اُس کے خیر خواہ ہیں ۱۱ کل اُس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ وہ کھائے اور کھیلے اور ہم اُس کی نگہبانی کریں گے ۱۲ اُس نے کہا مجھے اُس کے لے جانے سے غم ہوتا ہے اور ڈرتا ہوں کہ تمہاری غفلت میں اُس کو بھیڑیا نہ کھا جائے ۱۳ اُنھوں نے جواب دیا باوجودیکہ ہم ایک جماعت ہوں اور اُس کو بھیڑیا کھا جائے تو ہم گئے گزرے ہوئے ۱۴ پھر جب کہ اُس کو لے گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اُس کو اندھے کوئیں میں ڈال دیں۔ تو ہم نے یوسف علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تو ضرور اُن کو ایک روز اس (بدسلوکی) سے آگاہ کرے گا ۱۵ اور وہ بے خبر ہوں گے اور کچھ رات گئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ۱۶ (اور) کہنے لگے کہ اے ہمارے باپ! ہم تو آپس میں دوڑنے میں مصروف ہوئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے سو اُس کو بھیڑیا (آ کر) کھا گیا اور

❶......یعنی جو حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے حالات سے سوال کرتے ہیں اس بیان میں اُن کے لئے پوری نشانی نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اس لیے کہ باوجود توریت پاس نہ ہونے اور نہ اُس کے پڑھے لکھے ہونے کے اتنے بڑے قصے کو ان باریکیوں اور پہلوؤں کے ساتھ جو اس واقعہ کے ساتھ متعلق ہیں اس طرح سے بیان کر دینا کہ توریت کے سر مو بھی خلاف نہ ہو البتہ ایک معجزہ ہے ۱۲ منہ۔

آپ ہمارے کہنے کا کبھی یقین نہ کریں گے خواہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں ⑰ اور اُس کے کُرتے پر جھوٹ مُوٹ کا خون بھی لگا لائے۔ (یعقوب علیہ السلام نے) کہا نہیں بلکہ تم نے دل سے ایک بات بنائی ہے۔ پس (اب) صبر ہی اچھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سے تمہاری باتوں پر مدد چاہتا ہوں ⑱ اور (کنویں کے پاس) قافلہ آیا اُنھوں نے اپنے سقے کو بھیجا تو اس نے ڈول ڈالا۔ (یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر) کہا اے لو مژدہ ہو یہ تو ایک لڑکا (نکل آیا ہے) اور اُس کو اپنے اسباب میں چھپا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو کچھ وہ کر رہے تھے ⑲ (بھائیوں کو خبر ہوئی) اور اُس کو کم قیمت (یعنی) چند درہموں پر بے رغبتی سے بیچ ڈالا ⑳۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزند کا تذکرہ

واضح ہو کہ حاران سے کوچ کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام ملکِ کنعان میں آ رہے تھے۔ اُن کی بود و باش خیموں میں تھی حبرون کے پاس (رہائش اختیار کی) اسحاق علیہ السلام بھی یہیں رہے اُن کے بڑے بیٹے عیص شعیر پہاڑ میں جا بسے اور یعقوب علیہ السلام اپنے باپ کی وصیت سے حاران کی طرف اپنے حقیقی ماموں نحور کے بیٹے لابن کے ہاں گئے اُن کی دو بیٹیاں تھیں بڑی لیاہ جس کی آنکھیں چوندھی تھیں، چھوٹی راحل یا راحیل جو بہت خوب صورت تھی یعقوب علیہ السلام اُس پر عاشق ہوئے۔ سات برس لابن کی بکریاں اس لئے چراتے پھرے آخر نکاح ہوا تو صبح کو اپنے پاس لیاہ کو دیکھا ماموں سے شکایت کی اُس نے ہفتہ بھر کے بعد راحیل سے بھی نکاح کر دیا۔ لیاہ کے پیٹ سے روبن پھر شمعون پھر لاوی پھر یہوداہ اور اشکار اور زبلون پیدا ہوئے اور لیاہ کے ساتھ جو جہیز میں زلفہ لونڈی دی گئی تھی اُس سے جد اور آشر پیدا ہوئے اور راحیل سے یوسف علیہ السلام جو نہایت خوب صورت تھے پھر بنیمین کہ جن کو جن کر (ان کی پیدائش کے بعد) پھر راحیل نے انتقال کیا اور اُس کے ساتھ جو بلہ لونڈی جہیز میں دی گئی تھی اس سے دان اور نفتالی پیدا ہوئے بیس برس کے بعد یعقوب علیہ السلام اپنی بیویوں اور لڑکوں کو اور گلہ کو لے کر اپنے وطن ملکِ کنعان میں آئے اور ایک گاؤں میں رہے جس کا نام سیلون تھا جو بیت ایل اور نابلس کے درمیان تھا۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ* ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ㉑ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ㉒ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ㉓ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ

* تاویل الاحادیث کے معنی تعبیر خواب بھی ہے اور ہر بات کی اصل حقیقت بیان کرنا اور اُس کی حکمت اور مصلحت اور اُس کے ہر پہلو پر واقفیت حاصل کرنا بھی۔ یعنی یوسف علیہ السلام کو ہم نے اس تدبیر سے ملکِ مصر میں عزت و وقعت دی اور حکمت و علم بھی دیا جس میں تعبیر خواب بھی ہے ۱۲

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ

وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ

يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ

اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ

كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ

مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ

عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۱۲

ترجمہ:......اور اُس مصر والے نے کہ جس نے یوسف کو (اہلِ قافلہ سے) خریدا تھا اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرنا شاید کہ ہمارے کام آ ئے یا ہم اُس کو بیٹا بنالیویں۔ اور ہم نے یوسف کو زمین مصر میں یوں جگہ دی اور تا کہ ہم اُس کو خواب کی تعبیر سکھا دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے کام پر قادر ہے لیکن اکثر جانتے نہیں ﴿۲۱﴾ اور جب کہ یوسف اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اُس کو حکمت اور علم دیا۔ اور ہم نیکوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ﴿۲۲﴾ اور جس عورت کے گھر میں یوسف علیہ السلام تھا وہ اُس کو رجھانے لگی اور دروازہ بند کر دیئے اور کہنے لگی لو آؤ۔ اُس (یوسف) نے کہا اللہ تعالیٰ کی پناہ ❶ وہ تو میرا آقا ہے جس نے مجھے عزت سے رکھا ہے بے انصاف فلاح کو نہیں پہنچا کرتے ﴿۲۳﴾ اور اُس عورت نے تو اُس پر ارادہ (بد) کر لیا تھا اور وہ بھی کر ہی چکا تھا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔ (یوں ہوا) تاکہ اس سے بُرائی اور فحش کو ٹال دیں۔ کیونکہ وہ ہمارے خالص بندوں میں سے تھا ﴿۲۴﴾ (جب یوسف بھاگ کر جانے لگے) اور دونوں دروازے تک دوڑتے گئے اور عورت نے پیچھے سے اُس کا کُرتہ چیر ڈالا۔ اور دروازہ کے پاس دونوں نے اُس کے خاوند کو پایا۔ عورت کہنے لگی (پیش بندی کے طور پر)۔ کہ جو تیرے گھر کے لوگوں سے بُرا ارادہ کرے اس کی تو بس یہی سزا ہے کہ قید ہو یا سخت مار ماری جائے ﴿۲۵﴾ (یوسف علیہ السلام نے) کہا خود تو مجھ پر ریجھ گئی تھی، اور اُس عورت کے گھر والوں میں سے ایک دیکھنے والے نے یہ شہادت دی کہ اگر اس کا کُرتہ آگے سے پھٹا ہے تو وہ سچی اور یہ جھوٹا ﴿۲۶﴾ اور اگر اُس کا کُرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو وہ جھوٹی اور یہ سچا ﴿۲۷﴾ پھر جب کہ اُس کا کُرتہ پیچھے سے چرا دیکھا تو (اُس کے خاوند نے) کہا یہ تو (اے عورتو!) تمہارا مکر ہے بے شک تمہارا بڑا مکر ہوتا ہے ﴿۲۸﴾ یوسف! اس سے درگزر کرو، اور تو (اے عورت!) اپنے گناہ کی معافی مانگ کیونکہ تو ہی خطاوار ہے ﴿۲۹﴾۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کنویں میں ڈالا جانا

نابلس جس کو پہلے سکم کہتے تھے بیت المقدس سے تیس میل اور سرنا سے سات میل ہے اس کے قریب دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر وہ کنواں ہے جس میں بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو ڈالا تھا اور اُسی کے قریب ایک احاطہ بنا ہوا ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے مزار مقدس ہیں۔ یوسف علیہ السلام سترہ برس کی عمر میں تھے کہ بھائیوں کے ساتھ بھیڑ بکریاں چراتے تھے۔ چونکہ

❶......وہ یعنی تیرا شوہر ۱۲ منہ۔

راحیل متوفیہ کی یادگار تھے یعقوب علیہ السلام اُن کو سب سے زیادہ چاہتے تھے جس پر بھائیوں کو رشک تھا۔ انہیں دنوں میں یوسف علیہ السلام نے یہ خواب دیکھا باوجود منع کرنے کے بھائیوں سے کہہ دیا اور بھی اُن کی آتش رشک میں تیل ڈال دیا۔ نابلس کی وادی میں یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھیڑ بکریاں، گائے بیل چرانے کے لئے گئے تھے، وہاں جا کر قتل کرنے کا ارادہ کیا مگر سب میں بڑے بھائی روبن نے منع کیا کہ خونریزی نہ کرو بلکہ اس کو کنوئیں میں ڈال دو جو بیابان میں ہے۔ اس کی وہ بوقلموں قبا اُتار لی جو باپ نے پہنائی تھی۔ اور اُس کو اندھے کنویں میں ڈال دیا کہ جس میں ایک بوند بھی پانی نہ تھا۔ یہ کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ اسماعیلیوں کا ایک قافلہ آتا دکھائی دیا جو جلعاد سے گرم مصالحے اور روغن بلسان اور مُر اونٹوں پر لادے ہوئے مصر جاتا تھا۔ قافلہ نے آکر ڈیرا کیا اور اسی کنویں پہ پانی لینے کسی کو بھیجا۔ یوسف علیہ السلام نے ڈول تھام لیا۔ اُس نے دیکھا تو ایک لڑکا معلوم ہوا۔ قافلہ میں خبر کی۔ اُنھوں نے یوسف علیہ السلام کو نکالا اپنے اسباب میں چھپا لیا۔ روبن نے کنویں پر جا کر دیکھا تو یوسف علیہ السلام کو نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ اسماعیلی قافلہ والوں نے نکال لیا۔ پھر یہوداہ کی صلاح سے سب نے متفق ہو کر یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں کے ہاتھ بیس روپیہ کو بیچ دیا اور اُس قبا پر بکری کے بچے کا خون لگا کر یعقوب علیہ السلام کے پاس لے گئے کہ بھیڑیے ❶ نے پھاڑ کھایا۔ تب یعقوب علیہ السلام اس کے لئے رویا کئے (کرتے) اور کہا کہ میں اُس کے غم میں روتا ہوا گور (قبر) میں اُتروں گا۔ قافلہ والوں نے مصر جا کر فوطیفار یا بوتیار کے ہاتھ فروخت کر دیا جو فرعون کا ایک امیر اور لشکر کا سردار تھا جس کو عزیز کہتے تھے عزیز نے یوسف علیہ السلام کو اپنے گھر اور تمام کارخانوں کا مختار کر دیا اور اپنی بیوی کو اس کی عزت وتوقیر کرنے کی تاکید کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت:...... یوسف علیہ السلام خوب صورت اور نور پیکر تھے عزیز کی بیوی (زلیخا) ان پر فریفتہ ہوگئی اور اپنے ساتھ ہم بستر ہونے کی خواستگار رہوئی۔ آخر جب یوسف علیہ السلام نے نہ مانا ایک روز تخلیہ پا کر یوسف علیہ السلام کا پیراہن پکڑ کر کہنے لگی کہ میرے ساتھ ہمبستر ہو وہ اپنا پیراہن اُس کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگے پیچھے یہ بھی بھاگی اور باہر سے آتے ہوئے دونوں کو عزیز مصر دروازہ پر مل گیا۔ زلیخا نے اُلٹا یوسف علیہ السلام پر دعویٰ کیا کہ یہ مجھ سے بُرا ارادہ رکھتا تھا میں چلائی تو پیراہن میرے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ یوسف علیہ السلام نے انکار کیا۔ تب زلیخا کے خاندان میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ سچی اور اگر پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ سچا۔ جب پیچھے سے پھٹا دیکھا تو عزیز سمجھ گیا کہ اسی کی چالاکی ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا
حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۰ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ
وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ
عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۡ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ
اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝۳۱ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ

❶...... اس جنگل میں بھیڑیے بہت تھے ۱۲ منہ۔

عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا* مِّنَ
الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ
عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ
عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا
الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ ع
اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْۤ اَرٰىنِيْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ
الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا
طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ
رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ
مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ ؕ

ترجمہ: ..... اور شہر میں عورتوں نے چرچا کیا کہ عزیز کی عورت اپنے غلام کو چاہتی ہے بے شک اُس کی محبت میں فریفتہ ہوگئی ہے۔ ہم تو اُس کو صریح خرابی میں دیکھتے ہیں (۳۰) پھر جب عزیز کی بیوی نے اُن کی ملامت سنی تو اُن کو بُلا بھیجا اور اُن کے لئے ایک مجلس تیار کی اور (پھل تراشنے کے لئے) ہر ایک کو ایک ایک چھری (۱) دے دی اور بولی یوسف علیہ السلام اِن کے سامنے نکل آ۔ پھر جب کہ اُنھوں نے اُسے دیکھا تو حیرت میں رہ گئیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ بشر نہیں۔ ہو نہ ہو یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے (۳۱) وہ بولی یہی تو وہ ہے کہ جس کے امر میں تم نے مجھے ملامت کی تھی۔ اور بے شک میں نے اس سے دلی خواہش کی تھی پھر اس نے اپنے آپ کو روک لیا۔ اور اگر وہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید میں پڑے گا اور بے عزت ہو کر رہے گا (۳۲) یوسف علیہ السلام نے دعا کی اے رب! مجھے قید بہتر ہے اُس کام سے کہ جس کی طرف وہ مجھے بُلا رہی ہیں۔ اور اگر تو مجھ سے اُن کے مکر کو نہ ٹالے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادان بن جاؤں گا (۳۳) سو اُس کے رب نے اس کی دُعا قبول کی تب اُن کا فریب اُس سے دور کر دیا

---

* ولیکونا قریٔ بالتشدید والتخفیف۔ والتخفیف اولٰی لان النون کتبت فی المصحف الفا علی حکم الوقف وذٰلک لا یکون الافی الخفیفۃ۔ کشاف۔ والحاصل الالف بدل من النون الخفیفۃ۔ ۱۲ منہ۔ (۱) پھل تراش کر کھانے کو ۱۲ منہ۔

کیونکہ وہ سُننا جانتا ہے(۳۴) پھر اُن کو نشانیاں ❶ دیکھنے کے بعد بھی اس کا ایک وقت تک قید کرنا (بہتر معلوم ہوا) اور اتفاقاً(۳۵) اس کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان (اور بھی) داخل ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹی رکھے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ ہم کو اس کی تعبیر بتلا۔ کیونکہ ہم تجھے نیک سمجھتے ❷ ہیں(۳۶) یوسف علیہ السلام نے کہا جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ ابھی آنے نہ پاوے گا کہ اُس کے آنے سے آگے میں تمہیں تعبیر دے دوں گا۔ (تعبیر دینا بھی منجملہ اُن چیزوں کے ہے) جو میرے رب تعالیٰ نے مجھے سکھائی ہیں کیونکہ میں نے اُس قوم کا مذہب ترک کر دیا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں(۳۷) اور میں اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے مذہب کا تابع ہو گیا۔ ہمیں جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہے اور جو ہم پر اور لوگوں پر بھی ہے لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے(۳۸) اے قیدیو! کیا چند متفرق معبود بہتر ہیں، یا اکیلا اللہ تعالیٰ جو زبردست ہے(۳۹)۔

شہر کی عورتوں میں اس حادثہ کا چرچا

مگر اس بات کا شہر کی عورتوں میں چرچا ہو گیا۔ زلیخا کو بھی خبر ملی، اُس نے دعوت کر کے ان عورتوں کو بُلایا اور تُرنج کاٹنے کے لئے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی اور یوسف علیہ السلام کو بنا سنوار کر چھپا رکھا تھا اور کہا کہ میں اُس کو بُلاتی ہوں اُس وقت تم کھانا شروع کرنا جب یوسف علیہ السلام برآمد ہوئے تو سب دیکھ کر حیرت میں آ گئیں اور بجائے تُرنج کے اپنے ہاتھ چھری سے کاٹ لئے (یعنی زخمی کر لئے) تب زلیخا نے تعریضاً کہا کہ یہی تو وہ ہے کہ جس کی نسبت تم مجھے ملامت کرتی تھیں۔ تب زلیخا نے پھر کہا کہ اگر میرا کہنا نہ مانے گا تو یہ ذلیل ہو گا اور قید میں جائے گا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا مجھے قید بہتر ہے۔ باوجودیکہ یوسف علیہ السلام کی صداقت اور عصمت بہت نشانیوں سے دیکھ چکے تھے مگر دفعِ طعن کے لئے یوسف علیہ السلام کو ناحق قید خانہ بھیجا۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا

مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ

رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ

فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ؕ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰهُ

ع الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ؑ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى

❶...... یوسف علیہ السلام کی بزرگی اور پارسائی کے نشان اور وجوہ دیکھنے کے بعد لازم تھا کہ فوراً قید سے رہا کرتے مگر اپنی کسی مصلحت سے چند روز اور قید میں رکھنا مناسب جانا ۱۲۔

❷...... اصلی خواب میں جس کو رؤیا صادقہ کہتے ہیں انسان کی روح کو عالم غیب کی چیزیں جو ہنوز عالم ظہور میں نہیں آئیں دکھائی دے جاتی ہیں لیکن قوتِ متوہمہ اُن معانی مجردہ کو ان کے مناسب اشکال میں ڈھال کر دکھاتی ہے پھر اس کے حل کا نام تعبیر ہے یہ کام اسی سے عمدہ بن سکتا ہے جس کو عالم قدس سے مناسبت ہوتی ہے اور یہ مناسبت مع آثار چہرے پر بھی نمودار ہوتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے نورانی چہرے سے اُنھوں نے سمجھ لیا کہ یہ بھی اُنہی مقدس لوگوں میں سے ہے اس لئے ان سے تعبیر پوچھی ۱۲ منہ۔

سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ
يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ
اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا
وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ
اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ
وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ
سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿٤٧﴾
ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا
تُحْصِنُوْنَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ ع ۱۱
وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ
مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿٥٠﴾

ترجمہ:......تم اس کے سوا کچھ نہیں پوجتے مگر چند ناموں کو جو تم نے اور تمہارے بڑوں نے مقرر کر لئے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی سند نازل نہیں کی ہے۔ حکومت بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی نہیں۔ جس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی بھی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر انسان جانتے نہیں ﴿٤٠﴾ (اس نصیحت کے بعد کہا) اے قیدیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلائے گا، اور لیکن دوسرا سو وہ سُولی پر لٹکا یا جائے گا۔ پھر پرندے اُس کے سر کو نوچیں گے۔ جس بات کو پوچھتے ہو وہ تو فیصل ہو چکی ﴿٤١﴾ اور اُن دونوں میں سے جس کو یوسف علیہ السلام نے بچنے والا سمجھا تھا (اُس سے یہ) کہہ دیا کہ تو اپنے آقا سے میرا بھی ذکر کر دینا۔ پھر اُس کو اپنے آقا کے پاس ذکر کرنے سے شیطان نے غافل کر دیا تب چند برس یوسف قید خانہ میں بند رہے ﴿٤٢﴾ اور بادشاہ نے کہا میں نے دیکھا (خواب میں) کہ سات موٹی گائے ہیں جن کو سات دُبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے ہیں اور سات خشک ﴿٤٣﴾ اے درباروالو! میرے خواب کی تعبیر دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر دینی آتی ہے انھوں نے کہا (یہ ایک) پریشان خواب ہے اور پریشان خوابوں کی تعبیر ہمیں نہیں آتی ﴿٤٤﴾ اور وہ شخص کہ جو اُن دونوں میں سے بچ گیا تھا اور جس کو عرصہ کے بعد ❶ یاد آیا کہنے لگا اس کی تعبیر میں تمہیں بتاتا ہوں تم مجھ کو (قید خانہ تک) جانے دو ﴿٤٥﴾ (وہاں جا کر یوسف سے کہا) اے سچے یوسف اس کی تعبیر بتلا کہ سات موٹی گایوں کو سات دُبلی کھا رہی ہیں۔ اور سات ہری بالیں ہیں اور سات خشک تاکہ میں لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں کہ اُنھیں معلوم ہو ﴿٤٦﴾ (یوسف علیہ السلام نے)

❶ حضرت یوسف علیہ السلام کا تعبیر دینا عرصہ کے بعد یاد آیا تب اُس نے دربار سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دو کہ میں قید خانہ میں جا کر ایک قیدی سے تعبیر لوں ۱۲ منہ۔

کہا کہ تم سات برس تک لگے تار کھیتی کرو گے، پھر جو فصل کاٹو تو اُس کو اُس کے خوشوں ہی میں لگا رہنے دو (تا کہ وہ خراب نہ ہو) مگر تھوڑا سا کہ جس کو تم کھاؤ۝۴۷ پھر اُس کے بعد سات برس سخت آئیں گے کہ جو ذخیرہ اُن کے لئے جمع کر رکھا تھا اُس کو کھا جائیں گے مگر قدرے قلیل کہ جو احتیاط ❶ سے رکھا ہوگا۝۴۸ پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا کہ جس میں لوگوں کے لئے بارش ہوگی اور اس میں انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۝۴۹ (اور تعبیر کے بعد) بادشاہ نے کہا اس کو (یوسف علیہ السلام کو) میرے پاس لے آؤ۔ پھر جب یوسف علیہ السلام کے پاس ایلچی پہنچا تو کہا اپنے آقا کے پاس جا کر پوچھ کہ اُن عورتوں کا کیا حال ہے کہ جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے ❷ البتہ میرا رب تعالیٰ اُن کے مکر سے خوب واقف ہے۝۵۰۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب کی تعبیر دینا

اس کے ساتھ دو شخص اور بھی اتفاقاً قید خانہ میں بھیجے گئے ایک فرعون کا ساقی اور دوسرا نان پزوں (روٹیاں پکانے والوں) کا داروغہ ایک رات دونوں نے خواب دیکھا۔ یوسف علیہ السلام سے ساقی نے بیان کیا میں نے ایک انگور کا درخت دیکھا اُس کی تین شاخیں نکلیں اور اُس کے پھل پھول آئے اور اُس کے گچھوں میں انگور پکے اور فرعون کا پیالہ میرے ہاتھ میں تھا میں نے اُس میں انگوروں کو نچوڑا اور فرعون کے ہاتھ میں دیا۔ دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ میرے سر پر تین ٹوکرے روٹیوں کے ہیں فرعون کے لئے۔ اُوپر کے ٹوکرے میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کرنے سے پہلے اُن کو دین حق کی تعلیم کی اور پیشتر بطور تمہید کے یہ فرمایا لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ ......الخ کہ خواب کی تعبیر پر کیا موقوف ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے اور بہت سی باتوں پر مطلع کیا ہے ادنیٰ مرتبہ یہ کہ جو تم کو قید خانہ میں کھانا ہر روز دیا جاتا ہے میں اُس کے آنے سے پہلے اُس کا حال تمہیں بیان کر دوں گا کہ وہ کس قسم کا اور کتنا ہوگا۔ (تاویل الشیٔ مایر جع الیه وھو الذی یؤل الیه آخر ذلک الامر یعنی جس بات پر کوئی شئے آخر الامر آ ٹھہرتی ہے اُس کو تاویل کہتے ہیں، اس میں خواب کی تعبیر بھی آ گئی) یا یوں کہو کہ یوسف علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ کھانا آنے سے پہلے میں تمہارے خواب کی تعبیر بیان کر چکوں گا اس نصیحت کرنے میں دیر ہونے سے نہ گھبراؤ۔ پھر ذٰلک مما علمنی سے لے کر لایعلمون تک اپنا خاندانی موحد ہونا اور بت پرستوں کے مذہب سے الگ ہونا اور خدائے واحد کا وحدہٗ لاشریک ہونا اور خدا پرستوں پر اُس کے افضال و انعام کا صادر ہونا بیان فرما کر یا صاحبی السجن سے اُن کے لئے تعبیر شروع کی کہ تین خوشوں سے مراد تین روز ہیں سو تین روز کے بعد تو فرعون کو شراب پلانے کے عہدہ پر مقرر ہوگا اور دوسرے سے کہا تین ٹوکروں سے مراد تین دن ہیں تین دن کے بعد تو سولی دیا جائے گا پرندے تیرے سر کا بھیجا کھاویں گے۔ چنانچہ تین روز کے بعد فرعون نے جشنِ سالگرہ کیا اور اُن دونوں کی رُوبکاری ہوئی ساقی کو پھر اُسی عہدہ پر مقرر کیا اور خان ساماں کو اُس کے جرم پر پھانسی دی گئی۔ ساقی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہہ دیا تھا کہ فرعون سے میرا حال کہنا کہ ایک غریب پردیسی کہ جس کو بھائیوں نے غلام بنا کر بیچ دیا اور وہ مصر میں تیرے عزیز کے ہاتھ آ کر بکا عزیز کی جورو نے اُس پر تہمت لگا کر قید میں ڈالوا رکھا ہے مگر ساقی جا کر ایسے مست ہوئے کہ کہنا ہی بھول گئے۔ پھر فرعون نے دوسرے سال کے آخر دنوں میں ایک خواب دیکھا کہ وہ لب دریا کھڑا ہے کہ دریا سے سات موٹی اور خوب صورت گائیں نکلیں اور نیستان میں چرنے لگیں۔ (بقیہ آئندہ آیات کے تحت ملاحظہ فرمائیں)

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا

عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ

❶ ...... یعنی وہ جو تم ریزی کے لئے رکھ چھوڑو گے یا جو بڑی احتیاط سے جمع رکھا جاتا ہے ۱۲ منہ

❷ ...... آیا میں نے اُن سے کوئی بد ارادہ کیا تھا یا خود اُنھوں نے مجھ سے بد ارادہ کیا تھا۔ یوسف علیہ السلام قید خانہ سے نکلنے سے پہلے اپنی برأت کرنا چاہتے تھے ۱۲ منہ۔

عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۝۵۱ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ۝۵۲

ترجمہ: ...... (بادشاہ نے) پوچھا اُس وقت تمہارا کیا حال تھا (یعنی اصل کیا بات تھی) جب کہ تم نے یوسف علیہ السلام کو پھسلایا تھا۔ (اُنھوں نے) جواب دیا کہ حاشاللہ ہم کو اُس میں کوئی بُرائی معلوم نہیں ہوئی۔ ف عزیز کی بیوی نے کہا اب تو سچی بات ظاہر ہی ہوگئی۝۵۱ (بات یہ تھی کہ) میں نے ہی اُس کو پھسلانا چاہا تھا اور وہ سچا ہے۔ (یوسف علیہ السلام نے کہا) یہ اس لئے تا کہ معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز کی غائبانہ خیانت نہیں کی تھی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ دغابازوں کے فریب کو سرسبز نہیں کیا کرتا۝۵۲۔

بقیہ خواب کی تعبیر: ...... اور کیا دیکھتا ہے کہ اُن کے بعد اور سات گائیں بدشکل اور دُبلی دریا سے نکلیں اور گھاٹ پر آ کر کھڑی ہوئیں اُن موٹی اور خوب صورت گایوں کو کھا گئیں۔ تب فرعون جاگا اور پھر سو گیا دوبارہ پھر دیکھا کہ سبز اور اناج کی بھری ہوئی سات بالیں ایک ٹہنی میں ظاہر ہوئیں اور اُن کے بعد سات بالیں پتلی اور خشک نکلیں اور اُن بالوں کو کھا گئیں۔ صبح کو فرعون جاگا اور اُس کا جی گھبرایا۔ مصر کے تمام دانشمندوں کو بلایا کسی سے تعبیر ❶ نہ دی گئی تب اُس ساقی کو یاد آیا فرعون سے بیان کیا کہ جب میں اور خان ساماں قید میں ڈالے گئے تھے وہاں ایک ہی رات ہم دونوں نے خواب ❷ دیکھا تھا اور عبری جوان بھی وہاں قید تھا اُس نے ہمارے خوابوں کی تعبیر دی اور جیسی تعبیر دی تھی ویسا ہی ہوا۔ مجھے اپنے منصب پر قائم کیا اُس کو پھانسی دی گئی۔ مجھے حکم ہو تو اُس سے پوچھ کر آؤں، ساقی یوسف علیہ السلام کے پاس آیا اور فرعون کا خواب بیان کیا۔ یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی کہ یہ ایک ہی خواب ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کو دوبارہ یوں دکھایا کہ یہ بات ہونے والی ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مقرر ہو چکی وہ اچھی سات گائیں اور سات ہری بالیں سات سال ارزانی اور سستے کے ہیں اور وہ سات دُبلی اور بدشکل گائیں اور سات خشک بالیں قحط کے سال ہیں۔ مصر میں سات برس تک نہایت ارزانی اور پیداواری ہوگی پھر اس کے بعد سات برس سخت قحط پڑے گا۔ فرعون کو چاہیئے کہ ایک ہوشیار آدمی مصر کی زمین پر مختار مقرر کرے کہ وہ تحصیلدار مقرر کرے اور ارزانی کے سالوں میں ضروری خوراک چھوڑ کر ایک ذخیرہ جمع کریں، فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ اور پھر قحط کے سالوں میں اس سب ذخیرہ کو کھالیا جائے گا مگر قدرے قلیل جو احتیاط سے رکھا ہو گا بچ رہے گا پھر اس کے بعد بارش ہوگی اور تاکستان سے لوگ شیرہ نچوڑیں گے (یہ جملہ خواب سے نہیں بلکہ الہام سے فرمایا ❸ دگا)۔ ساقی نے آ کر فرعون سے بیان کیا۔ اُس نے سُن کر بہت پسند کیا اور تمام ارکانِ دولت نے تحسین کی۔ فرعون مشتاقِ ملاقات ہوا۔ چوب دار شاہی حضرت علیہ السلام کو لینے آئے۔ آپ نے فرمایا پیشتر میرے اُس جُرم کی تحقیق کر لو کہ جن کے روبرو عزیز کی بیوی نے مجھے بلایا تھا اور اُن کے ہاتھ چھری سے کٹ گئے تھے۔ فرعون نے اُن سے دریافت کیا سب نے اور خود عزیز کی بیوی نے اُن کی پاکدامنی کا اقرار کیا۔

ف عورتوں کو بلا کر اصل مقدمہ کی تحقیق کرنی شروع کی عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت دی ۱۲ منہ ❶ ...... اللہ تعالیٰ نے انسان کی روح یا نفس ناطقہ میں جو جوہر نورانی ہے یہ قدرت عطا کی ہے کہ وہ عالم بالا کی طرف صعود کر کے وہاں کے بعض واقعات پر مطلع ہو جاتا ہے لیکن قوت خیالیہ ان مطالب کو مخلوط کر دیتی ہے تعبیر دینے والا اس خلط کو علیحدہ کر کے اصل مطلب بتلا دیتا ہے ۱۲ منہ۔ ❷ ...... رؤیا کو حدیث میں نبوت کا ایک جزو قرار دیا ہے اور قرآن اور برہان اس کے حق ہونے پر شاہد عدل ہے ۱۲ منہ۔

پارہ (۱۳) وَمَآ اُبَرِّئُ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾ وَکَذٰلِکَ مَکَّنَّا لِیُوۡسُفَ فِی الۡاَرۡضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنۡہَا حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ ع

(الجزء الثالث عشر (۱۵))

ترجمہ:......اور میں کچھ اپنے نفس کی پاکی بیان نہیں کرتا کیونکہ نفس تو برائیاں سکھاتا ہی رہتا ہے (ہاں) مگر جس پر میرا رب ہی مہربانی کرے۔ کیونکہ میرا رب غفور رحیم ہے ﴿۵۳﴾ اور بادشاہ (فرعون) نے کہا اس کو (یوسف علیہ السلام کو) میرے پاس لے آؤ تا کہ اس کو خاص اپنے پاس رکھوں۔ پھر جب کہ اس سے بات چیت کی اور (قابلیت معلوم ہوئی) تو حکم دیا کہ تو آج سے ہمارا معزز اعتبار دار مصاحب ہے ﴿۵۴﴾ (یوسف علیہ السلام نے) کہا مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں خوب حفاظت کرنے والا خبردار بھی ہوں ❶۔ ﴿۵۵﴾ اور ہم نے اسی طرح سے یوسف علیہ السلام کو زور آور کیا کہ جہاں چاہے وہاں رہے۔ ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کیا کرتے ﴿۵۶﴾ اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے اُن کے لئے آخرت کا اجر تو اس سے بھی بہتر ہے۔ ﴿۵۷﴾

حضرت یوسف علیہ السلام کا اعلانِ برأت

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ... الخ: حضرت علیہ السلام نے کسرِ نفسی کے طور پر فرمایا کہ میں اس بات سے کچھ اپنا تفاخر نہیں چاہتا بندہ بشر ہے نفس ساتھ لگا ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے اُس کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

جب آپ علیہ السلام فرعون کے پاس گئے اور فرعون نے حُسن صورت اور خداداد لیاقت باتوں سے دریافت کی تو شیفتہ ہو گیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو از بس بینائی دی ہے سو کوئی تجھ سا عاقل اور دانش ور نہیں ہے۔ میں نے تجھ کو اپنی تمام رعیت پر اختیار دیا بجز تخت نشینی کے اور کوئی مرتبہ میں نے تجھ سے باقی نہیں رکھا اور اپنی انگشتری اُس کے ہاتھ میں پہنا دی (اس وقت آپ کی عمر تیس (۳۰) برس کی تھی)۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ کام جو محاصل ملک سے متعلق تھا اپنے لئے لے کر قحط آئندہ کا تعبیر کے موافق انتظام کیا اور مصر کی سرزمین پر حاکم اور متصرف ہو گئے۔ یہ اُن کی ایمان داری کا دنیاوی نتیجہ تھا اور اُجرت آخرت اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

❶...... حساب کتاب سے بھی واقف ہوں یا یہ کہ حفاظت کے طریقے خوب جانتا ہوں۔ ۱۲ منہ۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ
بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ
الْمُنْزِلِيْنَ ۝۵۹ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝۶۰ قَالُوْا
سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝۶۱ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ
لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى
اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝۶۳
قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ
حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۶۴ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ
اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ
اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝۶۵ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى
تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ
قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝۶۶ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا
مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ
عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۶۷ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ
اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ
وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۸

ترجمہ:۔۔۔ (اور جب کہ کنعان میں بھی قحط پڑا) تو یوسف کے بھائی (مصر میں) اُس کے پاس گئے سو اس نے تو اُن کو پہچان لیا اور وہ اُس کو نہ

پہچانتے تھے(۵۸) اور جب اُن کا سامان تیار کر دیا تو کہا تم اپنے سوتیلے ❶ بھائی کو بھی میرے پاس لے آؤ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پیمانہ بھر کر دیتا ہوں اور بڑا مہمان نواز ہوں(۵۹) پھر اگر تم اُس کو میرے پاس نہ لاؤ گے تو نہ تمہیں میرے ہاں سے پیمانہ ملے گا اور نہ تم میرے پاس آنا(۶۰) وہ بولے ہم اُس کے باپ سے اُس کے لئے ڈھب لگاتے ہیں اور ہم یہ کر کے ہی رہیں گے(۶۱) اور (یوسف علیہ السلام نے) اپنے ملازموں سے کہہ دیا کہ اُن کی جمع پونجی اُن کے اسباب میں رکھ دو۔ تاکہ وہ اپنے گھر جا کر اُس کو دریافت کر لیں شاید کہ وہ پھر بھی آئیں(۶۲) پھر جب کہ وہ اپنے باپ کے پاس (کنعان میں) پہنچے تو کہنے لگے کہ ابا جان! ہمارا پیمانہ بند ہو گیا۔ ❷ سو آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے کہ ہم پیمانہ لائیں اور ہم اُس کے نگہبان بھی ہیں(۶۳) (یعقوب علیہ السلام نے) کہا (خوب) میں تمہارا اُس پر ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اُس کے بھائی پر کر چکا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی خوب حفاظت کرنے والا ہے۔ اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے(۶۴) اور پھر جب اُنہوں نے اپنا اسباب کھولا تو اپنی جمع پونجی اُس میں واپس دھری ہوئی پائی۔ تو کہنے لگے کہ ابا جان ہم کو کچھ نہیں چاہئے۔ یہ لو ہمارا روپیہ بھی ہمیں واپس دیا گیا اور ہم اپنے کنبہ کو پالیں گے (مصر سے غلہ لاکر) اور اپنے بھائی کی حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ لیں گے۔ یہ تو تھوڑا سا ہی پیمانہ تھا(۶۵) (یعقوب علیہ السلام نے کہا) میں اُس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہ بھیجوں گا۔ جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کا عہد نہ دو گے کہ ضرور ہم اُس کو تمہارے ہی پاس لے آئیں گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جائے۔ پھر جب اُنہوں نے اُس کو قول و قرار دیا تو اس نے کہا ہماری باتوں کا اللہ تعالیٰ شاہد ہے(۶۶) اور اُس نے (چلتے وقت) کہا بیٹو! (مصر میں) ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ ❸ دروازہ سے داخل ہونا۔ اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی کوئی بات (بلا) دفع نہیں کر سکتا۔ حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور اُسی پر ایک بھروسہ کرنے والے کو بھروسہ کرنا بھی چاہیے(۶۷) اور جب کہ وہ (مصر میں) اسی طرح داخل ہوئے کہ جس طرح اُن کے باپ نے حکم کیا تھا تو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں یہ اُن کے لئے کچھ بھی کام نہ آیا وہ صرف یعقوب کے دل کا ایک ارمان تھا کہ جس کو اُس نے پورا کیا اور وہ تو ہمارے سکھلانے سے علم والا تھا لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں۔(۶۸)

مصر سے غلہ کی تجارت اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں سے ملنا

جب قحط کے سال شروع ہوئے اور تمام ملکوں میں لوگ بھوکے مرنے لگے تو مصریوں نے فرعون سے کہا۔ اُس نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے پاس جاؤ جو وہ کہے کرو۔ یوسف علیہ السلام نے لوگوں کے ہاتھ غلہ فروخت کرنا شروع کر دیا۔ جب یعقوب علیہ السلام نے دیکھا کہ مصر میں غلہ ہے تو بیٹوں سے کہا کہ تم کیوں ایک دوسرے کا منہ تکتے ہو غلہ خرید کر لاؤ کہ ہم کھا کر جئیں۔ یوسف علیہ السلام کے دس بھائی غلہ مول لینے مصر میں آئے پر یعقوبؑ نے بنیامین کو اُن کے ساتھ نہ بھیجا کہ مبادا یہ تلف نہ ہو جائے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے اُس کے آگے خم ہوئے۔ یوسف علیہ السلام نے اُن کو دیکھا اور انہیں پہچان گیا پر اُس نے اپنے آپ کو ناواقف بنایا اور پوچھا تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟ جاسوس معلوم ہوتے ہو اس ملک کی خراب حالت دریافت کرنے کے لئے آئے ہو؟ اُنہوں نے کہا نہیں اے خداوند! تیرے غلام کنعان کے رہنے والے ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں بارہ تھے ایک وہیں ہے ایک کھو گیا ہم دس غلہ مول لینے آئے ہیں۔ پھر یوسف علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے میں سے ایک یہیں رہنے دو اور باقی غلہ لے کر جاؤ اور اپنے چھوٹے بھائی کو میرے پاس لاؤ اگر سچے ہو ورنہ جاسوس ہو۔ اُنہوں نے آپس میں کہا کہ سچ ہے ہم اپنے بھائی کی بابت مجرم ہیں اُس نے ہماری منت اور زاری کی ہم نے اُس کی خستہ دلی دیکھی اور اُس کی نہ سنی اس لئے یہ مصیبت ہم پر پڑی۔ تب روبن نے کہا کہ کیا میں تمہیں نہ کہتا تھا کہ اس بچے پر ظلم نہ کرو، مگر تم نے نہ سنا آج اُس کے خون کی باز

❶...... سوتیلے بھائی بنیامین جو یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے ۱۲ منہ۔ ❷...... یعنی غلہ جو پیمانہ سے دیا جاتا ہے ہندوستان میں غلہ تل کر دیا جاتا ہے اُن ملکوں میں پیمانہ ہے۔ ۱۲۔ ❸...... نظر بد کے لحاظ سے بھی ایک دروازہ سے داخل ہونے کو منع کیا کیونکہ سب خوبصورت تھے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سب کے سب مل کر رہنے میں خواہ مخواہ ایک چرچا ہوگا اور جو کچھ یوسف علیہ السلام اُن سے سلوک کریں گے اُس میں فسادوں کو موقع ملے گا کیونکہ مصری لوگ پردیسیوں سے کوئی نفرت رکھتے اور اُن کا سلطنت سے مستفید ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ ۱۲

پرس تم سے ہوئی اور وہ یہ نہ جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام اُن کی باتیں سمجھتا ہے کیونکہ اُن کے درمیان ایک ترجمان تھا یہ باتیں سن کر یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا اور کنارے جا کر پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ اور پھر اُن کے پاس آ کر باتیں کرنے لگا اور شمعون کو ان کے سامنے مقید کرلیا۔ اور حکم دیا کہ اُن کے بورے غلّہ سے بھر دیں اور ہر شخص کی نقدی اُس کے بورے میں رکھ کر پھیر دیں اور اُنہیں سفر کی خورش بھی دے دیں۔ اُن کے ساتھ بہت سا سلوک کر کے اُن کو کنعان کی طرف روانہ کیا اور بنیامین کے لانے کی بہت تاکید و تہدید کی۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ۭ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ترجمہ:......اور جب کہ وہ یوسف علیہ السلام کے پاس گئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دے کر کہا کہ میں تیرا بھائی ہوں پس جو کچھ یہ کرتے رہے اس پر غم نہ کرو ﴿۶۹﴾ پھر جب کہ یوسف علیہ السلام نے اُن کا سامان تیار کر دیا تو اپنے بھائی کے اسباب میں کٹورا رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ او قافلے والو! تم مقرر چور ہو ﴿۷۰﴾ وہ اُن کی طرف پھر کر پوچھنے لگے کہ کیا گم ہو گیا؟ ﴿۷۱﴾ اُنہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ کا کٹورا نہیں ملتا اور جو اُس کو لائے گا ایک اُونٹ بھر کر غلّہ پائے گا اور میں اُس کا ضامن ہوں ﴿۷۲﴾ (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا) بخدا تم جان چکے ہو کہ ہم ملک میں فساد کرنے نہیں آئے اور نہ ہم کبھی کے چور ہیں ﴿۷۳﴾ انہوں نے کہا پھر بھلا اگر تم جھوٹے نکلو تو چور کی کیا سزا؟ ﴿۷۴﴾ وہ بولے کہ جس کی خورجی میں سے وہ نکل آئے تو اُس کی سزا یہی ہے کہ وہی اُس کے بدلہ میں لیا جائے ہم بے انصافوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں ﴿۷۵﴾ پس اُس کے بھائی کے اسباب سے پہلے اُس کے اسباب دیکھنے شروع کئے پھر اُس کے بھائی کے اسباب میں سے اُس کو نکالا ہم نے یوسف کو ایسی تدبیر بتائی تھی۔ (ورنہ) بادشاہ مصر کے قانون سے تو وہ اپنے بھائی کو ہرگز نہ لے سکتا تھا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ❶ چاہے۔ ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ کرتے ہیں اور ہر ایک دانا سے بڑھ کر دوسرا دانا ہے ﴿۷۶﴾

❶......تو اور کوئی سامان بنیامین کے روکنے کا کرو بتانہ ۱۲ منہ

حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیٹوں کی درخواست

وہ جب کنعان میں آئے تو تمام ماجرا اپنے باپ سے بیان کیا وہ سُن کر مغموم ہوا۔ اس نے کہا میرا بیٹا تمہارے ساتھ نہ جائے گا اس کا بھائی مر گیا وہ اکیلا رہ گیا اگر اس پر کچھ راستہ میں آفت ہو تو تم میرے بڑھاپے کے بالوں کو غم کے ساتھ گور میں اُتارو گے۔ پھر جب وہ غلہ کھا چکے تو اُن کے باپ نے کہا پھر جاؤ اور غلّہ لاؤ۔ یہودا نے کہا اُس مرد نے ہم سے بتاکید کہا ہے کہ اپنے بھائی کو ساتھ لانا ورنہ میرا منہ نہ دیکھنا اس کو ہمارے ساتھ کر دے تاکہ ہم جاویں اور غلّہ لاویں کہ ہم اور تُو اناج کھا کر جئیں اور میں اُس کا ضامن ہوتا ہوں تو میرے ہاتھ سے اُس کو طلب کرنا۔ اگر تیرے پاس لا کر نہ بٹھاؤں تو اُس کا گناہ مجھ پر ابد تک ہے۔ آخر یعقوب علیہ السلام نے قسم و اقرار دے کر بنیامین کو ساتھ کر دیا۔ اور وہ نقدی جو واپس آئی بوریوں میں سے واپس ملی تھی اُس کو بھی لے جانے کا حکم دیا اور کچھ میوے اور روغن بلسان اور شہد اور گرم مصالحے ہدیہ کے طور پر ساتھ کیا اور کہا کہ مصر کے ایک دروازہ سے نہ گھسنا۔ اس خیال سے کہ وہ خوبصورت تھے کہیں نظر نہ لگ جاوے۔ مگر ساتھ اس کے یہ بھی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو کوئی تدبیر ٹال بھی نہیں سکتی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس بات کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف یعقوب علیہ السلام کے دل کی شفقت پدری کے طور ایک خواہش تھی۔ ورنہ خدا تعالیٰ پر متوکل اور ذو علم تھا پھر جب وہ مصر پہنچے اور متفرق دروازوں سے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گئے اور جو ہدیہ لائے تھے پیش کیا اور تعظیم کے لئے جھکے اور جو قیمت بوروں میں دھری چلی گئی تھی وہ بھی پیش کی۔ یوسف علیہ السلام نے خیر و عافیت پوچھی اور کہا کہ تمہارا باپ اچھی طرح ہے وہ بوڑھا کہ جس کا ذکر تم نے مجھ سے کیا تھا ابھی تک زندہ ہے؟ اور بنیامین کو دیکھ کر کہا کہ تمہارا چھوٹا بھائی یہی ہے پھر کہا کہ اے میرے فرزند! خدا تعالیٰ مجھ پر مہربان ہے حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا باپ کا حال سن کر بھائی کو دیکھ کر وطن یاد کر کے دل قابو میں نہ رہا۔ وہاں سے اُٹھ کر ایک خلوت خانہ میں جا کر بہت روئے اور پھر منہ دھو کر اُن کے پاس آئے اور کھانا کھلایا اور بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔ بنیامین کو جدا بٹھایا تھا وہاں اُس کے دل پر جو کچھ بھائی کا خیال آ گیا یاد کر کے رونے لگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے گلے سے لپٹا لیا اور منہ سے برقع اُٹھا دیا اور کہہ دیا کہ میں ہی یوسف ہوں پھر تو گلے لگ کر دونوں بھائی دیر تک روتے رہے۔

بھائیوں پر چوری کا الزام......اور بنیامین کو ساتھ رکھنے کی یہ تدبیر کی کہ اپنا چاندی کا پیالہ اُس کے بورے میں رکھوا دیا۔ جب وہ سب غلّہ لے کر روانہ ہو گئے تو پیچھے سے آدمی دوڑایا کہ تم ہمارا پیالہ چُرا کر لے گئے ہو۔ اُنہوں نے انکار کیا اسباب کی تلاشی ہوئی بڑے بھائی کے اسباب سے شروع ہو کر بنیامین کی نوبت آئی۔ اس میں سے وہ پیالہ نکل آیا وہ اقرار کر چکے تھے کہ جس کے اسباب میں سے نکلے اُس کی سزا میں اُس کو غلام بنا لیا جائے۔ یہ مصر کا قانون نہ تھا۔ چونکہ اُنہیں کی منظوری کی ہوئی بات تھی اس لئے بنیامین کے رکھنے کی تدبیر خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں القاء کی۔ اس میں عقلاً بھی کوئی قبح نہیں۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ
يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا
الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾
ع قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ
اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ
الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸۰ اِرْجِعُوْٓا اِلٰى
اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا
لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝۸۱ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ
وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۸۲ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى
اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۸۳ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ
يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝۸۴ قَالُوْا تَاللّٰهِ
تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝۸۵ قَالَ
اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۸۶

ترجمہ:......وہ بولے اگر اس نے چوری کی تو اس کا بھائی بھی پہلے چوری کر چکا ہے۔ پس یوسف علیہ السلام نے اس بات کو دل میں مخفی رکھا اور ان سے ظاہر نہ کر کے کہا تم بڑے خانہ خراب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کہہ رہے ہو۝۷۷ بولے اے عزیز! اس کا باپ بہت بوڑھا ہے پس آپ اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیں البتہ آپ کو ہم نیک دیکھتے ہیں۝۷۸ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم بجز اس کے کہ اُس کے پاس ہم نے اپنا اسباب پایا کسی اور کو پکڑیں، جب تو ہم بڑے ظالم ہیں۝۷۹ پھر جب کہ اُس سے نا اُمید ہو گئے تو اس سے الگ ہو کر خفیہ مشورے کرنے لگے۔ اُن میں سے سب سے بڑے نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم لی ہے، اور پہلے بھی تم نے یوسف علیہ السلام کے امر میں کچھ کمی نہیں کی ہے، سو میں تو یہاں سے ٹلنے کا نہیں۔ جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے گا یا اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی حکم نہ دے گا اور وہ بہتر حکم دینے والا ہے۝۸۰ تم اپنے باپ کے پاس جا کر کہو کہ اے باپ! آپ کے بیٹے نے چوری کر لی تو ہم نے تو وہی جو ہمیں معلوم تھا اور ہم کو غیب کی خبر نہ تھی (کہ وہ چوری کرے گا)!۝۸۱ اور آپ اس گاؤں سے بھی پوچھ دیکھئے کہ جہاں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی کہ جس میں ہم واپس آئے ہیں اور ہم بے شک سچے ہیں۝۸۲ کہا (نہیں) بلکہ تم نے دل سے ایک بات گھڑ لی ہے، سو صبر ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اُن سب کو میرے پاس لا دے گا، کیونکہ وہ جاننے والا حکمت والا ہے۝۸۳ اور اُس نے اُن سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگا ہائے یوسف اور غم سے اُس کی آنکھیں سفید ہو گئیں پس وہ سخت غمگین ہو گیا۝۸۴ (بیٹوں نے) کہا خدا تعالیٰ کی قسم تم تو سدا یوسف کو یاد کرتے رہو گے۔ یہاں تک کہ نکمے ہو جاؤ یا ہلاک ہو جاؤ گے۝۸۵ وہ کہنے لگے میں تو اپنی پریشانی اور غم کا گلہ اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۝۸۶۔

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام پر چوری کا الزام

یہودا چونکہ ضامنی دے کر بنیامین کو لائے تھے وہ اور اُن کے ساتھ اور بھائی بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے۔عرض کرنے لگے کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے وہ یہ سُن کر مر جائے گا، اس کی جگہ ہم میں سے آپ ایک کو رکھ لیجئے اس سے پہلے اس کا بھائی یوسف علیہ السلام بھی چوری کر چکا ہے (یا تو یوں ہی حسد میں اتہام لگایا یا اس سے مُراد وہ بات ہو کہ راحیل اپنے باپ کے بت چُرا لائی تھی جو یوسف علیہ السلام کی معرفت منگائے گئے ہوں گے کیونکہ لڑکے ایسی ایسی چیزیں اُٹھا لیا کرتے ہیں یا اس قصہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہے کہ اُن کی پھوپھی اُنہیں چاہتی تھی حضرت اسحاق علیہ السلام کا پٹکا جو تبرّک چلا آتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر میں باندھ دیا تاکہ چوری کی علّت میں اُن کے دستور کے موافق اُنہیں کے پاس رہے) یوسف علیہ السلام نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر باہم اُنہوں نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ بڑے بھائی روبن نے کہا میں تو یہاں سے نہیں جا سکتا تم اپنے باپ سے جا کر یہ سب ماجرا بیان کر دو۔ بھائیوں نے آ کر سب حال بیان کیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا یہ بھی تمہاری بنائی ہوئی کوئی بات ہے پس بجز صبر کے اور کیا بن آتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش کا حکم:......پھر اُن سے الگ اپنے خیمہ میں بیٹھ کر زار زار رونے لگے کہ ہائے یوسف علیہ السلام تجھ کو کہاں ڈھونڈوں؟ اور غم کے مارے آنکھیں سفید ہو گئیں، بینائی جاتی رہی مگر اُس کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے خواب سے کہ اُس کو بھائی اور ماں باپ ایک روز سجدہ کریں گے یا الہام سے یہ اُمید تھی کہ ایک روز اللہ تعالیٰ مجھے اُن سے ملائے گا۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس اُمید پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے کہا کہ جاؤ یوسف علیہ السلام اور اُس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو کیونکہ نا اُمیدی کافروں کی شان ہے۔ پھر وہ مصر میں آئے اور آ کر یوسف علیہ السلام سے اپنے باپ کا سلام اور درد آمیز پیام (کہ میں بوڑھا ہوں میرا ایک بیٹا تو پہلے جا چکا ہے جس کے غم میں میری آنکھیں سفید ہو گئیں اُس کے چھوٹے بھائی کو دیکھ کر تسلّی کر لیتا تھا اب اس کو

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ٘ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾ اِذْهَبُوْا
بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع
وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾
قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ
فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوْا
يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ
اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٩٨﴾

ترجمہ:......(کہا) اے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید بجز کافر قوموں کے اور کوئی نہیں ہوتا﴿٨٧﴾ پھر جب کہ (یوسف علیہ السلام کے بھائی) اُس کے پاس آئے تو کہنے لگے اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی آپڑی اور ہم کھوٹے دام لے کر آئے ہیں سو ہم کو پورا پیمانہ بھر دیجئے اور ہم پر خیرات کیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو بدلہ دیا کرتا ہے﴿٨٨﴾ (یوسف علیہ السلام نے) کہا کہ تم نے یوسف علیہ السلام اور اُس کے بھائی سے کیا کیا تھا معلوم بھی ہے جو اب انجان ہو رہے ہو۔ اُنہوں نے کہا کیا تو ہی یوسف علیہ السلام ہے؟ کہا میں ہی یوسف علیہ السلام ہوں اور یہ میرا بھائی ہے﴿٨٩﴾ اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا کرم کیا، البتہ جو ڈرتا ہے اور صبر کیا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی نیکوں کا بدلہ ضائع نہیں کرتا﴿٩٠﴾ وہ کہنے لگے بخدا بے شک اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم پر بزرگی دی اور مقرر ہم ہی خطا دار تھے﴿٩١﴾ (یوسف نے) کہا آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، اللہ تعالیٰ تم کو معاف کرے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے﴿٩٢﴾ جاؤ میرا یہ کُرتا میرے باپ کے مُنہ پر ڈال دو کہ وہ بینا ہو جائے اور میرے پاس اپنے سب کُنبے کو لے آؤ﴿٩٣﴾ اور جب کہ قافلہ روانہ ہوا تو اُن کے باپ نے کہا البتہ مجھ کو یوسف علیہ السلام کی بُو آرہی ہے اگر مجھے دیوانہ نہ بناؤ﴿٩٤﴾ اُنہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم تم اپنی اُسی پُرانی دُھن میں مبتلا ہو﴿٩٥﴾ پھر جب کہ اُس کے پاس خوش خبری دینے والے نے آکر قمیص اُس کے منہ پر ڈال دیا تو بینا ہو گیا۔ کہنے لگا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے﴿٩٦﴾ عرض کرنے لگے کہ اے باپ! ہمارے گناہ معاف کرا دیجئے بے شک ہم ہی خطا دار تھے﴿٩٧﴾ کہا عنقریب اپنے رب تعالیٰ سے تمہارے لئے معافی مانگوں گا۔ البتہ وہ غفور رحیم ہے﴿٩٨﴾

آپ نے قید کر لیا مجھ پر رحم کھا کر اُسے چھوڑ دیجئے، ہم خاندانِ نبوّت کے لوگ ہیں چوری، بدکاری ہمارا پیشہ نہیں اور ہم پر مصیبت پڑی ہے) پہنچا کر نہایت عجز سے کہنے لگے کہ ہم مصیبت زدہ ہیں اور کھوٹے دام لے کر تیرے پاس آئے ہیں (کیونکہ کنعان کا سکہ مصر میں نہیں چلتا تھا) ہم کو غلہ عنایت کر اور صدقہ دے......الخ

حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر اور بھائیوں سے درگذر کرنا:...... یہ سُن کر یوسف علیہ السلام کو ضبط نہ ہو سکا اور غیر لوگوں کو اپنے پاس سے دور کر کے اپنے بھائیوں سے کہا کہ تمہیں یاد ہے تم نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کیا تھا؟ بھائیوں نے کہا کہ کیا آپ یوسف علیہ السلام ہیں؟

اس نے کہا ہاں۔ تب تو ہر ایک دوسرے کے گلے لگ کر خوب روئے۔ پھر بھائیوں نے شرمندگی کے مارے سر نیچا کر لیا اور اپنی خطا کا اقرار کرنے لگے۔ یوسف علیہ السلام نے اُن کو معاف کیا اور تسلی دی۔ یہ خبر مصر میں اور فرعون کے پاس بھی پہنچی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے ہیں فرعون نے کہا کہ اے یوسف علیہ السلام اپنے گھرانے کو یہیں بلالے میں اُن کی عزت کروں گا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی کرامت و معجزہ:...... یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو بڑے سامان کے ساتھ اپنا پیراہن دے کر روانہ کیا کہ میرے باپ کے منہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائے گا (یا تو ایک معجزہ تھا، یا یہ کہو کہ آنکھیں بالکل نہیں گئی تھیں، غم کے مارے ضعفِ بصر ہو گیا تھا۔ جب پیراہن ڈالا تو یعقوب علیہ السلام کو خوشی ہوئی اور ضعف دور ہو گیا بینائی آ گئی جیسا کہ توانائی آ جاتی ہے) اور یہ بھی کہا کہ اپنے تمام خاندان کو میرے پاس لے آؤ۔ اور جب مصر سے یہ قافلہ چلا تو کئی منزل سے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو معلوم ہوئی۔ یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لوگوں سے کہا کہ آج تو مجھے یوسف کی بُو آتی ہے مگر تم مجھے دیوانہ کہو گے۔ وہ کہنے لگے بخدا ہنوز آپ اپنی اُسی پُرانی دُھن اور بلائے محبت میں گرفتار ہیں۔ ابھی یوسف علیہ السلام آپ کے دل سے نہیں بھولا۔ پھر جب کنعان میں بشیر یعنی خوشخبری لانے والا سب سے پہلے آ پہنچا (کہتے ہیں کہ اُن کا بیٹا یہودا پیراہن لایا تھا کیونکہ خون آلودہ پیراہن بھی اُنہیں کو دے کر غم سنانے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا) اور اُس نے آ کر پیراہن یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈال دیا اور یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی خیر و عافیت اور یوسف علیہ السلام کا مصر میں جاہ جلال بیان کیا (اُس وقت یعقوب علیہ السلام پر شادی مرگ کا حال ہوگا) اس کے ڈالتے ہی آنکھوں میں نُور دل میں سُرور آ گیا اور اپنی اولاد سے کہا کہ کیوں میں نہیں کہتا تھا کہ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ...... الخ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات معلوم ہے جو تمہیں نہیں۔ تب بیٹے باپ کے قدموں میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہماری خطا اللہ تعالیٰ سے معاف کرا دیجئے۔ ہم خطاوار ہیں، یعقوب علیہ السلام نے کہا معاف کرتا ہوں (شاید وقتِ سحر جو نہایت مقبول وقت ہوتا ہے اُس وقت پر معافی و استغفار کو محول رکھا ہو یا دیر کرنے میں کچھ اور مصلحت ہو)

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝٩٩ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝١٠٠ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝١٠١

ترجمہ:......پھر جب کہ وہ یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا کہ مصر میں داخل ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن سے رہو گے ۹۹ اور اُس نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اور (یوسف علیہ السلام نے) کہا اے ابا جان! یہ ہے میرے پہلے خواب کی تعبیر۔ اور میرے رب تعالیٰ نے اُسے سچا کر دکھایا۔ اور اُس نے مجھ پر بڑی عنایت کی جب کہ مجھ کو قید سے نکالا اور تم کو باہر سے لے آیا (اور مجھ سے ملایا) بعد اُس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں رنجش پیدا کر دی تھی۔ بے شک میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے بڑی مہربانی فرماتا ہے (کام بنا دیتا ہے) کیونکہ وہ بہتر جاننے والا الحکیم ہے ۱۰۰ (یوسف علیہ السلام نے دعا کی) اے رب تعالیٰ! تو نے مجھے حکومت میں بھی ایک حصہ عطا فرمایا اور خواب کی تعبیر دینے کا علم بھی سکھایا، (اے) آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے مجھے فرمانبرداری کی حالت میں موت دے اور نیکوں میں ملا دے ۱۰۱۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا استقبال کرنا

حضرت یعقوب علیہ السلام مع اپنے بیٹوں، پوتوں، صلبی اولاد کے ستر (۷۰) شخص تھے بیٹوں کی بیویوں کے علاوہ یہ سب فرعون کی سواریوں پر سوار ہوئے جو اُس نے مصر سے اُن کے لینے کو بھیجی تھیں اور اپنا اسباب لاد کر منزل بمنزل مصر کو روانہ ہوئے اور جب قریب پہنچے تو یہوداہ کو پیشتر یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ تب یوسف علیہ السلام اپنی سواری لے کر استقبال کو نکلا اور پہنچ کر اُس کے گلے سے لپٹا اور دیر تک رویا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا بس اب مجھے مرنا بہتر ہے میں نے زندگی میں پھر تجھے دیکھ لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے محل میں لے جا کر اُنہیں بڑی عزت کے ساتھ اُتارا اور اپنے تخت پر حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنی سوتیلی ماں کو بٹھایا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ بیٹوں کا سجدۂ تعظیمی:......اور پھر حضرت یوسف کے آگے اُس کے گیارہ بھائی اور ماں باپ سجدے میں گرے (یا اُس وقت میں غیر اللہ کو سجدہ حرام نہ ہوگا یا سجدہ میں گرنے سے مُراد تعظیماً جھکنا ہے) تب حضرت یوسف نے کہا میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے جو میں نے دیکھا تھا کہ مجھے گیارہ ستارے اور چاند سورج سجدہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت یوسف نے اللہ تعالیٰ کے انعام بیان کرنے شروع کئے جو اُس پر ہوئے تھے، قد احسن بی کہ اُس نے مجھے قید سے نکال کر سرداری دی وجاہ کم اور اس قحط شدید میں تمہارے خاندان کی پرورش کا سبب کر دیا جس لیے تم کو یہاں بلا لیا گیا۔ کنعان میں جہاں حضرت اسرائیل علیہ السلام رہتے تھے کوئی شہر یا عمدہ قصبہ نہ تھا صحرا یا چھوٹے گاؤں میں خیمہ زن تھے اور بھیڑ بکریوں پر بسر اوقات کرتے تھے اُن کی نسبت مصر جیسے شہر دارالسلطنت میں آنا جنگل سے آنا کہنا بجا تھا۔ اور اُنہیں احسانات کے ضمن میں بھائیوں کی بدسلوکی جو انجام کار مراتب عالیہ کا ذریعہ ہوئی کریمانہ پیرایہ میں بیان فرما کر مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ......الخ۔ پھر قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ......الخ حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا وقتِ موت کو ذکر فرما کر خدا تعالیٰ قصہ کو نہایت لطف اور مقاصد تعلیم توحید پر تمام فرماتا ہے۔

اسی کے بیچ میں قحط کی باقی کیفیت اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا بیان جو اس محل میں مقصود بالذات نہ تھا چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ یہ کام اہلِ تاریخ کا ہے اور قرآن میں جو کسی کا حال بیان ہوتا ہے تو محض عبرت و نصیحت کے لئے نہ کہ مؤرخانہ طور پر تمام سرگزشت قحط کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ ایک سال میں مصریوں نے مال و اسباب یوسف علیہ السلام کے ہاتھ بیچ کر غلہ لیا پھر اگلے سال زمین اور جائداد کی نوبت آئی پھر جان تک روٹیوں پر فروخت ہوئی، فرعون کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو فرعون سے ملوایا بڑی عزت کے ساتھ اُس نے ملاقات کی، حضرت علیہ السلام نے اُس کو دعا خیر دی۔ پھر بنی اسرائیل کے لئے اطراف شہر میں ایک جداگانہ قطعہ عمدہ زمین کا عطا ہوا جس کو رعمسیس کہتے تھے حضرت یعقوب علیہ السلام جب مصر میں تشریف لائے تو اُن کی عمر ایک سو تیس برس تھی۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ
يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ
مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ع ۱۱
يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ
مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا
وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

(وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:...... یہ غیب کی خبریں ہیں جو (اے نبی!) آپ کی طرف ہم وحی کرتے ہیں اور آپ تو وہاں موجود بھی نہ تھے جبکہ (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے) اپنا ارادہ مصمم کر لیا تھا (کہ ان کو کنوئیں میں ڈال دو) اور وہ تدبیریں کر رہے تھے ﴿۱۰۲﴾ (ہر چند) آپ کتنا ہی چاہیں (لیکن) اکثر لوگ ایمان لانے کے نہیں ﴿۱۰۳﴾ اور آپ اس پر اُن سے کچھ مزدوری بھی تو نہیں مانگتے۔ یہ تو صرف تمام عالم کے لئے نصیحت ہے ﴿۱۰۴﴾ اور آسمانوں اور زمین میں بہت سی ایسی نشانیاں ہیں جن کو [ف] وہ مشاہدہ کر کے منہ پھیر لیتے ہیں [ف] ﴿۱۰۵﴾ اور ان میں سے اکثر ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کو مانتے ہیں اور شرک بھی کرتے جاتے ہیں ﴿۱۰۶﴾ کیا وہ اس سے نڈر ہو گئے کہ اُن پر عذاب الٰہی آ کر چھا جائے۔ یا یکایک اُن پر قیامت آ جائے اور اُن کو خبر بھی نہ ہو ﴿۱۰۷﴾ کہہ دو میرا اور میرے پیروؤں کا بصیرت کے ساتھ یہ راستہ ہے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ (اُن کے شرک ٹھہرانے سے) پاک ہے اور میں تو شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ﴿۱۰۸﴾۔

ایک سو سینتالیس (۱۴۷) برس کی عمر میں بقول اہلِ کتاب مصر میں انتقال ہوا۔ مگر مرنے سے پہلے یوسف علیہ السلام کو بلا کر وصیت کی کہ مجھ کو مصر میں مت گاڑیو (دفن کرنا)۔ کیونکہ میں اپنے باپ دادوں کے پاس سوؤں گا اور میرے باپ دادا کے گورستان (قبرستان) میں مجھے گاڑنا۔ اور مرنے سے کچھ دیر پہلے اپنی اولاد کو بلا کر خدا پرستی اور ملتِ ابراہیمیہ علیہ السلام پر ثابت قدم رہنے کی وصیت کی اور ہر ایک بیٹے کو اُس کے موافق برکت دی۔ پھر بستر پر پاؤں کھینچ لیے اور جان بحق ہو گئے اور اپنے لوگوں میں جا ملے۔ تب یوسف علیہ السلام اپنے باپ کے منہ پر گر پڑے اور بہت روئے اور اُن کو چوما اور مصری حکیموں کو بلوا کر اُن پر خوشبو ملوائی ● اور تمام اہلِ مصر نے اُن پر سخت ماتم کیا پھر فرعون کے معزز اہلکار اور حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کا خاندان ایک انبوہ کثیر کنعان میں حضرت علیہ السلام کی لاش کو لایا اور اُن کے قبرستان میں دفن کیا اور سات (۷) روز تک درد آلود نالے لکھ کر کے روتے رہے اور اس گنج گراں مایہ کو زمین میں مدفون کر کے حسرت کے ساتھ واپس گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات:...... اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو دس (۱۱۰) برس کی ہوئی اور اپنے بیٹوں افرائم

[ف] ...... جن پر سے وہ منہ موڑ کر چلتے ہیں۔ [ف] ...... یمرون علیھا کا ترجمہ لفظی اُن پر سے گذرنا ہے مگر مراد مشاہدہ کرنا ہے یعنی ہمارا آسمان اور زمین میں بے شمار نشان قدرت ہیں جن کو دیکھ کر ایمان نہیں لاتے بلکہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ ● ...... حکمائے مصر مردے کی لاش میں کوئی ایسی چیز خوشبودار بھرتے تھے کہ وہ لاش بگڑتی نہ تھی، چنانچہ خلفائے اسلام کے عہد میں اس عہد کی لاشیں صندوقوں میں بند اُن مشہور میناروں کے تہہ خانوں سے برآمد ہوئی ہیں۔ ۱۲ منہ۔

اور منشیٰ کے بیٹے بھی دیکھ لئے تو بقول بعض اہلِ سیَر ایک رات خواب دیکھا کہ ایک نہایت پُرفضا جگہ ہے (عالمِ قدس) وہاں چند کرسیاں رکھی ہیں ایک پر ابراہیم علیہ السلام اور ایک پر اسحاق علیہ السلام اور ایک پر یعقوب علیہ السلام اور ایک پر راحیل حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تشریف رکھتی ہیں اور ایک کرسی خالی ہے گویا سب حضرت یوسف علیہ السلام کے انتظار میں بیٹھے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور راحیل رو کر حضرت یوسف علیہ السلام سے لپٹ گئے اور یہ کہہ رہے ہیں کہ اے فرزند کب تک تک اپنی راہ دکھائے گا آ تیرے ہم مشتاق ہیں۔ حضرت کی آنکھ کھلی تو تو رُوح پہ عالمِ قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی ایک سخت بے قراری تھی جس طرح قفس میں مُرغانِ چمن کی آواز سن کر طائر تڑپتا ہے اس طرح سے آپ تڑپنے لگے اور تمام دنیا کے لذائذ فانیہ سے یک لخت دل سرد ہو گیا (اور اکثر باخدا لوگوں کو اخیر عمر میں دنیا سے نفرت اور عالمِ قدس کا شوق ہو جایا کرتا ہے) بیدار ہوتے ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ دعا کی اور خدا تعالیٰ سے اس کے احسانات ذکر کر کے مناجات شروع کی کہ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ اس میں تمام عالمِ حسّی کے لذائذ کی طرف اشارہ ہے وعلمنی من تاویل الاحادیث اس میں تمام کمالاتِ روحانیہ کی طرف اشارہ ہے جو علم سے متعلق ہیں فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس میں اُس کی عظمتِ قدرت اور عالمِ ملکوت و ناسوت کی وسعت کا ذکر ہے اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اس کی عنایت اور رحمت خاصہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علیہ السلام کے ساتھ تھی (اور ہر شخص سے خدا تعالیٰ کا ایک واسطہ خاص ہوتا ہے) تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ یہ اُن کے اصل مطلب کی دعا ہے کہ دنیا کی سرداری اور اُس کی یہ طمطراق مجھے اس طریق انبیاء سے مانع نہ آئے اور میں اپنے بزرگوں میں جا ملوں۔ چنانچہ اُن کی دعا قبول ہوئی اور وہ جاں بحق ہوئے اور بھائیوں سے وصیت کی ایک بار پھر تم کو خدا ملکِ شام میں لے جائے گا تم میری لاش کو ساتھ لے جانا۔ مصر میں حضرت علیہ السلام کی وفات پر سخت ماتم ہوا اُن کی لاش میں خوشبو بھر کے سنگِ مرمر کے صندوق میں رکھ کر دفن کر دی۔ پھر کئی سو برس کے بعد جب اور فرعون بادشاہ جبار ہوا اور حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے شام کو چلے تو اُن کی ہڈیاں بھی ساتھ لیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ ہی میں فوت ہوئے بعد میں بنی اسرائیل نے اُن کو کنعان میں بمقام نابلس دفن کیا۔ زلیخا جو عزیز کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق تھی۔ اُس کا باقی قصہ نہ قرآن نے بیان کیا نہ تورات موجودہ نے مگر اہلِ سیَر نے لکھا ہے کہ اُس سے شادی ہوئی اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا

فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۹ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۱۰ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا

يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱۱ ع

ترجمہ:......اور (اے نبی ﷺ!) آپ سے پہلے بھی تو ہم نے بستیوں کے رہنے والے آدمی ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے پھر وہ زمین میں پھر کر کیوں نہیں دیکھتے کہ اُن سے پہلوں کا کیا انجام ہوا۔ اور دارِ آخرت تو اُن لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگاری کرتے رہے۔ پھر تم کیوں نہیں سمجھتے؟ ﴿۱۰۹﴾ (منکروں کو ہم نے) یہاں تک ڈھیل دی تھی کہ رسول ﷺ بھی نا اُمید ہو چکے تھے اور خیال کرنے لگے تھے کہ اُن سے غلط وعدے کئے گئے (تب) فوراً اُن کے پاس ہماری مدد پہنچی پھر جس کو ہم نے چاہا بچا لیا۔ اور ہمارے عذاب کو نافرمان قوم سے کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا ﴿۱۱۰﴾ البتہ ان لوگوں کے حالات میں بڑی عبرت ہے سمجھ والوں کے لئے (قرآن) کوئی بنائی ہوئی بات تو ہے نہیں بلکہ وہ اپنے سے پہلی ❶ چیزوں کی تصدیق اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت ہے ایمانداروں کے لئے ﴿۱۱۱﴾۔

آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کے الہامی ہونے کا ثبوت

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ سے لے کر آخیر تک آنحضرت ﷺ کی تسلّی اور کفّار کے شبہات کا رد اور توحید اور نبوت کے دلائل بیان فرماتا ہے اور کفّار کے ناذر ہونے پر تنبیہ فرماتا ہے اور بعد میں قرآنِ مجید کی وہ صفات بیان فرمائیں کہ جن سے ان کا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ باوجودیکہ مکّہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں کہ جو اہلِ علم وکمال کا شہر نہ تھا، نہ وہاں کوئی تاریخ کی کتاب تھی نہ آنحضرت ﷺ پڑھ لکھ سکتے تھے اور نہ خاص حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کے واقعہ کے وقت موجود تھے پھر اس طرح سے بے کم وکاست یہ واقعہ بیان کرنا کہ جس کو یہود نے تورات کے سراسر موافق پایا اگر الہام نہیں تو اور کیا ہے؟ اس لئے نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ اور مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ کہنا بہت صحیح ہے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کی نبوت اور قرآن کا الہامی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۲)......وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ سے وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ تک آنحضرت ﷺ کی تسلّی کرتا ہے کہ گو آپ ﷺ کتنی ہی خواہش کریں اور اُن کے کہنے کے موافق معجزات بھی دکھا دیں لیکن وہ ایمان نہیں لانے کے اور آپ ﷺ پر اور قرآن پر اگر ایمان نہ لائیں تو کچھ تعجب نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر بھی تو ایمان نہیں لاتے باوجودیکہ افلاک سے لے کر عناصر اور نباتات و جمادات وحیوانات تک میں بلکہ اپنے وجود میں رات دن سیکڑوں وہ نشانیاں دیکھتے ہیں کہ جو ہمارے وحدہٗ لاشریک ہونے پر زبانِ حال سے گواہی دے رہی ہیں۔

ہر گیاہے کہ از زمین روید	وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

اور جو ایمان بھی اللہ تعالیٰ پر لاتے ہیں تو اُس کے ساتھ شرک کا اَڑنگا بھی ساتھ ہی لگائے رکھتے ہیں وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ مکہ معظمہ کے بت پرست اللہ تعالیٰ کے قائل تھے مگر اس کے ساتھ اپنے معبودوں کو بھی شریک سمجھتے تھے فرشتوں اور جنوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ حج کے ایام میں جو خاص اُس کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمونہ اور یادگاری پر کی جاتی ہے وہاں بھی تلبیہ میں یہ کہتے تھے لبیک لاشریک لک الاّ شریک ھو لک تملکه وما یملک (رواہ مسلم) کہ تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے جس کا تو مالک ہے وہ تیرا مالک نہیں۔ اسی طرح عیسائی بھی اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں مگر تین اقنوم اور ذات بتاتے ہیں جن میں سے ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جن کو خدا اور خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ اسی طرح ہنود اور دیگر اقوام باوجودیکہ خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں مگر دیوی دیوتے ہزاروں اُس کے شریک بنا رکھے ہیں کہ جن کی مورتیں اب تک پوجی جاتی ہیں۔ پھر ایسے جنم کے اندھوں سے کیا افسوس ہے کہ وہ آپ سے ایسے واقعات دیکھ کر خصوصاً معجزہ کے طور پر یہود کے کہنے سے حضرت یوسف علیہ السلام کا صحیح صحیح حال سن کر بھی قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے۔ پس اُن سے کہہ دو قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کہ میرا تو یہی طریقہ ہے کہ بصیرت یعنی دلیل اور حجت کے ساتھ نہ صرف میں بلکہ میرے بعد اور یعنی روبرو میرے متبع لوگ بھی خاص اللہ

❶ یعنی اگلی کتابوں کی جو اساسی چیز اصولِ دین اور دیگر امور میں اُن کی تصدیق کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ الخ اور اللہ تعالیٰ تمہارے شریک ٹھہرانے سے پاک ہے وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور میں ہرگز مشرک نہیں ہوں کہ کسی کو اُس کا بیٹا یا اُس کے گھر کا مختار کار بناؤں، وہی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہا کیا۔ یعنی قطع نظر معجزات و آیات کے میرے طریقۂ توحید کو دیکھو کہ اُس میں کیا بُرائی ہے؟ جس لئے تم نہیں مانتے۔

مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے بے جا شبہ کا جواب: ...(۳)... وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْۤ اِلَيْهِمْ سے لے کر اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ تک مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ کے بے جا شبہ کا جواب دیتا ہے۔ عرب کے مشرکین یہ کہتے تھے کہ خیر اگر اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مقصود ہے اور اس کے نزدیک ہمارا یہ طریقہ ناپسند ہے تو وہ آسمان سے فرشتہ ہی کیوں نہیں بھیج دیتا کہ جن کے کہنے میں کسی کو کوئی شبہ نہ رہے۔ اس کا تحقیقی جواب بھی ایک موقع پر دیا گیا ہے کہ اگر فرشتے آتے تو انسان ہی کی شکل میں ہو کر آتے پھر اُن پر بھی وہی شبہ ہوتا جو بشر رسولوں پر ہوتا ہے اور یہاں یہ جواب الزامی دیتا ہے کہ آخر تم ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کو تو برگزیدہ اور خدا تعالیٰ کا ہادی مانتے ہو، پھر وہ کیا فرشتہ تھے؟ اور یہود و نصاریٰ اپنی واہی تباہی شبہات سے یہ کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) خدا تعالیٰ کا رسول نہیں، اُن کو جواب دیتا ہے آخر موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے درمیانی سیکڑوں رسولوں کے تم بھی تو قائل ہو پھر ان میں وہ کیا بات تھی جو حضرت محمد ﷺ میں نہیں پاتے؟ اگر کہو ان سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو تم پہلے معجزہ کی کوئی حقیقت و ماہیت مقرر کر لو (یہی کہو گے کہ خلافِ عادت کوئی بات مدعیٔ نبوت سے سرزد ہونے کو کہتے ہیں) پھر دیکھو کہ وہ حضرت محمد ﷺ میں کس قدر ہیں؟ اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں کہ ایسے کسی نبی سے معجزے صادر نہیں ہوئے۔ اگر کہو کہ ان کی طرف وحی و الہام ہوتا تھا تو آنحضرت ﷺ بھی اس میں سب سے بڑھ کر ہیں، اگر کہو طریقۂ تعلیم اور دین کی خوبی تو قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور تعلیم کا ان کی تعلیم و بصیرت سے مقابلہ کر لو۔ الغرض وہ بھی بستیوں کے لوگ تھے کہ جن کی طرف خدا تعالیٰ نے وحی کی تھی۔ آنحضرت ﷺ پر بھی ہوئی۔

اس آیت سے چند باتیں ثابت ہوئیں۔ اول یہ کہ انبیاء علیہم السلام رجال یعنی مرد تھے عورتیں نہ تھیں۔ دوم یہ کہ کوئی بھی وحی اور الہام سے خالی نہ تھا نوحی الیہم ہاں یہ اور بات ہے کہ بعض پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔

انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟: ...(۴)... اس پر منکروں کو تہدید افرماتا ہے کہ ذرا زمین پر پھر کر تو دیکھو کہ انبیاء علیہم السلام کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟ عاد و ثمود کی بستیاں اور قوم لوط کے دیہات اُجڑے ہوئے پڑے ہیں۔ کہاں ہے فرعون اور کدھر ہے اس کا وہ شہر۔ کہاں گئے اگلے جبار اور کدھر ہیں اُن کے وہ زور شور؟ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

(۵) حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا (الی قولہ) عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ میں یہ بات بیان فرماتا ہے کہ ہم نے بازنہیں ہم نے ان کو یوں ہی ہلاک اور برباد نہیں کر دیا ہے۔ بلکہ جب رسول بالکل نا اُمید ہو گئے اور اپنی تکذیب کا ان کو یقین یا گمان غالب ہو گیا پھر تو ہماری مدد آ پہنچی اور پہنچنے پر پھر بھلا اُس کو کون روک سکتا ہے؟ پھر جو ایمان دار تھے وہی بچے ورنہ سب غارت ہوئے، کسی کو زلزلے نے آلیا، کسی کو آندھی کے طوفان نے غارت کیا۔ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا عاصم و حمزہ و کسائی نے كُذِبُوْا کو با تخفیف و کسرہ ذال پڑھا ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ انبیاء نے حالتِ اضطرار میں بشریت سے یہ گمان کر لیا کہ ہم سے جو وعدے مدد آنے کے ہوئے تھے وہ غلط تھے۔ یا کذبوا کی ضمیر قوم کی طرف راجع ہے کہ لوگوں نے عذاب میں دیر ہونے سے یہ گمان کر لیا تھا کہ یہ وعدے غلط ہیں اور یہی احتمال قوی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی شان سے ایسا گمان کرنا بعید ہے اور باقی قراء نے كُذِّبُوْا تشدید سے پڑھا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ رسولوں کو گمانِ غالب ہو گیا کہ لوگوں نے ہمارے تکذیب کر دی اور ہم جھٹلانے گئے تب عذاب آیا۔

قصہ یوسف میں عقلمندوں کے لیے: ...... (۶) ... لَقَدْ كَانَ سے لے کر لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ تک ان چند باتوں پر سورۃ کو تمام کرتا ہوں۔ (۱) فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں عقل مندوں کے لئے بڑی عبرت ہے ابتداءِ سورۃ میں بھی فرمایا تھا۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ منجملہ عبرتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس کی خوبیٔ خداداد پر محسود بنا کر بھائیوں کے ہاتھ سے کنوئیں میں ڈلوایا، بیچ کروایا، پھر اس کمال کی بدولت قید میں پہنچا پھر آخر عزیزِ مصر کر دیا وہی حضرت محمد علیہ السلام کو بھی قریش کی سخت قید و تکالیف سے جو صرف بجرم حق پرستی ہے نجات دے کر عزیز دارین کرے گا چنانچہ کیا۔ ازآنجملہ یہ کہ بزرگی کمال اور صاحبِ صدق کو مخالفین کی ایذاء پر صبر کرنا چاہیے ❶ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا وہ عزیز یہ ذلیل ہوئے۔

ازآنجملہ یہ کہ جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو برسوں رونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سے ملا دیا طالبِ صادق رہنا چاہئے خدا تعالیٰ سے ملنا بھی یا اور مقاصد و احباب کا ملنا بھی دنیا یا دارِ آخرت میں اُس کی رحمت سے ممکن ہے۔

(۷) یہ کہ قرآنِ مجید جس میں قصۂ یوسف علیہ السلام صداقت سے بیان ہوا جھوٹا بنایا ہوا نہیں ❷ بلکہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق اور ہر چیز کی کہ جس کی دین میں ضرورت ہے خواہ بواسطۂ حدیثِ پیغمبر علیہ السلام خواہ بواسطۂ قیاسِ ائمۂ دین جو عبرت کی ایک فرد ہے اور ایمان داروں کے لئے ہدایت کا دستور العمل اور خدا تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے دارین کے مقاصد حاصل ہوں گے۔ آمین

---

❶ ایک نبی اور عام انسان میں یہی فرق ہے کہ نبی نازک اوقات میں بھی دعوت تبلیغ اور رشد و ہدایت کے فریضہ سے غافل نہیں ہوتا بھلا دیکھئے جیل کی زندگی سخت اوقات اور کتنے کٹھن حالات تھے جس میں یوسف علیہ السلام مبتلا ہیں لیکن ان تمام کشمکشوں کے باوجود وہ اپنے اصل کام یعنی دعوت و تبلیغ سے قطعاً غافل نہیں ہیں۔ ۱۲ منہ۔

❷ واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ نہیں کیا کہ بلکہ خداوند تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ "اگر ان کو خداوند تعالیٰ کی نشانی (دلیل) نہ دکھائی دیتی تو اس وقت ضرور آپ اس کا ارادہ کر لیتے مگر ان نشانیوں کو دیکھ کر آپ تقویٰ پر قائم رہے۔

اٰيَاتُهَا ۴۳ (۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۶) رُكُوْعَاتُهَا ۶

مکیہ ہے اس میں تینتالیس (۴۳) آیتیں چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم کرنے والے ہیں

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى
عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ
يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ② وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ
فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي
الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ
وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫
وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ④

ترجمہ: ..... الٓمّٓرٰ۔ یہ ہیں کتاب کی آیتیں اور جو کچھ آپ (ﷺ) پر آپ (ﷺ) کے رب تعالیٰ کے ہاں سے نازل ہوا وہ برحق ہے لیکن اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے ① اللہ تعالیٰ تو وہ ہے کہ جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا جن کو تم دیکھ رہے ہو پھر وہ تختِ (حکومت) پر جا بیٹھا اور سورج اور چاند کو حکم پر چلایا۔ جو ہر ایک اپنے وقتِ معین پر چل رہا ہے۔ وہ ہر ایک بات کا انتظام کر رہا ہے (اور) کھول کھول کر نشانیاں بتاتا ہے کہ کہیں تم اپنے رب تعالیٰ سے ملنے کا یقین کرو ② اور اُسی نے تو زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے اور زمین میں ہر ایک پھل دو قسم کا بنایا (کھٹا اور میٹھا اچھا اور برا) دن کو رات سے ڈھانک دیتا ہے۔ البتہ اس میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ③ اور زمین میں (مختلف) قطعے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور انگور کے باغ ہیں اور کھیتیاں اور کھجور ہیں جھنڈ مارے ہوئے اور بے جھنڈ مارے ہوئے کہ جن کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فضیلت دیتے ہیں۔ البتہ اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ④۔

نوٹ: سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں مفسر تفسیر حقانی جیسے بڑے مفصل طور پر لکھ آئے ہیں اور یہ بھی کہہ آئے ہیں کہ جس صورت کے اول میں یہ حروف آئیں وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ابوایوب)

ترکیب: ...... تلک مبتدا، ایات الکتاب خبر۔ اور ممکن ہے کہ المرٓ کی خبر ہو اور ایات بدل یا عطف بیان۔ و الذی ...... الخ مبتدا الحق خبر اور ممکن ہے کہ و الذی الکتاب کی صفت اور واو درمیان آیا اور الحق مبتدا محذوف کی خبر ہو۔ بغیر عمد موضع نصب میں حال ہو گا ای حالیۃ عن عمد، و العمد بالفتح جمع عماد اور عمود۔ ترونھا ضمیر اگر عمد کی طرف راجع ہے تو موضع جر میں ہے صفت عمد کی اور اگر السموت کی طرف ہو تو اس سے حال ہوگا جیسا کہ یدبر ضمیر سخر سے اور یفصل ضمیر یدبر سے حال ہے قطع مبتدا فی الارض خبر یا قطع ظرف کا فاعل۔ و زرع معطوف ہے قطع پر صنوان جمع صنو جیسا کہ قنوان قنو کی جمع ہے ای النخلات یجمعھا اصل واحد و متشعب فروعہا۔ فی الاکل نفضل سے متعلق ہے۔

قرآن کے برحق ہونے اور وجودِ باری تعالیٰ پر چند دلائل

تفسیر: ...... یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں بھی اولاً المرٓ حروف مفردہ سے کسی امر خاص کی طرف اشارہ فرما کر تلک یعنی اس سورۂ ابراہیم کی آیات کا کتاب برحق یعنی قرآنِ مجید کی آیات ہونا بیان فرماتا ہے۔ پھر قرآنِ مجید کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزل ہونا اور برحق ہونا بیان فرما کر منکروں پر تعریض کرتا ہے کہ بایں ہمہ اس کو اکثر نہیں مانتے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا وجود اور اُس کا وحدہٗ لاشریک ہونا چند دلائل سے ثابت کرتا ہے چونکہ مشرکوں کے سامنے ثابت کرنا اہم کام اور ضروری مسئلہ تھا اَللّٰہُ الَّذِیْ سے لے کر تُوْقِنُوْنَ تک آسمانوں کے بے ستون قائم اور بلند ہونے سے استدلال کرتا ہے کہ باوجودیکہ اجسام کا مقتضیٰ طبعی یکساں ہے پھر کس قدر قادر مختار نے گول گنبد بنایا ہے جس میں ستونوں کی حاجت نہیں۔ اور پھر آفتاب و ماہتاب سے کہ ان کو کس نے منور کیا اور کس نے ان کو ایک چالِ معیّن پر چلایا، جس سے تمام دنیا کے کاروبار وابستہ ہیں از خود یہ کیونکر ہو سکتا ہے اجسام سب برابر ہیں ۔ اس پر غور کرنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہم کو بھی حرکت کرتے کرتے ایک روز اُس کے پاس پہنچنا ہے۔ ل لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ پھر وَھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ سے لے کر اخیر تک زمین کی وسعت ہے (باوجود کروی ہونے کے) اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کرنے سے اور ہر ایک پھل میں چھوٹے بڑے، کھٹے میٹھے، تفاوت سے اور یکے بعد دیگر رات دن کے آنے سے اور زمین میں مختلف ٹکڑوں کے ہونے سے کہ باوجودیکہ آس پاس ہیں مگر کسی میں کچھ پیدا ہوتا ہے، کسی میں کچھ اور جو اُس کے پاس والے میں نہیں ہوتا اور اس بات سے زمین کی نباتات مختلف ہیں کہیں کھیتی، کہیں کھجوریں وہ بھی کہیں صرف ایک کُنْدے کا پیڑ، کہیں پھیلا ہوا جھنڈ مارے اور اس بات سے کہ سب کو ایک پانی دیا جاتا ہے پھر پھل مختلف ہے اپنے وجود اور قدرت کاملہ کا ثبوت کرتا ہے کہ یہ سب تمیں از خود نہیں پھر صرف ایک ہم ہی ہیں جو پسِ پردہ یہ گل کاریاں کر رہے ہیں تمہارے فرضی معبودوں کا اُن سے کون سا کام ہے؟ ان مختصر فقروں میں اس قدر دلائل بیان کرنا قرآن ہی کا اعجاز ہے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

لَشَدِيۡدُ الۡعِقَابِ⑥ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ
اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُنۡذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوۡمٍ هَادٍ⑦ اَللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَمَا تَغِيۡضُ ع
الۡاَرۡحَامُ وَمَا تَزۡدَادُ ؕ وَكُلُّ شَىۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ⑧ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ
الۡكَبِيۡرُ الۡمُتَعَالِ⑨ سَوَآءٌ* مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَمَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَمَنۡ هُوَ
مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ⑩ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ
يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِهِمۡ ؕ
وَاِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِهٖ مِنۡ وَّالٍ⑪

ترجمہ:...... اور اگر آپ (ﷺ) کو (اُن کے انکار سے) تعجب ہے تو اُن کی یہ بات بھی عجب ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا ہم نئے سرے سے زندہ ہوں گے؟ یہی تو ہیں کہ جو اپنے رب تعالیٰ سے منکر ہو گئے، اور انہیں کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ اور یہی دوزخی ہیں۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہا کریں گے⑤ اور بھلائی سے پہلے آپ (ﷺ) سے بُرائی کی جلدی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اُن سے پہلے بہت (سی عذاب کی) نظیریں ہو چکی ہیں۔ اور بے شک آپ کا رب تعالیٰ لوگوں کو اُن کے گناہ پر بھی معاف کرنے والا ہے اور البتہ آپ کے رب تعالیٰ کا عذاب بھی سخت ہے⑥ اور کافر کہہ رہے ہیں کہ اس پر کوئی بڑی ❶ نشانی اُس کے رب تعالیٰ کے ہاں سے کیوں نہ اُتری۔ سو (اے محمد ﷺ!) تم تو شخص ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک راہبر ہوتا آیا ہے⑦۔ ▣ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہیں اور جو کچھ پیٹ میں سکڑتا اور بڑھتا ہے۔ اور ہر چیز اُس کے ہاں ایک اندازہ سے ہے⑧ وہ چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا بزرگ بلند مرتبہ ہے⑨ (اُس کے نزدیک) برابر ہے خواہ کوئی تم میں سے چپکے چپکے سے کہے خواہ پکار کر کہے اور خواہ کوئی رات میں مخفی ہو یا دن میں ظاہر ہو کر پھرے⑩ بندہ کے آگے اور پیچھے (باری باری سے) پہرہ دار ہیں کہ جو اس کی بحکم خدا تعالیٰ محافظت کرتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بگاڑتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت آپ نہ بگاڑ لیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی بُرائی چاہتا ہے تو پھر اُس کو کوئی روک نہیں سکتا اور نہ کوئی ان کے لئے اس کے سوا مددگار ہو سکتا ہے⑪۔

ترکیب:...... قولھم مبتدا عجب خبر جملہ جواب ان تعجب۔ ءاذا کنا جملہ قولھم کا بیان ہے اذا کا عامل نبعث محذوف ہے قبل الحسنة یستعجلون سے متعلق ہے علی ظلمھم حال ہے الناس سے۔ المثلات جمع المثلة بوزن السمرة۔ وہی العقوبۃ الفاضحۃ۔ قال ابن الانباری المثلة ھی العقوبة التی تبقی فی المعاقب شیئا بتغییر بعض خلقه۔

• سارب قال الکسائی سرب یسرب سربا و سروبا اذا ذھب۔ ۱۲ منہ۔

❶ جس کے وہ طالب تھے ورنہ بہت سی نشانیاں اُتری تھیں یا وہ نشانیاں اُن کو نشانیاں ہی نہ معلوم ہوتی تھیں۔ بات کو معمولی سمجھ کر ٹھٹھول میں ٹال دیتے تھے یہ پورا اندھاپن ہے جس کی طرف بہت جگہ قرآن میں اشارہ ہوا ہے۔ ۱۲ منہ۔

▣ ہر قوم میں ہادی ہوتے آئے ہیں

مسئلہ معاد یعنی مر کر زندہ ہونا

تفسیر: ...... جب دلائل قاہرہ و براہین باہرہ سے اپنی ذات اور صفات کاملہ کا آسمانوں اور زمین اور اُن کی سب چیزوں کے پیدا کرنے سے ثبوت فرما چکا تو اُس کے بعد مسئلہ معاد بھی ضروری الثبوت تھا کیونکہ جب انسان یہ اعتقاد کر لیتا ہے۔ (کہ مر کر پھر زندہ ہونا اور خدا تعالیٰ کے رُوبرو حاضر ہو کر نیکی بدی کا بدلہ پانا ہے) تو ہر قسم کی برائی اور بدکاری سے پرہیز کرتا ہے اور نیکی اختیار کرتا ہے اور جب یہ اعتقاد نہیں تو پھر اس کو نیک و بد کی کچھ تمیز نہیں رہتی اور یہ بھی ایک بڑی ضرورت ہے جس کے لئے دنیا میں انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں اس لئے اپنا کمال قدرت ظاہر کر کے مسئلہ معاد کو ظاہر کرتا ہے۔ وَاِنْ تَعْجَبْ ...... الخ کہ اے نبی! اگر آپ ﷺ کو انکار سے تعجب ہے تو بجا ہے درحقیقت ان کا مر کر جینے سے انکار کرنا (خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا معائنہ کر کے کہ اُس نے جب آسمان و زمین پیدا کر دیئے تو دوبارہ پیدا کرنا کیا چیز ہے) بڑے تعجب کی بات ہے گویا اس مسئلہ کو دلائل معاد سے مبرہن کر دیا گیا اب انکار باعثِ خرابیٔ آخرت ہے وہ کیا؟ گلے میں طوق پہن کر جہنم میں ہمیشہ رہنا۔ مشرکینِ مکہ کی دو عادت تھیں۔ اوّل: جہاں آنحضرت ﷺ دنیاوی بربادی اور ہلاکت کا ڈر سناتے تو اُس کے خواستگار ہوتے۔ طعن کے طور سے کہتے کہ کب ہوگی؟ اور اُس کو لا۔ اس کی نسبت فرماتا ہے وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ کہ وہ بدبخت بُرائی کے خواستگار ہیں بھلائی سے پہلے چاہئے تھا کہ نبی ﷺ کی اتباع کے خیر و برکاتِ دارین سے حصہ پاتے نہ کہ اپنے لئے خرابی مانگتے۔ حالانکہ پہلی اُمتیں ہلاک ہو چکی ہیں وہ سن چکے ہیں وَاِنَّ رَبَّكَ مگر ہم بڑے رحیم و کریم ہیں جلدی عذاب نہیں کرتے اور یوں عذاب بھی سخت دیتے ہیں۔ دوم: معجزات پر معجزات دیکھتے جاتے اور مکرتے جاتے تھے اور دیگر معجزہ کے طالب ہوتے تھے وَيَقُوْلُوْنَ . . . الخ اس کے جواب میں فرماتا ہے اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ کہ آپ ﷺ کا کام خبردار کر دینا ہے اور ہدایت کرنا ہادی کا کام ہے یعنی ہمارا، یا یہ معنی کہ یہ ہدایت کرنا اور خبردار کرنا کوئی نئی بات نہیں جس پر بار بار معجزے طلب کرتے ہیں بلکہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا آیا ہے اور اُن کے مناسب معجزات بھی دکھاتا آیا ہے سو تم کو فصاحت میں معجزہ دکھایا جو تمہارے طبائع کے مناسب ہے (اور یہی معنی قوی ہیں) پھر پہلی بات کے جواب کی طرف توجہ فرماتا ہے اور اس کے ضمن میں اپنے صفات علم و قدرت کو بھی ظاہر کرتا ہے جو مسئلہ معاد کی معرفت اور خدا ترسی کے لئے مؤید ہیں۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ سے لے کر اخیر تک کہ اس کو ہر بات کا علم ہے بندہ کے آگے پیچھے اس کے ہاں کے پہرہ دار ہیں یعنی فرشتے جو اُس کو بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اس طرح بس میں ہونے پر بھی ہم کسی قوم پر جب ہلاکت بھیجتے ہیں کہ جب وہ خود سامانِ ہلاکت پیدا کرتے ہیں گناہ اور بدکاری کر کے اور جب ہم عقوبت بھیجتے ہیں تو پھر اُس کو کوئی کسی صورت سے ٹال نہیں سکتا اور نہ کوئی معتوب قوم کا حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝۱۲ وَيُسَبِّحُ
الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۤئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا
مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝۱۳ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ

- الثقال جمع ثقيلة والسحاب جمع سحابة وقيل اسم جنس ۱۲ منه۔
- قال الازهري المحال فعال من المحل بمعنى القوة والميم اصلية وقال ابن قتيبة اصله مفعل من المحول او الحيلة جعل الميم كميم المكان واصله من الكون ومعناه الكر والقوة والاخذ والحول والعداوة وذهب الى كل واحد ذاهب ۱۲ منه.

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ
اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾
وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾

ترجمہ:...... وہی تو ہے جو تمہیں خوف و امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا اور بھاری (بھاری) بادلوں کو اٹھاتا ہے ⑫ اور گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے ڈر سے (پاکی بیان کرتے ہیں) اور بجلیاں بھیجتا ہے پھر ان کو جس پر چاہتا ہے گرا دیتا ہے اور وہ تو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا قوت والا ہے ⑬ اسی کو پکارنا بجا ہے اور جن کو وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی ان کی نہیں سنتے مگر جیسا کہ کوئی (دور سے) پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کہ اس کے منہ میں آ جائے حالانکہ اس کے منہ تک نہیں پہنچتا، اور کافروں کا پکارنا (محض) رائگاں ہے ⑭ اور چار و ناچار اللہ تعالیٰ ہی کو آسمان والے اور زمین والے سجدہ کرتے ہیں اور ان کے سایہ بھی صبح و شام (سجدہ) کرتے ہیں) ⑮

قدرت خداوندی پر چند دلائل

ان آیات میں اپنی قدرت کے چند دلائل بیان فرماتا ہے۔ اوّل: برق یعنی بجلی کا چمکنا کہ جس سے مینہ کی اُمید اور جل جانے کا خوف ہوتا ہے بادلوں میں پانی بھرا ہوتا ہے اُن میں سے ایسی آگ اور یہ روشنی پیدا کرنا اسی کا کام ہے۔ دوم: ادھر سے پانی کے بھرے ہوئے بادلوں کا اُٹھانا جو ہفتوں برستے ہیں حالانکہ پانی کا حیز طبعی پستی ہے۔ سوم: رعد یعنی گرج اور کڑک بادل نرم اجسام ایسے نہیں کہ اُن کے باہم ٹکرانے سے یہ ہیبت ناک آواز پیدا ہو مگر وہ پیدا کرتا ہے۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رعد ❶ فرشتہ ہے اور بجلی کے کوڑے سے بادلوں کو ہانکتا ہے اور کڑک اُس کی آواز تسبیح ہے۔ یہ ممکن ہے بعض اس کی یوں توجیہ کرتے ہیں کہ فرشتے سے مُراد اُن کے قوائے محرکہ اور کڑک جو۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا
يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ
تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ
عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

* الآصال جمع اصیل وهو العشیة وهی مابین العصر الی المغرب۔ الاودیة جمع واد وهو کل منفرج بین جبلین ونحوهما یسیل فیه ... واستعمل للماء الجاری فیه۔ الزبد هو الابیض المرتفع المنتفخ علی وجه السیل له الغثاء والرغوة والرابی المرتفع فوق الماء جفاء ... جفأت الریح السحاب ای فرقته۔ ۱۲ منہ ❶ جس طرح نفوس انسانیہ ہیں اسی طرح نفوس فلکی و نفوس اجرام علوی بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کر کے ان اجسام کے محرک بنائے ہیں انہیں کو حکماء طبائع اجسام کہتے ہیں اور شرع میں یہ نفوس کبھی ملائکہ سے بھی تعبیر کئے جاتے ہیں پس رعد کو فرشتہ بنانا اور بجلی کے کوڑے سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے بادلوں کو ہانکنا فرمانا اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے ۱۲ منہ۔

فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي
النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ
فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ﴿۱۷﴾

ترجمہ: ...... پوچھو کون ہے آسمانوں اور زمین کا رب؟ کہو اللہ تعالیٰ۔ پوچھو پھر کیا تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا اُن چیزوں کو معبود بنا کر رکھا ہے کہ جو خود اپنے لئے بھی نہ کچھ نفع کی قدرت رکھتے ہیں نہ نقصان کی۔ کہو کیا اندھا اور بینا برابر ہیں؟ یا کہیں اندھیریاں اور روشنیاں برابر ہو سکتی ہیں؟ کیا جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے اُنہوں نے بھی کچھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق بنائی ہے۔ تب ان کو مخلوق میں اشتباہ پڑ گیا ہے کہہ دو ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جو یکتا (اور) زبردست (قہار) ہے ﴿۱۶﴾ جس نے آسمان سے پانی اُتارا پھر اس نے اپنی (اپنی) مقدار سے نالے بہنے لگے پھر پانی کے ریلے نے پھولے (پھولے) جھاگ اُٹھائے۔ اور جس چیز کو کہ آگ میں زیور یا اور کسی اسباب بنانے کے لئے پگھلاتے ہیں اُس پر بھی ویسا ہی جھاگ ہوتا ہے، یوں بیان کرتا کہ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال۔ پھر جو جھاگ ہے وہ تو یوں ہی جاتا رہتا ہے، اور جو لوگوں کو فائدہ دیتا ہے (یعنی پانی) سو وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مثالیں یوں بیان کیا کرتا ہے ﴿۱۷﴾

اپنی زبانِ حال سے تسبیح کر رہی ہے یعنی اُس کی قدرت و یکتائی بیان کر رہی ہے۔ چہارم بجلی کا جہاں چاہنا گر دینا جس مکان یا یا شخص یا پہاڑ کو چاہنا اس نے ٹکڑے ٹکڑے کرا دینا یہ تمام اس کی جبروت و قدرت کے نشان ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں شبہ کرنا کیسا حمق ہے۔ یہ دلائل بنا یا فرما کر تمام عالم کا قضاء و قدر کے آگے مسخر ہونا بیان کرتا ہے جس کو سجدہ کرنے سے تعبیر کیا ہے کافر، مؤمن،، حیوانات، نباتات، بے اختیار کسی فاعل مختار کے ہاتھ میں ہیں۔ جوانی، بڑھاپا، تندرستی، مرض گھٹنا بڑھنا، مرضی کے موافق اور مخالف باتیں اُن کے سفر کی منزلیں کہ جن میں بے اختیار کھچے چلے آتے ہیں خواہ دل چاہے یا نہ چاہے اور صبح و شام جو ہر چیز کا سایہ زمین پر پڑا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتا ہے ظاہری سجدہ بھی آیت میں مراد ہو سکتا ہے کہ ایمان دار اور ملائکہ خوشی سے کرتے ہیں اور منکرین مصائب کے وقت گردن پکڑ کر جھکائے جاتے ہیں ۔ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ سے ارواح اور نفوس کی طرف اشارہ ہے۔ جو انوار ذات کی تجلی سے شوق میں آکر اُس کی طرف جھکتے ہیں اور اُن کے ظلال سے اجسام مراد ہیں جو طبعاً آفتاب وجود کے طلوع و غروب کے وقت سجدہ کرتے ہیں یا اعیان ثابتہ۔

حق و باطل میں فرق اور اس کی مثال: ...... فَاَمَّا الزَّبَدُ . . . الخ یعنی اگرچہ کف پانی پر بھی ہوتے ہیں اور جو آگ میں پگھلایا جاتا ہے اُس پر بھی مگر دونوں میں فرق ہے اسی طرح گو باطل بظاہر حق سے مشابہ ہو مگر جس طرح جھاگ اُڑ جاتے ہیں اور پانی رہ جاتا ہے اسی طرح حق باقی رہتا ہے ملمع کاری چند روز میں کھل جاتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید آسمان سے ابر رحمت کی طرح نازل ہوا اس سے بھی نالے بہے، بڑے بڑے عالم اُٹھے حسب استعداد فیض پایا مگر یہ ابد تک زمین پر نفع دینے کے لئے رہے گا یہ ایک تمثیل ہے حق و باطل کے لیے۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؔ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ع
الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ
وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ
رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا
الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ
وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ
عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ
بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ
اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ
وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع

ترجمہ:...... جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کا کہنا مانا اُن کے لئے بہتری ہے اور جنہوں نے اُس کا کہنا نہ مانا اگر اُن کے لئے زمین بھر کی سب چیزیں بھی ہوں اور اُس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو جرمانہ میں دنیا قبول کریں گے (قیامت میں عذاب سے بچنے کے لئے اور قبول نہ ہوگا) اور اُنہیں کا بُرا حساب ہے۔ اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بُرا ٹھکانا ہے ⑱ پھر کیا وہ شخص جو کہ آپ (ﷺ) پر اور آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُس کو برحق مانتا ہے اُس کے برابر ہے جو اندھا ہے سمجھتے تو عقل والے ہی ہیں ⑲ وہ جو اللہ تعالیٰ کے عہد ❶ کو پورا کرتے ہیں، اور عہد کو نہیں توڑتے ہیں ⑳ اور جو جوڑتے ہیں جس کا کہ اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اور اپنے رب تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور بُرے حساب سے خوف کرتے رہتے ہیں ㉑ اور وہ کہ جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کی رضامندی کے لئے صبر کیا۔ ❷ اور نماز قائم کی اور جو کچھ ہمارے دیئے ہوئے میں سے چھپے اور کھلے دیا۔ اور بُرائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے رہے، اُنہیں کے لئے دار آخرت ہے ㉒ ہمیشہ رہنے کے باغ کہ جن میں وہ خود بھی رہیں گے اور اُن کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں سے بھی جو نیکوکار ہیں اور اُن کو ہر دروازہ سے آ کر فرشتے کہیں گے ㉓ تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے

❶ اللہ تعالیٰ کا عہد روز ازل میں جو عبودیت کا ارواح نے کیا تھا ۱۲ منہ۔ ❷ دنیاوی تکالیف پر اور عبادت کی تکالیف پر اور نفس کے روکنے میں۔ ۱۲ منہ

ہے کیا اچھا آخرت کا گھر ہے۲۴ اور وہ جو مستحکم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور جس کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُس
کو توڑتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں اُن کے لئے لعنت ہے اور اُن کے لئے بُرا گھر ہے۲۵ اللہ تعالیٰ ہی جس کے لئے چاہتا ہے روزی
فراخ اور تنگ کرتا ہے اور (کفار) دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں ہے کیا مگر تھوڑا سا اسباب۲۶

قرآن کے اثر قبول کرنے و نہ کرنے کے نتائج

ان آیات میں اس ابر رحمت (قرآن) کے اثر قبول کرنے اور نہ کرنے کے نتائج بیان فرماتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ الخ کہ جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کا حکم مان لیا ان کے لئے بہتری ہے۔ پھر آگے حکم ماننے اور بہتری کی تشریح کرتا ہے اور جن شور بختوں نے اس پانی کو قبول نہیں کیا۔ (۱) ان کا انجام جہنم۔ (۲) اور بُرا ٹھکانا ہے۔ (۳) اور ان کا وہاں یہ آرزو کرنا بیان کرتا ہے کہ اگر تمام دنیا بھر کی نعمتیں اور مال وحشمت اُن کے پاس ہو اور اتنا ہی اور ہو تو سب کو دے کر عذاب سے چھوٹ جانا چاہیں گے۔ آج یہاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں چار پیسے بھی صرف کرنا نہیں چاہتے۔ جس مال پر مرتے ہیں وہ یوں بے قدر ہوگا کہ تاوان و جُرمانہ میں نہ لیا جائے گا۔ پھر اُن دو فریق کی مثال بیان کرتا ہے کہ ایمان دار آنکھوں والے ہیں اور کافر اندھے ہیں پھر کیا اندھا آنکھوں والا برابر ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اَلَّذِیْنَ ... الخ ذکر کر کے قرآن مجید کے ماننے کی تشریح کرتا ہے یعنی جن میں یہ چند وصف ہیں وہی قرآن ماننے والے ہیں۔

(۱) عہد الٰہی کا پورا کرنا۔ عہد میں تمام اعتقادی اور عملی باتیں مجملاً آ گئیں جن کے آگے شرح کرتا ہے۔

(۲) صلہ رحمی کرنا، ماں باپ، دوستوں، ہمسایوں، فقیروں، یتیموں، بے کسوں کی خبر گیری کرنا، خدا تعالیٰ سے ڈرنا۔

(۳) ... اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرنا، بُری خواہشوں سے نفس کو روکنا، عبادت اور دنیا کے مکروہات اور مخالفوں کی ایذاؤں کو برداشت کرنا۔ (۴) نماز پڑھنا۔

(۵) ... اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا چھپے اور کھلے، زکوٰۃ یا صدقہ یا ہدیہ۔

(۶) ... بُرائی کے مقابلہ میں صبر سے بڑھ کر نیکی کرنا، جو کوئی اپنے ساتھ بُرائی کرے اُس کے ساتھ بھی بھلائی کرنے سے در گذر نہ کرنا اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو کوئی بدی سرزد ہو جائے تو اُس کے مکافات میں نیکی کرنا چاہئے۔

پھر اس نیکی کی شرح کرتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ دارِ آخرت کیا ہے جَنّٰتُ عَدْنٍ کہ جس میں نہ صرف وہی رہیں گے بلکہ اُن کے نیک اقارب بھی اور جنت کے ہر دروازہ سے آ کر ملائکہ اُن کو سلام کریں گے۔ اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے عہد توڑنے والوں مفسدوں، قطع رحم کرنے والوں کی سزا بُرا گھر اور لعنت برسنا بیان فرما کر کافروں کے غرور کو توڑتا ہے جو اپنے مال و جاہ پر فخر کیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ اس دنیا فانی پر عبث ریجھے ہوئے ہیں، کثرتِ مال مقبولیت کی دلیل نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو چاہتا ہے دنیا میں فراخ دستی دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے تنگ دستی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ
يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۲۷ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى

لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ
لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ
اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ
ع اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴿۳۱﴾

ترجمہ:......اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب تعالیٰ کے ہاں سے کیوں کوئی (بڑا) معجزہ نہ اُترا۔ (سو) کہہ دو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اُس کو اپنے تک پہنچنے کا رستہ دکھاتا ہے﴿۲۷﴾ اُن کو جو ایمان لائے اور اُن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے تسکین ہوتی ہے۔ سن رکھو دلوں کو چین تو اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے ہوتا ہے﴿۲۸﴾ جو ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام بھی کئے اُن کے لئے خوش خبری۔ [۱] اور اچھا ٹھکانا ہے﴿۲۹﴾ اسی طرح آپ (ﷺ) کو بھی ہم نے ایک ایسے گروہ میں بھیجا ہے کہ جن سے پہلے اور بھی اُمتیں گذری ہیں تا کہ جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اُن کو پڑھ کر سناؤ اور وہ تو رحمٰن کا انکار کر رہے ہیں۔ کہو میرا رب تعالیٰ وہ ہے کہ جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اُسی پر میں نے توکل کر لیا اور اُسی کی طرف جانا ہے﴿۳۰﴾ اور اگر کوئی ایسا قرآن نازل ہوا ہوتا کہ جس سے پہاڑ ٹل جاتے یا اُس سے زمین ٹکڑے [۲] ٹکڑے ہو جاتی، یا اُس سے مُردے بول اُٹھتے (تو بھی نہ مانتے)۔ بلکہ سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے بس میں ہیں۔ پھر کیا ایمان والے اس بات سے [۳] نا اُمید ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔ اور کافروں پر تو ہمیشہ اُن کی بد اعمالی سے کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا (مصیبت) اُن کے گھر کے دروازوں پر اُترے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا﴿۳۱﴾۔

ترکیب:......الذین اٰمنوا مبتدا طوبیٰ لھم جملہ خبر وحسن مآب جمہور کے نزدیک نون کا ضمہ مآب کی طرف اضافت۔ یہ معطوف ہے طوبیٰ پر وحسن بالفتح بھی پڑھا گیا ہے طوبیٰ پر معطوف بنا کے اور اُس کو جعل کا مفعول مان کر و لو ان کا جواب محذوف ما اٰمنوا۔ ان لو یشآء اللہ مفعول لم ییئس بمعنی افلم یتبین۔ لھدی الناس لو کا جواب تصیبھم کا فاعل قارعۃ داھیۃ تقرعھم او تحل کی ضمیر قارعۃ کی طرف پھرتی ہے وقیل للخطاب۔

اہل مکہ کا فرمائشی نشانیوں کا مطالبہ

تفسیر:......اہل مکہ بار بار یہی شبہ کرتے تھے کہ کوئی معجزہ کیوں آنحضرت ہمارے کہنے کے موافق ظاہر نہیں کرتے وَیَقُوْلُوْنَ الخ

[۱] ... طوبیٰ من مصدر من طاب کبشریٰ وعناہ اصبت خیرا ومحلھا النصب او الرفع کقولک سلاما لک وسلام لک۔
[۲] ... یا اس سے زمین کی مسافت قطع ہو جاتی۔ [۳] ... لم یاتس قال الکلبی ھی لغۃ لنخع وبہ قال السلف من الصحابۃ والتابعین۔ ۱۲ منہ)

اس کا جواب اگرچہ پہلے بھی دیا تھا مگر چونکہ انہوں نے پھر وہی سوال کیا تھا اس کا بیان اور عمدہ اسلوب سے جواب دیا۔ اوّل: یہ کہ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ . . . الخ ہدایت و گمراہی اس کی طرف سے ہے معجزہ دیکھنے سے کیا ازلی گمراہ ہدایت پر آجاتے ہیں بلکہ جو ازلی نیک ہیں مَنْ اَنَابَ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے وہی ہدایت پاتے ہیں سو ان کو ظاہری معجزہ کی کچھ بھی ضرورت نہیں اُن کے لئے ایک باطنی معجزہ ہر وقت موجود ہے وہ کیا؟ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ کہ اُن کے اللہ تعالیٰ کے ذکر سننے سے مطمئن ہو جاتے ہیں گویا ان کی چشم باطن پیغمبر ﷺ کے فرمودوں کا مشاہدہ کر لیتی ہے کوئی کھٹکا اور خطرہ اُن کے دل میں باقی نہیں رہتا اور یہ اس لئے کہ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ ارواح صافیہ و نفوسِ طیبہ کا محبوب حقیقی ہے اور تمام منازل کا منتہیٰ وہی ہے اس کی یاد سے روح کو قرار آتا ہے جس کی صحبت کا یہ اثر ہے پھر یہ کیا کم معجزہ ہے اس کے بعد ان ہدایات یافتوں کا مرتبہ بیان فرماتا ہے کہ اُن کے لئے خوشی ہے (بعض کہتے ہیں طوبیٰ سے مراد وہ درخت ہے جو جنت میں ہے) اور اچھا ٹھکانا ہے یعنی جنت۔ دوم: یہ کہ آنحضرت ﷺ کچھ دنیا میں نئے نبی نہیں آئے ہیں جو بات بات پر معجزات طلب ہوتے ہیں پہلے انبیاء کیا ہر وقت منکروں کے کہنے سے معجزے دکھایا کرتے تھے یہ بھی کبھی ہو گیا اور نہ مقصود اصلی تو ان کو پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے لِتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ ...... الخ جو وہ اس کی رحمت کا انکار کر رہے ہیں۔ (مکہ معظمہ کے مشرک لفظ رحمٰن سے بھی چونکتے تھے کہ ہم نہیں جانتے وہ کون ہے؟) حقیقت میں کسی شاہی معزز ایلچی سے بار بار ہر کہ و مہ کا سند طلب کرنا گویا ایک تمسخر کرنا ہے اس طرح سرِ دفتر انبیاء سے بار بار صداقت کے لئے معجزہ مانگنا حمق ہے۔ پھر فرماتا ہے خواہ وہ مانیں یا نہ وہ مانیں تو اُن سے اپنا اصلی منشاء ظاہر کر دے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے جس پر میرا بھروسہ ہے اور جس کے پاس جانا ہے۔ سوم: اگر اُن کے کہنے سے قرآن میں یہ بھی اثر ہو کہ مکہ مکرمہ کے پہاڑ ٹل جائیں زمین کشادہ ہو جائے زمین میں سے چشمے بھی پھوٹ نکلیں، مُردہ بھی زندہ ہو کر اُن سے وہاں کا حال کہہ دیں (مکہ کے چند کافروں نے آنحضرت ﷺ سے یہ استدعاء کی تھی) تو پھر کیا وہ مانیں گے؟ اس میں بھی صد ہا وہم کریں گے۔ یہ سب باتیں تو ہم کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کو اطمینان دیتا ہے کہ کہیں تم دل میں ان باتوں کی آرزو نہ کرنا کیونکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اس کے بعد کفارِ مکہ سے اُن کی سرکشی کی سزا میں اُن پر مصیبت نازل ہونے کا وعدہ کرتا ہے کہ ایک نہ ایک بلا اُن پر پڑتی رہے گی یا اُن کے دروازوں پر ° آپڑے گی یعنی قریب الوقوع ہو گی۔ ❶ وعدہ الٰہی آنے تک یعنی فتح مکہ تک سو ایسا ہی ہوا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿٣٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ

---

❶ یا یہ معنی کہ فتح مکہ کے لیے آپ ان کے گھروں کے پاس آٹھہریں جیسا کہ حدیبیہ میں ٹھہرے تھے۔

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآىٕمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى

الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ

الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ

اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَىٕنِ اتَّبَعْتَ

اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ ع

ترجمہ:......اور البتہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ ہنسی کی گئی ہے، پھر ہم نے منکروں کو مہلت دی، پھر اُن کو پکڑ لیا۔ پھر دیکھو ہمارا کیسا عذاب تھا؟﴿۳۲﴾ پھر کیا وہ شخص جو ہر ایک کے سر پر ❶ کھڑا ہے بدلہ دینے میں (بتوں کے برابر ہے) اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں۔ کہو ان کے نام تو بتاؤ۔ کیا اللہ تعالیٰ کو وہ بات جتاتے ہو کہ جس کو وہ روئے زمین پر ❷ بھی نہیں جانتا یا یوں ہی باتیں سناتے ہو (کچھ نہیں) بلکہ کافروں کے فریب اُن کو بھلے معلوم کرائے گئے اور وہ رستہ سے روکے گئے ہیں۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے پھر اُس کو کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں﴿۳۳﴾ اُن کو زندگیٔ دنیا میں بھی عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے۔ اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی بھی نہ ہوگا﴿۳۴﴾ اُس جنت کا حال کہ جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے (یہ ہے کہ) اس کے نیچے بڑی نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جس کے میوے اور سائے ہمیشہ رہیں گے، یہ انجام پرہیزگاروں کا، اور کافروں کا انجام آگ ہے﴿۳۵﴾ اور جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو جو کچھ آپ (ﷺ) پر نازل کیا گیا ہے اُس سے خوش ہوتے ہیں اور اُن جماعتوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اُن کی بعض بات نہیں مانتے۔ کہو مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف بازگشت ہے﴿۳۶﴾ اور اس قرآن کو عربی میں حکم نامہ بنا کر ہم نے اس طرح نازل کیا ہے ف اور اگر آپ اپنے پاس علم آنے کے بعد بھی اُن کی خواہشوں پر چلیں گے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ آپ کا کوئی حامی کھڑا ہوگا نہ بچانے والا﴿۳۷﴾

ترکیب:......من موصولہ ھو قائم علیٰ کلّ نفس صلہ أی قادر علیٰ کل نفس......و عالم یجمع احوالھا من خیر و شرّ و مستعد لان یجازی کل نفس بما فعلت من خیر و شرّ (وہو اللہ) مبتدا یہ سب بتدا اور خبر محذوف کمن لیس بھذہ الصّفۃ وھی الاصنام جس پر وجعلوا... الخ جملہ دال ہے اور ممکن ہے کہ ایسی خبر محذوف مانی جائے کہ جس پر جعلوا کا عطف درست ہو سکے ای لم یوحدّوہ ولم یجدّوہ وجعلوا لہ شرکاء (کشاف) یہ جملہ استفہامیہ ہوگا انکار کے طور پر۔

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اُن کی اُمتوں کے لوگ تمسخر اور ہنسی کرتے آئے ہیں

تفسیر:......یہ بھی پہلے جواب کا تتمہ ہے کہ وہ جو آپ ﷺ سے معجزات طلب کرتے ہیں طالب حق نہیں بلکہ محض تمسخر اور ہنسی کرتے ہیں۔ پھر یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اُن کی اُمتوں کے لوگ تمسخر اور ہنسی کرتے آئے ہیں چونکہ ہم رحیم و کریم ہیں فوراً

❶ ......یعنی اُس کو ہر ایک کا حال معلوم ہے اور ہر فعل کی سزا دینے پر قادر ہے۔ ۱۲ منہ۔ ❷......یعنی روئے زمین پر اُن کا پتہ بھی نہیں۔ ۱۲ منہ۔ ف...... حکما عربیا حکمۃ مترجمۃ بلسان العرب وانتصابہ علی الحال ۱۲ کشاف۔

انتقام لینا ہماری عادت نہیں۔ ہم نے اُن کو مہلت دی (الاملاء الامہال وان یترکوا مدۃ من الزمان) پھر وہ کیسے برباد و ہلاک ہوئے کہ ان کے مکانوں کے خرابات اب تک ناظرین کے آگے زبانِ حال سے حسرت وافسوس ظاہر کر رہے ہیں۔ پھر اے محمد! آپ (ﷺ) کے مخالفین اپنے دل میں کیا سمجھے ہوئے ہیں۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ اس کے بعد اپنا قادر و قہار ہونا ظاہر کر کے (تا کہ تمسخر سے باز آئیں کیونکہ ایسے موقع پر چشم نمائی بے ادبوں کی پیٹھ پر کوڑا ہے) یہ فرماتا ہے کہ پھر ایسے کے ہوتے ہوئے تم اور لوگوں کو پوجتے، حاجت روا جانتے ہو۔ ہمارے سامنے وہ کون خدائی کا مستحق ہے ذرا اُس کا نام تو بتلاؤ یا یوں ہی واہی تباہی باتیں بناتے ہو۔ باوجود اس کے کہ یہ خیال بدیہی البطلان ہے اور نبی اُن کے حق میں کوئی خلافِ عقل منفرت آمیز بات بھی نہیں کہتے پھر بھی جو وہ نہیں مانتے اُلٹے بات بات پر معجزہ مانگتے ہیں یہی بات ہے کہ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ اُن کی حرکات ناشائستہ اور خیالاتِ فاسدہ بسبب پشت در پشت چلے آنے کے اور اہلِ شہر اور برادری کو اُن میں مبتلا دیکھنے کے دل میں کھب گئے ہیں اُنہیں کو بہتر اور عمدہ جانتے ہیں (حقیقت الامر یونہی ہے کہ آج کل ہنود کی رسم قبیحہ اور دیگر اقوام کے افعال خلافِ عقل اس کا نمونہ ہیں اونے کوردہ کے لوگ اپنے دس (۱۰) بیس (۲۰) جھونپڑے والوں کی رسوم کو کیسا عمدہ سمجھتے ہیں، اس کے ترک کو کیسا شاق جانتے ہیں۔ واہ نبی آخر الزمان (ﷺ) یہ آپ (ﷺ) ہی کا معجزہ تھا کہ نہ صرف عرب بلکہ اور بہت سے ملکوں کے دلوں سے اُن رسوم قبیحہ کو کس کاروائی سے حک کیا ہے) اصل یہ ہے کہ یہ گمراہی اُن کے نوشتۂ ازلی میں ہے کوئی بجز خدا کے کیونکر دور کر سکے۔ اس کا نتیجہ دنیا کا وبال جیسا کہ اگلی اُمتوں پر آیا ہے۔ قحط، وباء، گرانی، خسف و قتل، غیروں کے ہاتھ میں اسیر ہونا وغیرہ۔ اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ برخلاف اس کے ایمان والوں کے لئے دارِ آخرت میں ابدی فرحت ہے۔ اہلِ کتاب یعنی اہلِ قرآن قرآن نازل ہونے سے خوش ہوتے ہیں اور دیگر اپنے خلافِ طبع باتوں کا انکار کرتے ہیں یہ بدبختی کی علامت ہے وہ انکار کریں تو کیا کریں مگر اے نبی! تم اُن سے کہہ دو کہ میں توحید پر ثابت ہوں اور قرآنِ مجید جو تمام حکمتوں اور حکموں کا چشمہ ہے اُس کی طرف سے عربی زبان میں اُترا ہے۔ اور نبی علیہ السلام کو مخاطب کر کے سنایا جاتا ہے کہ اس کی مخالفت پر قہرِ الٰہی ہے جس کی پناہ نہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ
لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا
يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ
اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ
نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾
وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ
نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ

مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

ترجمہ: ......اور آپ سے پہلے بھی ہم نے رسول بھیجے ہیں کہ جن کو ہم نے جوروئیں اور بچے بھی دے رکھے تھے اور کسی رسول (ﷺ) کے بھی اختیار میں نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ لاتا۔ ہرایک وقت کے لئے ایک نوشتہ ہے ﴿۳۸﴾ (اُفق میں سے) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے ﴿۳۹﴾ اور خواہ ہم آپ (ﷺ) کو کوئی وہ بات دکھادیں کہ جس کا ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں یا (اس سے پہلے) آپ (ﷺ) کو وفات دیں (بہرحال) آپ (ﷺ) پر تو (حکم کا) پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارا ذمہ ہے ﴿۴۰﴾ کیا وہ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم زمین کو اُس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی حکم کرتا ہے کوئی اُس کے حکم کو ہٹا نہیں سکتا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۴۱﴾ اور اُن سے پہلے لوگ بھی مکر کر چکے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کو تو سب داؤ آتے ہیں جو کوئی کچھ کرتا ہے وہ سب کو جانتا ہے اور کافروں کو ابھی معلوم ہوئے جاتا ہے کہ دارِ آخرت کس کے لئے ہے ﴿۴۲﴾ اور کافر کہتے ہیں کہ آپ (ﷺ) رسول نہیں۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے ❶ اور نیز اُس کی کہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے ﴿۴۳﴾۔

ترکیب: ......اما نرینک کا جواب فانما علیک البلاغ و علینا الحساب و المعنی سواء اریناک ذلک او توفیناک قبل ظھورہ فالواجب علیک تبلیغ احکام اللہ و علینا حسابھم۔ ننقصھا۔ جملہ حال ہے ضمیر فاعل یا الارض سے باللہ بؔ زائد اللہ فاعلِ کفی و من موصول عندہ علم الکتاب صلہ یہ معطوف ہے محلاً اللہ پر فاعل ہوگا کفی کا۔

نبوت پر شبہات اور ان کا ازالہ

تفسیر: ......عرب کے مشرک اور مکہ کے کافر آنحضرت ﷺ کی نبوت پر طرح طرح کے شبہات کیا کرتے تھے۔

از انجملہ: ایک یہ تھا کہ جس کو اللہ تعالیٰ دنیا میں رسول بنا کر بھیجے اُس کو دنیاوی باتوں سے پاک ہونا چاہئے، فرشتوں کی مانند، یہ کیسے نبی ہیں جن کے بیوی بچے ہیں، کھاتے پیتے، دنیا کے کاروبار، خرید و فروخت بازار سے کرتے ہیں پھر نہ ایک بیوی پر قناعت ہے بلکہ متعدد بیویاں رکھتے ہیں، عورتوں سے رغبت رکھتے ہیں (یا عیسائیوں سے اُنہوں نے یہ اعتراض سیکھا تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام اور اُن کے حواریوں کے مجرد رہنے سے ملنگ پنے کو عمدہ سمجھتے تھے یا آج کل کے پادریوں نے اُن مشرکین سے اس کی تعلیم پائی ہے) اس کا جواب دینا ہے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ... الخ کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے رسول کیا بیوی بچوں، عورتوں سے رغبت نہیں رکھتے تھے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دیکھتے چلے آؤ۔ یہ بات لوازمِ بشریت سے ہے کمالِ روحانی کے منافی نہیں۔ توکل اور فروتنی آدمی کو اسی سے آتی ہے۔ از انجملہ یہ کہ وقتاً فوقتاً آپ ﷺ ہمارے کہنے سے معجزات دکھانے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ الخ کہ یہ بات کسی رسول (ﷺ) کے اختیار میں نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے۔ از انجملہ یہ کہ آپ ﷺ جن بلاؤں کا مخالفت کی وجہ سے ہم سے وعدہ کرتے ہیں اُن کو ابھی کیوں نہیں لاتے؟ اس کے جواب میں فرماتا ہے لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر لکھا ہوا ہے نیز اس میں یہود و نصاریٰ کے اس شبہ کا بھی جواب ہے کہ آپ ﷺ نے تورات و انجیل کے احکام اور نیز اپنی شریعت کے احکام میں نسخ جائز رکھا یہ خدائی بات نہیں۔

---

❶ اپنی رسالت کے ثبوت میں دو باتیں پیش کیں۔ اول: اللہ تعالیٰ کی شہادت معجزات۔ دوم: من عندہ... الخ من کو م بالفتح پڑھتے ہیں جس کے معنی وہ لوگ کہ جن کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اب تک کتب سابقہ میں آنحضرت ﷺ کی خبر ہے اور ممکن ہے کہ الکتاب سے مراد قرآن ہو اور بعض نے مِن پڑھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں سے کتاب کا علم ہے سو کتابِ الٰہی کا مجھ پر نازل ہونا یہ ہم شہادت ہے۔ ۱۲ منہ

نسخِ احکام کی مصلحت:......پھر اس جواب کی تصریح کرتا ہے کہ یَمۡحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیُثۡبِتُ . . الخ کہ اللہ تعالیٰ موافق مصلحت عباد (بندوں کی مصلحت کے پیشِ نظر) ایک حکم دیتا ہے پھر جب وہ مصلحت نہیں رہتی اُس کو محو کر دیتا ہے، یعنی دُور کر دیتا ہے اُس کے پاس اُم الکتاب ہے یعنی لوح محفوظ کہ جس میں بہت کچھ ہے۔ مجملہ اس کے اس حکم کا ایک وقت تک قائم رہ کر اُٹھ جانا بھی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں اس میں ہر شئے کے مٹانے اور باقی رکھنے کا اشارہ ہے، عمر، رزق، سعادت، شقاوت یعنی مثلاً پہلے ایک کی دس برس کی عمر تھی پھر بیس کی کر دی اس کو قضاء وقدر معلق کہتے ہیں اگرچہ جف القلم فرما دیا کہ جو ہونا ہے لکھا گیا مگر اس میں یہ محو واثبات بھی تو لکھا گیا ہے قضاء مبرم نہیں ٹلتی۔ بعض اس محو واثبات سے دنیا کا مٹانا آخرت کا ثابت کرنا وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ آپ ﷺ کو تسلّی دیتا ہے کہ خواہ ہم معجزہ دکھائیں، بلا اُن پر لائیں یا تیرے بعد میں یہ بات پیش آئے تجھے تو صرف خبر دینے کو بھیجا ہے اور ہمارے وعدہ کے آثار ہوتے چلے جاتے ہیں کہ ہم زمین سے کُفر اور اس کا غلبہ وشوکت اُٹھاتے چلے جاتے ہیں، زمین کو کناروں سے گھٹانے سے یہی مُراد ہے۔ مکہ مکرمہ کی اطراف سے فتح اسلام شروع ہونے لگی تھی آخر دنیا بھر میں پھیل گئی اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی بھی ٹال نہیں سکتا۔

---

❶......اس سورۃ مبارکہ میں ما قبل بھی اور یہاں بھی جنت کی نعمتوں کا ذکر اور جہنم کے گوناگوں عذاب کا اور ہیئت زمین کے بدل جانے کا تذکرہ احادیث اور قرآن مجید میں بکثرت آتا ہے اصولی طور پر یہاں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہئیں اوّل تو یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اس لئے فردوس بریں میں وہ تمام نعمتیں ان تمام تفصیلات کے ساتھ اگر موجود ہوں تو اس میں ذرا سا بھی استبعاد نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس عالم کی چیزوں کو اس دنیا کی چیزوں پر قیاس کرنا ہرگز صحیح نہ ہوگا ہم اور آپ اس دنیا میں بھی ایک جگہ کی چیزوں کو دوسری جگہ کی چیزوں سے کس درجہ بدلہ ہوا پاتے ہیں۔ قندھار کے انار جس قدر بڑے ہوتے ہیں کیا دوسرے علاقوں کے انار اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں جب یہاں بھی یہ تفاوت ہے تو عالم آخرت میں اگر وہاں کی چیزیں بالکل بدلی ہوئی ہوں تو اس پر حیرت کیوں ۱۲ منہ

اٰيَاتُهَا ۵۲ (۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (۷۲) رُكُوْعَاتُهَا ۷

مکی ہے اس کی ۵۲ آیتیں اور ۷ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے جو نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ
رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ ۞ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ ۞ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ
ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۞ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ* قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ
فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞

ترجمہ:.....(الٓرٰ) (یہ) ایک کتاب ہے کہ جس کو ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل کیا ہے کہ آپ لوگوں کو اُن کے ربّ تعالیٰ کی اجازت سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائیں اس خدائے زبردست ستودہ کے راستہ کی طرف ① کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور کافروں پر افسوس کہ اُن کو سخت عذاب ہونا ہے ② اُن پر کہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے اچھا سمجھ رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے رستہ سے روکتے اور اُس میں رخنہ ڈالتے ہیں وہی بڑی دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ③ اور ہم نے جب کوئی رسول بھیجا تو اپنی کی قوم کی زبان میں (بولنے والا بھیجا) تا کہ وہ اُن کو بآسانی بتا سکے پھر (بھی) خدا تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے ④۔

ترکیب:..... کتاب موصوف انزلناہ... الخ صفت مجموعہ خبر ہے مبتدا محذوف ہذا یا الٓر کی باذن ربھم موضع نسب میں ہے ای ماذونا لھم۔ الی صراط بدل ہے الی النور سے باعادۃ حرف الجر اللہ مجرور ہے الحمید سے بدل ہوکر۔

وجہ تسمیہ سورۃ

تفسیر:..... یہ سورۃ بھی مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے اخیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا و مناجات کا بھی اس خوبی کے ساتھ ذکر

* اس سے یہ سمجھنا کہ آنحضرت ﷺ خاص عرب کے لئے نبی تھے محض غلط فہمی ہے اس لیے کہ قوم رسول وہ ہیں جو آپ ﷺ کے ہم نسب اور ہم وطن ہیں اور اُمت یا قوم بمعنے عام سب لوگ ہیں سو قوم کی زبان میں کتاب اور رسول کا بھیجنا اُن کی رعایت خاص کے لئے رسالتِ عامہ کو مانع نہیں ۱۲ منہ

ہے کہ جس سے قدیم زمانہ کے خدا پرست لوگوں کا اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ عجز و نیاز اور سچا توکل ان لوگوں کے دلوں پر کہ جن پر بت پرستی یا الحاد کا دھبہ نہیں لگا عجب اثر پیدا کرتا ہے اس لئے اس سورہ کا نام سورۂ ابراہیم علیہ السلام رکھا گیا۔

اس سورۃ میں بھی بیشتر اُصولِ مذہب کا ثبوت ہے ایک نئے ڈھنگ سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ میں دنیا بھر میں کوئی بھی فرقہ خدا پرست نہ تھا اہلِ کتاب میں سے یہود کی ابتری تو ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اُن کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے اُن کو بھی نہ مانا بلکہ آمادۂ فساد و جنگ و جدال ہو گئے اور اُس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد تک اور بھی بگڑ گئے تھے۔ رہے عیسائی سو تین سو برس کے بعد تو اُن کے مذہب میں یہاں تک تثلیث اور الوہیت مسیح اور صلیب پرستی نے رواج پایا تھا کہ بُت پرست قوموں بھی اُن سے پیچھے رہ گئی تھیں۔ عرب اور روم اور ہند و ایران و چین کی بُت پرستی اور آتش و عناصر پرستی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا تمام عالم تاریکیٔ کفر والحاد بُت پرستی میں چھپا ہوا تھا ایسے زمانہ میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بڑا احسان ہوا کہ اس نے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک آفتابِ ہدایت جلوہ گر کیا تا کہ لوگوں کو ان اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لاوے وہ روشنی کیا ہے؟ اللہ عزیز حمید کا سیدھا رستہ۔ کون عزیز حمید؟ وہ اللہ کہ جس نے آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کو پیدا کیا اور جس کی اُن پر بادشاہی ہے۔ اب اس آفتابِ جہاں تاب کے طلوع ہونے پر بھی جو تاریخ میں رہنا پسند کرتے ہیں تو دراصل یہ اُن کی تقدیر کی بدبختی ہے یعنی عذاب شدید۔ اور یہ بات اُن کو اس وجہ سے ہے کہ وہ شہوات لذات دُنیائے دنی پر غش ہیں اُس ناداں بچہ کی طرح سے (جو ماں کے پیٹ ہی کو ایک عالم پُر فضا اور وہاں خون حیض کو عمدہ غذا سمجھتا ہے) اس عالم کی زندگی کو زندگی اور یہی کے مال و کامرانی کو عیشِ جاودانی سمجھتے ہیں اس لئے اس عالمِ نورانی کے رستہ سے باز رہتے ہیں اور اپنے رسوم و عادات سے باہر ہونا بُرا سمجھتے ہیں بلکہ یہ ظلمت پسند اس آفتاب ہدایت کو شکوک و شبہات کے گرد و غبار سے چھپانا چاہتے ہیں یعنی دینِ حق میں کجی نکال کر لوگوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں، پھر ایسے لوگوں کے نہایت درنہایت گمراہ اور بدبخت ہونے میں کیا کلام ہے۔

پھر نہ صرف یہی احسان کیا کہ کتاب اور رسول اُن کے پاس بھیجا بلکہ رسول کو اُن کا ہم زبان کیا۔ اگر کتاب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور زبان ہوتی تو عرب کو دقت ہوتی جو اور تمام دنیا کے ہادی بنائے گئے ہیں اُلٹے اس نعمت کو مکہ کے کافر بے قدر جان کر قرآن مجید کی قدر و منزلت نہ کرتے پھر اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اس بات کی مصلحت و حکمت وہی جانتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ
بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ
اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ
وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ
ع عَظِيْمٌ ۝۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ
لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ

لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑧ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ مع
وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ
مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ⑨ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ ع
وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ
قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا
فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ⑩ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا
بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ
هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ⑫ ع

ترجمہ:......اور موسیٰ کو ہم نے اپنی نشانیاں دے کر اس لئے بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں اور اُن کو اللہ تعالیٰ کے دنوں (یعنی واقعات ہائلہ) سے سمجھائے۔ بے شک اس میں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لئے بڑی نشانیاں ہیں⑤ اور (اے نبی ﷺ) جب کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا وہ احسان یاد کرو جو تم پر ہوا جب کہ اُس نے تم کو فرعون کے ہاتھ سے بچایا جو تم کو بُری طرح سے دُکھ دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ اور اس میں تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی⑥ اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب کہ تمہارے رب تعالیٰ نے یہ سُنا دیا تھا کہ اگر تم میری شکر گذاری کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب بھی سخت ہے⑦ اور موسیٰ نے کہہ دیا تھا کہ اگر تم جس قدر لوگ زمین پر ہیں سب کے سب اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرو گے (تو اس کو کچھ بھی پرواہ نہیں) کیونکہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ قابلِ ستائش ہے⑧ کیا تمہیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے۔ نوح اور عاد اور ثمود کی قوم۔ اور وہ جو اُن کے بعد ہوئے۔ کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اُن کے پاس ہمارے رسول معجزات لے کر آئے پھر انہوں نے اپنے ہاتھ اُن کے مونہوں پر رکھ دیا کہ جو کچھ تمہاری معرفت بھیجا گیا ہے ہم اُس کے منکر ہیں اور جس دین کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہم کو تو اس میں شک پڑا ہوا ہے⑨ اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا تم کو اللہ تعالیٰ میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے وہ تمہیں بُلا رہا ہے کہ تمہارے گناہ معاف کرے اور (تاکہ) تم کو ایک وقتِ مقرر تک مہلت دے۔ اُنہوں نے کہا کہ تم بھی تو ہمارے جیسے ہی انسان ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہم کو اُن چیزوں سے باز رکھو کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجا کرتے تھے۔ سو ہمارے پاس کوئی کھلا ہوا معجزہ لاؤ⑩ اُن کے رسولوں نے کہا ضرور ہم بھی تو تمہارے جیسے آدمی ہی تو ہیں، لیکن اپنے بندوں میں سے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے (نبوت دے کر) کرم کرتا ہے۔ اور ہماری کیا مجال کہ جو

ہم خدا تعالیٰ کی اجازت کے بغیر تم کو کوئی معجزہ لا دکھادیں۔ اور ایمان والوں کا اللہ تعالیٰ ہی پر توکل ہونا چاہیے⑪ اور ہم کس لئے اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کریں حالانکہ وہ ہم کو ہمارے رستے بتا چکا ہے۔ اور البتہ ہم تو تمہاری ایذاؤں پر جو تم نے دی ہیں صبر ہی کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر متوکلوں کو توکل کرنا چاہیے⑫۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کے لیے وعظ اور تین مشہور قوموں کے واقعات

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو اندھیریوں سے نکال کر نور میں لانا بطور نظیر کے بیان فرماتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا یہ کام کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ایسا ہوتا آیا ہے۔ اس میں ضمناً یہود و نصاریٰ کے دلوں پر بھی ایک چٹکی سی لی گئی ہے کہ یہ نبی ﷺ وہی نبی ﷺ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہے۔ پھر آگے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ نقل فرماتا ہے جو اُنہوں نے اپنی قوم کو سنایا۔ اس کے بعد "اور مشہور انبیاء علیہم السلام اور اُن کی اقوام کے معاملات بیان فرماتا ہے۔ اَلَمْ یَاْتِکُمْ . . . الخ سے (۱) قوم نوح علیہ السلام اور (۲) عاد (۳) ثمود تین مشہور قوموں کے واقعات بیان فرما کر کہتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ : لَا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ کہ اُن کے بعد اور بہت سے رسول گذرے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کیونکہ قرآن مجید اور کتب سابقہ میں صرف چند رسولوں کے حالات ہیں۔ پھر جو اُن رسولوں اور اُن کی قوم میں باہم معاملہ ہوا ہے اُس کا ذکر کرتا ہے کہ لوگوں نے رسولوں کے معجزات دیکھ کر بھی تکذیب کر دی، فَرَدُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فِیْۤ اَفْوَاهِهِمْ اس لئے (۲) دو احتمال ہیں ایدی اور افواہ کے معنے حقیقی لئے جائیں کہ لوگوں نے رسولوں کے منہ بند کرنے کو اپنے ہاتھ اُن کے مونہوں پر رکھ دیئے یا خود غصہ کے مارے اپنے ہاتھ چبانے لگے۔ دوم کہ معنی مجازی مراد ہوں کہ کچھ جواب تو معقول نہ دے سکے محض انکار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ محاورۂ عرب ہے۔ پھر باقی گفتگو نقل کرتا ہے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ⑬ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ ⑭ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ⑮ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ⑯ یَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا یَكَادُ یُسِیْغُهٗ وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ⑰ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ⑱

● العصف شدة الريح وصف به زمانه للمبالغة كيوم حار ويوم بارد وخلاصة المثل هو ان الكفر كالريح العاصفة واعمالهم كرماد فكما ان الريح العاصف لا تبقي الرماد فكذا الكفر لا يبقي الاعمال ۱۲

ترجمہ:......اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے ورنہ تم ہمارے دین میں پھر آ ملو۔ پھر اُن کے رب تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی کی کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر ڈالیں گے ⑬ اور اُن کے بعد تم کو زمین پر بسا دیں گے یہ وعدہ اُس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اُس نے میرے عذاب سے خوف کھایا ⑭ اور پیغمبروں نے فیصلہ چاہا اور ہر ایک جبار سرکش غارت ہوا ⑮ اور اُس کے آگے جہنم ہے اور (جہاں اس کو) پیپ کا پانی پلایا جائے گا ⑯ جس کو گھونٹ گھونٹ کر پیے گا اور اس کو گلے سے نہ اُتار سکے گا اور ہر جگہ سے اُس کو موت آتی ہوگی (موت کے اسباب موجود ہوں گے) حالانکہ وہ مرے گا بھی نہیں اور اُس کے آگے اور سخت (سخت) عذاب ہوں گے ⑰ ان کی مثل کہ جنہوں نے اپنے رب تعالیٰ کا انکار کیا ایسی ہے کہ اُن کے اعمال گویا راکھ ہیں کہ جس کو آندھی کے دن ہوا اُڑا کر لے گئی ہو۔ جو کچھ اُنہوں نے (دنیا میں) کمایا تھا اس میں سے اُن کے ہاتھ میں نہ رہا ہو۔ یہ ہے پرلے درجہ کی ناکامی ⑱۔

ترکیب:......لنخرجنکم اور لتعودنّ مفعول ہیں قال کے اور لنھلکنّ اور لنسکننّ یہ اوحی کے مفعول ہیں یتجرعہ ماء کی صفت یا ضمیر یسقی سے حال۔ مثل الذین مبتدا کرماد خبر ہے معنےٰ۔

انبیاء علیہم السلام کو دھمکی اور اپنے مذہب میں آنے کی دعوت

تفسیر:......منجملہ کفار کی اور باتوں کے ایک یہ بھی تھی کہ اُنہوں نے انجامِ کار انبیاء علیہم السلام سے بھی کہہ دیا تھا کہ یا تو تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ (گرچہ ابتداء ہی سے انبیاء علیہم السلام اُن کے مذہب میں نہ تھے مگر پھر آ جانا جو کہا تو اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام نے اُنہیں کے شہروں اور اُنہیں کے قبیلوں میں نشوونما پائی تھی ابتداء میں کفّار سے مخالفت بھی ظاہر نہ کی تھی اس سے وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کو اپنے مذہب میں جانتے تھے اس لئے پھر مذہب میں آنے کو کہا) ورنہ ہم تم کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ یہ بڑے بول وہ اپنی حکومت و شوکت کے گھمنڈ پر بولتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کا زور کیا چل سکتا ہے۔ دنیا کے بادشاہوں کے ایلچیوں کی جو کوئی بے حُرمتی کرتا ہے اپنے کئے کو پاتا ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی بے حُرمتی کرے اور اپنے ملک سے نکال دینے کی دھمکی دے اس لئے فاوحی الیھم نبیوں کو وحی ہوئی کہ خود اُنہیں کو ہم ہلاک کر دیں گے اور جس ملک اور زمین سے تمہیں نکالنے کو کہتے ہیں وہ آخر کار تمہیں کو دی جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ کفّار دنیا میں ہلاک ہوئے اور آخرت میں عذابِ شدید میں گرفتار ہوئے کہ جہاں لہو اور پیپ پیویں گے اور گلے سے نہ اُتار سکیں گے اور ہر طرف سے سامانِ موت نظر آویں گے مگر مرنے نہ پائیں گے۔

اور اس پر اور بڑھ کر عذاب اُن کو یہ ہوگا کہ جن اعمال کو وہ دنیا میں اپنے لئے (تعلیم انبیاء کے برخلاف) آخرت میں فائدہ مند سمجھ کر کرتے تھے، اس میں مشقت اُٹھاتے تھے وہاں اُن کا کچھ بھی اثر نہ پائیں گے جیسا کہ سخت آندھی کے دن ہوا راکھ کو اُڑا کر لے جاتی ہے اسی طرح وہ اُڑ جائیں گے۔ نہ وہاں بُتوں کی پرستش اور گنگا کا اشنان اور گئو دان کام آئے گا جس کے بھروسہ پر وہ سُرگ کے مستحق بنے بیٹھے تھے نہ وہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کام آئے گی نہ تثلیث و الوہیتِ مسیح علیہ السلام کا اعتقاد فائدہ دے گا نہ حوض میں غوطہ لگانا، عشاء ربانی کھانا نفع دے گا، مال زن و فرزند کو جو آنکھ اُٹھا کر دیکھے گا اُنہیں بھی شریکِ غم نہ پائے گا سو اس کمائی کے برباد ہو جانے پر سخت حسرت کرے گا، پچھتائے گا، بلکہ اُلٹے یہ اعمال گلے کا ہار ہو جائیں گے ہمہ وقت اس آتش حسرت میں جلیں اور ہاتھ ملیں گے ہائے ؎

کس لئے آئے تھے اور کیا کر چلے

فرماتا ہے جس کو پرلے درجہ کی گمراہی اور بھول کہتے ہیں یہ ہے۔ نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون پورا ہوا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ

بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۙ﴿۱۹﴾ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ
الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا
مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ
ع اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ
اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ
سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ
مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ
قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ
تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: ……(اے مخاطب!) کیا تونہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا۔ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جاوے اور نئی خلقت لے آئے ﴿۱۹﴾ (تو کرسکتا ہے) اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی مشکل نہیں ﴿۲۰﴾ اور (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ کے رُو برُو سب نکل کھڑے ہوں گے تب ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع تھے پھر (آج کیا) تم خدا تعالیٰ کا عذاب ہم سے کچھ بھی دور کرسکتے ہو؟ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہم کو خلاصی کی راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی بتا دیتے۔ خواہ چیخیں چلائیں خواہ صبر کریں ہمارے لئے یکساں ہیں تم کو عذاب سے کس طرح چھٹکارہ نہیں۔ اور جب کہ فیصلہ ہو چکے گا ﴿۲۱﴾ ❶ شیطان کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا پھر میں نے وعدہ خلافی کی۔ اور تم پر میرا اس کے سوا اور کچھ بھی زور نہ تھا کہ تم کو بلایا پھر تم نے میرا کہنا مان لیا۔ پھر مجھے ملامت نہ کرو اپنے ہی آپ کو ملامت کرو نہ میں تمہارا فریادرس بن سکوں اور نہ تم میرے فریادرس ہو۔ میں تو مانتا نہیں کہ تم مجھے پہلے ان کا شریک بنایا کرتے تھے۔ بے شک ظالموں کے لئے عذاب الیم ہے ﴿۲۲﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ ان کی باہم دعا خیر سلام ہوگا ﴿۲۳﴾۔

ترکیب: ان اللہ جملہ قائم مقام دونوں مفعولوں کے الم تر سے من عذاب اللہ موضع نصب میں ہے حال ہو کر کیونکہ اصل میں شیءٍ کی

❶ جب لوگ شیطان کو گمراہ کرنے کا الزام دیں گے تو ان کے جواب میں وہ یہ کہے گا کہ میں نے کسی پر زبردستی تو کی نہ تھی صرف اپنی طرف بلایا کرتا تھا تم نے میرا کہنا مان لیا اور تم جو خدا تعالیٰ کے ساتھ مجھے شریک کرتے تھے میرے کرشموں کو مانتے تھے تخیلات باطلہ پر چلتے تھے میں اس کا سرے سے منکر ہوں ۱۲ منہ۔ ف کہاں ہیں وہ لوگ جو وجود شیطان کا انکار کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

صفت ہے تقدیرہ من شئی من عذاب اللہ۔ من زائدۃ ای شیئاً کائناً من عذاب اللہ۔ الا ان استثنا منقطع ہے لان دعای لم یکن سلطاناً ای حجتہ۔ مصرخی جمہور بفتح الیاء پڑھتے ہیں اور یہ جمع مصرخ کی ہے اوّل ی جمع کا دوم ی متکلم میں ادغام ہوگیا۔ وادخل برزوا پر معطوف۔

رب تعالیٰ ایک قوم کو مٹا کر دوسری قوم کو اس کی جگہ بسانے پر قادر ہے

تفسیر:......کُفّار کے غرور آمیز کلمات کے جواب میں پہلے پہلے تو خود اُن کا برباد ہونا اور جہنم میں جانا اور اُن کے بعد انبیاء علیہم السلام اور اُن کے گروہ کا اُن کی زمین اور ملک پر قابض اور متصرف ہونا بیان فرمایا تھا اب اُن مخالفین کے دل پر اس بات کو قائم کرتا ہے۔ الم تر کہ جس نے آسمان اور زمین کو کس انتظام اور خوبی تمام کے ساتھ پیدا کر دیا ہے۔ وہ اس بات بھی قادر ہے کہ رُوئے زمین سے تم کو مٹا کر اور نئی قوم کو تمہاری جگہ دنیا پر بسائے۔ کہاں گیا فرعون؟ اور کہاں ہے ساسانی اور کس جگہ ہیں کیانی اور روم کے قیاصرہ کہاں چھپ گئے۔ یونان کی اولوالعزم قومیں کہاں جا سوئیں؟ ہندوستان کے قدیم راجے کہاں گئے؟ پھر مسلمانوں میں خلجی اور تغلق اور لودی کہاں چلے گئے؟ تیموریوں کا اوج موج کہاں گیا؟ رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔ انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں اپنے جاہ وحشم پر غرور کرنا فضول ہے۔ اس کے بعد روزِ قیامت کا واقعہ جان گذار ذکر کرتا ہے تا کہ انبیاء علیہم السلام کے طریقہ کو چھوڑ کر شیطانی راہ پر چلنے کا مزہ معلوم ہو۔

بروز قیامت کفار کی اپنے بڑوں سے تعاون کی درخواست:......بَرَزُوْا . . . الخ کہ قیامت کے دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور اس مصیبت میں دنیا کے غریب لوگ اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ہاں فرمانبردار تھے آج تم ہمارے کچھ کام آسکتے ہو؟ عذاب دفع کر سکتے ہو؟ وہ کورا جواب دیں گے، پھر فیصلہ کے بعد جب جہنم میں شیطان اور اُس کے پیرو ڈال دیئے جائیں گے تو شیطان کہے گا کہ میرا وعدہ تم سے غلط تھا مگر اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ تھا اب تم مجھے کچھ ملامت مت کرو، کچھ میں نے تم پر زبردستی تو نہیں کی تھی بلکہ تمہارے دل میں وسوسہ ڈال دیا تھا جس پر تم جم گئے، اپنے ہی آپ کو ملامت کرو، خدا تعالیٰ کا کہنا چھوڑ کر میرا کیوں مانا، تم تو مجھے خدا تعالیٰ کا شریک بناتے تھے میں نے تو پہلے ہی سے اس کا انکار کر دیا ہے۔ یا یہ کہ تمہارے شریک بنانے سے پیشتر میں کافر ہو چکا تھا جس طرح میں از خود گرفتار ہوا اسی طرح تم بھی ہوئے اس کے بعد ایمان داروں نیکی کرنے والوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جہاں نہریں بہتی ہوں گی اور باہم رنج وکسر نہ ہوگا بلکہ بوقتِ ملاقات ایک دوسرے کو سلام کہے گا۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ
وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ
الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ
خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ* مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

---

*......ومعنی اجتثت استوصلت۔ ۱۲ کشاف اجتثاث بر کندن ۱۲ منہ۔

ع ۱۶ الظّٰلِمِيْنَ ۗ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

ترجمہ: .... (اے مخاطب!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ پاک کی ایسی مثال بیان کی ہے کہ گویا وہ ایک پاک درخت ہے کہ جس کی جڑ مستحکم اور اس کی شاخ آسمان میں ہے﴿۲۴﴾وہ اپنے رب تعالیٰ کے حکم سے ہر وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کیا کرتا ہے تاکہ وہ سمجھیں (سوچیں)﴿۲۵﴾اور ناپاک کلمہ کی مثال ایک ناپاک درخت کی سی ہے کہ جو زمین کے اوپر ہی سے اُکھاڑ لیا جائے اُس کا کچھ بھی جماؤ نہ ہو﴿۲۶﴾اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو دنیا کی زندگی اور آخرت میں بھی پکی بات ❶ پر ثابت قدم رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے﴿۲۷﴾۔

ترکیب:...... کلمة موصوف طيبة صفت بدل ہے مثلاً سے اور کشجرة... الخ کلمة کی نعت اور بعض نے کلمة کو مرفوع پڑھا ہے کشجرة کو خبر مانا ہے تؤتی نعت ہے فی الحيوة الدنيا متعلق ہے يثبت سے اور ممکن ہے کہ کشجرة خبر ہو مبتدا محذوف کی أی هی اور پھر طيبة اور اصلها و تؤتی شجرة کی نعت ہوں اور جملہ بدل ہو مثلاً سے۔

کلمۂ طیبہ کی ایک عمدہ مثال

تفسیر:...... اشقياء اور سعداء (نیک بختوں) کا حال بیان فرما کر اُن کے حال کی زیادہ تشریح کرنے کو ایک مثال بیان فرماتا ہے اور وہ یہ ہے كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ شجرہ طیبہ یعنی پاک یا اچھے اور عمدہ پیڑ کے چار وصف بیان فرما کر کلمہ طیبہ کو اس کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔

اوّل:...... صفت طیبہ یعنی اچھا ہونا خواہ باعتبار شکل و صورت کے ہو خواہ باعتبار اس کے پھل پھولوں کی عمدگی کے ہو کہ خوشبودار اور شیریں اور لذیذ ہوں خواہ باعتبار اس کے منافع کے ہو۔

دوم:...... اَصْلُهَا ثَابِتٌ کہ وہ اس خوبی کے ساتھ ایسا نہیں کہ یونہی ہوا یا اور کسی تھوڑے سے صدمہ سے اُکھڑ جائے تاکہ رنج کا باعث ہو بلکہ اُس کی جڑ قائم اور مستحکم ہو جو زوال پذیر نہیں۔

سوم:...... وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ کہ اُس کی شاخیں مرتفع اور بلند ہوں جس سے پیڑ کی مضبوطی اور جڑ کا قیام اور اُس کے پھلوں کا قاذورات اور زمین کے عفونات سے پاک ہونا معلوم ہوتا ہے۔

چہارم:...... اُس کے پھل ہمیشہ آتے ہوں اور ہر وقت موجود رہتے ہوں اور درختوں کی طرح نہیں۔ اب اس درخت مرغوب الطبع کے ساتھ کلمہ طیبہ کو تشبیہ دیتا ہے خواہ ایسا درخت دنیا میں کوئی موجود ہو یا نہ ہو خواہ اس کو کھجور کے درخت سے تعبیر کرو یا انگور سے یا کسی اور سے۔

کلمۂ طیبہ کیا ہے جس میں یہ چار وصف پائے جاتے ہیں وہ بقول اکثر مفسرین کلمۂ توحید لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ سو یہ کلمہ طیبہ ہے ❷ اس کی عمدگی یہ ہے کہ انسان کے دل میں اس سے معرفت الٰہی کا ایک عمدہ پیڑ لگتا ہے کہ جس کی خوبی دنیا کی تمام خوبیوں سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ لذت ادراک ملائم کا نام ہے۔ جامع العقل و شرع میں حواس مُدرک اور دنیا کی تاریک چیزیں مُدرک اس پر یہ لذت۔ پھر جہاں روح مُدرک اور حق سبحانہٗ مُدرک ہو تو پھر اُس لذت کے کیا کہنے ہیں؟ اس کے علاوہ لذائذ دنیا تکلیف پر مبنی ہیں بھوک نہ تو کھانے میں مزہ نہ آوے، پیاس نہ لگے تو سرد پانی سے حظ نہ پاوے برخلاف روحانی لذات کے۔ اور نیز جسمانی لذتیں ایک

❶ پکی بات وہ ہے کلمۂ اشهد ان لا اله الا الله ۱۲۔

❷ خلاصہ یہ کہ ایمان اور خدا پرستی جس کی کنجی کلمۂ لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ ہے وہ ایسے درخت کی مانند ہے کہ جس کی جڑ مضبوط اور بلند درخت ہے اور جس کے نیک پھل ہر وقت دنیا و آخرت میں ملتے رہتے ہیں اور کلمۂ خبیثہ یعنی کفر و بداعتقادی و بدکاری کا قولاً و فعلاً عمل میں لانا ایسے کمزور پیڑ سے مشابہ ہے کہ جس کی کچھ بھی اصل نہیں ۱۲ منہ۔

ساعت کے بعد جاتی رہتی ہیں برخلاف روحانی لذت کے۔

دوسری صفت بھی اس میں موجود ہے کیونکہ اس شجر کی جڑیں نفس قدسیہ میں گڑی ہوئی ہیں اور نفس جوہر مجرد ہے فساد سے پاک ہے تغیر و فنا سے بری ہے اور نیز اُس کی جڑوں میں حق نورالنور اور مبدءِ ظہور کی تجلیات کا پانی دیا جاتا ہے۔

تیسری صفت بھی اس میں عمدہ طرح سے پائی جاتی ہے اس شجرۂ معرفت کی دو شاخیں ہیں ایک ہواءِ الٰہی میں اور دوسری ہواءِ عالم جسمانی میں اُٹھتی ہوئی ہے۔ نوع اوّل کے بہت سے اقسام ہیں مگر اُن کا خطر دو بات میں (اوّل التعظیم لامر اللہ) اس میں یہ چیزیں ہیں خدا تعالیٰ کی معرفت کے دلائل میں تامل کرنا جو عالم اجسام اور عالم افلاک اور عالم سفلی میں موجود ہیں اور اُسی کے شوق اور محبت میں رہنا اُسی کو یاد کرنا اُسی پر اعتماد کلی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ دوسری شاخ کہ جس کو آنحضرت ﷺ نے (والشفقة علیٰ خلق اللہ) سے تعبیر کیا ہے اس میں مخلوق پر رحم کرنا ،انتقام سے درگذر کرنا، برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرنا بہت سی چیزیں شامل ہیں۔ تیسری صفت اُس کا مرتفع ہونا سو وہ بھی ظاہر ہے۔

چوتھی صفت ہر وقت پھل لانا سو یہ بھی اس شجرہ میں ظاہر ہے جس کے دل میں یہ شجرہ ہوگا وہ اس سے ہر وقت منتفع رہے گا، اچھے نتائج دیکھے گا اور اس میں الہامات نفسانیہ اور ملکاتِ روحانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو وقتاً فوقتاً روح پر پیدا ہوتے ہیں پھر اس کو نیک کاموں پر برانگیختہ کرتے ہیں اس کے مقابلہ میں کفر کو شجرۂ خبیثہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کلمۂ خبیثہ کفر اور اس کی نافرمانی کرنا ہے اس کے بعد کلمۂ طیبہ کی مضبوطی بیان فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ اُس پُر دنیا و دین میں ایمانداروں کو ثابت قدم رکھے گا۔ دنیا کا ثبات تو ظاہر ہے آخرت کی اوّل منزل قبر ہے، وہاں بھی اس پر یہ ثابت رہے گا، منکر نکیر کو جواب شافی دے گا جیسا کہ احادیث میں وارد ہے ایمان داروں کو ثابت رکھنا .گمراہوں کو گمراہی میں ٹکرانا اس قادرِ مطلق کا خود اختیاری فعل ہے جس سے کوئی باز پُرس نہیں کر سکتا۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ بَدَّلُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ كُفۡرًا وَّاَحَلُّوۡا قَوۡمَهُمۡ دَارَ الۡبَوَارِ ۲۸
جَهَنَّمَ ۚ يَصۡلَوۡنَهَا ؕ وَبِئۡسَ الۡقَرَارُ ۲۹ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ اَنۡدَادًا لِّيُضِلُّوۡا عَنۡ
سَبِيۡلِهٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعُوۡا فَاِنَّ مَصِيۡرَكُمۡ اِلَى النَّارِ ۳۰ قُلۡ لِّعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
يُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ
لَّا بَيۡعٌ فِيۡهِ وَلَا خِلٰلٌ ۳۱ اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَاَنۡزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزۡقًا لَّكُمۡ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡفُلۡكَ
لِتَجۡرِىَ فِى الۡبَحۡرِ بِاَمۡرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الۡاَنۡهٰرَ ۳۲ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ
دَآئِبَيۡنِ* ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ۳۳ وَاٰتٰٮكُمۡ مِّنۡ كُلِّ مَا سَاَلۡتُمُوۡهُ ؕ

---

* ......داب عادة یقال داب فی السیر داوم علیه فهو دائب۔ دائبان روز و شب ۱۲ منہ

ع وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَاِذْ قَالَ
اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾
رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ
فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ
عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ
تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ
مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ
الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾
ع رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾

ترجمہ:......(اے مخاطب!) کیا تو نے اُن کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے بدلہ میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی ❶ کے گھر میں لے اُترے ﴿۲۸﴾ جہنم میں کہ جس میں وہ پڑیں گے۔اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ﴿۲۹﴾ اور لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے رستے سے بہکانے کے شریک بنا رکھے ہیں۔کہا مزے منایا کرو پھر تو تمہیں جہنم ہی میں جانا ہے ﴿۳۰﴾ (اے نبی ﷺ!) میرے ایمان دار بندوں سے کہہ دو کہ نماز پڑھا کریں اور ہمارے دیئے میں سے چھپا کر اور ظاہر کر کے دیا کریں اُس دن کے آنے سے پہلے کہ جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی (کہ نیک عمل خریدے جائیں یا کوئی رعایت کرے) ﴿۳۱﴾ اللہ تعالیٰ وہ ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کو پھل نکالے،اور کشتی تمہارے بس میں کی تاکہ دریا میں اُس کے حکم سے چلے اور نہریں تمہارے قابو میں کیں ﴿۳۲﴾ اور تمہارے (فائدے کے) لئے سورج اور چاند کو محکوم کر دیا جو (اپنی چال پر) ہمیشہ چلتے ہیں اور تمہارے لئے رات اور دن کو محکوم کیا ﴿۳۳﴾ اور تم نے جو کچھ مانگا اُس میں سے تمہیں دیا۔اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔البتہ آدمی تو بڑا ہی ظالم ناشکرا ہے ﴿۳۴﴾ اور جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے میرے ربّ! اس شہر (مکّہ) کو امن کی جگہ کر دے اور مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بُت پرستی سے بچائیو۔اے ربّ! ان بُتوں ہی نے تو بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر ڈالا ﴿۳۵﴾ پھر جو میری پیروی کرے سو وہ میرا ہے اور جو میری نافرمانی کرے سو تو غفور رحیم ہے ﴿۳۶﴾ اے ربّ تعالیٰ! میں نے اپنی کچھ اولاد ایسی وادی (جنگل) میں بسائی ہے کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے معزز گھر کے پاس نماز قائم کرنے کے لئے۔اے ربّ! پھر کچھ لوگوں کے دل اُن کی طرف مائل کر دے اور اُن کو میووں کی روزی دے تاکہ وہ شکر کیا کریں ﴿۳۷﴾ اے ربّ! تو جانتا ہے جو کچھ ہم مخفی رکھتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ پر تو کوئی چیز مخفی

❶......تباہی کا گھر جہنم جیسا کہ خود بیان فرماتا ہے ۱۲ منہ۔

نہیں، نہ زمین کی نہ آسمان کی㊳ اُس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام عنایت کئے۔ بے شک میرا رب تعالیٰ دعا کا سننے والا ہے㊴ اے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے۔ اے رَبّ! اور دعا کو قبول کرلے㊵ اے رَبّ! مجھے اور میرے ماں باپ اور ایمانداروں کو بخش دیجیو حساب قائم ہونے کے دن㊶۔

ترکیب:...... کفرا مفعول ثانی بدلوا کا جہنم بدل ہے دار البور سے یقیموا و ینفقوا امر کے صیغے بحذف لام أی لیقیموا و لینفقوا کیونکہ قل اس پر دال ہے سرًا و علانیۃً مصدر ہیں موضعِ حال میں دائبین حال الشمس و القمر سے کل مضاف ماموصولہ مضاف الیہ جملہ مفعول اتاکم من بقولِ اخفش زائد ہے ھذا موصوف البلد صفت یا ھذا اسم اشارہ البلد مشارہ الیہ یہ سب مفعولِ اوّل اجعل کا امنا اس کا مفعول ثانی۔ ان نعبد اے عن ان نعبد۔ من عصانی شرط فانک جواب والعائد محذوف ای لہ من ذریتی میں من زائدہ بواد موصوف عند بیتک صفت یا بدل علی الکبر حال ہے یا لئے وھب لی سے۔

ربّ تعالیٰ کی ناشکری اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری

تفسیر:...... یہاں کلمۂ خبیثہ کے پھل بیان فرماتا ہے الم تر سے لے کر الی النار تک کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُن کو طرح طرح کی نعمتیں دی تھیں اُنہوں نے بجائے شکر گذاری کے کُفر کیا یعنی ناقدری کی اور آپ تو ڈوبے ہی تھے اپنی قوم کو بھی گمراہ کر کے جہنم میں لے گئے۔ (اس میں مکّہ کے کُفّار سرداروں کی طرف اشارہ ہے) اور سب سے بڑھ کر یہ ناشکری ہے کہ منعم حقیقی کے ساتھ اور لوگوں کو شریک سمجھ لیا اور اُن کو اس کی خُدائی کا حصہ دار بنا دیا۔ پھر ان کے لئے یہیں چند روز عیش و آرام کرنے کی مہلت ہے ورنہ پھر تو جہنم ہی ٹھکانا ہے۔ ایمانداروں کو اُن کے برخلاف شکر گذاری کی تعلیم کرتا ہے۔ قُلْ لِّعِبَادِیَ سے وَلَا خِلٰلٌ تک اور وہ شکر گزاری کیا ہے؟ نماز پڑھا کریں جس میں ہاتھ پاؤں سے زبان سے دل سے اُس کی تعظیم و ستائش ہے اور ہمارے دیئے میں سے دیا کریں فقیر کو مسکین کو اپنے بیگانے کو ظاہر کر کے چھپا کے اور اس میں دیر نہ کریں یہی دارِ عمل ہے، جو کرنا ہے کرلیں ورنہ پھر ایک دن آنے والا ہے کہ جس میں نہ اعمالِ صالحہ خریدے جائیں گے نہ کوئی دوستی محبت میں نیک عمل دے گا۔ پھر اُن ناشکروں کو بتلاتا ہے کہ اَللّٰہُ الَّذِیْ. . . الخ اللہ منعم حقیقی تو وہ ہے کہ جس نے تمہارے لئے یہ کام کئے ہیں۔

منعم حقیقی کے بندوں پر انعامات

۱)...... آسمانوں اور زمین کو تمہارے فائدے کے لئے بنایا۔

۲)...... بادلوں سے مینہ برسایا۔

۳)...... پھر اُس پانی سے زمین میں سے تمہارے لئے طرح طرح کی چیزیں پیدا کیں۔

۴)...... پانی پر سفر کرنے کے لئے تمہیں کشتی بنانا سکھایا (اسی طرح ریل، آگبوٹ، دُخانی کلیں، ہزاروں باتیں بندوں کو سکھائیں کہ جن سے آرام پاتے ہیں)

۵)...... نہروں کو تمہارے بس میں کردیا، جدھر چاہتے ہو لے جاتے ہو اور پانی سے طرح طرح کے کام لیتے ہو، پن چکی اور کیا کیا۔

۶)...... چاند اور سورج کو تمہارے لئے ایک خاص چال سے چلایا، اگر ان میں خلاف ہو تو انتظام عالم بگڑ جائے۔

۷)...... رات دن کو تمہارے لئے مسخر کیا، اپنے وقت پر رات دن آتے ہیں جس سے دنیا کے تمام کاروبار ٹھیک ہوتے ہیں۔

۸)...... ان پر کیا حصر ہے تم نے جو کچھ مانگا اُس میں سے کچھ نہ کچھ تمہیں دیا، آنکھ، ناک، بے قیمت اعضاء بے مانگے دیئے اور پھر

ہر موقع پر ہر اڑی میں تمہاری مدد اور مشکل کشائی کرتے ہیں، لاکھوں نعمتیں ہیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے، پھر بتلاؤ جن کو تم نے اُس کا شریک بنایا ہے اُن میں سے کون سی چیز اُنہوں نے پیدا کی ہے پھر جو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن کو ملاتے ہو یا اللہ تعالیٰ کے منکر ہو بڑے ظالم اور بڑے ناشکر ہو اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی شکر گذاری کا ذکر:......اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام شکر گذار بندے کا ذکر کرتا ہے اور ان کی وہ دعائیں بھی کہ جن سے نیاز کی بُو آتی ہے تاکہ مکّہ اور اُس کے اطراف کے ناشکر کفار کو جو ابراہیمی ہونے کا دعوے کرتے ہیں یہ معلوم ہو کہ تم اُنہیں کی دعا کی برکت سے مکّہ میں امن سے بیٹھے ہوئے ہو جہاں کوئی مار دھاڑ نہیں کرتا۔ اُنہیں کی دعا سے اس خشک ملک میں میوے اور تازہ ترکاریاں کھاتے ہو، انہیں کی برکت سے دنیا بھر کے لوگ تمہاری طرف آتے ہیں۔ پھر تم کیسی نااہل اولاد ہو جو اُس کی ناشکری اور اُس کے پیغمبر ﷺ کی نافرمانی کر رہے ہو۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی والدہ ماجدہ کو مکہ کے بیابان میں چھوڑ کر چلے اور دل میں مفارقتِ اولاد کا رنج تھا اُس وقت خانہ کعبہ کے سامنے آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا

(۱)......اس مکہ کے جنگل کو امن کا شہر کر دے (چنانچہ جاہلیّت کے ایّام میں بھی وہاں کوئی کسی کو ایذا نہ دیتا تھا اس میں مشرکین مکّہ پر تعریض ہے کہ تم حضرت محمد ﷺ کو کیوں اس شہر میں تکلیف دیتے ہو)۔

(۲)......مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی سے بچانا (حضرت کو الہاماً معلوم ہوا ہوگا کہ ایسے معابد میں انجام کار ملّت متغیر ہوتے ہوتے بُت پرستی بھی ہونے لگے گی سو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کی سعادت مند اولاد کو اُس سے بچایا) رہے قریش مشرک سو وہ بقول حضرت ﷺ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ گویا حضرت کی نسل سے منقطع ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ کہا گیا اس میں بھی مشرکین پر تعریض ہے۔

(۳)......میں نے اپنی اولاد اس جنگل میں کہ جہاں کھیتی نہیں ہوتی کعبہ کی خدمت اور نماز پڑھنے کے لئے آباد کی ہے (نہ کہ بُت پرستی کے لئے) پس تو اپنے بندوں کے دل اُن کی طرف جھکا دے اور اُن کو اس جنگل میں میوے دے۔ چنانچہ حج فرض ہوا خلقِ خدا آنے لگی اور مکہ کے قریب طائف کے ٹکڑے میں یہ تاثیر عطا کی کہ جہاں ہر قسم کے میوے پیدا ہوتے ہیں، مکہ کے رہنے والے گویا شام کے میوے کھاتے ہیں، پھر آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دردِ دل اور نیاز باطن کی طرف ان لفظوں میں اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ اشارہ کر کے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرتے اور شکر بجالاتے ہیں کہ آپ نے مجھے بڑھاپے میں اولاد عطا کی اور اولاد بھی کیسی اسمٰعیل و اسحاق، اوّل الذکر عرب بالخصوص قریش کے جدِّ امجد اور دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کے۔ اولاد اور بھی تھی مگر لائق ذکر یہی دونوں سعادت مند فرزند تھے۔ پھر دُعا کرتے ہیں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝۴۲ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ

● ......مسرعین الی الداعی وقیل الاھطاع ان تقبل ببصرک علی المرئی تدیم النظر الیہ لا تطرف (کشاف) ● ......الناع الرأس رفعہ وقیل نکسہ ۱۲ منہ

وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝۴۳ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ
تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝۴۴ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝۴۵
وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ
الْجِبَالُ ۝۴۶ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴۷

ترجمہ:......اور (اے نبی!) اللہ تعالیٰ کو اُن کاموں سے کہ جن کو ظالم کر رہے ہیں بے خبر نہ سمجھنا (فوراً عذاب اس لئے نہیں آتا کہ) اُن کو محض اُس دن کے لئے چھوڑ رکھا ہے کہ جس دن آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ۝۴۲ وہ (حساب کے لئے) دوڑتے چلے جا رہے ہوں گے سر اُٹھائے ہوئے (ٹکٹکی باندھے ہوئے) کہ اُن کی نگاہ اُن کی طرف نہیں پھرتی ہوگی اور اُن کے دل ہوں گے کہ دھک دھک کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کو اُس دن سے خبردار کرو کہ جب اُن پر عذاب آئے پھر تو ظالم کہنے لگیں کہ اے ہمارے رَبّ ہم کو تھوڑی دیر کے لئے مہلت دیجئے کہ تیرا بلانا قبول کریں اور پیغمبروں کے کہنے پر چلیں (جواب دیا جائے گا) کیا تم وہی نہیں تھے جو پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم کو کچھ بھی زوال نہیں ۝۴۴ اور تم اُن لوگوں کے گھروں میں بھی رہ چکے ہو کہ جنہوں نے اپنی جانوں پر ستم ڈھایا تھا اور تمہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیا کیا تھا؟ اور تمہارے سمجھانے کو ہم نے مثالیں بھی بیان کر دی تھیں ۝۴۵ اور انہوں نے اپنے داؤ گھات کئے تھے اور اُن کے داؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں اور اگرچہ اُن کے داؤ تو ایسے تھے کہ جن سے پہاڑ ٹل جاتے ۝۴۶ پس (اے نبی ﷺ) کبھی خیال بھی نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ اپنے رسولوں سے کیا ہے اُس کا خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ لینے والا ہے ۝۴۷۔

ترکیب:......غافلاً تحسبن کا مفعول ثانی تشخص جملہ یوم کی صفت مہطعین حال ہے ابصار سے لانّ المراد صاحب الابصار مقنعین بھی حال ہے ن کو اضافت سے ساقط کر دیا لا یرتدّ حال ہے ضمیر مقنعی سے وافئدتھم جملہ حال ہے یوم مفعول ثانی ہے انذر کا ای انذرھم عذاب یوم... الخ تبیّن کا فاعل حالھم محذوف کیف موضعِ نصب میں ہے فعلنا کی وجہ سے۔

اللہ تعالیٰ ہر شئی سے باخبر ہے ظالم کو ظلم کی سزا دی جائے گی

تفسیر:......مکہ کے کفار کو جو وہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کی وجہ سے امن میں رہ کر مغرور تھے یہ سُناتا ہے کہ تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ظالم جو کچھ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اُس سے بے خبر ہے، اُن کو سزا نہ دے گا، سزا تو ابھی دیتا مگر اپنی مصلحت سے اُس دن کے لئے چھوڑ رکھا ہے کہ جس میں قبروں سے نکل کر موقف کی طرف دوڑے چلے آ رہے ہوں گے اور ہیبت کے مارے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی سر آسمان کی طرف ہوں گے یعنی قیامت کے دن، اور تمہاری یہ سب تدبیریں ہم سے مخفی نہیں۔

آپ ﷺ کو لوگوں کے انذار کا حکم:......اس کے بعد رسول کریم ﷺ کو حکم دیتا ہے کہ وَاَنْذِرِ النَّاسَ لوگوں کو ڈراؤ عام ہے کہ اہلِ

مکہ ہوں یا اور ہوں، یہود و مجوس و نصاریٰ، اس لیے کہ آپ ﷺ تمام بنی آدم کے لئے رسول ہو کر آئے ہیں اور کس چیز سے ڈراؤ؟ یَوْمَ یَاْتِیْہِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا . . . الخ اس دن سے کہ اُن پر عذابِ الٰہی آئے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ اس سے قیامت کے دن کا عذاب مُراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موت کا عذاب مُراد ہے جس سے کوئی بغیر ایمان و عمل صالح بچ ہی نہیں سکتا۔ بعض کہتے ہیں دنیاوی مصائب مراد ہیں جو کفر و بدکاری پر آتے ہیں۔

اہل کفر کا مہلت طلب کرنا:...... پھر اس دن جو ستمگار کہیں گے اُس کا ذکر کرتا ہے کہ وہ کہیں گے کہ ذرا مہلت دیجئے کہ تیرے رسولوں کا کہا مان لیں، یعنی ایمان لاویں اور توبہ کریں مگر بجائے مہلت کے یہ جواب ملے گا اولم تکونوا اقسمتم کیا تم نے قسمیں کھا کھا کر یعنی وثوق سے متکبرانہ یہ نہیں کہا تھا کہ ہم کو تو کبھی زوال ہی نہیں۔ نہ ہماری سلطنت اور دولت جانے والی ہے نہ حیات یہ عیش و نشاط ہم نے اُن کے قیام و دوام کی تدابیر کر لی ہیں۔ بعض تو صاف صاف زبان سے یہ کہتے ہیں اور بعض کا حال یہ کہہ رہا ہے اور اس کے کہنے کے سوا کیا تم اُن لوگوں کے ملک اور شہر اور مکانوں میں نہیں بسے کہ جو تم سے پہلے تھے اور اُن کی تدابیر جو در اصل مکر ہیں بڑی قوی تھیں جن سے پہاڑ ٹل جائیں پھر جب اُن کی ہلاکت آئی اور وہ نہ رہے تو تم نے کیوں نہ سمجھا کہ ہم بھی نہ رہیں گے اس کے سوا تمہیں طرح طرح کی نظائر سے سمجھایا۔ اس کے بعد رسول ﷺ کو اطمینان دلاتا ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی معرفت جو وعدے کر چکے ہیں کبھی اُن کا خلاف کرنے والے نہیں اور ہم زبردست ہیں انتقام لئے بغیر نہیں چھوڑتے۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِیْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْۤا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِیَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ۱۱

ترجمہ:...... (یہ سب اُس دن ہوگا کہ) جس دن یہ زمین اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (اور آسمان سے بدل دیا جائے گا) اور لوگ (قبروں سے) نکل کر اللہ واحد قہار کے سامنے آئیں گے ﴿۴۸﴾ اور (اے مخاطب!) اُس دن تو گنہگاروں کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا ﴿۴۹﴾ اُن کے کُرتے رال کے ہوں گے۔ اور آگ اُن کے مونہوں کو ڈھانکے لیتی ہوگی ﴿۵۰﴾ (یہ اس لئے) کہ اللہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۵۱﴾ یہ قرآن لوگوں کے لئے اعلان (الٰہی) ہے اور تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو (قہر الٰہی سے) ڈرایا جائے اور تا کہ لوگ معلوم کر لیں کہ وہ صرف ایک ہی معبود ہے اور تا کہ دانشمند سمجھیں ﴿۵۲﴾۔

ترکیب:...... یوم انتقام کا ظرف ہے یا اذکر محذوف کا مفعول۔ والسمٰوت تقدیرہٗ غیر السمٰوت سرابیلھم جملہ حال ہے المجرمین سے وتغشی بھی حال ہے لیجزی اے فعلنا ذالک للجزاء اور ممکن ہے کہ برزوا سے متعلق ہو۔ ولینذروا بہ اٰی ھذا القرآن بلاغ والذر اللناس لام بلاغ سے متعلق ہے اور ممکن ہے کہ انزل محذوف سے ہو الیذکر معطوف ہے ولینذروا پر۔

قیامت کے دن کی کیفیت کا بیان

تفسیر:..... یہ اُس انتقام کے دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ . . . الخ کہ اُس دن یہ زمین و آسمان بدل جائیں گے۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ قیامت کو ایک سفید ستھری زمین پر لوگ جمع کئے جاویں گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آسمانوں اور زمین کی صفات میں تبدل ہوگا یہ زمین زیادہ وسیع کر دی جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ ذات میں تغیر و تبدل ہوگا یعنی اور نئی زمین اور نیا آسمان ہوگا اور یہی قوی ہے کیونکہ وہ عالم اس عالم کے غیر ہے جیسا کہ اس کی تشریح سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم کر چکے ہیں۔ مکاشفات یوحنا حواری سے بھی کہ جس کو عیسائی الہامی سمجھتے ہیں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے پھر اُس دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ سب قبروں سے نکل کر خدائے قہار کے سامنے آ جائیں گے اور گنہگار زنجیروں میں جکڑے ہوئے نظر آئیں گے۔ انسان کے ملکات رذیلہ اور بری خصلتیں اُس کے ہاتھ پاؤں کی زنجیریں بن جائیں گی۔ اوران کے سرابیل (جمع سربال قمیص یعنی کرتا) کرتے قطران (وھو شی یتحلب من شجر یسمی الابھل فیطبخ و یطلی به الابل الجرب۔ یتسارع فیه اشتعال النار وھو اسود اللون منتن الریح) یعنی رال کے ہوں گے جن میں جلدی آگ بھڑک اُٹھے گی اور آگ کا شعلہ اُن کے مونہوں کو ڈھانک لے گا یہ بھی انسان کے اعمال بد ہوں گے جو لباس کی طرح دنیا میں اُن کو ڈھانکے رہتے ہیں جن میں آتشی شعلہ قبول کرنے کی زیادہ قابلیت ہے اور یہ آسمان و زمین کا تبدل اور عدالت الٰہی کا قائم ہونا اس لئے ہوگا کہ لِیَجْزِیَ اللّٰهُ کُلَّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ ہر شخص کو اُس کے عمل کا بدلہ ملے یہ وجود قیامت پر ایک برہان قاطع ہے اس لیے کہ اُس کی عدالت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیدے اور دار دنیا اس امر کے لئے کافی نہیں۔

اوّل:..... تو یہ دارِ عمل ہے نہ کہ دار جزاء۔

دوم:..... نہ یہاں سزاء کامل ہے نہ جزاء کامل ہے۔

اس لیے کہ کون سے نعماء دنیا ہیں جن میں کچھ نہ کچھ تلخی نہ ملی ہو اور کونسے سے شدائد ہیں کہ جہاں ذرا ظہور راحت نہ ہو اس لئے کوئی اور مقام اس فیصلہ کے لئے مقرر ہونا چاہئے وہ روزِ قیامت ہے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ اُس روز بے شمار مخلوق ہوگی اُن کے حساب کے لئے غیر متناہی زمانہ چاہئے پھر اس عرصہ میں بہت سے جزاء و سزاء سے بچ جائیں گے۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ہے وہ طرفۃ العین میں بلکہ ایک وقت میں سب سے جلد حساب لے گا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اہل دنیا اپنے ناز و نعم میں مست ہو کر اس پیش آنے والے دن کو دور نہ سمجھیں اس کی عمر کا انجن ہر ذرّہ منازل طے کرتا ہوا جا رہا ہے جلد وہ مقام آنے والا ہے۔ چونکہ عالم آخرت کے یہ اسرار ایسے نہیں کہ اُن کو کوئی بغیر مدد الہام عقل سے دریافت کر سکے، اس لئے فرمادیا ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ کہ قرآن مجید لوگوں کو اُن کو نیک و بد کی خبر دینے والا اور دار آخرت کی خرابیوں سے خوف دلانے والا ہے۔ اور نیز انسان کی سعادت کا رہبر کامل ہے اور نیز اتمام حجت ہے اس پر بھی جو کوئی نہ مانے تو اپنا سر کھائے۔

انسانی دو قوتیں: قوت نظریہ و عملیہ:..... انسان کی دو (۲) قوت ہیں ایک نظریہ جس سے علم و ادراک صحیح حاصل کر سکتا ہے مجملہ اس کے خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان ہے اور نیز فرشتوں اور رسولوں اور اُن کے فرمودہ پر۔ دوسری قوت عملیہ ہے کہ جس سے نیک کام کر سکتا ہے ان دونوں قوتوں کی اصلاح سعادت ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے ہیں۔ پس اوّل کی طرف جو اصل الاصول ہے ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ میں اشارہ ہے، اس لیے کہ ایمان اور علم ہی عمل کی بنیاد ہے اور دوسرے کی طرف وَلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ میں اس لیے کہ سمجھنے سے مراد توبہ کرنا، نیک کاموں کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اَللّٰهُمَّ فَقِّهْنَا لِلْحَسَنَاتِ۔

اٰیَاتُھَا ۹۹ (۱۵) سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ (۵۴) رُکُوْعَاتُھَا ۶

مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۹۹ ننانوے اور آیات چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

ترجمہ:...... الٓرٰ یہ ہیں آیتیں کتاب اور کھلے قرآن کی۔ ① ❶

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں حجر کے رہنے والوں کی ہلاکت زیادہ تر عبرتناک بات ہے یعنی قوم کا حال، حجر، شام اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک وادی ہے۔ الٓرٰ سے مبین تک قرآنِ مجید کا من جانب اللہ ہونا بیان کر کے دُنیا کی لذات و شہوات میں مبتلا ہونے والے کُفّار کا انجام بیان فرماتا ہے۔

❶...... قرآن مجید کی سب باتیں عقل سلیم کے نزدیک واضح اور کھلی ہیں، کوئی بات بھی ایسی نہیں کہ جس کو خلاف عقل کسی اعتقاد ماننے پر مجبور کیا گیا ہو ۱۲ منہ۔

پارہ (۱۴) رُبَمَا

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۝۲ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا
وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۝۳ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ
مَّعْلُوْمٌ۝۴ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۝۵ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ
نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۝۶ لَوْ مَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِيْنَ۝۷ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۝۸

ترجمہ:...... منکر بڑی حسرت کریں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہو جاتے۝۲ (اے پیغمبر) ان کو چھوڑ دو کہ کھالیں اور برت لیں اور ان کو آرزو بھلائے رکھے پھر آئندہ تو جلد معلوم ہی کرلیں گے۝۳ اور ہم نے کوئی بھی ایسی بستی ہلاک نہیں کی کہ جس کے لیے (اول سے) وقتِ مقرر نہ لکھا گیا ہو۝۴ کوئی قوم اپنے وقت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے ہٹ سکتی ہے۝۵ اور (کفار نے) کہہ دیا کہ اے وہ شخص کہ جس پر نصیحت نازل کی گئی تو تو ضرور دیوانہ ہے۝۶ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لے آتا اگر تو سچا ہے۝۷ ہم فرشتے تو فیصلہ ہی کے لیے بھیجا کرتے ہیں اور جب تو انہیں مہلت بھی نہ ملے گی۝۸

ترکیب:...... رب بالتخیف و التشدید وضم الراء وفتحها وما کافة لرب ویمکن ان یکون نکرة موصوفة أی رب شئی یوده الذین ورب حرف جر لا یعمل فیه الا ما بعده والعامل ههنا محذوف تقدیره رب کافر یود الاسلام الاولها جملہ نعت ہے قریة کی لوما بمعنی هلا۔

بروزِ قیامت کفار کی حسرت

تفسیر:...... رُبما کہ قیامت کے دن یا بوقتِ مرگ یہ لوگ خواہش کریں گے کہ کاش ہم ایمان والے ہوتے۔ رب کے معنی بعض کہتے ہیں بہت کے ہیں کہ بہت حسرت کریں گے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کم کے ہیں مگر مراد یہاں بہت ہے کہ عرب کی عادت ہے کہ کبھی کثیر الوجود چیز کو یقین دلانے کے لیے بلفظِ قلیل ذکر کرتے ہیں جیسا کہ اُس شخص کی نسبت کہ جس سے ہمہ وقت یا اکثر اوقات یاد کرنا متوقع ہو کہتے ہیں کہ کبھی تو ہمیں یاد کرو گے۔ مکہ کے مشرک آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں مصروف تھے اور خدا کی اس مہلت پر مست تھے کہ اگر پیغمبر سچا ہے تو ہم پر کوئی آسمانی عذاب کیوں نہیں آتا۔ ہم تو ویسے کے ویسے مزے اُڑاتے پھرتے ہیں۔ یہ ان کی حالت تھی جس کے رد میں اول: تو الٓرٰ فرمایا جس میں اشارہ ہے کہ یہ قرآن (الف) اللہ نے بواسطہ (لام) جبرئیل (ر) رسول اللہ پر نازل کیا ہے اس میں کوئی دروغ نہیں۔ دوم: اس سورۃ حجر کی نسبت جو قرآن مبین کا ایک جزو ہے فرماتا ہے کہ یہ قرآنِ مبین اور کتابِ الٰہی کی چند آیات ہیں۔ انہیں کے

مطالب میں غور کرو۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مضمون اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ جس میں ان کی تکمیل کا پورا نقشہ ہے من اللہ ہے۔ پھر مبین کے لفظ سے اشارہ ہے کہ قرآن کی سب ہدایتیں واضح ہیں۔ کوئی بھی خلافِ عقلِ سلیم نہیں۔ پھر اس کے ماننے میں کیوں تردد ہے۔ سوم: مرنے کے وقت جو قریب ہے یا مرنے کے بعد یہ اس جہل و نادانی پر افسوس کریں گے اور حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔ چہارم مہلت کی نسبت فرماتا ہے کہ یہ چند روزہ ہے۔ اس میں ان کو مزے کر لینے دو ان کی لمبی چوڑی آرزوئیں دنیاوی کاروبار کی بابت کہ یوں کریں گے انہیں خود غفلت میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور یہی طولِ امل غفلت کا پردہ ہے۔ پھر ان کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ ہائے کس غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ خصوصاً جب کہ اپنے افعالِ بد کا نتیجہ دیکھیں گے۔ ان سے پہلے بھی بہت قومیں تباہ ہوئی ہیں مگر ان کا ایک وقت مقرر تھا۔ اس لیے آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح ان کا بھی وقت معین ہے۔ چنانچہ بدر میں اور قحطِ شدید میں ہلاک ہوئے۔ پیشن گوئی صادق آئی۔ وہ کفار آنحضرت ﷺ کو دنیاوی مشاغل سے بے فکر دارِ آخرت کی طرف متوجہ دیکھ کر کہتے تھے کہ اے محمد (ﷺ)! تو جو کہتا ہے کہ مجھ پر نصیحت یعنی قرآن نازل ہو رہا ہے ضرور دیوانہ ہے چوں کہ یہ قول دیوانوں کا تھا اس کا جواب کیا دینا تھا مگر وہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہمیں فرشتے کیوں نہیں لا کر دیکھاتا، اس کا جواب دیا کہ فرشتے تو جب آتے ہیں فیصلے ہی کے لیے آتے ہیں خواہ عامہ ہلاکت کے وقت یا موت کے وقت پھر جب وہ آئے تو مہلت توبہ کہاں۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٩﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ
الْأَوَّلِينَ ﴿١٠﴾ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿١١﴾ كَذَٰلِكَ
نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٢﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾
وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ﴿١٤﴾ لَقَالُوا إِنَّمَا
سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿١٥﴾ ع

ترجمہ: ... ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان بھی ہیں ⑨ اور آپ سے پیشتر ہم پہلی قوموں میں بھی رسول بھیج چکے ہیں ⑩ اور وہ بھی جب کوئی رسول ان کے پاس آتا تو اس سے تمسخر ہی کرتے رہے ⑪ اسی طرح سے ہم گنہ گاروں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں ⑫ کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور یہ تو قدیم دستور چلا آیا ہے ⑬ اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پھر وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں ⑭ تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھوں پر ڈٹھ بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے ⑮۔

ترکیب: ... نحن مبتدا نزلنا خبر جملہ انا کی خبر یا نحن، انا کی تاکید کذلک ای الامر کذلک السلک ایک چیز کا دوسری میں داخل کرنا اور ممکن ہے کہ صفت ہو مصدر محذوف کی ای سلو کا مثل استھزانھم۔ والضمیر للاستھزاء أی کمثل ادخالنا التکذیب فی قلوب اولٰئک نسلکہ ای ندخل الاستھزاء فی قلوب المجرمین ای کفار مکۃ و لو فتحنا جملہ شرطیہ لقالوا اس کی جزاء۔

کفار کے استہزاء کے چند اسباب

تفسیر:...... کفار نے رسول اللہ ﷺ کو دیوانہ کہا تھا جس سے ان کا یہ مطلب تھا کہ جو کچھ رسول ہم کو سناتا ہے وہ کلام الٰہی نہیں دیوانوں کی بڑ اور بکواس ہے۔ (اور کفار جو انبیاء علیہم السلام کی نسبت ایسی باتیں کہا کرتے تھے اس کے چند سبب تھے۔ اول: یہ کہ رسول شہوات ولذاتِ باطلہ کے ترک اور عبادت و نیک روی کی تاکید کرتے تھے یہ بات ان کی پر شاق گذرتی تھی۔ دوم: رسوم بد اور مذاہب باطلہ کا ترک کرنا جو پشت در پشت ان میں مروّج ہونے کی وجہ سے ایک امر ناحق قرار پا گیا تھا اور اب بھی لوگوں کا رسوم و عاداتِ خلافِ شرع ترک کرنے میں یہی حال ہے۔ سوم: انبیاء فقراء ہوتے تھے نہ ان کے پاس مال وجاہ تھا نہ اعوان و انصار اس لیے رؤساء پر ایسے لوگوں کا مطیع ہونا شاق گذرتا تھا۔ چہارم: ان کا گمراہِ ازلی ہونا بڑا سبب تھا)۔

حفاظت قرآن کا وعدہ الٰہی:...... اس کے جواب میں فرماتا ہے انا نحن...... الخ کہ ذکر یعنی قرآن ہمارا ہی نازل کیا ہوا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اس پیشن گوئی کے مطابق آج تیرہ سو برس ہونے کو آئے قرآن ایسا محفوظ ہے کہ مشرق سے مغرب تک سب مسلمانوں کی زبان پر یکساں ہے ایک لفظ یا زیر وزبر کا بھی فرق نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے عہد سے لے کر اب تک بلکہ قیامت تک حفاظ اور قراء اور علماء کی جماعتیں اس کی محافظت پر کمربستہ ہیں یہ قرآن کا بڑا معجزہ ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں واعلم انه لم یتفق لشئی من الکتب مثل هذا الحفظ فانه لا کتاب الا وقد دخله التصحیف والتحریف والتغیر۔ شیعہ میں جو متعصب اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن میں سے عثمان رضی اللہ عنہ نے فلاں فلاں سورتیں کم کر دیں اس آیت اور دیگر آیات سے مردود ہیں وہ بھی فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ میں داخل ہیں جنہوں نے رسولوں کا انکار کیا۔ آنحضرت ﷺ کو تسلی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فرماتا ہے کہ ان کا ایسی باتیں کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پیشتر اے محمد (ﷺ) پہلی قوموں میں بھی ہم نے رسول بھیجے تھے ان کا بھی یہی حال رہا کہ جو رسول آیا اس کو جھٹلاتے رہے اسی طرح ان کفار کے دلوں میں قضا و قدر نے یہ انکار و تکذیب ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اور پہلوں کے ساتھ جو کچھ اللہ کا دستور تھا کہ اخیر وہ ان کو ہلاک کرتا آیا ہے وہ بھی چلا آتا ہے۔

کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی:...... وَلَوْ فَتَحْنَا...... الخ یعنی وہ جو کہتے ہیں کہ معجزہ کے طور پر فرشتے کیوں نہیں آتے، فرشتے تو کیا اگر ہم ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتے اور سیڑھی لگا دیتے کہ جس سے چڑھ کر وہاں کے حالات دیکھ آتے (یا یہ معنی کہ آسمان کے دروازوں سے فرشتوں کو چڑھتے اُترتے دیکھتے) تو بھی یہی کہہ دیتے کہ یہ نظر بندی ہے اور جادو۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ۝١٦ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ
رَّجِیْمٍ ۝١٧ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ۝١٨ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا
وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝١٩ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ۝٢٠ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا

ن [illegible]

نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ
الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۗ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۲

ترجمہ:.....اور البتہ ہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور اس کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ﴿۱۶﴾ اور اس کو ہر شیطانِ مردود سے محفوظ رکھا ﴿۱۷﴾ مگر جو کوئی چوری سے سُن بھاگا تو اس کے پیچھے دہکتا ہوا انگارا پڑ گیا ﴿۱۸﴾ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس پر لنگر ڈال دیے ❶ اور اس میں ہر چیز اندازے سے اُگائی ﴿۱۹﴾ اور اس میں تمہارے لیے روزی کے لیے سامان رکھے اور ان کے لیے بھی کہ جن کے تم روزی دہندہ نہیں ﴿۲۰﴾ اور ایسی کوئی بھی چیز نہیں کہ جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم صرف اس کو ایک اندازۂ معین سے نازل کرتے ہیں ﴿۲۱﴾ اور ہم نے بوجھل ہوائیں چلائیں پھر آسمان سے پانی اتارا پھر وہ تمہیں پلایا حالانکہ تم اس کے خزانہ دار نہیں ﴿۲۲﴾ اور ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور اخیر مالک بھی ہم ہی ہیں ﴿۲۳﴾ اور ہم کو تم میں سے اگلے اور پچھلے سب معلوم ہیں ﴿۲۴﴾ اور بے شک آپ کا رب ہی ان کو جمع کرے گا بے شک وہ حکمت والا خبردار ہے ﴿۲۵﴾۔

ترکیب:.....الا من منصوب ہے استثناء منقطع ہونے کی وجہ سے اور مجرور بھی ہو سکتا ہے من استرق سے بدل ہو کر اور رفع بھی ہو سکتا ہے مبتدا ہو کر۔ والخبر فاتبعہ وجاز دخول الفاء فیہ لتضمن المبتدا بمعنی الشرط والارض منصوب ہے مددنا محذوف سے ومن لستم منصوب ہے جعلنا سے والمراد بمن العبید والاماء والبھائم فانھا مخلوقۃ لمناعنا اور مجرور بھی ہو سکتا ہے ای لکم ولمن لستم۔

اثباتِ توحید پر دلائلِ سماویہ

تفسیر:.....قرآن مجید کی عادت ہے کہ ایک ایک مقصد کے بعد دوسرے مطلب کو بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ سننے والے کے دل پر بار نہ معلوم ہو۔ اس جگہ جب کہ مسئلہ نبوت میں کلام کر چکا تو مسئلہ توحید کو شروع کرتا ہے جس پر کہ اثباتِ نبوت موقوف ہے اور نیز توحید کے متعلق ایسا کلام کرنا گویا نبوتِ نبی کو اس کے اثر سے مشاہدہ کرا دینا ہے کہ جس کے منہ سے ایسی بات الہامی اور روح کو تازہ کرنے والی نکلی وہ قطعی نبی ہے نہ کہ مَجْنُوْنٌ وَلَقَدْ جَعَلْنَا ... الخ توحید کے ثبوت میں دلائلِ سماویہ سے یہ اول دلیل ہے کہ ہم نے آسمان میں برج بنائے اور آسمانوں کو ستاروں سے مزین کیا اور شیاطین سے اس کو محفوظ رکھا کہ کوئی شیطان وہاں تک جا نہیں سکتا اور جو کوئی چوری کے طور وہاں آسمانی بات سننے کو جا بھی پہنچا جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے تو شِهَابٌ مُّبِيْنٌ یا شہابِ ثاقب یعنی آگ کا شعلہ جس کو ستارہ ٹوٹنا کہتے ہیں اس کے پیچھے دوڑتا ہے۔ رَجِيْمٌ رجم سے مشتق ہے جس کے معنی پتھراؤ کرنا یعنی پتھر پھینک پھینک کر مارنا۔ گالی گلوچ اور بہتان لگانے کو بھی اسی لیے رجم کہتے ہیں کہ گویا بیہودہ باتوں کے پتھر مارے جاتے ہیں۔ ومنہ قولہ لَاَرْجُمَنَّكَ ای لاسبنک اور اسی مناسبت سے تخمینی اور بے تکی باتوں کو بھی رجم کہتے ہیں۔ ومنہ قولہ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ گویا شیاطین پر آتشی شعلوں کے پتھر مارے جاتے ہیں۔

مقدمہ تفسیر میں بیان ہو چکا ہے کہ شیاطین کو لطافتِ مادہ کی وجہ سے ملائکہ کی باتیں سننے اور ان کے دیکھنے اور اونچے چڑھنے کی قدرت

❶ یعنی پہاڑ جن کا ثقل طبعی زمین کو ڈگمگانے نہیں دیتا ۱۲ منہ۔

عطا کی گئی ہے۔

بروجِ سماویہ کی تفسیر: ......بُرُوْج برج کی جمع ہے اسی طرح ایک جگہ قرآن میں آیا ہے تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا اور ایک جگہ ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ اس سے یہ مراد نہیں کہ جس طرح اینٹ پتھروں کی گول گول عمارت قلعوں کی دیواروں پر اور دیگر جگہ ہوتی ہے اسی طرح آسمان پر برج بنے ہوئے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ آسمان میں مختلف ستاروں کے نمودار ہونے سے خربوزے کی پھانکوں کی طرح آسمان کے بارہ حصے یا ٹکڑے جدا جدا معلوم ہوتے ہیں اور ان کے زبانِ عرب میں یہ نام مشہور تھے حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

جب کہ طبیعتِ فلکیہ ایک تھی اور اسی لیے حکماء کے نزدیک اس کی شکل گردی یعنی گول بنی تو پھر یہ بروج مختلف الطبائع اور آسمان میں یہ گونا گوں چیزیں کس نے بنائیں ان میں کمی وبیشی کس نے کی اور ان اجزاء کو کس نے مرکب کیا؟ صرف ایک اللہ قادر قوی مختار قوی قہار وجبار نے۔ پھر اس نے نہ صرف ستاروں کو آسمان کی زیب وزینت بنایا بلکہ وہاں کا انتظام لائق بھی کیا جو مٹے شیطانوں کے لیے شِہَابٌ مُّبِیْنٌ کو کوتوال بنایا تو پھر کیا وہ انبیاء کو بھیج کر انتظام بنی آدم نہ کرتا اور نیز شیاطین کو تو عالمِ علوی کی طرف رسائی نہیں پھر اگر خدا کا الہام اور جبرئیل امین کی پیغام رسانی نہیں تو محمد ﷺ کو عالمِ علوی کی باتیں کیوں کر معلوم ہو گئیں؟ سبحان اللہ اس ایک جملہ سے کس قدر باتیں ثابت کر دیں۔

عالمِ سفلی کے حالات سے دوسری دلیل: ......وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا یہ عالمِ سفلی کے حالات سے دوسری دلیل ہے۔ اول: زمین کو پھیلانا باوجود کروی ہونے کے اس کا ایسا سطح رکھنا کہ جس پر مخلوق بس سکے اس کی صنعت ہے۔ دوم: وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ مفرد راسی اور اس کی جمع راسیات اس کی جمع یعنی جمع الجمع رَوَاسِیَ ہے۔ رواسی ٹھہرنے اور جمنے والی چیزیں جس سے مراد پہاڑ ہیں۔ یہ مضمون بہت جگہ قرآن میں ہے من جملہ ان کے وَفِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ اور ان پہاڑوں کو اوتاد یعنی زمین کی میخیں بھی فرمایا ہے۔ خواہ یوں کہو کہ زمین کو پیدا کرنے کے بعد جو بارشیں ہوائیں تو بلند قطعات میں ادھر اُدھر سے مٹی گر کے اونچے نیچے مختلف صورتوں کے ٹیلے جورہ گئے تھے متحجر ہو کر پہاڑ بن گئے یا یوں کہو کہ بدء الخلقت میں ساتھ ہی خدا نے پہاڑ بھی بنائے مگر ان کا زمین کے لیے میخ اور بار اور تھا ہوا ہونا کلام تشبیہی ہے گویا فرش زمین پر یہ بھاری بھاری پتھر دھر دیئے ہیں کہ ہلنے نہ پائے اس میں بھی قدرت کاملہ کی بڑی نشانی ہے اور نیز پہاڑوں کے فوائد اور ان کے معادن اور نباتات کے منافع بہ آواز بلند اپنے خالق یکتا کی توحید وصنائی پر گواہی دے رہے ہیں۔ جن کی طرف وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ میں اشارہ ہے۔ موزون سے مراد اندازہ کی ہوئی چیز یعنی زمین میں اور پہاڑوں میں یہ بے انتہا جڑی بوٹیاں اس کے اندازہ علمی سے باہر نہیں۔ یا یہ مراد کہ وہ وزن رکھتی ہیں یعنی بے فائدہ اور عبث نہیں عمدہ اور متناسب چیز کو موزون کہتے ہیں جیسا کہ کلام موزوں وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ۔ سوم نہ صرف بندوں کی معاش اور روزی زمین پر پیدا کی بلکہ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ چار پائے اور تمہارے نوکر غلام بال بچے کہ جن کو اپنے زعم میں تم روزی دیتے ہو ان کی روزی بھی اس نے پیدا کی نہ تم نے۔ یا یہ معنی کہ جن چیزوں کے تم روزی رساں نہیں ہو چار پائے تمہارے غلام وغیرہ ان کو بھی خدا ہی نے تمہارے لئے پیدا کیا۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ یہاں سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ عالم وجود میں جو کچھ ہم ظاہر کرتے ہیں وہ بقدر حاجت مخلوق ظاہر کرتے ہیں یہ نہیں کہ وہ ہمارے ہاں اس قدر تھا۔ بلکہ اس سب کے خزانے ہمارے پاس ہیں یعنی ہمارے ہاں بے انتہا ہے۔ بارش وغیرہ سب کا یہی حال ہے۔

تیسری دلیل: ہواؤں کا چلنا اور بارش کا برسنا: ......وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ تیسری دلیل ہے کہ ابر اٹھانے والی ہواؤں کا چلانا اور

مینہ برسانا اور بندوں کو نفع پہنچانا اس کا کام ہے۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ یہ چوتھی دلیل ہے کہ باوجود یہ کہ اپنی بقا میں کوئی ایسی کوشش کرے مگر ہم مارتے ہیں اور ہم ہی پیدا کرتے ہیں۔ اس میں کسی کو دخل نہیں اور اگلے جو ہو چکے ہیں اور آئندہ جو ہوں گے وہ سب ہم کو معلوم ہیں اور پھر ہم سب کو جمع کر لیں گے۔ یہ بھی ہمارا کام ہے کیونکہ ہم حکیم اور علیم ہیں۔ اس میں دارآخرت کا بھی کس عمدگی سے اثبات ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ
مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ
صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ
سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ
مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ
اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ
مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ
اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾
قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا
عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ
لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ
ع لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: اور البتہ ہم نے انسان کو خشک مٹی سے خمیر دے کر بنایا ﴿۲۶﴾ اور جان (جن) کو اس سے پہلے آگ کے شعلے سے بنایا تھا ﴿۲۷﴾ (اور اُس وقت کو یاد کرو) جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک بشر بنانے والا ہوں خشک مٹی خمیر دی ہوئی سے ﴿۲۸﴾ پھر میں جب اس کو ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا ﴿۲۹﴾ پھر سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا ﴿۳۰﴾ مگر ابلیس نے انکار کیا کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا ﴿۳۱﴾ خدا نے فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا ﴿۳۲﴾ اس نے کہا میں ایسا نہ تھا کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں کہ جس کو تو نے خشک مٹی خمیر دی ہوئی سے بنایا ﴿۳۳﴾ خدا نے کہا یہاں سے دور ہو بے شک تو پھٹکارا گیا ہے ﴿۳۴﴾ اور بے

شک تجھ پر لعنت ہے قیامت تک (۳۵) اس نے کہا اے رب مجھے مہلت دے اُس دن تک کہ مردے جی اٹھیں (۳۶) خدا نے فرمایا البتہ تجھے مہلت ہے (۳۷) وقت معلوم (قیامت) کے دن تک (۳۸) اس نے کہا اے رب تو نے مجھے (انسان کی خاطر) خراب تو کیا ہے میں بھی انہیں زمین پر رجھاؤں گا اور سب کو گمراہ ہی کر کے چھوڑوں گا (۳۹) مگر ان میں سے تیرے خالص بندے (بچے رہیں گے) (۴۰) خدا نے فرمایا یہی (اطاعت کی) راہ ہم تک سیدھی پہنچتی ہے (۴۱) ہمارے بندوں پر تیرا کچھ بھی بس نہیں چلے گا مگر کج رو لوگوں میں سے جو تیری پیروی کریں گا (اس پر تیرا قابوں چلے گا) (۴۲) اور جہنم تو ان سب کا ٹھکانہ ہے (۴۳) کہ جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک ایک فرقہ بٹا ہوا ہے (۴۴)۔

ترکیب:......من حما موضع جر میں صفت ہے صلصال کی باعادۃ الجار۔ والجان منصوب ہے علی شریطة التفسیر۔ انی... الخ جملہ مقولہ ہے قال کا فاذا شرط و نفخت عطف ہے سویتہ۔ فقعوا ف جواب شرط میں اور قعوا امر ہے وقع یقع سے تمام جملہ خبر ہے قال کے۔ الا ابلیس اگر منقطع کہا جائے تو ابی ان... الخ کے ساتھ متصل ہوگا ای ولکن۔ اور اگر متصل مانا جائے گا۔ تو جدا کلام ہوگا سائل کا جواب۔ الحمأ الطين الاسود قال ابو عبيدة الحمأ بسكون الميم والتحريك والجمع الحما مثل تمرة وتمر والحما مصدر مثل الهلع والجزع والمسنون قال الفراء هو المتغير واصله من سننت الحجر على الحجر اذا حككه وما يخرج منهما يقال له ته۔ وقيل اصله من اسن الماء اذا تغير و منه قوله لم يتسنه وقوله من ماء غير آسن وقال ابو عبيدة المسنون المصبوب والسن الصب وقال سيبويه المسنون المصور صلصال طين يابس يتصلصل اذا حرك واذا طبخ بالنار فهو الفخار ۱۲ منہ۔

اثبات توحید پر پانچویں دلیل

تفسیر:...... یہ پانچویں دلیل ہے توحید پر۔ پہلی آیات میں عام حیوانات کے پیدا کرنے سے توحید ثابت کی گئی تھی۔ ان آیات میں انسان اور جن کے پیدا کرنے کا ذکر کر کے اپنی توحید ثابت کرتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حوادث کا سلسلہ غیر متناہی نہیں ضرور اس کی ابتدا ہوتی ہے تو اب انسان کا سلسلہ کہ جس کی پیدائش یکے از دیگرے ہوتی ہے ضرور کسی ایک ایسے شخص سے ہوگا کہ جو ماں باپ سے پیدا نہ ہوا ہو اور چونکہ انسان زمین پر رہتا ہے محسوس ہوتا ہے اور ایک دوسرے سے ملاقی ہوتا اور جسم کثیف رکھتا ہے اور اسی لیے اس کو بشر کہتے ہیں (اما تفسير كونه بشر أفالمراد منه كونه جسماً كثيفاً يباشر ويلاقى۔ تفسیر کبیر)۔

اس لیے ضرور ہوا کہ اس کا مادۂ غالب خاک ہو۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مگر خاک سے بغیر خمیر کیے اور گارا بنائے اس کا پُتلا نہیں بن سکتا۔ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ لہٰذا اس سر سلسلہ کو جس کا نام آدم علیہ السلام ہے خاک سے گوندکر بنایا اور پھر اس پتلے میں روح ڈالی اور فرشتوں سے سجدۂ تعظیمی کرایا۔ اگر غور کیا جائے تو عاقل بہت جلد اقرار کرسکتا ہے کہ خاک اور پانی کا ازخود جمع ہونا اور اس میں روح پڑنا ازخود ممکن نہیں ضرور یہ کسی حکیم و علیم کا کام ہے۔ اور صرف آدم ہی کو ہم نے قدرت کاملہ سے پیدا نہیں کیا، بلکہ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ اس سے سیکڑوں ہزاروں برس پیشتر جنات کے سرِ سلسلہ جان[ب] کو آگ سے پیدا کر چکے ہیں۔

جان کی تعریف وتفسیر:......ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جان سب جنوں کے باپ کا نام ہے اور یہی قول اکثر مفسرین کا ہے اور یہی ٹھیک معلوم بھی ہوتا ہے گو بعض نے جان سے مراد ابلیس لیا ہے۔ جان کے معنی لغت میں ساتر[ف] یعنی چھپنے والے کے ہیں کہتے ہیں جن الشئ اذا سترہٗ چونکہ آدم علیہ السلام کے خلاف اس کا غالب مادہ آگ کا لطیف شعلہ ہے اس لیے یہ قوم محسوس نہیں ہوتی ہر ایک کو دکھلائی نہیں دیتی،

[ب]:......یعنی قوم جن۔ [ف]:...... چھپانے

اور اس لیے اس قوم کو جن اور اس کے باپ کو جان کہتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ لطیف و خبیر نے اول ملائکہ کو بنایا ان کے بعد جن کی قوم کو، جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تر تھا، پھر انسان کو جس کا مادہ کثیف ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ دیگر حیوانات گدھا، گھوڑا، گائے، بھینس وغیرہ کب بنائے۔ آدم سے پہلے یا پیچھے لیکن اس میں تو کوئی بھی شبہ نہیں کہ ان انواع کا بھی ایک ایک سر سلسلہ ہے جس سے یہ انواع پھیلے ہوں گے۔ اس آیت سے یہ بات تو صاف صاف معلوم ہوگئی کہ قومِ جن انسان کے غیر ہے اور اس سے پہلے بنی ہے اور اس کا مادہ بھی انسان کے مادہ سے غیر پھر جو مسلمان کہلا کر غیر محسوس ہونے کی وجہ سے بہ تقلید فلاسفہ قومِ جن کا انکار کرتا ہے اور توجیہ باطل کر کے ان کو انسانوں کے زمرے میں ملاتا ہے محض جاہل ہے۔

ان جنوں کا سرِ سلسلہ جان نبی تھا یا نہیں قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس قوم میں جو کافر سرکش ہیں جن کا پہلا پیشوا ابلیس ہے ان کو شیاطین کہتے ہیں۔ قومِ جن کی کیفیت کسی قدر ہم مقدمۂ تفسیر میں بیان کر چکے ہیں اور یہ بحث کہ حضرت آدم علیہ السلام زمین پر کس جگہ بنائے گئے تھے سورۂ بقرہ کی تفسیر میں آ چکی ہے۔

ابلیس کا سجدۂ تعظیمی سے انکار:...... ہر چند آدم علیہ السلام خاک سے بنایا گیا مگر اس میں وہ اسرارِ حکمت رکھے تھے کہ جن کی نہ فرشتوں کو نہ ابلیس کو خبر تھی اس لیے اس کے پیدا ہونے سے پیشتر ملائکہ کو خبر کر دی اور حکم دے دیا کہ جب وہ بن کر تیار ہو تو سب کے سب اس کے آگے جھک جانا تعظیم کے لیے۔ فرشتوں نے تو ایسا ہی کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اس کے مادہ خاکی پر لحاظ کر کے اس کو کم تر اور اپنے تئیں اچھا سمجھا اور تکبر کی راہ سے حکمِ الٰہی نہ بجالایا اس کی سزا میں نکالا گیا اور بنی آدم کے بہکانے کا بیڑا اٹھایا۔ اس لیے حشر تک زندہ رہنے کی دعا کی مگر وہاں سے وقتِ معین یعنی صور پھونکنے تک کی منظوری ہوئی موت سے چارہ نہ ہوا اور فرمادیا کہ میرے خالص بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا اور جو تیرے کہنے میں آئے گا جہنم میں جائے گا جس کے سات دروازے یا طبقے ہیں یعنی جہنم بھی بڑی لمبی چوڑی تیار رکھی ہے۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي
صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿٤٧﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ
وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِينَ ﴿٤٨﴾ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّ
عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿٥٠﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَن ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ ﴿٥١﴾ إِذْ دَخَلُوا
عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنكُمْ وَجِلُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ
بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ﴿٥٣﴾ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ﴿٥٤﴾
قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُن مِّنَ الْقَانِطِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ
رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ﴿٥٦﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٧﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا

ربع الحزب

اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ

قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۳

ترجمہ:......ضرور پرہیزگار باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔﴿۴۵﴾ (کہا جائے گا کہ) ان باغوں میں سلامتی اور امن سے جا کر رہو ﴿۴۶﴾ اور جو کچھ ان کے دلوں میں رنجش ہوگی ہم اس کو بھی دور کردیں گے وہ تختوں پر آمنے سامنے بھائی بھائی بنے بیٹھے ہوں گے ﴿۴۷﴾ نہ ان کو وہاں کچھ رنج پہنچے گا نہ وہاں سے نکالے جائیں گے ﴿۴۸﴾ (اے پیغمبر) ہمارے بندوں کو جتلا دو کہ میں بڑا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہوں ﴿۴۹﴾ (اور یہ بھی جتلا دو) کہ میرا عذاب بھی سخت ہے ﴿۵۰﴾ اور ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کا حال ان کو سنا دو ﴿۵۱﴾ جب کہ وہ ان کے پاس آئے تو سلام کیا (ابراہیم علیہ السلام نے کہا) مجھے تو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے ﴿۵۲﴾ وہ بولے کچھ خوف نہ کھایئے ہم آپ کو مژدہ دیتے ہیں ایک لائق فرزند (اسحاق) کا ﴿۵۳﴾ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا (کیا) مجھے اب بڑھاپے میں مژدہ دیتے ہو سو آپ کاہے کا مژدہ دیتے ہو ﴿۵۴﴾ (انہوں نے) کہا آپ کو صحیح مژدہ دیتے ہیں پھر آپ ناامید نہ ہوں ﴿۵۵﴾ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا اپنے رب کی رحمت سے ناامید تو گمراہ لوگ ہی ہوا کرتے ہیں ﴿۵۶﴾ (ابراہیم علیہ السلام نے) کہا اے خدا کے فرستادو تمہارا کیا قصد ہے؟ ﴿۵۷﴾ انہوں نے کہا ہم ایک نافرمان قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں ﴿۵۸﴾ مگر لوط علیہ السلام کا کنبہ کہ ہم ان سب کو بچا لیں گے ﴿۵۹﴾ بجز اس کی بیوی کے کہ ہم نے ٹھان لیا ہے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے ﴿۶۰﴾۔

ترکیب:......بِسَلٰمٍ حال ہے فاعل اُدْخُلُوْا سے ای سالمین او مسلما علیهم۔ اخوانا حال ہے۔ عَلٰی سُرُرٍ بھی حال ہے اور متقابلین بھی۔ علٰی ان موضع حال میں ہے ای بشرتمونی کبیرا۔ تُبَشِّرُوْنِ کے نون کو مکسور پڑھا ہے۔ نون وقایہ ہے۔

نیک لوگوں کے احوال وانجام کا بیان

تفسیر:...... توحید ثابت کرتے کرتے اس کے ضمن میں دارِ آخرت کا ذکر آ گیا اور وہاں گناہ گاروں کے لیے جہنم میں جانا بھی مذکور ہوا تو اس کے بعد نیک لوگوں کا حال اور انجام کا بیان کرنا گویا بیان کو تمام کردینا ہے فرماتا ہے مُتَّقِیْنَ یعنی شرک و کفر سے بچنے والے یا کبائر سے بھی حتی المقدور باز رہنے والوں کو باغ اور ان میں نہر رواں ملیں گے اور فرشتے ان سے استقبال کر کے کہیں گے ان باغوں اور چشموں میں سلامتی اور امن سے داخل ہو جاؤ یا سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کہیں گے اور بہشتیوں کے دلوں میں باہمی کدورت اور رنج نہ ہوگا دنیاوی رنجش دل سے نکال دی جائیں گی بھائی بھائی بنے ہوئے سونے کے تختوں پر آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے کسی کو کوئی بیماری وغیرہ کی تکلیف نہ ہوگی نہ وہاں سے نکلیں گے اس لیے (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے کہ میرے بندوں کو کہہ دو کہ میں غفور رحیم ہوں فرماں برداروں کو جنت دوں گا اور میرا عذاب بھی سخت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے حضرت اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت اور قوم لوط پر عذاب کا تذکرہ:...... توحید اور دارِ آخرت کا ذکر کر کے انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے عبرتناک واقعات شروع ہوتے ہیں تاکہ ناظرین کو عبرت اور نصیحت ہو۔ یہاں سب سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ اور اس کے ضمن میں لوط علیہ السلام کی قوم پر ہلاکت آنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک روز خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس چند مسافر آئے۔ مہمانی کے طور پر حضرت ان کے لیے تلا ہوا بچھڑا کھانے کو لائے وہ دراصل فرشتے تھے، کھانے سے انہوں نے ہاتھ روکا ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ یہ دشمن ہیں کیونکہ اُس عہد میں دشمن اپنے دشمن کے گھر کھانا نہیں کھاتا تھا یہی علامت عداوت (دشمنی کی علامت) تھی کہنے لگے مجھے تم سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کی تسلی کی اور حضرت

اسحاق کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور لوط کی قوم کے ہلاک کرنے کا قصد بیان کیا۔

بحیرہ لوط کے کنارے قوم لوط کی کئی بستیاں تھیں جنھیں اغلام کی عادت تھی۔ فرشتوں نے کہہ دیا کہ ہم اس ناپاک قوم کو ہلاک کرنے آئے ہیں مگر لوط نبی اور اس کے خاندان کو بجز ان کی بیوی کے کہ وہ قوم میں پیچھے رہ جائے گی بچا لیں گے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۨالْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ
جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ
بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا
حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ
مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ
فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿٦٨﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾
قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾
فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ
حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ
مُّقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾

ترجمہ:...... پھر جب لوط کے گھر فرشتے پہنچے تو﴿٦١﴾ (لوط نے) کہا کہ تم اجنبی لوگ ہو﴿٦٢﴾ وہ بولے بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ شک کرتے ہیں﴿٦٣﴾ اور ہم تمہارے پاس مقرر کی ہوئی بات لائے ہیں اور ہم سچے ہیں﴿٦٤﴾ پس تم لوگوں کو کچھ رات رہے سے لے نکلو اور تم ان کے پیچھے ہولو اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں کا حکم کیا جائے (وہاں) چلے جانا﴿٦٥﴾ اور ہم نے لوط کو قطعی طور پر یہ بات بتلا دی تھی کہ اس قوم کی صبح ہوتے ہوتے جڑ کٹ چکے گی﴿٦٦﴾ اور (یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ) شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے﴿٦٧﴾ (لوط نے ان سے) کہا: کہ یہ میرے مہمان ہیں سو مجھے رسوا نہ کرو﴿٦٨﴾ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو﴿٦٩﴾ وہ کہنے لگے: کیا تم کو ہم نے دنیا بھر کی حمایت سے منع نہیں کر دیا ہے؟﴿٧٠﴾ لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں موجود ہیں اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ❶ ہے﴿٧١﴾ (اے محمد ﷺ) آپ کی جان کی قسم گویا کہ وہ اپنے نشے میں اندھے ہو رہے تھے﴿٧٢﴾ (لوط کی کیا سنتے) پھر تو دن نکلتے ہی ان کو ہول ناک آواز نے آلیا﴿٧٣﴾ پھر تو ہم نے ان بستیوں کو زیروزبر کر دیا اور ان پر کنکر کے پتھر برسائے﴿٧٤﴾ البتہ اس میں

❶ یعنی ان سے نکاح کر لو ۱۲ منہ۔

عبرت کرنے والوں کو بڑی نشانیاں ہیں۷۵اور بستیاں سیدھے رستہ پر واقع ہیں■۔۷۶البتہ اس میں ایمانداروں کے لیے نشانیاں ہیں۷۷

ترکیب:......اولم ننهک الاستفهام للانکار والواو للعطف علی مقدر ای لم تتقدم الیک ولم ننهک عن ان تکمنافی شأن احداذافسدناه بالفاحشة لعمرک العمر بالفتح والضم واحد لکنهم خصواالقسم بالفتح اختیارا للاخف لکثرةالاستعمال واتفق المفسرون انه قسم بحیاةمحمد ﷺ وانما الضمیر یرجع الی قریة لوط وهی سدوم بسبیل مقیم ای طریق ثابت والباء بمعنی فی ای القریة فی سبیل واضح عن المدینة الی شام یری آثار عذاب الله الی زماننا هذا۔ هٰؤُلَآءِ مبتدا بناتی خبر یعمهون حال ضمیر سکرتهم ے والعامل السکرة او معنی الاضافة۔مشرقین وقت شروق الشمس حال ہے۔

فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آمد

تفسیر:......پھر جب فرشتے لوط کے گھر پہنچے تو لوط نے ان کو اَمرد شکلوں میں دیکھ کر اور اپنی قوم کی بدعادت پر خیال کر کے ان کا آنا مکروہ سمجھا چونکہ مہمان تھے گھبرا گئے۔فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے بیان کر دیا کہ ہم اس قوم ناپاک کی ہلاکت کے لیے آئے ہیں صبح ہوتے ہوتے یہ غارت ہو چکیں گے تم اپنے خاندان کو لے کر بڑے سویرے (صبح سویرے) چل دو اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ان کی خبر بستی میں پہنچی پھر کیا تھا بدمعاش شہوت پرستوں نے آکر لوط علیہ السلام کا گھر گھیر لیا اس ارادے سے کہ ان لوگوں سے بدفعلی کریں۔لوط علیہ السلام نے کہا یہ میرے مہمان ہیں ان کی بے عزتی میری بے عزتی ہے۔خدا سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔قوم نے کہا ہم نے تجھے منع کر دیا ہے کہ تو دنیا بھر کی حمایت نہ کیا کر، یہ تیرے کون ہیں جو تو ان کی حمایت کرتا ہے۔حضرت لوط علیہ السلام نے کہا خیر اگر تمہیں یہی مقصود ہے میری یہ بیٹیاں ❶ موجود ہیں ان سے نکاح کر لو۔خدا تعالیٰ حضرت ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تیری عمر کی قسم وہ اپنی مستی میں اندھے ہو رہے تھے اور بدمست اور سرشار تھے لوط علیہ السلام کی کیا سنتے۔

حقیقت میں جس قوم پر ادبار الٰہی نازل ہونے کو ہوتا ہے تب وہ اس بدفعلی میں ایسے اندھے ہو جاتے ہیں کہ کسی کی نہیں سنتے۔آج کل امرائے اسلام کی عجب حالت افسوس ناک ہے شراب خواری وعیاشی وکاہلی بدفعلی وفضولی میں انتظامِ دنیوی ملک کا بندوبست بیدار مغزی ہر کام میں ہوشیاری تو درکنار ملت و مذہب سے بھی ایسے غافل کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا مذہب کیا ہے؟ نہ اسلامیوں (مسلمانوں) کی سی صورت نہ سیرت نہ کسی اسلامی فریضے کے پابند اس پر بے دین ملحدوں کی صحبت جو اسلام کی پابندی کو بربادی کا ذریعہ بتلاتے ہیں۔

وَاِنَّهَا......الخ یعنی وہ گاؤں اُلٹے ہوئے قریش کو جب کہ ملکِ شام میں تجارت کے لیے جاتے ہیں تو سیدھے رستے پر ملتے ہیں ان

■:...... بحیرۂ مردار جو شمال عرب وجنوب شام میں ایک جھیل شور ہے اس کے کنارے پر چند بستیاں تھیں سدوم وعمورہ وغیرہ ان کی ہدایت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کو بھیجا تھا۔لوط کی بیوی انہیں بستیوں کی تھی دو بیٹیوں کے سوا اور کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ان بستیوں کے لوگوں میں علاوہ کفر و بت پرستی کے اغلام کی بھی سخت عادت تھی۔حضرت لوط وعظ و پند کرتے تھے مگر وہ کب ماننے والے تھے۔آخر ان کی ہلاکی کے لیے فرشتے لڑکوں کی صورت میں حضرت ابراہیم کے پاس سے ہو کر لوط کے پاس بھی آئے۔حضرت لوط قوم کی عادت سے واقف تھے اول تو ان مہمانوں کے آنے سے ناخوش ہوئے مگر جب حال معلوم ہو گیا تو ان کو گھر لے گئے قوم نے بارادۂ بد گھر کو آ گھیرا حضرت لوط اور ان کی دونوں بیٹیاں اور بیوی فرشتوں کے حکم کے مطابق بستی چھوڑ کر باہر نکلے مگر آخر میں بیوی کو وطن اور قوم کی محبت نے مڑ مڑ کر پیچھے دیکھنے پر مجبور کیا وہ نمک کا کھمبہ بن گئی اور صبح ہوتے تمام بستی غارت ہو گئی۔ ۱۲ منہ ❶......قوم کی بیٹیوں کی طرف اشارہ تھا کیونکہ نبی قوم کا باپ ہے، ان کی بیٹیاں اس کی بیٹیاں ہیں مراد یہ کہ اس کام کے لیے قوم میں لڑکیاں کیا کم ہیں ان سے نکاح کر لو ۱۲ منہ

ترابات (تباہی) کے آثار موجود ہیں پھر کیوں عبرت نہیں کرتے؟

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ
ع مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا
مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ
مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ
الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ
وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا
تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾
كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ
لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ
ع بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

ترجمہ: اور ایکہ کے لوگ بھی بدکار تھے﴿۷۸﴾ پھر تو ان سے بھی ہم نے انتقام لیا اور وہ دونوں شہر کھلے شارع عام پر واقع ہیں﴿۷۹﴾ اور البتہ حجر کے باشندوں نے بھی (ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تھا﴿۸۰﴾ باوجود یہ کہ ہم نے ان کو اپنی نشانیاں بھی دی تھیں پھر وہ ان سے روگردانی کرتے رہے﴿۸۱﴾ اور وہ پہاڑوں میں خاطر جمع سے گھر تراشا کرتے تھے﴿۸۲﴾ پھر ان کو صبح ہوتے ہوتے کڑک نے آلیا﴿۸۳﴾ پھر تو جو کچھ وہ (اپنی حفاظت کے لیے) کرتے تھے ﴿۸۴﴾ کچھ بھی کام نہ آیا۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے اندر کی چیزوں کو بغیر حکمت کے نہیں بنایا اور قیامت ضرور آنے والی ہے پس آپ ان سے خوش خلقی سے درگذر کیجیے﴿۸۵﴾ بے شک آپ کا رب ہی پیدا کرنے والا بڑا جاننے والا ہے﴿۸۶﴾ اور ہم نے بھی آپ کو سات آیتیں دوہری (الحمد) اور قرآن عظمت والا دیا﴿۸۷﴾ آپ ان اقسام اقسام کی چیزوں کی طرف جو ہم نے ان کو برتنے کے لیے دے رکھی ہیں اپنی نظر نہ دوڑایئے اور

نہ ان پر رنج کیجیے اور (آپ) ایمان داروں کے لیے جھک جایئے (۸۸) اور (کافروں سے) کہہ دو کہ میں (تو) کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں (۸۹) (ہم نے اسی طرح نازل کیا) جس طرح کہ تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا تھا (۹۰)۔ ■ ان پر کہ جنہوں نے قرآن کو جدا جدا کر دیا (۹۱) آپ کے رب کی قسم ہم ان سب سے پرسش کریں گے (۹۲) کہ وہ کیا کیا کرتے تھے (۹۳) پھر جس کا آپ کو حکم ہے کھلم کھلا کہہ دو اور مشرکوں سے کنارہ کش ہو جاؤ (۹۴) ہم کافی ہیں آپ کی طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کے لیے (۹۵) (اور ان کے لیے) جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مقرر کرتے ہیں۔ پس وہ ابھی معلوم کرلیں گے (۹۶) (کہ ہم ان کو کیسی سزا دیتے ہیں)۔ اور ہم جانتے ہیں کہ آپ کا دل ان کی باتوں سے گھٹتا ہے (۹۷) پس آپ تو اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ کیے جایئے اور سجدہ کیا کرو (۹۸) اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ آپ کو موت آ جائے (۹۹)۔

ترکیب:...... الایکہ مجمع الشجر و مجمع الشنی والجمع الایک و فی الاصل اسم للشجر الملتف والمرادبها الموضعة التی هی محل اشجار مزدحمة وقیل اسم قریة قال ابو عبیدة ایکة ولیکة مدینتهم کمکة و بکة واهلها قوم شعیب کما ان اهلِ دین امته علیہ السلام والحجر دیار ثمود قال ابن جریر هی ارض بین الحجاز والشام۔ کما انزلنا کاف موضع نصب میں ہے نعت ہے مصدر محذوف کی، ای لقد اتیناک سبعاً من المثانی ایتاء کما انزلنا لان آتیناک بمعنی انزلنا۔ وقیل هو وصف لمفعول النذیر اقیم مقامه ای مثل العذاب الذی انزلنا علیهم۔ عضة اجزاء جمع عضته واصلها عضوة۔ بما تؤمر، ما مصدریہ ہے تو حذف نہیں اور جو بمعنی الذی ہے تو عائد محذوف۔ والمثانی جمع مثناة من التثنیه وهی التکریر وقیل جمع مثنیه وهی القرأة بعد قرأة قال الزجاج مثنی بما یقرء بعدها معها۔ الازواج الاصناف۔

اصحابِ ایکہ کا قصہ

تفسیر:...... وَاِنْ كَانَ ...... الخ یہ تیسرا قصہ اصحاب الایکہ کا ہے۔ ایکہ درختوں کے بَن کو کہتے ہیں یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے جو حوالی مدین میں رہتی تھی۔ بعض کہتے ہیں اہلِ مدین ہی کو اصحاب الایکہ یعنی بَن والے کہتے ہیں اس سبب سے کہ ان کی بستی کے پاس درختوں کے بہت جھنڈ تھے۔ مدین قلزم کے مشرقی کنارہ کی طرف عرب کے گوشۂ مغرب و شمال میں آباد تھا۔ وہاں کے لوگ بڑے بدکار تھے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہیں مانتے تھے۔ تب خدا نے اس قومِ بد سے انتقام لیا۔ پہلے زلزلے کی ہیبت ناک آواز محسوس ہوئی اور زمین سے مادۂ آتشین اور گرم بخارات نکل کر دھواں سا ابر کی طرح نمودار ہوا اسی لیے ان کی ہلاکت کے دن کو یَوْمِ الظُّلَّةِ کہتے تھے۔ اس حادثے میں وہ قوم نیست و نابود ہوگئی۔ یہ قصہ بھی عرب میں مشہور و معروف تھا۔ وَاِنَّهُمَا یعنی سدوم، وغیرہ لوط کی بستیاں جو شام کے جنوبی حصہ میں جھیلِ مردار پر واقع تھیں اور شعیب کی بستی مدین۔ بعض کہتے ہیں اِنَّهُمَا سے مراد مدین اور ایکہ ہے جو اسی کے پاس ایک دوسری بستی تھی اس کے لوگ بھی قومِ حضرت شعیب میں تھے اور وہ بھی بدکاری میں مدین والوں کے مانند تھے اسی حادثہ میں ساتھ ہی وہ بھی ہلاک

■ ...... اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ کیا نازل کیا مُقْتَسِمِیْنَ کون ہیں اور قرآن کو پارہ پارہ کر دینے سے کیا مراد ہے بعض کہتے ہیں آیت کے یہ معنی ہیں کہ کہہ دو کہ میں تمہارے لیے ایسا ہی اس عذاب سے ڈرانے والا ہوں جیسا کہ مُقْتَسِمِیْنَ پر عذاب نازل ہوا تھا۔ پھر وہ مُقْتَسِمِیْنَ کون تھے؟ بعض کہتے ہیں وہ کہ جنہوں نے باہم مصالحہ کیا تھا یعنی صالح علیہ السلام کو رات میں ہلاک کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اور اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ مُقْتَسِمِیْنَ کی صفت نہیں بلکہ محذوف کی ای اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ لِلْقَوْمِ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ ...... الخ اس تقدیر پر اَلَّذِیْنَ سے کون لوگ مراد ہیں، اس میں متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کفار مکہ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے کر دیا۔ وہ کہتے تھے قرآن کچھ تو پہلوں کے افسانے ہیں اور کچھ اس میں جادو ہے اور کچھ شعر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جو کچھ قرآن ان کی مرضی کے موافق تھا اس کو مانتے تھے اور جو تردید شرک میں تھا اس کو نہیں مانتے تھے۔ یہ تھا ان کا قرآن کو تقسیم کرنا۔ اب اَنْزَلْنَا سے مراد عذاب نازل کرنا نہ لیا جائے بلکہ کلام الٰہی، تب یہ معنی ہوں گے کہ اے کفار مکہ تم قرآن کے منزل ہونے سے کیوں تعجب کرتے ہو اس کو اسی طرح نازل کیا ہے جیسا کہ ان سے آگے ان قوموں پر کلام نازل کیا تھا جنہوں نے آج قرآن کو ٹکڑے کر دیا وہ کون یہود و نصارٰی۔ قرآن میں سے جو کچھ ان کے مطلب کے موافق ہے اس حصہ کو مانتے ہیں اور دوسرے کو نہیں ۱۲ منہ

ہوئے یعنی یہ دونوں مقام عبرت خیز لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ کشادہ رستہ پر واقع ہیں۔آتے جاتے میں قریشِ مکہ کو وہاں کے آثار باقیہ نظر آتے ہیں۔عبرت عبرت!!

اصحابِ حجر کا قصہ:......وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ یہ چوتھا قصہ اصحابِ حجر کا ہے۔یعنی حجر کے رہنے والوں کا۔حجر اس وادی کو کہتے ہیں جو عرب وشام کے درمیان واقع ہے یعنی قومِ ثمود، صالح پیغمبر علیہ السلام کی امت۔یہ قوم بھی بدکار تھی اطمینان سے پہاڑوں میں گھر تراشتے تھے۔صالح علیہ السلام نے ناقہ (اونٹنی) کا معجزہ دکھایا اور نیز بہت سی آیاتِ قدرت موجودہ میں سے کسی میں غور نہ کیا ہلاک ہوئے۔اس کی تفصیل سورۂ اعراف میں دیکھو۔اگرچہ انہوں نے صرف ایک نبی صالح کو جھٹلایا مگر صالح علیہ السلام وہی باتیں کہتے تھے جو اور انبیاء فرما گئے تھے اس لیے انہوں نے سب انبیاء کو جھٹلایا۔

مشرکین کے باطل اعتراضات کا جواب:......وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ (الی) هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ان قصوں کو سن کر مکہ کے مشرک یہ خیال کرتے ہوں گے (اور منکر بھی ایسا ہی خیال کرتے ہیں) کہ پہلی قوموں کے لیے خدائے تعالیٰ نشانیاں دکھلاتا تھا اب کیوں نہیں دکھلاتا اور پھر ان کی سرکشی پر ہلاک کر دیتا تھا اب ایسا کیوں نہیں کرتا اور اس پر بہت اصرار کر کے پیغمبر علیہ السلام سے تمسخر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ بس جو کچھ انسان کے لیے سعادت وشقاوت ہے وہ اسی دنیا میں ہے قیامت کیسی اور دارِ آخرت کیسا؟ اور اچھا یوں ہے تو پھر دنیا میں منکروں کو کیوں پیدا کرتا ہے اور کیوں ان کو عیش وآرام دیتا ہے؟ ان چاروں باتوں کا جواب اس آیت کے چاروں جملوں میں کس لطف اور شانِ کبریائی کے ساتھ دیتا ہے وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ۔یہ پہلی بات کا جواب ہے کہ آسمانوں اور زمین اور ان کی ہر چیز کو اور ان کے تغیرات کو دیکھو کہ ان میں ہماری کس قدر نشانیاں ہیں ہر چیز کو ہم نے کس اسلوب کے ساتھ بنایا ہے۔اب غور کرنے والوں کے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کون سے معجزات آسکتے ہیں۔وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ اس میں دوسری بات کا جواب ہے کہ اب قیامت بہت قریب آلگی ہے وہیں جزا سزا جلد ہو جائے گی اور پہلوں کو تمہارے لیے نظیر بنا دیا ہے اب قربِ قیامت میں تم کس کے لیے نظیر ہو گے معاملہ قریب آلگا نہ اب وہ عمریں ہیں نہ وہ قویٰ ہیں اس لیے تم سے ویسا نہیں کیا جاتا۔فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ میں ایسے نادانوں اور حمقاء سے اعراض کرنے کا حکم دیا، اس میں تیسری بات کا جواب ہے۔وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ میں چوتھی بات کا جواب ہے کہ اس میں جو کچھ حکمتیں ہیں ان کو وہی علیم جانتا ہے۔

تحفۂ سبع مثانی:......وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ (الی قولہ) اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ان جملوں میں ان کی تیسری بات کا اور بھی رد کرتا ہے کہ وہ اسبابِ دنیا، فانی پر فخر کر کے اے پیغمبر آپ سے کیا تمسخر کرتے ہیں ہم نے آپ کو دولتِ سرمدیہ عطا کی ہے وہ کیا؟ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ (المثانی تثنیۃ یا ثناء سے مشتق ہے) اس میں مختلف اقوال ہیں مگر جمہور کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی سات آیات مراد ہیں کہ جو نماز میں دہرائی جاتی ہیں اور جن میں خدا کی ثناء وصف بھی ہے اور قرآن عظیم بھی عطا کیا جس کے مقابلے میں اور کوئی دولت ونعمت نہیں اس لیے لَا تَمُدَّنَّ ان کے اسباب دنیا وراہی تجملات کی طرف اے پیغمبر (خطاب گو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے مگر مراد اہلِ ایمان ہیں) نظر بھی نہ ڈال اور وہ اس دنیاء فانی پر غرور وتکبر کرتے ہیں مگر آپ اس نعمتِ عظمیٰ پر اے پیغمبر ایمان داروں کے لیے جھک جاؤ نرمی اور فروتنی کرو (چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے) اور کہہ دیجیے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔تم پر بلا آنے والی ہے۔

مقتسمین کون ہیں:...... كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں صاف یہ ہے کہ ہم باقی مخالفین پر اسی طرح سے بلا نازل کریں گے کہ جیسے ہم نے ان لوگوں پر کی تھی کہ جنہوں نے قرآن کو بانٹ کر حصے

کیے تھے۔اس میں بھی مفسرین کئی طریق سے بیان کرتے ہیں مگر عمدہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں سے چند شریر و سرکش تھے کہ جنہوں نے ایام حج میں مکہ کے رستے بانٹ رکھے تھے ہر ایک کو ایک رستے پر بٹھلا دیا تھا کہ جو لوگ اس راستے سے آئیں ان کو کہہ دیکھو کہ ہم محمد ﷺ جادوگر ہیں، ایسا ہے، ایسا ہے اس کی بات نہ ماننا اور انہیں تمسخر کی راہ سے قرآن کی سورتوں کے ناموں پہ خیال کر کے اس کے حصے بھی کیے تھے کوئی کہتا تھا کہ بقرہ میں لوں گا عنکبوت تجھے دیتا ہوں علیٰ ہذا القیاس، یہ لوگ بری موت مرے اس پر (اللہ تبارک وتعالیٰ) اور لوگوں کو متنبہ کرتا ہے اور پھر حضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ ان تمسخر کرنے والوں کو تمہاری طرف سے ہم کافی ہیں سو وہ کافی ہوا۔ چونکہ مشرکین کی باتوں سے آنحضرت ﷺ کو رنج ہوتا تھا اور یہ ایک فطری بات ہے اس لیے آپ کو تسلی دی کہ آپ کی طرف سے ہم ان کو کافی ہیں ان کا کوئی کید (تدبیر و مکر) آپ پر غالب نہ آئے گا، نہ وہ اس چشمۂ ہدایت کو بند کر سکیں گے سو ایسا ہی ہوا بھی۔

اس کے بعد جملہ ہموم و غموم دفع کرنے والے عمل کی طرف رغبت دلاتا ہے اور تبلیغ رسالت کے بعد اصلی کام بھی وہی ہے جس سے روح کو قوت ہوتی ہے وہ کیا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ . . . الخ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ جب بندہ اس خالق و مالک کی جملہ اوصاف ذمیمہ سے تبری کرتا ہے اور اسی کو تسبیح کہتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی بے حد نعمتوں کی شکر گذاری اور اس کے اوصاف حمیدہ پر خوبیاں زبان سے ایسے دلالت حال سے بیان کرتا ہے تو ایک انجذاب بارگاہ قدس تک پیدا ہوتا ہے پھر بارگاہ قدس میں بندہ کو بجز عبادت الٰہی کے خواہ ذکر ہو یا مراقبہ ہو چارہ ہی نہیں ہوتا اس لئے اس کے بعد یہ بھی فرمادیا وَاعْبُدْ رَبَّكَ کہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہا کرو۔ مگر جب تک یہ رابطہ دائمی قائم نہیں ہوتا بندہ کی تکمیل نہیں ہوتی اس لئے اس کو مقید کر دیا عارف و سالک کو حضور میں پہنچاتا ہے۔

بدر ویقین پر دہ ہائے خیال	☆	نماند سرا پردہ الاجلال

یہ تسبیح اور عبادت کاروبار رسالت کی تکان کے لئے ایک قوت بخش دوا ہے۔

ہر چند پیر وخستہ ناتواں شدم	☆	ہر گہ کہ یاد روئے تو کردم جواں

اٰیَاتُھَا ۱۲۸ (۱۶) سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ (۷۰) رُکُوْعَاتُھَا ۱۶

مکیہ ہے اس میں ۱۲۸ آیات، ۱۶ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ① یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ
بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا
فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ③ خَلَقَ
الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ فَاِذَا ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ④ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَھَا ۚ لَکُمْ فِیْھَا
دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْھَا تَاْکُلُوْنَ ۪⑤ وَلَکُمْ فِیْھَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ
تَسْرَحُوْنَ ۪⑥ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْہِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ
اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۙ⑦ وَّالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْکَبُوْھَا وَزِیْنَۃً ؕ
وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧ وَعَلَی اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْھَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ
لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ ⑨ ع

ترجمہ:.....(منکرو) خدا کا حکم آ گیا (عذاب) سو تم اس کی جلدی نہ کرو وہ پاک اور بری ہے ان کے شریک ٹھہرانے سے ① وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) متنبہ کر دو کہ میرے سوا اور کوئی (دوسرا) معبود نہیں پھر مجھ سے ہی ڈرا کرو ② (لوگوں) اسی نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے بنایا پاک ہے ان کے شریک ٹھہرانے سے ③ آدمی کو اسی نے پانی کی بوند سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑنے لگا ④ اور چار پایوں کو بھی اسی نے بنایا تمہارے لیے ان میں جڑاول ہے ■ اور فائدے بھی اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے بھی ہو ⑤ اور تمہارے لیے ان میں زینت بھی ہوتی ہے جب کہ تم ان کو شام کو (چرا کر) واپس لاتے ہو اور جب کہ صبح کو (چرانے) جنگل لے جاتے ہو ⑥ اور وہ تمہارے بوجھ (بھی) اٹھا کر ان شہروں تک لے جاتے ہیں کہ جہاں تک تم بجز جاں کاہی کے نہیں پہنچ سکتے بے شک تمہارا رب تم پر بڑا

■: یعنی ان کی کھال اور بالوں سے جاڑے کے کپڑے بناتے ہو ۱۲۔ف:..... دفء معناہ السخونۃ۔ وقال ابن عباس دفء الثیاب، ای من الاکسیۃ والاردیۃ۔ حقانی

شفیق مہر والا ہے⑦اور گھوڑے اور خچر اور گدھے (بھی) اسی نے تمہاری سواری اور زیبائش کے لیے پیدا کیے اور وہی (بہت سی ایسی چیزیں) بناتا ہے جنہیں تم جانتے بھی نہیں⑧اور سیدھا رستہ تو خدا اللہ تک پہنچتا ہے اور بعض ٹیڑھے رستے بھی ہیں اور اللہ چاہتا تو تم سب کو سیدھا رستہ ہی دکھا دیتا۔⑨

ترکیب:.....اتی صیغۂ ماضی مگر معنی میں مستقبل کے ہے۔ ہ ضمیر امر اللہ کی طرف راجع ہے۔ بالروح ای بالوحی موضع نصب میں حال ہو کر ملائکۃ سے ای ومعہا الروح من امرہ روح سے حال ہے۔ ان انذروا ان بمعنی ای لان الوحی یدل علی القول فیفسر بان۔ انہ... الخ جملہ محل نصب میں ہے مفعولِ انذروا ہو کر۔

تفسیر:..... یہ سورہ بالاتفاق مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ حسن، عکرمہ، جابر بن عبداللہ، ابن عباس، ابوقتادہ کا بھی یہی قول ہے۔ اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں۔ رسول خدا ﷺ مشرکین عرب کو خدا کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے کہ وہ دنیا میں بھی عنقریب آنے والا ہے۔ منکرین کہتے تھے ابھی تو نہیں آیا اگر تو سچا ہے تو جلد بھیج۔ ہم بھی تو دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے اس سورۃ میں سب سے اول ان کی اس دلیری اور جلد بازی کا جواب آیا کہ امر اللہ یعنی عذابِ الٰہی عالمِ غیب میں تم پر مقرر ہو چکا اور تم پر آ چکا گو ظہور اس کا کسی حکمت و رحمت سے وقتِ معین پر ہو گا پھر کس لیے جلدی کر رہے ہو۔ فصحاء بلغاء قطعی ہونے والی اور قریب تر ہونے والی بات کو ماضی کے لفظوں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اچھا دنیا میں یا آخرت میں ہمارے ان افعال پر کوئی بلا بھی آئے تو کیا پروا ہے فلاں بزرگ فلاں فرشتہ فلاں دیوتا جو خدا کے ہاں کار مختار ہے اور اس کے ساتھ قضا و قدر میں شریک ہم ان کی مورتیں پوجتے ہیں نذر و نیاز کرتے ہیں وہ ہماری بلا کو دفع کر دیں گے اس کے جواب میں فرماتا ہے سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ کہ وہ جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو ان سے بری ہے۔ یعنی اس کا کوئی شریک نہیں اس کے کام میں کوئی دخل نہیں دے سکتا۔ اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہماری یہ باتیں ناپسندیدہ ہیں تو ہم کو خدا فرشتہ کے ذریعہ سے کیوں نہیں مطلع کر دیتا اے محمد! تجھ میں کیا خصوصیت جو تیرے پاس فرشتہ وحی لاتا ہے۔ اس کا جواب دیتا ہے يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓـئِكَةَ..... الخ کہ یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جس کو نبوت کے قابل دیکھتا ہے اس کے پاس فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے کہ لوگوں کو مطلع کر دے کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو مجھ ہی سے ڈرو۔ اَلۡمَلٰٓـئِكَةَ جمع کا صیغہ ہے مگر مراد اس سے ایک فرشتہ جبرئیل علیہ السلام ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور واحدیؒ اس کی تائید کرتے ہیں کہ سردار اور رئیس کو محاورۂ عرب میں بلفظِ جمع تعبیر کرتے ہیں قرآن مجید میں اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں۔ بالروح روح سے مراد وحی اور قرآن ہے۔ قرآن مجید میں اور کئی موقعوں میں قرآن اور وحی پر یہ لفظ بولا گیا ہے۔

قرآن کا روح ہونا:.....ازاں جملہ قولہ تعالیٰ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ روح نورانی چیز کو کہتے ہیں جو حیات کا باعث ہو۔ جسم ایک کثیف اور ظلمانی چیز ہے۔ خدا تعالیٰ نے جب اس میں روح انسانی ڈالی تو نور کے آثار اس کے حواس خمسہ میں ظاہر ہوئے مگر اس میں بھی کسی قدر تیرگی تھی تو عقل کے ساتھ اس کو منور کیا لیکن عقل بمنزلہ آنکھ کے ہے اور آنکھ جب تک کہ آفتاب یا کوئی اور روشنی نہ ہو ہرگز نہیں دیکھ سکتی تو اس کی ظلمت آفتاب وحی والہام کے ساتھ دور کی پس قرآن مجید ایک ایسا نور ہے کہ جس سے حیاتِ ابدی قائم ہوتی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ قرآن اور وحی سے مستفید نہیں وہ نہ صرف اندھیرے میں گرفتار ہیں بلکہ حیاتِ ابدی سے بھی محروم ہیں جب کہ خدا تعالیٰ نے اگلی آیت میں بذریعہ وحی توحید پر بقولہ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ..... الخ اور تقویٰ پر بقولہ فَاتَّقُوۡنِ مطلع فرمایا تھا جو باعتبار تکمیل قوت نظریہ و عملیہ کے سعادت دارین کے دو رکن تھے۔

رب تعالیٰ کی وحدانیت پر چند دلائل:.....اب خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ میں اپنی خدائی اور یکتائی پر دلائل قائم کرتا ہے اور

دلائل بھی وہ کہ جن میں اس کا بندوبست پر بے حد انعام ولطف پایا جاتا ہے جن کے سننے سے دانشمند کا دل اپنے مولیٰ منعم حقیقی کی طرف مائل ہوتا ہے اور نیز ان دلائل میں اس طرف اشارہ ہے کہ ہم تو تمہارے حال پر اس قدر مہربان ہیں پھر تم شرارت کرتے جاتے ہو اور اس پر تم اپنی سزا کی جلدی کرتے ہو جو انجام کار مفسدوں کے لیے مقرر ہے چنانچہ بدر کی لڑائی میں ان کا خاتمہ ہوا اور ایک قحط شدید پڑا اور متکبر انواع واقسام کی بلاؤں میں مبتلا ہو کر کیڑے پڑ پڑ کر مرے اور اخروی سزا جہنم کی طرف روانہ کیے گئے۔

ان دلائل کی چند قسم ہیں۔

اول قسم: آسمانوں اور زمین کا ایک ٹھیک اندازے پر پیدا کرنا بہ آواز بلند اس کی یکتائی پر گواہی دے رہا ہے اور زمین وآسمان کا ہر ہر جزو بآواز بلند یہی کہہ رہا ہے تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔

دوسری قسم: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ۔ آسمان اور زمین کے بعد دیگر اجسام سے اشرف انسان ہے انسان دو چیزوں سے مرکب ہے اول بدن دوم نفس۔ اب اس کے دونوں جزوں سے استدلال کرتا ہے۔ اول سے یوں کہ انسان کے بدن کی بنیاد نطفہ یعنی منی کے چند قطرے ہیں جو عورت کے رحم میں جانے کے بعد خون بن جاتے ہیں۔ پھر گوشت کا لوتھڑا پھر اعضاء نمودار ہوتے ہیں اور باوجود یہ کہ ایک مادہ ہے اور ایک جگہ میں ہے پھر اس میں کسی سے ہاتھ پاؤں ہڈی بنتی ہے کسی سے سر قلب وغیرہا اعضاء۔ پھر وہ اعضاء بے ڈھول نہیں بلکہ ہر ایک مناسب، بالوں کی جگہ بال، آنکھ کی جگہ آنکھ اب دیکھو یہ کس کا کام ہے۔ ماں باپ کو تو یہ بھی خبر نہیں کہ اندر کیا ہے اور کیا ہو رہا ہے۔ اگر کہو طبیعت یا مادہ کا فعل ہے جیسا کہ بعض کہتے ہیں تو پوچھنا چاہیے کہ اول تو افعال طبعیہ یکساں ہوتے ہیں اس کا مقتضی یہ تھا کہ انسان کی شکل کردی ہوتی آدمی ایک گول مول گنا سا ہوتا جیسا کہ حکماء آسمان اور زمین کی شکل کی نسبت کہتے ہیں اور مان لو کہ طبیعت کا فعل ہے تو پھر پوچھو کہ یہ طبیعت کس نے پیدا کی اس کل کو کس نے چلایا۔ آخر وہی حکیم وعلیم آ کر ٹھہرے گا۔ دوسرے جزو سے استدلال یوں ہے کہ پیدا ہونے کے بعد حضرت انسان مرغی کے بچے کے برابر بھی ہوشیاری نہیں رکھتے وہ تو انڈے سے نکلتے ہی دوست دشمن کو پہچاننے لگتا ہے بلی چیل سے بھاگتا ماں کے پیچھے ہو لیتا ہے برخلاف انسان کے کہ انہیں کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پھر وہ کون ہے کہ جس نے اس کو چالاک اور صاحب ادراک کر دیا کہ صاحب ادراک ہوتے ہی آسمانوں اور زمین کے قلابے ملانے لگے۔ دنیا میں ہزاروں صنعتیں اور بہت سی کلیں تو اس نے ایجاد کی ہی تھیں بارے اب پیغمبروں سے بھی مقابلہ کرنے لگے، قیامت اور خدا کے منکر بن گئے۔ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

چوپایوں کی تخلیق اور ان سے انسان کو نفع پہنچنا:...... وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا اِلٰی قولہ اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ یہ تیسری قسم ہے۔ اس میں انعام کے پیدا کرنے سے اور ان سے انسان کے لیے فوائد حاصل ہونے سے استدلال کرتا ہے۔ اَلْاَنْعَامَ بھیڑ بکری اونٹ گائے کو کہتے ہیں۔ اول تو ان کی پیدائش میں غور کیجیے کہ ہر ایک کو اس کے مناسب حال پر بنایا۔ اگر اونٹ کی لمبی گردن نہ ہوتی تو بوجھ اٹھا کر اس سے اٹھانہ جاتا۔ علیٰ ہذا القیاس پھر جو ان سے انسان کو منافع اور فائدے پہنچتے ہیں ان میں فکر کیجیے۔ پہلا ضروری فائدہ تو ان کے بالوں سے وہ کپڑے تیار ہوتے ہیں کہ جن سے سردی دفع ہوتی ہے۔ اونٹ اور بھیڑ بکری کی پشم اس میں بہت مستعمل ہوتی ہے۔ دوم اور بہت سے فائدے ہیں، وَّمَنَافِعُ۔ سوم بعض ان میں سے کھائے جاتے ہیں۔ یہ ضروری فائدے ہیں اس کے علاوہ اور بھی ہیں۔ وَلَکُمْ فِیْهَا جَمَالٌ...... الخ کہ جب وہ شام کو جنگلوں سے چر چر کر گھروں میں آتے ہیں اور ان کے مالک ان گلوں اور ریوڑوں کے انتظار میں گاؤں کے کنارے نکل کر بیٹھتے ہیں تو پھر اس وقت ان کو جو کچھ رونق اور زینت ہوتی ہے انہیں کے دل سے پوچھنی چاہیے اسی طرح جب صبح کو چرنے جاتے اور غل وشور مچاتے ہیں تو وہ بھی عجب کیفیت ہوتی ہے۔ یہ بھی خدا ہی کا کام ہے کہ ان جانوروں کو تمہارے قابو میں کر دیا

ورنہ زور وطاقت میں وہ بھی کچھ کم نہیں۔اس کے سوائے ان پر بوجھ لاد کرایسے دور دراز شہروں میں لے جاتے ہو کہ اگر خود اٹھا کر لے جاتے تو حقیقت معلوم ہو جاتی۔ یہ سب باتیں اس کی رحمت سے ہیں اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اس پر بھی عذاب کی جلدی کرتے ہو۔

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ...... الخ یہ چوتھی قسم ہے چار پایوں میں سے بالخصوص ان کے ساتھ استدلال ہے کہ جو بالخصوص سواری کے کام آتے ہیں اور زینت کا بھی باعث ہوتے ہیں۔ان چند چیزوں کو شمار کر کے اجمالاً ان سواریوں کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے جو ہنوز ظہور میں نہیں آئی تھیں یا آئندہ آئیں گی جیسا کہ ریل گاڑی اور دخانی جہاز جن کو عرب جانتے نہ تھے۔

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ. دلائلِ توحید بیان فرما کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ اپنی رحمت خاصہ سے اللہ کا کام ہے کہ وہ سیدھا رستہ بیان فرما دے چنانچہ اس نے انبیاء بھیجے اور دلائل بیان فرمائے مگر کچھ رستے ٹیڑھے بھی ہیں کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔اگر کوئی کہے اس نے ایسا کیوں ہونے دیا اس کا جواب دیتا ہے کہ اس کی مشیت یوں ہی ہے اگر وہ چاہتا تو سب کو ہدایت کرتا مگر نہ کی۔بعض مفسرین وَعَلَى اللّٰهِ...... الخ کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ راہِ راست کہ جو انبیاء کی معرفت دنیا میں قائم کی گئی اللہ تک پہنچتی ہے۔یعنی شریعت انبیاء پر چلنے والا اللہ تک یعنی اس کی رضا تک پہنچتا ہے۔اور بعض ٹیڑھے رستے ہیں۔

وَلَوْ شَآءَ...... الخ میں قدریہ کا صاف رد ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۝۱۰

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۝۱۱ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ

وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۝۱۲

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ۝۱۳

ترجمہ: ...(لوگو) وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے (فائدے کے) لیے آسمان سے پانی برسایا جس میں سے تم پیتے ہو اور اس سے پیڑ اُگتے ہیں۝ جن میں تم مویشی چراتے ہو۔تمہارے لیے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے بھی اُگاتا ہے البتہ اس میں اس قوم کے لیے جو غور کرتی ہے ایک بڑی نشانی ہے۝ اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا اور آفتاب اور چاند کو بھی اور ستارے اس کے حکم کے تابع ہیں البتہ اس میں عقل مند قوم کے لیے (قدرت کے بڑے بڑے) نشان ہیں۝ اور جو زمین پر رنگ برنگ کی چیزیں تمہارے لیے پیدا کی ہیں البتہ اس میں بھی اس قوم کے لیے نشانیاں ہیں جو سمجھدار ہیں۝۔

ترکیب: ...منه شراب جملہ اور نیز منه شجر دونوں جملے ماء کی صفت ہیں و ما ذرا محل نصب میں ہے خلق یا انبت محذوف سے مختلفا حال ہے۔واصل السوم الابعاد فی المرعی قال الزجاج من السومة وھی العلامة لانھا یؤثر فی الارض علامات برعیھا یقال سامت السائمة تسوم سوما رعت فھی سائمة۔

نباتات کے عجائب حالات سے اثباتِ باری تعالیٰ

تفسیر:...... عالمِ سفلی میں حیوان کے بعد اشرف الاجسام نباتات ہیں۔ پس حیوان کے عجائب حالات سے خدا تعالیٰ کا قادر مختار ہونا ثابت کر کے نباتات کے عجائب حالات سے ثابت کرتا ہے۔ چونکہ نباتات کے پیدا ہونے کا سبب مینہ ہے اس لیے سب سے اول فرماتا ہے هُوَ الَّذِیْ...... الخ ہم نے ہی تو آسمان سے یعنی بادل سے اتارا یعنی برسایا۔ جس کا پہلا فائدہ یہ ہے کہ تم اس کو پیتے اور پی کر جیتے ہو۔ جہاں کنوؤں اور نہروں کا پانی نہیں وہاں تو اسی پر زندگی ہے اور کنووں نہروں کا پانی بھی برسات نہ ہو تو خشک ہو جائے۔

دوسرا فائدہ وَّمِنْهُ شَجَرٌ...... الخ یہ کہ اس سے شجر یعنی گھاس اُگاتا ہے جس سے تمہارے چارپایوں کی زندگی ہے نجم اس گھاس کو کہتے ہیں جو زمین پر لپٹی ہوئی ہوتی ہے بیل اور شجر وہ جو اٹھا ہوا ہوتا ہے اور اگر شجر سے درخت بھی مراد لیے جائیں تو درختوں کے پتے بھی اکثر حیوانات کی روزی ہے۔ حیوانات کی روزی بیان فرما کر اب اس پانی سے انسان کی روزی پیدا کرنا ذکر فرماتا ہے اور چونکہ اناج سب سے ضروری چیز ہے جس کے بغیر سرتا ہی نہیں سب سے اول اس کا ذکر کرتا ہے یُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ یہ تیسرا فائدہ ہے وَالزَّیْتُوْنَ اس کے بعد بہت کارآمد چیز ہے۔ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ پھر کھجور اور انگوریوں میں سب سے اس لئے بڑھ کر ہیں کہ صرف انہیں کو کھا کر انسان مہینوں جی سکتا ہے۔ اس کے بعد بے شمار میوں اور پھلوں کی طرف اشارہ کرتا ہے وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اب غور کرو کے بادلوں میں پانی ہونا اور پھر اس سے یہ چیزیں پیدا کرنا پھر ان کے پتوں اور پھولوں میں یہ گل کاری کرنا ایک دانہ کو زمین میں ڈال کر اس میں یہ باتیں ظہور میں لانا کیا بغیر کسی قادر مختار حکیم علیم کے ہوسکتا ہے آپ سے آپ یہ چیزیں (اس اسلوب سے کہیں ہوسکتی ہیں ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے۔ مگر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ اس نشانی کو غور و فکر کرنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگر کوئی کوتاہ فہم ان چیزوں کو ان کے اسباب ظاہری آفتاب مہتاب و ستاروں کی تاثیروں رات کی گرمی سردی کی طرف منسوب کرے تو اس کو خیال کرنا چاہیے کہ یہ اسباب کس کے بس میں ہیں کس نے ان کو تمہارے کام پر لگا رکھا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ...... الخ اسی قادر مختار نے کیوں کہ آفتاب و مہتاب جسم ہیں ان میں یہ تفاوت اگر من حیث الجسم ہونے کی وجہ سے ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کیونکہ اس میں سب برابر ہیں پھر آخر اور کوئی ہے جس نے یہ تفاوت کیا اس کو اہلِ عقل خوب سمجھتے ہیں بِاَمْرِهٖ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ اچھا اگر انہی کی تاثیر ہے تو پھر یہ تمام نباتات میں برابر ہونی چاہیے تھی ایک ہی درخت ہے ایک ہی ماہیت ہے ایک ہی پانی دیا جاتا ہے مگر پھر وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ رنگ برنگ کے پتے ہیں۔ اِنَّ فِیْ...... الخ مگر اس بات کو بجز اہلِ عقل کے حمقاء کیا سمجھ سکتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً
تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ
تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ۗ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ...... اور وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے بس میں دریا کر دیا تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور (تاکہ) اس سے زیور (مونگا موتی) نکالو جس کو تم پہنتے ہو اور (اے مخاطب) تو اس میں جہاز دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں اور اس لیے بھی (دریا کو مسخر کیا) کہ تم اس کے فضل ❶ کو تلاش کرو اور اس لیے بھی تم شکر کرو⑭ اور (وہی تو ہے کہ جس نے) زمین پر پہاڑوں کے بوجھ ڈال دیے تاکہ تم کو لے کر نہ ڈگمگائے اور تمہارے لیے نہریں اور رستے بنادیے تاکہ تم راہ پاؤ⑮۔ ❷ اور نشانیاں بھی (بنائیں) اور ستاروں سے وہ رستہ پاتے ہیں⑯ پھر کیا (ان سب کا) بنانے والا اس کے برابر ہو گیا جو کچھ بھی نہیں بنا سکتا پھر تم کیوں نہیں سمجھتے⑰ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو بھی تو شمار نہ کر سکو گے البتہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے⑱۔

ترکیب: ...... وتستخرجو معطوف ہے تاکلوا پر تلبسو نہا جملہ حلیۃ کی صفت و تری کا مفعول ثانی مواخر من المحر بمعنی شق الماء فیہ مواخر سے متعلق ہے البحر کے بیان حال کے لیے۔ ولتبتغوا عطف ہے لتاکلوا پر۔ ولعلکم اس پر۔ ان تمید ای مخافۃ ان۔ لحماً طریا والمراد بہ السمک وانما وصفہ بالطراوۃ اشعار ابلطافتہ والطراوۃ ضد الیبوسۃ ای غضا جدیدا یقال طریت کذا ای جددتہ و اطریت فلانا ای بالغت فی مدحہ مدحتہ باحسن مافیہ۔

تسخیر سمندر اور اس کے فوائد سے اثبات باری تعالیٰ

تفسیر: ...... اول بار ذاتِ الٰہی کا ثبوت اجرامِ سماویہ سے کیا تھا۔ پھر دوسری مرتبہ میں انسان کے بدن اور اس کے نفس سے تیسری دفعہ میں عجائب خلقتِ حیوانات سے چوتھی مرتبہ میں نباتات کے عجائب حالات سے۔ اب پانچویں مرتبہ میں خدا کا موجود و قادر و یکتا ہونا۔ اس کی اس صفت سے دکھاتا ہے جو عناصر کے ساتھ متعلق ہے۔ سب سے اول پانی کا ذکر کرتا ہے بقولہ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ۔ بحر سے مراد سمندر ہے جو زمین کے چاروں طرف محیط ہے جس میں سے تقریباً چہارم حصہ کے قریب زمین کھلی ہوئی ہے، جس پر یہ حیوانات انسان رہتے ہیں۔ اب اول تو اس پانی کو دیکھیے کہ کہاں سے آیا اور کس نے اس کو پیدا کیا؟ پھر اس کو غور کیجیے کہ خدا نے ایسا گہرا پانی کہ جہاں آدمی کا پتہ بھی نہ لگے انسان کے لیے کس طرح سے مسخر کر دیا اس کے قابو میں کیسا کر دیا کہ اول تو اس سے لحم طری یعنی تازہ گوشت نکال کر دکھاتے ہیں وہ کیا مچھلی اور عام اقوام کے لیے چھوے وغیرہ دیگر چیزیں بھی کہ سمندر سے نکال کر کھاتے ہیں کیا قدرت ہے کہ آدمی جو پانی میں دم بھر میں ڈوب مرتا ہے وہ پانی کے جانوروں کو کس طرح سے پکڑتا ہے اور لطف یہ ہے کہ سمندر کا پانی شور اور وہاں کے جانوروں کا گوشت خصوصاً مچھلی کا شور نہیں۔ دوم، وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً ...... الخ کس اطمینان کے ساتھ سیکڑوں گز گہرے پانی سے غوطہ لگا کے (لیکن وہ غوطہ یونہیں لگتا اس کی اور تدبیر ہوتی ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں) زیور نکالتے ہو یعنی موتی اور اس کے عمدہ عمدہ سیپ اور مونگا جن کو طرح طرح سے زیور بنا کے پہنتے ہیں۔ پہنتی تو عورتیں ہیں مگر مردوں سے اس لیے خطاب کیا کہ عورتوں کے پہننے سے مردوں کا دل خوش ہوتا ہے اور نیز بعض مرد بھی پہنتے ہیں۔

سوم: وَتَرَى الْفُلْكَ ...... الخ کہ بڑی بڑی کشتیاں جو ہوا کے زور سے چلتی ہیں پانی کو چیرتی پھاڑتی کس تیزی کے ساتھ آتی جاتی ہیں۔ ہوا کو انسان کے کیا بس میں کیا ہے۔ عنصر ہوا کا بھی اور نیز آگ کا بھی اس میں مجملاً ذکر آ گیا کیونکہ دخانی جہاز یا آگبوٹ یا سٹیمر سمندر

---

❶ فضل سے مراد اسباب معاش ہیں جو دریا کے سفر سے حاصل ہوتے ہیں تجارت ملک گیری اور دیگر اشیاء دریائی جو کارآمد ہیں اور علمی منافع بھی یہ سب اس کے فضل و کرم سے حاصل ہوتے ہیں ورنہ بہت سے جہاز ڈوب بھی جاتے ہیں جس کام کے لیے جاتے ہیں اس میں ناکامی ہو جاتی ہے ۱۲ منہ۔ ❷ تمہارے اسباب معاش تمہیں حاصل ہو جائیں اور ان میں تمہیں کامیابی ہو۔ اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان اسباب سے مسبب الاسباب کی طرف ہدایت ہو عارف کو ہر نعمت میں اسی کا پتہ ہدایت دکھائی دیا کرتا ہے ۱۲ منہ۔

میں اس طرح اِدھر اُدھر دوڑتے پھرتے ہیں کہ جس طرح زمین پر لگام کے اشارہ سے گھوڑا اِدھر اُدھر دوڑتا ہے گویا سمندر کو سطح زمین کر دیا لاکھوں من اسباب دور دراز ملکوں سے کس سہولت کے ساتھ آتا ہے اور کیسی تجارت ہوتی ہے جو مال داری کا جلد باعث ہوجاتی ہے وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهٖ میں یہی مراد ❶ ہے کیونکہ فضلِ رب سے روزی اور فراخ دستی کی طرف اشارہ ہے۔

اب اس سے زیادہ کیا تسخیر بحر ہوگی اسی نے یہ تدابیر تم کو تعلیم فرمائیں وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تا کہ تم اس کا شکر کرو مگر شکر تو در کنار لوگ اپنی ہی تدبیر اور کاری گری پر نازاں ہو کر خدا تعالیٰ ہی کو بھول گئے۔

فائدہ: زمین پر پہاڑوں سے بوجھ ڈالنے پر اعتراض اور اس کا جواب

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ ......الخ (الميد الحركة والاضطراب يميناً وشمالاً يقال ماد يميد ميداً یعنی مید کے معنی اِدھر اُدھر ہلنے کے ہیں) اب عنصرِ خاک یعنی زمین کے حالات سے استدلال کرتا ہے کہ جس پر رہ کر یہ بنی آدم غرور کرتے ہیں اور بعض تو سرے سے خدا تعالیٰ کے ہی منکر ہیں اور بعض اس کے ساتھ اور معبود قرار دیتے ہیں۔ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح خالی کشتی اِدھر اُدھر ہلا کرتی ہے اور جب اس میں کچھ بوجھ پتھر ڈال دیتے ہیں تو اس کے دباؤ سے نہیں ہلتی۔ یہی حال زمین کا تھا پھر جب خدا نے اس پر پہاڑوں کا بوجھ ڈال دیا تو ہلنے سے رک گئے

زمین ازتپ و لرزہ آمد ستوہ	☆	فرد کوفت بر دامنش میخِ کوہ

مگر اس تفسیر کے ظاہری معنی پر چند اعتراض ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ جس طرح پانی اپنی جگہ پر میلِ طبعی کی وجہ سے ٹھہرا ہوا ہے تو زمین جو اس سے بھی ثقیل ہے بدرجۂ اولیٰ اپنے حیزِ طبعی پر ٹھہری ہوگی پھر اس کے ہلنے کے کیا معنی۔ کچھ وہ پانی پر کشتی کی طرح نہیں بلکہ پانی اس پر ہے اس کے اردگرد سمندر لپٹا ہوا ہے۔ اگر باوجود اس جسامت اور ثقل کے زمین کی طبیعت میں سکون نہ تھا تو پہاڑ بھی تو زمین ہی کے جزو بدن ہیں جیسا کہ آدمی کے بدن پر پھوڑے اور پھنسیاں اُبھر آتی ہیں ایسا ہی پہاڑوں کو سمجھو پھر پہاڑوں کی طبیعت میں سکون کہاں سے آ گیا؟ اور یہ بھی ثابت کرنا پڑے گا کہ پہاڑ بعد میں زمین پر رکھے گئے ہیں۔ اس اعتراض کو مخالفینِ اسلام نے بڑے شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس کا جواب بھی مفسرین نے خوب دیا ہے۔ مگر کاتب الحروف کے نزدیک سرے سے اس آیت پر اور نیز اسی قسم کی دیگر آیات پر کوئی اعتراض ہی نہیں پڑتا۔ کیونکہ صاف معنی یہ ہیں کہ خدا نے زمین پر رواسی بوجھ ڈالے یعنی اس کی طبیعت میں ثقل اور بھاری پن رکھا۔ اور پہاڑ چونکہ اس کے اجزاء میں سخت اور ثقیل تر اجزاء ہیں اس لیے یہ ثقل ان کی طرف منسوب کیا گیا اور ان کو زمین کی میخیں قرار دیا ہوا کی طرح زمین کو خفیف نہیں بنایا، جو ادنیٰ سے سبب سے حرکت کرنے لگتی اس لیے اس پر سکون مشکل ہے بلکہ زمین میں ثقل پیدا کیا جس سے وہ ہلتی نہیں۔ اس تقدیر پر اگر یہ مسئلہ بھی حکماء حال کا مان لیا جائے کہ زمین حرکت کرتی ہے تب بھی کچھ اشکال وارد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کی یہ حرکت عینی یا وضعی جو کچھ ہو وہ نہیں کہ جس سے اس کے رہنے والے ہلنے لگیں اور پھرنا دشوار ہو جائے جیسا کہ اس کی کرویت بساط ہونے کے منافی نہیں۔ یہ کیا احسانِ باری ہے۔

وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ یہ تین باتیں اور بیان فرماتا ہے جو اس کی قدرتِ کاملہ کی دلیل اور بندوں کے حق میں احسانِ عظیم ہے یعنی زمین پر نہریں جاری کیں جن سے آبادی ملک ہے اور رستے بھی پہاڑوں اور دروں میں اسی نے رکھے اور پہاڑوں اور ٹیلوں کی

---

❶ ......اس میں بحری تجارت اور سفر کی طرف اشارہ ہے منہ ۱۲

علامتیں کردیں اگر سب زمین یکساں ہوتی تو بڑی مشکل پڑ جاتی۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ یعنی نہ صرف زمین ہی کی چیز ان کے لیے رستوں کی علامات ہیں بلکہ رات کولق ودق بیابانوں میں ستاروں کی سیدھ میں قافلے چلتے ہیں۔

اَفَمَنْ......الخ پھر جس نے یہ چیزیں بنائیں کیا وہ تمہارے بتوں کے برابر ہوگیا جو کچھ بھی نہیں بنا سکتے۔ ان سب کے بعد فرماتا ہے کہ میری اور بے شمار نعمتیں ہیں جن کو تم شمار نہیں کر سکتے اس پر بھی تم ناشکر اور غیر معبودوں کی طرف مائل ہو جس کی سزا میں یہ نعمتیں چھین لینا بجا تھا مگر اس پر بھی ہم بڑے غفور رحیم ہیں در گزر ہی کرتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا
يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ
ع يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ
مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا
يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ
قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ
ع اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾

ترجمہ:......اور اللہ (خوب) جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو﴿١٩﴾ اور جن کو وہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے ہیں حالانکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں﴿٢٠﴾ (اور) وہ تو مردے ہیں بے جان اور انہیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ کب لوگ زندہ کیے جائیں گے﴿٢١﴾ تمہارا معبود تو خدائے واحد ہے پھر وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل نہیں مانتے اور وہ ہیں بھی سرکش﴿٢٢﴾ ضرور اللہ (خوب) جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں بے شک اس کو غرور کرنے والے پسند نہیں آتے﴿٢٣﴾ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے تو کہتے ہیں کہ (کچھ نہیں) اگلے لوگوں کے قصے﴿٢٤﴾ تاکہ قیامت کے دن اپنا بھی پورا بار گناہ اٹھائیں اور ان کا بھی کہ جن کو ناسمجھی سے گمراہ کر رہے ہیں دیکھو کیا برا بوجھا ہے کہ جسے وہ اپنے اوپر لادے چلے جا رہی ہیں﴿٢٥﴾

ترکیب:...... لایخلقون خبر ہے والذین کی اموات خبر ثانی غیر احیاء تاکید ہے۔ ایان منصوب ہے یبعثون سے فالذین مبتدا قلوبھم جملہ خبر۔ ان للہ...... الخ جملہ لا جرم بمعنی حق وثبت کا فاعل جملہ ان اللہ......الخ ما استفہامیہ و ذا موصولہ والعائد محذوف اساطیر الاولین خبر ہے مبتدا محذوف کی لیحملوا ای قالوا اذلک لیحملوا وھی لام العاقبۃ۔ ومن اخفش کے نزدیک زائدہ ہے۔ والاساطیر جمع اسطورۃ کی جیسے احادیث جمع احدوثۃ واضاحیک جمع اضحوکۃ واعاجیب جمع اعجوبۃ۔ بغیر علم حال من المفعول ای یضلون الناس جاھلین۔

معبودانِ باطلہ کی حقیقت اور ان کی پرستش کی ممانعت

تفسیر:......وَاللّٰهُ يَعْلَمُ......الخ اس میں ایک اور فرق الٰہ حق اور فرضی معبودوں میں بتلایا ہے کہ اللہ کو ہر ایک ظاہر و باطن بات معلوم ہے تمہارے معبودوں کو نہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ......الخ جمہور مفسرین کے نزدیک ان سے مراد ان کے بت ہیں کہ جن کو وہ قادر زندہ اور دانا جان کر پرستش کرتے تھے جلالین میں ہے وھم الاصنام تفسیر کبیر میں اس جملہ کی شرح یوں کی ہے فاعلم انه تعالیٰ وصف هذه الاصنام بصفات کثیرۃ......الخ پھر ان کے بتوں کی قدرت کو یوں باطل کرتا ہے لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ کہ وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں سنگ تراش ان کو گھڑ گھڑ کر بناتے ہیں۔ زندگی کا بطلان یوں کرتا ہے اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ کہ بے جان ہے حس و حرکت بھی نہیں۔ ان کے علم و دانائی کو یوں باطل کرتا ہے وَمَا يَشْعُرُوْنَ کہ انہیں جو ضروری بات ہے وہ بھی معلوم نہیں کہ انسان مر کر کب زندہ ہوں گے۔ پھر جب یہ تینوں باتیں نہیں تو ان کی خدائی کیسی، اور ان کی عبادت لغو اور بے فائدہ ہے۔

رب تعالیٰ صرف ایک ہے:......اس لیے فرمایا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ کہ خدا صرف ایک ہی خدا ہے۔ مخالفین ان دلائلِ توحید سے بند ہو جاتے تھے اور دل میں بھی سمجھتے تھے مگر قوم کی رسم و عادت سے ان کی پرستش نہیں چھوڑتے تھے دل میں توحید نہیں سماتی تھی اور نہ ان کا تکبر پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی اجازت دیتا تھا اس بات کو فَالَّذِيْنَ سے لے کر اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ تک بیان فرماتا ہے۔

ضد، تکبر اور عناد کا بیان:......وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اب ان کی ضد اور تکبر اور عناد کی ایک اور بات بیان فرماتا ہے کہ جب ان سے کوئی قرآن کی نسبت سوال کرتا ہے کہ وہ کیسا ہے تو اس کے الہامی مطالب سے قطع نظر کر کے طعن کی راہ سے اس کے پند آمیز قصوں کو اگلے لوگوں کی کہانیاں کہہ دیتے تھے جاہلوں کو گمراہ کرنے کے لیے۔ لِيَحْمِلُوْٓا......الخ۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کے مخالف نہیں ہیں کیونکہ یہاں یہ مراد نہیں کہ دوسروں کا گناہ اٹھا کر ان کو بری کر دیں گے بلکہ یہ کہ ایک تو اپنا ذاتی گناہ اٹھاویں گے۔ دوم جن کو گمراہ کیا ہے ان کی گمراہی کا گناہ بھی انہیں کے سر پر رہے گا۔ ■ اور وَلَا تَزِرُ......الخ میں یہ مراد کہ دوسرے کو بری نہ کرے گا۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ
السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۞۲۶ ثُمَّ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ
قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۞۲۷ الَّذِيْنَ

■: منکرین کو قیامت میں دوہرا عذاب ہوگا ایک تو اپنے گناہ کی سزا، دوسرے ان کے گناہ کی سزا جن کو بے علمی سے یہ سب گمراہ کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس نے نیک راہ کی طرف ہدایت کی تو جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے سب کے ثواب کے برابر اس بتلانے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا اور عمل کرنے والے کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا، جس کسی نے کوئی بری بات کرنے کی لوگوں کو تعلیم دی تو جتنا عمل کرنے والے کو گناہ ہوگا ان سب کے برابر اس عمل جاری کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا اور عمل کرنے والوں کا [illegible] کم نہ ہوگا۔ حقانی۔

تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ:......ان سے پہلے لوگوں نے بھی مکر کیا تھا پھر اللہ نے بھی ان کی عمارت کو جڑوں سے ڈھا دیا اور ان کے اوپر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آ موجود ہوا کہ جہاں کی ان کو خبر بھی نہ تھی ﴿۲۶﴾ پھر قیامت میں بھی خدا رسوا کرے گا اور پوچھے گا کہ کہاں ہیں میرے وہ شریک کہ جن میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے (ان کو تو جواب بھی نہ آئے گا لیکن) علم والے (انبیاء) کہہ اٹھیں گے کہ آج منکروں کی رسوائی اور برائی ہے ﴿۲۷﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی فرشتوں نے ایسی حالت میں روحیں نکالی تھیں کہ وہ اپنے اوپر ستم کر رہے تھے پھر تو شرمندہ ہو کر کہیں گے کہ ہم تو کچھ بھی برائی نہ کیا کرتے تھے (فرشتے کہیں گے) ہاں ہاں اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ کہ تم کیا کرتے تھے ﴿۲۸﴾ پھر (حکم ہوگا کہ) دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ کہ وہاں ہمیشہ رہا کرو پھر متکبروں کا کیا ہی برا ٹھکانہ ہے ﴿۲۹﴾۔

ترکیب:......فاتی اللہ ای قصد۔ من فوقھم متعلق ہے خرّ سے ویجوز ان یکون من لابتداء الغایۃ وان یکون حالا ای کائنامن فوقھم یوم القیامۃ ظرف ہے یخزیھم کا الیوم کا عامل الخزی۔ الذین جملہ الکافرین کی صفت ہے ظالمی حال ہے ھم ضمیر تتوفھم سے السلم بمعنی القول جیسا کہ دوسری آیت میں ہے فالقوا الیھم القول ماکنا تفسیر السلم کی۔

سابقہ اُمتوں کے کفر کا انجام

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ کافر قرآن کو مکر وفریب سے قصے کہانیاں بتلاتے ہیں لوگوں کو بہکانے کے لیے اب فرماتا ہے کہ کچھ انہیں پر منحصر نہیں ان سے پہلوں نے بھی دینِ حق کے مقابلہ میں بہت کچھ مکر وفریب کیے تھے کہ جن کو خدا نے برباد کیا، فَاَتَی اللّٰہُ......الخ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت کے ظاہری معنی مراد ہیں کہ از راہ مکر کے قدیم زمانے میں کفار نے مقامات بلند بنائے تھے خدا نے ان کو جڑ سے گرا دیا چھت ان کے اوپر آ پڑی دب کر یکایک مر گئے جیسا کہ طوفانِ نوح کے بعد بابل شہر میں ایک نہایت بلند برج بنایا تھا۔ بعض کہتے ہیں یہ ایک محاورے کی بات ہے کہ ان کے منصوبوں کو ڈھا دیا جیسا کہ کسی منصوبے کے پورا نہ ہونے کے موقع پر کہتے ہیں کہ چنا چنایا گھر گر پڑا۔

آخرت میں کفار کی رسوائی:......ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ پھر فرماتا ہے کہ کچھ دنیا ہی کی سزا پر منحصر نہیں بلکہ قیامت کے دن بھی اللہ ان کو رسوا کریں گا کہ ان سے پوچھے گا کہ وہ میرے شریک جو تم نے اپنے نزدیک قرار دے رکھے تھے کہاں ہیں؟ ادھر طعن وتوبیخ کے طور پر اہلِ علم (مؤمنین یا انبیاء یا ملائکہ) انہیں کہیں گے کہ آج کفار کی رسوائی اور برائی ہے۔

اَلَّذِیْنَ ❶ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ یہ کفار کی رسوائی اور قیامت کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ اس روز ان سے خدا پوچھے گا کہ جن کو تم نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا وہ کہاں ہیں جواب نہ آئے گا سرنگوں ہو جائیں گے ان کی سرزنش کے لیے علماء انبیاء ملائکہ کہیں گے کہ یہ بڑے بدنصیب اور قابلِ سزا ہیں مرتے دم تک یعنی اس وقت تک کہ فرشتے جان نکالنے آئے اپنی اسی بت پرستی اور بدکاری میں اپنی جانوں پر

❶......کہاں ہے وہ نیچری مفسر جو فرشتوں کا انکار کرتا ہے اور ان کو کبھی انسانی قوتیں اور کبھی صفاتِ باری اور کبھی نباتات کی قوتیں بتلاتا ہے ۱۲ منہ

ستم ڈھا رہے تھے اس وقت بھی ان کو توبہ نصیب نہ ہوئی اس بات پر وہ بدبخت سر نیچا کر کے ان اہل علم کے جواب میں کہیں گے ہم تو دنیا میں کوئی بھی برا کام نہیں کرتے تھے ان کی دروغ گوئی (جھوٹ) پر ملائکہ کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو تمہارے اعمال خدا کو معلوم ہیں۔ اس کے بعد ان کو فیصلہ سنا دیا جائے گا کہ چلو جہنم کے دروازوں میں گھسو جہاں تم کو سدا رہنا ہوگا یعنی عمر قید۔ اس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ کیا ہی برا ٹھکانا ان متکبروں کا ہے۔ یعنی بہت بری سزا کے مستوجب ہیں۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ
هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۰ جَنّٰتُ
عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ
يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ
عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ
اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۴ ع

ترجمہ:......اور پرہیزگاروں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا؟ تو کہتے ہیں اچھی چیز جنہوں نے نیکی کمائی ہے (ان کے لیے اس دنیا میں بھی بہتری ہے اور آخرت کا گھر تو بہت ہی بہتر ہے اور پرہیزگاروں کا کیا ہی خوب گھر ہے ۝۳۰ رہنے کے باغ کہ جن میں وہ داخل ہوں گے (وہاں) ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی (اور وہاں) ان کے لیے جو چاہیں گے موجود ہوگا اور پرہیزگاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتا ہے ۝۳۱ ان کو کہ جن کی فرشتے ایسی حالت میں روح قبض کرتے ہیں (کہ وہ آلائش گناہ سے پاک) صاف ہوتے ہیں ان سے آکر سلام کرتے اور کہتے ہیں کہ جنت میں چلو اپنے عملوں کی وجہ سے کہ جن کو تم کیا کرتے تھے ۝۳۲ کیا منکر اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آپ کے رب کا حکم آجائے ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور اللہ نے تو کچھ بھی ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے ۝۳۳ پھر ان کو ان کے اعمال بد کے نتیجے مل کر رہے اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے وہی ان پر آنازل ہوا ۝۳۴۔

ترکیب:......ماذا محل نصب میں ہے انزل سے جیسا کہ ماذا کے جواب قالو اخیرا ای انزل خیرا سے معلوم ہوتا ہے۔ جنت عدن مخصوص بالمدح نعم کا یدخلو نہا اس سے حال اور ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو کر یدخلو نہا اس کی خبر ہو یا محذوف ہو طیبین حال من المفعول وھو القوی وقیل من الفاعل مقارنۃ او مقدرۃ۔

اہل ایمان سے سوال اور ان کا جواب

تفسیر: .....کافروں کے مقابلے میں مؤمنین کا ذکر کرتا ہے وَقِيلَ لِلَّذِينَ..... الخ کہ ان سے جو قرآن کا حال پوچھا جاتا ہے تو اس کو بہتر اور عمدہ بتلاتے ہیں۔ مکہ کے مشرکین ایام حج میں بد معاش لوگوں کو مکہ کے رستوں پر بٹھلا دیتے تھے اور عرب کے قبیلوں میں آنحضرت ﷺ کے دین اور قرآن کا ایک حیرت انگیز چرچا پھیلا ہوا تھا وہ اپنے ایلچی ان ایام میں اس امر کے دریافت کرنے کو بھیجتے تھے یہ رستوں پر بیٹھنے والے ان سے کہہ دیتے تھے کہ قرآن بہت بری چیز ہے پھر بعض انہیں کے مزاج کے اس کو سچ جان کر اپنی قوم میں برائی سے یاد کرتے تھے۔ اور نیک طینت مکہ میں آنحضرت ﷺ کے صحابہ سے مل کر اصل حال سے واقف ہوتے تھے اور اپنی قوم میں جا کر بھلائی کے ساتھ یاد کرتے تھے اس آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

احسان اور نیکی کا بدلہ: .....لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا..... الخ یہاں سے نیکی کا نیک بدلہ ملنا بیان فرماتا ہے۔ فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا کو بعض مفسرین أَحْسَنُوا سے متعلق کرتے ہیں تب یہ معنی ہوں گے کہ جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کمائی ہے ان کو دارِ آخرت میں نیک بدلہ ہے، اور اکثر حسنہ سے متعلق کرتے ہیں اور یہی قوی ہے یعنی نیکوں کو اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا اجر تو بہت ہی کچھ ہے۔ دنیا میں بھلائی ملنا عام ہے نیک نامی ہو یا فراخ دستی خوش حالی ہو یا مخالفوں پر فتح یابی ہو، یا روح کا نور و سرور ہو۔ پھر دارِ آخرت کا بیان فرماتا ہے کہ جنت ہے اور اس میں یہ یہ نعمتیں ہیں۔ الَّذِينَ سے نیکوں کی صفت بیان فرماتا ہے کہ فرشتے جو ان کی جان قبض کرنے آتے ہیں تو اس وقت وہ طیب ہوتے ہیں (یہ بھی بڑا وسیع المعنی ❶ لفظ ہے شامل ہے گناہوں کے میل کچیل سے پاک و صاف ہونے کو اور نیز علائق دنیا دل سے دور ہونے کو اور اصلی گھر میں جانے کی خوشی کو اور شوقِ دیدار الٰہی کو) فرشتے ان سے سلام علیکم کہتے ہیں اور جنت کا مژدہ دیتے ہیں۔

هَلْ يَنظُرُونَ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ منکر بجز موت کے فرشتوں کو دیکھنے کے یا عذاب الٰہی کے دیکھنے کے نہیں مانیں گے برخلاف ایمان داروں کے کہ وہ پہلے ہی سے ایمان رکھتے ہیں سو یہ کچھ نئی بات نہیں پہلے بھی ایسا ہی کرتے تھے جو بلا میں پڑے تھے۔

وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُم مَّنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُم مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ

❶ .....جس کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ وہ اس وقت خدا کے پاس جانے کے لیے خوش ہوتے ہیں اور دار البقاء کا شوق ان پر غالب ہوتا ہے دنیا سے جانا قید خانہ سے رہائی سمجھتے ہیں۔ جب طیبین کو ملائکہ سے حال بنایا جائے گا تو یہ معنی ہوں گے کہ ملائکہ موت نہایت خوش اخلاقی سے مونس بن کر سلام کہتے ہیں اور دار الخلد کا مژدہ دیتے ہیں۔ اس وقت مومن نیکو کار کو ایسی فرحت ہوتی ہے کہ جس کا بیان نہیں برخلاف ان کے جو دنیا اور اس کی لذات اور گناہوں کی آلائش میں ڈوبے ہوتے ہیں اور برے اعمال کے برے نتائج دیکھتے ہیں اور دنیا کی محبت اور لذات و شہوات کی بھاری بیڑیاں پاؤں میں ہوتی ہیں تو بڑا رنج ہوتا ہے اور جس طرح کوئی قیدی کو زبردستی جیل خانہ میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے اسی طرح وہ دوسرے جہاں میں جاتے ہیں ۱۲ منہ۔

الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

ترجمہ:.....اور مشرکین کہتے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ہم اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرتے نہ ہم نہ ہمارے باپ دادا اور نہ بغیر اس کے حکم کے ہم کوئی چیز حرام قرار دیتے ان سے پہلوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا پھر رسولوں پر اس کے سوا اور کیا تھا کہ صاف صاف حکم پہنچا دیں۝ اور ہم ہر قوم میں ایک نہ ایک رسول (اسی بات کے لیے) بھیجتے رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور بتوں سے بچو پھر ان میں سے کسی کو تو اللہ نے ہدایت دی اور کسی پر گمراہی سوار ہوگئی پھر ملک میں چل کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۝۔

ترکیب:.....نحن تاکید بضمیر عبدنا من دونہ من شئی من الاولی بیانیۃ والثانیۃ زائدۃ الطاغوت من الطغیان یذکر ویؤنث ویقع علی الواحد والجمع والمراد بہ کل معبود من دون اللہ کالشیطان والصنم وکل من دعی الی الضلال۔

تعلم نبوت اور کفار کا جواب

تفسیر:.....نبی علیہ السلام جب کفار کو ان کی بری باتوں سے منع کرتے اور عذابِ الٰہی سے ڈراتے تھے تو وہ یہ بھی جواب دیا کرتے تھے کہ ہمارا یہ شرک کرنا بت پوجنا اور اسی طرح بتوں کے نام کی چیزوں کو تعظیماً حرام سمجھنا جیسا کہ بحیرہ اور سائبہ ہے کچھ آج سے نہیں بلکہ باپ دادا کے زمانۂ دراز سے چلا آتا ہے اگر یہ امر خدا کو منظور نہ ہوتا تو نہ انہیں کرنے دیتا نہ ہمیں خود کرنے دیتا کیونکہ بندہ اس کے بس میں ہے اب اس کو اے رسول تمہاری معرفت منع کرنے کی کیا ضرورت؟ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ کیونکہ یہ جبر وقدر کا نازک مسئلہ اس قابل نہ تھا کہ جس کو وہ سمجھتے کہ فی الجملہ بندہ کو بھی اختیار دیا گیا ہے اور نیز ان کی یہ حجت معاندانہ بھی جس سے انکارِ نبوت مقصود تھا۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد:.....اسی لیے فرمایا کہ ان سے پہلے جہلا بھی یوں ہی حجت کرتے آئے ہیں۔ انبیاء کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے ان کا کام صرف سمجھا دینا ہے اور ہر قوم میں رسول آکر بت پرستی سے منع کرتے آئے ہیں اور توحید کا حکم دیتے آئے ہیں جس طرح آج تم میں سے جو ازلی نیک ہیں رسول کے مطیع اور بدبختِ ازلی رسول کے نافرمان ہیں وہ بھی ایسے ہی تھے پھر تم نے یہ کہاں سے ثابت کرلیا کہ خدا ہمارے اس کام سے خوش ہے اگر ہمیشہ سے اللہ کی عادت یوں جاری نہ ہوتی کہ وہ انبیاء بھیج کر بری باتوں سے منع نہ کرتا تو اس کا سکوت رضامندی پر محمول کرتے۔ حاصل یہ کہ ہمیشہ سے ہر جگہ رسول بری باتوں سے منع کرتے آئے ہیں ان کا کام حکم پہنچا دینا تھا پہنچا دیا لیکن گمراہوں نے نہ مانا سو تم بھی ان کی پیروی کر رہے ہو خدا تمہارے اس کام سے خوش نہیں اب تم زمین پر پھر کر دیکھ لو کہ رسولوں کے جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا کسی پر کچھ مصیبت آئی کسی پر کچھ، گاؤں اور شہر اجڑے پڑے ہیں اور ان کے آثار اور بقیہ علامات ان کے حال زار پر اشک حسرت بہا رہے ہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پہلوں کی بری باتیں بھی قابل سزا تھیں۔

اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کچھ پہلوں ہی پر وبالِ الٰہی کا آنا منحصر نہیں گو اللہ تعالیٰ غصہ کا دھیما اور بہت فروگذاشت کرنے والا ہے جھٹ پٹ انسان کو دنیا میں اس کے برے کام پر سزا نہیں دیتا مگر جس قوم کی شرارت حد کو پہنچ جاتی ہے تو انتقامِ الٰہی کا وقت بھی آجاتا ہے اور مختلف طور پر دنیا میں عذاب اترتا ہے، کسی کو دشمن کی تیغ بے دریغ کا لقمہ کرتا ہے کسی کو افلاس ونفاق کی بلا سے ہلاک کرتا ہے کسی کو ہیضہ سے کسی کو زلزلہ سے کسی کو پہاڑوں کے آتش فشاں مادے سے کسی کو قحط شدید سے ہلاک کرتا ہے، العیاذ باللہ۔

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ
حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ
وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۞ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ
اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۞

ترجمہ:.....اگر آپ ان کی ہدایت کی حرص کریں (تو کیا) اس لیے کہ اللہ جس کو گمراہی پر رکھنا چاہتا ہے تو اس کو ہدایت نہیں دیتا اور نہ ان کو کوئی مدد کر سکتا ہے ۞ اور وہ (منکر) اللہ کی سخت (سخت) قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ مردے کو زندہ نہیں کرے گا ہاں ہاں اس نے اپنے اوپر وعدہ کر لیا لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں ۞ (وہ ضرور زندہ کرے گا) تا کہ جو اس میں اختلاف کر رہے ہیں ان کو معلوم کرا دے اور (اس لئے بھی کہ) کافروں کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے ۞ ہم جس چیز کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے لئے ہمارا اتنا ہی کہنا بس ہے کہ ہم اسے کہتے ہیں ہو جا پھر وہ ہو ہی جاتی ہے ۞۔

ترکیب:.....ان تحرص شرط، لاتقدر جواب محذوف فان اللہ اس کی جگہ قائم ہے۔ من یضل مفعول ہے لا یهدی کالیبین یبعث مقدر سے متعلق قولنا مبتدا شیء موصوف اردناہ صفت قولنا سے متعلق ان نقول خبر جهدا یمانهم الجهد بفتح الجيم المشقة و بضمها الطاقة و نصبه على المصدرية والمعنى حلفوا جاهدين غاية اجتهادهم و ذلک انهم کانوا یقسمون بآبائهم والهتهم فاذا کان الامر عظیما اقسموا باللہ تعالیٰ وعدا مصدر مؤکد لما دل علیہ بلی۔

آپ ﷺ کی ہدایت پر حرص

تفسیر:.....پچھلی آیتوں میں ظالموں اور نبی کے منکروں کا انجام کار بیان فرمایا تھا۔ اب آنحضرت ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ کی ہدایت وتلقین میں کوئی قصور نہیں، لیکن جس طرح پہلے زمانہ میں ازلی گمراہ ہدایت پر نہ آئے، یہاں تک کہ ہلاک ہو گئے، آپ کی قوم کے ازلی گمراہوں کا بھی یہی حال ہے یہ سب انبیاء کے ساتھ ہوتا آیا ہے اب آپ تبلیغ کر چکے ان کی ہدایت پر حرص نہ کریں فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ ازلی گمراہ ہیں ان کو کون ہدایت دے سکتا ہے۔

کفار کا قسمیں کھا کر قیامت کا انکار کرنا:.....وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ یہ ان کی ضلالت ازلی کی ایک بڑی بھاری بات تھی کہ جس کا ذکر کرنا یہاں مناسب تھا وہ یہ کہ ان کو قیامت کا سخت انکار تھا وہ قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ مر کر کوئی زندہ نہ ہوگا اس خیال کو ان کی اس کوتاہ فہمی نے اور بھی قوی کر رکھا تھا کہ جب آدمی مر گیا اور اس کے اجزاء بدن ریزے ریزے ہو کر خاک میں اس طرح مل گئے کہ جن کا ہم کرنا ان کے خیال میں محال در محال تھا پھر ان کا جمع کرنا اور روح ڈالنا ناممکن تھا اور جب انسان کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ مر کر نیست ہو جاتا ہے تو پھر نیکی اور بدی کی اس کو کچھ بھی پروا نہیں رہتی دنیا ہی کی کامیابی اور ناکامی کو یہ نجات اور عذاب سمجھنے لگتا ہے جیسا کہ آج کل ہم دیکھتے ہیں۔

بعث بعد الموت پر دلائل:.....بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا سے ان کے اس خیال باطل کو ایک دلیل نقلی اور ایک دلیل عقلی سے رد کرتا ہے

اور نقلی دلیل چوں کہ جلدی ساکت کر دیتی ہے اس لیے اس کو بَلٰی وَعۡدًا سے لے کر اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰذِبِيۡنَ تک تمام کیا عرب کے مشرکین انبیاء سابقین کے حقیقی یا ادعائی پیرووں سے یہ سنتے آئے تھے کہ خدا نے پہلی کتابوں میں پہلے انبیاء کی معرفت مرنے کے بعد زندہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے تا کہ وہاں انسان کے نیک و بد کام کی کامل سزا و جزا ملے لِيُبَيِّنَ وَلِيَعۡلَمَ میں اس طرف اشارہ ہے پس خدا اپنے وعدے کو ضرور پورا کریں گا خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

اِنَّمَا قَوۡلُنَا ...... الخ یہ دلیل عقلی ہے کہ ہر عاقل یہ بات جانتا ہے کہ اس عالم گونا گوں کو قادر مختار نے بنایا ہے اور نیز وہ کسی بات میں عاجز نہیں جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کو کُنۡ کہتا ہے یعنی ہو جا سو وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کے اسباب بھی معاً بہم ہو جاتے ہیں پھر انسان کا بارِ دگر زندہ کرنا اور موجود کرنا اس کے نزدیک کیا محال ہے؟ وہ قادر مطلق ہے جس نے انسان کو قطرۂ منی سے بنایا وہ اس کو بارِ دگر بھی بنا سکتا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا فِى اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَـنُبَوِّئَنَّهُمۡ فِى الدُّنۡيَا حَسَنَةً‌ ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ اَكۡبَرُ‌ۘ لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ‏ ﴿۴۱﴾ الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ‏ ﴿۴۲﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ‌ فَسۡـئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَۙ‏ ﴿۴۳﴾ بِالۡبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ‌ؕ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ‏ ﴿۴۴﴾

ترجمہ: ...اور جنہوں نے ظلم اٹھانے کے بعد اللہ کے لیے ہجرت اختیار کی تھی تو البتہ ہم ان کو دنیا میں بھی اچھی جگہ دیں گے اور آخرت کا بدلہ تو بہت ہی بڑا ہے کاش انہیں معلوم تو ہوتا ﴿۴۱﴾ کہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کیے رہے ﴿۴۲﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے بھی تو انسان ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے پھر اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو یاد رکھنے والوں (اہل علم) سے پوچھ کر دیکھو ﴿۴۳﴾ ان کو ہم نے معجزے اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور (اے رسول) آپ کے پاس بھی ہم نے قرآن بھیجا تا کہ جو کچھ لوگوں کے لیے حکم بھیجا گیا ہے آپ ان کو بیان کر دیں اور تا کہ وہ خود بھی سوچیں ﴿۴۴﴾۔

ترکیب: والذین ...الخ مبتدا لنبوئنهم خبر حسنة لنبوئنهم کا مفعول ثانی کیونکہ لنبوئنهم بمعنی لنعطینهم ہے اور ممکن ہے کہ بمعنی لنزلنهم ہو فالتقدیر نزلنهم فی الدنیا دارا حسنة۔ الذین صبروا موضع رفع میں ہے علی اضمار هم۔ بالبینات متعلق ہے ارسلنا محذوف سے۔

شانِ نزول: ...... پہلی آیتوں میں تھا کہ کفار قسم کھا کر قیامت کا انکار کرتے ہیں پھر جب دارِ جزا سے ان کو اس قدر انکار تھا تو اس ایسی حالت میں کہ مکہ میں انہیں کا غلبہ اور زور تھا دین دار مسلمانوں پر کیا کچھ ظلم و ستم نہ کرتے ہوں گے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ آیت چھ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو قریش مکہ کے غلام تھے اور اسلام لانے کی وجہ سے ان پر بڑا ظلم و ستم ہوتا تھا۔ من جملہ ان کے صہیب و بلال و عمار ہیں (ک) اس لیے وَالَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا سے لے کر وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ تک ایمان داروں کو صبر و

برداشت اور توکل کی ترغیب دلائی جاتی ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے اجر کا وعدہ فرماتا ہے۔

اہل ہجرت سے دو وعدے:...... وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ یعنی اول کفار کی ایذائیں سہنا ان کی مار پیٹ سب و شتم برداشت کرنا پھر لاچار ہو کر اللہ کے لیے وطن چھوڑ دینا جب کہ وہاں رہنا مشکل ہو جائے جیسا کہ ابتداء اسلام میں ہوتا تھا ایسے لوگوں کے لیے دو وعدے کرتا ہے اول لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ...... الخ یہ کہ ہم دنیا میں بھی حیران و سرگردان نہیں رہنے دیں گے، بلکہ ان کو اچھے طور سے جگہ دیں گے جیسا کہ صحابہ کو مدینہ میں عمدہ جگہ دی (حسن، شعبی، قتادہ) دوم وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ۔ یعنی دارِ آخرت میں ان کے لیے بڑا اجر ہے وہ کیا؟ سُرورِ جاودانی اور حیاتِ ابدی کی بادشاہت، ان دونوں صفتوں کے مقابلے میں دو انعام کا وعدہ ہوا۔ پھر دونوں وصفوں کی عام طور پر تشریح فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ صَبَرُوْا یعنی مخالفوں کی ایذائیں سہنا اور حق پر ثابت قدم رہنا۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔ یعنی خدا پر توکل کرنا جو اپنے رب سے بہتری کی امید پر ہجرت کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ صبر تو ظُلِمُوْا سے متعلق ہے اور توکل هَاجَرُوْا سے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کچھ کفار کے ستم اٹھا کر ہجرت کرنے ہی پر یہ وعدۂ الٰہی منحصر نہیں بلکہ صبر و توکل پر جہاں کہیں ہو اور کسی بات میں ہو خواہ گناہوں کے ترک کرنے پر اور نفسِ ظالم کے صدمات اٹھا کر اس کو اس کی بری خواہشوں سے روکنے پر یا دینِ الٰہی میں کوئی محنت و مشقت کا کام اختیار کرنے پر اسلام کی ترویج و افشاء پر خواہ کفر و بت پرستی چھوڑ کر خدا کی طرف آنے میں۔ گویا یہ آیت جس طرح اس کی راہ میں صبر و توکل کرنے والوں کے لیے انعامِ الٰہی کا پروانہ ہے اسی لیے اس بات کے لیے بھی اعلان ہے کہ خدا تعالیٰ سے رابطہ کرنا کوئی ہنسی کھیل نہیں اس رستہ میں بڑا مستحکم ہو کر مصائب پر صبر کرنا چاہیے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ ...... الخ ان آیتوں میں پھر اسی بات کی طرف رجوع ہے کہ جس کی وجہ سے مشرکین عرب مسلمانوں اور نبی علیہ السلام کو تکلیفیں دیتے تھے جن پر صبر و برداشت اور توکل کا ان کو پچھلی آیت میں حکم دیا گیا تھا۔

اور وہ بات یہ تھی کہ عرب کے لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سن کر کہ جس میں حرام اور ناپاک اور مکروہ افعال کی مذمت اور بت پرستی کی قباحت اور مکارم اخلاق کی تاکید تھی یہ کہتے تھے کہ اگر خدا کو ہمیں سمجھانا ہی مقصود تھا تو ہمارے پاس آسمان سے فرشتہ کیوں نہیں بھیج دیا؟ چنانچہ ان کا یہ شبہ مع الجواب قرآن مجید میں اور مقامات پر بھی ذکر ہوا ہے۔ اب اس شبہ کا اس آیت میں یوں جواب دیتا ہے کہ چند در چند اسرار مصالح کی وجہ سے ہمیشہ انسان ہی رسول ہوتے آئے ہیں اور وہی خدا کے صحیفے اور معجزات لائے ہیں اگر تمہیں یہ بات معلوم نہ ہو تو اہلِ علم سے پوچھ دیکھو۔ اور اسی لیے ہم نے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر بھی ذکر یعنی قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کو آپ احکامِ الٰہی بتا دیں اور آیاتِ قدرت سے نصیحت حاصل کرنا سکھا دیں اور تاکہ وہ خود بھی غور و فکر کریں۔

اہل ذکر کون ہیں:...... (۱) فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ میں علماء کے کئی قول ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اہلِ تورات یعنی یہود مراد ہیں۔ زجاج کہتے ہیں عموماً اہلِ کتاب مراد ہیں کیونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ پہلے انبیاء بھی انسان تھے۔ اور عرب کے مشرک اہلِ کتاب کو اہل الذکر یعنی اہلِ علم سمجھتے تھے اس لیے ان سے دریافت کرنے کا مشرکین کو حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں عموماً اہلِ علم مراد ہیں۔

(۲) اس آیت سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ اُس وقت تورات یا انجیل اہلِ کتاب کے پاس بلاتحریف موجود تھی جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۳) بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ اَرْسَلْنَا کے ساتھ متعلق ہے جیسا کہ آیت کا سیاق اور سباق چاہتو ہے نہ کہ فَسْئَلُوْٓا سے۔

تقلید کی بحث:...... (۴) اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اگر کسی کو کوئی بات خصوصاً شرعی مسئلہ از خود معلوم نہ ہو تو جو اس کو جانتا ہو اس سے دریافت کر لینا چاہیے۔ یہ بات بھی مان لینی چاہیے کہ دریافت کرنے میں کسی کی خصوصیت نہیں کہ کس سے دریافت

کرے کوئی اہلِ علم ہو خواہ روایاتِ احادیث واقوالِ علماء سلف صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے ماہر اوران سے جواب دے خواہ قرآن و احادیث سے استنباط کر کے۔ اصول فقہ میں علماء نے اس بات کو طے کر دیا ہے کہ اول قرآن سے پھر احادیث سے پھر اجماع سے حجت پکڑی جاتی ہے اور جب کوئی مسئلہ صاف طور پر نہ قرآن میں ملے نہ احادیث میں نہ اجماع سے ثابت ہو تو پھر استنباط کی ضرورت ہے۔ اور استنباط خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس لیے دین میں استنباط بھی ایک مستند چیز مانی گئی اور ضرور ماننی چاہیے کیونکہ بغیر اس کے قرآن مجید وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ استنباط کرنا ہر ایک کا کام نہیں اور اس کے شروط بھی ہیں اور استنباط کو فقہاء قیاس بھی کہتے ہیں پس جو استنباط نہ کر سکتا ہو اس مسئلے میں جو اس کو کتاب وسنت واجماع میں نہ ملے تو مستنبط یعنی مجتہد سے پوچھ کر اس پر عمل کرنا چاہیے اور اسی کو تقلیدِ شرعی کہتے ہیں جس کی ضرورت سمجھی گئی، واللہ اعلم بالصواب وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتٰبِ۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾
اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا
خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ
دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

ترجمہ:...... پھر کیا جو لوگ بری بری تدبیریں کیا کرتے تھے ان کو اس بات کا کچھ بھی خوف نہیں رہا کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر (وہاں سے) عذاب آجائے کہ جدھر کی انہیں خبر بھی نہ ہو﴿۴۵﴾ یا خدا انہیں چلتے پھرتے پکڑ لے پھر وہ اس کو ہرا بھی نہ کر سکیں﴿۴۶﴾ یا ان کو خوف ناک حالت میں آپکڑے اس میں شک نہیں کہ تمہارا رب نہایت شفیق رحم کرنے والا ہے﴿۴۷﴾ کیا وہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کے سائے (کبھی) دائیں طرف (کبھی) بائیں طرف جھکے جا رہے ہیں﴿۴۸﴾ اور نہایت عجز کے ساتھ خدا کو سجدا کر رہے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے (اور) زمین پر سب چلنے والے اور فرشتے وہ سب کے سب انکساری کے ساتھ اللہ ہی کو سجدہ کر رہے ہیں﴿۴۹﴾ (اور) اپنے بالادست رب سے ڈر رہے ہیں اور جو کچھ ان کو حکم ہوتا ہے اس کو بجالاتے ہیں﴿۵۰﴾۔

ترکیب:...... السیئات صفت ہے المکرات مفعول محذوف کی ای مکر والمکرات السیئات ان یخسف...... الخ جملہ مفعول امن او یاتیھم معطوف ہے یخسف پر اسی طرح یاخذا اور یاخذ ثانی ۔علی تخوف موضع حال میں فاعل یا مفعول سے جو او یأخذھم میں ہے یتفیئو تمیل ظلال جمع ظل یا تو واحد کو موضع جمع میں استعمال کیا ہے یا ہر روز کے سایہ کے لحاظ سے یا وقتاً فوقتاً پھیلنے کے

٭ الدخور الصغار والذل قال الازھری تفیئو الظلال رجوعھا بعد انتصاف النھار فالتفیئو لایکون الا بعد زوال الشمس والذی یکون بالغداۃ فھو الظل والمراد مطلق الظل قال صاحب السمین التفیئو من فاء یفئ اذا رجع واذا ارید تعدیہ عدی بالھمزۃ کقولہ ما افاء اللہ علی رسولہ او بالتضعیف ضیاء اللہ الظل ۱۲ منہ۔

لحاظ سے ایک سایہ کو متعدد سایوں کے ساتھ تعبیر کیا یعنی لفظ جمع ظلال استعمال کیا گیا عن واسطے مجاوزۃ کے یتجاوز الظلال الیمین الی الشمال شمائل جمع سجدا حال ہے ظلال سے وھم داخرون بھی انہی سے حال ہے ان کو ذی عقل قرار دے کر۔

اہل کفر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر ہو گئے ہیں؟

تفسیر:......اب ان سرکشوں کو (جو بڑے مکر وفریب کرتے تھے یعنی مخفی طور پر اسلام مٹانے کی تدبیریں کیا کرتے تھے) اپنے قہر و جبروت سے دھمکاتا ہے کہ ان کو چار باتوں سے بھی ڈر نہیں اور کیوں اطمینان اور امن ہو گیا؟۔

(۱) اَنۡ یَّخۡسِفَ اللّٰہُ بِہِمُ الۡاَرۡضَ کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسادے پہلی بھی اور پچھلی صدیوں میں کیا بلکہ سال میں بھی زلزلہ آ کر زمین پھٹ گئی اور بڑے بڑے جبار و شہوت پرست مع مکانات زمین میں سما گئے قارون بھی سما گیا تھا۔

(۲) اَوۡ یَاۡتِیَہُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَشۡعُرُوۡنَ کہ ان پر ایسے طور ایسی جگہ سے عذاب آئے کہ جس کی انہیں خبر بھی نہ ہو آسمان سے دفعۃً اولے کیا بڑی بڑی سلیں برسنے لگیں۔ چنانچہ ابھی کئی سال کا عرصہ گذرا کہ مراد آباد اور اس کے گرد نواح میں بڑے بڑے اولے کیا آسمانی گولے برسے کہ جس سے صدہا آدمی اور جانور ہلاک ہو گئے اور سینکڑوں درخت گر پڑے۔ خاص دہلی میں میرے ایک دوست نے جو ایک اولا تولا آدھ سیر کا تھا اور پہلی امتوں میں بھی اولے مائیت سے مستحیل ہو کر حجریت میں آ گئے تھے اور بڑے بھاری پتھر بن کر برسے، جیسا کہ لوط علیہ السلام کی بستیوں پر واقعہ گذرا، یا پانی سے دفعۃً رو آ کر غارت کر دیئے گئے۔ چنانچہ دو تین سال کا عرصہ گذرا کہ آدھی رات کے قریب جب لوگ خواب راحت میں تھے شہر پٹیالہ میں ایسی رو آئی کہ مکانوں اور بازاروں میں گزوں پانی تھا جس سے صدا (سینکڑوں) آدمی ڈوب مرے، صدہا مکانات گر گئے، یا ایسی تند ہوا آ جائے جو بربادی کا باعث ہو، الغرض خدا کی صدہا بلائیں ہیں جو دفعۃً آ جاتی ہیں جس میں بادشاہ سے لے کر رعیت تک کسی کا کچھ زور نہیں چلتا۔

(۳) اَوۡ یَاۡخُذَہُمۡ فِیۡ تَقَلُّبِہِمۡ فَمَا ہُمۡ بِمُعۡجِزِیۡنَ اس کی کئی طور پر تفسیر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ ان کو سفر میں مبتلائے بلا کر کے ہلاک کرے کیونکہ جو وطن میں ہلاک ہو سکتا ہے وہ سفر میں بھی ہلاک ہو سکتا ہے اور وہاں کی ہلاکت بسبب پردیس ہونے کے کہ جہاں نہ کوئی یار ہوتا ہے نہ غم گسار اور بھی سخت ہوتی ہے اور قریش مکہ سفر کے عادی تھے اور لفظِ تقلب بمعنی سفر آیا ہے جیسا کہ اس آیت میں لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِی الۡبِلَادِ۔ دوم یہ کہ ان کو حالات انقلابات اور تدابیر میں کامیاب نہ ہونے دے اور ہلاک کر دے اور یہ معنی اس آیت سے ماخوذ ہیں وَقَلَّبُوۡا لَکَ الۡاُمُوۡرَ۔

(۴) اَوۡ یَاۡخُذَہُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ تفعل ہے خوف سے (یقال خوفت الشئی و تخوفته) یہ معنی کہ دفعۃً بلا نازل نہ کرے بلکہ اس کے پہلے علامات و آثار نمایاں کرے اور لوگوں میں ہلاکت سے پہلے خوف اور پریشانی پیدا ہو پھر ہلاک ہو جائیں، جیسا کہ قحط شدید اور وبا، یا دشمنوں کے غلبہ میں ہوتا ہے مگر خدا رؤف ہے اس لیے مہلت دیتا ہے۔

اشیاء کا سجدہ کرنا:...... اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلٰی مَا خَلَقَ اللّٰہُ ...... الخ اپنا رؤف ہونا ان آیات میں ظاہر فرماتا ہے کہ جن میں اس کے آثار جبروت اور قدرتِ کاملہ کا بیان ہے جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تمام عالم اس کے آگے مسخر ہیں تا کہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کو دفعۃً یا تدریجاً ہلاک کرنے کی بھی قدرت ہے پھر اس سے نڈر ہونا اور باوجودیکہ درختوں اور جمیع سایہ دار چیزوں کے سائے اس کو سجدہ کر رہے ہیں (ان کا زمین پر پڑنا گویا سجدہ کرنا ہے) اور اسی طرح آسمانوں اور زمین کے تمام رہنے والے چار پائے اور فرشتے اس کے آگے سربسجود اور اس کے فرماں بردار اور خائف ہیں۔ پھر بندہ کا نافرمان ہونا اور حجتیں کرنا اور اس کے ہادیوں اور ان کے پیروؤں کو ستانا کیسی لغویات ہے۔

(۵) یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَآئِلِ۔ یتفیؤ ایتفعل من الفیٔ کہتے ہیں فاء الظل یفئی اذار جع و عاد۔ فیٔ کے معنی اصلی رجوع کرنے کے ہیں جیسا کہ آیا ہے فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ ازہری کہتے ہیں یَتَفَیَّؤُا ظِلٰل پچھلے پہر کے سایہ ڈھلنے کو کہتے ہیں مگر یہاں عام مراد ہے۔ موسم گرمی اور سردی اور آفتاب و مہتاب اور خط استوا کے قرب و بعد اور شام و صبح کے لحاظ سے کبھی سایہ دائیں طرف سے کبھی بائیں طرف سے جاتا ہے یمین مفرد اور شمائل جمع لانے میں کئی باتیں ہیں یا تو یہ کہ یمین گو لفظ مفرد ہے مگر مراد جمع ہے جیسا کہ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ میں۔ یا یہ کہو کہ شیٔ چونکہ لفظاً مفرد ہے اس کے لحاظ سے یمین لفظ مفرد آیا اور معناً جمع ہے اس کے لحاظ سے شمائل جمع آیا گویا دونوں کی رعایت کی۔ یا یوں کہو کہ عرب جب دو صیغے جمع کے لانا چاہتے ہیں تو ایک کو مفرد کر کے لاتے ہیں جیسا کہ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ میں۔

سجدہ کی تعریف و تفسیر:......(۶) سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔ سجدہ سے مراد مطیع ہونا جھکنا۔ عرب کہتے ہیں سجدہ البعیر جب کہ وہ سوار ہونے کے وقت گردن جھکا دے۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے آفتاب و مہتاب و ستاروں کو کہ جن سے اجسام کثیفہ پر سایہ پڑتا ہے ایک چال خاص پر مامور کر رکھا ہے جس سے ان سایوں میں فرق نہیں آتا۔ سو یہ فرق نہ آنا اور ایک خاص طور پر رہنا سجدہ کرنا ہے۔ انہیں معنوں میں یہ آیت ہے وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ○ وقولہ وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ یا یوں کہو کہ سایہ زمین پر لگا ہوا چلتا ہے جس طرح عابد زمین پر سر رکھ کر سجدہ کرتا ہے۔ گویا تشبیہ مراد ہے۔ اور غرض اس کلام سے اس کا جبروت و تسلط عالم پر ظاہر کرنا ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عالم حسی میں یہ اشیاء جو وجود حقیقی کا ظل ہیں اس کے حکم کے پابند ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا

كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِیَكْفُرُوْا بِمَآ

اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا

مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ

سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا

وَّهُوَ كَظِیْمٌ ﴿۵۸﴾ یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَیُمْسِكُهٗ عَلٰی

هُوْنٍ اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶۰ ع

ترجمہ:.....اور اللہ فرما چکا ہے کہ دو خدا نہ بناؤ خدا تو ایک ہی خدا ہے پھر مجھ ہی سے ڈرا کرو ۝ اور اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بندگی ہمیشہ اسی کے لیے سزاوار ہے پھر کیا تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو ۝ حالانکہ تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم پر سختی آتی ہے تو اسی کی طرف آہ وزاری کرتے ہو ۝ پھر جب وہ تمہاری مصیبت دور کر دیتا ہے تو فوراً تم میں سے ایک جماعت اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتی ہے ۝ تاکہ جو کچھ نعمتیں ہم نے دی تھیں ان کی ناشکری کریں (تو خیر دنیا میں چند روز) مزے کر لو پھر (آخرت میں) تو تم کو معلوم ہو ہی جائے گا ۝ اور جن کو جانتے بھی نہیں (یعنی بت) ان کے لیے ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ایک حصہ مقرر کرتے ہیں قسم ہے خدا کی (یعنی اپنی) تم سے ضرور بہ ضرور تمہاری افترا پردازی پر باز پرس ہوگی ۝ اور یہ منکر (فرشتوں کو) خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں سبحان اللہ (اس کے لیے تو بیٹیاں) اور ان کے لیے وہ جس کے لیے دل چاہے (یعنی فرزند) ۝ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے ۝ بیٹی کی خبر کی عار سے قوم سے چھپا چھپا پھرتا ہے (سوچتا ہے) آیا اس کو اس ذلت پے رہنے دے یا اس کو خاک میں گاڑ دے دیکھو کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں ۝ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے حالت تو انہیں کی بری ہے اور اللہ کی تو بلند شان ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے ۝۶۰

ترکیب:.....اثنین تاکید ہے الھین کی اور مفعول ثانی لاتتخذوا کا بھی ہو سکتا ہے و فیہ مافیہ واصبا ای وانما حال ہے الدین سے اور عامل اس میں معنی ظرف کے ہیں۔ ما بمعنی الذی بکم اس کا صلہ من نعمۃ حال ہے ضمیر سے جو جار میں ہے فمن اللہ خبر، دوسری وجہ بھی ممکن ہے۔ تجرؤن تر فعون اصواتکم بالاستغاثۃ سبحانہ جملہ معترضہ مسودا خبر ظل یتوازی حال ہے ضمیر کظیم سے اذا کشف الم اذا شرطیہ اذا فریق فجائیۃ جواب الشرط لیکفر الام کی وقیل لام العاقبۃ۔

عبادت کا مدار دو چیزوں پر ہے: خوف اور طمع

تفسیر:.....پچھلی آیتوں میں یہ ثابت کر کے کہ تمام عالم اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کے آگے سر تسلیم جھکائے ہوئے ہے وَقَالَ اللّٰهُ سے لے کر فَارْهَبُوْنِ تک توحید خالص کا حکم دیتا ہے پھر وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر تَتَّقُوْنَ تک اس پر اور دلیل قائم کرتا ہے کہ عبادت کا مدار دو چیزوں پر ہے اول یہ کہ کسی کا خوف ہو کہ اگر نذر و نیاز اور دیگر عبادت نہ کریں گے تو ہم کو جانی یا مالی کوئی نقصان پہنچا دے گا جیسا بت پرستوں کا اپنے معبودوں کی نسبت خیال ہے سو یہ بھی اللہ کے سوا اور کسی کا مرتبہ نہیں اس لیے کہ ایسا وہ کر سکتا ہے کہ جس کا مخلوق پر کوئی اختیار و اقتدار ہو سو یہ ہے نہیں اس لئے اول اِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ فرمایا اور وجہ اس کی وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ...... الخ میں ذکر فرمائی اس کے اس بات کو بطور نتیجہ دلیل اعادہ کیا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ دوئم یہ کہ کسی کی نعمت تندرستی مال و جاہ وغیرہ اس سے حاصل ہو اس طمع میں عبادت کی جاتی ہے یہ بات بھی اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں اس لیے کہ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ جو کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اول تو اس لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور کسی کے پاس دھرا ہی کیا ہے جو تم کو دے گا۔ دوئم جب تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو فطرت انسانیہ اللہ ہی کی طرف فریاد کرنے کو مجبور کرتی ہے اس وقت اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو عوارض جہل اٹھ جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی آدم کے دلوں میں بھی اصلی اعتقاد اسی بات کا ہے مگر جب وہ وقت نکل جاتا ہے اور جہل و خرمستی کے پردے نور فطرت پر کائی کی طرح پھر آ پڑتے ہیں تو پھر اپنے فرضی معبودوں یا اسباب کے استقلال اور اپنی تدبیر کی درستی پر تکیہ کرنے لگتے ہیں اور یہ پوری نمک حرامی اور کامل ناشکری ہے جس کا یہ بدنتیجہ عن قریب معلوم ہو جائے گا یا تو دنیا ہی میں بار بار گرفتار مصیبت ہونے پر یا دار آخرت میں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے بیٹیوں کی نسبت:......من جملہ نمک حرامیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ جن معبودوں کی اصلی حقیقت بھی انہیں معلوم نہیں کہ آیا وہ فرضی نام ہیں جن کو باپ دادا سے سنتے چلے آئے ہیں یا وہ کچھ تھے بھی اور تھے تو ان کا مخلوق پر کیا اختیار و اقتدار تھا، ان کے لیے ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے مال میں سے اولاد میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں۔ کھیتی میں سے ایک حصہ اور اولاد میں سے کوئی ایک بیٹا بتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے اور بتوں پر اولاد مواشی کی قربانیاں کرتے تھے اس کے نام کے سانڈ اور جانور چھوڑتے تھے۔ اس پر جوان سے کہا جاتا تھا کہ ان ارواحِ غیر مرئیہ کو خدا کے کارخانے میں کیا دخل ہے اور وہ اس سے کیا تعلق رکھتے ہیں تو مشرکین کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ خدا کی لاڈلی بیٹیاں ہیں ان کی بڑی خاطر منظور ہے یہ جو کچھ چاہتی ہیں کرتی ہیں یہ دیویاں اور پری کالی پری ہند میں انہیں کے نمونے ہیں وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ میں ان کا ذکر ہے اس کے رد میں ارشاد ہوتا ہے کہ اپنے لیے بیٹیاں ہونا پسند نہیں کرتے حالانکہ خود بیٹیوں کی بقاء نسل میں محتاج ہیں اس پر بھی بیٹی پیدا ہونے کی خبر سن کر غم کے مارے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے زندہ گاڑھ دینے کی کبھی ٹھہراتے ہو کبھی بڑی ذلت سمجھ کر رہنے بھی دیتے ہو۔ پھر خدائے بے نیاز کو اولاد اور بیٹیوں سے کیا تعلق ہے جس کی شان بلند و اعلیٰ ہے حدوث و احتیاج سے پاک ہے برخلاف تمہارے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾
وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا
جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ
قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ
وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾

ترجمہ:......اور اگر خدا لوگوں کو ان کے گناہوں پر پکڑتا تو کسی جاندار کو بھی زمین پر نہ چھوڑتا لیکن ایک مدت مقرر تک ان کو مہلت دیتا ہے پھر جب ان کا وقت آتا ہے تو ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں ﴿۶۱﴾ اور یہ منکر اللہ کے لیے وہ چیزیں تجویز کرتے ہیں کہ جن کو آپ بھی پسند نہیں کرتے اور زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ آخرت کی بھلائی انہیں کے لیے ہے (بھلائی تو کیا) ان کے لیے جہنم ہی ہے جس میں سب سے اول داخل کیے جائیں گے ﴿۶۲﴾ (اے رسول) اللہ کی قسم (یعنی اپنی) ہم نے آپ سے پہلے بھی قوموں میں رسول بھیجے تھے پر شیطان نے ان کے اعمال (بد) ان کو عمدہ کر دکھائے سو آج بھی ان کا وہی دوست بنا ہوا ہے اور ان کو عذاب الیم ہونا ہے ﴿۶۳﴾ ہم نے آپ پر اس لیے کتاب اُتاری ہے کہ جن چیزوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں آپ ان کو کھول کر بیان کر دیں اور (نیز یہ کتاب) ایمان داروں کے لیے ہدایت اور رحمت بھی ہے ﴿۶۴﴾۔

ترکیب:...... الكذب بالنصب مفعول ہے تصف کا ان لهم الحسنی اس سے بدل۔ الكذب بضمّ الكاف والذال والباء جمع کذوب جیسا کہ صبور و صبر تب یہ السنۃ جمع لسان صفت ہوگا و اللسان یذکر و یؤنث وھدٰی معطوف ہے لتبین پر ای للتبین والهداية والرحمة۔

رب تعالیٰ کا رحمت کے سبب درگزر کرنا اور مشرکین کا اللہ تعالیٰ کے بیٹیاں گردانا

تفسیر:......مشرکوں کے قبائح اور اقوالِ فاسدہ بیان کر کے یہ ظاہر فرماتا ہے کہ ہم صرف اپنی رحمت سے درگزر کرتے ہیں جو دنیا میں عمرِ معین تک جینے دیتے ہیں اور نعمتیں سلب نہیں کر لیتے ورنہ ان کے گناہوں پر جائیں تو دنیا پر کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں ان کی نحوست سے بلا آجائے۔ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ سے اس بے ہودہ بات پر کہ خدا کی بیٹیاں ہیں بارِ دگر سرزنش فرماتا ہے بالخصوص اس لیے کہ اس نالائق قول و فعل و اعتقاد پر دعوے کے ساتھ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ دارِ آخرت کے درجات ہمارے لیے ہیں کیونکہ ہمارے یہ وسیلے ہیں اس پر فرماتا ہے کہ آخرت کی بھلائی کی جگہ ان کے لیے اس جرم پر ضرور نارِ جہنم ہے جس میں سب سے اول داخل ہوں گے وَاَنَّھُمْ مُّفْرَطُوْنَ نافع اور قتیبہ اور کسائی کی روایت سے مُفْرِطُوْنَ کو بکسر الراء پڑھتے ہیں اور باقی بفتح الراء۔ اول قرأت پر یہ معنی ہوئے کہ وہ گناہوں میں یا خدا پر جھوٹ بولنے میں افراط یعنی زیادتی کرنے والے ہیں۔ دوسری قراءت پر یہ معنی کہ انهم متروكون في النار یعنی آگ میں ڈالے گئے وہاں چھوڑے گئے کہتے ہیں ما افرطت من القوم احدًا ای ماتركت یا یہ معنی انهم معجلون یعنی آگ کی طرف ان افعال سے جلدی کر رہے ہیں سب سے پہلے جا رہے ہیں۔ واحدی کہتے ہیں عرب بولتے ہیں فرط الرجل اصحابه يفرطهم فرطاً اذا تقدمهم لتدبير حوائجهم یعنی اوروں کے قافلہ سالار بن کر پہلے جہنم میں جھنڈے لیے جا رہے ہیں۔

تَاللّٰہِ......الخ سے یہ بات بتلاتا ہے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں پہلے بھی ہم نے قوموں کی طرف رسول بھیجے تھے سو شیطان نے ان قوموں کو اپنا بہکایا کہ بری باتوں کو ان کی نظروں میں بھلا کر دکھایا۔ آج کے دن بھی وہی شیطان ان لوگوں کا رفیق بن کر بہکا رہا ہے جہنم کا رستہ بتا رہا ہے اس لیے ہم نے اے محمد! تم پر قرآن نازل کیا کہ آپ ان کو مطلع کر دیں اور نیز نیکوکاروں کے لیے یہ قرآن ہدایت و رحمت بھی ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ
يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ ع
فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ
تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمہ:......اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے مر جانے کے بعد (خشک ہونے کے بعد) زمین کو زندہ کر دیتا ہے بے شک اس میں سننے والوں کے لیے بڑی نشانی ہے﴿۶۵﴾ اور تمہارے لیے چارپایوں میں بھی ایک غور کا مقام ہے کہ ان کے پیٹوں میں سے گوبر اور خون میں سے (جدا کر کے) تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کو رچتا پچتا ہے﴿۶۶﴾ اور کھجور اور انگور کے پھلوں میں بھی (عبرت ہے) جن میں سے تم نشہ بناتے ہو اور عمدہ روزی بھی (قرار دیتے ہو) بے شک اس میں بھی عقل مندوں کے لیے بڑی نشانی ہے﴿۶۷﴾۔

ترکیب:......لعبرۃ اسم ان لکم خبر۔ بطونہ۔ بطون جمع بطن بمعنی شکم بطونہ کی ضمیر انعام کی طرف راجع ہے، کیونکہ کہ انعام ❶ مذکر بھی ہے اور مونث بھی۔ من بین، من للابتداء متعلق ہے نسقیکم سے لبنا مفعول ثانی ہے نسقیکم کا خالصاً سائغاً اس کی صفت و من ثمرات ...... الخ محذوف سے متعلق ہے ای نسقیکم من ثمرات...... الخ تتخذون جملہ مستانفہ یا صفت ہے محذوف کی تقدیرہ شیئاً تتخذون منہ ای وان من ثمرات النخیل شیئاً۔

توحید وصفات باری تعالیٰ کا اثبات اور دلائل

تفسیر:......قرآن مجید کا دستور ہے کہ وہ ایک اصول میں گفتگو کر کے دوسرے اصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ الٰہیات کے بعد معاد اور کبھی نبوات اور کبھی اصلاح افعال اور اعتقاد عباد کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہی چاروں باتیں کتاب الٰہی کے اصل اصول ہیں۔ اسی قاعدے سے کلام تمام کر کے اب الٰہیات میں کلام کرتا ہے اور اپنا قادر و مختار ہونا ثابت کرتا ہے جس میں توحید و صفات باری کا کامل ثبوت ہے۔ وہ دلائل (کہ جن سے خدا تعالیٰ کا وجود اور اس کا وحدہٗ لاشریک ہونا اور ہر چیز کا اسی کے دست قدرت میں ہونا ثابت ہوتا ہے) پانچ قسم کے ہیں۔ اول آسمانی چیزیں جن میں سے یہاں پانی کا ذکر کرتا ہے واللہ انزل من السماء کہ اللہ نے آسمان سے یعنی بادلوں سے پانی برسایا جس سے مردہ زمین یعنی خشک زمین زندہ ہو جاتی ہے یعنی ہری بھری جڑی بوٹیاں گھاس اور درخت اور کیا کیا کارآمد انسان چیزیں اگتی ہیں جس سے اس کے آثارِ رحمت و قدرت نمودار ہیں۔ ❷ دوم انسان کے حالات اور اس کی پیدائش۔ سوم حیوانات کی پیدائش اور ان سے انسان کے لیے نفع دینے والی چیزوں کا پیدا کرنا جن کی طرف وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ...... الخ میں اشارہ ہے کہ حیوانات گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹنی وغیرہ دودھ بھی ایک غور کرنے کی بات اور اس کی بڑی نشانی ہے۔ اس کو ہم پلاتے ہیں، پر یہ تو دیکھو کہ وہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے جانوروں کے شکم میں گھاس جا کر گوبر لید مینگنی بن جاتی ہے اس کا عطر کھینچ کر جگر میں (یا اور جگہ بقول حکماء حال) خون بنتا ہے پھر عروق کے ذریعہ سے وہ خون ان جانوروں کے تھنوں میں (پستانوں میں جو نرم گوشت ہے اور جس کی تاثیر یہ ہے کہ خون کو دودھ کر دے) دودھ بن جاتا ہے غور کرو گوبر اور خون میں سے جو شکم میں ملے جلے تھے ایک دوسرے کا کس طرح سے امتیاز کرتا ہے اور ان میں سے خوشگوار شیریں دودھ کس طرح نکال کر تمہیں پلاتا ہے پھر یہ کام بجز اس کے اور کون کر سکتا ہے؟ دیکھو وہ کیسا منعم ہے۔ چہارم نباتات جس میں سے یہاں کھجور اور انگور کا ذکر کرتا ہے کہ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا سکر سے مراد شراب ہے چونکہ خطاب قریشِ مکہ کی طرف ہے اور نیز مکہ میں شراب حرام بھی نہیں ہوئی تھی بلکہ مدینہ میں آکر حرام ہوئی اس لیے ان لوگوں کو ان کے فوائد بتلاتا ہے ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں سکر سے مراد نبیذ ہے یعنی کھجور یا انگور کا شیرہ جس کو یہاں تک جوش دیا جائے کہ دو حصے جل جائیں چوں کہ اس میں نشہ نہیں ہے یہ حلال ہے۔ وَرِزْقًا حَسَنًا یعنی تم انگور اور کھجور سے سکر اور اچھی چیزیں کھانے کی بناتے ہو سرکہ اور شکر اور بہت چیزیں بنتی ہیں اور وہ خود بھی عمدہ غذائیں اور نفیس میوے ہیں پھر یہ کس کی بنائی ہوئی ہیں کس نے ان میں لذت اور شیرینی پیدا کی۔ پانچویں پہاڑ زمین دریا جن کا ذکر آئندہ آتا ہے۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا

❶ ھو اسم جمع لاجمع ولذلک عدہ سیبویہ فی المفردات المبنیۃ علی افعال کاخلاق واکیاش ۱۲ منہ۔ ❷ ......جن سے یہ بھی ثبوت ہوتا ہے کہ جس طرح ایک سال زمین برسات میں ہری بھری ہوتی ہے سیکڑوں بوٹیاں لہلہاتی ہیں پھر وہ سب خشک ہو کر نیست و نابود ہو جاتی ہیں اس کے بعد سال آئندہ میں پھر ویسی ہی جڑی بوٹیاں پیدا کر دیتا ہے۔ اسی طرح زمین کے کھیت پر انسان بھی قدرت کے عمدہ پودے ہیں اس کھیت کو بھی دو فنا ہو جانے کے بعد قیامت میں جو حیات کی دوسری فصل ہے پھر زندہ کر سکتا ہے اس میں مسئلہ حشر بالاجساد کا بھی ثبوت ہے اور عبرت کے معنی قیاس کرنے کے یہاں زیادہ چسپاں ہیں ۱۲ منہ۔

يَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾

ترجمہ:......اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان ٹٹیوں میں جنہیں لوگ چھاتے ہیں اپنی چھتے بنایا کرے ﴿۶۸﴾ پھر ہر ایک پھل کو کھایا کرے پھر سوراخوں میں سے سمٹ کر آیا جایا کرے ان کے پیٹوں میں سے ایک ایسا شربت نکلتا ہے جس کی مختلف رنگتیں ہوتی ہیں اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے بے شک۔ اس میں بھی غور کرنے والوں کے لیے نشانی ہے ﴿۶۹﴾۔

ترکیب:......ان مفسرہ ہے اتخذی جملہ تفسیر او حی کی لفظ نخل اگرچہ مذکر ہے مگر معنی کے لحاظ سے مؤنث کا صیغہ آیا ❶ بیوتا اتخذی کا مفعول و من الشجر معطوف ہے من الجبال پر ذللا جمع ذلول کی یہ حال ہے ضمیر اسلکی سے یا سبل سے ای اسلکی سبل ربک وانت ذلل منقادۃ او اسلکی سبل ربک حال کونہا مذللۃ ذللہا اللہ تعالیٰ و سہلہا۔ یخرج جملہ مستانفہ جس میں شہد کی مکھیوں کے الہام کا نتیجہ بتایا ہے۔

پرندوں میں سے انسان کے لئے منافع

تفسیر:......حیوانات میں چرندوں میں سے دودھ کا نکلنا بیان ہو چکا۔ اب پرندوں میں جو کچھ منافع انسان کے لیے رکھے ہیں ان کا ذکر فرماتا ہے۔ یا یوں کہو وہاں چار پایوں سے دودھ نکلنا بیان کیا تھا جن کو انسان دانہ چارہ بھی کھلاتا ہے یہاں پرندوں سے شہد کا نکلنا بیان فرماتا ہے ان پرندوں میں سے کہ جن میں زہر بھی رکھا ہوا ہے وہ کون؟ شہد کی مکھیاں جن کو عربی میں نحل اور ہندی میں مہال کہتے ہیں اور اَوْحٰی کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ نہ صرف انسان کو انبیاء علیہم السلام کی معرفت ہم وحی والہام کے ذریعہ سے ان کے فوائد دنیاویہ واُخرویہ تعلیم کرتے ہیں بلکہ حیوانات خصوصاً پرندوں کو بھی ان کے کارآمد باتیں الہام ہوتی ہیں جس کو الہامِ فطری کہنا چاہیے مگر کم بخت انسان اپنے روحانی سرداروں کا مقابلہ کرتا ہے برخلاف مُہال کے کہ ان میں جو ایک بڑی مکھی ہوتی ہے جس کو یعسوب کہتے ہیں سب اس کی اطاعت کرتی ہیں۔

شہد کی مکھی کو الہام:...... اَنِ اتَّخِذِیْ......الخ یہ پہلی بات ہے جو ان کے دل میں القاء کی گئی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں کی چوٹیوں یا پتوں میں اپنا گھر بنائے اور نیز ان چھتوں میں بھی کہ جن کو انسان چھپاتے ہیں۔ چھپر وغیرہ یا انگور کی بیلوں کے چھتوں میں تاکہ ہر ایک کا وہاں ہاتھ نہ پہنچے ان کے گھر کو کوئی نہ بگاڑے یا زمین سے مرتفع رہنے میں ابخرات وقاذورات زمین کا ان تک اثر نہ پہنچے پھر ان کے گھروں کو یعنی سوراخوں کو دیکھیے کہ مسدس بنے ہوئے ہوتے ہیں جس سے ذرا بھی جگہ بیکار نہیں جاتی اور کس پرکار سے نپے ہوتے ہیں کہ ذرا بھی کم زیادہ نہیں ہوتے۔

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ پھر یہ القاء ہوا کہ بلا قید ہر قسم کے پھل کھایا کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ درختوں کے پتوں پر شبنم کی وجہ سے

❶......لان المراد بہ الجنس۔

ایک شیریں چیز جمی ہوتی ہے اس کو مکھیاں چاٹتی ہیں اور وہی شہد ہے۔ بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ ان کے پیٹ میں ہر چیز جا کر شہد ہو جاتی ہے اور چونکہ پھلوں میں مٹھاس بیشتر شہد کی مکھیاں انہیں کو کھاتی ہیں۔

فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یہ وہ تیسری بات ہے جو ان کو الہام کی گئی ہے۔ جو علماء ذُلُلًا کو سُبُلَ رَبِّكِ سے حال ڈالتے ہیں وہ یہ معنی قرار دیتے ہیں کہ آنے جانے کے رستے جو خدا نے مکھیوں کے لیے سہل کر رکھے ہیں ان سے چلنے کا القاء کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا۔ بعض کہتے ہیں یہ ضمیر اُسْلُكِيْ سے حال ہے تب ذُلُلًا کے معنی منقاد اور فرماں بردار ہو کر چلنے کے ہیں۔ سُبُلَ رَبِّكِ وہ اس کے سوراخ ہیں جن کو اللہ ہی نے بنایا ہے اور مسخر ہو کر چلنا بتایا یعنی سمٹ کر کیونکہ پر کھول کر مکھی ان میں نہیں گھس سکتی نہ نکل سکتی۔ یہ ہے ذللا کے معنی۔

شہد میں شفاء ہے:...... يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ یہ نتیجہ بیان فرماتا ہے کہ مختلف رنگ کا شہد ان کے پیٹ سے نکلتا ہے سفید زرد جس میں بیشتر امراض کے لیے شفاء ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ قرآن مجید کی بابت جملہ ہے کہ قرآن میں ہر روحانی مرض کی شفاء ہے وہ کس طرح دلائل سے توحید و دارِ آخرت و نبوت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ شہد میں شفاء ہونے کے یہ معنی کہ اکثر امراض کی شفاء ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۛ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ
ع ۱۵ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝۷۰ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي
الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ
سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۷۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ
لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ
يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝۷۲ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ
لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۷۳

ترجمہ:...... اور اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر وہی تم کو مارتا بھی ہے اور کچھ تم میں سے نکمی عمر تک بھی پہنچائے جاتے ہیں کہ جن کو علم کے بعد کچھ بھی معلوم نہیں رہتا بے شک اللہ بڑا علم اور قدرت والا ہے۞ اور اللہ ہی نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر روزی میں فضیلت دی ہے پھر جن کو فضیلت دی گئی ہے وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو نہیں دے ڈالتے تاکہ پھر وہ ان کے برابر ہو جائے پھر کیا اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۞ اور اللہ نے تمہارے لیے تمہیں میں سے جوڑے (بیویاں) پیدا کیے اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے پیدا کیے اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں پھر وہ کیوں جھوٹے معبودوں پر ایمان رکھتے اور اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۞ اور اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں کہ جو آسمانوں اور زمین سے ان کی روزی کا ان کے لیے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۞

ترکیب:...... شیئا بصریوں کے نزدیک مصدر سے منصوب ہے اور کوفیوں کے نزدیک یعلم سے فھم فیہ سواء مبتداء خبر سے مل کر یہ جملہ واقع ہے موقع میں فعل و فاعل کے فالتقدیر فما الذین فضلو ابرادی رزقھم علی ما ملکت ایمانھم فیستووا اور یہ فعل منصوب ہے جوابِ نفی ہو کر اور مرفوع بھی ہو سکتا ہے شیئاً رزقاً سے منصوب ہے اگر اس کو مصدر مانا جائے اور اگر بمعنی مرزوق لیا جائے تو اس سے بدل ہے۔

وجود انسانی اور اس کے حالات سے استدلال

تفسیر:...... ان آیات میں انسان کے حالات سے استدلال کرتا ہے۔

اول: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ...... الخ کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا نطفہ کا رحم میں انسان بنانا اور اس کے موافق اس کو اعضاء عطا کرنا یہ ضرور کسی مدبر حکیم کا کام ہے۔ طبیعت اور مادہ تو خود بے شعور ہے اور اچھا یہ بھی سہی تو پھر یہ طبیعت اس میں کس نے رکھی ہے؟ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ یہ بھی اس کے آثارِ قدرت کی برہانِ قاطع ہے کسی حکیم فیلسوف سے موت کا بندوبست نہیں ہوا، نہ ہوگا۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ...... الخ ایسی بڑی عمر تک پہنچنا جس میں کہ تمام علوم و فنون بھول جائیں پھر وہی لڑکپن آ جائے اسی کا کام ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ان امور کی حکمت کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو وہی جانتا ہے۔ ❶

دوم: وَاللّٰهُ فَضَّلَ ...... الخ کہ کوئی غنی ہے، کوئی فقیر ہے یہ بھی اس کی طرف سے ہے اگر یہ بات عقل و علم پر موقوف ہوتی تو کوئی بدعقل جاہل مال دار اور عالم و دانا خوار نہ ہوتا حالانکہ معاملہ بالعکس ہے۔ پھر فَمَا الَّذِيْنَ سے یہ بات ثابت کرتا ہے کہ ہر چند روزی و رزق ہم دیتے ہیں مگر بایں ہمہ تم اپنے نوکروں اور غلاموں کو اپنا مساوی اور برابر کا اس میں نہیں کرنا چاہتے پھر خدا تعالیٰ کیوں کر اپنی مخلوق میں سے کسی کو اپنے برابر کر دے گا؟ لیکن تم اللہ کی نعمتوں کا انکار کر کے ان نعمتوں کو فرضی معبودوں کی طرف منسوب کرتے ہو کہ تندرستی فلاں دیوتا نے عطا کی، بیٹا فلاں بزرگ نے دیا، یہ کام فلاں ستارہ کی تاثیر سے ہوا یا یہ معنی کہ باوجودیکہ روزی میں تم اور تمہارے غلام برابر ہیں کچھ ان کو تم نہیں دیتے بلکہ ہم دیتے ہیں مگر پھر ہم نے تم کو فضیلت دے رکھی ہے اس کا شکر یہ ادا نہیں کرتے۔

مردوں کے لیے ان ہی کی جنس سے بیویاں بنائی گئیں:...... سوم: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ...... الخ کہ اللہ نے تمہارے لیے بیویاں بنائیں اگر مرد کو عورت نہ ملے تو دنیا کا عیش تلخ ہو جائے اس میں کسی کی حکمت اور علم اور طبیعت کو کیا دخل ہے؟ پھر عورتیں کیسی تمہاری جنس اور قبیلے کی جن کی مجانست سے تمہیں پوری موانست ہوتی ہے پھر اگر اولاد اور اہلِ قرابت کام آنے والے نہ ہوتے تو بھی مشکل پڑ جاتی اس لیے بَنِيْنَ وَحَفَدَةً ❷ بیٹے پوتے اقارب بھی پیدا کیے اس پر وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اچھی چیزیں کھانے کو دیں

---

❶ ...... انسان ہے کہ ماں کے پیٹ سے جو اس کی پہلی منزل ہے اپنی عمر کی منزلیں بے اختیار طے کرتا ہوا چلا جاتا ہے۔ اس کی عمر کی ریل گاڑی کس سرعت کے ساتھ رات دن کے اسٹیشنوں کو طے کرتی ہوئی جا رہی ہے۔ یہ لاکھ چاہے کہ چند روز لڑکپن یا جوانی کے ملک میں ٹھہرے مگر کب ٹھہر سکتا ہے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے　　　　اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

سب کی منزلِ مقصود معبودِ حقیقی کے ہاں جانا ہے۔ پھر کوئی جلدی، کوئی دیر میں ایسا بڈھا ہو کر جاتا ہے کہ لڑکوں کی طرح سب کچھ بھول جاتا ہے۔ پھر قیامت میں اگر دوبارہ زندہ کرے تو کیا تعجب ہے جس پر کفار تعجب کرتے ہیں ۱۲ منہ۔

❷ حفدہ جمع حافد کی ہے اور حافد اس کو کہتے ہیں جو بلا عذر خدمت کرے۔ حفد خدمت کرنا دعاء قنوت میں بھی آیا ہے و نحفد یہاں اس کا اطلاق اقارب پر ہوا ہے جو کام آتے ہیں جس میں پوتا بھی داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں خالص پوتے پر یہ بولا گیا ہے ۱۲ منہ۔

پھر اس پر بھی لوگ جھوٹے معبودوں پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کے منکر ہوتے ہیں کیونکہ ان نعمتوں کو اوروں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کو چھوڑ اوروں کی عبادت کرتے ہیں، جن کو رزق روزی دینے میں نہ اختیار ہے نہ قدرت۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىهُ ۙ اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ؕ هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ ۙ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۶﴾ ع

ترجمہ:......پس اللہ کے لیے (اپنی اٹکل سے) مثالیں نہ گھڑو کیونکہ اللہ ہی خوب جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے ﴿۷۴﴾ (دیکھو) اللہ ایک مثال بیان کرتا ہے کہ ایک غلام ہے تابعدار کہ جو کسی چیز پر بھی قدرت نہیں رکھتا اور ایک وہ شخص ہے کہ جس کو ہم نے اپنے ہاں سے خوب روزی دے رکھی ہے سو وہ اس میں سے چھپا کر اور دکھا کر خرچ کرتا ہے کیا دونوں برابر ہیں؟ (وہ کہیں گے نہیں تو آپ کہیے) الحمد للہ (اتنا تو سمجھے) مگر ان میں سے اکثر تو یہ بھی نہیں جانتے ﴿۷۵﴾ اور خدا (دوسری) ایک اور مثال دو آدمیوں کی بیان کرتا ہے کہ ان میں سے ایک تو گونگا ہے (اس پر اپاہج) کچھ بھی نہیں کر سکتا اور وہ (اسی لیے) اپنے آقا پر بار بھی ہے جہاں کہیں جاتا ہے بھلائی لے کر نہیں آتا کیا یہ اور وہ برابر ہے کہ جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ خود بھی سیدھے رستے پر قائم ہے ﴿۷۶﴾۔

ترکیب:......عبدًا موصوف مملوکا صفتِ اول لا یقدر صفتِ ثانی، پھر یہ بدل ہے مثلاً سے ومن معطوف ہے عبدًا پر یہ بھی مجموعہ میں شامل ہو کر مثل سے بدل ہوگا۔ سرًّا و جهرًا حال ہے ضمیر ینفق سے اور اسی طرح رجلین مثلاً سے بدل ہے پھر احدھما سے رجلین کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثال نہیں

تفسیر:......مشرکین ردِ شرک کے یہ دلائل سن کر جواب میں یہ مثالیں بیان کیا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی شخص بادشاہوں سے ان کے وزیروں اہل کاروں کے ذریعہ بغیر عرضِ حال نہیں کر سکتا اور نیز جس طرح بادشاہوں نے اپنے تمام کارخانوں کے مختار کر رکھے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے بھی۔ ان کے جواب میں فرمایا ہے فَلَا تَضْرِبُوْا......الخ کہ یہ مثالیں نہ بناؤ خدا کا معاملہ بندوں کا سا نہیں۔

دو مثالوں کے ساتھ وضاحت:......اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ......الخ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ دو مثالیں بیان فرماتا ہے جن سے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے آگے اس کی تمام مخلوق عاجز اور اسی کی دست نگر ہے اس کے حکم بغیر ذرہ بھی حرکت نہیں کر سکتا خصوصاً بت پرستوں کے بت کہ وہ تو بے حس ہی ہیں پہلی مثل کو ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا سے شروع کرتا ہے کہ ایک تو غلام ہو اور غلام

بھی کیسا مملوکا آزاد کیا ہوا نہ ہو یا اسے کاروبار تجارت میں اجازت نہ ہو، نہ مولیٰ نے اپنے مرنے کے بعد اس کی آزادی مقرر کی ہو، نہ کسی قدر مال ادا کرنے پر اس کی آزادی معین ہوئی ہو اس پر طرہ یہ ہو کہ لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ خانہ داری کے امور میں بھی کسی کو دینے لینے کی اس کو کچھ بھی قدرت نہ ہو۔ اور ایک وہ امیر بااختیار ہو کہ جس کو اپنے مال میں چھپے کھلے ہر طرح کے تصرف کی نہ صرف قدرت ہی ہو بلکہ وہ تصرف بھی کرتا ہو۔ پھر کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اللہ کے سوا جس قدر اس کی مخلوقات ہے (کہ جس کو مشرکین پوجتے ہیں اور نئے نئے طریقوں سے ان کو حاجت برآری کا ذریعہ جان کر ان کو پکارتے اور ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں جیسا کہ عرب میں دستور تھا) سب اس کے آگے اس غلام کی طرح محتاج ہیں کہ جس کو اس کی اجازت کے بغیر کچھ بھی قدرت نہیں نہ لینے کی نہ دینے کی۔ اور امیر بااختیار کی مثال اللہ قدیر کی ہے جس کو ہر طرح کے تصرف کی قدرت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر کیسی بیوقوفی ہے کہ گھر کے مالک کو جو بڑا داتا اور کریم بھی ہو چھوڑ کر اس کے ایسے بے بس غلام سے سوال کیا جائے اس مثال کے بعد یہی جواب دیں گے کہ ہرگز برابر نہیں۔ اس پر فرماتا ہے الحمدللہ اس قدر تو سمجھ ہے کہ دونوں برابر نہیں مگر اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اکثر کو تو یہ بھی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں۔

دوسری مثال وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ میں ہے، یہ دو شخصوں کی مثال ہے جن میں سے ایک تو گونگا ہو اور اپاہج بھی اور نکما بھی جہاں جائے کوئی کام بنا کر نہ آئے۔ دوسرا حکیم و دانا ہو کہ لوگوں کو بھی نیکوکاری عدل و انصاف کا حکم دیتا ہو اور خود بھی راہِ مستقیم پر قائم ہو بھلا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پہلے شخص سے ان کے معبود دوسرے سے وہ خدائے قادر حکیم مراد ہے۔ مشرکین دو قسم کے تھے بلکہ اب بھی ہیں ایک وہ جو پتھر یا اور چیزوں کی مورتوں کو پوجتے تھے ان کے معبودوں کی مثال اخیر میں ذکر کی اور ایک وہ جو بزرگوں کو پوجتے تھے ان کے لیے مثالِ اول ہے۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ
هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا
اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ
سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ
وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى
حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا

وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَأْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾
يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ترجمہ:......اور آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں تو اللہ ہی کو معلوم ہیں اور قیامت کا معاملہ تو بس ایسا ہے کہ جیسا پلک کا جھپکنا یا اس سے بھی قریب تر کیوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۞ اور اللہ ہی تو ہے کہ جس نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے باہر نکالا (جس وقت) کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تم کو کان اور آنکھ اور دل عطا کیے تا کہ تم شکر کرو۞ کیا پرندوں کو نہیں دیکھتے کہ آسمان کی فضا میں (ادھر) تھمے ہوئے ہیں ان کو کون سنبھال رہا ہے اللہ کے سوا البتہ اس میں بھی ایمانداروں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۞ اور اللہ ہی نے تمہارے گھروں کو تمہارے لیے آرام کی جگہ بنایا اور تمہارے لیے چارپایوں کی کھال کے خیمے بنائے جنہیں تم اپنے سفر اور اقامت میں بہت ہلکے پاتے ہو اور ان کی اون اور روؤں اور ان کے بالوں سے بھی بہت سے سامان اور ایک وقت تک کارآمد چیزیں بنائیں۞ اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے بعض کو تمہارے لیے سایہ دار بنایا اور تمہارے لیے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لیے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور زرہ بھی جو تمہیں جنگ میں محفوظ رکھتی ہیں وہ یوں تم پر اپنی نعمتیں پوری کیا کرتا ہے تا کہ تم جھکو۞ پھر بھی اگر نہ مانیں (تو اے رسول) تم پر تو صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہے۞ وہ اللہ کی نعمتیں پہچانتے بھی ہیں پھر مکر تے ہیں اور بہت سے تو ناشکر ہی ہیں۞۔

ترکیب:......اوھو اقرب او للتمثیل او للتخییر وقیل لشک المخاطب وقیل بمعنی بل والجملۃ تمثیل لسرعۃ وقوع القیامۃ۔ مسخرات حال من الطیر۔ سکنا بمعنی مسکون۔ لا تعلمون جملہ حال ہے ضمیر منصوب امھاتکم سے مایمسکھن جملہ حال ہے مسخرات سے ظعن سفر اثاثا معطوف ہے سکنا پر اور دونوں میں من اصوافھا جار مجرور کا فصل مستقبح نہیں ہے کیوں کہ جار مجرور بھی مفعول ہے اور ایک مفعول کا دوسرے پر مقدم کرنا قبیح نہیں۔ الظعن بفتح العین وسکونھا کالنھر وھو سیر اھل البادیۃ من موضع الی موضع والصوف للغنم والوبر للابل والشعر للمعز۔ اکنانا جمع کن وھو مایستکن بہ۔

رب تعالیٰ کی کمال قدرت اور احسان کا ذکر

تفسیر:......ان آیات میں خدا تعالیٰ ان کے ان معبودوں کے مقابلے میں کہ جن کو دو مثالوں میں عاجز اور کمزور ثابت کیا تھا اپنے کمال وقدرت واحسان کو ذکر فرماتا ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ...... الخ میں اپنا علم بیان کرتا ہے اور غیب کی نادر چیزوں میں سے قیامت کا قائم ہونا تھا اس لیے اس کو بھی ذکر کرتا ہے کہ نہ صرف ہم کو اس کا علم ہے بلکہ وہ ہمارے قبضۂ قدرت میں بھی ہے پلک جھپکنے سے بھی جلد وہ ظاہر ہوگی ہم کو ہر چیز پر قدرت ہے اس میں اس کی قدرت کا بھی اظہار ہے پھر اس قدرت کی دلیل کہ جس میں بندوں پر احسان بھی ہے وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ...... الخ سے شروع کرتا ہے کہ تم کو پیدا کیا، تم کو علم وادراک دیا، معدوم سے موجود کر دیا، اگر اپنی وہ حالت یاد نہ ہو تو ہوا میں اُڑنے والے جانوروں کو دیکھو کہ اُدھر میں اسی کا ید قدرت ان کو تھامے رہتا ہے اور اپنے او پر روزمرہ احسانوں کو غور کرو کہ جن میں سے ایک تمہارے رہنے کے مکانات ہیں پھر سفر کے مکانات کہ جن کا ساتھ لے چلنا آسان ہے جانوروں کی کھال اور بالوں کے خیمے تم کو دیے۔ عرب میں اونٹ یا اور جانوروں کی کھال کے رنگ کر خیمے بناتے تھے اور دُنبے بھیڑ کے بالوں سے جن کو اصواف (جمع صوف)

کہتے تھے اور اونٹ کے بالوں سے جن کو اوبار (جمع وبر) ❶ کہتے تھے اور بکری کے بالوں سے جن کو اشعار (جمع شعر) کہتے تھے خیمہ وغیرہ بناتے تھے ان چیزوں کے بنانے کا تم کو علم دیا پھر ان سے کیسے کیسے کپڑے اور دریاں تیار کرتے ہو جو مدتوں تمہارے کارآمد ہوتی ہیں۔ اور مخلوقِ الٰہی میں سے ایسے اجسام بھی بنائے جن کے سایہ میں آرام پاتے ہو اور پہاڑوں میں غار وغیرہ بھی اس طور کے تیار کیے جن میں چھپ کر دشمنوں سے امن پاتے ہو اور بارش وغیرہ سے بھی پناہ لیتے ہو اور تمہیں کپڑے سینے کا بھی علم دیا کہ اس طرح کرتے بناتے ہو جن سے دھوپ سے بچتے ہو اس کے سوا وہ کے بھی کپڑے زرہ و خود وغیرہ بنانے سکھائے جن سے جنگ میں محفوظ رہتے ہو۔

یہ سب ماؤں کے پیٹوں سے باہر آنے کے بعد کی انسانی علمی ترقی ہے اور اس ادراک عطا کردہ کا نتیجہ اس پر بھی اس کی طرف نہ جھکیں تو جہنم میں جائیں رسول پر بجز پیغام رسانی کے کوئی مطالبہ نہیں۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں جن میں ان کے معبودوں کا کوئی بھی دخل نہیں۔ مگر بت پرستی کر کے سب کا انکار کیے دیتے ہیں۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ
يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ
يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا
الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ نصف
وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا
يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا
بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى
وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲/۱۸

ترجمہ:......اور (لوگو! اس دن کو یاد کرو) جس دن کہ ہم ہر قوم میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے نہ تو کافروں کو اجازت ملے گی اور نہ ان کا کوئی عذر قبول کیا جائے گا۸۴ اور جب کہ ستم گار عذاب دیکھیں گے پھر نہ تو ان پر تخفیف (عذاب) ہوگی اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائے گی۸۵ اور جب کہ مشرک اپنے معبودوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب یہی تو ہمارے وہ معبود ہیں کہ جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے پھر وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم سراسر جھوٹے ہو۸۶ اور وہ اس دن اللہ کے سامنے سر جھکا دیں گے اور (دنیا میں) جو ڈھکوسلے بنایا کرتے تھے سب گئے

❶......محاورہ میں بھیڑ دنبے کے بالوں کو پشم یا اون کہتے ہیں شاید بکری کے بالوں پر بھی کہیں اس لفظ کا استعمال ہوتا ہو بلکہ اونٹ کے بالوں کو جت بھی دیہات میں کہتے ہیں ۱۲ منہ۔

گذرے ہوجائیں گے۞ جولوگ (دنیا میں) خودبھی منکر ہوئے اور (دوسروں کوبھی) اللہ کی راہ سے روکتے رہے ان کی بدمعاشی کی سزا میں ہم ان کے لیے عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۞ (اس دن کو یاد کرو کہ) جس دن ہر ایک گروہ میں سے ان کے اوپر انہیں کا ایک گواہ لا کھڑا کریں گے اور (اے نبی) (آپ کو ان پر گواہ بنا کر لائیں گے (اس لیے) کہ آپ پر ہم نے ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا بیان کافی ہے اور وہ مسلمانوں کے لیے ہدایت ورحمت اور بشارت ہے۞۔

ترکیب:......یوم۔ اذکر سے منصوب۔ یستعتبون لا یطلب منھم العتبی أی الرجوع الی مایرضی اللہ۔ قالوا ربنا جواب ہے اذا رالذین کا۔

منکرین سے روزِ محشر باز پرس

تفسیر:......منکرینِ انعامِ الٰہی اوران کے ان بے ہودہ حرکات کا ذکر کرکے جو آخرت میں باز پرس کے قابل ہیں وَيَوْمَ نَبْعَثُ سے لے کر آخر تک روزِ حشر کی کیفیت باز پرس اور حساب وکتاب بیان فرماتا ہے کہ ہر قوم میں سے ایک ایک گواہ بلائیں گے جو اس قوم مشرک و کافر کے مقابلے میں گواہی دے گا کہ ہم نے ان کے پاس توحید واحکام الٰہی پہنچائے پر انہوں نے نہ مانا (گواہی دینے والے انبیاء یا ان کے جانشین ہیں جن سے کوئی گروہ خالی نہیں) گواہی کے بعد وہ اجازت مانگیں گے کہ ہم پھر دنیا میں جائیں، یہ قبول نہ ہوگا عذر ومعذرت کریں گے یہ بھی نہ سنا جائے گا۔ پھر مشرکین دنیا میں اللہ کے سوا جن معبودوں کو پوجتے تھے اور ان کو حاجت روا جان کر پکارتے تھے وہاں ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ الٰہی ہم ان کو پوجتے تھے یعنی انہیں کا اشارہ تھا گویا اپنے اوپر سے الزام اٹھانا چاہیں گے۔ اس کے جواب میں وہ کہیں گے تم جھوٹے ہو ہم نے تم سے کب کہا تھا کہ تم ہم کو حاجت روا جانتا۔

قرآن کریم کا تمام مسائل کو حاوی ہونا:......وَتِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ اس سے دنیاوی باتیں مراد نہیں بلکہ دینی کیوں کہ قرآن کے بعد اور کوئی کتاب نہیں آنے کی پھر اس میں بھی دینی مسائل نہ ہوں تو کیا ہو۔ تبیان یعنی کھول کر بیان کرنا قرآن کا سب مسائل کو حاوی ہونا دو وکیلوں ❶ کے ذریعہ سے ہے اول سنت یعنی جو کچھ قرآن کے بعد مسائل تھے ان کو ان کے اصولِ مودوعہ سے جو قرآن میں ودیعت رکھی گئی ہے رسول نے بیان کردیا اور جو ان سے بھی بچی ان کو مجتہدین نے استنباط کرکے بیان کردیا اور آئندہ استنباط کے اصولِ فقہ میں قواعد مقرر کردیے اس اعتبار سے مجتہدین بھی قرآن کے وکیل یا ترجمان ہیں غیر مجتہد پر بضرورت ان کی تقلید کرنا قرآن کو ماننا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۞۹۰ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۞۹۱ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ

---

❶......کیوں کہ اگر یہ دو وکیل تسلیم نہ کیے جائیں تو دعویٰ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ صحیح نہ ہو اس لیے کہ بہت سے مسائل نصوص قرآنیہ میں نہیں ہاں احادیث میں ہیں۔ اسی طرح بہت سی احادیث میں بھی نہیں وہ استنباط قرآن واحادیث سے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اس مقام پر بیضاوی وغیرہ کہتے ہیں من امور الدین علی التفصیل او الاجمال بالاحالۃ الی السنۃ او القیاس، انتہی ۱۲ منہ۔

اَنۡكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوۡنَ اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًا ۢ بَيۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَـكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ۝۹۲

ترجمہ:......ضرور اللہ انصاف کرنے کا اور سلوک کرنے کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو۹۰ اور جب کہ تم عہد باندھو تو اللہ کے (نام کے) عہد پورے کیا کرو اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑ ڈالا کرو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن بھی کر چکے ہو بے شک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سب جانتا ہے۹۱ اور اس عورت جیسے نہ ہو جو اپنا سوت (مضبوط) کات کر توڑ ڈالے تاکہ تم اپنی قسموں کو آپس میں (اس لیے) حیلہ ❶ بنانے لگو (یہ سمجھ کر) کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زبردست ہے اللہ اس میں تمہاری آزمائش کرتا ہے (کہ تم زبردست کا لحاظ کرتے ہو یا قسم کا) اور جس چیز میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ اس کو ضرور قیامت میں ظاہر کر دے گا۹۲

ترکیب:......انکاثا جمع نکث بمعنی المنکوث ای المنقوض، شکستہ، مفعول ثانی ہے کیوں کہ نقضت بمعنی صیرت، اور حال بھی ہوسکتا ہے غزلہا سے تتخذون جملہ حال ہے ضمیر تکونوا سے ان تکون ای مخافة ان تکون امة اسم کان۔ ھی اربی جملہ خبر کان۔

روزِ محشر کامیابی والے اعمال

تفسیر:......روزِ حشر کی کیفیت کے بعد وہ باتیں ذکر فرماتا ہے کہ جن پر عمل کرنے سے محشر میں کامیابی ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ......الخ اس آیت میں انسان کے مکارمِ اخلاقِ وتدبیر منزلہ سیاستِ مدن کے سب مسائل آ گئے جن کی تفصیل کو ایک دفتر درکار ہے۔ انسان کے یا تو وہ معاملات میں جو اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں عقائدِ صحیح واعمالِ صالحہ یا وہ ہیں جو باہم آپس میں ایک دوسرے کے متعلق بیع شراء سیاستِ ملک والدین واولاد واقارب کے ساتھ برتاؤ۔ ان دونوں قسموں کے پھر صدہا اقسام ہیں پس ان سب کو برابر اور پورا پورا ادا کرنا عدل ہے یہ عبادات معاملات سب میں ہے یہ حکم سب پر فرض ہے۔

عبادات ومعاملات وغیرہ میں احسان کا حکم:......اس کے بعد اس پر ایک عمدگی کا مرتبہ ہے جس کو احسان کہتے ہیں۔ عبادات میں احسان کی تفسیر نبی ﷺ نے فرمائی تعبد اللّٰہ کانک تراہ (الحدیث رواہ البخاری) کہ اللہ کی عبادت کرنے میں یہ خیال کر کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اگر یہ نہ ہو تو یوں خیال کر کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے اور معاملات میں احسان اپنے حقوق اور انتقام سے درگذر کرنا غیر کو اس کے استحقاق سے زیادہ نفع پہنچانا جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جو تجھے گالی دے تو اس کو دعا دے، جو تجھ سے توڑے تو اس سے رشتۂ محبت جوڑ۔ چونکہ اس احسان میں زیادہ تر منظور نظر اہل قرابت ہیں ان سے سلوک کرنے کی بھی تیسری مرتبہ میں تصریح فرمائی۔ اسی طرح ان تینوں باتوں کے مقابلے میں تین چیزوں سے منع کیا اول فحش سے خواہ وہ زبان سے ہو یا گالی دینا بے شرمی کی باتیں کرنا افعال سے جیسا کہ زنا لواطت وغیرہا یہ قوت شہوانیہ کا اثر ہے پھر منکر سے یعنی ناپسندیدہ باتوں سے جو قوت غضبیہ کا اثر ہے پھر بغی یعنی سرکشی سے جو قوت وہمانیہ کا اثر ہے اور یہی تینوں قوتیں انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہیں۔ یہ ایسی جامع آیت ہے کہ کوئی بات اس میں رہ نہیں گئی۔ حضرت عثمان بن مظعون ؓ وغیرہ بہت سے لوگ اس آیت کی وجہ سے مشرف باسلام ہوئے۔

قسم وعہد کی پابندی کی تاکید:......اس کے بعد قسم اور عہد کی پابندی کی تاکید فرماتا ہے جس پر تمام دینی اور دنیاوی کاموں کا دارومدار ہے اور فرماتا ہے کہ قسم کھا کر نہ توڑو جس طرح کوئی بیوقوف عورت سوت کات کر توڑ ڈالے۔ بعض کہتے ہیں کہ قریش میں ایک

❶......قال الواحدی الدخل والدغل الغش والخیانة قال الزجاج کل ما دخله عیب قیل هو مدخول وفیه دخل ۱۲ منہ۔

ایسی عورت تھی بعض کہتے ہیں کہ محض تمثیل مقصود ہے۔ کسی خاص عورت کی طرف اشارہ نہیں۔ جاہلیت میں ایک قوم سے ہم قسم ہونے کے بعد جب ان کے مقابلے میں دوسری زیادہ قوی قوم کو دیکھتے تھے تو قسم کھا کر ان کی طرف ہو جاتے تھے اس سے بھی منع کرتا ہے کہ یہ آزمائش کا مقام ہے۔ عہد سے ہر عہد عموماً مراد ہے مگر اس میں بالخصوص اس عہد الست اور اس کے بعد اس عہد یعنی بیعت کی طرف بھی ایماء ہے جو مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ سے بوقت قبول اسلام باندھا تھا کہ جو کچھ ہو اس پر ثابت رہنا اور اس کے مقابلہ میں جو کفار اسلام سے پھیر لانے میں شکوک و شبہات پیش کریں ان کی طرف التفات نہ کرنا کیونکہ وہ سب ملمع کاری ہے جس کو اللہ قیامت میں تخت عدالت کے سامنے کھول دے گا۔ ان آیات میں کس خوبی کے ساتھ معاد کے مسئلہ کو احکام مفیدہ کے بعد بیان فرماتا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ
وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ
قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ
عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجْزِيَنَّ
الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ
بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾

ترجمہ:......اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور البتہ تم ہی سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا کرتے تھے ﴿۹۳﴾ اور نہ تم اپنی قسموں کو آپس کے فساد کا سبب بناؤ کہ جمے پیچھے قدم اکھڑ جائیں اور تم کو اللہ کے رستے سے روکنے کا مزہ چکھنا پڑے اور تمہارے لئے بڑی سزا بھی ہو ﴿۹۴﴾ اور نہ اللہ کے (نام کے) عہد کو تھوڑے سے داموں پر بیچو جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۹۵﴾ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو تمام ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہتا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اچھے کاموں کا ضرور بدلہ دیں گے ﴿۹۶﴾ جو کچھ نیک کام کرے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو دنیا میں بھی اس کی زندگی اچھی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) ان کے کاموں کا ضرور عمدہ بدلہ دیں گے ﴿۹۷﴾۔

ترکیب:......فتزل جواب ہے نہی لاتتخذوا کا و تذوقوا جواب پر معطوف انما متصل لکھا جاتا ہے ورنہ یہ ان اور ما موصولہ ہے۔ ھو ضمیر اس کی طرف راجع من ذکر...... الخ من کا بیان ہے وھو مؤمن جملہ حال ہے۔ من سے فلنحیینہ جواب ہے من عمل کا ولنجزینھم اس پر معطوف۔

رب تعالیٰ چاہتا تو سب کو امت واحدہ بنا دیتا

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا کہ جس چیز میں تم اختلاف کر رہے ہو (کہ بعض تم میں سے اپنے طریقے کو اچھا کہتا ہے اور بعض اس کو برا کہتا ہے) اس سے سوال ہوگا۔ اس پر ناظرین کو تسلی دیتا ہے کہ یہ اختلاف بھی قضا و قدر سے ہے ورنہ خدا چاہتا تو سب کو امت واحدہ یعنی متفق العقائد والمذہب کر دیتا مگر یہ ہدیت و گمراہی اس کے ہاتھ میں ہے پھر اس پر کون سوال کر سکتا ہے کہ تو نے یوں کیوں کیا بلکہ تم سب سے سوال ہوگا کہ تم کیا کیا کرتے تھے؟ موت کے بعد ہی اس سوال و حساب کا وقت آجاتا ہے۔

بدعہدی و عہد شکنی سے بچا جائے:...... وَلَا تَتَّخِذُوْٓا...... الخ یہاں سے پھر اسی قسم و عہد کا پر قائم رہنے کی تاکید و تہدید فرماتا ہے۔ دستور تھا اور اب بھی ہے کہ قسم کھا کر دوسرے کو فریب دیتے تھے اس سے منع کرتا اور نیز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعض قبائل عرب ایسا کیا کرتے تھے۔ فرماتا ہے کہ اگر قسم توڑ کر بدعہدی کرو گے اور قدم جما کر پھسلاو گے تو دنیا ہی میں برا مزہ چکھو گے اور آخرت میں بھی عذاب الیم پاؤ گے۔

عہدِ الٰہی کو پورا کیا جائے:...... وَلَا تَشْتَرُوْا...... الخ عہد الٰہی دین اور خدا کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا اقرار ہے جو ازل میں ہر ایک نے کیا تھا اور نیز دنیا میں بھی زبان سے لوگ حضرت ﷺ سے عہد کرتے تھے اور خدا کے نام پاک کی قسم کھا کر اقرار کرنا یہ بھی عہد الٰہی ہے پھر اس عہد کو بیشتر لوگ دنیاوی طمع میں آکر یا اس پر قائم رہنے میں مال کا نقصان جان کر توڑ ڈالتے تھے، اس کو تھوڑے سے داموں پر فروخت کرنا فرمایا اور اس سے منع کیا اور پھر دنیا کی بے ثباتی بیان کی تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ٹھہر جاتا ہے اس کو فنا ہے خود تم کو ہی فنا ہے اور خدا کے ہاں جو کچھ اجر آخرت ہے وہ ہمیشہ رہے گا اور جو اس امر میں تکالیف و خسارت مال کی برداشت کرے گا عہد الٰہی پر قائم رہے گا۔ خدا اس کے اچھے عملوں کا اچھا بدلہ دے گا۔

عمل صالح اور حیاتِ طیبہ:...... مَنْ عَمِلَ...... الخ سے عام بندوں کو بشرطیکہ وہ مؤمن ہوں اطلاع دیتا ہے کہ نیکوں کو ❶ دنیا میں بھی خوش رکھیں گے اور آخرت میں بھی اجر نیک دیں گے۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝۹۸ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۹۹ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

❶...... حیاتِ طیبہ کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ و سعید بن جبیر و ضحاک و عطا کہتے ہیں دنیا میں رزق حلال نصیب ہونا آخرت میں اعمال صالحہ کی عمدہ جزا پانا حیاتِ طیبہ ہے۔ حسن بصری و وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ زندگی قناعت سے بسر کرنا حیاتِ طیبہ ہے۔ اس لیے کہ لاکھ دولت ہو جب قناعت نہیں دل کی بے چینی جو طلب جاہ و مال میں رہتی ہے کسی نعمت کا مزہ نصیب نہیں ہونے دیتی۔ امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں عمر بسر کرنا حیاتِ طیبہ ہے۔ ابوبکر وارق فرماتے ہیں خدا کی اطاعت میں نصرت پانا حیاتِ طیبہ ہے۔ سہل تستریؒ فرماتے ہیں اپنی جملہ تدابیر کو خدا کے حوالے کر کے راحت سے گذارنا حیاتِ طیبہ ہے۔ فقیر کہتا ہے دنیا میں عافیت سے نیک نامی کے ساتھ جینا اور رضاء الٰہی اور ثواب آخرت کما کر ساتھ لے جانا اور بعد میں ذکر خیر اور حسنات باقیہ چھوڑ جانا حیاتِ طیبہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ کفار و دشمنوں سے مامون رہنا عزت و شوکت سے بسر کرنا ان کا محکوم رہ کر نہ جینا حیاتِ طیبہ ہے اور صحابہ چونکہ ابتداء اسلام میں بڑی سخت حالت میں تھے اسی کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس کو اس نے بہت جلد پورا کیا وہ گدا اور مساکین اس عہد پر قائم رہنے کے سبب بہت جلد سرسبز سلطنتوں کے فرماں روا اور شاہان عادل ہو گئے یہاں تک کے عرب کی قومی عزت دنیا کی نگاہوں میں ثابت ہوئی ۱۲ منہ۔

ع ۱۳ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ:...... پھر (اے نبی) جب آپ قرآن پاک پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو ﴿۹۸﴾ کیونکہ اس کا ان پر کچھ بھی قابو نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ﴿۹۹﴾ اس کا قابو تو انہیں پر چلتا ہے کہ جو اس کو دوست رکھتے ہیں اور خدا کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے ہیں ﴿۱۰۰﴾۔

ترکیب:...... فاذا قرأت ای اردت قراته شرط فاستعذ جواب۔ سلطانه ای شیطان مبتدا علی الذین خبر یتو لو نه ای الشیطان۔ والذین معطوف ہے الذین پر مجرور ہے علی کا به ای اللہ، ای سلطان الشیطان علی الذین یشر کون باللہ۔

قرآن کی تلاوت کا ایک خاص ادب تعوذ باللہ

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا مَنْ عَمِلَ صَالِحًا ...... الخ اور نیک کاموں میں قرآن مجید کا پڑھنا ایک اعلیٰ درجہ کا کام ہے اور انسان جب قرآن پڑھتا ہے تو اس کی قوت ملکیہ کو غلبہ اور بہیمیہ کو (جو شیطان ابلیس یا اس کی ذریت کا مرکب ہے) کمزوری حاصل ہوتی ہے تب شیطان اس کی اعانت کے لیے اس فعل میں تشویشات ڈالتا ہے اس لئے اس کے دفعیہ کے لئے خدا تعالیٰ سے پناہ لینی چاہیے۔ من جملہ تشویشات شیطانیہ کے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کو اس کے نیک کام پر غرور و خود بینی کی طرف ابھارتا ہے اس لئے فرمایا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ ...... الخ آیت گو خطاب آنحضرت ﷺ کی طرف ہے مگر مراد سب لوگ ہیں اس لیے کہ جب ایسے بڑے جلیل القدر انبیاء کو پناہ مانگنے کا حکم ہوا تو اوروں کو بدرجہ اولیٰ حکم ہے اور اسی طرح جب قرأت قرآن کے وقت استعاذہ ❶ کا حکم ہے حالانکہ قرآن کی حفاظت کا بارگاہ الٰہی نے بھی ذمہ لیا ہے۔ بقولہ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (وبقولہ) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾ تو اور کاموں میں بھی استعاذہ بدرجۂ اولیٰ ہونا چاہیے۔

جمہور کے نزدیک یہ حکم ندب کے لئے ہے جو قرآن نماز میں پڑھا جائے یا نماز سے باہر تو اول میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہنا مندوب یعنی بہتر اور عمدہ بات ہے مگر عطاء ظاہر الفاظ پر خیال کر کے اس حکم کو وجوب پر محمل کرتے ہیں یعنی استعاذہ واجب ہے خصوصاً جب کہ قرآن نماز میں پڑھا جائے۔ شافعیہ کہتے ہیں چونکہ نماز کی ہر رکعت میں قرآن کا پڑھنا ایک مستقل پڑھائی ہے اس لئے ہر رکعت میں جب قرآن پڑھا جائے اعوذ کہنا چاہیے۔ مگر حنفیہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ سب رکعات کا حکم ایک ہے متعدد قرأت نہیں بلکہ یہ ایک ہی قرأت ہے سلام پھیرنے تک۔ اس لئے ایک بار اعوذ کہنا اول میں کافی ہے۔ فَاسْتَعِذْ کی ف تعقیب کے لئے ہے اسی لئے ظاہری معنی پر خیال کر کے اہل علم کی ایک جماعت جن میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہریؒ وغیرہ ہیں یہ کہتے ہیں کہ قرأت کے بعد اعوذ کہنی چاہیے تا کہ جو اس کو اس نیک کام سے عجب پیدا ہو دور ہو جائے مگر جمہور اس کے خلاف ہیں کیونکہ محاورہ کے موافق افعال سے مراد ان افعال کا ارادہ کرنا ہوتا ہے جیسا کہ آیا ہے اذا اکلت فقل بسم اللہ۔ اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ جس سے یہ مراد نہیں کہ جب کھا چکو تب بِسْمِ اللّٰهِ کہو بلکہ جب کھانے کا قصد کرو پہلے بسم اللہ کہو اسی طرح یہاں حکم ہے اور اسی کو عقل چاہتی ہے۔

متوکلین پر شیطان کا زور نہیں چلتا:...... اس حکم سے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شیطان کو بھی انسانی کاموں میں قدرت تصرف ہے نیک و بد سب پر اس کا زور چلتا ہے اس شبہ کو اس قول سے دفع کر دیا اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ ...... الخ کہ ایمانداروں اور خدا پر بھروسہ کرنے والوں پر اس کا کوئی زور نہیں چلتا کبھی بشریت سے جو وسوسہ پیدا ہوتا ہے دفع ہو جاتا ہے۔ وہ اس پر جمتے نہیں اور جو گناہ بھی سرزد ہو جاتا

❶ ...... اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کہنا ۱۲ منہ۔

ہے اس کے وسوسے سے تو اس کے بعد وہ توبہ واستغفار کر کے اس کو دھوڈالتے ہیں۔ ہاں اس کا زور تو انہیں پر چلتا ہے جو اس کو دوست بنائے رکھتے ہیں یعنی قوت بہیمیہ اور لذائذ شہوانیہ میں گرفتار ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ اوروں کو شریک کرتے ہیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ
بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا
يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾ اِنَّمَا
يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ:......اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں حالانکہ جو کچھ وہ نازل کرتا ہے (اس کی مصلحتوں کو) اللہ ہی خوب جانتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو از خود گھڑ لیتا ہے (نہیں نہیں) اکثر ان میں جانتے ہی نہیں ﴿١٠١﴾ آپ کہہ دیں کہ اس کو تو روح القدس میرے رب کے پاس سچائی کے ساتھ لے کر آئے ہیں تا کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کو ثابت قدم رکھے اور فرمانبرداروں کے حق میں ہدایت اور خوشخبری ہو ﴿١٠٢﴾ اور (اے نبی) ہم کو خوب معلوم ہے جو منکر کہتے ہیں کہ اس کو کوئی آدمی سکھایا کرتا ہے حالانکہ جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ (قرآن) تو فصیح عربی ہے ﴿١٠٣﴾ بے شک جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ بھی ان کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے ﴿١٠٤﴾ جھوٹ تو وہی بنایا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور (دراصل) وہی جھوٹے ہیں ﴿١٠٥﴾۔

ترکیب:......اذا شرطیہ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ شرط اور جزا ہیں قالوا جملہ جواب شرط مفتر صیغہ اسم فاعل افتری یفتری سے ی گرگئی مفتری تھا۔ وھدی و بشری دونوں محل نصب میں ہیں مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ان کا لیثبت پر عطف ہے تقدیرہ لان یثبت۔ اعجمی لسان الذی کی خبر۔ لا یھدیھم خبر ہے انّ کی الذین یفتری کا فاعل۔ افترا۔ کسی پر جھوٹ سے کوئی بات بنانا۔ العجمۃ الاخفاء وھی ضد البیان والعرب یقال رجل اعجمی وامرأۃ عجمیۃ ورجل وامرأۃ عجماء ای لایفصحان۔ وقیل العجمی منسوب الی العجم والا عجمی من لا یفصح سواء کان من العرب او العجم وقیل الا عجمی من لا یفصح والاعجم الذی من العجم وقال الراغب الا صفھانی بالعکس یعنی الاعجمی الذی من العجم والا عجم من فی لسانہ عجمۃ وان کان من العرب۔

منکرین نبوت کے شبہات کا جواب

تفسیر:......اس مقام سے منکرینِ نبوت کے شبہات کا جواب شروع ہوتا ہے۔

(۱) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ایک آیت میں کوئی سخت حکم نازل ہوتا اور اس کے بعد کوئی ایسی آیت نازل ہوتی جس میں حکم

نرم ہوتا تھا تو قریش کہتے تھے کہ محمد ﷺ تمسخر کرتا ہے اور از خود جو چاہتا ہے بنا کر سنا دیتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی (کبیر) یعنی ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلنے سے مراد احکام آیات میں نسخ واقع ہونا ہے جس پر کفار قریش کو اعتراض تھا۔ واللہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ ہے کہ انہیں کیا خبر ہے حقیقت قرآن و مصالح نسخ اللہ ہی جانتا ہے پھر اس کا جواب دیتا ہے کہ کہہ دو میں از خود نہیں بنا لاتا، بلکہ جبرئیل علیہ السلام خدا کے ہاں سے لے کر نازل ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تم نسخ کی حقیقت سے جاہل ہو۔ (نسخ کی پوری بحث مقدمہ تفسیر میں ہو چکی)۔

کفار قریش کے ایک بیہودہ شبہ کا جواب:......(۲) وَلَقَدْ نَعْلَمُ......الخ یہ ایک اور بے ہودہ شبہ کا جواب ہے جو کفار قریش کرتے تھے۔ مکہ میں بعض غلام فارسی یا رومی بھی تھے جن کو صاف طور سے عربی میں بات بھی کرنی نہیں آتی تھی چوں کہ وہ عیسائی یا فارسی مذہب سے کسی قدر سن سنا کر واقفیت رکھتے تھے مکہ کے جاہلوں میں وہی لائق و عالم سمجھے جاتے تھے جیسا کہ دیہات میں ادنیٰ ملا کو مولوی سمجھ لیتے ہیں۔ قریش کو جب کوئی اور بات عیب کی معلوم نہ ہوئی تو یہی کہہ دیا کہ اس کو روح القدس نہیں بلکہ کوئی بشر یعنی وہی غلام تعلیم کرتا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اس کو تو عربی میں صاف طور پر بات بھی کرنی نہیں آتی اعجمی ہے اور قرآن فصیح عربی میں ہے یعنی خود اس کو کیا لیاقت ہے جو وہ اوروں کو ایسے مضامین الہامیہ تعلیم کرے گا اور پھر ان کو اس پاکیزہ عربی زبان میں بھی اس فصاحت سے لا دے گا کہ جس کا مثل مکہ کے تمام فصحاء سے نہ ہو سکا۔

فائدہ:......الحاد میل لحد اذا مال عن القصد اور لحد جو قبر میں ایک طرف یعنی مائل وسط سے ہوتی ہے اس لیے اس کو لحد کہتے ہیں۔ ملحد دین سے مائل یعنی برطرف ہوتا ہے اس لیے اس کو ملحد اور اس کے فعل کو الحاد کہتے ہیں۔ ع، ج، م کا مادہ کلام عرب میں ابہام اور اخفاء کے لیے موضوع ہے جس کے بیان میں صفائی نہ ہو اس کو اعجمی کہتے ہیں اسی لیے چار پائے کو عجماء اور عرب کے سوا اور ملکوں کے رہنے والوں کو اعجام کہتے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

ترجمہ:......جو کوئی ایمان لائے پیچھے اللہ کا منکر ہو جائے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو (تو خیر) لیکن وہ جو دل کھول کر منکر ہو گا تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا سخت عذاب ہے ۞ یہ اس لیے کہ انہوں نے دنیا کے جینے کو آخرت سے عزیز سمجھا اور نیز اس لیے کہ اللہ (ایسی) کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا ۞ یہ وہی لوگ ہے کہ جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی اور وہی غافل بھی ہیں ۞ ضرور وہی لوگ آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے ۞۔

ترکیب:.....من کفر بدل ہے الکاذبون سے یا اولئک سے یا الذین لا یؤمنون سے اور ممکن ہے کہ مبتدا ہو فعلیھم اس کی خبر۔ الا من استثناء مقدم بعض کہتے ہیں کہ مقدم نہیں بلکہ لبید کے اس شعر کی طرح ہے، الا کل شئی ما خلا اللہ باطل۔ من شرطیہ جواب اس کا محذوف جس پر فعلیھم دال ہے، یہ استثناء متصل ہے۔

جان بچانے کے لئے کلمۂ کفر کہنے کا شرعی حکم

تفسیر:..... یہاں سے پھر اسی عہد پر جو آنحضرت ﷺ سے بوقتِ اسلام باندھا جاتا تھا اور بھی زیادہ تر قائم رہنے کی تاکید وتہدید ہے کہ جہلاء مکہ طرح طرح کے شبہات سے دلوں میں وسوسہ ڈالا کرتے تھے اس پر مار پیٹ بھی غریب ایمانداروں سے کیا کرتے تھے کہ جو وئی اس عہد کو توڑ کر کافر ہوگا تو اس کو سخت سزا ہے مگر ان میں سے ان مسکینوں کو مستثنیٰ کرتا ہے کہ جن کے دل میں ایمان تھا، مار کے ڈر سے کلماتِ کفر کو منہ سے نکال دیتے کیوں کہ مکہ میں کفارِ قریش غرباء اہلِ اسلام پر بہت کچھ ظلم وستم کیا کرتے تھے اور ان کو مجبور کرکے آنحضرت ﷺ اور اسلام کے خلاف باتیں کہلواتے تھے بعض مرنا اور مار کھانا گوارا کرتے مگر ایسی باتیں منہ سے نہ نکالتے تھے اور بعض نکال دیتے تھے اور دل سے ویسے ہی مطیعِ اسلام رہتے مگر اس پر بھی ان کو بڑی پشیمانی ہوتی تھی اور مکہ کے کفار بھی کچھ عجب نہیں کہ ان پر جھوٹ بولنے کا طعن کرتے ہوں جیسا کہ آج کل کے متعصبین بھی کہا کرتے ہیں کہ اسلام نے جھوٹ کی اجازت دی۔ اس لیے کذب کی برائی کے بعد اس مسئلے کا بھی ذکر فرمادیا اور اس میں ایمان لا کر کافر ہونے کی سزا بھی بیان ہوگئی۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ..... الخ یعنی جھوٹے وہی ہیں جو ایمان لا کر کافر ہوتے ہیں یا یوں کہو جو ایمان لائے بغیر کسی کی زبردستی کے خود بخود کفر کریں گا تو اس پر اللہ کا غضب دنیا وآخرت میں ہوگا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ۔ مگر وہ مستثنیٰ ہے کہ اس کو کسی نے مجبور کردیا ہو بایں ہمہ اس کے دل میں ایمان راسخ ہو اور جان بچانے کے لیے کلمہ کفر زبان سے کہہ دے تو معاف ہے۔ منقول ہے کہ مکہ میں بہت سے مسلمانوں کو سخت ایذائیں دی گئیں بعض تو دراصل دین سے پھر گئے اور بعض نے ہر تکلیف گوارا کی مگر زبان سے بھی کلمہ کفر نہ نکالا جیسا کہ بلال وخباب وسالم و یاسر اور سمیہ ان کو مار مار کر تھک گئے۔ سمیہ کی پیشاب گاہ میں ابوجہل نے نیزہ گھسیڑ دیا وہ مرگئیں اسی طرح ان کے خاوند یاسر بھی شہید ہوئے اور ان کا بیٹا عمار ظاہر میں کلمہ کفر کہہ بیٹھا۔ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ عمار مرتد ہوگیا، فرمایا کبھی نہیں اس کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہے۔ عمار روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسوں پونچھ کر فرمایا کچھ غم نہ کر۔ الغرض ایسی حالت اکراہ میں زبان سے کلمۂ کفر کہنے کی شرع نے اجازت دی ہے مگر صبر کرنے پر ثواب ہے۔ اکراہ: کسی کو قتل [1] یا کسی عضو کاٹنے کی دھمکی دی جائے اور اس کو یقین ہوجائے تو ایسی حالت میں بظاہر ایسے قول یا فعل کی رخصت ہے مگر نہ کرنا افضل ہے ذٰلِكَ..... الخ سے کفر اختیار کرنے کی وجہ ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے زندگی دنیا کو آخرت سے بہتر سمجھا یہ ازلی گمراہ ہیں۔ آخرت میں جلیں گے، خسارہ میں رہیں گے، ایسے لوگوں کو ہدایتِ ازلی سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اس بات کا دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر مہر کرنے سے بطور استعارہ کے ذکر کیا۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ

[1] : ہاں تلف کرنے یا قید کرنے کی دھمکی اکراہ شرعی نہیں ایسی حالت میں خلاف اسلام حرکات کرنا قابلِ مواخذہ ہے کیونکہ ایسا ہو وااور پایا اسلام بھی کوئی چیز نہیں جو ذرا بھی تکلیف کی سہارت نہ واہ واہ ذرا سے خوف سے نشہ اتر جائے۔ پختہ کاری ہی تو ایک چیز ہے آفرین ہے صحابہ کی پختہ کاری پر اسلام کے لئے گھر بار چھوڑ زن وفرزند مال متاع، چھوڑنی پڑی ماریں کھائیں، زخم اٹھائے، فاقے سے اس پر بھی اپنے ہادی برحق ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا ہر معرکہ پر سینہ سپر ہوکر مال وجان فدا کرنے میں کوئی بھی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ برخلاف حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما السلام کے لوگوں کے، یہ بھی ایک اعجاز محمدی تھا ۱۲ منہ

ع رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوۡمَ تَأۡتِي كُلُّ نَفۡسٍ تُجَٰدِلُ عَن نَّفۡسِهَا
وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُونَ ﴿١١١﴾ وَضَرَبَ ٱللَّهُ مَثَلًا قَرۡيَةً
كَانَتۡ ءَامِنَةً مُّطۡمَئِنَّةً يَأۡتِيهَا رِزۡقُهَا رَغَدًا مِّن كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتۡ بِأَنۡعُمِ
ٱللَّهِ فَأَذَٰقَهَا ٱللَّهُ لِبَاسَ ٱلۡجُوعِ وَٱلۡخَوۡفِ بِمَا كَانُواْ يَصۡنَعُونَ ﴿١١٢﴾ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ
رَسُولٌ مِّنۡهُمۡ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمُ ٱلۡعَذَابُ وَهُمۡ ظَٰلِمُونَ ﴿١١٣﴾

ترجمہ:......پھر آپ کا رب ان کے لئے جنہوں نے مصیبت میں پڑنے کے پیچھے بھی گھر بار چھوڑ دیا پھر جہاد کیا اور مصائب کی برداشت کی بے شک آپ کا رب ان کی اس مساعی جمیلہ کے بعد غفور رحیم ہے ﴿١١٠﴾ جس دن کہ ہر شخص اپنے ہی لئے جھگڑتا ہوا آئے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا ﴿١١١﴾ اور اللہ ایک ایسے گاؤں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ جو امن وچین سے تھا اور اس کی روزی بھی بافراغت ہر جگہ سے چلی آتی تھی پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی نافرمانی شروع کی پھر تو اللہ نے ان کے برے کاموں کے سبب وہ جو کیا کرتے تھے ﴿١١٢﴾ اس بات کا مزہ بھی چکھا دیا کہ بھوک اور خوف کو ان کا اوڑھنا پہننا بنا دیا اور ان کے پاس انہیں میں کا رسول بھی آیا مگر انہوں نے اسے جھٹلا دیا تب تو ان کو ظلم کرتے ہوئے عذاب نے آ پکڑا ﴿١١٣﴾

ترکیب:......ان ربک کی خبر لغفور رحیم اور ان دوسرا اور اس کا اسم تاکیداً مکرر آیا اور ممکن ہے کہ ان اولی کی خبر محذوف ہو کیونکہ ان ثانیہ کی خبر اس پر دال ہے فُتِنُوْا مجہول کا صیغہ یعنی لوگوں نے ان کو فتنوں میں ڈالا مار پیٹ کر کلمہ کفر منہ سے نکلوایا۔ صیغہ معروف بھی آیا یعنی انہوں نے ایسا کیا تھا اوروں کے ساتھ۔

ایمان پر ثابت قدم رہنے والوں کے لیے خوشخبری

تفسیر:......عہد الٰہی توڑنے والوں کی سزا اور انجام کار بیان فرما کر ان کے مقابلہ میں ان لوگوں کی جزا بیان فرماتا ہے جو ایمان پر ثابت قدم رہے کفار کی ایذاؤں کو برداشت کیا آخر الامر آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا ملے اور وہاں بھی جا کر جان توڑ اسلام میں کوششیں کیں اور اطمینان دلایا کہ جو کچھ قصور ادائے اطاعت میں ان سے اس حالت مصیبت میں ہو گیا ہے خدا غفور رحیم ہے اگر فُتِنُوْا معروف پڑھا جائے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ عہد شکنوں میں سے یا کفار میں سے کہ جنہوں نے غریب مسلمانوں کے ساتھ طرح طرح کی بد سلوکیاں کر کے ان کو فتنہ میں ڈال دیا تھا۔ توبہ واستغفار کر کے اسلام میں مساعی جمیلہ کرنے اور مصائب پر ثابت قدم رہنے پر مغفرت اور رحم کا مژدہ دیتا ہے۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ابی ربیعہ ابوجہل کے رضاعی بھائی اور ابوجندل بن سہیل اور ولید ابن المغیرہ وسلمہ بن ہشام و عبداللہ بن ابی اسید ثقفی کے باب میں نازل ہوئی ہے مشرکین نے ان کو فتنہ میں ڈال کر شر پر برانگیختہ کیا تھا لیکن پھر یہ لوگ ہجرت کر کے حضرت ﷺ کی خدمت شریف میں آئے اور جہاد کرتے رہے ان کے گناہ معاف ہو گئے (معالم)

ابن عامر فُتِنُوْا کو بفتح الفاء والتاء پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ آیت ان مشرکین مکہ کے لیے ہے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو فتنہ یعنی

مصیبت میں مبتلا کیا تھا پھر وہ مسلمان ہو گئے ہجرت کر کے جہاد میں شریک ہوئے جیسا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ۔

الغرض یہ آیت توبہ کرنے والوں کے لیے مژدہ ہے اس کے بعد اس ہولناک دن کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ یَوْمَ تَاْتِیْ.....الخ جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اور ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی۔ اس دن جو کسی کے لیے مغفرت اور رحمتِ الٰہی ظہور کرے تو کیسی بڑی چیز ہے۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آج جو قبیلہ کی حمایت اور اپنے معبودوں کی عبادت کے بھروسے پر کچھ نافرمانی اور بدکاری کر رہے ہیں اُس دن ان میں سے کوئی بھی کسی کے کام نہ آئے گا تجادل تخاصم و تج اپنے ہی لیے برأت کی حجتیں پیش کرے گا۔

ایک بستی کی مثال:..... ضَرَبَ اللّٰهُ.....الخ یہاں سے مکہ کے بدمست مشرکوں کو جو کعبہ کے طفیل امن سے تھے اور ہر طرف سے ان کے لیے رزق چلا آتا تھا ایک ایسی مثال سے سمجھایا جاتا ہے جو ہر ایک ایسی صفت کی بستی پر ثابت آتی ہے جہاں کے لوگ خدا کی نعمت کی ناشکری کریں اور جو رسول سمجھانے آئے تو اسے بھی نہ مانیں اسی بدکاری کی حالت میں عذابِ الٰہی آپڑے نعمتوں کے بدلے بھوک اور پیاس اور امن کے بدلے خوف و ہراس ان پر ایسا طاری ہو کہ لباس کی طرح ہر طرف سے گھیر لے، پھر بتاؤ ان کا کیا حال ہوگا۔ مکہ کے مشرکوں کی امن اور نعمت پا کر رسول کی تکذیب اور مقابلہ کرنے میں وہی حالت تھی اب صرف ان پر عذابِ الٰہی آنے کی دیر تھی جو بعد میں آیا۔ بدر میں بڑے بڑے سردار مارے گئے، گھر گھر ماتم چھا گیا ادھر سات برس کا سخت ف قحط پڑا کہ مردار اور ہڈیوں اور کتوں کے کھانے کی نوبت آگئی اور امن بھی جاتا رہا ہر دم آنحضرت ﷺ کی چڑھائی کا دغدغہ رہنے لگا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ قریہ سے مراد خاص مکہ ہے اور انہیں کی حالتِ موجودہ آئندہ کی تصویر دکھائی گئی ہے بعض کہتے ہیں کہ اس صفتِ ماضیہ کا اسمِ ماضیہ میں کوئی شہر تھا جن پر ان کی ناشکری کے سبب ایسی مصیبت بھوک اور خوف کی پیش آئی تھی مگر مثل میں جو قریہ ہے وہ سب کو شامل ہے تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔

بھاک کا لباس:..... لِبَاسَ الْجُوْعِ یہ استعارہ ہے کہ لباس کو جو انسان کو ہر طرف سے ڈھانک لیتا ہے انسان کی اس مصیبت ناک حالت کے لیے استعارہ کیا ہے جو اس پر لباس کی طرح چھا جائے۔ یہاں دو چیزیں ہیں ایک مستعار یعنی لباس، دوسری مستعار لہٗ انسانی زبوں حالت بھوک ہراس، اس لیے اس کے ادراک کے لیے لفظِ ذوق استعمال ہوا جو ایسی حالتوں کے ادراک میں مستعمل ہوتا ہے یہ استعارہ مجردہ ہے جیسا کہ اس شعر میں۔

غمر الرداء اذا تبسم ضاحكا	☆	غلقت لضحكته رقاب المال

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ
تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ
اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا
لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۡ

ف:..... اس آیت کا نزول اگر اس قحط کے بعد کا مان لیا جائے تو یہ ربط نہایت مناسب ہے ۱۲ منہ

وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمہ:......پھر تم کو اللہ نے جو کچھ حلال طیب روزی دی ہے اس میں سے کھاؤ (اور پیو) اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی پرستش کرتے ہو ﴿۱۱۴﴾ تم پر حرام تو صرف مُردار اور خون اور سور کا گوشت کیا ہے اور وہ چیز بھی جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام سے پکاری گئی ہو پھر جو بھوک کے مارے بے تاب ہی ہو جائے نہ تو وہ باغی ہو نہ عادی ہو (ایسی حالت میں اگر ان چیزوں کو بھی کھا لے گا) تو خدا غفور رحیم ہے ﴿۱۱۵﴾ اور جھوٹ موٹ جو تمہاری زبان پر آئے نہ بک دیا کرو کہ یہ چیز حلال اور یہ حرام ہے کہ خدا پر (اُلٹے) بہتان باندھنے لگو کیوں کہ جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے ﴿۱۱۶﴾ دنیا تو تھوڑا سا اسباب ہے اور (آخر تو) ان کے لیے عذاب دردناک ہے ﴿۱۱۷﴾۔

ترکیب:......وما اهلّ ای رفع الصوت لغیر الله به و الاهلال رفع الصوت عند رؤیة الهلال و بکاء الصبی و التلبیة۔ غیر باغ منصوب علی الحال من فاعل اضطر۔ الکذب بفتح الکاف و الباء و کسر الذال، یہ منصوب ہے تصف کی وجہ سے ما مصدر یہ اور ممکن ہے کہ بمعنی الذی ہو اور عائد محذوف اور الکذب اس سے بدل اور بضم الکاف والذال و فتح الباء بھی آیا ہے یہ جمع ہے کِذاب مخفف کی جیسا کہ کتاب و کتب اور بضم باء السنۃ کی صفت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر کیا جائے

تفسیر:......کفار کا کفرانِ نعمت اور اس پر زوالِ نعمت اور نزولِ عذاب بیان فرما کر مسلمانوں کو اپنی نعمتوں کے کھانے کی اجازت دیتا ہے کہ تم ہماری نعمتوں کو شوق سے کھاؤ پیو مگر شکر کرو کیونکہ نزولِ عذاب نعمتوں کے کھانے سے نہیں بلکہ کھا کر ناشکری کرنے پر وابستہ ہے لیکن نعمتوں کے کھانے میں شترِ بے مہار نہ ہو جاؤ بلکہ فلاں فلاں چیزیں جو مضر ہیں ان کو حتی المقدور نہ کھاؤ۔ اس کے بعد ممنوع اشیاء کا حال بیان فرماتا ہے اس کے بعد جو پہلے انبیاء کی معرفت اشیاء ممنوع کی گئی تھیں ان کا اس لیے ذکر فرماتا ہے کہ یہ قیدِ ممانعت کوئی نئی بات مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اور کبھی بعض اشیاء کسی جرم کی سزا میں بھی حرام کر دی گئی ہیں جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ کلوا کا خطاب ان کفار کی طرف جن کو ناشکری میں سزا ہوئی تھی بارِ دیگر ان کو ہر قسم کی روزی عطا کر کے فرماتا ہے فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کہ لو خدا کی دی ہوئی حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ حَلٰلًا طَيِّبًا سے مجملاً ناپاک اور حرام چیزوں کی ممانعت سمجھی جاتی تھی مگر اس کی تصریح بھی کر دی۔

حرام کردہ اشیاء کے استعمال کی ممانعت: ......اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ......الخ کہ مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ چیز جو غیر اللہ کے نام سے پکاری جائے یا وقتِ ذبح غیر کا نام اس پر لیا جائے۔ پھر یہ چیزیں بھی بحالتِ اضطرار درست ہیں۔ اِنَّمَا حصر کا کلمہ ہے خدا نے حرام چیزوں کا انحصار ماکولات ❶ میں سے انہیں چار چیزوں پر کیا ہے یہاں بھی اور سورۂ انعام میں بھی قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ اور یہ دونوں سورتیں مکیہ ہیں پھر سورۂ بقرہ میں بھی انہیں الفاظ کے ساتھ حصر ہے اور سورۂ مائدہ میں اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سے اور مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کو حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ میں کھول دیا اور یہ دونوں سورتیں مدنیہ ہیں پس نطیحہ اور متردیہ وغیرہا حرام چیزیں انہیں میں داخل ہیں جیسا کہ ہم ان کے مواقع پر بیان کر آئے ہیں۔

حلال کو حرام نہ کیا جائے: ......اِنَّمَا حَرَّمَ سے افراط سے منع کیا تھا کہ شترِ بے مہار نہ ہو جاؤ ناپاک اور گندی چیزیں نہ کھاؤ اسی طرح وَلَا

---

❶ خمر ماکولات میں سے نہیں بلکہ مشروبات میں سے ہے اس کا حرام ہونا اس حصر کے منافی نہیں ۱۲ منہ۔

تَقُوْلُوْا سے تفریط سے منع کیا کہ حلال چیزوں کو بھی حرام نہ کرو یہ افراط وتفریط ناشکری ہے۔ ایسی ناشکری پر بلا نازل ہوتی ہے۔ ناشکری ❶ کر کے جو اس کی نعمتوں سے مزا اٹھاتے ہیں ادھر منعم سے غافل وسرکش رہتے ہیں ایسے نفس پروروں کے لیے خاتمۂ آیت میں یہ بھی کہہ دیا کہ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ یہ دنیا کے مزے چندروزہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں بہت ہی کم اور حقیر ہیں، ان کو برت لو آخر مرنے کے بعد تو ایسے ناشکروں اور منکروں کے لیے عذاب الیم بڑی دکھ دینے والی سزا ہے ان الوان نعمت کے بدلے زقوم ہے اور ان عمدہ کپڑوں کے بدلے رال اور گندھک کا لباس ہے۔

فوائد:......(۱) حَلٰلًا طَيِّبًا۔ حلال کے بعد طیب کے لفظ میں اشارہ ہے کہ جو چیزیں حلال ہیں وہ طیب بھی ہیں یعنی پاکیزہ اور ستھری ان میں جسمانی یا روحانی کوئی بھی ناپاکی نہیں۔ اور جن میں ناپاکی ہے انہیں کو حکیم مطلق نے بندوں پر اس لیے حرام یعنی منع کر دیا ہے کہ غذا کا اثر معدے میں ضروری پہنچتا ہے جس کا اطباء انکار نہیں کر سکتے حال کے ڈاکٹروں نے ثابت کیا ہے کہ سور کے انچ بھر گوشت میں ہزار سے زیادہ کیڑے خوردبین سے دکھائی دیے جو صحتِ جسمانی کے لیے سخت مضر ہیں۔

ناپاکی کی دو قسمیں:......(۲) ناپاکی دو قسم پر ہے ایک جسمانی کہ وہ جانور یا وہ چیز گندی ہو جس کے کھانے سے طبائع سلیمہ نفرت کیا کرتی ہیں جیسا کہ گوہ موت پیپ۔ جانوروں میں سور اور ہر قسم کے درندے شیر بھیڑیا وغیرہ۔ پرندوں میں پنجوں اور چنگل سے شکار کرنے والے باز چیل وغیرہ۔ یا زمین کے حشرات سانپ بچھو وغیرہ۔ ان میں مردار جانور بھی شامل ہے کہ جو از خود مر جائے جس سے علماء نے غیر مذبوح جانور مراد لیا ہے بسبب ان تشریحات کے جو پیغمبر علیہ السلام نے فرمائی ہے جن کا ذکر کتب احادیث میں موجود ہے۔ اسی طرح خون بھی کہ جس کو جاہلیت میں تووں پر پکا پکا کر کھاتے تھے۔ کیونکہ جس طرح غیر مذبوح کے گوشت میں وہ لطافت نہیں رہتی جو مذبوح کے گوشت میں ہوتی ہے یہاں تک کہ دونوں کی کھال میں بھی بڑا تفاوت ہوتا ہے مضبوطی اور غیر مضبوطی کے لحاظ سے، اسی طرح خون کے کھانے یا پینے سے بھی صحت میں فرق آ جاتا ہے اور دل پر بھی ایک قسم کی درندگی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن میں جسمانی ناپاکی ہے اور صحت واخلاق پر بھی برا اثر پیدا کرتی ہیں ان سب کی حرمت اس طیبًا کی قید سے ثابت ہے جس کی تشریح رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور اسی لیے علماء کا بھی ان کی حرمت پر اتفاق ہو گیا ہے۔

مَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کی بحث:......دوسری قسم کی نجاست روحانی ہے وہ کیا؟ کہ اُس جانور یا اس چیز میں بت پرستی کی نجاست سرایت کر گئی ہو اس کا ذکر اس جملے میں ہے وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ یہ جملہ کہیں لفظ بہ کی تقدیم کہیں تاخیر سے قرآن مجید میں چار جگہ وارد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے بعد عندالذبح کی قید بڑھائی ہے کہ ذبح کے وقت جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے۔ مگر مطلق کو قید لگا کر مقید کرنا یا عام کو خاص، کوئی ہلکا سا کام نہیں۔ اس لیے کہ یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہے اور آیت کو کسی کا قول منسوخ نہیں کر سکتا اس کے لیے یا تو کوئی آیت ہونی چاہیے ورنہ کم سے کم کوئی ایسی حدیث ہو کہ جو صریح الدلالۃ بھی ہو اور اس کے ثبوت میں بھی کسی کو کلام نہ ہو۔ ہم نے ہر

❶ ......کفرانِ نعمت کئی طور سے ہے ایک یہ کہ افراط کرے یعنی شتر بے مہار ہو کر حلال حرام طیب غیر طیب کی کچھ بھی پرواہ نہ کریں شراب، مردار یعنی غیر مذبوح خون اور بتوں کے یا غیر معبودوں کے چڑھاوے نذر و نیاز جو بسبب نجاستِ ظاہری و باطنی کے خدا نے منع کر دیے تھے بے دھڑک کھانے پینے لگے۔ دوم یہ کہ خدا کی نعمتوں کو حماقت کے کہنے سے اپنے اوپر حرام کر لے، حلال چیزوں کو حرام بنا لے جیسا کہ مشرکین کی عادت ہے یہ تفریط ہے۔ سوم یہ کہ ان نعمتوں پر منعم حقیقی کا شکر نہ کرے نہ اس پر ایمان لائے نہ اس کی عبادت کریں نہ اوامر و نواہی کا پابند ہو یا ان کو بتوں اور غیر معبودوں کی عطا و مہربانی سمجھے۔ سب صورتوں میں مرنے کے بعد عذاب الیم ہے۔ اور دنیا میں بھی یہ نعمتیں اکثر چھین لی جاتی ہیں جیسا کہ قلیل کا لفظ اشارہ کرتا ہے ۱۲ منہ

چند غور اور بہت تلاش کی مگر اس قسم کا کوئی مخصص ہم کو نہیں ملا۔ پھر صرف مفسروں کی اس قید سے یہ آیت کیوں کر مقید یا خاص ہو سکتی ہے ان مفسروں نے بھی جہاں تک ہماری سمجھ میں آیا یہ قید احترازی نہیں لگائی ہے بلکہ ایک بیان واقع کیا ہے یعنی اس وقت اکثر بت پرست ایسا ہی کیا کرتے تھے کہ بتوں پر جانوروں کو ان کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔ اب یہاں ایک تو لفظ ما قابل بحث ہے دوئم: اُهِلَّ بِهٖ۔ سوم: غَیْرُ اللّٰہِ۔ ما کا لفظ بھی عام ہے اس میں جانوروں کی کوئی تخصیص نہیں جانور ہو یا کھانا کپڑا ہو جو بتوں کے نام سے پکارا جائے یا ان پر چڑھایا جائے حرام ہے۔ اھلال لغت میں آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں جو چاند دیکھنے کے بعد پکار کر کہتے ہیں ھذا اھلال یعنی یہ چاند ہے پھر اس کا استعمال لڑکے کی آواز پر بھی ہونے لگا جو وقت ولادت ہوتی ہے کہتے ہیں استھل الصبی اور حج میں تلبیہ ❶ پکار کر کہنے پر بھی اور پھر اور موقع پر آواز بلند کرنے پر بھی۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں کہ جس چیز پر بہ قصد عبادت غیر اللہ کا نام پکارا جائے عام ہے کہ ذبح کے وقت یا اس سے پہلے کہ یہ جانور فلاں کے لئے ہے تو وہ حرام ہو گیا خواہ وہ جانور اصل میں حلال تھا بکرا، بکری، گائے، بھینسا، اونٹ وغیرہ یا نہ تھا، اب وہ نجاست اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے سے دور نہیں ہوتی جیسا کہ نجاست ظاہری۔ اگر کوئی سور یا کتے کو اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا وہ گوشت حلال ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر نجاست روحانی تو اس سے بھی زیادہ عند اللہ مکروہ ہے۔ وہ تو جب ہی زائل ہو سکتی ہے کہ جب وہ شخص توبہ کرے اور پکار کر کہے کہ میں اس سے باز آیا تب اگر وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے تو درست ہو سکتا ہے۔ لِغَیْرِ اللّٰہِ بھی مطلق ہے اللہ کے سوا کسی کے نام سے بہ نیت تقرب کوئی چیز پکاری جائے حرام ہے اگر نیت تقرب ❷ نہیں بلکہ تملیک وغیرہ کا اظہار مقصود ہے تو اس سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً کسی بکرے کے لئے کوئی پکار کر کہہ دے کہ یہ فلاں کا ہے یعنی اس کا وہ مالک ہے یا میں نے اس کو ہبہ کر دیا تو اس سے وہ حرام نہیں ہو جاتا اس لیے کہ اھلال لغیر اللہ میں تقرب ہی مقصود ہوتا ہے۔

(۳) اگرچہ حَلٰلًا طَیِّبًا کی قید سے جملہ ناپاک اور گندی چیزیں جن میں نجاست جسمانی ہو یا روحانی سب حرام ہو گئیں مگر ان میں سے ان چاروں چیزوں کو کہ ان میں زیادہ تر نجاست تھی اور عرب کے مشرکین زیادہ استعمال کیا کرتے تھے مخصوص کر کے حرام ہونا بیان کر دیا اور کلمہ انما جو حصر اضافی ہے یعنی حلال طیب چیزوں کے مقابلے میں بالفعل بصراحت یہی چار چیزیں حرام ہیں کیوں کہ غیر حلال و غیر طیب سب چیزیں حرام ہیں ان میں سے یہ چار چیزیں بھی ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہوا۔ اور دیگر چیزوں کا وقتاً فوقتاً خود قرآن مجید نے یا حضرت پیغمبر علیہ السلام نے اظہار فرمایا جیسا کہ خمر یعنی شراب اور نطیحہ ❸ ومتردیہ ❹ اور درندوں کا کھایا ہوا جانور اور بتوں پر ذبح کیا ہوا۔

(۴) کہتے ہیں کہ جس میں بھوک کے مارے ہلاک ہو جانے یا سخت بیمار پڑنے کا اندیشہ ہو جس کا اندازہ تین روز کا فاقہ عام حالت پر قیاس کر کے کیا گیا ہے ورنہ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ سات روز میں بھی ان پر ہلاکت کا اندیشہ نہیں اور بعض کسی مرض یا معدہ کی حرارت کے سبب ایسے بھی ہوتے ہیں اگر ایک رات دن کا کھانا نہ ملے تو غشی طاری ہو جائے ان کے لیے وہی حالت اضطرار ہے مگر اس اجازت میں بھی قید ہے وہ یہ کہ باغی اور حد سے بڑھنے والا نہ ہو جس کے معنی اکثر علما نے یہ کیے ہیں کہ کھانے میں سد رمق کھائے پیٹ بھرنے کا قصد نہ کرے نہ

---

❶ ...... تلبیہ: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ...... کہنا۔ ۱۲ منہ۔ ❷ ...... یہ جو بزرگان دین اولیاء صلحاء کے نام سے کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا ہے یا شیرینی فاتحہ خوانی کے بعد تقسیم کرتے ہیں یہ ان کی عبادت و تقرب کی نیت سے نہیں بلکہ عبادت و تقرب تو اللہ ہی کا مقصود ہوتا ہے میت کی جانب سے یہ عبادت ادا کی جاتی ہے اس لئے اس کا ثواب میت کی روح کو پہنچایا جاتا ہے اور یہ قرین قیاس ہے کیونکہ میت کی طرف سے اگر کوئی اس کا قرضہ چکائے تو چک (ادا ہو) سکتا ہے اب رہا یہ ایصال ثواب خواہ اوقات معینہ پر ہو یا لا علی التعیین بشرطیکہ تعیین کو اس کا جزنہ سمجھا جائے تو درست ہے۔ ایسی چیزوں کو مَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا مصداق بنا کر حرام اور نجس قرار دینا زیادتی ہے۔ ہاں اگر کوئی ان بزرگان دین ہی کی عبادت کی نیت سے ایسا کرے تو بے شک وہ نجس اور حرام ہے ۱۲ حقانی۔ ❸ ...... نطیحہ وہ جانور جس کو کسی دوسرے جانور نے سینگوں سے پھاڑ کر مار ڈالا ہو۔ ۱۲ منہ۔

❹ ...... متردیہ وہ جو بلندی سے گر کر مر جائے۔ ۱۲ منہ۔

عادی ہو کہ پھر ان چیزوں کے کھانے کا ارادہ کرے امام ابوحنیفہ اور ان کے اتباع کا بھی یہی قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ باغی بغاوت سے مشتق ہے کہ امام برحق سے لڑنے میں اس کو یہ بھوک پیاس پیش آئے تو اس کے لیے اس حالت میں رخصت نہیں۔ غرض حالت معصیت میں رخصت نہیں اس لیے کہ رخصت رحمت و عنایت ہے جس کا عاصی مستحق نہیں۔ اگر کوئی چوری کے لیے چلا یا فعل ناحق کے لیے یا زنا کرنے کے لیے یا کسی برے کام کے لیے پس نہ اس کے لیے حالت اضطرار میں جس کو مخمصہ کہتے ہیں ان ممنوع چیزوں کے کھانے کی رخصت ہے، نہ سفر میں قصر نماز اور افطار کی رخصت ہے کیوں کہ معصیت اور چیز ہے باقی احکام میں تعمیم ہے۔ اس کے بعد فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی بات تو بری تھی مگر اس کو خدا معاف کر دیتا ہے وہ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کھانے میں سدرمق سے زائد اس حالت اضطرار میں کھایا جانا ایک معمولی بات ہے اس لئے غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فرمایا ورنہ رخصت کے بعد ان اشیاء میں کوئی حرمت باقی نہیں رہتی۔

اشیاء کی حلت حرمت خدا تعالیٰ کی جانب ہے:......(۵) اب جیسا کے بعض اشیا سے بمقتضاء حکمت روکا تھا اسی طرح اس بات سے بھی منع فرماتا ہے کہ تم جھوٹ موٹ بغیر علم یہ نہ کہہ دیا کرو کہ یہ چیز حرام یہ حلال ہے اس لیے کہ اشیاء کی حلت و حرمت خدا ہی کے سپرد ہے۔ جاہلیت میں مشرکین اور ان کے گرو حلال اشیاء کو اپنے اوپر خدا کی عبادت سمجھ کر حرام کر لیتے تھے سائبہ بحیرہ وغیرہ بتوں کے نام سے چھوڑتے تھے ان کو بھی حرام سمجھتے تھے بتوں کی عزت و تعظیم کے لیے کیوں کہ ایسا کرنے میں خدا پر بہتان باندھنے والے فلاح نہیں پاتے ان کا آخرت میں انجام بد ہے دنیا میں چند روز کے مزے ہیں اڑا لیں پھر تو دردناک عذاب ہے۔ ممکن ہے کہ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ......الخ سے اس کے لیے تنبیہ ہو جو خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نہیں بچتے یا اس کی حلال نعمتیں کھا کر شکر نہیں کرتے اور پوری شکر گذاری یہ ہے کہ اس پر ایمان لائے زبانی شکر کہہ دینا کافی نہیں۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا
لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا
حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾

ترجمہ:......اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کی تھیں جنہیں تم کو پہلے بتا چکے ہیں اور ہم نے تو ان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا تھا لیکن وہی اپنے نفسوں پر آپ ظلم کیا کرتے تھے ﴿۱۱۸﴾ پھر آپ کا رب ان کے لیے جو بے خبری میں برے کام کرتے رہے پھر اس کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور سدھر گئے بیشک آپ کا رب اس کے بعد غفور رحیم ہے ﴿۱۱۹﴾ بے شک ابراہیم پیشوا ہو گزرے ہیں وہ خدا کے بڑے فرماں بردار ایک طرفہ بندے تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ﴿۱۲۰﴾ اس کی نعمتوں کے بڑے شکر گذار تھے خدا نے انکو برگزیدہ کیا تھا اور ان کو راہ راست دکھائی تھی ﴿۱۲۱﴾ اور ہم نے ان کو دنیا

میں بھی خوبی دی تھی اور وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں ہوں گے ۞۔

ترکیب:...... علی، حرمنا سے متعلق ہے من قبل قصصنا سے۔ انفسھم یظلمون کا مفعول۔ بجھالۃ عملوا سے متعلق۔ کان جملہ ان کی خبر۔ امۃ اماماً، کان کی خبر اول قانتاً خبر ثانی اسی طرح حنیفاً بھی خبر ہے ولم یک جملہ معطوف ہے کان پر۔ اسی طرح شاکراً بھی خبر کان۔

سابقہ اُمتوں پر حرام کردہ اشیاء

تفسیر:...... یہاں سے وہ تحریم بیان کی جاتی ہے جو اگلے لوگوں پر ان کی سرکشی سے واقع ہوئی تھی۔ فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا یعنی یہود پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھیں جن کا ذکر اے نبی ہم نے پہلے آپ سے سورۃ انعام وغیرہ میں کیا ہے جیسا کہ فرمایا تھا وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا کہ ہم نے یہودیوں پر کُھر والا جانور حرام کر دیا تھا گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کردی تھی۔ یہود پر اشیاء کے حرام ہونے کا مسئلہ تحریم اشیاء کے بعد اس لیے مذکور ہوا تا کہ مسلمانوں کو معلوم ہو۔

تحریم کی دو قسمیں:...... تحریم دو قسم کی ہے ایک یہ کہ خود ان اشیاء میں کوئی مضرت ہے حکیم نے شفقت سے منع کر دیا۔ دوم یہ کہ ان میں کوئی مضرت نہیں بلکہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو ان چیزوں کے استعمال سے روک دیا تا کہ اس ورزش سے ان کے نفس بد کی تیزی ٹوٹے جیسا کہ روزے میں ہوتا ہے مسلمانوں پر جو چیزیں حرام ہوئی ہیں تو قسم اول کی تحریم ہے برخلاف یہودیوں کے کہ ان پر قسم دوم کی بھی تحریم تھی۔ یہ مسلمانوں پر احسان ہے کہ ان پر اس قسم کی تحریم جاری نہیں فرمائی اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ فرماتا ہے کہ یہ یہود ہی کا ظلم اپنے نفسوں پر تھا سرکشی کرتے تھے اشیاء ان پر حرام ہوتی جاتی تھیں۔

موت سے قبل توبہ:...... اور سرکشی کے بعد توبہ کی طرف توجہ دلاتا ہے بقولہ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ...... الخ کہ جو لوگ بے خبری میں گناہ کرتے رہے مگر اس کے بعد انہوں نے توبہ کرلی ان کے لیے خدا غفور رحیم ہے۔ ایک آیت میں یہ آ گیا کہ جو موت تک گرفتارِ گناہ رہتے ہیں اور موت طاری ہونے کے وقت توبہ کرتے ہیں ان کی توبہ مقبول نہیں۔ کما قال وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ...... الآیۃ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر دانستگی میں بھی کسی نے برائی کی ہے اور مرنے سے پہلے اس نے توبہ کرلی وہ بھی مقبول ہے۔ جمہور اہلِ علم کا اسی پر اتفاق ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند صفات حمیدہ کا ذکر:...... مشرکینِ مکہ جو حضرت علیہ السلام کی نبوت میں کلام کرتے تھے بت پرستی کرتے تھے بااین ہمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائل تھے ان کے طریقے کو اچھا جانتے تھے۔ اسی طرح یہود بھی ان کے قائل تھے اور اپنی خرافات کو ان کی طرف منسوب کرتے تھے تورات میں جو کچھ احکام میں سختی ہوئی اور پاک چیزیں ان پر حرام ہوئیں ان کو سنتِ ابراہیمیہ سمجھتے تھے اس لیے ان دونوں فریق کے سنانے کو ابراہیم علیہ السلام کا چند صفاتِ حمیدہ کے ساتھ ذکر کیا تا کہ ان کے خیالاتِ فاسدہ کا بطلان ہو۔ پس فرماتا ہے إِنَّ إِبْرَاهِيمَ...... الخ اول صفت ان کی امۃ اس کے چند معنی ہیں وہ تنِ تنہا پیشوائے دین ہونے کی وجہ سے بمنزلہ امت یعنی ایک جماعت کے تھے۔ مجاہدؒ کہتے ہیں اپنے اول عہد میں تمام مشرکین کے مقابلے میں وہی موحد تھے اس لیے وہ بھی ایک گروہ قرار دیے گئے یا امۃ بروزن فعلۃ بمعنی مفعول جیسا کہ رحلۃ و بغیۃ یعنی مقتدا۔ (۲) قَانِتًا یعنی حکم کے تابعدار (۳) حَنِيفًا بمعنی مائل الی الاسلام (۴) لَمْ يَكُ...... الخ وہ مشرک نہ تھے۔ (۵) شَاكِرًا کہ بڑے شکر گذار تھے (۶) اِجْتَبٰهُ خدا نے ان کو برگزیدہ کیا تھا ایک عالم ان کو ذکرِ خیر

سے یاد کرتا ہے (۷) ھذٰہٗ ان کو راہِ راست کی طرف ہدایت کی گئی تھی (۸) اٰتَیْنٰہُ ...... الخ دنیا میں بھی وہ پھلے پھولے ان کی نسل میں برکت دی گئی (۹) دارِ آخرت میں مقامِ بلند پر پہنچے۔ اب جو ابراہیم علیہ السلام کے رستہ پر ہے وہی ان کا وارث برکات کا مستحق۔

ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾
اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ
ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا
عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا
بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۱۶ / ۲۲

ترجمہ: ...... پھر ہم نے (اے نبی) آپ کی طرف یہ وحی بھیجی کہ آپ ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کریں جو خدا کے ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے ﴿۱۲۳﴾ سبت تو انہیں پر مقرر ہوا تھا جو اس میں اختلاف کرتے آئے ہیں اور آپ کا رب ہی قیامت کے روز ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے فیصلہ کر دے گا ﴿۱۲۴﴾ (اے نبی لوگوں کو) اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ سے بلایئے اور ان سے بحث بھی کرو تو پسندیدہ طریقہ سے کرو آپ کے رب کو خوب معلوم ہے کہ کون اس کے رستہ سے بہکا ہوا ہے اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں ﴿۱۲۵﴾ اور اگر تم سختی بھی کرو تو اتنی کہ جتنی تم سے کی گئی ہے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے ﴿۱۲۶﴾ اور آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر کچھ رنج کیجیے اور نہ آپ ان کے مکروں سے دل تنگ ہوں۔ ﴿۱۲۷﴾ اس لیے کہ جو پرہیزگاری اور لوگوں سے نیکی کرتے ہیں اللہ ان کے ساتھ ہے ﴿۱۲۸﴾۔

ترکیب: ...... ان اتبع، اوحینا کی تفسیر ہے۔ بالتی أی بالمجادلۃ التی۔ عاقبتم جمہور کے نزدیک الف وتخفیف کے ساتھ ہے اور بعض نے بغیر الف کے تشدید کے ساتھ بھی پڑھا ہے عقبتم ای تتبعتم۔ بمثل ماب زائدہ ہے، بعض کہتے ہیں نہیں بلکہ تقدیر یہ ہے بسبب مماثل لما عوقبتم۔ لھو ضمیر صبر یا عفو کی طرف پھرتی ہے دونوں پر کلام دال ہے۔ ضیق مصدر ہے ضاق کا جیسا کہ سار سیرا یا ضیق کا مخفف جیسا کہ میّت، میت کا۔ الا باللہ ای بتوفیقہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف سے مشرکین و یہود پر تعریض

تفسیر: ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف مذکورہ میں مشرکین و یہود پر تعریض ہے کہ تم کو بھی ابراہیم کا اتباع ضرور ہے تم تو ان

کے برخلاف کام کرتے ہو اس کے بعد ان پر ایک اور تعریض کرتا ہے کہ ثُمَّ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ...... الخ اے ہمارے رسول ہم نے بعد اس کے کہ ابراہیم کا طریقہ لوگوں نے محرف کر دیا تھا (لفظ ثُمَّ اسی طرف اشارہ کرتا ہے) آپ کی طرف اے نبی حکم بھیجا کہ طریقہ ابراہیم پر قائم رہو اور اس پر چلو۔ یعنی محمد ﷺ نے دنیا میں کوئی نیا مذہب نہیں نکالا جو تم اس کو قبول کرنے میں یہ ششں وپنج کرتے ہو یہ تو اسی برگزیدہ نبی کا راستہ ہے کہ جس کے اتباع کا تم کو دعویٰ ہے۔ ہاں تم نے اس طریقے کو بگاڑ دیا مشرکین نے تو شرک کر کے، کیونکہ ابراہیم ہرگز مشرک نہ تھے یہود نے دیگر رسوم باطلہ سے۔

یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن تعظیم کا شرعی حکم:...... یہود حضرت ﷺ پر ایک اعتراض یہ بھی کیا کرتے تھے کہ آپ طریقہ ابراہیم کے کیوں کر پابند ہو سکتے ہیں ابراہیم کے دین میں یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن کی تعظیم خاص تھی وہ آپ نے ترک کی اس کی جگہ جمعہ کا دن مقرر کیا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَی الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ کہ سبت ❶ کا دن ابراہیم پر مقرر نہ ہوا تھا بلکہ انہیں یہود پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں کہ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی اس کی تعظیم بجا نہ لائے بہت نے ان کے بزرگوں میں سے اس کی بے حرمتی کی اس دن میں کاروبار و شکار کیا جس پر مبتلائے بلا ہوئے اِخْتَلَفُوْا فِیْهِ ایک قسم کی تعریض ہے کہ یہ جو آج اس کی تعظیم کا دم بھرتے ہیں انہیں نے اس میں اختلاف بھی کیا۔ اِخْتَلَفُوْا فِیْهِ کہ یہی معنی ہیں کہ بالاتفاق سب نے اس کی تعظیم برابر نہیں کی یا یہ معنی کہ نصاریٰ بھی باوجودیکہ توریت کی پابندی کا دم بھرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے احکام کو بھی برحق مانتے ہیں لیکن سبت کو نہیں مانتے اس کی جگہ اتوار کے دن کی تعظیم کرتے ہیں کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ میں نصاریٰ بھی داخل ہیں اور یہود پھر بھی انہیں میں باہم اس سبت میں اختلاف ہے یہود اس کے قائل ہیں عیسائی نہیں بلکہ اس کی جگہ اتوار کو قائم کرتے ہیں اور ہر ایک دلیلیں قائم کرتا ہے اس لئے فرماتا ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَحْكُمُ...... الخ کہ خدا قیامت کے دن ان میں فیصلہ کر دے گا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم پچھلے ہیں مگر سب سے پہلے ہیں قیامت کے دن۔ صرف فرق یہ ہے کہ ان کو پہلے کتاب ملی ہے اور ہم کو پیچھے پس وہ دن کہ جو خدا نے ان پر فرض کیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ہم کو وہ دن بتلا دیا کہ وہ ہمارے پیچھے رہ گئے یہود ایک روز نصاریٰ اس کے بعد ایک روز۔ (صحاح)

دعوت کے چند بنیادی اُصول:...... جب آنحضرت ﷺ ابراہیم علیہ السلام کی مسندِ نبوت پر بیٹھے اور ان سے بھی بڑھ گئے تو ان کو حج کے لیے لوگوں میں منادی کا حکم ہوا تھا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ تو آپ ﷺ کو تمام عالم کی دعوت کا حکم ہوا تھا کہ سب کو راہِ راست کی طرف بلائیں فقال اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ۔ مگر دنیا میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ اول اعلیٰ درجہ کے حکماء و کملاء جن کا مقصود اصلی یقینیات کا دلائلِ قطعیہ سے حاصل کرنا ہے سو ان کی دعوت بِالْحِكْمَةِ ہوتی ہے دلائل قطعیہ یقینیہ کے ساتھ ان کے دل میں عقائد و اعمالِ صالحہ کی رغبت پیدا کرنا۔ اب یہ کچھ ضرور نہیں کہ یہ دلائل قواعدِ منطقیہ پر مبنی ہوں یا نہ ہوں بلکہ ان کے فہم و استعداد کے موافق۔ دوم اوسط درجہ کے لوگ ان کے افہام دلائل اقناعیہ ہی پر بس کر لیتے ہیں۔ سو ان کو وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ دعوت ہوتی ہے اور یہی دلائل موعظت حسنہ ہیں جو لطف و نرمی کے پیرایہ میں ادا کی جاتی ہیں ف۔ سوم ادنیٰ درجہ کے لوگ جن کی روح مکدر اور عالمِ غیب سے نورانیت کا حصہ نہیں پائے ہوئے ہوتی ہیں، سو یہ لوگ دعوت کے قابل نہیں بلکہ ان کے مسلمات سے ان کا بند کر دینا ہی مطلوب ہوتا ہے اس لیے ان کے لیے فرمایا وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور اسی لیے اشرار اہلِ کتاب کے لیے ایک جگہ یوں آیا ہے وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اور چونکہ یہ لوگ

---

❶...... ہفتہ کا دن، اس میں دنیاوی کاروبار یہود پر ممنوع تھا ۱۲ منہ۔ ف:...... واعظانِ دین کو یہ آیت پیشِ نظر رکھنی چاہیے تاکہ صبر و حلم و طریق وعظ ملحوظ رہے ۱۲ منہ

ہٹ دھرمی کیا کرتے ہیں الزام کھانے کے بعد بھی بک بک کیے جاتے ہیں، اس لیے آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہا اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ......الخ یعنی آپ ﷺ کچھ غم نہ کریں کہ کیوں نہیں مانا اس لیے کہ خدا کو گمراہ اور ہدایت یافتہ معلوم ہیں سزا جزا اسی کے ہاتھ ہے جو شخص خلائق کی ہدایت پر کمر باندھ کر ان کو ان کے مذہب آبائی اور رسوم و عاداتِ مورثیہ سے منع کرنا چاہے تو لوگ اس کے اور اس کے اعوان و انصار کی تکلیف اور ایذا میں ہاتھ سے زبان سے کچھ اٹھا نہیں رکھتے۔

صبر اور انتقام:......اس لیے آنحضرت ﷺ کو اور آپ کے پیروؤں کو حکم دیتا ہے کہ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ کہ اگر بدلہ ہی لینا ہو تو اسی قدر جس قدر تم کو تکلیف دی گئی ہے۔ یہ عام قانونِ عدالت کے موافق حکم ہے مگر انبیاء اور ان کے پیروؤں کا مرتبہ اس سے بھی بلند ہے ان کو صبر و برداشت کرنا ہی بہتر ہے اس لیے فرمایا وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ۔ اس پر آنحضرت ﷺ کی شان اس سے بھی اعلیٰ ہے اس لیے آپ ﷺ کو بہ تاکید صبر کا حکم دیا وَاصْبِرْ ❶......الخ اور نیز آپ ﷺ کو ان کی گذشتہ حرکاتِ ناشائستہ پر رنج کرنے اور آیندہ جو وہ مکر و فریب کریں گے یا کرتے ہیں اس سے دل تنگ ہونے کی بھی ممانعت کر دی وَلَا تَحْزَنْ......الخ اور اپنی مدد کا بھروسہ دلا دیا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ جس طرح سورۂ حجر کا خاتمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ یادِ الٰہی کے حکم پر کیا تھا جس سے روح میں قوت اور تکلیف کی برداشت کی طاقت پیدا ہوتی ہے اسی طرح اس سورۂ کا خاتمہ جملہ مصائب کی برداشت پر کیا جو خدا پرستی میں پیش آتی ہیں اس لیے کہا گیا ہے الصبر مفتاح الفرج صبر کشادہ کاری کی کنجی ہے دنیا کے کاموں سے لے کر خدا پرستی اور عرفانِ الٰہی تک جس نے صبر نہیں کیا کچھ بھی نہیں پایا اور یہاں صبر پر کامیابی کا بھی وعدہ ہے اس لیے کہ خدا کی معیت سے زیادہ اور کوئی کامیابی نہیں۔ جس کے ساتھ خدا ہے اس کے ساتھ سب کچھ ہے۔

---

❶......مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہ آپ کا صبر کرنا توفیق و تائیدِ الٰہی سے ہے اس لیے کہ انتقام کے وقت نفس جولانی میں ہوتا ہے اس وقت اس کی باگ توفیقِ الٰہی ہی تھام سکتی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مخالفوں کی ایذاؤں ہی پر صبر و برداشت کرنا مراد نہیں بلکہ عبادت و ریاضت و یادِ الٰہی کی مشقتیں برداشت کرتے رہو کیونکہ یہ سوز دروں اللہ ہی کے لیے ہے یہ ہجر کا مرتبہ ہے جس کے بعد وصال کا وعدہ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ کہ پرہیزگار و نیکوکاروں کے ساتھ خدا ہے۔ احسان کی تفسیر صحیح حدیث میں آ چکی ہے کہ اللہ کی اس طور سے عبادت کرو گویا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور یہ نہ ہو تو گویا وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ وہ مراقبہ ہے جس سے وصال نصیب ہوتا ہے اس وصال کے لیے سال ہائے دراز عشاق نے رو رو کر شام سے صبح کی ہے ۱۲ منہ۔

اٰیَاتُھَا ۱۱۱ (۱۷) سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَدَنِیَّةٌ (۵۰) رُکُوْعَاتُھَا ۱۲

سورۂ بنی اسرائیل، یہ سورۃ مکی ہے اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

ترجمہ:......پاک ہے وہ کہ جس نے راتوں رات اپنے بندہ (محمد ﷺ) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی کہ جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تاکہ اس کو ہم اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں سننے والا دیکھنے والا وہی خدا ہے ①

ترکیب:......سُبْحٰنَ اسم ہے بمعنی تسبیح بمعنی التنزیہ۔ اور کبھی علم بھی ہو کر مستعمل ہوتا ہے تب اضافت سے منقطع ہوگا اور غیر منصرف ہوگا۔

قد قلت لما جاءنی فخرہ	★	سبحان من علقمت الفاخر

اور اس کا نصب فعل محذوف سے ہے جو متروک الاظہار ہے۔ اسریٰ وسریٰ ایک معنی میں ہے لیلاً منصوب ہے۔ اسریٰ کا مفعول فیہ ہو کر حولہ منصوب ہے۔ مفعول بہ یا مفعول فیہ ہو کر بٰرکنا کا، لِنُرِیَہٗ اسریٰ سے متعلق ہے۔

واقعۂ معراج

تفسیر:......چوں کہ پہلی دونوں سورتوں کے خاتمہ پر آنحضرت ﷺ کو عبادت وتسبیح اور اس پر صبر یعنی اس کی تکالیف برداشت کرنے اور اس پر مداومت کا حکم دیا گیا تھا جس کی آپ ﷺ نے بخوبی تعمیل کی۔ اب اس سورۃ کی ابتدا میں اس عبادت وصبر کا نیک نتیجہ ظاہر فرماتا ہے وہ کیا؟ حضرت ﷺ کو معراج ہونا جس میں صدہا اسرارِ غیب اور آسمانوں اور جنت ودوزخ کے حالات دکھلائے گئے یہ امرِ نبوت کی اعلیٰ ترقی ہے۔ جملہ مفسرین متفق ہیں کہ عبدہ سے مراد اس جگہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اسریٰ رات میں سیر کرانا لے جانا لیکن پھر لیلاً کا لفظ نکرہ کر کے لانا اس لیے ہے کہ تمام رات کی سیر نہ کوئی سمجھ لے، بلکہ یہ واقعہ رات کے ایک خاص حصے میں ہوا تھا وہ یہ کہ مسجد الحرام سے حضرت ﷺ کو مسجدِ اقصیٰ ① تک لے گئے پھر وہاں سے آسمانوں تک پہنچے۔ مسجد الحرام خانہ کعبہ اور اس کے آس پاس کی جگہ یعنی صحن۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ (آپؐ نے فرمایا) میں خانہ کعبہ کے پاس حجر ② کے اندر کچھ بیدار کچھ سوتا تھا کہ جبرئیل میرے پاس براق لائے

---

①......مسجد اقصیٰ بیت المقدس۔ یہ انبیاء سابقین کا قبلہ رہا ہے۔ یہ مسجد جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں ملک فلسطین کے یروشلم شہر میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً پانسو برس بعد تعمیر کی تھی۔ اس پر بنی اسرائیل کی شرارت وبدکاری سے کئی بار صدمات آئے، گرائی گئی اور پھر بنی۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں شہزادہ روم طیطس کی گرائی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا مسجد اسی جگہ کا نام ہے نہ کہ عمارت کا کیوں کہ عمارت بدلتی رہتی ہے مسجد نہیں بدلتی۔ مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کر رکھی تھی۔ اس زمانے میں ان کو بھی بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ کہتے تھے۔ جن کے نشان آنحضرت ﷺ نے قریش کے پوچھنے پر بیان فرمائے ۱۲۔ ②......حجر جس کو آج کل حطیم کہتے ہیں۔ اور حجر کنارہ کو بھی کہتے ہیں یہ گوشہ کعبہ میں ہے ۱۲ منہ

الجزء الخامس عشر (۱۵)

الخ اور بعض روایت میں ہے کہ اس رات آپ ﷺ ام ہانی کے گھر میں تھے۔ اس کی تطبیق علماء نے یوں کی ہے کہ ام ہانی کا گھر حرم میں واقع تھا۔ اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو روحانی طور پر بھی کئی بار معراج ہوئی ہے ام ہانیؓ کے گھر سے شاید روحانی معراج ہوئی ہو نہ یہ کہ جس کا یہاں ذکر ہے اور اسی طرح وہ جو بعض اہل علم معراج کو خواب بینی کہتے ہیں غالباً ان کی مراد بھی خواب کی معراج ہوگی نہ یہ کہ جس حالت بیداری میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور مسجدِ اقصیٰ تک ایک رات کے کچھ حصہ میں جانا تو اس آیت سے ثابت ہے اور پھر آگے آسمانوں تک احادیث صحیحہ سے جو بحالت مجموعی حد تواتر کو پہنچ گیا ہے اور اسی پر جمہور اہلِ اسلام کا اتفاق ہے سلف سے خلف تک۔ مسجدِ اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے اور اس کو اقصیٰ بمعنی بعید اس لیے کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ سے یہ اس قدر دور فاصلہ پر ہے کہ پھر اس سے پرے اور کوئی مسجد نہ تھی۔ غرض کوئی (بھی) وجہ ہو مگر عرب خصوصاً اہلِ مکہ اس کو مسجدِ اقصیٰ کہتے تھے۔ اس کے اردگرد برکت دینے سے مراد یہ ہے کہ پھل پھول کی جگہ میں مسجدِ اقصیٰ ہے ایسے سرسبز ملک اور محل میں یہ سرسبزی خدا کی عطا کردہ برکت ہے اور اس کے سوا اس کے گرد حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات اور آثارِ باقیہ ہیں جو سراسر برکات ہیں۔ اور یہ سیر کس لیے کرائی کہ خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو اپنے نشانِ قدرت اور عالمِ غیب کی چیزیں دکھائے، من جملہ ان کے جنت و دوزخ کی چشم دید حالت اور ملائکہ اور عالمِ قدس کے لوگوں کی کیفیت تا کہ نبوت کے مرتبہ کی تکمیل ہو جائے جو تمام عالم کے نبی کے لیے ضروری تھی۔ سمیع و بصیر اس مقام پر عجب لطف دے رہا ہے۔ بصیر اس عجیب سیر میں حضرت ﷺ کی نگہبانی کے لیے آیا ہے۔ مسافر کو کہتے ہیں اللہ نگہبان۔ اور سمیع منکروں کے بیہودہ سوالات پر تہدید کے لیے آیا۔ آسمان اور بہشت و دوزخ کی سیر، اور وہاں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی کیفیت، اور نمازِ پنج گانہ وہاں فرض ہونا احادیثِ صحیحہ میں مفصلاً مذکور ہے۔

واقعہ اسریٰ سے متعلق ابحاث:...... (۱) یہ معراج کا واقعہ محققین کے نزدیک ہجرت سے ایک سال پیشتر رجب کے مہینے میں ستائیسویں شب کو ہوا تھا جیسا کہ معالم التنزیل وغیرہ کتب سے ثابت ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ نے جب صبح کو اس معراج کی کیفیت بیان فرمائی تو اہلِ مکہ اور بھی تمسخر کرنے لگے چنانچہ قریش کے چند قافلے ملکِ شام میں تجارت کے لیے گئے ہوئے تھے، قریشِ مکہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ اگر آپ شبا شب (راتوں رات) بیت المقدس گئے تو ہمارے فلاں فلاں قافلے آپ کو راستہ میں ضرور دکھائی دیئے ہوں گے اگر آپ سچے ہیں تو ان کی پوری کیفیت بیان فرمایئے کہ اس رات وہ کہاں تھے اور اہلِ قافلہ اس وقت کیا کر رہے تھے اور ان میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی سب مفصل کیفیت بیان کر دی اور جب وہ قافلے واپس آئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ فلاں شب تم کہاں تھے اور کیا معاملہ تم میں گزرا تھا؟ انھوں نے وہی بیان کیا جس کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی تھی جیسا کہ صحیح مسلم میں موجود ہے۔

سوال: احادیث میں یہ موجود ہے کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے بیت المقدس کے مکانات کا پتہ پوچھنا شروع کیا اور آپ ﷺ جب بتاتے بتاتے گھبرا گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے بیت المقدس کو آپ ﷺ کے سامنے لا کر حاضر کر دیا۔ اول تو بیت المقدس جو خاص ہیکل سلیمانی سے عبارت ہے بخت نصر کے حادثہ میں گرایا گیا اور پھر جو اس کی تعمیر ہوئی تو اس کو انطا کیہ کے بادشاہ اینٹوکس نے حضرت مسیح علیہ السلام سے پیشتر ہی گرا دیا، پھر اس کے بعد جو تعمیر ہوئی وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد تک تمام نہیں ہوئی تھی جس کی سرپرستی ہیرودس حاکم شام کرتا تھا جو قیاصرۂ روم کا گورنر تھا۔ اس کو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشین گوئی کے موافق حضرت مسیح علیہ السلام کے صعود سے تخمیناً چالیس برس بعد روم کے قیصر طیطوس نے بیخ و بنیاد سے گرا دیا اور اس پر ہل چلوا دیے پھر جو کسی نے اس کی تعمیر کا قصد کیا تو نہ کر سکا اس کی بنیادوں میں سے مدتوں تک آگ کے شعلے نکلتے رہے جو یہود پر مسیح کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے قہرِ الٰہی تھا آخر وہ تعمیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد تک خراب پڑی رہی

وہاں خس و خاشاک اور بول و براز پڑا رہتا تھا پھر اس کو عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا یہ بات عیسائیوں اور محمد یوں کی تاریخ میں بالاتفاق مانی گئی ہے پس آپ ﷺ نے نماز وہاں کیوں کر پڑھی اور اس کے نشانات لوگوں کے سوال کے مطابق کیوں کر بیان فرمائے۔ اس عہد کے پیشتر صدہا سال سے ہی اس کو کسی نے نہیں دیکھا تھا وہ اس کے نشانات کیوں کر پوچھ سکتے تھے؟ دوم جو کچھ ہو پھر اس کے حضرت ﷺ کے روبرو مکہ میں حاضر ہونے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ اسلام ایسی ہی غلط باتوں اور توہمات پر مبنی ہے جن کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

جواب: مسجد اس جگہ کا نام ہے جو وہ عمارات کے گر جانے یا بدل جانے سے نہیں بدلتی گو وہ خاص ہیکل منہدم تھی مگر اس کے آس پاس عیسائیوں نے مکانات تعمیر کر رکھے تھے جن کو خود عیسائی اور عوام ہیکل اور بیت المقدس ہی کہتے تھے جن کو قریش مکہ نے جب کہ وہ اس ملک اور شہر میں تجارت کے لیے آتے جاتے تھے بارہا دیکھا تھا، انہیں کو آنحضرت ﷺ نے مطابق سوال کے بتلا دیا۔ رہا اس کا مکہ میں آپ ﷺ کے سامنے موجود ہو جانا جسے دیکھ دیکھ کر آنحضرت ﷺ قریش کو جواب دیتے اور نشان بتلاتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اس سے یہ مراد نہیں کہ ان مکانات کو اٹھا کر ملائکہ مکہ میں لے آئے تھے بلکہ آپ ﷺ پر انکشاف روحانی ہوا اور تمام عمارت قلبی آنکھوں کے سامنے آ گئی آپ ﷺ تو سید المرسلین موید بالالہام تھے، معمولی لوگوں کے سامنے غائب چیزوں کا تصور میں پورا نقشہ کھنچ جاتا ہے وہ چیزیں اس عالم میں آنکھوں کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں۔ پادری صاحب ایسے واہی تباہی شبہات سے جن کے پیش کرنے سے عاقل اور اہلِ علم شرم کرتے ہیں جاہل مسلمانوں کے اعتقاد میں فتور ڈالا کرتے ہیں اور اس کو مشن کی عمدہ کارگزاری سمجھ کر فخر کیا کرتے ہیں شرم شرم۔

سوال ۲: جسمِ عنصری کا تھوڑی سی دیر میں مسجدِ اقصیٰ پہنچنا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ آسمانوں پر جانا اور آسمانوں سے گزر کر عرش تک جانا اور وہاں باوجود اس جسمِ عنصری کے روحانیات محضہ سے ملنا جنت و دوزخ کو دیکھنا عقلاً ممنوع ہے حکماء نے اس کے محال ہونے پر اور آسمانوں کے خرق و التیام کے محال ہونے پر دلائل قائم کیے ہیں اور نیز کوئی اہلِ ادیانِ حقہ یعنی عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں اسی لیے آج کل کے فلسفی مسلمان بلکہ کچھ اگلے زمانہ کے بھی جن کو معتزلہ کہتے تھے اس معراج کو خواب پر محمول کرتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قول سے ان اعتراضات سے بچنے کے لیے۔

جواب: جسمِ عنصری کا ایسی حرکتِ سریع کرنا، جب کہ اس کی عنصریت روحانیت سے بھی لطافت میں بڑھ جائے کچھ بھی محال نہیں آج کل ریل اور تار برقی کی حرکت کو ملاحظہ کر لیجیے اور اسی طرح آسمانوں کا خرق والتیام جن خیالاتِ فاسدہ سے محال ثابت کیا تھا ان کی پوری پوری حکماء اسلام نے علمِ کلام میں قلعی کھول دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ وہ حکماء یونان اپنے عقلی ڈھکوسلوں سے زمین و آسمان کے قلابے ملایا کرتے تھے جن کے مسائلِ طبیعیات و ہیئت کی آج کل حکماء یورپ کیسی خاک اڑا رہے ہیں اور جو کوئی ملحد عیسائی ایسی باتوں کا قائل نہیں تو کیا ہوا پر جو انجیل اور بائبل کو مانتے ہیں ان پر ان باتوں کا تسلیم کرنا ضرور ہے۔ دیکھیے انجیل مرقس کے سولھویں باب انیسویں درس میں یہ ہے یعنی مسیح خداوند لوگوں سے کلام کرنے کے بعد آسمانوں کی طرف چڑھ گیا اور خدا تعالیٰ کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے۔ اور اسی طرح دوسری کتاب السلاطین کے دوسرے باب میں مذکور ہے کہ ایلیاء (یعنی حضرت الیاس علیہ السلام) اور الیسع علیہ السلام باتیں کرتے جاتے تھے کہ ایک آگ کی گاڑی اور آگ کے گھوڑے نمودار ہوئے اس میں چڑھ کر ایلیاء آسمان پر چلا گیا۔ اور اسی طرح قسیس ولیم اسمٹ اپنی کتاب طریق الاولیاء میں حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا بیان کرتا ہے۔ اور اہلِ اسلام تو قاطبۃً اس پر متفق ہیں دس بیس ملحدوں کا کیا ذکر ہے۔ اور عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دوسری معراج کے بارے میں ہے جو حضرت ﷺ کو اس سے پیشتر خواب میں ہوئی تھی۔ (جیسا کہ معالم میں ہے)

(۳) یہ معراج روحانیت کا کامل غلبہ ہے عبادت و تسبیح کے سبب جس سے روح جسم پر غالب آ گئی اور جسمانیت میں سرایت کر گئی اور

جسم بھی بمنزلہ روح کے لطیف ہو گیا تھا اور یہ بات اہلِ کمال پر مخفی نہیں۔

وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ
وَکِیْلًا ۝۲ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝۳ وَقَضَیْنَاۤ اِلٰی
بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا ۝۴
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا
خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَکُمُ الْکَرَّةَ عَلَیْهِمْ
وَاَمْدَدْنٰکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا ۝۶ اِنْ* اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ
لِاَنْفُسِکُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَکُمْ
وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ کَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ۝۷ عَسٰی*
رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ۝۸

ترجمہ:......اور ہم نے موسیٰ کو (بھی) کتاب دی تھی اور اس کو بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنایا تھا (اس میں حکم تھا) کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا۲ ان کی نسل کہ جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کر لیا تھا بے شک وہ شکر گذار بندے تھے۳ اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے ٹھیرا دیا تھا کہ تم زمین پر دوبارہ فساد کرو گے اور بڑی ہی سرکشی کرو گے۴ پھر جب ان میں سے اول وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے کھڑے کر دیے جو بڑے لڑنے والے تھے (اور) وہ تمہارے گھروں میں گھس پڑے اور اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۵ پھر ہم نے تم کو دشمنوں پر غلبہ دیا اور تم کو مال اور اولاد میں ترقی دی اور تم کو بڑی جماعت والا بنا دیا۶ اگر تم نے نیکی کی تو اپنے ہی بھلے کے لیے کی تھی اور اگر بدی کی تھی تو اپنے ہی لیے کی تھی پھر جب دوسرا وعدہ آیا (تو پھر دشمنوں کو ابھار دیا) تا کہ وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں اور مسجدِ (مقدس) میں گھس پڑیں جیسا

*......جب بنی اسرائیل نے اول حملۂ دشمن کے بعد خدا سے عاجزی کی اور روئے پیٹے تب اس نیکی کا ثمرہ انہیں کے لیے یہ ہوا کہ خدا نے بنی اسرئیل کو پھر قوت عطا کی از سرِ نو حکومت و شوکت قائم ہوئی اس کے نشے میں جو پھر بدکاری اور بت پرستی کی اس کا وبال بھی پھر انہیں پر پڑا کہ کوئی دوسرا دشمن کھڑا ہو گیا جس نے بنی اسرائیل کے چہرے بگاڑ دیے مسجد اقصیٰ میں گھس کر سب تبرکات جلا دیے مسجد میں بھی آگ لگا دی، صد ہا ہزار ہا کو دشمن اسیر کر کے لے گیا اور مقتولوں اور مجروحوں کا حساب ہی نہیں عورتوں کا ننگ و ناموس جدا برباد ہوا ۱۲ منہ *......عَسٰی رَبُّکُمْ کا اشارہ یا تو آنحضرت ﷺ کے عہد کے یہود کی طرف ہے کہ اب بھی وقت ہے اگر تم نے نبی آخر الزماں ﷺ کی طاعت کر لی تو خدا پھر تم پر رحم کرے گا تمہارا برگشتہ زمانہ جا کر بھلے دن آ جائیں گے۔ اور اگر پھر بھی وہی شرارت کرو گے تو دنیا میں ہم تم پر کوئی تازہ آفت لائیں گے اور آخرت میں تو جہنم منکروں کا جیل خانہ تیار ہے۔ یہود نے آنحضرت ﷺ سے شرارت کی اور بھی رہی سہی عزت جاتی رہی۔ دنیا بھر میں ایک انچ زمین کے بھی حاکم نہیں جہاں کہیں ہیں محکوم و ذلیل ہیں یا یہ اسی وقت کے یہود کی طرف اشارہ تھا جس کو حکایت کیا جاتا ہے چنانچہ یہود بخت نصر کے حادثہ کے بعد کچھ نیکی کی طرف آئے شان و شوکت بھی عود کرنے لگی مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد میں پھر شرارت کی جس کے وبال میں طیطس شاہ روم کے ہاتھ سے ان کا ستیاناس ہو گیا ۱۲ منہ

کہ اس میں اول بار گھس پڑے تھے اور جس چیز پر قابو پادیں اس کا ستیاناس کر ڈالیں⑦ کچھ دور نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم کرے اور اگر تم وہی کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کریں گے اور ہم نے جہنم کو منکروں کا قید خانہ بنا رکھا ہے⑧۔

ترکیب:...... الاتتخذوا اصل میں ان لاتھا۔ان مفسرہ ہے اس چیز کا کہ جس کو کتاب شامل تھی امر و نہی سے۔ و کیلا مفعول ہے لاتتخذوا کا اور مفعول ثانی یاذریۃ ہے والتقدیر لاتتخذوا ذریۃ من حملنا و کیلا ای ربا او مفوضاً الیہ۔اس صورت میں من ذونی حال ہوگا و کیلا سے یا من دونی خود مفعولِ ثانی ہے۔اس صورت میں ذریۃ کا نصب منادیٰ مضاف ہونے کی وجہ سے ہے یا باضمار اعنی مرتین مصدر ہے غیر لفظ سے وعد اولھما ای موعود اولی المرتین۔خلال ظرف ہے جاسوا کا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کا ملنا

تفسیر:......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ذکر فرما کر (یعنی معراج کا ذکر کر کے بتلاتا ہے کہ ہمیشہ سے انبیاء کے ساتھ ہم یوں ہی انعام و اکرام کرتے آئے ہیں اس سے پہلے ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب یعنی تورات دی تھی جو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اس میں بڑا تاکیدی حکم یہ تھا کہ اے نوح اور اس کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کی نسل! میرے سوا اور کسی کو کارساز حاجت روا نہ بنانا۔مگر بنی اسرائیل نے بت پرستی کی، ہلاکت میں پڑے۔

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس وقت لوگوں کی شرارت سے ان کو غرق کیا تھا اور نوح اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں خدا پرستی کی وجہ سے بچا لیا تھا پھر اب جو تم دنیا میں پھیلے ہوئے ہو سب انہیں انعام یافتوں کی نسل ہو تم کو ذرا اپنے بزرگوں کا بھی خیال ہے کہ وہ کیسے تھے اور اب تم کیا کرتے ہو اور اس عذاب کا بھی کہ جو اس وقت دنیا پر نازل ہوا تھا۔چونکہ کشتی والوں میں نوح علیہ السلام سردار تھے اس لیے ان کا وصف بھی ظاہر کر دیا إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا کہ وہ بڑا شکر گذار بندہ تھا۔اب تم اس کی اولاد ہو کر کس طرح سے کفران کرتے ہو، شرماؤ۔مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ میں اس شرارت پر سزا نازل ہونا اشارۃً ذکر فرما کر اس واقعہ کی تصریح فرماتا ہے جو کتاب میں بنی اسرائیل کے لیے بطور پیشین گوئی کے ذکر ہوا تھا۔بقولہ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۞ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ۔

قضاء قطع کرنا، فیصلہ کرنا اور ادا کرنا، حکم کرنا مگر یہاں مراد قطعی طور پر بتلا دینا ہے۔وَعْدُ أُولَاهُمَا یعنی اولی المرتین، باس قتال و منہ قولہ تعالیٰ و حین البأس۔قال اللیث الجوس و الجسوسان التردد۔فجاسوا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے معنی کرتے ہیں فتشوا۔ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں طلبوا من فیھا۔ابن قتیبہ کہتے ہیں عاثو و افسدوا۔الخلال ھو الانفراج بین الشیئین و الدیار دیار بیت المقدس۔

بعض مفسرین نے فی الکتاب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تورات مراد لی ہے اور یہ ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت بنی اسرائیل کو یہ بات اول سے سنادی ہو کہ تم ملک میں دوبارہ فساد مچاؤ گے اور بڑی سرکشی کرو گے پہلی مرتبہ جب تم ایسا کرو گے تو تم پر ہم بڑے جنگ آور بندے مسلط کریں گے جو تمہارے گھروں میں گھس گھس کر تمہیں قتل کریں گے۔اس کے بعد ہم پھر تم کو دولت و ثروت اولاد و حشمت دیں گے مگر تم...پھر فساد و شرارت کرو گے تو ہم پھر تم پر ایک قہار قوم مسلط کریں گے جو تمہارے منہ بگاڑ دے گی اور اول بار کی طرح بیت المقدس تک ان کی نوبت آئے گی اس کے بعد شاید خدا تم پر مہربانی کرے اور جو تم پھر بدی و شرارت کرو گے تو ہم بھی تم کو سزا دیں گے مگر اب بالفعل جو اہلِ کتاب کے پاس توریت کے نام سے ایک کتاب ہے اس میں اس صراحت کے ساتھ یہ مضمون نہیں

ہاں اس کے بعض فقروں سے نکلتا ہے اس اصلی توریت میں یہ مضمون ہوگا۔ بعض کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد لوحِ محفوظ ہے یعنی یہ بات بنی اسرائیل کے لیے ہم نے دفترِ قضا و قدر میں لکھ دی تھی۔ وقال ابن عباس و قتادۃ یعنی قضینا علیہم فالی بمعنی علی والمراد بالکتاب اللوح المحفوظ (معالم)۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ ای اعلمناھم واخبرناھم فیما اٰتیناھم من الکتاب انھم سیفسدون (معالم)۔

اس قول سے توریت کی تخصیص نہیں سمجھی جاتی بلکہ عام ہے کوئی کتاب ہو جو بنی اسرائیل کو دی گئی تھی اور کاتب الحروف کے نزدیک یہی قول قوی ہے۔ اب ہم جو آج کل کی کتابوں کو دیکھتے ہیں کہ جن کو اہلِ کتاب الہامی مانتے ہیں ان میں سے کتاب یسعیاہ (شعیاہ) اور یرمیاہ (ارمیاہ) اور حزقیل اور ہوسیع اور یوئیل اور عاموس اور میکیاہ اور حبقوق علیہم السلام کی کتابوں میں یہ مضمون بکثرت موجود اور باوجود تحریفات کے بہت کچھ مذکور ہے اسی کی نسبت فرماتا ہے وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ . . . الخ یہ بات باقی رہ گئی کہ پہلی مرتبہ بنی اسرائیل کی شرارت و بت پرستی پر کس جبار بادشاہ کو خدا نے ان پر مسلط کیا تھا؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ بخت نصر بابل کا بادشاہ ہے مگر اس کی چڑھائی کا باعث جو حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام کے خون کا انتقام کہتے ہیں وہ بڑی غلطی کرتے ہیں اس لیے کہ بختِ نصر جس کو اہلِ کتاب بنوکدنضر کہتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے صدہا سال پیشتر گذرا ہے اور پچھلی مرتبہ جس نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی ہے بعض کے نزدیک وہ شاہ اینٹوکس انطاکیہ کا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد پھر کچھ بنی اسرائیل کی حالت سنبھلی تھی جیسا کہ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ سے پایا جاتا ہے تو بنی اسرائیل نے یحییٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ بھی بڑی بدسلوکی کی تو وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا کے موافق خدا نے شہزادۂ روم طیطس کو چڑھایا جس نے بالکل ستیاناس کر دیا۔ اسی کے گرائے ہوئے بیت المقدس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا ہے۔

اب ہم بیت المقدس کی مفصل تاریخ لکھتے ہیں جس سے ناظرین آپ سمجھ لیں گے کہ اس آیت کا مصداق ان بادشاہوں میں سے کون ہے اور کون سا واقعہ اس سے زیادہ چسپاں ہے، وھو حسبی و نعم الوکیل۔

تاریخ بیت المقدس

چونکہ مسجدِ اقصیٰ کا ذکر قرآن مجید کی ان آیات میں واقع ہے کہ جن کو مفسرینِ اسلام بیت المقدس یا بیت القدس سے تعبیر کرتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہوا اس کا مفصل حال بیان کریں تا کہ پھر شبِ معراج میں آنحضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہاں تشریف لے جانا ذہن نشین ہو اور اس پر جو مخالفین نے شبہات کیے ہیں وہ بھی دفع ہو جائیں اور نیز پچھلی آیتوں کا مطلب بھی بخوبی واضح ہو جائے۔

فصل اوّل:..... مسجدِ اقصیٰ یا بیت المقدس ❶ اس مسجد کا نام ہے کہ جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا جس کو اہلِ کتاب ہیکل کہتے ہیں۔ یہ مسجد شہر شلیم یا جیروسلم میں واقع ہے جو ملکِ فلسطین میں ہے اور اس ملک کو یہود یہ یا ارضِ مقدسہ (ہولی لینڈ) کنعان بھی کہتے ہیں اور کبھی ملکِ شام بھی۔ جغرافیہ فرہاد کے صفحہ ۴۲۲ میں ہے:

> **و کنعان اسم قدیم شام است کما قال یاقوت کنعان باالفتح ثم السکون و عین مھملۃ و آخرہ نون قال ابن الکلبی الشام منازل الکنعانیین ینسبون الی کنعان بن حام بن نوح۔ و کنعان موضع من ارض الشام کان منزل یعقوب علیہ السلام فی قریۃ یقال لھا سیلون بین سنجل و نابلس و بھا الجب الذی القی فیہ یوسف علیہ السلام۔**

کنعان شام کے اس حصہ کا نام ہے جس کے ایک گاؤں میں جس کا نام سیلون ہے سنجل اور نابلس کے درمیان حضرت یعقوب رہا

---

❶ اور کبھی شہر یروشلم کو بھی کہتے ہیں وہاں کے اہل اسلام بیت المقدس کہا کرتے ہیں۔

کرتے تھے اور یہیں وہ کنواں بھی ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا اور شام کے ملک میں ایک گاؤں کا بھی کنعان نام ہے۔

جغرافیہ فلسطین:......اسی طرح فلسطین بھی اس ملک کو کہتے ہیں یعنی ملکِ شام کا وہ جنوبی حصہ ومغربی حصہ جو بحیرۂ روم کے کنارہ پر واقع ہے جس میں عسقلان اور یقرون ف اور یافہ اور غزہ وغیرہ شہر آباد ہیں۔ زمانہ قدیم میں اس ملک میں فرقہ کوش کے لوگ رہتے تھے جن کا مقابلہ بنی اسرائیل سے ہوا کرتا تھا۔ اور سیریہ ❶ کہ جس کو زمانہ قدیم میں آرام کہتے تھے ایشیاء ترکی کا ایک حصہ ہے جس میں شہر الیپو یعنی حلب واقع ہے۔ کبھی شام وسیع معنی میں اطلاق ہوتا ہے جس سے ملکِ فلسطین بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اب ہم اس ملکِ فلسطین یا کنعان کا حال بیان کرتے ہیں کہ جس میں شہر جیروسلم یا یروسلم واقع ہے۔ اس ملک کے حدودِ اربعہ یہ ہیں شمال میں ملک سیریا یعنی شام اور مغرب میں شمالی حصہ تک بحیرۂ روم جس کے کنارے پر طرابلس، غزہ، یافہ، صیدا، عسقلان، عکہ، صور، بیروت، لاذقیہ، قیساریہ وغیرہ شہر واقع ہیں اور جنوب میں ملکِ عرب کے شمالی حصے اور مشرق میں یردن ندی اور بحر المیت کے جس کو بحرِ لوط بھی کہتے ہیں یعنی وہ شور جھیل کہ جس کا طول تخمیناً ستر ۷۰ میل ہے جس کے کناروں پر حضرت لوط علیہ السلام کی نافرمانی سے وہ پانچ گاؤں جو غارت ہو گئے بستے تھے۔

اس ملک کا طول شمالاً وجنوباً سریا سے لے کر عمالیقوں کی زمین تک اسی ۸۰ کوس اور عرض یورپ پچھم بحیرہ روم سے لے کر موآبیوں کی زمین تک چالیس ۴۰ کوس اور پھر حضرت داؤد اور سلیمان علیہ السلام کے عہد میں اس ملک کے اور بھی حدودِ اربعہ وسیع ہو گئے تھے قدیم زمانے میں اس ملک پر بابل اور نینویٰ کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ شاہانِ نینویٰ کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اطرافِ بابل اپنے اصلی وطن سے ہجرت کر کے اس ملکِ یہودیہ یا شام میں آرہے تھے اس عہد میں شاید یہاں نینویٰ کے بادشاہ کی حکومت نہ تھی یا ہو گی تو کامل طور پر نہ ہو گی بلکہ توریت سے یہ معلوم ہوتا ہے طوائف الملوکی تھی۔ اس ملک میں شمال کی جانب سے پہاڑوں کے دو سلسلے جنوب ومغرب کی طرف چلتے ہیں اور اس مقام کو لبنان کہتے ہیں تھوڑی دور اسی طرح چل کر مغربی سلسلہ شہر صور کے دو کوس اتر طرف بحیرۂ روم کے کنارہ پر ختم ہوتا ہے اور دوسرے سلسلہ کی پھر دو شاخیں ہو کر دکھن کی طرف چلتی ہیں ان دونوں میں سے مشرقی سلسلہ کا ایک موقع پر حرمون ہے یہ پہاڑ بعض جگہ نو ہزار بعض جگہ گیارہ ہزار فٹ بلند ہے جس کی چوٹیوں پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے پھر یہ سلسلہ دریائے جلیل کے قریب مشرق کی طرف بسن کہلاتا ہے پھر اور آگے یردن ندی کے قریب کوہ جلعاد کہلاتا ہے جہاں سے روغنِ بلسان آیا کرتا تھا پھر آگے چل کر اس کو ابریم کا پہاڑ اور مدیانیوں کی زمین کے قریب اس کو کوہِ شعیر کہتے ہیں جس میں سے ایک چوٹی کا نام کوہِ حور ہے جہاں حضرت ہارون علیہ السلام نے وفات پائی تھی پھر یہ بحیرۂ قلزم میں جا کر تمام ہو گیا اور اسی طرح مغربی سلسلہ چلتا ہے جس کو جلیل کے پاس کوہِ تبور اور آگے چل کر کوہ کرمل کہتے ہیں جس کے معنی اللہ کا باغ ہے یہاں کی سرسبزی اور انواع واقسام کے پھول ضرب المثل ہیں اسی کی چوٹی پر جو سمندر کے قریب ہے الیاس علیہ السلام نے بعل کے پجاریوں سے مقابلہ کیا تھا۔ اس کے اور تبور پہاڑ کے بیچ سمندر سے لے کر دریائے یردن تک یزرائیل کی وادی کہلاتی ہے اس کی لمبائی چودہ کوس اور چوڑائی چھ کوس ہے اور سیدھا دکھن کی طرف چل کر اسرائیل یا افرائیم کے پہاڑ اور یہودیہ کے پہاڑ

❶......یعنی شام ۱۲۔ ف......معراج میں بیت المقدس کا ذکر تھا اس کے بعد جو کچھ نابکار یہودیوں کی ناشائستہ حرکات سے اس مقامِ متبرک پر بھی مصائب آئے ان کا ذکر اس لیے اور بھی مناسب ہوا کہ قریش کے کان کھل جائیں کہ کعبہ کی بدولت جو تم امن سے رہ کر روزی کھاتے ہو اور شرارت کرتے ہو ہم اس پر بھی اپنے بندے لشکرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چڑھا لائیں گے چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ جب قریش نے مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمانداروں کو نکال دیا اور ان پر ظلم وستم کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تو اس ہجرت کے کئی سال بعد مسلمانوں کی ایک معقول جماعت فراہم ہو گئی مکہ پر چڑھ آئے۔ قریش کو بجز امان مانگنے کے چارہ نہ ہوا لیکن یہ چڑھائی کرنے والے خدا پرست تھے، بجائے انہدامِ کعبہ کے انھوں نے کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔ یہ کعبہ کی خاص فضیلت ہے کہ پھر اس پر کسی نے چڑھائی نہ کی نہ ان شاء اللہ کوئی کر سکے گا جب تک دنیا میں اسلام باقی رہے گا۔ ۱۲ منہ

کہلاتے ہیں انہیں میں کوہ جرزین بھی ہے جس کی چوٹی پر بنی اسرائیل کے مقابلے میں سامریوں نے دوسری ہیکل بنائی تھی اور اسی سلسلے میں کوہ موریہ ہے جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ یا ہیکل تعمیر کی اور کوہ صیحون بھی کہ جس پر یہ شہر یروسلم واقع ہے گویا موریہ اور صیحون اس ایک ہی پہاڑ کے نام ہیں یہ شہر چار پہاڑوں پر آباد ہے موریہ، صیحون، اکرا، بز۔تہا، زمانہ قدیم میں سب کو موریہ کہتے تھے اس وجہ سے کہ وہاں ایک قوم اموری بستی تھی اور صیحون ان کا ایک بادشاہ گذرا ہے پھر اسی کے نام سے یہ پہاڑ نامزد ہو گیا۔

یہ شہر یروسلم کہ جس میں مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی واقع تھی بحیرۂ روم سے ۳۲ میل کے فاصلے پر سمندر کی سطح سے دو ہزار پانسو اڑتیس فٹ بلندی پر واقع ہے اور دریائے یردن کے جہاں حضرت مسیح نے اصطباغ لیا تھا جس کا پانی ہر سال ہزاروں عیسائی گنگا جلی کی طرح تبرکا لے جاتے ہیں، یروسلم سے اٹھارہ میل دور ہے اور شہر حبرون دکھن کی طرف دس بارہ میل اور سامریہ شمال کی طرف ۳۶ میل۔ دمشق سے یروسلم دکھن اور پچھم کے رخ ایک سو بیس میل پر ہے اور بغداد سے ساڑھے چار سو میل مغرب کے رخ میں۔ نابلس کہ جس کے قریب حضرت یعقوب علیہ السلام رہا کرتے تھے یروسلم سے شمال کی جانب ۳۴ میل اور بندر یافہ کہ جہاں سے ہیکل کے لیے لکڑیاں آیا کرتی تھیں یروسلم سے دکھن کی طرف باسٹھ میل اور شہر ناصرہ کہ جہاں حضرت مسیح علیہ السلام مصر سے آ کر رہے تھے جس وجہ سے ان کی امت نصاریٰ کہلاتی ہے ستر میل اور بیت اللحم کہ جہاں حضرت مسیح پیدا ہوئے تھے تخمیناً چار میل اور مصر وہاں سے جنوب و مغرب میں تخمیناً دو سو ساٹھ میل ہے اور کوہ طور دو میل اور مدینہ منورہ تخمیناً چھ سو میل اور شہر یریحو کہ جس کے پاس سے بنی اسرائیل یردن ندی کو دو حصہ کر کے اتر آئے تھے پورب اور اتر کی طرف تخمیناً سولہ میل ہے اور مکفیلہ کے غار جہاں کہ حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے مزار ہیں بیس میل آج کل اس جگہ کو کہ جہاں یہ مزارات مقدسہ ہیں خلیل کہتے ہیں جو ایک عمدہ شہر آباد ہے۔

یہ ملک شام یا سریہ حضرت سلطان ترکی خلد اللہ ملکہ کے قبضہ میں ہے۔ اس ملک میں مسلمان، یہودی، عیسائی، ارمنی رہتے ہیں بیشتر مسلمان ہیں اور تقریباً کل ملک کی مادری زبان سیکڑوں برسوں سے عربی ہے۔ زوّار لوگ جو ہندوستان یا عرب سے جاتے ہیں تو سویز سے جہاز میں سوار ہو کر بحیرۂ روم کے کسی بندر پر اتر جاتے ہیں وہاں سے گھوڑا ❶ گاڑی میں سوار ہو کر ایک رات میں یروسلم پہنچ جاتے ہیں اونٹ اور گھوڑے کی سواری ملتی ہے۔ اس شہر میں حضرت سلطان کی طرف سے ایک پاشا رہتا ہے۔ شہر یروسلم سے مشرق کی جانب تھوڑے فاصلے پر زیتون کا پہاڑ ہے یہ وہی پہاڑ ہے کہ جہاں رات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عبادت کیا کرتے تھے اور یہیں سے یہودی آپ کو گرفتار کر کے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے اس پہاڑ اور شہر کے درمیان ایک نالہ بہتا ہے کہ جس کو کدرون کہتے تھے بارش کے ایام میں اس میں زیادہ پانی ہوتا مگر گرمی میں خشک ہو جاتا ہے اس پہاڑ کے دامن میں مغرب کے رخ شہر کے قریب ایک باغ تھا جس کو گت سمنی کہتے تھے اور اسی پہاڑ کے نیچے مشرق کی جانب بیت عینا اور بیت فاگا دو گاؤں آباد تھے۔

پادریوں کی الکتاب کے مقامات المعروف چھاپہ رومن مرزاپور ۱۸۶۰ء صفحہ ۱۵۔۱۶ میں لکھا ہے کہ شہر یروسلم کا بانی ملک صدق تھا جس کا ذکر کتاب پیدائش کے ۱۴ باب ۱۸ ورس میں یوں ہے کہ ملک صدق سالم کا بادشاہ تھا اور اکثر سمجھتے ہیں کہ یہی اس شہر کا اصلی نام ہے آباد ہونے کے سو برس بعد اس کو یبوسیوں نے اپنے قبضے میں کر لیا اور شہر پناہ کو بڑھایا اور کوہ صیحون پر ایک قلعہ بھی تعمیر کیا پہلا نام بدل کر یابوس نام رکھا گمان غالب ہے کہ یہی نام اصلی نام کے ساتھ شامل کیا گیا یعنی یبوسلم یا فصاحت کے واسطے یروسلم جیسا کہ آج تک جاری ہے ایجاد ہوا۔ یشوع کی کتاب کے ۱۰ باب ۱۳ آیت میں ہے کہ جب یشوع نے ملک کنعان پر حملہ کے وقت اس کے (یعنی یروسلم کے) بادشاہ کو پکڑا اور قتل کیا اس وقت سے داؤد کے زمانے تک یہودی اور یبوسی دونوں ملے جلے رہتے تھے۔ پھر لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یشوع نے یروسلم بنیامین کے فرقہ کو سپرد کیا لیکن بسبب اس کے کہ یہ شہر فرقہ یہوداہ کے عین سرحد پر تھا اور بنی یہوداہ نے دوبارہ اس کو محاصرہ

❶ ......سنا ہے اب ریل بن گئی ہے ۱۲ منہ۔ اب موٹر و موٹر لاری کے ذریعہ جا رہے ہیں۔

کر کے لے لیا تھا اس واسطے یروشلم کبھی یہوداہ کا کہلایا جب سے خدا نے یروشلم کو اپنے ہیکل کے لیے چن لیا تب سے وہ تمام بارہ فرقوں کا دارالسلطنت مقرر ہوا اور کسی خاص فرقے کا حصہ نہ کہلایا۔ ربی لوگ کہتے ہیں کہ شہر مذکور کی زمین تمام فرقوں کی زمین تھی یہاں تک کہ باشندوں میں سے بھی کوئی اپنے گھر کو اپنا نہ کہہ سکا اور عید کے ایام میں سب اپنے پردیسی بھائیوں کو بغیر کرایہ کے مکان میں ٹھیراتے تھے۔

تمام ملک کے یہودی یروشلم میں سال میں تین بار حاضر ہوتے تھے۔ عید فصح میں۔ یہ عید فرعون کے ظلم و قبضہ سے رہا ہونے کی یادگار میں تھی جس میں قربانی کرتے اور فطیری روٹی کھاتے تھے۔ دوسری عید خیمہ یہ مصر سے نکلنے کے بعد چالیس برس بیابان میں رہنے کی یادگاری میں کیا کرتے تھے اس میں پتوں اور شاخوں کے جھونپڑے بنا کر سات روز میدان میں رہتے تھے۔ سوم عید پنت کوسٹ یہ یونانی لفظ ہے جس کے معنی پچاسواں۔ یہ عید مصر سے نکلنے کے بعد کوہ سینہ پر شریعت پانے کی یادگاری میں مقرر ہوئی تھی ان عیدوں میں ہزارہا بنی اسرائیل حاضر ہوتے تھے جس طرح اہل اسلام مکہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

الغرض یہ شہر اس وقت سے آباد ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے کوچ کر کے پھر اس ملک کنعان میں داخل ہوئے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں ان کا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے نہایت رونق اور تجمل کی حالت میں تھا۔ اس کی شہر پناہ اور اس کے عمدہ برج اور پھاٹک حیرت انگیز اور عبرت خیز تھے لیکن داؤد اور سلیمان علیہ السلام کے عہد سے آگے ہی سے یہ جگہ متبرک اور مقدس سمجھی جاتی تھی کیوں کہ حسب اعتقاد اہل کتاب حضرت ابراہیم اسی مقام پر اپنے بیٹے اسحاق کو قربانی کرنے کے لیے لائے تھے۔ اسی سرزمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خواب میں باتیں کی تھیں اور اسی لیے اس جگہ کا نام بیت ایل یعنی خدا کا گھر رکھا۔ یہی جگہ ہے کہ جہاں خدا تعالیٰ کے حکم و الہام سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد (ہیکل) بنائی پھر یہی مسجد اور یہی شہر ہزارہا انبیاء علیہم السلام کا قبلہ اور زیارت گاہ رہا اسی کا قرب و جوار انبیاء کا مدفن مورد برکات ہے اَلَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ! اہل کتاب اب تک اس کی وادی یہوشفات میں دفن ہونا موجب نجات خیال کرتے ہیں۔ آنحضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی طرف منہ کر کے مدتوں نماز پڑھی ہے اور شب معراج میں اس جگہ تشریف لائے ہیں۔ یہ شہر مقدس اور یہ مسجد متبرک بارہا ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں سے برباد و منہدم ہوئی اور پھر بنائی گئی چنانچہ آگے چل کر آپ کو اس کی کیفیت بخوبی معلوم ہوگی۔ مگر اب ہم ناظرین کو حال کے شہر اور مسجد کا ذکر سناتے ہیں۔

شہر یروشلم کا بیان:...... یروشلم جدید کی شہر پناہ کا گھیر جس کو ۱۵۳۴ء میں سلطان سلیمان بن سلیم شاہ روم نے تعمیر کرایا تھا تخمیناً ڈھائی میل کا ہے۔ یوسفس مؤرخ کے دنوں میں کہ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے قریب زمانے کا ہے چار میل کا گھیر تھا۔ اور شہر تین دیواروں سے گھرا ہوا تھا جس میں سے ایک میں ساٹھ دوسرے میں چالیس تیئے میں چھیاسٹھ برج بنائے گئے تھے۔ شہر جدید پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدیم بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے لیکن اس کے اطراف میں ایسی بھی زمین باہر پڑی نظر آتی ہے کہ جو قدیم زمانہ میں شہر میں داخل تھی چنانچہ نصف صیحون کی پہاڑی شہر پناہ کے باہر ہے جو پہلے اندر تھی شہر حال کی چار دیواری بلند اور کنکریلے پتھروں سے ٹھوس بنی ہوئی ہے اور اس میں جا بجا برج اور توپیں چڑھانے کے مورچے بنے ہوئے ہیں شہر کے سات دروازے ہیں دو شمال کی جانب ایک مغرب کی جانب اور ایک مشرق کی جانب ایک باب الحرم کہلاتا ہے اور دو دکھن کے رخ میں شہر میں تین بڑی سڑکیں ہیں ایک وہ جس کو باب الدمشق کہتے ہیں جو شمال و مغرب کی طرف جاتی ہے دوسرے سوق الکبیر جو پورب پچھم جاتی ہے تیسرے غم خواروں کی سڑک اور یہ وہ رستہ ہے کہ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی سولی دینے لے چلے تھے۔ ان کے سوا سات سڑکیں اور ہیں جو ان سے چھوٹی ہیں جن کے یہ نام ہیں کوچہ مسلمین۔ کوچہ نصاریٰ۔ کوچہ یہود۔ کوچہ ارمنی۔ کوچہ ظاہرہ۔ کوچہ مغربین۔ کوچہ باب حوت۔

پادری چارلس ٹیل ایم اے کہتا ہے کہ آخر اگست ۱۸۶۷ء میں جولفٹنٹ وارن صاحب شہر مقدس کا حال دریافت کرنے گئے تھے انہوں نے اچھی طرح وہاں کا حال دریافت کیا۔ ان کے بیان کے موجب شہر کی شہر پناہ طول میں یورپ کی طرف دو ہزار آٹھ سوفٹ ہے اور شمال کی طرف تین ہزار آٹھ سوفٹ ہے اور مغرب کی طرف دو ہزار تین سو پچاس فٹ اور دکھن کی طرف سے تین ہزار تین سو پچاس فٹ ہے۔

اس جگہ بہت عمدہ عمارت بجز ہیکل (مسجدِ اقصیٰ) اور مسیح کی قبر کے اور کوئی نہیں ہے ان کے پاس اور بھی مقامات ہیں کہ جو اوسط درجہ میں خیال کیے جاتے ہیں۔

الکتاب کی مقامات المعروف نامی کتاب میں اس شہر کے چھوٹے بڑے اکتیس مقامات گنوائے ہیں ❶۔ (۱) بیت لحم کا پھاٹک (۲) دمشق کا پھاٹک (۳) افرائیم کا پھاٹک (۴) مقدس استیفان کا پھاٹک (۵) سنہرا پھاٹک یہ ہمیشہ بند رہتا ہے (۶) مسجدِ اقصیٰ کا پھاٹک (۷) غلیظ کا پھاٹک (۸) صیحون کا پھاٹک (۹) آرمینیوں کی خانقاہ (۱۰) پینس کا قلعہ (۱۱) بت سیح کا کنڈ (۱۲) حاجیٔ مستورہ کا کنڈ (۱۳) لاطینیوں کی خانقاہ (۱۴) کھنڈر مکان (۱۵) قبر کا گرجا۔ قبرستان۔ کلوری (۱۶) ہیرودیس کا محل (۱۷) مقدس انا کی مسجد (۱۸) پلاطوس کا محل (۱۹) بت حسدہ کا کنڈ (۲۰) حرم شریف الف سلیمان کا تخت۔ ب محمد علیہ السلام کا تخت۔ جاہل مسلمانوں کا خیال ہی کہ اس پر آنحضرت ﷺ قیامت میں عدالت کریں گے۔ ج صدر عیسٰی کے مغارہ کا دروازہ (۲۱) الصخرہ (۲۲) مسجد الاقصیٰ (۲۳) چاک و بازار (۲۴) اناس کا محل (۲۵) یہود کا عبادت خانہ (۲۶) یروشلم کے حاکم کا محل (۲۷) قیافا کا محل (۲۸) داؤد علیہ السلام کا مزار (۲۹) عام قبرستان (۳۰) بادشاہ کا کینڈ (۳۱) سلوآم کا کینڈ:

اس شہر میں تخمیناً تیس ہزار آدمی بستے ہیں جس میں زیادہ مسلمان ہیں پھر یہود پھر عیسائی اور ارمنی۔ مسلمان اکثر حرم شریف کے گرد و نواح میں رہتے ہیں اور عیسائی اپنی خانقاہوں اور گرجاؤں کے آس پاس اور یہودی کوہِ صیحون کے دامن میں اور اس کے آس پاس کے نشیب میں۔ اس شہر میں یہودی بیوہ عورتیں بہت زیادہ رہتی ہیں جو اپنی پرورش کا وسیلہ یروشلم کو سمجھتی ہیں۔

اس شہر میں دو خانقاہ بہت مشہور ہیں ایک لاطینی۔ دوسری ارمنی شہر سے شمال و مغرب کی طرف اور لاطینی دکھن پچھم کی طرف۔ ارمنی خانقاہ میں ہزار آدمی رہ سکتے ہیں۔ آرمینیوں کا ایک گرجا بہت بلند اور کشادہ بنا ہوا ہے اور اس میں اسبابِ عبادت اس قدر اور ایسے قیمتی ہیں کہ دنیا میں میسر نہیں آتے کبھی کبھی ان دونوں قوموں میں علاوہ زبانی بحث کے لاٹھی سونٹے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

یروشلم کے جنوب میں سلوآم کا ایک تلاب ہے کہ جس کی گہرائی چوبیس فٹ ہے۔ یروشلم میں ملکۂ انگلستان اور شاہِ جرمن کے اتفاق سے ایک ایسے نئے گرجا کی تعمیر کا ارادہ ہوا تھا کہ جس میں انگلستانی کلیسا کے طور پر عبادت ہوا کرے اس کے لیے سلطان کی طرف سے زمین ملی اور بنیاد بھی ڈالی گئی مگر ارمنی اور یونانی اور لاطینیوں کی ناراضی سے ہنوز وہ عمارت قائم نہیں ہونے پائی۔

یروشلم کے پورب کی طرف ایک وادی ہے کہ جس کا طول دو یا ڈیڑھ میل ہوگا اس کو وادی یہوشفات کہتے ہیں جس کے معنی یہوواہ (خدا) کی عدالت کے ہیں۔ اسی بنا پر یہود اور عام عیسائیوں اور عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ قیامت کے روز اس جگہ پر خدا عدالت کرے گا اسی لیے یہود یہاں دفن ہونا سبب نجات جانتے ہیں۔ اسی وادی کے پاس شہزادہ ابی سلوم کا ستون اور کئی مقبرے ہیں جن میں سے بعض بلند اور عالی شان اور بعض ٹوٹے پھوٹے ویران پڑے ہیں۔

یروشلم کے جنوب میں ایک وادی گیہنوم یعنی جہنم کہلاتی ہے۔ یوسیا بادشاہ کے عہد سے آگے یہودی یہاں مالک بت کی پرستش کرتے تھے۔ یہ بت پیتل کا تھا اور اس کا چہرہ بیل کا سا اور اس کے ہاتھ پھیلے ہوئے گویا یہ اپنے عابدوں کو گود میں لینا چاہتا ہے۔ یہ بت پرست

❶ ملاحظہ ہو نقشہ تفسیر حقانی جلد اول صفحہ ۳۱۹۔

یہودی اس بت کو آگ سے نہایت گرم کر کے اپنے لڑکوں کو اس کی گود میں ڈالتے اور ان کے چلانے کی آواز دبانے کے لیے ڈھول بجاتے تھے اس عہد میں ان ڈھولوں کے نام سے اس کو وادی تُوف (ڈھول) کہتے تھے پھر بابل کی اسیری کے بعد یہود اس مقام اور اس بت پرستی سے نفرت کرنے لگے اور اس وادی کو خراب کرنے کے لیے تمام شہر کا کوڑا اور غلیظ وہاں پڑنے لگا جس کے جلانے کے لیے آگ ہمیشہ جلتی رہتی تھی۔ اس مناسبت سے اسے جہنم کہنے لگے۔ جس طرح فلسطینی ایک بت داجون کی پرستش کرتے تھے جس کا مچھلی کا سا جسم اور انسان کے سے ہاتھ پاؤں تھے اسی طرح موآبی اس بت مالک کی پرستش کرتے تھے اور غالباً اس سے مراد زحل ستارہ لیتے تھے باوجود سخت ممانعت کے بنی اسرائیل نے ان کی صحبت سے یہ بت پرستی اختیار کر لی تھی۔

قسطنطین شاہِ روم کی والدہ نے جب کہ وہ یروشلم میں آئی مسیح کی قبر پر سے ایک بت جو اس پر قائم کیا گیا تھا اُکھڑوا کر وہاں ایک جدید گرجا عالی شان تعمیر کیا جو آج تک مسیح کی قبر کے نام سے مشہور ہے اور جس قدر عیسائی یروشلم میں حج کو جاتے ہیں اس کی زیارت ضرور کرتے ہیں۔ اس میں گھستے ہی مجاور ایک بڑا پتھر دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر حضرت مسیح کی لاش کو غسل دیا گیا تھا، اس سے تھوڑی دور آگے بڑھ کر ایک گنبد کے نیچے جو سولہ ستونوں پر مبنی ہے مسیح کی قبر بتاتے ہیں جس پر انہوں نے سنگِ مرمر کا چھوٹا سا روضہ بنا رکھا ہے اسکے چھوٹے دروازے سے ہو کر حاجی اس کمرہ میں داخل ہوتے ہیں جو چٹان میں کندہ ہے یہ مقام ساڑھے چھ فٹ مربع سے زیادہ نہ ہوگا، یہاں سنگِ مرمر کا ایک صندوق ہے اسی میں حضرت مسیح کی لاش کا رکھا جانا قرار دیتے ہیں اور اس کی چھت میں ساٹھ بڑے بڑے عمدہ جھاڑ لٹکے ہیں جو بادشاہوں کی نذر گذرانے ہوئے ہیں اس مقام میں ایسی کشمکش کی راہ ہے کہ تین چار آدمی کے سوا اور کا گذر نہیں۔ اس گرجے میں یونانی، لاطینی، ارمنی، عیسائی سب شریک ہیں اور ہر سال وقتِ مقرر پر مسیح کے مصلوب ہونے اور زندہ ہونے کا سوانگ بناتے اور لاش نکالتے اور بڑا ماتم کرتے ہیں۔

اہلِ اسلام وہاں کے کل مقدس مقاموں کو مانتے ہیں بجز اس گرجا کے کیوں کہ ان کو حضرت مسیح کی مصلوبی سے انکار ہے۔ بلکہ یہ مقبرہ یہودا اسکریوطی کا ہے جو ان کی جگہ دفن ہوا اور مسیح کے شبہ میں سولی پر لٹکایا گیا۔

فصلِ دوم:......اس شہر میں جو سب سے مقدس اور عمدہ اور متبرک ہے وہ مسجد ہے کہ جس کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعمیر کیا تھا جو مسجد الصخرہ کے نام سے نامزد ہے۔ جس وقت مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر کے اسے لے لیا تو عیسائیوں کے بطریق یعنی امام سے مسجد کے لیے بہتر جگہ دریافت کی گئی اس نے سلیمان کی ہیکل کی اجاڑ جگہ کو دیکھا اور کہا کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت سلیمان نے ہیکل بنائی تھی ❶۔ اسی مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور ایک متبرک عمارت بنائی۔ اس مسجد کے احاطہ کو حرم شریف کہتے ہیں۔ زمانہ حربِ صلیب سے وہاں کوئی عیسائی جانے نہیں پاتا۔ ڈاکٹر ریچرڈسن کہتا ہے کہ میں طبابت کے ذریعہ سے امام سے موافقت کر کے تین بار اس کے اندر گیا ہوں۔ اس لیے وہ وہاں کا مفصل حال لکھتا ہے کہ حرم شریف کی لمبائی میں ایک ہزار چار سو نانوے فٹ ہے۔ یعنی مسجد اقصیٰ کی محراب نماز سے باب السلام تک اور عرض میں نو سو پچانوے فٹ ہے۔ اس احاطہ میں نارنگی زیتون اور سرو کے متعدد درخت ہیں۔ اسی احاطہ

❶ ......بطریق کی یہ بھی ایک چالاکی تھی کیوں کہ ان کے اعتقاد میں مسجد اقصیٰ حضرت مسیح کی پیشین گوئی سے منہدم ہوئی۔ جس کی نسبت وہ مسیح علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس کو پھر کوئی نہ آباد کر سکے گا وہ سمجھتا تھا کہ یہ مسلمانوں سے آباد نہ ہوگی اور اس قصد سے وہ خود برباد ہو جائیں گے۔ مگر خدا نے پہلے انبیاء علیہم السلام کی معرفت خبر دی تھی کہ اس کو ایک قوم آباد کرے گی جو خدا کی آنکھوں میں مقبول اور برگزیدہ ہوگی اور وہی اس کے وارث اور متولی رہیں گے۔ اس خبر کے مطابق واقع ہوا۔ اس عہد سے اب تک یہ مسجد مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے اور رہے گی۔ ایک عارضی قبضہ چند سال کے لیے حرب الصلیب کے عیسائیوں کا ہو گیا تھا۔ صداقتِ اسلام کی ایک یہ بھی بیّن دلیل ہے ۱۲ ...افسوس ہے کہ اب چند سال سے عیسائیوں کے قبضے میں چلی گئی ہے امید ہے کہ پھر اس کے وارثوں کے قبضے میں آجائے گی۔

کے درمیان ایک پختہ سنگ مرمر کا تخت ہے یا چبوترہ جو چار سو پچاس فٹ مربع ہوگا جس کی بلندی احاطہ کی سطح سے بارہ چودہ فٹ ہوگی اس پر چڑھنے کے واسطے چاروں طرف سے اچھی اور کشادہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں چنانچہ مغرب کے رُخ دو اور پورب کے رُخ ایک اور دکھن سمت دو اور ہر ایک زینہ پر نہایت خوش نما محراب بنی ہوئی اس کی کرسی بالکل سفید اور آسمانی رنگ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے اس کے بعض پتھر بہت پرانے ہیں جن پر طرح طرح کی صورتیں تراشی ہوئی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ کسی قدیم عمارت کے پتھر ہیں۔ اس تخت کے اردگرد بہت سے حجرے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں موذن اور خدام اور سامانِ مرمت رہتا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ حسین وہ مسجد ہے کہ جو اس تخت کے بیچوں بیچ ہے جس کو مسجد الصخرہ کہتے ہیں اس وجہ سے کہ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے جس کی نسبت خیال ہے کہ یہ پتھر اس وقت سے آسمان سے گرا ہے جب سے کہ پہلے پہل نبوت ہوئی جب سے یہیں پڑا ہے کہتے ہیں کہ سب اگلے نبی اسی پر بیٹھ کر نبوت کرتے تھے یہ پھر اُڑ کر جانے کو تھا کہ جبرئیل نے ہاتھ سے محمد ﷺ کے آنے تک اس کو روک دیا پھر حضرت ﷺ نے اس کو ہمیشہ کے لیے قائم رکھا (یہ روایات اسلام میں سندِ صحیح سے ثابت نہیں) یہ مسجد ہشت پہل ہے اور ہر ایک پہل ساٹھ فٹ کا ہے اس میں چار باب ہیں بابُ الغربی، بابُ الشرقی، بابُ القبلہ، بابُ الجنۃ۔ ایک دروازے پر سائبان پڑا ہوا ہے برآمدہ کے طور پر اس کا پہلا درجہ سنگِ مرمر کا بنا ہوا ہے اس کے پتھروں سے ثابت ہوتا ہے کے یہ ہیکل کے پتھر ہیں سب دیواریں دَل دار بنی ہوئی ہیں ایک دیوار کے پتھر مربع دوسری کے ہشت پہل اس کے سنگِ مرمر کا رنگ سفید ہے مگر خوبصورتی کے لیے جابجا نیلاہٹ کی ہوئی ہے اس درجہ میں کوئی کھڑکی نہیں ہے مگر اوپر کے درجہ میں ہر ایک پہل میں ساٹھ ساٹھ اونچی کھڑکیاں ہیں اور سنگِ مرمر کے عوض تمام دیوار رنگین خشتِ پختہ سے بنی ہے جس پر چاروں طرف قرآن مجید کی آیات بخطِ جلی لکھی ہیں یہ سب عمارت ایسی خوبصورت بنی ہوئی ہے کہ جس کی نسبت ڈاکٹر موصوف کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے سے ایسی خوشی ہوئی جو دوسری عمارت سے ہرگز نہیں ہوئی۔ مسجد مذکور میں صخرہ کے سوا چند اور تبرکات ہیں جن کو اہلِ اسلام متبرک جانتے ہیں چنانچہ ایک اور بڑا پتھر ہے جس کی نسبت کہتے ہیں کہ محمد ﷺ تکیہ لگا کر بیٹھے تھے سنگِ مذکور بیچ سے ٹوٹا ہوا ہے۔

اور ایک صندوق ہے جس میں ایک سوراخ ہاتھ جانے کے قابل ہے اس کے اندر قدمِ رسول اللہ ﷺ بتاتے ہیں پھر ایک سبز پتھر چودہ تسو مربع ہے جس میں اٹھارہ سوراخ کیل کے لائق بنے ہوئے ہیں۔ اس کی یہ خاصیت بتلاتے ہیں کہ ایک زمانہ گذر جانے کے بعد اس میں سے ایک کیل غائب ہو جاتی ہے چنانچہ اس میں ساڑھے چودہ غائب ہو گئی ہیں اور ساڑھے تین باقی ہیں کہتے ہیں کہ ان کے غائب ہو جانے کے بعد دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا (یہ بھی اسلام میں سندِ صحیح سے ثابت نہیں خیالاتِ عامہ ہیں)۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس مقام پر سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا مزار ہے۔ مسجدِ مذکور کا گنبد نوے فٹ بلند ہے اور اس کا قطر چالیس فٹ اس کی چھت سیسے کے پتھروں سے بنی ہے جس پر سے یروشلم دکھائی دیتا ہے، انتہی ملخصاً۔

یہ عمارت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد کی نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بنی امیہ نے اس کو ازسرِ نو تعمیر کیا پھر اور اور تعمیرات ہوتی رہیں۔ حال کی عمارت سلاطینِ عثمانیہ سلطان سلیمان کی ہے۔

حال میں صحنِ مسجد میں سنگِ مرمر کا فرش بنایا گیا ہے۔ اور مسجد کے نیچے ایک تہ خانہ بھی ہے جو مسجد میں سے ایک کھڑکی میں سے شمع لے کر نیچے اترتے ہیں نیچے جا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنیاد کے نشان معلوم ہوتے ہیں۔ اہلِ اسلام کے نزدیک اس مسجد کی زیارت اور وہاں جا کر پڑھنا نہایت ثواب اور قبولیت کا کام ہے اس لیے سینکڑوں زوّار جاتے ہیں۔ شہر میں حضرت سلطان خلد اللہ ملکہ، کی طرف سے ہر قوم اور ہر ملک کے مسلمان زوّار کے لیے ایک عمدہ مسافر خانہ بنا ہوا ہے جس کو وہاں تکیہ کہتے ہیں۔ وہاں کھانا پینا سب شیخ تکیہ کی معرفت سلطان کی طرف سے ملتا ہے۔

فصلِ سوم: ہیکلِ سُلیمانی کی کیا صورت وہیئت تھی:......جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے لاکھوں بنی اسرائیل کو ملکِ شام میں وعدۂ الٰہی کے بموجب لے جانے کے لیے نکلے اور وہ مہینے سوا مہینے کا راستہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے چالیس برس کا سفر بن گیا۔ چنانچہ قادس اور شمالی حصہ عرب کے ریگستان میں اس بے شمار بھیڑ کو لیے ٹکراتے پھرے یہاں تک کہ بجز چند آدمیوں کے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام اور تمام نوجوان بنی اسرائیل جو مصر میں بیس برس کی عمر کے تھے رستہ ہی میں مرکھپ گئے پھران کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے جانشین یوشع بن نون نے ملکِ فلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کنعان کے وارث ہوئے۔ ان میں یوشع سے لے کر ساؤل یعنی طالوت تک سردار ہوتے تھے پھران کے بعد سے سلطنت اور بادشاہت قائم ہوئی ساؤل کے بعد سب سے اول بادشاہ بنی اسرائیل کے حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ یہ بموجب قول یوسفس مؤرخ کے حضرت یشوع سے پاسو پندرہ برس بعد تخت نشین ہوئے تھے ان کا پہلا اہم کام یہ تھا کہ انہوں نے یبوسی لوگوں کو جو کنعان کی اولاد اور شہر یروشلم میں رہتے تھے مغلوب کیا۔ داؤد علیہ السلام نے یبوسیوں کو نکال کر شہر یروشلم کو ازسرِ نو بنایا اور اس کا نام داود کا شہر رکھا اور دار السلطنت قرار دیا۔

انہیں بیابانوں میں مارے مارے پھرنے کے زمانے میں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ سلام کو خیمۂ عبادت بنانے کا حکم دیا تھا اور اس کی سب ترکیب بتلائی کہ اتنا لمبا ہو اور اس کے ایسے درجے ہوں اور اس کی ایسی قنات ہو اور اس کے اندر صندوق شہادت رکھنے کا ایسا کمرہ ہو اور قربانی کرنے کا فلاں مقام ہو اور اس کے عود سوز اور دیگر آلات سنہری اور روپہلی اتنے اور ایسے ہوں اور اس کے کاہن یا امام فلاں اور ان کا ایسا لباس ہو اور خیمہ کے محافظ اور اس کے اٹھانے والا اسرائیل کا فلاں فرقہ اور فلاں لوگ ہوں جس کی مفصل کیفیت توریت میں موجود ہے جس کو ہم نے بخوفِ تطویل ترک کرنا مناسب جانا۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس مقام سے کوچ کر کے جس مقام پر جاتے تھے وہ خیمہ مع ساز و سامان ساتھ جاتا تھا اور ایک جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ نصب کیا جاتا تھا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک بنی اسرائیل کے لیے یہی کپڑے کی مسجد یا ہیکل رہی۔ پھر جب یہ خیمہ یا مسکن بمقام سیلا استادہ تھا تو وہیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی ماں نے دعا مانگی تھی کہ جس سے سموئیل پیدا ہوئے عیلی کاہن کے عہد میں۔ اسی زمانے میں صندوقِ شہادت جس کو تابوتِ سکینہ کہتے ہیں بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ایک لڑائی میں فلسطینیوں کے ہاتھ آ گیا تھا۔ پھر ساول کے عہد میں وہ خیمہ شہر نوب میں قائم ہوا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ ہوئے تو انہوں نے اس وعدہ کے موجب جو خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا اُس جگہ پر استادہ کیا کہ جو زمین خدا نے ہمیشہ سے اس کے لیے پسند کر رکھی تھی کہ جس کا کتاب استثنا کے ۱۲ باب ۱۴ ورس اور دیگر مقامات میں اشارہ ہے یعنی شہر یروشلم میں کوہِ صیحون پر جس جگہ کا نام حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیتِ ایل رکھا تھا اور ایک پتھر بھی گاڑ دیا تھا۔ اب خدا تعالیٰ کا منشاء ہوا کہ میری عبادت گاہ پختہ بنے مگر حضرت داؤد علیہ السلام کو دشمنوں کے قتال و جدال سے اس کی تعمیر کی مہلت نہ ملی گو سامان مہیا کیا تھا، اس لیے مرتے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کو وصیت کی اور وہ سب ساز و سامان بھی حوالہ کیا اور ہیکل کا نقشہ بھی دیا کہ جس کے مطابق سلیمان علیہ السلام نے ہیکل بنائی۔ اور اس خیمہ کی عبادت گاہ کو پتھر اور لکڑی اور سونے چاندی کا بنا دیا اس کی پوری کیفیت اول کتاب السلاطین میں نہایت تشریح کے ساتھ مذکور ہے مگر ہم بھی ناظرین کے لیے یوسفس مؤرخ کی کتاب سے کسی قدر نقل کرتے ہیں وھو ہذا۔ تاریخ یوسفس حصہ ہشتم باب سوم۔

(۱) سلیمان نے اپنی تخت نشینی سے چار برس دو ماہ بعد ہیکل کا بنانا شروع کیا اور خروج (موسیٰ از مصر) سے پانسو بانوے برس بعد اور ابراہیم علیہ السلام کے میسوپیٹومیا ❶ سے نکل کے ملک کنعان میں آباد ہونے سے ایک ہزار بیس برس بعد اور طوفانِ نوح سے ایک ہزار چار

---

❶......ملک عراق کا یونانی میں نام ہے ۱۲ منہ۔

سو چالیس برس بعد اور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے کہ سب کا باپ اور سب سے پہلا آدمی تھا ہیکل کے زمانے تک تین ہزار ایک سو دس برس گزرے تھے اور شہر سور کے آباد ہونے سے دو سو چالیس برس بعد اور حیرام شاہ سور کے تخت نشین ہونے سے گیارہ برس بعد ہیکل کی تعمیر شروع ہوئی۔

(۲) سلیمان نے بڑے بڑے پتھر اور نہایت مضبوط ہیکل کی بنیاد کے واسطے درست کرائے اور بڑی گہری زمین کھدوا کے ہیکل کی بنیاد رکھی تا کہ مدتوں قائم رہے۔ یہ عمارت سنگِ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔ ہیکل ساٹھ ہاتھ عرض اور ساٹھ ہاتھ طول ❶ اور ساٹھ ہاتھ بلند تھی اور اس کے اوپر ایک اور مکان بطور بالا خانہ کے بنا تھا اور اس طرح ہیکل کی بلندی ایک سو بیس ہاتھ ہوئی اور اس کا رُخ پورب کی طرف تھا اور ہیکل کے سامنے ایک برآمدہ بیس ہاتھ چوڑا اور بارہ ہاتھ لمبا اور ایک سو بیس ہاتھ اونچا بنایا اور ہیکل کے چاروں طرف تیس چھوٹے چھوٹے کمرے برابر بنائے اور ہر ایک کمرہ پانچ ہاتھ لمبا اور اسی قدر چوڑا تھا اور بیس ہاتھ اونچا اور یہ کمرے زیر و بالا سہ منزلہ بنائے گئے اور ان کی بلندی ہیکل کی نصف بلندی تک پہنچی اور تمام ہیکل کی چھت سرو کے مصفا شہتیروں اور تختوں سے پاٹی گئی اور سونے کی چادروں سے چھت اور دیواروں کو مڑھ دیا کہ جس سے تمام ہیکل روشن ہوگئی اور ہیکل کی تعمیر ایسی حکمت اور درستی سے کی گئی تھی کہ کہیں جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا اور بالا خانہ پر جانے کے لیے ایک زینہ دیوار کے متصل بنایا گیا اور بالا خانہ کے کمروں میں کھڑکیاں بنائیں۔

(۳) اور بادشاہ نے ہیکل کو دو درجہ میں تقسیم کر کے اندر کے درجہ کو جو چوبیس ہاتھ طول و عرض میں یکساں بنایا اس کو نہانی مکان مقرر کیا اور دوسرا درجہ جو چوبیس ہاتھ عرض میں اور چالیس ہاتھ طول میں تھا اسے مقدس کمرہ قرار دیا اور اس میں سرو کی لکڑی کے دروازے لگائے اور سونے کی چادروں سے اسے مڑھ دیا اور اس پر قسم قسم کی تصویریں بنائیں اور ان کے آگے نیلے و ارغوانی و قرمزی رنگ کے باریک کتان کے پردے بنائے اور ان کو لٹکا کر ان پر بھی عجیب و غریب نقش و نگار بنائے پھر اس کے نہانی درجہ کے لیے دو کرّوبی (فرشتہ) خالص سونے کے بنائے کہ وہ پانچ ہاتھ اونچے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے بازو پانچ ہاتھ لمبے پھیلے ہوئے تھے اور ایک کرّوبی کا بازو دیوارِ جنوبی سے ملا تھا اور دوسرے کرّوبی کا دوسرا بازو شمالی دیوار سے ملا تھا اور بیچ میں عہد کا صندوق رکھا اور ہیکل کے دروازے میں بڑے بڑے کواڑ لگائے اور ان پر سونے کی چادریں جڑوائیں اور کل ہیکل کو اندر اور باہر سے سونے کی چادروں سے مڑھ دیا تھا اور باہر کے دروازوں پر اندر کے دروازوں کی مانند پردے تھے مگر برآمدہ پر پردہ نہ تھا۔

(۴) سلیمان علیہ السلام نے ایک کاریگر حیرام نامی ملک سوریہ سے بلایا کہ اس کے والدین اسرائیلی تھے یہ شخص ہر کام میں ہوشیار تھا مگر سونے اور چاندی اور پیتل کا کام نہایت عمدہ کرتا تھا اس نے ہیکل کا کام سلیمان کی مرضی کے موافق بنایا تھا اور دو ستون اٹھارہ ہاتھ بلند کہ جن کا محیط بارہ ہاتھ تھا اور ان کے سر پر پانچ ہاتھ اونچے سوسن کے درخت کی صورت بنائی اور ایک جالی کہ جس پر کھجور اور سوسن کے پھول بنائے تھے اور ان پر دو سو انار بنائے اور ان ستونوں میں سے ایک برآمدہ کے داہنی طرف رکھا گیا اس کا نام بوعز تھا۔

(۵) سلیمان علیہ السلام نے ایک کلاں ❷ حوض نصف کرہ کی مانند پیتل کا ڈھلا ہوا بنوایا اس کا قطر دس ہاتھ کا تھا اس کا دَل چار انگشت اور اس کے نیچے پیتل کا ایک ستون تھا کہ جس کا قطر دس فٹ تھا اور چار طرف بارہ بیل ڈھلے ہوئے تھے تین تین ہر طرف ان کی پشت پر یہ حوض تھا

---

❶ ...... کتاب اول سلاطین کے ۶ باب میں ہے وہ گھر جو سلیمان نے خداوند کے لیے بنا کیا طول اس کا ساٹھ ہاتھ اور عرض بیس ہاتھ اور بلندی اس کی تیس ہاتھ تھی۔ اور کتاب ۲ تواریخ کے ۳ باب ۳۔ ۴ ورس میں یوں ہے طول ساٹھ ہاتھ اگلے انداز کے موافق اور عرض بیس ہاتھ اور سامنے کے اُسارے کی لمبائی گھر کی چوڑائی کے موافق بیس ہاتھ اور اونچائی ایک سو بیس ہاتھ۔ ان کتابوں کو عیسائی الہامی کہتے ہیں پھر ان کے اختلاف کی تطبیق کچھ انہیں کی سمجھ میں آتی ہوگی۔ یوسفس کے عہد میں شاید ان کتابوں میں ایسا نہ ہو۔ یا یوسفس کو یہ کتابیں نہ ملی ہوں گی یا وہ سمجھ نہ سکا ہوگا ۱۲ منہ۔ ❷ ...... یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ۰ الآیہ (سورۂ سبا)۔

اس کو بحر کہتے تھے۔

(۶) اور حوض کے لیے دس چکونے ستون بنائے ان کی لمبائی پانچ ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ اور بلندی چھ ہاتھ تھی۔ اور ان کے چاروں کونوں میں بھی چھوٹے چھوٹے ستون اور دو دستون کے درمیان ایک بیل تھا اور دو کے درمیان ایک بیل اور دو کے درمیان ایک شیر ببر اور دو کے درمیان عقاب اور چھوٹے ستونوں میں بھی چھوٹے قد کے جانور بنائے تھے اور ان دس ستونوں کے واسطے دس حوض بنائے تھے جن میں سے پانچ حوض ہیکل کے دائیں طرف اور پانچ بائیں طرف اور بڑا حوض سامنے تھا۔ اس میں کاہن لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھو کے (یعنی وضو کر کے) قربان گاہ میں جاتے تھے اور حوضوں میں ان جانوروں کو دھوتے تھے کہ جن کو قربانی میں گذرانتے تھے۔

(۷) ایک اور قربان گاہ پیتل کی بنائی سوختی قربانی کے لیے کہ جس کا عرض بیس ہاتھ کا اور طول بیس ہاتھ کا اور دس ہاتھ بلند تھی اور اس کے تصرف کے لیے دیگ اور چمچے اور دست پناہ وغیرہ یہ سب چیزیں نہایت عمدہ پیتل سے بنائی تھیں اور اس نے دس ہزار میز دوسرے کاموں کے واسطے بنائیں کہ جن پر شیشیاں اور پیالیاں رکھی جاتی تھیں اور دس ہزار شمعدان جن میں سے ایک بڑا شمع دان رات دن ہیکل میں روشن رہتا تھا یہ جنوب میں رکھا گیا اور وہ سونے کی میز کہ جس پر خدا کے نام کی روٹیاں رکھی جاتی تھیں شمال کی جانب اور سونے کی قربان گاہ ان کے درمیان رکھی اور باقی برتن اس مکان میں رکھے جو چالیس ہاتھ لمبا تھا الخ۔ اور ہیکل کے چاروں طرف تین ہاتھ بلند ایک دیوار بنائی تا کہ ہر کوئی اس میں جانے نہ پاوے کیونکہ وہ مکان متبرک تھا وہاں خاص پاک شدہ لوگ جاتے تھے۔

اور اس دیوار کے باہر ایک غار پٹوا کے زمین کو بلند کرا کے اس پر ایک دوسری ہیکل چھوٹی بہ نسبت اس بڑی کے تعمیر کرائی اور اس کے اندر بڑے بڑے کمرے بنائے چار دروازے لگائے اور اس چھوٹی ہیکل کے سامنے دور تک دو رویہ مکانات کی قطار بنائی اور اس میں چاندی کا ملمع کیا۔

یہ ہیکل مع ساز و سامان سات برس میں بن کر تیار ہوئی اس کی تعمیر میں سور کے بادشاہ حیرام نے لکڑیوں کی بہت مدد کی اور خود سلیمان علیہ السلام نے ❶ اس کام کے لیے تیس ہزار آدمی مقرر کیے تھے کہ جو کوہِ لبنان پر لکڑیاں چیرتے اور تراشتے اور یہاں بھیجتے تھے ان کے علاوہ وہ غیر لوگ بھی تھے کہ جن کو داؤد نے مقرر کیا تھا ستر ہزار آدمی بار برداری کا کام اور اسی ہزار سنگتراشی کا کام کرتے تھے اور تین ہزار ان سب کے محافظ تھے اور بادشاہ کا حکم تھا کہ سنگ تراش ہیکل کی بنیاد کے واسطے بڑے بڑے پتھر تراشیں اور ان کو وہیں درست کر کے شہر میں لا دیں۔

سلیمان علیہ السلام کی دعا: ......جب یہ ہیکل اور ان کا سب ساز و سامان تیار ہو چکا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو دور دراز سے جمع کیا اور ان کی دعوت کی اور بڑی دھوم دھام سے صندوقِ شہادت اندر رکھا جب کاہن لوگ سب چیزیں بترتیب اندر رکھ کے باہر آئے تو ایک سیاہ ابر کا ٹکڑا کہ جس سے اندھیرا ہو گیا ہیکل کے اندر گیا جس سے لوگوں کو اس کی مقبولیت کا یقین ہوا تب سلیمان علیہ السلام نے سر سجدہ میں رکھ کے یہ مناجات کی کہ تو آسمان و زمین بر و بحر کسی مکان میں سما نہیں سکتا اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ اس مکان میں جس وقت بندے تیری عبادت کرنے آئیں دعا مانگیں تو ان سب کی بندگی قبول کر اور ان کی دعائیں سن اور ان کی حاجات کو بر لا اگرچہ تو اپنے تمام بندوں کی نگہبانی کرتا ہے جو تجھ سے ڈرتے ہیں تو ان کا زیادہ تر نگہبان اور ان پر بڑا مہربان ہے۔ اس کے بعد خدا

---

❶ یوسفس مؤرخ اپنی کتاب کے حصہ ہشتم باب میں کہتا ہے کہ سلیمان کے پاس ایسے بھی منتر تھے کہ جن سے دیو دفع ہو جاتے تھے پھر ان کے ایک منتر کا اثر اپنے مشاہدہ میں آنا بھی لکھتا ہے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ جن اور دیو ان کے مسخر تھے۔ اس بات کا استعجاب ان کو ہے کہ جو دیو اور جن کا صرف اپنے مشاہدہ میں نہ آنے سے انکار کرتے ہیں جس لیے تاریخی واقعات کی غلط توجیہیں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس تقدیر پر جنوں سے کام لینا بھی کچھ بعید نہیں جیسا کہ قرآن مجید سے پایا جاتا ہے ۱۲ منہ۔

تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا پھر قربانی بے شمار جانوروں کی گذرانی جن کو سب کے روبرو آسمان سے آگ اتر کر کھا گئی جس سے سب کو مقبول ہونے کا یقین ہوا۔ پھر تمام لوگوں کو رخصت کیا وہ سب خوشیوں کے نعرے مارتے ہوئے اپنے اپنے شہروں اور گاؤں اور گھروں کو چلے گئے۔

آج کے دن سے بھی زیادہ کوئی دن خوشی اور اقبال کا بنی اسرائیل کے لیے نہ ہوا ہوگا۔ آج آفتابِ اقبال نصف النہار پر تھا پھر زوال شروع ہوا

فصلِ چہارم: ہیکل کی بربادی:......سلیمان علیہ السلام چالیس برس سلطنت کر کے چورانوے برس کی عمر میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا رجعام تخت نشین ہوا۔ یہ شخص اوباش اور بدعقل اوباشوں کا دوست تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اقدارِ سلطنت حاصل کر کے پورا بے دین ہوگیا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ بارہ فرقوں میں سے صرف دو فرقے بنی اسرائیل کے اس کی حکومت میں رہ گئے اور دس کا ایک شخص یربعام نامی بادشاہ ہوگیا۔

سیسق کا حملہ:......اس کے چند روز بعد سیساق شاہِ مصر دو سو رتھ اور ساٹھ ہزار سوار اور چار لاکھ پیادہ لے کر یروشلم پر چڑھ آیا اگرچہ شہر کو ڈھایا جلایا نہیں نہ ہیکل کو گرایا مگر اس میں جس قدر سونے چاندی کا اسباب بے تعداد و قیمت کا تھا سب لے گیا جس کے بعد رجعام نے پیتل کا سامان بنایا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ہیکل اور یروشلم پر آئی۔

بارِ دوم:......رجعام سے یوسیا کے عہد تک جو تخمیناً چار سو برس کا زمانہ ہے یروشلم میں متعدد بادشاہ گذرے اور ان میں اور بنی اسرائیل کی دوسری سلطنت میں دو ٹکڑے ہو کر دو سلطنت قائم ہوگئی تھیں۔ باہم بہت کچھ جدال و قتال بھی ہوئے جس سے بنی اسرائیل کی سلطنت میں ضعف آگیا تھا اور ان میں بت پرست بادشاہ بھی ہوئے جن کی بے اتفاقی سے ہیکل خراب و خستہ اور بے مرمت پڑی رہی اور اسی عرصے میں توریت بھی اور صندوقِ شہادت کے تبرک بھی جاتے رہے مگر یوسیا نے پھر ہیکل کی مرمت کی اور اس کی مرمت میں بہت کچھ روپیہ صرف کیا۔ یہ بادشاہ دین دار تھا اس کے عہد میں مصر کے بادشاہ فرعون نیکوہ نے ملک آسور پر چڑھائی کی اس کا ایک صوبہ دار شاہ بابل نیوپلو بخت نصر کا باپ بھی تھا یوسیا کا ملک چوں کہ بیچ میں حائل تھا یہ شاہ مصر کا معارض ہوا آخر باہم جنگ ہوئی جس میں یوسیا زخمی ہو کر مرگیا (یہ یرمیاہ علیہ السلام کا زمانہ ہے) اس کے بعد اس کا بیٹا یہو آخذ یروشلم کے تخت پر بیٹھا اس کی تخت نشینی کے تیسرے مہینے پھر وہی مصر کا بادشاہ یروشلم پر حملہ آور ہوا اور اس شہزادہ کو زنجیروں میں جکڑ کر مصر لے گیا اور یہ وہاں جاتے ہی مرگیا اور شہر یروشلم اور ہیکل پر بھی قدرے دستِ تطاول دراز کیا اور اس کی جگہ یوسیا کے دوسرے بیٹے اِل یقیم تختِ یروشلم پر بٹھا دیا اور اس کا نام بدل کر یہویقیم رکھا اور چار لاکھ چار ہزار تین سو اکیاون روپیہ سالانہ باج گزاری کا مقرر کیا۔ یہ شہر یروشلم پر دوسری دفعہ کی مصیبت تھی مگر اب تک سلیمانی ہیکل اور شہر کے شاہی مکانات اور شہر پناہ بدستور قائم تھی جن کو سلیمان علیہ السلام نے بنایا تھا۔

بارِ سوم:......اس واقعہ کے چند سال بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ملکِ یہودیہ پر چڑھائی کی اور یروشلم کو فتح کر کے یہویقیم کو اپنا باج گزار بنایا اور بہت کچھ مال و دولت لوٹا اور خاندان شاہی میں سے ایک گروہ اپنے محل کا خواجہ سرا بنا کر لے گیا ان اسیروں میں حضرت دانیال پیغمبر علیہ السلام اور ان کے تین رفیق بھی تھے۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد یہویقیم نے بدعہدی کر کے شاہِ بابل کی اطاعت سے انحراف کیا شاہِ بابل ان دنوں اپنی ماں کے ماتم اور دیگر علائق میں مبتلا تھا خود تو نہ آسکا لیکن اس نے یہودیہ کے آس پاس کے سرداروں کو جو سریانی اور موآبی اور عمونی وغیرہ تھے حملہ کرنے کا حکم دیا ان لوگوں نے چاروں طرف سے ملک پر تاخت و غارتگری کر کے گیارہ برس تک یہویقیم کا ناک میں دم کر دیا آخر اس کو قتل کر کے

یروسلم کے پھاٹک کے باہر پھینک دیا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا یکونیاہ یروسلم کے تخت پر بیٹھا اس کے تیسرے مہینے خود بخت نصر ایک جرار لشکر لے کر یروسلم پر چڑھ آیا شہر کو فتح کر کے یکونیاہ اور اس کی ماں اور دیگر بیگموں اور شہر کے امیروں اور ہر قسم کے کاریگروں لوہاروں اور سنگ ❶ تراشوں کو اور شاہی خزانہ اور ہیکل کے سب سونے کے برتنوں اور دیگر سامان کو لوٹ کر لے گیا۔ اور یکونیاں کے عزیزوں میں سے ایک شخص صدقیاہ کو حکومت دے گیا اور اس سے فرمانبرداری کا عہد لکھا لیا بخت نصر کا واپس ہونا تھا کہ آس پاس کے سرداروں نے اپنی دوستی اور بخت نصر کی بغاوت پر آمادہ کرنے کے لیے ایلچی بھیجنے شروع کیے ادھر شاہِ مصر نے ہمت دلائی آخر اپنی سلطنت کے نویں سال یہ بدعقل شاہزادہ شاہِ مصر کا اعلاناً معاہد ہو گیا اور شاہِ بابل سے کھلم کھلا انحراف ظاہر کر دیا۔

بارِ چہارم:......اس کے دو برس بعد بخت نصر بڑے بھاری لشکر کے ساتھ یروسلم کی طرف متوجہ ہوا ادھر شاہِ مصر نے بھی اپنی کمک صدقیاہ کے لیے بھیجی مگر اس خوں خوار فوج کے سامنے کون ٹھیر سکتا تھا جو بنی اسرائیل کے اوباش اور فاسق اور مرتد بادشاہوں سے انتقام لینے کے لیے قہر الٰہی کا نمونہ تھی آخر فتح کر لیا۔ صدقیاہ روپوش ہو کر بھاگتا ہوا گرفتار ہوا اور شہر ربلہ میں قید کر کے بھیجا گیا وہاں اس کے بیٹے قتل ہوئے اور اس کی آنکھیں پھوڑ کر زنجیریں پہنا کر بابل میں بھیجا گیا جہاں جا کر وہ جلد مر گیا۔

بخت نصر کے سپہ سالار نے یروسلم اور ہیکل کے سب مال و اسباب کو جمع کر کے باقی تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگا دی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا اور ہیکل اور شہر کو بنیادوں تک اکھاڑ کر میدان بنا دیا اور ہزارہا مرد و زن کو اسیر کر کے بابل میں پہنچا دیا اور ہیکل کے وہ برنجی ستون اور وہ حوض اور وہ ڈھلے ہوئے جالی دار پیتل کے سامان اور وہ بیل اور وہ کروبی جن کو زمانہ کے منتخب کاری گروں نے کس محنت سے بنایا تھا سب کو بابل روانہ کیا اور بیشتر کو توڑ پھوڑ دیا توریت کو بھی جو ایک نقلی نسخہ تھا وہیں جلا دیا۔ آج یہود کے اقبال کا خاتمہ ہو گیا آج وہ ہیکل سلیمانی جس کا دنیا میں نظیر نہ تھا منہدم ہو گئی شہر کے عمدہ مکانات اور بازار برباد ہو گئے، آج یہود یہ کا ملک اور کوہِ صیحون بنی اسرائیل کو کس اشکِ حسرت کے ساتھ رخصت کرتے اور بابل کے سفاک سپاہیوں کے ہاتھ میں ان کی زنجیریں دیتے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ حادثہ عبرت خیز حضرت مسیح علیہ السلام سے بقول اکثر مؤرخین پانسو چھیاسی برس بیشتر گذرا ہے۔ یعنی تخمیناً چار سو پندرہ برس بعد تعمیر ہونے کے ہیکل برباد ہوئی ❷ حضرت یرمیا علیہ السلام چوں کہ صدقیاہ بدبخت کو اس پیش آنے والی مصیبت سے مطلع کر کے اس کی بدکاری اور بت پرستی سے نصیحت فرماتے تھے اس لیے ان کو صدقیاہ نے قید کر دیا تھا اسی طرح اس سے پیشتر بھی یروسلم کے بدبخت بادشاہوں نے انبیا علیہم السلام کو قتل و قید کیا تھا

شاہِ بابل کے ملازموں نے حضرت یرمیاہ کو قید سے رہائی دے کر ان کے ساتھ نیک سلوک کیا اور آزادی دی کہ جہاں چاہو رہا کرو اب شہر بلکہ ملک اُجاڑ پڑا ہے اور جو چند کنگال یہودی گرد و نواح میں باقی تھے جن کو کاشت و خدمت کے لیے رکھا تھا ان پر جدلیاہ بن اخی قام حاکم

---

❶......اپنا محل بابل میں تیار کرانے کے لیے ۱۲ منہ۔ ❷......وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ الآیۃ۔ خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مطلع کر دیا تھا کہ تم دوبار سرکشی نہایت درجہ کی کرو گے پس جب اول سرکشی ہو گی تو ہم تم پر ایک زور آور قوم مسلط کریں گے اس میں بخت نصر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی سرکشی اور فساد کی اس زمانہ میں انتہا نہ رہی تھی پس ان پر بخت نصر مسلط ہوا جس نے ان کو برباد کر دیا اس کے بعد پھر بنی اسرائیل اپنے ملک میں آباد ہوئے اور ہیکل اور شہر آباد ہوا تو پھر دوبارہ سرکشی اور کفر و بت پرستی کرنے لگے اس لئے دوبارہ بلا عظیم ان پر نازل ہوئی جس میں انٹیوکس یا طیطس شاہ روم کی چڑھائی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ منہ۔

مقرر کر کے مصفاہ میں رہنے کا حکم دیا غالباً وہ شخص کہ جس کا قصہ قرآن مجید میں ہے قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا الآیۃ بھی حضرت پرمیاہ ہیں جو ہیکل اور یروشلم کی بربادی دیکھ کر دل میں کڑتے تھے اور روتے تھے۔ انہوں ہی نے حسرت سے یہ کہا تھا کہ یہ شہر اب کیوں کر آباد ہوگا خدا نے کرشمۂ قدرت دکھانے کے لیے ان کی روح قبض کر لی اور ان کی سواری کا گدھا بھی مر گیا اس پر سو برس کا عرصہ گذر گیا۔ اس عرصے میں بنی اسرائیل بابل سے رہا ہو کر پھر یہاں آئے اور دوبارہ ہیکل اور شہر تعمیر ہو گیا اس کے بعد خدا نے یرمیاہ کو بھی زندہ کر دیا اور ان سے پوچھا کہ کتنی دیر تک تم مرے پڑے رہے انہوں نے کہا ایک دن یا کچھ کم۔ پھر خدا نے ان کے روبرو ان کے گدھے کو بھی زندہ کر دیا اور فرمایا کہ تم پورے سو برس تک مرے رہے اور انہیں کے سامنے ان کی سواری کے گدھے کو بھی زندہ کیا اور فرمایا ہماری قدرت کو دیکھو کہ ہم نے اجڑے شہر کو کیسا آباد کر دیا۔ بعض لوگ اس کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ یرمیاہ سو گئے تھے اور خواب میں ان کو خدا تعالیٰ نے یہ کیفیت دکھلائی تھی۔ اسی طرح یہودی اور عیسائی مؤرخ بھی اس قصہ کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ یرمیاں مصر چلے گئے تھے وہیں مرے۔

ہیکل کی دوبارہ تعمیر:...... بابل میں ستر برس تک یہودی رہے اس عرصے میں اپنے دینی دستورات بلکہ اکثر اپنی اصلی زبان سے بھی ناآشنا ہو گئے تھے۔ جب شاہان بابل کا ایران کے بادشاہ خسرہ کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا تو مسیح سے تخمیناً پانسو برس پیشتر خسرو شاہ ایران کے حکم سے بیالیس ہزار یہودی جن میں یشوع سردار کاہن اور زروبابل بھی تھے پھر اپنے ملک یہودیہ کو روانہ ہوئے اور ان کو شہر اور ہیکل کی تعمیر کی بھی اجازت ملی اور ہیکل کا بچا کھچا اسباب بھی ملا مگر باقی یہودی بابل ہی میں رہے حضرت حزقیل اور دانیال علیہما السلام یہیں فوت ہو گئے تھے بنی اسرائیل نے آ کر تعمیر شروع کی مگر لوگوں کی غمازی سے کم بی سیس نے روک دیا نو برس تعمیر رکی رہی پھر شاہ دار کے حکم سے تعمیر شروع ہوئی اور کئی برس میں ہیکل اسی جگہ اور اسی نمونہ پر تعمیر ہوئی فرقہ سامری نے بھی شریک ہونا چاہا مگر یہود نے ان کی شرکت سے انکار کیا۔ سامری بھی یہودی تھے ان کو آسور کا بادشاہ شالمنذر مسیح سے سات سو اکیس برس پیشتر اسیر کر کے لے گیا تھا اور وہاں ان کی نسل غیر قوموں سے مخلوط ہو گئی اور عرصہ کے بعد پھر یہ دوغلی قوم اپنے ملک سامریہ میں آ بسی۔ یہ لوگ بنی اسرائیل میں سے اس دوسری سلطنت کے لوگ ہیں جنہوں نے یربعام کی ماتحتی میں ایک دوسری سلطنت قائم کی تھی تب سامریوں نے ایک کو لاوی کے فرقے میں اپنا کاہن یعنی امام بنا کر ان کے مقابلے میں اپنے لیے کوہ جرزین پر ایک اور ہیکل بنائی۔

اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

توریت میں جو عیبال پہاڑ پر معبد بنانے کا اشارہ ہے (استثناء ۲۷ باب ۴ ورس) انہوں نے اس لفظ عیبال کو بدل کر جرزین بنایا اور یروشلم کے منکر ہو گئے۔ اور ایک دوسرے کو تحریف توریت کا الزام دینے لگے اور یہ جھگڑا ان میں قرنوں تک باقی رہا چنانچہ ایک بار اسکندریہ کے یہودیوں اور سامریوں میں یہ مباحثہ پیش ہوا اور شاہ مصر کے روبرو ایک سو پچاس مسیح سے بیشتر سامریوں نے شکست کھائی۔

سامری توریت کے پانچوں حصوں کو تو مانتے ہیں باقی عہد عتیق اور عہد جدید میں سے اور کسی کتاب کو الہامی نہیں جانتے۔ یہ لوگ اب بھی شام میں موجود ہیں۔

الغرض ہیکل دوبارہ پھر اسی طور سے تعمیر ہوئی۔ زروبابل بن سلتائیل اور یشوع بن یوصدق اس کے مہتمم تھے اور حجی اور زکریا ابن عیدو علیہما السلام مذہبی دستور کے موافق ہدایت کرتے جاتے تھے اور شاہ ایران کی طرف سے تعمیر کا خرچ اور لکڑی پتھر کی مدد ملتی تھی اور ان اضلاع کے صوبے نہایت سرگرمی سے فرمانِ شاہی کے بموجب مدد دیتے تھے۔ عرصے کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام بھی ❶ مع بہت سے

---

❶ ...... عزیر کو اہل کتاب عزرا کہتے تھے حجی اور زکریا بھی اس عہد کے نبی تھے یہ وہ زکریا نہیں جو حضرت یحییٰ کے (جن کو یوحنا کہتے ہیں) باپ تھے ۱۲۔

سازوسامان اور ایک جماعت کے آکر شریک ہوئے اور حضرت عزیر نے اپنی یاد پر ان دونوں نبیوں کی مدد سے یہود کے لیے ایک کتاب بھی مرتب کی جس کو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توریت کہتے تھے اور نیز ان کے دین اور رسوم عبادت کا بھی انتظام کیا۔ دارا کے عہد میں سات برس کے اندر ہیکل بن کر تیار ہوئی اور جب بنی اسرائیل کے لوگ قربانی کرنے کو جمع ہوئے اور بہت سے لوگ دف لے کر خدا کی حمد وستائش گانے لگے تو نوعمر ہیکل کی خوشی میں نعرہ مارتے اور پرانے لوگ قدیم ہیکل کو یاد کرکے زار زار روتے تھے۔

دارا کے بعد اس کا بیٹا ارتخششتا تخت نشین ہوا یہ بھی بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا اس کے مقرب حضرت نحمیاہ علیہ السلام تھے جو شہر سوسن ❶ دارالسلطنت ایران میں رہتے تھے ان سے چند بنی اسرائیل نے بیان کیا کہ شہر پناہ نہ ہونے کی وجہ سے اطراف کے لوگ ہم کو لوٹتے ہیں۔ حضرت نحمیاہ نے بادشاہ سے اجازت اور پروانہ لیا اور خود بھی آئے اور شہر پناہ بھی بنائی (یہ یوسفس کا بیان ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دارا وہ نہیں کہ جس کو سکندر رومی نے مغلوب کیا کیوں کہ اس دارا کا کوئی بیٹا نہ تھا) اس کے بعد سے یروشلم اور اس کے باشندے شاہانِ ایران کے مطیع ہو گئے ان کی مستقل حکومت نہ تھی۔ سکندر رومی کے عہد تک سکندر فلپ نے یونان سے خروج کرکے مشرقی ملکوں پر حملہ کرنا شروع کیا اور آخر دارا شاہِ فارس کو شکست دے کر ملکِ فارس اپنے قبضے میں کرلیا اور اس کے بعد ہندوستان پر حملہ آور ہوا یہ واقعہ حضرت مسیح ❷ سے تین سو تینتیس برس پہلے گذرا ہے پھر شہر بابل میں آکر عین شباب میں مرگیا۔

اس کے عہد میں یروشلم کے کاہنوں نے اس کی حکومت قبول کرلی تھی اسی لیے ہیکل اور یروشلم جدید پر کوئی نئی مصیبت نہیں آئی اور نیز یہود اب تک اپنے افعالِ قبیحہ پر نادم اور تائب بھی تھے کہ جس کی وجہ سے تازہ مصیبت میں گرفتار نہ ہوئے مگر اس کے بعد پھر بدکاری اور گناہ کی طرف قدم بڑھانے لگے بموجب اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِکُمۡ ۟ وَ اِنۡ اَسَاۡتُمۡ۔ اس کے بعد پھر موردِ بلا ہوئے۔

سکندر کے بعد اس کا تمام ملک اس کے سرداروں پر تقسیم ہوگیا [ف] انٹی گونس نے ایشیاء کوچک کو سلوکس نے ملک بابل کو اور کسی ماخس نے پلس پانٹ کو اور کسنڈر نے مسڈون کو اور ٹولمی ابن لاگس نے ملک مصر پر قبضہ کرلیا (یوسفس) اس ٹولمی نے ملک یہودیا اور یروشلم پر بھی قبضہ کرلیا تھا اور یہودیوں کو اپنی رعیت بنایا اور ان کو دیندار سمجھ کر بہت کو عمدہ عمدہ عہدے بھی دیے اس لیے بہت سے یہود اس کی قدر دانی سے ملک مصر میں چلے گئے اور ہزاروں سکندریہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ پھر مصری بادشاہ کو یہودی کتابوں کے جمع کرنے اور عبرانی سے یونانی زبان میں ترجمہ کرانے کا شوق ہوا تو ایلی العزر یہودیوں کے سردار کاہن کے نام ایک خط لکھا اور چند افسر اور بہت سا ہدیہ دے کر بھیجا کہ آپ ہر فرقہ سے چند منتخب علماء میرے پاس بھیج دیجئے تا کہ وہ مجھے ترجمہ میں مدد دیں۔ کاہن نے بڑے شکریہ کے ساتھ جواب لکھا اور بہتر ۷۲ یہودی عالم کتابیں دے کر ترجمہ کرنے کو بھیجے جنھوں نے شریعت کا عبرانی سے یونانی میں ترجمہ کیا اس ترجمہ کو ❶ سپٹواجنٹ کہتے ہیں جس کے معنی بہتر ۷۲ کے ہیں۔ اس کے عہد میں یہودیوں نے بڑی عزت پائی تھی۔

اسی طرح ایشیا کے بادشاہوں نے بھی یہود کی نہایت عزت و حرمت کی تھی۔ چنانچہ سلوکس نے ایشیا کوچک اور شام سُریا میں قلعے بنا

---

❶ ...... جس کو آج کل شوشتر کہتے ہیں یہ شہر کیانی بادشاہوں کا دارالسلطنت تھا ۱۲ منہ۔ ❷ ...... یہ ترجمہ مسیح سے دو برس پہلے سکندریہ میں ہوا ہے، اردو تاریخ کلیسا مطبوعہ ۱۸۷۰ء حاشیہ صفحہ ۹۸۔ [ف] ...... سکندر کی سلطنتِ عظیم اس کے چاروں سرداروں میں یوں تقسیم ہوئی، سلوکس کو ایران اور بابل اور چند صوبے مشرقی ملے۔ کاسانڈر کو مقدونیہ اور اس کے صوبجات۔ اینٹگونس (اینٹوکس) کو شام اور ایشاء کوچک کے اکثر صوبجات اور طالمی نے مصر اور اس کے اطراف پر قبضہ کیا۔ (دیباچہ رومن قرآن مطبوعہ الٰہ آباد ۱۸۴۲ء)۔ ❶ ...... مسیح سے ۳۱۴ برس آگے اینٹوکس نے ملک یہودیہ کو ٹولمی شاہ مصر کے ہاتھ سے چھڑا لیا تھا مگر مسیح سے ۳۰۲ برس آگے پھر ٹولمی نے ملک یہودیہ کو لے لیا اور ۲۰۵ برس پیشتر تک مصریوں ہی کے قبضے میں رہا۔ یہ زمانہ یہود کے لیے بڑے امن کا تھا اسی عہد میں یہود نے پہلی کتابوں کو اور دیگر روایات کو جمع کیا یہ توریت موجودہ وصحفِ انبیاء اسی عہد کی تالیف ہیں۔ اسی عہد میں سپٹواجنٹ ترجمہ بھی ہوا ہے۔ ۱۲ منہ۔

کے یہودیوں کو ان کا سردار بنا دیا تھا اور اپنے دارالسلطنت انطاکیہ میں بھی ان کو بہت کچھ دخل دیا تھا۔

واضح ہو کہ سکندر کے بعد جب ملک کے ٹکڑے ہو گئے تو ایک شخص اینٹو گونس نے حضرت مسیح سے تین سو برس پیشتر یعنی سکندر کی وفات کے تینتیس برس بعد شہر اناکیہ (انطاکیہ) آباد کر کے اس کو اپنا دارالسلطنت ٹھیرایا۔ یہ یونانی سلطنت کہلاتی تھی اور اس کے خاندان کے بادشاہ انتیوکس کہلاتے تھے ان کی اور مصر کے بادشاہوں ٹالمی خاندان کی ہمیشہ لڑائیاں ہوا کرتی تھیں یہودی بے چارے ان دونوں پتھروں میں پسا کرتے تھے ▣ آخر انتیوکس چہارم کا تسلط یروسلم پر ہو گیا جس نے کہانت کا عہدہ تیرہ لاکھ میں یسونؔ یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا پھر اس سے واپس لے کر اس کے بھائی منلاؤس کے ہاتھ چوبیس لاکھ بہتر ہزار پر فروخت کر ڈالا۔ انتیوکس کی خبر وفات سن کر یسونؔ اپنے بھائی پر حملہ آور ہوا اور اس کو قتل کر دیا چونکہ یہ بادشاہ ہنوز زندہ تھا طیش میں آ کر حضرت مسیح سے ایک سو ستر برس پہلے

یروسلم پر پانچواں حادثہ:...... یروسلم پر چڑھ آیا چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور چالیس ہزار کو قید کر کے لے گیا اور ہیکل کا اسباب جو چار کروڑ انسٹھ لاکھ ساٹھ ہزار کی مالیت کا تھا لوٹ کر لے گیا اور ہیکل کی نہایت بے عزتی کی اور ایک ظالم کو یروسلم کا حاکم مقرر کر گیا۔

پھر مسیح سے ۱۶۷ برس پیشتر شاہِ انطاکیہ نے مصر پر حملہ کیا لیکن یہود اس حملہ میں شاہ مصر کے طرف دار ہو گئے اور شاہِ انطاکیہ شکست کھا کر واپس آیا تب اس نے اپنے سپہ سالار کو حکم کیا کہ یروسلم کو برباد کرے چنانچہ اس نے آ کر قتل عام کیا اور شہر میں آگ دیدی اور شہر پناہ اور دیگر عمدہ مکانات کو گرا دیا (مگر ہیکل بچ رہی) پھر انٹیوکس کو انطاکیہ پہنچ کر یہ خبط پیدا ہوا کہ سب لوگوں کو یونانیوں کے مذہب بت پرستی پر چلا دے چنانچہ اس نے اپنے نائب اسینوس کو یہودیوں پر حاکم مقرر کر کے بھیجا اور حکم دیا کہ جو مذہب بت پرستی نہ مانے تو اس کو قتل کر ڈالنا۔ حاکم نے یروسلم پہنچ کر چند بے دین یہودیوں کو اپنا شریک کر کے لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کیا اور تمام کتب یہود کو تلاش کر کے جلا دیا اور ہیکل میں جوپٹر کی مورت قائم کی اور جس نے اس حکم کی تعمیل نہ کی اس کو قتل کیا۔ اسمونی خاندان کا ایک بوڑھا کاہن مت تاتھیس اپنے پانچ بیٹوں یوحنا، شمعون، یہوداہ، ایل عاذر، یونتان کو لے کر اپنا دین بچانے کے لیے یروسلم سے بھاگ کر اپنے وطن اور شہر مودن میں آ رہا یہاں بھی اس کے تعاقب میں انتیوکس کے لوگ آئے اس نے پانچ بیٹوں اور بہت سے دیندار یہودیوں کو جمع کر کے جہاد کیا جس میں شاہی لوگ شکست کھا کر بھاگے پھر اس نے بتوں کو توڑا اور بت پرستوں کو ختم کیا مسیح سے ایک سو ساٹھ برس بیشتر۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یہوداہ جس کا لقب مقابیس تھا اس کا قائم مقام ہوا۔ یہ وہی مقابیس ہے جس کی دو کتابیں مقابیس اول اور مقابیس دوم عبرانی زبان میں ہیں اور یونانی اور سریانی و رومن کیتھولک عیسائی اب تک ان کو آسمانی کتابوں کے مجموعہ میں شمار کرتے ہیں۔ مقابیس نے یروسلم کو لیا اور کھنڈر شہر کی مرمت کی اور ہیکل کو بتوں سے پاک وصاف کیا۔ انتیوکس نے انتقام کا قصد کیا مگر وہ تھوڑے دنوں کے بعد بیمار ہو کر مر گیا پھر مسیح سے ایک سو ساٹھ برس پیشتر مقابیس ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔ ❶

اس کے بعد اس کا بھائی یونتان قائم کیا گیا اس نے بھی اپنے بھائی شمعون کی مدد سے دین یہود کا انتظام نہایت عمدگی سے کیا لیکن وہ بھی

▣:...... شاہانِ مصر کے عہد حکومت میں سردار کاہن یروسلم میں حاکم کے طور پر یہاں کا انتظام کرتے تھے انتیوکس شاہ سریا نے جس کا دارالسلطنت انطاکیہ تھا ۲۱۹ سے لے کر ۲۹۷ تک ٹولمی چہارم اور پنجم سے کئی بار جنگ کی اس عہد میں یہود کو طرح طرح کی تکلیف پہنچی اخیر جنگ میں یہودی مصریوں کو چھوڑ کر شاہ سریا کے طرف دار ہو گئے جس سے شاہ مذکور نے ہیکل اور شہر کی مرمت کی اور سالیانہ بھی مقرر کیا مگر اس کے جانشین نے اس کو موقوف کر دیا ارادہ بد کیا پھر اس کے جانشین انتیوکس چہارم نے کہانت کا عہدہ فروخت کیا جس پر یہود نے بغاوت اختیار کی اور پھر انتیوکس نے یروسلم پر حملہ کر کے شہر کو غارت کیا اور ہیکل کا وہ سامان جو شاہان ایران و مصر سے ملا تھا لوٹ لیا اور شہر کو ویران کر دیا ۱۲ منہ۔ ❶ انہیں دنوں میں رومی سلطنت نے جس کا پایہ تخت شہر روما ملک اٹلی میں تھا بڑا زور پکڑا تھا یہ سلطنت کمزوروں کی اعانت کیا کرتی تھی، یہ سمجھ کر مقابیس نے وہاں اپنے ایلچی بھیجے اور انطاکیہ کے بادشاہوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس نئی سلطنت سے اتحاد پیدا کیا سلطنت رومی نے ڈیمٹریوس گورنر انتیوکس کو دھمکایا تو ڈیمٹریوس کی فوج نے یروسلم کو آ گھیرا لیکن روم سے کچھ بھی مدد نہ آئی اور مقابیس کے ساتھی بھاگ گئے مقابیس خود بڑے استقلال کے ساتھ لڑ کر شہید ہو گئے۔ ۱۲ منہ۔

سریا کے بادشاہ کے ہاتھ سے شہر پطلومیس میں مارا گیا اس کے بعد اس کا بھائی شمعون مسیح سے ایک سو چوالیس برس پہلے اس کا قائم مقام ہوا اور اس نے بھی یہودیوں کو غیر قوموں کی حکومت سے آزاد کرانے میں بڑی کوشش کی لیکن یہ بھی اپنے داماد کے ہاتھ سے یریحو شہر کے قلعہ میں جب کہ وہ کسی مہم سے واپس آرہا تھا دغا سے مارا گیا۔

اس کے بعد شمعون کا بیٹا یوحنا حاکم اور سردار کاہن ہوا اس نے چند یہودیہ کے صوبوں پر اپنا قبضہ کر لیا اور سامریوں کی ہیکل کو بھی غارت کر دیا اور بہت سے یہودیوں کو انطا کی مذہب سے پھیر لیا اور رومیوں سے بھی از سر نو پھر عہد و پیمان مستحکم کیا اس کے فوت ہونے کے بعد اس کا بیٹا ارسطوبولس اس کی گدی پر بیٹھا۔ ● اس نے اگلے زمانے کی طرح پھر یہودیہ میں بادشاہت قائم کی۔ اسیریٔ بابل کے بعد یہ اول شخص ہے کہ جو یہود کا بادشاہ کہلایا۔ اس نے یہودیوں کا ایک بڑا دفینہ برآمد کیا تھا۔

اس کے بعد اس کا بیٹا سکندر جن نیوس تخت نشین ہوا ستائیس برس حکومت کر کے مسیح سے ستانوے برس پیشتر انتقال کر گیا۔ ان دنوں میں دو یہودی بھائیوں میں عہدۂ کہانت کی بابت جھگڑا پیدا ہوا اور ہر ایک نے اپنی عرضی پومپی شاہِ روم کے پاس بھیجی جو آس پاس کے ملکوں کو فتح کر چکا تھا۔

یہ بادشاہ یروشلم پر چڑھ آیا اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد یروشلم کو فتح کر لیا اس لڑائی میں بارہ ہزار یہودی مارے گئے۔ اور اپنی طرف سے ایک کو سردار کاہن مقرر کر گیا اس وقت سے ملک یہودیہ روم کے بادشاہوں کی حکومت میں آ گیا جن دنوں میں کہ رومی سردار ان ملکوں کی فتوحات میں مصروف تھے ایک شخص ادومی انٹی پیٹر نے رومیوں کو بڑی مدد دی تھی جس کے صلہ میں جیولس قیصر روم نے انٹی پیٹر کو ملکِ یہودیہ اور اس کے پاس کے ملکوں کا حاکم مقرر کر دیا جس کے تحت میں یہود کا کاہن یعنی امام یروشلم کا حاکم بھی تھا۔

مسیح علیہ السلام سے چالیس برس پیشتر انٹی پیٹر مذکور مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ہیرودیس سوریا اور جلیل کا حاکم مقرر ہوا لیکن ان دنوں میں یہود کا کاہن اور حاکم ہرگونس یہودی تھا اس نے ہیرودیس مذکور کی یہاں تک مخالفت کی کہ اس کو شہر روم میں بھاگ جانے کے سوا چارہ نہ ہوا۔ شاہِ روم نے اس کی خاندانی خدمات کے لحاظ سے پھر اس کو یہودیوں کا حاکم بنا کر بھیجا اس پر بھی اس کو کاہن مذکور سے تین برس تک لڑنا پڑا آخر یروشلم کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا اور مریمنی یہودن سے شادی کر کے یہود کا بادشاہ ہو گیا اس کی حکومت پینتیس برس تک رہی۔ اسی کے اخیر عہد میں حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے (صحیح یہ ہے کہ اس کے بعد)

ہیکل کی سہ بارہ تعمیر:...... اس نے یہود کے خوش کرنے کے واسطے ہیکل کو رفتہ رفتہ از سر نو تعمیر کرانا شروع کیا اس طرح پر کہ جب تھوڑے سے ٹکڑے کو بنا چکتے تھے تب دوسرے ٹکڑے کو توڑتے تھے اس طرح پر تمام عمارت نئے سرے سے بہت خوبصورت اور خوشنما بن کر مسیح سے آٹھ برس آگے عبادت کے لیے تیار ہوگئی مگر اس کی تکمیل چھیالیس برس تک ہوتی رہی مسیح کی تیس برس کی عمر تک۔ اٹھارہ ہزار آدمی نو برس تک اس میں کام کرتے رہے۔ اور جب کہ موریہ پہاڑی کی چوٹی اس کی وسعت کے لئے کافی نہ ہوئی تو پہاڑی کے چاروں طرف بڑا سنگین پشتہ باندھا گیا۔ یہ بہت بلند تھا خصوصاً دکن کی طرف چھ سو فٹ کی بلندی تھی۔ احاطہ کے باہر والی دیوار اسی پشتہ پر بنی تھی جس کی بلندی ۲۵ فٹ تھی اور آدھے میل کا گھیر تھا اس کے اندر چاروں طرف دیوار کے پاس بہت خوشنما برآمدے بنے تھے ان برآمدوں میں لوگ ٹہلتے اور انہیں میں صراف اور کبوتر فروش بیٹھتے تھے جو ہیکل کی نذر و نیاز کرنے والوں کے لیے چیزیں فروخت کرتے تھے اور اسی جگہ ایک مکان تھا کہ جہاں بیٹھ کر یہودی معلم جو ربی کہلاتے تھے مسائل تعلیم کیا کرتے تھے اسی جگہ ربیوں کو مسیح نے لاجواب

● ...... مسیح سے ایک سو سات سال برس پہلے ۱۲ منہ۔

کیا تھا۔ (لوقا ۲ باب ۴۶) پہلے عیسائی بھی یہاں جمع ہوا کرتے تھے (اعمال ۲ باب ۴۶)۔

اس احاطہ کی دیوار میں نو پھاٹک تھے اور ان میں داخل ہونے کے لیے بڑے بڑے زینے پشتہ پر بنے ہوئے تھے یہ سب پھاٹک بڑے خوشنما تھے خصوصاً پورب کی طرف کا پھاٹک جو زیتون کی پہاڑی کے سامنے تھا یہ پھاٹک عمدہ پیتل کا تھا اس کی بلندی ستائیس ہاتھ تھی اور اس کے پاس کے برآمدہ کو سلیمان کا برآمدہ کہتے تھے۔ باہر والا احاطہ عام لوگوں کے لیے تھا اس کے اندر ایک اور احاطہ تھا کہ جہاں صرف یہودی عورتیں ہی جا سکتی تھیں وہ بھی اس وقت جب کہ قربانیاں لاتی تھیں اس کے آگے اسرائیلیوں کا احاطہ تھا اور اس کے آگے لاویوں کا جہاں قربان گاہ اور پیتل کا حوض خاص ہیکل کے سامنے رکھا تھا خاص ہیکل بہت بلند اور نہایت خوشنما تھی اس کے سامنے ایک برآمدہ ڈیڑھ سو فٹ بلند اور اتنا ہی چوڑا تھا۔ ہیکل کے اندر دو دالان یا کمرے تھے ایک جو قدوس کہلاتا تھا ساٹھ فٹ لمبا اور اتنا ہی اونچا اور تیس فٹ چوڑا تھا اس میں نذر کی روٹیاں رکھنے کی میز اور بخور جلانے کی قربان گاہ اور سونے کے رکابی ہوئے تھے اس کے آگے دوسرا کمرہ قدس الاقداس کہلاتا تھا یہ بیس فٹ چوڑا اور اتنا ہی لمبا اور اتنا ہی اونچا کمرہ تھا۔ پہلی ہیکل کے وقت اس کمرہ میں عہد صندوق رہتا تھا کہ جس میں شریعت کی دو لوحیں اور من کا مرتبان اور ہارون کا عصا تھا اس میں بجز سردار کاہن کے اور کوئی نہیں جا سکتا تھا وہ بھی سال میں ایک بار۔ ان دونوں کمروں کے درمیان کتان کا ایک باریک پردہ بڑا قیمتی پڑا رہتا تھا۔ خاص ہیکل کے چاروں طرف سہ منزلہ بہت سے کمرے کاہنوں کے رہنے کے لیے بنے تھے۔ اور احاطہ میں بہت سی اسی قسم کی عمارات تھیں۔ یہ سب عمارات سنگ مرمر سے بنائی گئی تھیں۔ (تفسیر پادری اسکاٹ)۔

جو ہیکل کہ حضرت مسیح علیہ سلام کے عہد میں تھی وہ یہی تھی اسی کمرے میں حضرت مریم نے حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس پرورش پائی تھی۔ اسی ہیکل میں حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواری عبادت کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

یہ ہیرودیس شہر یریحو میں مر گیا اس کے ظلم و ستم سے بنی اسرائیل سخت ناراض تھے اسکے بعد اس کا بیٹا ہیرودیس ثانی اپنے باپ کا جانشین ہوا اسی کے خوف سے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ مصر کی طرف بھاگ گئے تھے اور اسی کے عہد میں اسی کے حکم سے حضرت یوحنا یعنی یحییٰ علیہ السلام کا سر مبارک اس کی جورو اور بیٹی کے کہنے سے کاٹ کر ایک طشت میں اس کے سامنے لایا گیا تھا۔ ہیرودیس اول کے تین بیٹے تھے۔ اس لیے اس کے بعد اس کے ملک کے بھی تین حصے ہو گئے۔ ملک یہودیہ اور ادومیہ اور سامریہ ارکلاؤس کو ملا۔ اور بیت عنیا اور ترا خونتیس وغیرہ فلپوس کو۔ گلتیہ اور پریہ انطپاس کو۔ اور سب کو ہیرودیس ہی کہتے تھے۔ یہ ارکلاؤس اپنے باپ کی طرح بڑا ظالم اور سنگ دل تھا اسی لیے اس کی حکومت کے نو برس بعد اس کو اگستس قیصر روم نے بے دخل کر کے ملک گال (فرانس) میں بھیج دیا اور وہ وہیں جا کر مر گیا۔

انہیں دنوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا اور جا بجا انہوں نے وعظ و پند و معجزات دکھانے شروع کیے۔ گو یہودی انبیاء سابقین کی پیشن گوئی سے منتظر تھے کہ کوئی اولوالعزم رسول پیدا ہونے والا ہے مگر اپنی بد اقبالی اور شامت سے الٹے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کے حواریوں کے دشمن جانی ہو گئے۔ آخر حضرت مسیح کو گرفتار کر کے پلاطوس کے پاس لے گئے جو قیصر روم کی طرف سے حاکم تھا اس کے پاس الزام بغاوت لگا کے سولی دینے لے گئے تھے اس نے ان کی خاطر سے ان کو سولی دینا چاہا اور خدا نے حضرت مسیح کو اوپر اٹھا لیا اور ان کی صورت میں کسی اور کو کر دیا جو وہ سولی دیا گیا۔ حضرت مسیح کے بعد حواریوں پر بھی بڑا ظلم و ستم ہوتا رہا نہ صرف یہودیوں کی طرف سے بلکہ شاہان روم کی طرف سے بھی۔

حضرت مسیح نے اثناء وعظ میں بار ہا یہود کو ایک آسمانی بلا سے ڈرایا تھا کہ عنقریب تم پر آفت آنے والی ہے اور ہیکل اور شہر کو برباد کرنے والی ہے۔ مگر وہ اس کا کب باور کرتے تھے؟ چنانچہ حضرت مسیح کے بعد جب کہ ملک یہودیہ میں خاندان ہیرودیس کی بد نظمیوں کے سبب

قیصر کی طرف سے ایک مستقل گورنر اس ملک میں قائم ہوا اور یروسلم میں رومی لشکر رہنے لگا تو یہودی ادھر تو رومیوں کی سخت حکومت سے بے دل تھے ادھر کچھ ان کے دل میں بھی اپنی قوم کے بادشاہوں اور ان کے اقبال کے افسانے سن کر جوش اٹھتا تھا کہ کسی طرح رومیوں کی حکومت سے آزادی حاصل ہو۔ انبیاء کا فرمودہ اور اعمال بد کا نتیجہ کب ٹلتا ہے یہ تدبیر الٹی ان کی ہلاکت کا باعث ہوگئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ یہود نے ملک میں بغاوت شروع کی اور آخر کار فوجِ یروسلم کو بھی محاصرہ کر کے قتل کر ڈالا اور بھی بہت سے رومی ان کے ہاتھ سے قتل ہوئے اور یروسلم میں یہود کا پھر عمل دخل ہو گیا لیکن عیسائی اس فساد میں شریک نہ تھے بلکہ اسی لیے وہ وہاں سے مسیح کی خبر کے موجب (لوقا ۲۱ باب ۲۱) باہر بھاگ گئے تھے۔ وسپاسین رومی سردار ایک لشکرِ مہیب لے کر یروسلم پر چڑھ آیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ بہت دنوں تک باہم لڑائیاں ہوتی رہیں رومی سردار نے بارہا اطاعت کے پیغام بھی بھیجے مگر یہود نے نہ مانا۔ اور پھر جب وہ قیصر ہو گیا تو اس کی جگہ شہر کا محاصرہ اس کے بیٹے طیطس نے اپنے ذمہ لیا۔

یروسلم اور ہیکل پر چھٹا حادثہ:......شہر کا سخت محاصرہ کیا اور یوسفس مؤرخ کو کئی بار یہود کے پاس بھیجا کہ بغاوت سے باز آؤ اور شہر میرے حوالہ کر دو تا کہ تم امن میں رہو مگر یہود کو اپنی شہر پناہ پر گھمنڈ اور نافرمانی کے بدلہ میں خدا تعالیٰ کی مدد پر بڑا بھروسہ تھا، نہ مانا حتی المقدور دل توڑ مقابلہ کیا آخر غلہ نہ ہونے کی وجہ سے مردار خوری کی نوبت پہنچی اور آپس میں بھی فساد پڑ گیا۔ رومی لشکر شہر میں گھس پڑا اور جو سامنے آیا اس کو قتل کیا۔ مرد و عورت چھوٹے بڑے کی کوئی تمیز نہ تھی اور شہر میں آگ لگا دی۔ رومی سپہ سالار نے بہت چاہا کہ ہیکل نہ جلنے پاوے مگر اس ہلّو میں کون سنتا تھا خصوصاً جبکہ چھ ہزار یہودی اس میں پناہ گزیں تھے آخر وہاں بھی آگ کے شعلے اٹھنے لگے اور ہر طرف سے آگ بھڑکنے لگی اور ہر جانب شہر میں خون کی دھاریں بہنے لگیں شہر کی بنیادیں تک اکھاڑ دی گئیں اور ہیکل کی بھی اینٹ سے اینٹ بج گئی شہر اور ہیکل پر ہل چلا دیا گیا اور ترجمہ سپٹو اجنٹ بھی ساتھ ہی جل گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کو طیطس شہر روما میں لے گیا تھا۔ (مفتاح الکتاب صفحہ ۲۱) اس حادثہ میں تخمیناً گیارہ لاکھ بنی اسرائیل قتل ہوئے اور لاکھ کے قریب غلام بنائے گئے۔ (اس میں کسی قدر مبالغہ ہے)۔ ؎

اس حادثہ سے پہلے چند آثارِ عجیبہ بھی ظہور میں آئے تھے۔ (۱) ایک ستارہ تلوار کی صورت شہر کے اوپر نمودار ہوا۔ (۲) ایک دُم دار ستارہ تمام سال دکھائی دیتا رہا۔ (عید فصیح کی شب میں قربان گاہ کے پاس آدھے گھنٹے تک ایسی روشنی چمکتی رہی کہ گویا دن ہو گیا۔ (۳) ہیکل کا شرقی دروازہ جو پیتل کا تھا اور بیس آدمیوں سے بہ مشکل بند ہوتا تھا ایک رات آپ سے آپ کھل گیا۔ (۴) عید فصیح کے تھوڑے دنوں بعد غروب آفتاب کے بعد بادلوں میں لڑائی کی گاڑیوں اور ہتھیار بند سپاہیوں کی شکل نمودار ہوتی رہی دیر تک (رومن تفسیر اسکاٹ صفحہ ۸۷)۔

یہ حادثہ مؤرخین کے نزدیک ۷۰ء عیسوی میں ہوا یعنی حضرت مسیح کے صعود کے چالیس برس بعد ۞۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

؎:...... یہود کی شان و شوکت رخصت ہونے کے بعد ان میں مذہب اور قومیت کا خون بھی باقی نہ رہا تھا اپنی بیٹیوں کی طمعِ مال سے ان لوگوں سے شادی کر دیتے تھے جن سے مذہباً سخت ممانعت تھی یعنی نامختون اور بت پرست لوگوں سے۔ اور ان پر فاتح قوموں کا یہاں تک اثر پڑ گیا تھا کہ وہ اپنے نام بھی انہیں جیسے رکھنے لگے تھے۔ عبرانی زبان کی جگہ سریانی شاہان انطاکیہ کے عہدِ حکومت اور یونانی شاہان اتالیہ کے عہد میں اور رومی جس کو لاطینی بھی کہتے ہیں شاہان رومہ کے عہد میں مایہ فخر ہو گئی تھی اور کوئی بھی ان میں قومی نشان ملی لباس سے لیکر عادات تک بلکہ مذہب تک باقی نہ رہ گیا تھا جو کوئی ان کو کسی طرف لے جانا چاہتا تھا تو وہ اس پر چلنے کو تیار تھے۔ مقابیین وغیرہ حامیانِ قوم نے بہت کچھ کوشش کی کہ کہیں پھر اس قوم کے دن پھریں مگر ان میں تو کوئی حس و ادراک قومی باقی نہ رہا تھا۔ وہ سب کوشش بیکار گئیں۔ مسلمان بھی یہود کے واقعہ کو چاہیے کہ بچشمِ عبرت دیکھیں۔ ۞ (مفتاح التواریخ میں ہے صفحہ ۵) سن عیسویں کا رواج حضرت مسیح کے پیدا ہونے کے چار سال سات روز بعد سے ہے حضرت مسیح نے تیس برس کی عمر میں دعوت دین کی یعنی ۲۶ء عیسوی میں اور ۳۲ برس کی عمر میں پلاطوس کے ہاتھ سے جمعہ کے روز ۱۳ اپریل ۳۳ء میں وفات پائی۔ اس روز یہود کی عید فصح کا دن تھا۔ انتہی۔ اس کے موجب ۷۰ء تک صعود مسیح چالیس برس نہیں گزر سکتے بلکہ تین کم چالیس۔ پھر عیسائی مورخ چالیس جانے کیا سمجھ کر کہتے ہیں۔ اور تیس بھی جو بتلاتے ہیں صریح غلطی کرتے ہیں۔ فافہم ۱۲ منہ۔

حواریوں میں سے صرف یوحنا شہر افسیس میں زندہ تھے (ہندی تاریخ کلیسا صفحہ ۲۷۔۲۸)

اس کے بعد بھی یہود کی شرارت کم نہ ہوئی چنانچہ اس حادثہ کے چونسٹھ برس بعد آدریان قیصر روم نے یہود پر سخت تشدد کرنا شروع کیا اور حکم دیا کہ جو کوئی ختنہ کرے گا قتل ہوگا اسی دن سے عیسائیوں نے بھی توریت و حواریوں کو بلکہ کلیساں یروسلم کو بالائے طاق رکھ کر پولوس کے کہنے سے رسمِ ختنہ کو ترک کیا تا کہ یہودیوں کے شبہ میں مارے نہ جائیں۔

پھر اس قیصر نے یروسلم پر اور ہیکل کی بنیادوں پر دوبارہ ہل چلوائے اور اس شہر کا نام بدل کر اپنے خاندان کے نام سے دوسرا نام ایلیا رکھا۔ یہ بادشاہ ۱۳۸ء میں فوت ہوا۔ اس کے بعد روم میں اور بھی بادشاہ ہوئے جو اکثر مذہب عیسائی بلکہ یہودی دونوں سخت دشمن تھے اور ان کے ہاتھ سے عیسائیوں کو وہ تکالیف پہنچیں کہ جن کا بیان نہیں ہو سکتا۔

آخر ۳۲۳ء میں قسطنطینِ اول قیصرِ روم جو بڑا ظالم اور سنگ دل تھا اپنے ملک کے استحکام کے لیے عیسائی ہوا۔ اس نے اور پھر اس کے بعد قسطنطینِ ثانی نے لوگوں کو زبردستی عیسائی بنانا شروع کیا لیکن اس کے بیٹے کا جانشین جیولین قیصر عیسائی مذہب کے برخلاف ہو گیا۔ اور اس نے صرف مسیح کی اس پیشین گوئی کی تکذیب کرنے کے لیے جو انجیل لوقا کے ۲۱ باب ۲۴ ورس میں ہے یروسلم میں ہیکل کی تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لیے اس نے کاریگر بھیجے جب مزدور ہیکل کی بنیاد کھودنے لگے تو زمین سے آگ کے ایسے شعلے نکلے کہ کوئی مزدور بنیاد ❶ نہ کھود سکا اگرچہ بار بار قصد کیا مگر ہیکل کی تعمیر پر قادر نہ ہوئے یہ ماجرا ۴۰۰ء سے کچھ پہلے کا ہے۔ اس کے بعد پھر اور بھی قیاصرہ گذرے ہیں لیکن کسی نے ہیکل کو تعمیر نہ کیا❷ الغرض طیطس کے عہد سے لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد تک گو یروسلم آباد ہوا اور عیسائیوں نے وہاں اپنے معبد بنائے یہودی بھی اس میں رہنے لگے مگر ہیکل اس عرصے تک جو تخمیناً چھ سو سال کا ہوتا ہے ویسی ہی اجاڑ پڑی رہی کچھ بنیادوں کے نشان باقی تھے اور کچھ نہ تھا۔

ہیکل کے تعمیر چوتھی بار:...... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا جس کی تفصیل یہ ہے۔ اگرچہ ہمارے مؤرخین واقدیؒ وغیرہ

---

❶ ...... مسیح کا قول تھا کہ جب تک غیر قوموں کا وقت پورا نہ ہو یروسلم غیر قوموں سے روندی جائے گی الخ اس ورس کا مطلب عیسائیوں نے یہ سمجھا ہے کہ بیگانی قوم ہیکل یا یروسلم کو تعمیر نہ کر سکے گی چنانچہ جیولیس قیصر چونکہ غیر تھا یعنی بت پرست وہ کا فروہ آباد نہ کر سکا۔ اب ہم اس کے یہی معنی تسلیم کر کے کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو تعمیر کیا تو وہ غیر قوم نہ ہوئے بلکہ اللہ کے مقبول۔ یہی ایک دلیل اسلام کی من جانب اللہ ہونے پر کافی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیسائی اللہ کی قوم نہیں یعنی پسندیدہ جماعت نہیں اس لیے اسی ہوس پر کئی سو برس تک عیسائیوں نے جمع ہو کر بیت المقدس لینے کا قصد کیا۔ مگر بجز ایک عارضی قبضہ کے ان کا قبضہ نہ ہوا برخلاف اس کے کہ آج ساڑھے بارہ سو برس سے زیادہ ہوئے مسلمان نہ صرف یروسلم میں بلکہ اس کل ملک کے مالک ہیں کہ جس کا وعدہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کی نسل کے لیے ابد تک کیا تھا آنحضرت علیہ السلام کے عہد سے آگے روم کے قیصروں ■ نے پھر یروسلم کی عمدہ شہر پناہ اور اس میں برج اور خندق بنائے تھے جس کا محاصرہ آ کر خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کیا اور چار مہینے کے محاصرہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر شہر مسلمانوں کے حوالے کیا گیا ۱۲ حنہ۔ ❷ ...... یعنی آدرین قیصر نے ۱۳۰ء میں شہر کی آبادی شروع کی پھر ۳۰۰ء میں کوئن یوداکشیا نے شہر پناہ بنائی مگر ہیکل ایسی ہی خراب عہدِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پڑی رہی ہاں اس کے متصل قسطنطین کے گرجے بنے ہوئے تھے۔

■: ...... ان قیصروں کے عہد میں پھر ایران کی سلطنت بڑے زور کے ساتھ قائم ہو گئی تھی۔ ایرانیوں اور قیصروں کی باہم لڑائیاں ہوا کرتی تھیں کبھی یہ غالب کبھی وہ۔ اور قیصروں کی سلطنت عرب کے کناروں سے لے کر انگلستان تک پھیل گئی تھی۔ اخیر میں قیصروں کی سلطنت کے دو حصے ہو گئے تھے روم غربی جس کا پایہ تخت شہر روم تھا جو ملک اٹلی میں ہے جس کو ایک بار مغربی جاہل قوموں نے فتح بھی کر لیا تھا۔ دوسرا رومِ شرقی جس کا پایہ تخت قسطنطنیہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ۶۱۴ء ایران کے بادشاہ خسرو نے یروسلم کو فتح کیا اور انیس ہزار کو قتل کر کے عیسائیوں کے گرجوں کو گرا دیا پھر اس کے چند برس بعد روم کے ہرکلیوس (ہرقل) نے خسروں کو شکست دے کر اپنا قبضہ لیا اسی کی بابت قرآن میں الٓمّٓ غلبت الروم...... الخ آیا ہے پھر اس کے نو برس بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو فتح کیا۔ ادھر ایران کی سلطنت تمام ممالک شرقیہ پر حاوی تھی ...... عہد میں دو ہی سلطنتیں تھیں جن کو مسلمانوں نے چند عرصے میں لے لیا۔

نے بہت کچھ لکھا ہے لیکن ہم مخالفوں کے سکوت کے لیے عیسائی مؤرخوں سے ہی نقل کرتے ہیں وھو ہذا۔

فصل ۵:..... حضرت ابوبکر رضی اللہ نے خلیفہ ہو کر ایک لشکر جمع کیا اور ۶۳۲ء میں ملک شام کے لینے کا ارادہ کیا اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر اور بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا۔ ہریکلیس (ہرقل) نے اپنی رعیت کو لڑائی کے لیے بھڑکایا مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ یزید کے پاس سے متواتر خلیفہ کے پاس فتح یابی کی خبریں آتی تھیں۔ ادھر ایک اور لشکر تسخیر بیت المقدس کے لیے تیار کیا آخر شہر بصرہ کو فتح کیا اس کے چار دن بعد قوم سراسین (اہل اسلام) دمشق کی دیواروں تلے آپہنچے یہ شہر شام کا قدیم تخت گاہ ہے۔ اہل اسلام سے مقابلہ ہوا سراسین کی فوجیں جو شام اور بیت المقدس کی فتح کے لیے پھیل گئی تھیں ایزناڈن (اجنادین) کے میدان میں جمع ہوئیں یونان کے ستر ہزار عمدہ سپاہی ان کے مقابلے کو آئے خالد رضی اللہ عنہ نے صلح کے پیغاموں کو اس شرط پر کہ عرب اپنے وطن کو پھر جائیں منظور نہیں کیا اور اپنے لشکر کو جنگ کی ترغیب دے کر مقابلہ پر آمادہ کیا۔ طرفین میں مقابلہ ہوا اور یونانی حملہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے بہت سے عیسائی مارے گئے باقی تتر بتر ہو گئے اور جو بچے تھے وہ قیصریہ وانٹی اوک اور دمشق کو بھاگ گئے اہل اسلام نے سونے چاندی کی صلیبوں اور ان کے عمدہ ہتھیاروں سے اپنے تئیں آراستہ کیا۔ اس جنگ میں پچاس ہزار عیسائی مارے گئے اور چار سو ستر مسلمان شہید ہوئے یونانیوں کے سپاہ گری سے واقف ہونے کی وجہ سے محاصرہ نے طول کھینچا جب مسلمانوں نے رومیوں پر سخت محاصرہ کیا اور غلہ اور گھانس بند کر کے ان کو تنگ کیا تو انہوں نے ۱۰۰ سو ایلچی ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔ کیونکہ ابوعبیدہ نرم دل اور نیک نیت تھے اور اہل یونان کو اس امیر کی آدمیت اور خُلق پر اعتماد تھا اس لیے صلح ہو گئی اور یہ قرار پایا کہ جو باہ جانا چاہیں چلے جائیں اور یہاں کا امیر خلیفہ کو محصول دیا کرے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دمشق فتح ہونے سے پہلے ماہ جولائی ۶۳۴ء میں وفات پائی اور مرنے سے پہلے وصیت کی کہ میرے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کرنا۔ عمر نے اس عہدہ سے انکار کیا تھا کہ مجھے اس کی آرزو نہیں مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہنے سے قبول کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بعد خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ان کی جگہ ابوعبیدہ کو سردار کیا۔ خالد بن ولید سیف اللہ نے کہا میں جانتا ہوں عمر مجھ سے محبت نہیں رکھتے لیکن وہ میرے آقا ہیں میں ان کا تابع دار ہوں میں پہلے کی طرح ہر کام تن دہی سے کروں گا اور ممکن نہیں کہ میں جاں فشانی میں جو خدا کی راہ میں میں کرتا تھا قصور کروں۔ اب میں ان واقعات فتح بلاد شام کو مختصراً بیان کرتا ہوں۔

لشکر اسلام نے شہر ایمسا یعنی ایمس ❶ اور ہیلیو پولس یعنی بعلبک کو ۶۳۵ء میں فتح کیا۔ ندی یرموک یعنی ہرومیکس پر جو بحیرہ تبریس (طبریہ جھیل) میں گرتی ہے اس کے کناروں پر شاہِ استنبول کے طرف داروں کا اسی ہزار کا لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جمع ہوا اور اپنی سپاہ گری سے ڈرایا۔ لوگوں نے اس امر کے مطلع کرنے کو قاصد بھیجے۔ خلیفہ نے آٹھ ہزار کی جمعیت اور بھیجی۔ ابوعبیدہؓ نے خالد کو فوج کے تمام اختیارات دیدیے۔ خالد نے لوگوں کو کہا کہ بہشت تمہارے آگے ہے اور شیطان اور دوزخ پیچھے اور ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ زخم اور تکلیف میں تم اور دشمن برابر ہیں لیکن انعام اور خوشی ان کو نصیب نہیں (فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ ۚ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ) اس کہنے سے بہادران اسلام کے دل پھر تر و تازہ ہو گئے اور اپنے سے بہت زیادہ لشکر کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ رومی سواروں کے حملوں سے قریب تھا کہ مسلمان بھاگ اٹھیں مگر قوم حمیر کی عورتوں کی لعنت و ملامت سے جو پچھلی صف میں کھڑی تھیں پھر عرب کو حمیت آئی پھر تو رومیوں کو تلواروں کی دھاروں پر رکھ لیا بہت سے رومی مارے گئے۔ بہت سے دریا میں ڈوب مرے باقی پہاڑوں اور جنگلوں میں جا چھپے۔ یہ مژدہ خلیفہ کے پاس گیا۔ کیونکہ اب حلب اور یروسلم اور انٹی اوک ❷ کا نگہبان بجز اس مغلوب لشکر کے اور کوئی نہ تھا۔

---

❶ حمص۔ ❷ انطاکیہ۔

بیت المقدس کا محاصرہ:......اس لئے خلیفہ کے حکم سے بیت المقدس کا محاصرہ کیا گیا جب پانچ ہزار مسلمانوں نے حملہ کیا اور کامیاب نہ ہوئے تو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام لشکر کے ساتھ اس شہر کو گھیر لیا اور ایلیا یعنی یروسلم کے بڑے بڑے سرداروں کو یہ خط لکھا:

صحت اور خوشی ان لوگوں کو ہے جو راہ راست پر چلتے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں تم سے ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ۔ اور جب تم ایمان لے آو گے تو ہمیں حرام ہے کہ ہم تمہیں ماریں یا تمہارے بال بچوں کو ہاتھ لگائیں اور اگر تم ایمان نہیں لاتے تو خراج دو اور ہماری حمایت میں رہنا اختیار کرو اور جو اس کو بھی نہیں مانو گے تو تمہارے مقابلے میں ایسے لوگ لاؤں گا جو اللہ کی راہ میں شہید ہونے کو زیادہ عزیز رکھتے ہیں تمہارے شراب پینے اور سور کھانے سے (یعنی جس طرح تم شراب اور سور کو عزیز رکھتے ہو وہ شہید ہونے کو اس سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں) اور ہم بغیر فتح کے یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔ شدتِ سرما میں مسلمان چار مہینے تک شہر کو گھیرے رہے آخر پادری سوف رومینس نے صلح کی شرط کو منظور کیا اور کہا کہ یہ پاک جگہ ہے اس کو میں خلیفہ کے سوا اور کسی کو سپرد نہیں کرنے کا۔ مسلمانوں نے خلیفہ کو لکھا کہ شہر کا دینا آپ کے آنے پر موقوف کیا آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے سے خلیفہ کا جانا ہی قرار پایا۔ ❶ ان کا سفر باوجودیکہ دنیا کے بڑے مقاصد کے حاصل کرنے کے لیے تھا مگر سادگی اور پاس داری مذہب اور حقیر سمجھنے اسباب وسامانِ دنیا پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ قدرے بیان کرنا مناسب ہے۔

میں اوکلی صاحب کے بیان کے موافق لکھتا ہوں جو صاف صاف ہے۔ خلیفہ نے اول مسجد میں نماز پڑھی اور بعد زیارت کرنے مزار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ پر مقرر کیا اور چند رفیقوں کے ساتھ باہر نکلے جو تھوڑی سی دور سے اُلٹے پھر آئے ایک سرخ رنگ کے اونٹ پر سوار ہوئے اور دو تھیلے ساتھ لیے ایک میں جو کے ستو دوسرے میں کھجوریں تھیں اور کاٹھ کا طباق اونٹ کے پیچھے باندھ لیا اور پانی کی مشک آگے رکھ لی۔ جس جگہ رات کو اترتے وہاں سے صبح کی نماز پڑھ کر چلتے اور ہمراہیوں کو مخاطب کر کے خدا کی حمد وثنا کرتے کہ اس نے ہم کو راہِ راست پر چلایا اور گمراہی سے بچایا اور باہم محبت دی اور مخالفوں پر غالب کیا۔ تم اس کا شکر کرو، جو شکر کرتا ہے وہ خدا کی نعمتیں زیادہ پاتا ہے۔ پھر طباق ستوؤں سے بھر کر بڑی فیاضی کے ساتھ اپنے مصاحبوں کے ساتھ کھاتے۔ اسی سفر میں ایک مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا جس نے دو بہنوں سے شادی کر رکھی تھی آپ نے ایک کو ترک کرنے کا حکم دیا۔ پھر ایک شخص حریر پہنے ہوئے پیش کیا گیا اس کو عیاشی کے لباس سے منع کیا۔ اور کئی ایک باج گزاروں کو دھوپ میں بیٹھا دیکھا ان پر رحم کھا کر رہائی دی اور رحم دلی اور سہل کاری کی عاملوں کو تاکید کی۔ جب شہر کے قریب پہنچے نعرۂ اللہ اکبر بلند کیا گیا اور ایک موٹی اون کے خیمہ میں زمین پر بیٹھ گئے۔ رئیس قوم (نصاریٰ) نے اپنے سرداروں سے کہا ان لوگوں سے بغیر مددِ آسمانی مقابلہ کرنا بے فائدہ ہے ان کے رسول نے حکم دیا ہے کہ حلم وحیاو تابعداری کو عمل میں لاویں اور ان اوصاف سے ان کی ترقی ہوگئی تھوڑے دنوں میں سب قانون پر ان کی شرع کو غلبہ ہوگا اور ان کی

---

❶ ......بطریق کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر شہر یروسلم کا سپرد کرنا بجز اس کے اور کوئی وجہ نہیں رکھتا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت کے خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف اور ان کا اس شہر کو فتح کرنا اپنی کتابوں میں دیکھا ہوگا۔ سو وہ سمجھ گیا کہ اگر یہ وہی شخص برگزیدۂ الٰہی ہے تو لڑنا بے فائدہ ہے اور شہر سپرد کرنے میں امن وعافیت ہے اس لیے اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ ہمارے مؤرخین اسی کے قائل ہیں۔ اور لوگوں کا خاص کر بطریق کا پیشتر شہر پناہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھنا اور کلام کرنا اس کا موید ہے۔ ان چاروں انجیلوں کے سوا عیسائیوں کے ہاں اور بھی بہت سی اناجیل ہیں کہ جن کو گو وہ اس درجہ میں تو نہیں سمجھتے مگر تاہم ان کو بمنزلہ کتب حدیث کے اور متبرک جانتے تھے۔ غالباً ان میں یہ اوصاف اس نے دیکھے ہوں گے۔ گو زبور و دیگر کتب عہد عتیق سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیت المقدس کو فتح کرنا اور ان کا برگزیدہ ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ کتاب ملاکی علیہ السلام کے ۳ باب ا۔ ۲ جملہ وزبور ۱۱۰ کا ۲ جملہ اور کتاب حزقیل کا ۲۱ باب ۷ ۲ ورس۔ اُس زمانہ کے عیسائی خصوصاً ان کے مذہبی پیشوا علماء ایسے متعصب بھی نہ تھے جیسا کہ آج کل فرقہ پراٹسنٹ کے پادری اور ان کے مؤرخ ہیں۔ اُن میں ایک قسم کی سادگی اور درویشی بھی تھی۔

حکومت مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ ان کے بعد شرائطِ صلح منظور ہوگئیں اور شہر کے دروازے کھول دیے گئے۔ خلیفہ اور رئیس نصاریٰ باتیں کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اور عبادت گاہِ سلیمان پر خلیفہ کے حکم سے ایک نہایت عمدہ مسجد تعمیر کرائی گئی۔ خلیفہ دس روز مقام کرکے وہاں سے مدینہ کو واپس آئے۔ (ملخصاً از سیر الاسلام، یہ کتاب انگریزی سے ترجمہ ہو کر طبع ہوئی ہے)۔

فصلِ ششم:...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بنوائی ہوئی مسجد مدتوں تک قائم رہی اور ملکِ شام اور شہر یروشلم بھی اس دن سے آج تک مسلمانوں کے قبضے میں ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہے گا اتنی مدت اس ارضِ مقدسہ پر نہ تو بنی اسرائیل کی حکومت رہی اور نہ کسی اور کی۔ خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد خاص ملکِ شام میں شہر دمشق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا پایۂ تخت قرار پایا اور عرصہ تک یکے بعد دیگرے بنی امیہ کے بادشاہ ہوتے رہے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سلطنت آئی۔ خلفاء عباسیہ ہارون رشید مامون رشید وغیرہ نے اپنے عہد میں یورپ کے اور ملک بھی ماتحت کر لیے تھے ان کے عہد میں شہر بغداد دارالسلطنت تھا۔ ایران عرب مصر شام و دیگر بلاد سب ان کے ماتحت تھے ۲۹۶ھ میں ملک مصر میں ایک شخص مہدی ❶ نے خلفاء عباسیہ کے برخلاف اپنی خلافت قائم کی تھی۔ یہ مہدی اپنے آپ کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے شمار کرتا تھا اور یکے بعد دیگرے ان کے خاندان میں بھی چودہ خلیفہ قائم ہوئے ان کی سلطنت پانسو سرسٹھ ہجری تک رہی۔ ان کا اخیر خلیفہ عاضد لدین اللہ ابو محمد عبداللہ تھا اس دولتِ علویہ کا خاتمہ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب کے ہاتھ سے ہوا جو ان کے ہاں آ کر وزیر ہوا تھا۔ سلطان مذکور اپنے چچا شیر کوہ کے ساتھ سلطان نور الدین محمود شاہِ شام کی طرف سے جو متعلقین سلاطینِ سلجوقیہ میں سے تھا اور یہاں آیا تھا اور اپنے آپ کو خلفاء عباسیہ کا ماتحت شمار کرتا تھا۔ خلفاء عباسیہ کے عہد میں بخارا وخراسان وایران وغیرہ بلاد میں نئے نئے بادشاہ قہار پیدا ہو گئے تھے جو اپنے تئیں برائے نام خلفاء عباسیہ کا ماتحت سمجھتے تھے اور ان کے ہاں سے خطاب اور سند حاصل کرنے کے لیے نذریں اور تحائف بھیجا کرتے تھے۔ من جملہ ان کے ایک دولت سامانی بخارا میں بڑے زور شور کے ساتھ تھی، جن کے متعلقین میں سے سبکتگین اور اس کا بیٹا سلطان محمود بھی ہے جس نے ہندستان کو فتح کیا۔ ترکوں کے حوصلے متواتر فتوحات سے بڑھ گئے تو ان میں سے اقبال مند لوگ بھی ظاہر ہونے لگے چنانچہ ان میں سے ایک شخص دقاق ترکوں کا سپہ سالار تھا اس کا بیٹا سلجوق سلطان بیغو شاہِ ترکستان کا سپہ سالار معتوب ہو کر نواحی جند میں آ رہا، اور کافر ترکوں سے جہاد کرنا شروع کیا۔ اس کے بعد اس کے تین بیٹے ارسلان، موسیٰ، میکائیل بھی اس طرح جہاد کرتے رہے میکائیل شہید ہو گیا اس نے بیغو، طغرل بک، جغرہ بک داؤد چار جواں مرد بیٹے چھوڑے۔ داؤد اور طغرل بغراں خاں شاہِ ترکستان کے ہاں ایلچی ہوئے اس نے دغا کی اس سے بھاگ کر یہ پھر جند میں آ رہے۔ یہاں تک کہ دولتِ سامانیہ کا خاتمہ ہو گیا اور ایلک خان بخارا کا بادشاہ ہوا اس کے مصاحبوں میں ارسلان بن سلجوق داخل ہو گیا یہاں تک کہ جب سلطان محمود نے ایلک خان کو بھگایا تو اس کی رفاقت میں ارسلان بھی بھاگا تھا ارسلان کی جماعت آذربائیجان تک پہنچی ادھر طغرل آس پاس کے بادشاہوں سے لڑنے بھڑنے لگا، اس کے ہاتھ سے مسعود بن محمود نے شکستیں پائیں اور آخر کو ملک خوارزم کے بادشاہ بن بیٹھے ۴۳۲ھ ہجری میں۔ پھر رفتہ رفتہ ان کی سلطنت زور پکڑتی گئی یہاں تک کہ ملکِ شام اور ایشیا کوچک پر بھی اس کا تسلط ہو گیا قسطنطنیہ میں اس کا خطبہ پڑھا گیا اور اس نے اپنے اقارب میں سے کسی کو شام کا کسی کو دیگر صوبجات کا حاکم اور بادشاہ مقرر کر دیا۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مصر میں المستنصر باللہ علوی خلیفہ ہے اور بغداد میں القائم باللہ عباسی ہے ایران میں شاہانِ بنی بویہ تھے جو خلفاء بغداد پر قابض ہو گئے تھے۔ انہیں کے عہد میں یہ خاندان تمام ہوا طغرل خلفاء بغداد کا نائب گنا جاتا تھا۔ طغرل لاولد مر گیا۔ اس کے بعد ۴۵۵ھ

❶ اس کا نام ابو القاسم محمد بن عبداللہ ہے اس نے قیروان کو لے لیا اور مہدیہ شہر بسایا اس کے معتقد اس کو مہدی سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلے میں ایک شخص ملا ابو یزید بھی اٹھ کھڑا ہوا ... تھے ... ان کو خاص اور یہودی نسل سے کہتے تھے ۱۲ منہ۔

ہجری میں اس کی جگہ اس کا بھتیجا الپ ارسلان ابن داؤد بن سلجوق وارث سلطنت ہوا اس نے بھی بڑی بڑی فتحیں پائیں اور اس کے وزیر نظام الملک نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ قائم کیا۔ ۴۶۵ ہجری میں الپ ارسلان مر گیا اور ملک شاہ اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا سلطان سنجر ہوا اور قائم کی جگہ اس کا پوتا مقتدی بامر اللہ ہوا ۴۶۷ ہجری میں۔ الغرض سلجوقی خاندان کے متعدد بادشاہ ہو گئے تھے جن میں باہم لڑائیاں بھی ہوا کرتی تھیں اور شام کا ملک خصوصاً بیت المقدس کبھی خلفاء مصر کے نوابوں کے قبضہ میں آجاتا تھا کبھی خلفاء عباسیہ کے برائے نام مطیعوں شاہانِ سلجوقیہ کے قبضہ میں رہتا تھا۔ مسلمانوں کی اس باہمی خوں خوار لڑائیوں اور طوائف الملوکی نے عیسائیوں خصوصاً فرنگستان (یورپ کے) بادشاہوں کے دلوں میں مسلمانوں سے لڑنے اور بیت المقدس کے لینے کا حوصلہ پیدا کر دیا، اس کی ابتدا یوں ہوئی۔

حَرْبُ الصَّلِیْبُ

یروشلم پر پہلا حملہ:...... بیت المقدس کے حج کو ہر طرف کے عیسائی جوق جوق آیا کرتے تھے ان میں ایک شخص پیٹر نامی ایمنس صوبہ پکارڈی ملک فرانس کا رہنے والا بھی آیا جو کوتاہ قد حقیر صورت تھا۔ شاید اس نے وہاں مسلمانوں کے ہاتھ سے کچھ تکلیف پائی ہو اس نے وہاں کے بڑے پادری سے شکایت کر کے یہ کہا کہ تم شاہانِ یونان سے مدد کیوں نہیں مانگتے اس نے کہا وہ عیش وغفلت میں پڑے ہوئے ہیں ان سے کیا ہو سکتا ہے۔ پیٹر نے کہا تو میں شاہانِ یورپ کو آمادہ کرتا ہوں۔ پیٹر وہاں سے چلا اور اربن ثانی اس زمانے کے پوپ سے ملا۔ پوپ نے وعدہ کیا کہ میں مجلسِ عام میں اس کی تحریک کروں گا مگر اتنے عرصے میں تم منادی کرتے پھرو۔ یہ حضرت مجنونانہ صورت بنا کے ایک گدھے پر سوار ہو کر اور بھاری سی صلیب لے کر تمام ملک فرانس اور اطالیہ میں منادی کرتے پھرنے لگے۔ شاہراہوں گرجا گھروں میں جہاں کہیں وعظ کرتے زوّاروں کی تکالیف بیان کرتے لوگ سن کر رو دیتے اس پر حضرت واعظ کی ہچکیں اور آہیں اور لمبے لمبے آنسو اور حضرت عیسیٰ اور مریم کی دُہائی دینا اور بھی غضب کرتا تھا۔ آخر ملکِ فرانس میں نومبر ۱۰۹۵ء میں ایک مجلس جمع ہوئی جس میں بہت سے نام ور سردار اور مشہور امیر بھی آئے آٹھ روز مجلس رہی لوگ پہلے ہی سے بھرے ہوئے تھے ادھر اس جہاد کا ثواب سنتے ہی چیخ اٹھے کہ ہاں یہی مرضی خدا کی ہے۔ پیٹر کے ساتھ ایک انبوہ کثیر جمع ہو گیا جس میں رؤساء اور شہزادے بھی تھے اس لشکر کا سرخ لباس اور صلیب نشان تھا یہ لشکر کہ جس کی تعداد لاکھ سے زیادہ تھی اور جوق در جوق لوگ ان میں شامل ہوتے گئے ہنوز ملکِ شام میں پہنچنے نہ پایا تھا کہ سلطان سلیمان نے مار مار کران کے چیتھڑے اُڑا ڈالے، لاکھوں آدمیوں کی ہڈیوں کا ڈھیر اس جنگ کی یادگاری میں لگا دیا۔ مگر ایک دوسرا لشکر اور بھی تیار ہوا تھا جس کا سپہ سالار فرانسیسی شہزادہ مسمّی گاڈ فرے ڈبویون تھا اس لشکر نے جا کر یروشلم کا محاصرہ کیا آخر فرنگی رسالے اور پلٹنیں شہر میں گھس آئیں اور گلی کوچوں میں مسلمانوں کے زن وفرزند کو تیغ کرنا شروع کیا۔ صرف مسجد مقدس میں جو کوئی ہزار مسلمان پناہ گزیں تھے قتل کیے گئے ہر چند مسلمان رو رو کر امان امان پکارتے تھے مگر ان دین دار عیسائیوں کی رحم دلی کب امان دیتی تھی۔ آخر صلیب کا نشان اڑنے لگا۔ یہ واقعہ ایک ہزار ننانوے ❶ عیسوی میں ہوا۔ اگرچہ تخمیناً ستر ہزار مسلمان تو شہید ہوئے مگر بے چارے یہودی بھی اپنی عبادت گاہوں میں قتل کیے گئے۔ گاڈ فری اول ہی سال میں مر گیا مگر تخمیناً نوے برس تک نہ صرف بیت المقدس پر بلکہ آس پاس کے ملکوں پر بھی عیسائیوں کا قبضہ رہا۔

---

❶ ...... ابوالفداء اس کو ۴۹۲ھ کا واقعہ بتلاتے ہیں ۱۲ منہ۔

واضح ہو کہ ۴۶۳ ہجری میں اُتسز بن اوق خوارزمی نے جو ملک شاہ بن الپ ارسلان کا امیر تھا ملکِ شام میں جا کر شہر رملہ اور بیت المقدس کو مستنصر خلیفہ مصر کے نواب سے چھین لیا تھا پھر ۴۸۹ھ میں خلیفہ مصر نے ارتق کے بیٹوں ایلغازی اور سقمان سے چھین لیا پھر اس جنگ تک مصریوں کے پاس رہا۔ (ابوالفداء) سُلیمان جس نے پیٹر کے لشکر کو تہ تیغ کیا تھا قطلومش سلجوقی کا بیٹا ہے جو قونیہ و دیگر بلادِ روم کا بادشاہ تھا۔ وہ ۴۷۷ھ میں اپنے چچازاد بھائی سلطان تاج الدولہ تتش بن الپ ارسلان کی جنگ میں مارا گیا۔ (ابوالفداء) اس حادثہ کے دنوں میں مستظہر باللہ عباسی خلیفہ بغداد تھا اور سلجوقیوں میں سے سلطان محمد بن ملک شاہ بڑی شان و شوکت سے ملک اپنے بھائیوں سے فتح کرتا پھرتا تھا۔

دوبارہ حملہ:......اول جنگ کے تخمیناً اڑتالیس برس بعد جب عیسائیوں نے یہ سنا کہ فرات کے اس طرف جو عیسائیوں نے ایک بڑا قلعہ مسلمانوں کے روکنے کے لیے بنایا تھا اس کو زنگی امیر موصل نے لے لیا تو ان کے دلوں میں پھر جہاد کی آگ کا شعلہ بھڑکا اور اب پیٹر کی جگہ برناڈ منادی کرنے لگا آخر اس نے لوئیس سابع شاہ فرانس اور کانرڈ جرمنی کو معتقد کر لیا۔ یہ دونوں بادشاہ تین لاکھ کا لشکر لے کر ہنگری کے رستہ سے قسطنطنیہ پہنچے منوئل شاہ قسطنطنیہ کی بدسلوکی سے ان کی طاقت گھٹ گئی۔ آخر کپدوشیا کے پہاڑوں میں انہوں نے سخت ہزیمت مسلمانوں سے اٹھائی اور بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر واپس آئے۔

تیسرا حملہ:......۵۸۱ھ میں سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوب نے عیسائیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو نوے برس تک ان ممالک پر حاکم اور مسلّط تھے۔ اول طبریہ پر ہفتہ کی روز پانچویں ربیع الاول کو لڑائی ہوئی عیسائیوں نے شکست کھائی جس میں فرنگستان کا ایک بادشاہ اور ایک گرجستان کا عیسائی بادشاہ گرفتار ہوا۔ اس کے بعد شہر عکہ کا محاصرہ کیا اس کو بھی فتح کیا پھر بیروت اور قیساریہ اور صفوریہ اور رملہ بیت لحم وغیرہ شہروں کو فتح کرتا ہوا خاص بیت المقدس کی شہر پناہ کا بھی آ کر محاصرہ کر لیا سرنگیں لگا دیں اور شہر پناہ کو اُکھیڑ کر پھینک دیا فرنگیوں نے امن چاہا۔ سلطان نے کہا جس طرح تم نے اس شہر کو بزورِ شمشیر فتح کیا تھا میں بھی اس کو اسی طرح فتح کروں گا۔ پھر فرنگیوں نے ایلچی بھیجا کہ ہم بہت ہیں تم تھوڑے، امن دو ورنہ مرتا کیا نہ کرتا ہم دل توڑ کر لڑیں گے۔ سلطان نے فرمایا ایک شرط پر امن دیتا ہوں وہ یہ کہ ہر ایک مرد تم میں سے دس دس دینار (اشرفی) اور ایک عورت پانچ دینار اور بچہ دو دو دینار دیوے تو شہر سے باہر چلا جائے ورنہ قید ہوگا۔ چنانچہ فرنگیوں نے اس شرط کو منظور کیا اور بروز پنج شنبہ ۲۷ رجب کو بادشاہ شہر میں داخل ہوا اور سلطانی لوگوں نے عیسائیوں سے دروازوں پر جزیہ وصول کرنا شروع کیا اشرفیوں کے ڈھیر لگ گئے ادھر فصیل پر اسلام کا جھنڈا کھڑا کر دیا گیا تھا عیسائیوں نے الصخرہ کے قبہ پر ایک صلیب سونے کی کھڑی کر دی تھی مسلمانوں نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کر کے اس کو جب اکھیڑ کر پھینکا تو عجب خوشی کا شور و غل تھا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا ہوگا اور عیسائیوں میں رونے پیٹنے کا غل تھا۔

شہر فتح کر کے سلطان نے پھر مسجد کو اسی طور سے تعمیر کرا دیا اور جانب غربی میں جو ایک کمرہ بنایا تھا اس کو گرا دیا۔ نورالدین محمود بن زنگی نے ایک منبر حلب میں اس نیت سے بنوایا تھا کہ اس کو بیت المقدس میں رکھوں گا سلطان نے اس کو منگا کر مسجد میں رکھا۔ اس بادشاہ نے عیسائیوں کا نہ صرف بیت المقدس اور ملکِ شام سے استیصال کیا بلکہ حوالی مصر سے بھی۔

جب یورپ میں یہ خبر پہنچی تو پھر جوش پیدا ہوا اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اول اور فرانس کا فلپ اگستس جرمن کا فریڈرک بڑی خون خوار فوجیں لے کر بیت المقدس پر چڑھ آئے مگر یروشلم میں جانا نصیب نہ ہوا صرف عکا میں رہ گئے کہ جہاں ایک عیسائی بادشاہ کا صلاح الدین نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ طرفین میں بڑی لڑائیاں ہوئیں آخر سب پسپا ہو کر بھاگے اور تھوڑے دنوں کے بعد عکہ بھی سلطان نے فتح کر لیا۔ اس

جنگ میں صلاح الدین نے وہ فیاضی کی ہے کہ آج تک کوئی اپنے مقابل کے ساتھ نہ کریگا وہ یہ کہ یورپ کے بادشاہ اوران کے لشکری جو بیمار ہوگئے تھے ان کے لیے برف اور انار اور دیگر سامانِ ضروری بھیجا اور یہ کہا کہ تن درست ہوکر مجھ سے لڑو کہیں تمہارے دلوں میں ارمان باقی نہ رہ جائے۔ آخر سب شکست کھا کر پریشان ہوکر اپنے ملکوں میں واپس گئے۔ اسی سال شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر بڑے زور وشور سے حملہ کیا تھا۔ صلاح الدین غازی کے مرنے کے بعد پھر عیسائی دین داروں کے دلوں میں جہاد کے ثواب نے جوش مارا۔

چوتھا حملہ:......سن گیارہ سو پچانوے سے لے کر ستانوے عیسوی تک اس لڑائی کا خاتمہ ہوا ششم ہنری نے اپنے لشکر کے تین حصے کر کے ارضِ مقدسہ کی طرف روانہ کیے اور سب نے جمع ہوکر بڑا زور لگایا مگر صلاح الدین کے جانشینوں سے شکست کھا کر نہایت بدحواسی کے ساتھ پسپا ہوئے۔

پانچواں حملہ:......۱۱۹۸ء سے لے کر ۱۲۰۴ء میں اور حملہ ہوا۔ پاپا انوسنٹ سوم نے نئے جہاد کے احکام بھیجے اور فولک پادری نے وعظ سے ترغیب دی وینس کے رئیس سے جہاز کرایہ کیے مگر جب اس کی اجرت نہ دے سکے تو اس نے ان سے اس کے عوض میں شہر ضارا فتح کرا دینا چاہا چنانچہ فتح کرا دیا۔ اس کے بعد قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ سے اُلجھ پڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا سب زور یہیں تمام ہوگیا اور واپس چلے آئے۔ ۱۲۱۲ء میں ملک فرانس میں اسٹیفن نامی ایک چرواہے کا لڑکا بھی وعظ اور الہام اور تائیدِ غیب کا مدعی ہوکر غل مچاتا پھرنے لگا۔ اس کے وعظ سے تیس ہزار لڑکے بارہ بارہ برس کے مسلمان کے ساتھ لڑنے کو آمادہ ہوگئے اور نعرے مارتے ہوئے بیت المقدس کی طرف چل پڑے جو رستہ میں کچھ ڈوب گئے اور کچھ غلام بنا کر فروخت کیے گئے اسی طرح جرمن میں سے بھی لڑکوں کے دو لشکر چلے تھے راستہ ہی میں مفقود الخبر ہوئے۔

چھٹا حملہ:......۱۲۲۷ء میں اور ہوا۔ پوپ گریگوری نہم کے حکم سے فریڈرک دوم فوج لے کر نکلا اس نے سلطان ملک کامل کو یار بنا کر دس برس کے لیے یہ شرط لکھوائی کہ یافہ سے لے کر تلمیس تک کا فریڈرک مالک رہے۔ مگر پادری اس سے ناخوش ہوگئے اس لیے بے چارہ بہت جلد اٹلی واپس چلا آیا۔

ساتواں حملہ:......فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم نے پھر کیا اس نے ڈمیٹا کا محاصرہ کر لیا تھا مگر انجام کار ۱۲۵۰ء میں مسلمانوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا جو چار لاکھ سکہ طلائی دے کر چھوٹا اور چار برس عاقر میں پڑا رہا۔ لاچار ہوکر فرانس میں آیا۔

آٹھواں اور آخری حملہ:......فرانس کے بادشاہ اور انگلستان کے بادشاہ ایڈورڈ اول نے کیا ۱۲۷۰ء میں مصر اور حبش فتح کرنے کے لیے۔ لوئیس تو حبش میں ہی مر گیا اور ایڈورڈ عاقر تک آیا۔ ناصرہ کے مسلمانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا مگر عاقر میں زخم کھا کر پچھلے پاؤں انگلستان بھاگ آیا۔ یہ شہر عاقر جو عیسائیوں کا مرکز ہوگیا تھا اس کو سلطان خلیل نے آگھیرا آخر فتح کر کے ساٹھ ہزار عیسائیوں کو قتل کیا باقی کو غلام بنالیا۔

واضح ہو کہ مسلمان اُن دنوں باہمی قتال و جدال میں مصروف تھے جس لیے عیسائیوں کو چڑھائی کی جرأت ہوئی اور تخمیناً دو برس تک بار بار حملے کرتے رہے وہ بھی ایک ایک نہیں بلکہ کئی کئی بادشاہ متفق ہوکر۔ خصوصاً صلاح الدین کے بعد مشرقی جانب سے تاتاری کافروں چنگیز خانیوں کے وہ زور شور تھے کہ الامان الامان۔ ادھر مغرب کی طرف سے عیسائی بادشاہ زور آزمائی کرتے تھے ایسے موقع پر اسلامیوں کا نیست و نابود اور یہود کی طرح متبدل ہوجانا قرین قیاس تھا مگر یہ اسی وعدۂ الٰہی کا اثر ہے کہ ان زلزلوں کے بعد پھر اسلام نے کروٹ

لی۔ ادھر چنگیز خاں کے پوتے کے بعد سے اس کی نسل میں اسلام آیا ادھر سلاطینِ عثمانیہ کا ستارہ بلند ہوا جس نے یورپ کو نیچا دکھایا اور ان کے دلوں سے حملوں کی ہوس نکال دی ❶ للہ الحمد۔

صلاح الدین کے قبضے کے بعد سے پھر بیت المقدس مسلمانوں کے ہی قبضہ میں ہے آج کل گو عیسائیوں کا پھر اقبال نصف النہار پر ہے اور صنعت و حرفت اور عیاری اور ہوشیاری میں بھی طاق ہیں آلاتِ حرب و ضرب میں بھی ضرب المثل ہیں اور سب کے دلوں میں بیت المقدس لینے کا ارمان بھی ہے باوجودیکہ مسلمان ان سب باتوں میں ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں مگر پھر بھی بیت المقدس اس کے حقیقی وارثوں اہلِ اسلام ہی کے قبضہ میں ہے یہ بھی ایک قدرت کا کرشمہ اور اسلام کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۰﴾ ع وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ﴿۱۲﴾

ترجمہ:...... بے شک یہ قرآن وہ رستہ بتلاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ایمانداروں کو جو اچھے کام کرتے ہیں خوش خبری دیتا ہے کہ البتہ ان کے لیے بڑا ہی اجر ہے ⑨ اور یہ بھی کہ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے دُکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ⑩ اور انسان برائی مانگنے لگتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے اور انسان بڑا ہی جلد باز ہے ⑪ اور ہم نے رات اور دن کو دو نمونے بنا دیے ہیں پس رات کے نمونہ کو دھندلا کر دیا اور اور دن کا نمونہ نظر آنے کے لیے روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کے فضل (روزی) کو ڈھونڈو اور تاکہ تمہیں برسوں کی گنتی اور حساب معلوم رہے اور ہم نے ہر چیز کی تفصیل کر دی ہے ⑫۔

ترکیب:...... للتی ای للحالة او الطریقة التی هی اقوم الحالات او الطرق یہ یهدی کا مفعول ثانی ہے ان ای بان مفعول یبشر کا یا اس کی تفسیر دعاءہ أی یدعو بالشر دعاءً مثل دعائه بالخیر والمصدر مضاف الی الفاعل و التقدیر یطلب الشر فالباء للحال او بمعنی السبب و کل شئی فصلناہ محذوف کا مفعول ہے جس کی تفسیر یہ فصلنا کر رہا ہے اور حال بھی ہے کل انسان کا۔

اُمت محمدیہ اور قرآن کریم کے چند اوصاف کا ذکر

تفسیر:...... پہلے فرمایا تھا وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی تھی اس کے بعد حصیر اتک توریت کے اوپر عمل نہ

❶...... اگرچہ ۱۲۱۳ھ ماہ رمضان میں چند دن کے لیے فرانس کے بادشاہ نپولین نے بھی قبضہ کر لیا تھا مگر آخر چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ جغرافیہ فرہاد ۲۰۹۱۲۔

کرنے سے جو کچھ بنی اسرائیل پر دینی و دنیاوی مصیبتیں آئیں ان کا ذکر فرمایا کہ بطور پیشن گوئی کے ان کو مطلع کر دیا تھا کہ تم ایسا کرو گے تو یوں برباد ہو گے مگر انہوں نے نہ مانا۔ اب یہاں سے امتِ محمدیہ اور اخیر دور کی کتاب قرآن مجید کا ذکر فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ... الخ کہ اس قرآن میں دو باتیں ہیں اول: یہدی کہ تمام دینی و دنیاوی دستورات میں جو کچھ اچھے دستور اور منزلِ مقصود کا سیدھا رستہ ہے یہ وہی بتلاتا ہے اس نے کوئی بات انسان کی سعادت و شقاوت کی باقی نہیں چھوڑی چنانچہ انہیں آیات میں آخر میں جا کر فرمایا وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا۔ دوم: یبشر کہ یہ نیک و بد کاموں کے اس نتیجہ سے بھی خبر دیتا ہے کہ جس کا ظہور عالمِ آخرت میں ہوگا (توریت میں یہ بات نہ تھی اور جو تھی وہ بہت کم) پھر جو کوئی اس کے بعد نیک کام کریں گا ایمان لائے گا اس کے لیے قرآن اجرِ عظیم کی بشارت دیتا ہے دنیا میں بھی وہ لوگ بنی اسرائیل کی طرح ذلیل و خوار نہ ہوں گے آخرت میں بھی حیاتِ ابدی پائیں گے۔ اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ دنیا ہی کے عیش و کامرانی کو فوز المرام (ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی) جانتے ہیں پھر نفسِ سرکش کی باگ (لگام) تھام کر لذات و شہواتِ فانیہ سے بچنا کیا خدا پر ایمان لا کر نیک کاموں میں تکلیف اٹھانا کیا ان کے لیے دردناک سزا کا مژدہ دیتا ہے کبھی وہ دنیا میں بھی واقع ہوتی ہے جیسا کہ بنی اسرائیل پر واقع ہوئی اور اس عالمِ باقی میں تو لازمی ہے مگر انسان جلد باز ہے دیر میں نتیجہ نیک برآمد ہونے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، وہ چاہتا ہے جو کچھ ہو اب ہو اس لیے آخرت کی نعمتوں کی پروا نہ کر کے دنیاوی لذت پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور دلیل اس کی جلد بازی کی یہ ہے کہ جب کبھی کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے تو جس طرح آرام میں زندگی کی دعا کیا کرتا ہے اور مال کی مراد مانگتا ہے اسی طرح اس حلت میں مرنے کی دعا مانگتا ہے اولاد کو بھی کوسنے لگتا ہے صبر نہیں کرتا حالانکہ دنیا میں ہمارے دو نمونہ قدرت ہیں ان کو ثبات نہیں۔ رات جاتی ہے تو دن آتا ہے پھر انسان اپنے رنج و راحت کو انقلابِ زمانہ دیکھ کر بھی کیوں دائمی سمجھ لیتا ہے جس میں کوسنے لگتا ہے اور نیز رات جو بری حالت سے مشابہ ہے جا کر دن ہو جاتا ہے جو فضل و کرم اور کشود کاری سے مشابہ ہے جس میں اشارہ ہے کہ ہر مصیبت کے بعد راحت ہے اور جو ظلمت کدہ ہے جس میں نیک و بد کا ہوش نہیں۔ اس کے بعد دوسری زندگی کا دن روشن ہونے والا ہے جس میں سب امور کی حقیقت کھل جائے گی۔ وجعلنا الیل والنہار اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عہدِ موسوی کے منقضی ہو کر محمدی کے قائم ہونے پر اور توریت جا کر قرآن آنے پر تعجب نہ کرو ہم عالم میں یوں ہی تصرف کیا کرتے ہیں اس کی مصلحتیں ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ اب روزمرہ رات دن کا انقلاب دیکھو کہ رات کو مٹا کر دن بناتے ہیں جس کے فوائد بے شمار ہیں۔ ازا نجملہ دن میں رزق روزی کا بہم پہنچانا اور برسوں کی گنتی ہے اگر یکساں رات ہی رہتی یا دن رہتا یہ بات کب حاصل ہوتی۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ
مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى
فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَاِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً
اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾ وَكَمْ

اَھْلَکْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًاۢ بَصِیْرًا ⑰

ترجمہ:...... اور ہم نے ہر آدمی کا عمل اس کی گردن میں باندھ دیا ہے اور قیامت کے دن اس کو کتاب بنا کر نکال لیں گے جس کو وہ کھلی ہوئی پائے گا⑬ (کہیں گے) اپنی کتاب پڑھ آج اپنا حساب لینے کے لیے تو ہی کافی ہے⑭ جو کوئی ہدایت پر چلتا ہے تو اپنے ہی لیے ہدایت پر چلتا ہے اور جو کوئی بہکا تو اپنی ہی خرابی کے لیے بہکتا ہے اور کسی کا بوجھ کوئی دوسرا نہیں اٹھانے کا اور ہم ایسے نہیں تھے کہ کسی کو بے رسول بھیجے عذاب دینے لگتے⑮ اور ہم جب کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ تو وہاں بدکاری کرنے لگتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر تو ہم اس کو غارت ہی کر ڈالتے ہیں⑯ اور نوح کے بعد ہم کتنے ایک قرنوں (قوموں) کو ہلاک کر چکے ہیں اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی خبرداری اور دیکھنے کو بس ہے⑰۔

ترکیب:...... یلقاہ جملہ کتابا کی صفت جو حال ہے مفعول محذوف سے و ھو ضمیر الطائر یا مفعول ہے امرنا جواب ہے اذا کا۔ کم اس جگہ خبریہ ہے محل نصب میں اھلکنا سے بربک میں بؔ زائدہ ہے جیسا کہ بنفسک میں اور جس طرح حسیبا تمیز ہے بنفسك کی اسی طرح خبیرا بصیرا تقدیم خبیرا کی اس کے متعلق کے تقدیم سے ہے۔ قال الفراء انما یجوز ادخال الباء فی المرفوع اذا یذم او یمدح بہ صاحبہ مثل کفاک بہ و اکرم بہ رجلا و لا یقال قام باخیک دانت ترید قام اخوک۔

تفسیر:...... ہر شے کی تفصیل کے بعد انسان کی آنے والی حالت کا بیان کرنا اس دعوے کی دلیل بیان کر دینا ہے کیونکہ یہ ایک بڑی اہم بات ہے جو کتب سابقہ میں بھی نہ تھی۔ وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ عرب میں اپنے ہر کام کا نیک و بد انجام طائر یعنی پرندوں کی پرواز سے معلوم کرتے تھے اگر دائیں سے اڑا تو خیر اور بائیں سے اڑا تو شر وغیر ذٰلک۔ پھر جب اس کا استعمال زیادہ ہوا تو ہر خیر و شر کو طائر کہنے لگے تسمیۃ الشیئ باسم لازمہ اس کی نظیر سورۂ یٰسین میں ہے تَطَیَّرْنَا بِکُمْ الی قولہ طٰٓئِرُکُمْ مَّعَکُمْ پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ ہر آدمی کا عمل نیک یا بد اس کی گردن میں باندھ دیا ہے جو کچھ یہ کرتا ہے وہ اس کے ساتھ لازم ہو رہا ہے یا جو کچھ نیکی بدی سعادت نحوست اس کی تقدیر میں ہے اس کے لیے لازم ہو رہی ہے ضرور پیش آ کر رہے گی اور پھر قیامت کے دن وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا یہی نیک و بد عمل جو دنیا میں اس کے گلے کا ہار تھا ایک کتاب بن کر ظاہر ہوگا جو اس کے تمام اعمال نیک و بد کا ایک روزنامچہ ہوگا۔ حکم ہوگا کہ اس کو پڑھ، دیکھ تو نے دنیا میں کیا کیا تھا؟ اس میں ہر ہر بات ہوگی۔ اسی کو قرآن میں اور احادیث میں بلفظِ کتاب ذکر کیا ہے۔ پھر اس کی تفصیل ہے کہ اہلِ خیر کو یہ کتاب دائیں طرف سے اور بدوں کو بائیں طرف سے ملے گی۔ مگر اس سے مراد دنیا کی طرح کوئی مجلد کتاب شیرازہ بندھی پٹھے لگی ہوئی نہیں بلکہ اس کے اعمال کا صحیح اندازہ جو ہر ایک پر واضح کیا جائے گا۔ اس کے پڑھنے سے یہی مراد ہے پھر جب یہ حالت ہے تو مَنِ اھْتَدٰی . . . الخ ہر ایک کو ہدایت کی طرف توجہ کرنی چاہیے کیونکہ اس کی برائی بھلائی کا یہی ذمہ دار ہے، اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اپنی کرنی آپ ہی بھرنی اور اسی لیے اپنی حجت تمام کرنے کے لیے دنیا میں رسول بھیجے گئے کسی کو عذاب نہ ہوگا جب تک کہ رسول کی معرفت اس پر حکم نہ ظاہر کیا جائے۔

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ . . . الخ احکامِ شرعی کے لیے تو رسولِ انسانی ضرور ہیں اور توحید و خدا پرستی کے لیے رسولِ عقل بھی کافی ہے۔ و اذا اردنا سے دنیا میں جو بلائیں رسولوں کے خلاف کرنے سے آئی ہیں ان کا ذکر کرتا ہے کہ جب قضاء و قدر میں کسی قوم یا شہر کے برباد ہونے

کے دن ❶ نزدیک آجاتے ہیں تو پیشتر اَمَرْنَا مُتْرَفِیْہَا وہاں کے سرداروں دولت مندوں ❷ کو رسولوں یا ان کے نائبوں کی معرفت سمجھایا جاتا ہے اُلٹی وہ نافرمانی کرتے ہیں تو برباد ہو جاتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ امرنا کے معنی یہ ہیں کہ ازلی نوشتہ کے موافق وہ خدا کی طرف سے برائی پر مامور ہوتے ہیں۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے عہد سے لے کر اب تک دیکھو کس قدر قرون امم یعنی قومیں ہلاک ہوئی ہیں۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ
جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا
وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ
عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ
عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ
اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ ع

ترجمہ: ...... جو کوئی دنیا چاہتا ہے تو ہم اس کو سر دست دنیا میں سے بھی جس قدر چاہتے ہیں دیدیتے ہیں پھر تو اس کے لیے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر گرے گا ﴿۱۸﴾ اور جو آخرت چاہتا ہے اور اس کے لیے اس کے موافق کوشش بھی کرتا ہے اور وہ مؤمن بھی ہے تو انہیں لوگوں کی کوشش مقبول ہوگی ﴿۱۹﴾ ہم ہر ایک کو دیے جاتے ہیں ان کو بھی اور ان کو بھی اپنی عنایت سے اور آپ کے رب کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے ﴿۲۰﴾ دیکھو ہم نے ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت کے تو بڑے درجے اور بڑی فضیلت ہے ﴿۲۱﴾ (اے انسان) اللہ کے ساتھ اور کوئی معبود نہ بنانا ورنہ تو پشیمان و خوار ہو کر بیٹھے گا ﴿۲۲﴾۔

ترکیب: ...... من مبتدا اور یہ شرط ہے اور عجلنا اس کا جواب لمن نرید بدل ہے لہٗ سے باعادہ جار یصلٰھا حال ہے جہنم سے یا ضمیر لہٗ سے۔ مذموماً حال ہے فاعلِ یصلیٰ سے جو ضمیر ہے اور اسی طرح مدحوراً۔ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ بدل ہے کلًّا سے۔ دحرہ یدحرہ طردہ من باب خضع۔ محظوراً ممنوعاً یقال حظرہ یحظرہ حظراً منعہ ■

تفسیر: ...... پہلے فرمایا تھا ہم خبیر و بصیر ہیں ہر ایک کی نیت جانتے اور اس کے ظاہر حال کو دیکھتے ہیں اس کے بعد دنیا میں جو کچھ لوگ کر رہے ہیں اور جس جس چیز پر مر رہے ہیں اس کا بیان و انجام بیان فرماتا ہے تاکہ خبیر و بصیر ہونے کی تصریح ہو جائے۔

دنیا میں دو قسم کے آدمی ہیں: ...... ایک وہ کہ جن کا دارِ آخرت پر یقین نہیں اور جو کچھ ہے بھی تو اس کے نزدیک دنیا ہی مقدم ہے اسی

---

❶ ...... ہمارے عہد میں جو اسلامی حکومتیں زائل ہوئیں اور جو بری حالت میں ہیں اسی آیت کے موافق وہاں کے امراء عیاشی، شراب خواری، بے دینی غفلت میں مبتلا ہوئے اور ہلاک ہو گئے۔ شہر برباد سلطنت غارت، الامان الامان ۱۲ منہ۔ ❷ ...... کیونکہ عوام انہیں کے تابع ہوتے ہیں اور اکثر یہی زیادہ بدکار اور احمق اور عیاش بھی ہوتے ہیں اس لیے ان کا سمجھنا مقدم ہوا ۱۲ منہ۔ ■ : ...... الحظر الحجر وھو ضد الاباحۃ و حظرہ فھو محظور و الحظار و الحظیرۃ تعمل للابل من شجر لتقیھا البرد و الریح ۱۲ حقانی)

کے حاصل کرنے کو وہ اصلی مقصد جانتا ہے اس کے مقابلے میں اس کو دارِ آخرت کی ذرا بھی پرواہ نہیں جیسا کہ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ یعنی جو عاجلہ دنیا اور اس کے فوائد ہی چاہتا ہے تو ہم بھی اس کو جلد یہیں بدلہ دیتے ہیں عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مگر یہ نہیں کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہی اس کو مل جاتا ہے بلکہ مَا نَشَآءُ جس قدر ہم کو دینا منظور ہوتا ہے اور یہ بھی سب کے لیے نہیں بلکہ لِمَنْ نُّرِيْدُ جس کو ہم چاہتے ہیں ورنہ سیکڑوں نے بے دینی اختیار کی کوئی برا کام دنیا کے حاصل کرنے میں اٹھا نہیں رکھا مگر پھر بھی وہی افلاس وہی تنگدستی۔ بے دینوں کے لیے یہ بڑی تہدید ہے۔ مگر اس چند روزہ عیش کے بعد تو ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا وہ جہنم میں جائے گا اور دنیا میں عمر رائیگاں کرنے پر ندامت اٹھائے گا ذلیل ہوگا۔

دوم وہ کہ جن کو مدنظر دارِ آخرت ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ مگر اس میں دو شرط ہیں اول وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا کہ اس کے موافق کوشش بھی کرے یہ نہیں کہ ارادہ کر کے چپ بیٹھ رہے اور کوشش اسی کے مطابق ہو کیونکہ بہت سے لوگ دارِ آخرت کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن عناصر اور سیاروں اور بزرگوں کی عبادت کو آخرت کا ذریعہ جانتے ہیں اور اسی طرح نکمی ریاضتیں بھی کرتے ہیں کوئی رات دن گنگا میں رہتا ہے کوئی پہاڑ پر سے گرتا ہے کوئی حلال چیزیں کھانی چھوڑ کر جسم کو ہلاک کرتا ہے سو یہ کوشش اور یہ رستہ دارِ آخرت کا نہیں

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی	★	کیں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان ست

بلکہ پیغمبر علیہ السلام کے فرمودہ کے مطابق ہونا چاہیے دوم یہ کہ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اس کو ایمان بھی ہو اللہ اور اس کے رسول کی دل سے تصدیق ہو کیوں کہ یہ اصل اور بنیاد ہے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں وہ خدا کی جماعت میں داخل نہیں۔ پس فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ان کی کوشش کارآمد ہوگی ان کو دارِ آخرت اور حیاتِ ابدی نصیب ہوگی۔ رہی دنیا سو كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ہم اپنی عنایت سے ہر ایک فریق کو دنیا میں دیتے ہیں دین و تقویٰ سے دنیا فوت نہیں ہوتی اور زیادہ دنیا ملنے سے خدا کے ہاں کوئی زیادہ عزت بھی حاصل نہیں ہوتی۔

چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست

اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا . . . الخ دیکھو دنیا میں ایک کو دوسرے پر کیسی فضیلت دے رکھی ہے۔ بہت سے احمق و جاہل مال دار اور دانا خوار اور بہت سے کفار محتاج، اہلِ ایمان اہلِ ثروت اور کہیں بالعکس۔ باعثِ فضیلت آخرت کے درجات ہیں، انہیں کی زیادہ رغبت کرنی چاہیے۔ وہیں کی فضیلت فضیلتِ حقیقی ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ چونکہ دارِ آخرت کے لیے اصلِ اصول توحید ہے اس لیے حکم دیتا ہے لَا تَجْعَلْ . . . الخ کہ خدا کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنانا ورنہ ذلیل و خوار ہوگا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ
كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ
لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ
لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ
الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
ع ۳ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

ترجمہ:......اور آپ کے رب نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے نیک سلوک کرنا اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچیں تو نہ ان کو ہُوں کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب سے بات کرنا ﴿۲۳﴾ اور ان کے آگے مہربانی سے جھکے رہنا اور ان کے لیے دعا کرتے رہنا کہ اے رب جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم کر ﴿۲۴﴾ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم سعادت مند ہو (اس پر بھی کوئی فروگذاشت ہوگئی ہو تو) وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ﴿۲۵﴾ اور اہل قرابت اور غریب اور مسافر کا حق ادا کرتے رہنا اور مال کو بیہودہ نہ اڑانا ﴿۲۶﴾ کیونکہ بیہودہ اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا ناشکرا ہے ﴿۲۷﴾ اور جو تجھے ان لوگوں سے منہ پھیرنا پڑے اپنے رب کے فضل و کرم کے انتظار میں کہ جس کی تجھے امید ہے تو ان سے نرم بات کہنا ﴿۲۸﴾ اور نہ تو اپنے ہاتھ کو سکیڑ کر گردن میں باندھ اور نہ اس کو بالکل کھول ہی دے کہ تو پشیمان ہو کر تہی دست ہو کر بیٹھ رہے ﴿۲۹﴾ (اے رسول) آپ کا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور وہی نپی تلی روزی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار (ان کے حال کو) دیکھ رہا ہے ﴿۳۰﴾

ترکیب:...... الاَمخفف ان لا یہ تفسیر ہے قضی کی و بالوالدین معطوف ہے الا تعبدوا پر ای قضی بالوالدین تقدیرہ و بان تحسنوا بالوالدین احسانا۔ امایبلغن۔ اما ان ماتھا ان شرطیہ ما زائدہ تاکید کے لیے یبلغن فعل شرط فلا تقل جواب۔ اُف اسم الفعل الذی ھو التضجر و ھو مبنی علی الکسر لالتقاء لساکنین و تنوینہ فی قراۃ نافع و حفص للتنکیر و من فتح طلب التخفیف مثل رب و من ضنم اتبع و من لم ینوّن ارادا التعریف۔ جناح الذل بالضم ضد العز و بالکسر ضدا لصعوبۃ ھو الانقیاد۔ و جعل للذل جناحاً کما فی قول لبید

وغداۃ ❶ ریح قد کشفت وقرۃ	★	اذا صبحت بید الشمال زمامھا

فاثبت للشمال یدا و للقرۃ زماماً

دارِ آخرت کا راستہ

تفسیر:......دارِ آخرت کی سعی کا مجملاً ذکر ہوا تھا اب یہاں اس کی تفصیل کرتا ہے کہ دارِ آخرت کا یہ رستہ اور اس کی کوشش اصلی یہ ہے۔ سب سے اول بات دارِ آخرت کے لیے یہ ہے کہ منعم کا شکر ادا کرے اور اپنے محسن کے ساتھ ادب و سلوک سے پیش آئے اور منعمِ حقیقی اللہ

❶ یقول ورب غداۃ ریح وقرۃ موصوفۃ بتلک الصفہ کشفت کر بھا و رفعت اذاھا عن الطارقین بان قریتھم و کسوتھم و اوقدت لھم ناز اللاصطلاء ۱۲ فیض رحمہ اللہ۔

تعالیٰ ہے اسی نے ہم کو پیدا کیا ہے اسی نے بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں اور پھر اس جہان میں بھی اسی سے امید ہے، وہ کسی کے احسان اور خدمت کا تو محتاج نہیں اس کی شکر گذاری اور لحاظ اور حق پرورش ہے تو یہی ہے کہ اس کے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ کرے، خالص عبادت اسی کی کرے۔

پہلا حکم: اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کی جائے:......سب سے اول حکم یہی دیا وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ اب لطفِ کلام دیکھو کہ ربک کا لفظ فرمایا حقِ تربیت جتلانے کے لیے اور امر کی جگہ قضیٰ تاکید کا کلمہ فرمایا۔ یعنی حکم قطعی دے دیا اور نیز اسی حکم کو اس سے پہلی آیت میں لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ کے ساتھ بھی ذکر کر دیا تھا اب یہاں اور بھی تاکید فرمادی۔

دوسرا حکم: ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے:......خدا تعالیٰ کے بعد دنیا میں اس کے وجود کا سبب مجازی اور منعم اور محسن ماں باپ ہیں جو اس کی بے چینی سے بے تاب ہو جاتے ہیں اور کھانے پینے میں اپنے نفس سے اس کو زیادہ عزیز رکھ کر آپ نہیں کھاتے اس کو کھلاتے ہیں اور اس کے بچپن میں اس کی پرورش میں بلاغرض جان و مال کو صرف کرنا اپنی راحت سمجھتے ہیں۔

اس لیے دوسرا حکم وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو۔ احسان کا لفظ ایسا وسیع المعنی ہے جس میں سب کچھ آ گیا مگر اس کی کسی قدر شرح بھی فرماتا ہے۔ (۱) اِمَّا يَبْلُغَنَّ . . . الخ کہ اگر تیری زندگی میں تیرے ماں باپ بڑھاپے کو پہنچیں تو یہ زمانہ بڑی بے کسی کا ہوتا ہے اور نیز ان کے سب اقتدار اور زور و قوت بھی جاتے رہتے ہیں اور نیز بڑھاپے میں ان سے بچوں کی سی بے معنی باتیں بھی سرزد ہونے لگتی ہیں تجھ کو ان سے ہوں یا اُف کہنا نہ چاہیے۔

فائدہ: دلالۃ النص کے طریق پر اس سے ہر ایک قسم کی ایذا اور تکلیف دینا ماں باپ کو حرام سمجھا گیا وعلیہ الجمہور۔

(۲) وَقُلْ لَّهُمَا ان سے نرم اور ادب سے کلام کر۔ (۳) وَاخْفِضْ ان کے آگے جھک یعنی ہر قسم کی دل سے فرماں برداری و تواضع کر (۴) وَقُلْ رَّبِّ ان کے لیے دعا خیر کر۔ بارہا تجربہ میں آیا ہے کہ جس نے ماں باپ کو ستایا وہ دنیا میں بھی ناشاد و نامراد رہا جوانا مرگ مرا ہے اور جس نے عزت و توقیر و احسان کیا ہے اس کو شاد و خرم (خوش و خرم) دیکھا ہے۔

فائدہ: ماں باپ کی ان باتوں میں فرماں برداری نہیں کہ جن سے خدا کی گناہگاری ہوتی ہے کیوں کہ ماں باپ سے اللہ کا حق اور مرتبہ مقدم ہے۔ پھر یہ نہیں کہ تم یہ سب باتیں ظاہرداری کے طور پر کرو بلکہ دل سے اور اخلاص سے کیونکہ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ . . . الخ تمہارا رب تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے کہ اگر تم نیک بختی اختیار کرو گے اور ایسی حالت میں بشریت سے اگر تم سے کچھ خدمت گزاری میں کبھی فروگذاشت ہو جائے گی اور اپنی دلی نیک بختی سے تم اس کی طرف رجوع کرو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کے لیے معاف کرنے والا ہے۔

فائدہ: اوّاب بروزن فعال اوب بمعنی رجوع سے ہے مبالغہ کا صیغہ

تیسرا حکم:......وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ کہ اور جس قدر قرابت دار ہیں بھائی، بہن، ماموں، چچا، خالہ، پھوپی وغیرہم ان کا حق بھی ادا کرے۔ حق ادا کرنا بھی بڑا عام لفظ ہے جس میں ہر ایک قسم کا حق آ گیا اگر محتاج ہے تو ان کی مال سے مدد کر اور نہیں ہے تو ادب، اخلاص، ہمدردی، صلہ رحمی کر اور انہیں پر منحصر نہ رکھ بلکہ ہر ایک مسکین یعنی محتاج کے ساتھ نیک سلوک کر خواہ قرابتدار ہو خواہ کوئی غیر ہو۔ بلکہ پڑوسیوں، مسافروں کا بھی تجھ پر حق ہے ان کے ساتھ بھی نیک سلوک کر، ضیافت کر، نقد دے، اترنے کو آرام سے جگہ

دے نرم کلام کر۔ اس تیسرے حکم میں تین حکم ہیں۔ یہ سب خدمت گذاری مال سے ہوا کرتی ہیں اس لیے مال کی بابت حکم دیتا ہے۔

چوتھا حکم:......وَلَا تُبَذِّرْ . . . الخ کہ اسے ہم نے کارِخیروں میں صرف کرنے کو کہا ہے اڑا دینے کا حکم نہیں دیا ہے لغویات میں مال برباد نہ کر۔ بے ضرورت مکانات بنانا، اسباب خریدنا، گھوڑے وغیرہ اشیاء بے ضرورت مول لینا سب میں تبذیر ہے۔ اسی طرح بیاہ شادی، دعوت مہمانی، کھانے پینے میں بھی اعتدال سے بڑھنا تبذیر ہے اور ناچ رنگ آتش بازی وغیرہ تو اور بھی ممنوع ہے۔ سائلوں اور حقداروں کے دینے کا حکم دیا تھا۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ پاس کچھ نہیں ہوتا وہ طلب کرتے ہیں سخت سست بھی کہنے لگتے ہیں اس وقت آدمی کو غصہ آ جاتا ہے برا بھلا کہنے لگتا ہے، سو اس سے بھی منع کرتا ہے اور ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے اس کی تعلیم دیتا ہے۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ . . . الخ کہ اگر تیرے پاس کچھ دینے کو نہیں اور تجھ کو خدا سے امید ہے کہ آئے گا ایسی حالت میں ان سے تو جو منہ پھیرے تو ان کو سخت بات نہ کہہ بلکہ نرم بات کہہ کے بھائی اللہ کا فضل ہے، برکت ہے، یا وہ دے گا تو دوں گا، یا اللہ تجھے غنی کرے۔

پانچواں حکم:......وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ . . . الخ میانہ روی کر۔ نہ تو ہاتھ کو سکیڑ کر سمیٹ کر مٹھی بند کر کے گلے میں ہاتھ رکھ لے (یہ کنز پنے کے معنی میں محاورہ ہے) اور نہ ہاتھ کو بالکل کھول کہ سب کچھ ایک روز دے کر خود محتاج ہو جائے آپ مانگتا پھرے کیوں کہ دنیا میں فقیر بھی خدا نے پیدا کیے ہیں تیرا کام نہیں کہ سب کو غنی کرے۔ غنی اور فقیر وہی کرتا ہے اور اس کی مصلحت وہی جانتا ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ . . . الخ بعض ایسے فقیر بھی ہے کہ اگر ان کے پاس دولت ہو تو آفت برپا کریں۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ
كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝٣١ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝٣٢
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا
لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝٣٣ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ
الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ
كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝٣٤ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ
ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝٣٥ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ
وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝٣٦ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ
مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝٣٧ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ

سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝۳۸ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِیْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝۳۹ اَفَاَصْفٰىكُمْ

ع رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ۝۴۰

ترجمہ:......اور مفلسی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا ہم ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے ۝۳۱ اور زنا کے پاس بھی نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی (کا کام) ہے اور بہت ہی برا طریقہ ہے ۝۳۲ اور جس جان کا قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرنا اور جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیدیا ہے (قصاص و معاف کرنے کا اس کو چاہیے کہ) قصاص لینے میں زیادتی نہ کرے کیونکہ انصاف سے قصاص لینے میں بھی جیت ہے ۝۳۳ اور جب تک یتیم اپنی جوانی کو نہ پہنچے اس کے مال کے پاس بھی نہ جانا لیکن اس طریق سے کہ جو بہتر ہو اور عہد کو پورا کیا کرو اس لیے عہد سے پرسش ہوگی ۝۳۴ اور جب ناپ کر دینا ہو تو پورا پیمانہ دیا کرو اور تولنے میں برابر کی تول تولو (کیونکہ) یہ عمدہ بات ہے اور (اس کا) انجام بھی اچھا ہے ۝۳۵ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑا کر جس کا تمہیں علم بھی نہ ہو کیوں کہ کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے پرسش ہوگی ۝۳۶ اور زمین پر اکڑتا ہوا نہ چلنا کیوں کہ نہ تو زمین کو پھاڑ ہی ڈالے گا اور نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا ۝۳۷ ان میں سے ہر ایک بات تیرے رب کے نزدیک ناپسند ہے ۝۳۸ یہ بیان اس حکمت میں سے ہے کہ جس کو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کیا اور اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود نہ ٹھہرانا ورنہ تو ملزم رندۂ درگاہ بنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا ۝۳۹ (اے مشرکو) کیا تم کو تمہارے رب نے بیٹوں کے لیے مخصوص کر لیا ہے اور آپ فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے یہ تو تم بہت ہی بڑی بات کہتے ہو ۝۴۰۔

ترکیب:...... خشیة املاق مفعول لہٗ۔ املاق فقر۔ الخطاء بکسر الخاء و سکون الطاء و الهمز مصدر خطئ و جاء بکسر الخاء و فتح الطاء من غیر همز هو الاثم یقال خطئ خطا کاثم اثما۔ لاتقف الماضی منه قفا اذا تتبع و یقرء بضم القاف و اسکان الفاء مثل تقم و ماضیه قاف یقوف اذا تتبع کل اولٰئک مبتداء و اولٰئک اشارة الی السمع و البصر و الفؤاد و ان کان الاشارة باولٰئک فی الاکثر لمن یعقل و لکن قد جاء لمن لایعقل۔ سیئه بضم الهاء و الهمزة بالا ضافة ای سیئی بعض المذکور المنهی عنه مکروہ عند اللہ۔ پس سیئه کان کا اسم مکروها خبر جملہ خبر کل ذٰلک نافع ابن کثیر ابو عمرو نے سیئة ❶ پڑھا ہے۔

چھٹا حکم: اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل کرنے کی ممانعت

تفسیر:...... وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اپنی اولاد کو افلاس کے خوف سے قتل نہ کرو۔ عرب میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا کرتے تھے یہ سمجھ کر کہ لڑکیاں کچھ کما نہیں سکتیں، لڑکے کما سکتے تھے کہ وہ ان کے ساتھ لوٹ مار میں شریک ہوتے تھے اور نیز مفلسی میں اہلِ کفو اس لڑکی سے نکاح نہیں کرتے تھے غیر کفو میں دی جاتی تھی۔ یہ بڑی عار کی بات تھی۔ اس بدرسم کو لطف کے ساتھ منع فرماتا ہے۔ اول تو لفظِ اولاد کہہ کر شفقت دلائی۔ دوم نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ . . . الخ کہ تم کیوں رزق کی فکر کرتے ہو رزق تو ہم دیتے ہیں ان کو بھی اور تم کو بھی

❶ ... و کل ذٰلک ای الاشیاء الاخیرة المنهی عنها من قوله تعالیٰ و لا تقف . . . الخ سیئة مکروه عند اللہ۔ قال فی الکشاف السیئة فی حکم الاسماء بمنزلة الذنب و الاثم زال عنه حکم الصفات فلا اعتبار بتانیثة ولا فرق بین من قرأ السیئة و سیئا الا تری انک تقول الزنا سیئة کما تقول السرقة سیئة فلا تفرق بین اسنادها الی مذکر و مؤنث، انتہیٰ ۱۲ منہ۔

سوم اِنَّ قَتْلَهُمْ کہ ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔

ساتواں حکم: زنا سے اجتناب:......وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی کہ زنا کے پاس بھی نہ جاؤ۔ زنا کی قباحت میں سلف سے خلف تک عقلاء کو اتفاق ہے۔ اس میں یہ چند قباحتیں ہیں (۱) انساب کا خلط ملط ہونا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کس کا بیٹا ہے پھر باہمی حصہ ترکہ میں خرابی آتی ہے۔ (۲) عورت کو شرعی یا عرفی طور پر اگر ایک شخصِ خاص سے تعلق نہ ہو جس کو نکاح کہتے ہیں تو اس کے پاس آنے والوں میں باہمی قتال وجدال کی نوبت آئے گی جیسا کہ مشاہدہ میں آتا ہے اور یہ بات تخریبِ عالم کا باعث ہے۔ (۳) عورت سے مقصود صرف شہوت رانی ہی نہیں بلکہ باہم مل کر خانہ داری کے امور میں ایک دوسرے کا معین ہونا، مرد کما کر لاوے عورت دردمندی اور کفایت کے ساتھ اس کو گھر میں اٹھائے دونوں مل کر بچوں کی تعلیم و تربیت میں کوشش کریں اور نیز بیماری اور پیری (بڑھاپے) میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دے۔ ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ کمال درجے کی دردمندی ہو۔ اور یہ بات جب تک ممکن نہیں کہ عورت کی نظر ایک ہی شخص پر رہے اوروں سے علاقہ (تعلق) نہ رکھے اور یہ بغیر اس کے کہ زنا کو حرام کیا جائے ممکن نہیں۔ (۴) اگر زنا کا دروازہ کھل جائے تو انسان اور بہائم میں کیا فرق رہے۔ جس عورت کو چاہے رکھے اور نیز باہم الفت و محبت کبھی پیدا نہ ہو۔ ان سب باتوں کے لحاظ سے شرع نے زنا کو حرام کیا، اور یہاں تک تاکید کے لفظ استعمال کیے کہ اس کے پاس جانے کی بھی ممانعت کردی یعنی اس کے اسباب ❶ سے بھی روکا اور اس کی ان قباحتوں کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝۔

آٹھواں حکم: ناحق قتل کی ممانعت:......وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ . . الخ کہ جن جانوں کا قتل کرنا شرع نے حرام کیا ہے ان کو ناحق قتل نہ کرو۔ انسان خدا تعالیٰ کا مظہر اور اس کی خدائی کا آئینہ ہے اس کے قتل کا ارادہ کرنا خدائی کا مقابلہ کرنا ہے پس یہ نہایت سنگین جرموں پر قتل کیا جاتا ہے بضرورت اور وہ یہ صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ خدائی جرم کا ارتکاب کرے مرتد ہو جائے۔ دوسرا بغاوت کرکے امنِ عام میں خلل انداز ہو۔ تیسرا نکاح کرنے کے بعد بھی حرام کاری کرے ان صورتوں میں انسان کی حرمت جاتی رہتی ہے۔ اس کی طرف الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ . . الخ میں اشارہ کردیا وہ احادیث صحیحہ جن میں مرتد اور باغیوں اور رجم کا ذکر ہے گویا اسی جملہ کی شرح ہیں۔ دوسری یہ کہ یہ کسی کو مار ڈالے اس کے بدلہ میں اس کو مارا جائے جس کو قصاص کہتے ہیں چوں کہ یہ بات قتل عمد ہی میں ہے جو عرب میں کثیر الوقوع تھا اس لیے اولاً تو اس کی طرف اِلَّا بِالْحَقِّ میں اشارہ کیا پھر وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ میں اس کی صراحت کردی کہ جو مظلوم مارے جائیں اس کے وارث کو شرع نے قدرت (اجازت) دی ہے کہ اس قاتل کو مار سکتا ہے یہی قتل بالحق ہے مگر اس میں اسراف نہ ہو اس کے عوض اس کی قوم کے سردار کو نہ مارے، نہ اس کو جلا کر یا اور بری طرح سے قتل کرے جو اس کے ورثہ میں اشتعال کا باعث ہو۔

فائدہ:......شرع میں انسان کا قتل ان چند صورتوں میں جائز ہے:......(۱) یہ کہ مرتد ہو (۲) باغی ہو اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ الآیہ میں اس حکم کی تصریح ہے (۳) یہ کہ نکاح کرنے کے بعد زنا کرے اس کا حکم احادیثِ مشہورہ سے ثابت ہے (۴) کفار و مشرکین کا قتل کرنا نہ مطلقاً بلکہ اس وقت کہ ان سے قاعدۂ شرعیہ کے موافق جنگ قائم ہو کما قَالَ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ . وَقَالَ فَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ (۵) قصاص میں۔ ائمہ مجتہدین نے احادیث و قیاس سے تارکِ الصلوٰۃ۔ اغلامی (اغلام باز)۔ ساحر۔

---

❶......زنا کے بہت سے اسباب ہیں نامحرم عورتوں سے تخلیہ کرنا، ان سے ہنسی مذاق کرنا، ان سے رسم ملاقات بڑھانا۔ لگاوٹ کی باتیں کرنا۔ فحش تصاویر دیکھنا، فساق کے عشق آمیز افسانے سننا، اس قسم کی نظم و نثر کا عادی ہونا تھیٹروں اور ناجائز مجامع (مجموعوں اور مجالس) میں جانا، راگ رباجے سننا، ناچ دیکھنا دکھانا وغیرہ ۱۲ منہ۔

چوپائے سے مباشرت کرنے والے کا بھی قتل جائز رکھا۔ توریت میں بھی قتلِ انسان بہت سی صورتوں میں جائز قرار دیا گیا ہے۔

نواں حکم: مالِ یتیم سے بچنا:......وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ مگر جائز طریقہ سے لینا درست ہے مزدوری میں، تجارت میں، اجرتِ نگرانی میں اگر محتاج ہو۔

دسواں حکم: ایفائے عہد ناپ تول میں دھوکہ دہی کی ممانعت:......وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ہے عہد جس سے کرو اس پر قائم رہو وہ عہد ہی غلط ہیں جن کو شرع نے معتبر نہیں رکھا یعنی معصیت پر عہد کرنا۔

گیارہ حکم:......وَاَوْفُوا الْكَيْلَ کہ ناپ تول کو لیتے دیتے وقت کم زیادہ نہ کرو معاملات میں دغابازی نہ کرو۔

بارہواں حکم: جھوٹی گواہی وغیرہ کی ممانعت......وَلَا تَقْفُ اس کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں (۱) اس میں ان باطل خیالات کی پیروی سے ممانعت ہے جو عوام میں غلطی سے مشہور ہو جاتے ہیں (۲) محمد بن حنفیہ سے منقول ہے کہ اس کے معنی جھوٹی گواہی کے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

ترجمہ:......اور البتہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا تا کہ وہ سمجھیں حالانکہ ان کو تو اس سے نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے﴿۴۱﴾ (اے نبی) کہہ دو اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تب تو انہوں نے عرش کے مالک تک کوئی رستہ نکال لیا ہوتا﴿۴۲﴾ وہ پاک ہے اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے (اس کی ذات) بہت ہی بالاتر ہے﴿۴۳﴾ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب اسی کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور ایسی کوئی بھی چیز نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح[ف] نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کرنے کو نہیں سمجھتے بے شک وہ بڑا تحمل کرنے والا (اور) بڑا ہی بخشنے والا ہے﴿۴۴﴾۔

ترکیب:......صرفنا ای بینا ضروبا من کل مثل۔ ویمکن ان تکون فی زائدہ کما فی قولہ تعالیٰ واصلح لی فی ذریتی۔ لو کان شرط۔ اذا لابتغوا . . . الخ جواب و المعنی لطلبوا الی من ہو مالک الملک سبیلاً بالمغالبۃ کما یفعل الملوک

[ف]:......تسبیح یعنی خدا تعالیٰ کا جملہ عیوب اور خصائصِ حدوث و مکان سے پاک اور منزہ ہونا بیان کرنا خواہ زبان سے خواہ دلالتِ حال سے۔ تحمید: اس کے کمال اور اوصافِ حمیدہ کو بیان کرنا سبحان اللہ وبحمدہ کہنا۔ مومن اور ملائکہ تو قال اور حال سے اس کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں کفار و دیگر اشیاء آسمانوں اور زمین کی علویات سفلیات نباتات و جمادات دلالتِ حال سے تسبیح و تحمید بیان کر رہے ہیں ان کی بناوٹ باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ان کا بنانے والا سب خوبیوں سے موصوف ہے مگر اس بات کو وہی سمجھتا ہے جو مخلوق کی آفرینش اور اس کی تراش اور حالاتِ وجود و بقا میں تامل کرتا ہے اس لیے وہ لوگ جو لذات و شہوات میں غرق ہیں، غور و تامل کا دروازہ ان پر بند ہے وہ اس بات کو کیا جانیں ۱۲ منہ

بعضھم مع بعض او بالتقرب الیہ والطاعۃ لہ تعالیٰ لعلھم بقدرتہ تعالیٰ وعجزھم کقولہ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الیٰ ربھم الوسیلۃ (بیضاوی)

تفسیر:......ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جس کو آنکھ سے نہ دیکھے کان سے نہ سنے دل میں یاد نہ رکھے اس کی گواہی نہ دے (۳) بعض کہتے ہیں کہ اس میں کسی پر تہمت لگانے کی ممانعت ہے کیونکہ تہمت میں بلاتحقیق باتیں ہوا کرتی ہیں (۴) بعض کہتے ہیں کسی کی غیبت اور طوفانی وشیطانی باتوں سے ممانعت ہے مگر سب معنی صحیح ہیں مآل کار سب کا یہ ہے کہ جو بات اچھی طرح معلوم نہ ہو اس پر کوئی حکم نہ لگائے اس میں سب اقوال آ گئے۔

تیرہواں حکم: تکبر واکڑ کر چلنے کی ممانعت:......وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا کہ تکبر نہ کر۔ زمین پر اکڑ کر نہ چل کیوں کہ تو عاجز ہے کچھ زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا، بلند ہو کر پہاڑوں کے برابر نہ ہو سکے گا۔ ان میں سے ان مکروہ چیزوں کو سَیِّئَۃً فرماتا ہے اور جو اوامر ہیں ان کی نسبت فرماتا ہے ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یا یہ جملہ سب باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ ان احکام میں جو کچھ اسرار رکھے گئے ہیں جن سے انسان کی روح اور اس کے اخلاق کی صفائی اور تدبیرِ منزل اور انتظامِ عالم کی خوبی وابستہ ہے اور پھر ان کے بیان اور ترتیب میں جو کچھ لطف رکھا گیا ہے اگر اس پر کوئی مطلع ہو جائے گا تو اس کو حکمتِ الٰہیہ کے جواہر اور الہامِ ربانی کے وہ نادر موتی کہے گا جو بنی اسرائیل کے احکامِ عشرہ (دس احکامات) سے بدرجہا بہتر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوحوں (تختیوں) پر کندہ کر کے عطا ہوئے تھے۔ ان احکام کی ابتداء بھی توحید سے ہوئی تھی اور اخیر میں بھی اسی بات کی تاکید کے لیے اعادہ فرمایا وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اور اس کے بعد اس بات سے بھی منع کیا جو عرب کے مشرکین کرتے تھے وہ یہ کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کو کارِ بارِ خدائی میں شریک جانتے تھے اس بات کو کس لطف کے ساتھ رد کرتا ہے اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا کہ کیا تم کو خدا نے بیٹے دیے اور اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں۔ بھلا یہ کیسی لغو بات ہے؟ ان سب باتوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا . . . الخ کہ قرآن میں ہم نے ہر ایک قسم کی بات وعظ و پند احکامِ دنیا و آخرت بیان کر دیے تا کہ وہ سمجھیں اور غور کریں مگر ان ازلی بدبختوں کو تو اس سے اور زیادہ نفرت ہوتی ہے۔

ردِّ شرک اور اثبات توحید:......اس کے بعد پھر شرک کا رد اور توحید کا اثبات کرتا ہے اور اس بات کو قرآن میں بار بار اس لیے ذکر کیا گیا کہ اس عہد میں شرک و بت پرستی کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ پس فرماتا ہے لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ کہ اگر اس کے ساتھ تمہارے قول کے موافق اور بھی خدا ہوتے تو عرش والے تک یعنی مالک اصلی تک لڑنے کے لیے کوئی راستہ نکالتے مقابلہ کرتے جیسا کہ متعدد بادشاہوں میں ہوتا ہے یا یہ معنی کہ خود ان کو اس تک رسائی کرنے کے لیے حاجت پڑتی پھر وہ تمہیں کیا لیتے دیتے۔

آسمان وزمین کی ہر چیز رب تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے:......سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى . . . الخ میں اپنی پاکی بیان فرماتا ہے اور تُسَبِّحُ لَهٗ . . . الخ میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی ہر چیز اس کی تسبیح یعنی پاکی اور کبریائی بیان کرتی ہے ذی روح تو زبان سے اور جمادات زبانِ حال سے کہ ان کا وجود اور ان کی ہر حالت اس کی یکتائی پر دلیل ہے مگر تم غور نہیں کرتے ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ تمہارا یہ جرم اس

---

❶......صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں پانی نہ تھا ایک برتن لائے جس میں کسی قدر پانی تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ہاتھ ڈال دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا جیسا کہ چشمہ سے نکلتا ہے تمام لشکر نے وضو کیا اور ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے اور وہ کھایا جاتا تھا جمادات میں بھی خدا تعالیٰ نے ایک طرح کا علم رکھا ہے جس کو وہی جانتا ہے ۱۲ منہ۔

قابل تھا کہ دنیا میں تمہیں ہلاک کیا جاتا مگر وہ حلیم وغفور ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا
مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ
وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ
بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ
تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا
فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَ اِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا* ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ
خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ کُوْنُوْا حِجَارَۃً اَوْ حَدِیْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَکْبُرُ فِیْ صُدُوْرِکُمْ ۚ
فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِیْ فَطَرَکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ۚ فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْکَ
رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا ﴿۵۱﴾ یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ
فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۵۲﴾ ع

ترجمہ:...... اور (اے نبی) جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک گاڑھا پردہ ڈال دیتے ہیں ﴿۴۵﴾ اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں تا کہ قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بھی گرانی ڈال دی ہے (تا کہ اس کو نہ سن سکیں) اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا تنہا ذکر کرتے ہیں تو وہ پیٹھ پھیر کر نفرت سے بھاگ پڑتے ہیں ﴿۴۶﴾ ہم خوب جانتے ہیں جس لیے وہ اس کو سنتے ہیں جب کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب کہ وہ سرگوشی کرتے ہیں جب کہ ظالم کہتے ہیں کہ (بس) تم تو ایک جادو کے مارے ہوئے کے پیچھے چلے جار ہے ہو ﴿۴۷﴾ دیکھو آپ کی کیسی کیسی صفتیں بیان کرتے ہیں سو وہ تو گمراہ ہو گئے پھر وہ رستہ نہیں پا سکتے ﴿۴۸﴾ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کیا جب ہم مر کر ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟ ﴿۴۹﴾ (سوائے نبی ان سے) کہہ دو خواہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا ﴿۵۰﴾ یا اور کوئی شے جو تمہارے دلوں میں بڑی ہو (تب بھی زندہ کیے جائے گے) اس پر وہ کہیں گے کہ ہم کو کون دوبارہ جلائے (اٹھائے) گا کہہ دو وہی جس نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے پھر تو آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر یہ کہیں گے کہ وہ کب ہوگا کہہ دو شاید وہ وقت بھی بہت ہی قریب آ گیا ہو ﴿۵۱﴾ جس روز کہ وہ تمہیں بلائے گا تو تم (خوف کے مارے) اس کی حمد کرتے ہوئے چلے آؤ گے اور گمان کرو گے کہ بہت ہی کم ٹھہرے تھے ﴿۵۲﴾۔

ترکیب:...... مستورا ساترا۔ بما یستمعون به ای بسببه من الهزء اذ بدل من اذهم قبله یوم یدعو کم ظرف لیکون

* الرفات کسر الشیء بالید و الرفات الاجزاء المفتتة من کل شیء یکسر ۱۲ منہ

بحمدہ فی موضع الحال۔

تفسیر: ..... آسمانوں اور زمین کی چیزوں کی تسبیح تو تم اے مشرکین سمجھتے ہی نہ تھے تمہاری سمجھ میں تو یہ قرآن مجید بھی نہیں آتا جو خاص تمہاری زبانِ فصیح میں نازل ہوا ہے۔ وَاِذَا قَرَاْتَ . . . الخ اور ف یہ نہ سمجھنا قرآن کا اس لیے ہے کہ جب تم اے نبی قرآن پڑھتے ہو تو ان کی ازلی گمراہی کے پردے بیچ میں حائل ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے مضامین میں غور و تامل نہیں کر سکتے اور جو کوئی ان کو دوسرا سمجھائے تو سنتے بھی نہیں اور ان کے حواسِ باطنیہ کے ماؤف ہونے پر دلیل ہے کہ جب قرآن میں توحید کا ذکر اور شرک کی برائی سنتے ہیں تو بدک کر بھاگ جاتے ہیں۔ یہ مکہ کے مشرکوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ جب انسان پر گمراہی اور بدبختی سوار ہوتی ہے تو نہ اس کا دل و دماغ درست رہتا ہے نہ عقل، کتنا ہی سمجھاؤ نہیں سمجھتا اور اسی کو پردے اور حجاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اول تو مکہ کے مشرک حضرت ﷺ سے قرآن سنتے ہی نہ تھے اور جو کبھی مجلس میں ٹھیر گئے تو اس غرض سے کہ کچھ اس میں سے یاد کریں تاکہ پھر اس پر تمسخر اور ہنسی کریں اور پھر آپس میں دس دس پانچ پانچ جمع ہو کر سرگوشیاں کرتے اور یہ کہتے تھے کہ یہ لوگ جو اس نبی کے تابع ہو رہے ہیں احمق ہیں۔ یہ تو خود جادوں کا مارا ہوا ہے کسی نے اس پر سحر کر دیا ہے اس لیے ایسی ایسی نئی نئی باتیں کرتا ہے دیوانہ ہو گیا ہے۔ نَحْنُ اَعْلَمُ سے لے کر رَجُلًا مَّسْحُوْرًا تک میں یہی ذکر ہے اس پر خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو تسلی دیتا ہے کہ دیکھو یہ بدنصیب تم پر کیا بے اصل عیب لگاتے ہیں۔ اور کوئی بات تو عیب کی ملتی نہیں۔

بروز قیامت دوبارہ زندہ ہونا: ...... اُنْظُرْ . . . الخ وَقَالُوْا سے ان کی دوسری بات اور بیان فرماتا ہے کہ جس پر وہ بدکتے تھے وہ یہ کہ جب حضرت ﷺ فرماتے تھے کہ مر کر پھر قیامت میں زندہ ہوں گے تو وہ کہتے کہ جب ہم مٹی میں رل جائیں گے ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا تو پھر کیونکر زندہ ہو سکتے ہیں؟۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ تمہارے نزدیک جو چیز قابل حیات نہیں لوہا پتھر یا کوئی اور چیز اگر تم وہ بھی ہو جاؤ، جس نے تم کو اول بار پیدا کیا وہ دوبارہ پھر پیدا کرنے پر قادر ہے۔ پھر جب وہ قیامت میں بارگاہِ عدالت میں طلب کرے گا تو تم زندہ ہو کر اس کے خوف کے مارے تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے جرم کا انکار و بت پرستی سے برأت ثابت کرتے ہوئے فوراً حاضر ہو جاؤ گے اور یہ سمجھو گے کہ دنیا میں یا مرنے کے بعد حشر تک قبروں میں بہت ہی کم ٹھہرے تھے۔ وہ عرصہ دراز اُس عدالتِ آسمانی کے خوف سے بہت ہی کم معلوم ہوگا اور یہ انسان کی جبلّی بات ہے کہ مصیبت کے وقت راحت کا زمانہ دراز بہت ہی کم معلوم ہوا کرتا ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جس دنیاوی سامان و عیش پر آج فدا ہوا اس کی یہ حقیقت ہے۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ
الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۵۳ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ
يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝۵۴ وَرَبُّكَ
اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ

ف: یعنی ان میں غور و فکر کا مادہ قدرت نے نہیں دیا اس لیے جب اے نبی آپ قرآن پڑھتے ہیں وہ سمجھتے اور غور نہیں کرتے اس حالت کو پردہ ڈالنے سے تعبیر کیا ہے اور اسی کو ان کے دلوں پر حجاب ڈالنے اور کان میں ثقل پیدا کر دینے سے ۱۲ منہ

وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ
كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا﴿۵۶﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ* اِلٰى
رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ
عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ
الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا﴿۵۸﴾

ترجمہ:......اور (اے رسول) میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ بات کہا کریں جو بہتر ہو کیونکہ شیطان آپس میں لڑوا دیتا ہے اس لیے کہ شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے﴿۵۳﴾ تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور آپ کو ہم نے ان کا ذمہ دار بنا کر تو بھیجا نہیں﴿۵۴﴾ اور آپ کا رب خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں رہتے ہیں اور البتہ ہم نے ایک نبی کو دوسرے پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی﴿۵۵﴾ (ان سے) کہہ دو جن کا تمہیں اس کے سوا گھمنڈ ہے لو ان کو بلاؤ تو سہی، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اس کو بدل سکیں گے﴿۵۶﴾ جن کو یہ مشرکین پکارتے ہیں ان میں سے جو اوروں کی نسبت زیادہ مقرب ہے وہ خود اپنے لیے اپنے رب کے تقرب کے وسیلے تلاش کرتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں ف اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں کیونکہ آپ کے رب کے عذاب ڈرنا ہی چاہیے﴿۵۷﴾ اور ❶ ایسی کوئی بستی نہیں کہ جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں یا اس کو کسی سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں یہ کتاب میں لکھا جا چکا ہے﴿۵۸﴾۔

ترکیب:......ایھم مبتدا اقرب خبرہ و ھو استفھام و الجملہ فی موضع نصب بیدعون۔ و قیل اولئک مبتدا الذین یدعون أی یدعونھم الکفار صفت یبتغون خبر ایھم بدل من واو۔ یبتغون فعلی الاول معناہ ان آلھتھم اولئک یبتغون الوسیلۃ و ھی القربۃ الی اللہ تعالیٰ و ایھم بدل ای یبتغی من ھو اقرب منھم و ازلف الوسیلۃ فکیف بغیر الاقرب او ضمن یبتغون معنی یحرصون یحرصون ایھم یکون اقرب الی اللہ بالطاعۃ و الصلاح۔

نرم اور اچھی باتیں کرنے کا حکم

تفسیر:......ثبوتِ معاد پر حجت قائم کر کے مسلمانوں کو تعلیم کرتا ہے کہ تم مخالفوں سے نرم اور اچھی باتیں کیا کرو کیوں کہ سختی سے شیطان باہم عداوت و نفرت پیدا کرا دیتا ہے وہ انسان کا دشمن ہے اور وہ اچھی بات یہ ہے کہ تمہارا رب تم سے خوب واقف ہے اگر چاہیے تم پر مہربانی کرے چاہے عذاب کرے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اچھی بات سے مراد نرمی سے کلام کرنا ہے۔

رب تعالیٰ ہر بات کی مصلحت و حکمت کو خوب جانتا ہے:......پھر حضرت ﷺ کو فرماتا ہے کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں کہ وہ

---

*......یبتغون ای یطلبون الی ربھم الوسیلۃ ای القربۃ و قیل الوسیلۃ الدرجۃ العلیا ایھم اقرب معناہ ینظرون ایھم اقرب الی اللہ فیتوسلون بہ و قال الزجاج ایھم اقرب یبتغی الوسیلۃ ای اللہ تعالیٰ و یتقرب الیہ بالعمل الصالح۔ (از معالم) ۱۲ منہ ف:......بندہ اور اس کے مالک میں جو بڑا رابطہ اور قوی وسیلہ ہے وہ بندے کا نیاز اور عبادت ہے ۱۲ منہ ❶......یعنی کفار و منکرین کو اہر ایک بستی کو ان کی نافرمانی سے قیامت سے پہلے دنیا ہی میں غارت کرے گا یا کسی سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

ہدایت پر آہی جائیں۔ مکہ میں جب یہ آیات نازل ہورہی تھیں تب یہ حال تھا کہ غریب مسلمانوں پر چاروں طرف سے حملہ تھا اور حضرت ﷺ کے وعظ کا گھر گھر چرچا ہورہا تھا۔ مشرکینِ مکہ یہود کے بہکانے سکھانے سے یہ بھی کہا کرتے تھے کیا خدا نے ہدایت کے لیے انہیں غریب مفلس لوگوں کو پسند کرلیا ہے اور پھر ہم سے محمد ﷺ میں کیا فضیلت ہے جو اس پر کتاب اتارتا ہے اور اس کو نبی بنایا ہے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے وَرَبُّكَ اَعْلَمُ . . . الخ کہ ہر ایک بات کی مصلحت وحکمت خدا خوب جانتا ہے آسمان وزمین کی کوئی بات اس سے مخفی نہیں تمہارے حال سے بھی واقف ہے وہ مختار ہے جس کو چاہے فضیلت دے۔ خود انبیاء میں اس نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ داؤد علیہ السلام کو زبور عطا کی۔ داؤد علیہ السلام اور زبور کے ذکر میں یہود کو یہ بات بھی جتلانا مقصود ہے کہ یہ وہی نبی ہے جس کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی کہ جس کو شوکت وسلطنت بھی دی جائے گی۔ مشرکین دلائلِ توحید سُن کر اپنے معبودوں کے فضائل بیان کیا کرتے تھے کہ وہ یوں کر سکتے ہیں اور یہ دے سکتے ہیں اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ اچھا ان کو پکارو تو سہی۔ دیکھیں وہ تمہاری کون سی مصیبت میں کام آتے ہیں۔ مشرکین بیشتر ملائکہ یا انبیاء صالحین کو پوجتے تھے اور انہیں کے نام کی مورتیں بنا رکھی تھیں۔ فرماتا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو ان کا خود یہ حال ہے کہ وہ اپنے رب کے لئے وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اَيُّهُمْ اَقْرَبُ ان میں سے جو زیادہ قریب ہے اس کا یہ حال ہے اوروں کا تو کیا ذکر ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار، عذاب سے ڈرتے ہیں پھر ان کا پکارنا عبث ہے۔ مشرکینِ مکہ اس پر یہ کہتے تھے کہ اچھا اگر یوں ہے تو پھر ہمارے شہر پر خدا بلا (کیوں) نہیں بھیجتا۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ (تمہارے) شہر کی کیا خصوصیت ہے ہر ایک بستی قیامت سے پہلے ہلاک ہوجائے گی اپنے اپنے موقع پر نیک موت سے یا برے عذاب سے۔ یا یہ معنی کہ جن بستیوں کا قیامت سے پہلے ہلاک ہونا لکھا ہے وہ کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں درج ہے اپنے وقت پر ہوگا گناہ کرنے سے ہم جلدی نہیں کرتے، واللہ اعلم۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع ۶

ترجمہ: ..... اور ہم کو ان معجزات کے بھیجنے سے اسی بات نے منع کر رکھا ہے کہ پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا تھا (چنانچہ) ثمود کو ہم نے اونٹنی کا کھلا ہوا معجزہ دیا تھا پھر بھی انہوں نے اس پر ظلم کیا اور یہ نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں تو محض خوف دلانے کو ۵۹ اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے تم سے کہہ دیا تھا کہ تمہارے رب نے سب کو قابو میں کر رکھا ہے اور وہ خواب جو ہم نے تم کو دکھایا اور وہ پیڑ خبیث کہ جس کا قرآن میں ذکر ہے ان سب کو ان لوگوں کے لیے فتنہ ہی بنا دیا اور ہم تو ان کو خوف دلاتے ہیں سو اس سے ان کی اور بھی شرارت بڑھتی جاتی ہے ۶۰۔

ترکیب: ..... ان كذب في موضع رفع فاعل۔ منعنا وفيه حذف مضاف تقديره، الا اهلاك المكذبين ونحن مانريد اهلاک قريش فلذالم نرسل بالآيات المسئولة بها۔

اہل مکہ کا فرمائشی معجزہ کوہِ صفا کو سونے کا بنانے کا مطالبہ

تفسیر: ..... مشرکینِ مکہ جواب سے عاجز آکر یہ بھی کہا کرتے تھے اگر آپ نبی ہیں تو کوہِ صفا کو سونے کا بنا دیں اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹا دیں

تا کہ کھیتی کیا کریں۔اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ وَمَا مَنَعَنَآ . . . الخ کہ ہم یہ بھی کر سکتے ہیں مگر یوں نہیں کرتے کہ پہلی امتوں میں بھی لوگوں نے انبیاء سے سوال کر کے معجزات طلب کیے تھے اور پہلے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر ہماری خواہش کے مطابق معجزہ آئے گا تو ہم ایمان لائیں گے مگر پھر بھی ایمان نہ لائے اور عادتِ الٰہی جاری ہے کہ جو ہٹ کر کے (فرمائشی) معجزات طلب کرتے ہیں اور پھر بھی ایمان نہیں لاتے تو ہلاک ہوتے ہیں چنانچہ قومِ ثمود نے صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا سوال کیا ان کے کہنے کے موافق اونٹنی پیدا ہوئی آخر ایمان نہ لائے بلکہ اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تب ہلاک ہوئے۔اس قسم کے معجزات خطرناک ہوتے ہیں۔چنانچہ فرماتا ہے۔وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا ❶ اور ہم کو اہلِ مکہ کا ہلاک کرنا مقصود نہیں اس لیے ان کی یہ خواہش پوری نہیں کی جاتیں اس تفسیر پر سلف سے خلف تک جمہور مفسرین متفق ہیں۔پھر جو کوئی پادری اس آیت سے یہ ثابت کرے کہ آنحضرت ﷺ سے کوئی معجزہ صادر نہیں ہوا جیسا کہ پادری فنڈر نے کتاب میزان الحق میں لکھا ہے اور پھر اس کی تقلید نیچری مفسر نے کی ہے بڑی غلطی ہے۔الآیات سے بواسطۂ الف لام وہی آیات یعنی معجزات مقصود ہیں کہ جن کا مشرکین سوال کرتے تھے نہ کہ کل۔مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے۔اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔جب مشرکینِ مکہ کی خواہش کے موافق معجزات کے بھیجنے سے صاف جواب ہو گیا تو ان کو اور بھی دلیری ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ نبی نہیں اور ڈرانے بھی لگے اور ظلم و ستم کر کے چاہتے تھے کہ آپ وعظ نہ بیان فرمایا کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی یا یوں کہو اس آیت میں آپ ﷺ کی تسلی کر دی گئی۔وَاِذْ قُلْنَا . . . الخ اور یاد کرو جب کہ ہم تم سے کہہ چکے ہیں کہ تمہارے رب کے قابو میں سب لوگ ہیں تو پھر تمہیں کسی کا کیا خوف ہے آپ بے خوف ہو کر حکمِ الٰہی بیان کیا کریں۔

رؤیا اور شجرِ ملعونہ کی تفسیر:......اس کے بعد وہ آنحضرت ﷺ کی معراج پر اور بھی مضحکہ کرتے تھے کہ ہمارے کہنے سے معجزہ تو دکھایا نہیں گیا آسمانوں پر چلے گئے شبا شب بیت المقدس پہنچ گئے۔جنت و دوزخ دیکھ آئے اور نیز قرآن پر ہنسی کرتے تھے کہ عجب کلام ہے جس میں دوزخیوں کے لیے آگ میں رہنا اور زقوم کا درخت کھانا مذکور ہے (اس پیڑ کو تلخ و بدمزہ ہونے کی وجہ سے شجرۂ ملعونہ کہتے تھے اور قدیم عرب ایسی بری چیزوں کو ایسے ہی الفاظ سے تعبیر کیا کرتے تھے) اس کے جواب میں فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ . . . الخ کہ ہم نے اس رؤیا کو اور اس شجرۂ ملعونہ کو بھی ان کے لیے فتنہ یعنی آزمائش کی چیز کر دیا۔کم عقل بداعتقاد اس پر اعتراض کرتے ہیں۔رؤیا اور شجرۂ ملعونہ سے کیا مراد ہے؟ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب کہ مکہ میں تھے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں مکہ چھوڑ کر ایک نئے شہر میں سکونت پذیر ہوا ہوں وہاں سے میرے دین کو ترقی ہوئی اور عالم میں آفتاب کے نور کی طرح بہت جلد پھیل گیا چوں کہ یہ خواب مکہ میں مشہور ہو گیا تھا اس پر قریشِ مکہ تمسخر کرتے تھے کہ یہی ان کے حق میں فتنہ یعنی گمراہی کا باعث ہو گیا جس کو خدا نے سچا کر دیا۔اور شجرۂ ملعونہ سے مراد زقوم کا پیڑ ہے چونکہ قرآن میں آچکا تھا کہ جہنمیوں کی یہ غذا ہوگا اس پر بھی قریشِ مکہ بہت تمسخر کیا کرتے تھے کہ آگ میں پیڑ ایک خلافِ قیاس بات ہے تو (آپ ﷺ) دیوانے ہیں۔حالانکہ وہ پیڑ بھی آگ کا ہوگا۔اور یوں بھی آگ میں ایک کیڑا رہتا ہے جس کو سمندل کہتے ہیں۔نباتات کیا بلکہ حیوانات بھی آگ میں ہوتے ہیں یہ بھی ان کے لیے فتنہ ہو گیا۔اور ملعونہ اس لیے اس کو کہتے ہیں کہ بدمزہ ہے۔عرب بری چیز کو خبیث اور ملعون کہا کرتے ہیں۔

بعض نے رؤیا سے معراج مراد لی ہے، واللہ اعلم۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ز لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى

❶...... ومانرسل بالآيات المقترحة الاتخويفا لمن ارسلت هى عليهم ممايعقبها من العذاب المستاصل (ابوالسعود)

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ

وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿٦٤﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ

لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾

ترجمہ:......اور (یاد کرو) جب کہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پھر سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے وہ کہنے لگا کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں کہ جس کو تو نے مٹی سے بنایا ﴿٦١﴾ کہا دیکھو تو سہی یہی وہ ہے کہ جس کو تو نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر تو نے مجھے قیامت تک رہنے دیا تو میں بھی بجز تھوڑے سے لوگوں کے اس کی نسل کو قابو میں کر کے رہوں گا ﴿٦٢﴾ فرمایا جا دفع ہو پھر جو ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو ان کی اور تیری سب کی جہنم پوری سزا ہے ﴿٦٣﴾ اور تو اپنی آواز سے جس کو ان میں سے ڈگمگا سکے تو ڈگما دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے بھی چڑھا دینا اور ان کے مال اور اولاد میں بھی سا جھا لگا لینا اور ان سے وعدے بھی کرنا اور شیطان کے وعدے ہی کیا ہیں مگر محض فریب ﴿٦٤﴾ بے شک میرے بندوں پر تو تیرا کچھ بھی قابو نہ چلے گا اور آپ کا رب کارسازی کے لیے بس ہے ﴿٦٥﴾۔

ترکیب:...... هذا منصوب بارأیت الذی نعت له والمفعول الثانی محذوف تقدیرہ تفضیله۔ لاحتنکن جواب لئن۔ طینا منصوب بنزع الخافض ای من طین۔ قال الواحدی لاحتنکن اصله من احتناک الجراد الزرع وهو ان تستاصله باحنا کها ثم استعمل علی الاستیلاء علی شئی، وقیل ماخوذ من حنک الدابة اذا جعل الرسن فی حنکها والحنک ماتحت الذقن ومنه التحنیک۔ الاستفزاز والازعاج والاستخفاف یقال افزہ ای ازعجه واجلب قال الفراء وابو عبیدة من الجلبة وقال الزجاج الاجلاب الجمع ای اجمع علیهم العساکر وقال ابن السکیت الاجلاب الاستعانة ای استعن علیهم بکل ماتقدر والامر للتهدید۔

اہل مکہ کی سرکشی کا سبب

تفسیر:......اب ان کی سرکشی کا سبب بیان فرماتا ہے کہ یہ شیطان کا اثر ہے جو بنی آدم پر چلا آتا ہے اور نیز اس قصے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس طرح شیطان آدم کے مقابلے میں مردود ہوا اب تم جو بنی آدم ہو کر شیطان کے بھکانے سے محمد ﷺ کا مقابلہ کرتے ہو گویا اپنے جد اعلیٰ کی نسل سے نکل کر شیطانی لشکر میں داخل ہوتے ہو جو تمہارے مردود ہونے کا قوی سبب ہے۔ اس مناسبت سے اس قصہ کو یہاں ذکر کیا گو اور مناسبتوں سے یہ قصہ سورۂ اعراف، بقرہ، حجر میں بھی مذکور ہو چکا ہے۔

فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم اور ابلیس کا انکار:......خدا نے آدم کے لیے فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کا حکم دیا۔ سب نے سجدہ کیا۔ شیطان نے سجدہ سے انکار کیا آدم کو کم تر اور اپنے آپ کو بہتر سمجھ کر، اس لیے کہا، ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِیْنًا اس کے بعد خدا تعالیٰ سے کہا

کہ میں اس کی اولاد کو کہ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اپنے قابو میں کرلوں گا اگر تو نے مجھے قیامت تک مہلت دی۔ شیطان کو بنی آدم کی طینت معلوم ہوگئی ہوگی کہ وہ گمراہی کی طرف بہت جلد دوڑیں گے جو اس نے اس زعم سے خدا تعالیٰ کے روبرو حسد میں بھر کر یہ بات کہی اِلَّا قَلِيْلًا اس نے یہ سمجھ کر کہا کہ ان میں کچھ نیک بھی ہوں گے جن پر میرا قابو نہ چلے گا۔ احتناک کے معنی ستیاناس کر دینا۔ کہتے ہیں احتنک فلان ماعند فلان۔ یہ بھی معنی ہیں قابو میں کرلینا لگام دینا۔ ڈھٹی دینا تب یہ حنک الدابۃ یحنکھا سے مشتق ہے مطلب یہ کہ ان کو بالکل قابو میں کرلوں گا۔ ❶ چوں کہ علمِ ازلی میں یہی تھا اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی فرما دیا اِذْهَبْ اچھا کر مگر تیرا اور تیرے متبعین کی کافی سزا جہنم ہوگی اور اس پر اس کو اجازت ❷ دی کہ تو ان کو جس طرح چاہے بس میں کرلینا۔

شیطان کا چند و چیزوں کے ذریعہ انسان کو پھسلا لینا:...... خدا تعالیٰ نے چند چیزیں فرمائیں۔

اول: استفزز (یقال افزاه الخوف و استفزه ای ازعجه و استخفه) بِصَوْتِكَ یعنی اپنی آواز سے انہیں پھسلا لینا۔ شیطان کی آواز دل میں برے خیالات پیدا کرنا ہے۔ بعض کہتے ہیں جس قدر شہوت انگیز آوازیں ہیں راگ باجا، عورتوں کے زیور کی آواز سب شیطانی آواز ہے۔

دوم: وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ان پر اپنا لشکر چڑھا لے جانا سوار بھی اور پیدل بھی۔ شیطان کے سوار اور پیدل یا تو انسانی سوار اور پیدل ہیں جو معصیت میں کوشش کرتے ہیں یا خود اس کے لشکر میں سوار و پیدل ہوں۔ یہ بطور تمثیل کے ہے یعنی خوب زور لگا لینا۔

سوم: وَشَارِكْهُمْ ان کے مال و اولاد میں شریک ہو جانا۔ مال کی شرکت گناہ میں، فضول خرچی میں خرچ کرنا، اچھی باتوں میں صرف کرنے سے روکنا، برے طور سے مال لینا، چوری سے، زنا سے، غصب سے، سود سے، فریب سے، اسی طرح اولاد میں بھی شریک ❸ ہوتا ہے

چہارم: وَعِدْهُمْ شیطانی وعدے۔ دل میں لمبی چوڑی ناجائز آرزوئیں پیدا کرنا، دنیا پر رغبت، آخرت سے نفرت دلانا کہ میاں جو کچھ مزہ ہے یہیں ہے کیسی آخرت؟ اس کے رد میں فرمایا کہ شیطانی وعدے دھوکے کی ٹٹیاں ہوتے ہیں ارمان دل میں ہی رہتے ہیں کہ موت آلیتی ہے۔ اس کے بعد یہ بھی خدا تعالیٰ نے شیطان سے کہہ دیا کہ اِنَّ عِبَادِيْ میرے خالص بندوں پر تیرا کوئی قابو نہ ہوگا اور ان کی کارسازی کے لیے محمد (ﷺ) آپ کا رب کافی ہوگا۔ توفیق و عنایتِ الٰہی ہمیشہ ان کے سر پر سایہ فگن رہے گی۔ اُن کی قوتِ بہیمیہ کا غلبہ نہ ہونے پائے گا۔ اس میں کفار پر تعریض بھی ہے۔

اِنَّ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ
بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا
نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ
بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾

❶...... بس میں کرلوں گا ۱۲ منہ۔ ❷...... یہ اجازت تہدیدی ہے کہ جس طرح چور کو کہتے ہیں کہ تجھ سے جو کچھ ہو سکے کرلے کنڈا کھول دے پھر تو کیا کر سکتا ہے۔ یہ ایک محاورے کی بات ہے ۱۲ منہ۔ ❸...... ناجائز طور سے اولاد حاصل کرنا یعنی زنا سے یہ بھی شیطانی شرکت ہے۔ نیز اولاد کے برے نام رکھنا اس کے ناک کان چھیدنا، اس کے سر پر غیر اللہ کے نام کی چوٹی رکھنا، بیڑیاں پہنانا وغیرہ لک سب شرکتِ شیطانی ہے اسی طرح ان کو معبودوں پر چڑھانا، مارڈالنا، برے کام سکھانا، بھی شرکتِ شیطانی ہے ۱۲ منہ

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ
الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۞٦٩ وَلَقَدْ
كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ
وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۞٧٠ ع

ترجمہ:......تمہارا رب وہ ہے جو دریا میں تمہارے جہاز چلاتا ہے تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو کیونکہ وہ تم پر بڑا مہربان ہے۞٦٦ اور جب کہ دریا میں تم پر کوئی مصیبت آجاتی ہے تو اس کے سوا جس کو تم پکارتے ہو وہ سب کھوئے جاتے ہیں پھر جب کہ وہ تم کو خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو اس سے پھر بیٹھتے ہو اور انسان بڑا ہی ناشکر ہے۞٦٧ پھر کیا تم اس بات سے نڈر ہو گئے کہ وہ تم کو خشکی کی طرف لا کر زمین میں دھنسا دے یا تم پر آندھی کا پتھراؤ بھیج دے پھر (اس وقت) تم کسی کو بھی اپنا مددگار نہ پاؤ۞٦٨ کیا تم کو اس کا بھی خوف نہیں رہا کہ وہ بارِ دگر تم کو پھر دریا میں لوٹا لائے پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہاری ناشکری سے تمہیں غرق کر دے پھر تم کو ہم پر کوئی دعویٰ کرنے والا بھی نہ ملے۞٦٩ اور البتہ بنی آدم کو ہم نے ہی عزت دی ہے اور خشکی اور دریا میں اس کو سوار کیا اور اچھی چیزیں کھانے کو دیں اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو فضیلت عطا کی۞٧٠۔

ترکیب:......الا ایاہ استثناء منقطع وقیل متصل ان یخسف مفعول امنتم کا بکم حال ہے یا یخسف کا صلہ جانب البر مفعول بہ۔ الازجاء السوق والاجراء والتیسر بمعنی راندن۔ الحصب قال ابو عبیدۃ والقبیتی ھو الرمی ریحا شدیدا الحاصبۃ التی ترقی بالحصا الصغار وقال الزجاج الحاصب التراب الذی فیہ حصباء وقیل الحصا حاصب حجارۃ من السماء۔ تارۃ مصدر یجمع علی تیرۃ و تارات والفہا او ویاء القاصف الریح الشدیدۃ التی تکسر بشدۃ من قصف الشئی یقصف من ضرب یضرب تبیعا نصیرا او من یتبعنا بانکار ما نزلنا۔

دلائل توحید

تفسیر:...... یہاں سے پھر دلائلِ توحید شروع کرتا ہے۔ اور مشرکین کی عاداتِ ناپسندیدہ کی برائی اور نیز یہ بات بھی بتلاتا ہے کہ خدا کے احسان یاد رکھا کرو۔ اور پہلے جو فرمایا تھا کہ وہ بندوں کا کارساز ہے اب اس کارسازی کا جو نہایت بے بسی کی حالت میں ظہور پذیر ہوتی ہے اظہار فرماتا ہے۔ ربکم الذی انسان کے اوپر جو کچھ اس کے احسانات ہیں وہ بے انتہا ہیں ان میں سے وہ احسانات موقع بموقع بندوں کو یاد دلا کر اپنا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہونا ثابت کیا کرتا ہے جو ان کے نزدیک زیادہ تر قابلِ التفات ہوتے ہیں اس موقع پر عرب کو ان کے سفر و حضر کے انعامات یاد دلاتا ہے۔ عرب یا دریا میں سفر کرتے تھے یا خشکی میں اور اب بھی یہی حال ہے۔ دریا کا سفر کشتی کے ذریعہ ہوتا ہے خواہ وہ ہوائی ہو خواہ خانی جو اس زمانے میں ایجاد ہوئی ہیں۔ اب سمندر کی ایسی پہاڑ سی موجوں میں ایک تنکے کے برابر یہ جہاز یا کشتی جو مسافروں یا تجارتی مال کو لے کر آتی جاتی ہے اس کو اسی کا ید قدرت چلاتا ہے رَحِیْمًا تک کا یہی مضمون ہے۔

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ یہ وہ حالتِ اضطراب بیان فرماتا ہے جو دریا میں کبھی کبھی پیش آجاتی ہے وہ یہ کہ طوفان میں مبتلا ہو جاتے ہیں سو ایسے موقع پر انسان اپنی فطری قاعدہ سے پھر اسی معبودِ برحق کی طرف التجا کرتا ہے اور سب فرضی معبودوں کو بھول جاتا ہے (مگر جن کی فطرت میں فتور آگیا وہ اس حالت میں بھی اس کی طرف رجوع نہیں کرتے) مگر عرب کے مشرک ایسا نہیں کرتے تھے وہ اس وقت خاص

اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے مگر فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ . . . الخ جب خشکی پر آتے تھے تو پھر جاتے تھے پھر اپنے معبودوں کی طرف رجوع کرتے تھے۔اس بات پر خدا تعالیٰ الزام دیتا ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا کہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام لوگ اس بلا میں مبتلا ہیں مصیبت کا وقت بھول جاتے ہیں جب مصیبت خدا دور کر دیتا ہے اور نعمت دیتا ہے تو بجائے شکریہ کے یہ ناشکری کرتے ہیں کہ فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں بھانڈ رنڈیوں کے ناچ کرتے ہیں۔اب اس بات پر تہدید فرماتا ہے۔اَفَاَمِنْتُمْ . . . الخ کیا تم کو اس بات سے پورا اطمینان ہو گیا کہ اس حالت میں خدا تم پر اور دوسری قسم کی بلا نہیں بھیج سکے گا، زمین میں غرق نہیں کر سکتا یا آسمان سے پتھر نہیں برسا سکتا؟ یا پھر تم کو دریا کا سفر آئے اور پھر تم کو اسی بلا میں پھنسا کر ہلاک کر دے۔بنی آدم کا تو یہ حال ہے کہ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ . . . الخ کہ ہم نے ذات میں، جسم میں، صورت میں، اوصاف میں، علم میں اس کو مخلوقات پر عزت دی وَحَمَلْنٰهُمْ اور دریائی اور خشکی کے سفر میں سواری دی، دریا میں کشتی پر اور خشکی میں اونٹ گھوڑے گاڑی پر سوار ہوتے ہیں اور رَزَقْنٰهُمْ، سفر و حضر میں عمدہ چیزیں کھانے کو دیں، اور اپنی بہت سی مخلوقات پر ان کو بزرگی ❶ بخشی۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ
كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧١﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى
وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿٧٢﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ
عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ
اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿٧٤﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا
تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ
مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ
رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿٧٧﴾ ع

ترجمہ:......(یاد کرو اس دن کو کہ) جس دن ہم ہر ایک شخص کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جن کو ان کی کتاب دائیں ہاتھ میں دی جائے گی سو وہ اپنی کتاب کو (خوشی سے) پڑھیں گے اور ان پر تاگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا ﴿٧١﴾ اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور بہت ہی بڑا گمراہ ثابت ہوگا ﴿٧٢﴾ اور جو کچھ ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے مشرکین آپ کو اس سے بچلانے ہی لگے تھے تاکہ آپ اس کے (قرآن کے) سوا ہم پر کچھ اور بہتان باندھنے لگیں اور جب تو وہ آپ کو ولی دوست بنا لیتے ﴿٧٣﴾ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ کیا ہوتا تو آپ کسی قدر ان کی طرف جھک ہی چلے تھے ﴿٧٤﴾ جب تو ہم آپ کو زندگی اور موت میں دوہرا مزہ بھی چکھاتے پھر آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ

❶......یہی بزرگی تو ہے جو دن بھر حضرت انسان گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں اور بیلوں کو گاڑی میں جوتتے ہیں۔اسی طرح اور چیزوں پر آپ حکومت کر رہے ہیں قوی باطنیہ کے زور سے جن اور فرشتوں سے بڑھ جاتے ہیں ۱۲ منہ۔

ملتا۞ اور وہ تو آپ کو زمین (مکہ) سے دھکیل دینے کو تھے تاکہ آپ کو وہاں سے باہر کریں پھر تو وہ بھی آپ کے بعد بہت ہی کم ٹھیرنے پاتے۞ تم سے پہلے ہم نے جس قدر نبی بھیجے ہیں ان میں ہمارا یہی دستور رہا ہے اور ہمارے دستور میں آپ کچھ بھی فرق نہ پائیں گے۞۔

ترکیب:۔۔۔۔۔یوم ندعوا مفعول اذکر محذوف کا ای اذکر یوم۔۔۔الخ یوم ندعوا نصب باضمار اذکر یا ظرف و لا یظلمون۔

آخرت کے فرق مراتب

تفسیر:۔۔۔۔۔انسانوں کا باہمی فرق مراتب بیان فرما کر آخرت کا فرق مراتب جو حقیقی ہے تفصیل سے بیان فرماتا ہے۔

امام کی تعریف وتفسیر:۔۔۔۔۔یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ یعنی یاد کرو اس دن کو کہ جس دن ہر ایک شخص اپنے پیشوا کے ساتھ بلایا جائے گا۔ 'امام' لغت میں اس کو کہتے ہیں کہ جس کی پیروی اور اقتداء کی جاتی ہے ہدایت میں خواہ گمراہی میں، پس نبی امت کا امام ہے اور خلیفہ رعیت کا۔ اور قرآن مسلمانوں کا امام ہے اور نمازیوں کا امام نماز پڑھانے والا ہے اور اسی طرح انسان کا دلی منشاء جو اس کو نیک یا بد کام پر تحریک کرتا ہے وہ بھی اس کا امام ہے اور اسی طرح گمراہی کے امام ہیں۔ ہر ایک معنی کے لحاظ سے امام سے علماء نے مختلف مرادیں لی ہیں۔ چنانچہ ابو ہریرہ ؓ نبی مراد لیتے ہیں کہ قیامت کو ہر ایک امت ان کے نبی کے نام سے پکاری جائے گی اور اسی طرح آئمہ کفر سے بھی کہیں گے۔ یا امتِ محمد ﷺ، یا امتِ موسیٰ، یا امتِ فرعون وغیرہ ذٰلک۔ پس ہر ایک امت کو اس کے پیشوا کے ساتھ حاضر کیا جائے گا۔ اہلِ جنت کے ساتھ جنت میں اور دوزخی کے ساتھ دوزخ میں جائیں گے۔ ضحاک ؒ کہتے ہیں کہ اس سے مراد کتاب ہے۔ حسن ؒ وابو العالیہ ؒ اعمال مراد لیتے ہیں قتادہ ؒ نامہ اعمال پھر نامہ اعمال کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جن کو دائیں طرف سے ملے گا وہی اس کو خوشی سے پڑھیں گے اگرچہ بائیں طرف والے بھی پڑھیں گے مگر چوں کہ وہ اعمال برے دیکھ کر حسرت و رنج میں ہوں گے خوشی سے نہ پڑھیں گے یہ خوش ہو کر پڑھیں گے در حقیقت انہیں کا پڑھنا ہے۔

آخرت میں محرومی کا سبب:۔۔۔۔۔پھر جو آخرت میں محروم رہیں گے ان کی محرومی کا سبب بیان فرماتا ہے وَمَنْ كَانَ۔۔۔ الخ کہ جو اس دنیا میں اندھا رہا اس نے حق نہ دیکھا صراطِ مستقیم نہ پایا وہ آخرت میں بھی نعماء الٰہی نہ دیکھے گا۔ اندھے ہونے سے مراد دل کا اندھا ہونا ہے نہ کہ ظاہری آنکھوں کا، سو دل کے اندھے وہاں بھی الطاف الٰہی سے اندھے رہیں گے، کبھی خوشی اور حیاتِ ابدی کا منہ نہ دیکھیں گے نہ اس تک پہنچیں گے راہ گم کردہ ہوں گے۔

شانِ نزول:۔۔۔۔۔اس کے بعد دنیا میں دل کے اندھوں نے جو آنحضرت ﷺ کو دوبارہ پھسلانا چاہا تھا سو اس کا بیان فرماتا ہے اول۔ وَاِنْ كَادُوْا۔۔۔ الخ اس کے شانِ نزول میں مفسرین نے مختلف روایتیں لکھی ہیں جن سے (نتیجہ) یہ نکلتا ہے کہ کفار نے آنحضرت ﷺ کو کسی اپنی خواہش پر مجبور کرنا چاہا تھا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا کچھ اور۔ اس پر آپ ﷺ نے قدرِ سکوت کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ کو بہکانا چاہتے تھے اگر آپ بہکتے تو آپ کو ہم دنیا میں و آخرت میں دو چند عذاب دیتے خدا نے آپ کو محفوظ رکھا۔

دوم: وَاِنْ كَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَكَ، اس کا صحیح شانِ نزول یہی ہے کہ مشرکین مکہ کچھ فریب کر کے آنحضرت ﷺ کو ہجرت سے پیشتر مکے سے نکال دینا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نہ نکلے۔ فرماتا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو آپ کے بعد ان کو بھی وہاں زیادہ رہنا نصیب نہ ہوتا۔ انبیاءِ قدیم کا یہی دستور چلا آتا ہے کہ نبی کے نکالنے کے بعد اس قوم کو بھی وہاں امن نصیب نہیں ہوا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ* الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ* الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

ترجمہ:......آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز پڑھا کرو اور نماز فجر پڑھا کرو البتہ فجر کے پڑھنے میں مجمع ہوتا ہے﴿۷۸﴾ اور رات کے ایک حصے میں تہجد بھی پڑھا کرو جو آپ کے لیے فائدہ مند ہے امید ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا﴿۷۹﴾ اور دعا کیا کرو کہ اے رب مجھے خیر سے (مدینہ میں) داخل کرا اور خیر ہی سے نکال (مکہ سے) اور میرے لیے اپنی طرف سے غلبہ و شوکت عطا کر﴿۸۰﴾ اور (اے رسول) ان سے کہہ دو کہ حق (اسلام) آ گیا اور باطل (کفر) مٹ گیا بے شک باطل مٹ ہی جانے والا تھا﴿۸۱﴾ اور قرآن میں ہم وہ چیزیں نازل کر رہے ہیں جو ایمان داروں کے لیے شفاء اور رحمت ہیں اور ناانصافوں کو تو اس سے اور بھی نقصان زیادہ ہوتا جاتا ہے﴿۸۲﴾۔

ترکیب:......الی غسق... الخ متعلق ہے اقم کے قرآن الفجر معطوف ہے الصلوٰۃ پر یا اس کا نصب علی الاغراء ہے ای علیک قرآن الفجر۔ نافلہ مصدر بمعنی تہجد ای تنفل نفلا و فاعلہ ھنا مصدر کالعافیۃ مقاماً منصوب ہے ظرف ہو کر۔

نماز پنجگانہ اور ان کے اوقات

تفسیر:......اَقِمِ الصَّلٰوةَ۔ الٰہیات و معاد و نبوت کے مباحث کے بعد طاعت الٰہی کا حکم دیتا ہے اور نیز شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری اور قیامت میں نامۂ اعمال کے دیے جانے اور کفار کا حضرت ﷺ کی طرف قصد بد کرنے کا اور آپ ﷺ کو محفوظ رکھنے کا ذکر کر کے وہ عمل تعلیم فرماتا ہے جو شیطان کی گمراہی اور بندے کی ناشکری کی رسوائی سے اور کفار کے فریبوں سے بچاوے (یعنی نماز) اور نیز تیرہ حکموں کی تکمیل نماز کے بغیر ممکن نہیں۔ یہی وہ عمل ہے کہ جو انسان کی روح اور قویٰ ملکیہ کو روشنی دے کر بندے کو دارِ آخرت کا مشتاق کرتا ہے۔ تمام تفسیریں متفق ہیں کہ اس آیت میں نمازِ فرض مراد ہے یعنی نماز پنج گانہ۔ مگر دلوک کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور نخعی و مقاتل اور ابن حبان و ضحاک و سدی کہتے ہیں غروب آفتاب مراد ہے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما و ابن عمر رضی اللہ عنہ و جابر رضی اللہ عنہ و عطاء و مجاہد و حسن اور اکثر تابعین بلکہ جمہور اس کے معنی دن ڈھلنے کے لیتے ہیں یہ لفظ دونوں معنوں کے لیے آیا ہے اخیر معنی بہت قرین قیاس اور مناسب مقام ہے۔ اس تقریر پر جیسا کہ امام زہری کہتے ہیں یہ معنی ہوں گے کہ دن ڈھلنے سے شب کی سیاہی ہونے تک نماز قائم

* الدلوک الدلک ایک جگہ سے ٹلنا چونکہ ٹلنے میں ہاتھ ایک جگہ نہیں ٹھہرتا اس لیے اس کو دلک کہتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کے معنے غروب کے بھی لیے ہیں کیونکہ اس میں بھی ٹلنا ہے مگر یہاں زوال ہی کے معنی مراد ہیں اور اسی کو جمہور نے اختیار کیا ہے۔ * اس میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء چار نمازیں آ گئیں پانچویں صبح کی نماز قُرْاٰنَ الْفَجْرِ میں مذکور ہوئی۔ ۱۲ منہ

کر۔ پس اس میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء چار نمازیں آ گئیں اور صبح کی نماز چونکہ ایک مہتم بالشان نماز تھی اس لیے اس کو قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے بیان فرمایا۔

نماز تہجد کا حکم:......اور چونکہ آنحضرت ﷺ پر نمازِ تہجد بھی فرض تھی (گو ابتداء اسلام میں امت پر بھی فرض تھی جیسا کہ سورۃ مزمل میں ہے) مگر امت پر نماز پنج گانہ سے فرضیت جاتی رہی استحباب رہ گیا جیسا کہ اخیر سورۂ مزمل سے سمجھا جاتا تھا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (اس لیے آپ کو فرمایا و من الیل . . . الخ کہ رات میں تہجد بھی پڑھو) نَافِلَةً لَّكَ، زیادۃ لک یعنی یہ نماز تم پر زائدہ ہے یا یہ معنی کہ اس کا تم کو زائد نفع ہے۔ اس لیے کہا آپ ﷺ معصوم ہیں گناہ سب بخشے گئے اب اس کا نفع ترقی درجات و مزید تقربات کا آپ ﷺ کو ہے۔ برخلاف امت کے کہ وہ گناہوں سے پاک نہیں اس کے بدلے میں ان کے گناہ معاف ہوں گے۔

مجاہد و قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں نَافِلَةً کا لفظ حضرت ﷺ کے لیے بھی نفل رہ جانے پر دلالت کرتا ہے مگر آپ ﷺ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ یہاں تک رات کو عبادت و نماز میں کھڑے رہتے تھے کہ پائے مبارک ورم کر آئے تھے چنانچہ ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ قیامِ شب سے آپ ﷺ کے پاؤں ورم کر آئے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کے گناہ معاف کیے گئے ہیں پھر آپ ﷺ اس قدر مشقت کیوں اٹھاتے ہیں؟ فرمایا اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا۔ کیا میں اس کی شکر گزاری نہ کروں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

تہجد کی کیفیت:......صحیح احادیث میں آنحضرت ﷺ کی نمازِ تہجد کی پوری کیفیت مذکور ہے کہ کبھی آدھی رات کے بعد اٹھ کر وضو کر کے نماز میں مصروف ہوتے۔ دو دو رکعت کی نیت باندھتے کبھی کبھی چار چار کی۔ اخیر میں وتر پڑھتے صبح صادق سے قدرے پہلے۔ اور کبھی دو رکعت پڑھ کر پھر لیٹ جاتے پھر اٹھ کر دو رکعت پڑتے۔ اسی طرح رات گذار دیتے تھے۔ پھر اس کی کیفیت اور درد و سوز کا تو کچھ بیان ہی نہیں ہو سکتا کہ جو آنحضرت ﷺ کو نماز میں ہوتا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری اور دل سے عشقِ الٰہی کا دھواں اٹھتا تھا جس کا اثر نہ صرف گھر کے لوگوں پر پڑتا تھا بلکہ عرب اور عجم پر بھی پڑا۔ تہجد کی نماز تمام انبیاء و صالحین کا قدیم دستور ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی شب کو نماز پڑھتے یادِ الٰہی کرتے تھے ان کے پاک باز حواریوں کا یہی دستور رہا ہے بعد میں یہ آزادی و بے قیدی پیدا ہو گئی پھر یورپ کے ملحدوں نے اس کو اور بھی ترقی دی، افسوس۔

امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نمازِ تہجد رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ چار چار نفلوں کی نیت باندھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔ اور ایک روایت میں تیرہ رکعت بھی آئی ہیں چنانچہ مالکؒ نے اس کو زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فوائد: غسق کی تعریف و تفسیر:......(۱) غَسَقِ الَّيْلِ رات کی سیاہی اور اندھیرا۔ قال الکسانی غسق اللیل غسوقاً الغسق بفتح السین۔ اسم جس کے معنی سیلان کے ہیں۔ کہتے ہیں غسقت العین تغسق جب کہ آنکھ پانی سے بھر جائے۔ بہنے والے کو غاسق کہتے ہیں۔ اس لیے جہنمیوں سے جو پیپ بہے گی اس کو غساق کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نافع بن ازرق نے اس کے معنی پوچھے فرمایا رات کا اندھیرا چھا جانا۔ ازہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب شفق غائب ہو جائے غَسَقِ الَّيْلِ پایا گیا۔

(۲) قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے مراد:...... نمازِ صبح ہے کبھی جز سے کل تعبیر ہوا کرتا ہے اس لیے نماز کو کبھی رکوع کبھی سجود کبھی تسبیح کہتے ہیں۔ نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے خصوصاً صبح کی نماز میں اس کا زیادہ تر اہتمام ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو قُرْاٰنَ الْفَجْرِ سے تعبیر کیا۔

پھر قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کی نسبت فرماتا ہے اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ مشہود کے معنی حاضر کیا گیا۔ یا جس کے پاس لوگ جمع ہوں یا گواہی دیا گیا ان کے معنی کے لحاظ سے اس کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں اور سب ٹھیک ہیں۔ ایک گروہ مفسرین کہتا ہے کہ صبح کی نماز میں ملائکہ رحمت آتے ہیں اور جمع ہوتے ہیں اور رات کے فرشتے جو انسان کے محافظ اور اس کے اعمال کے نگران رہتے ہیں صبح کو جاتے ہیں اور دن کو آتے ہیں اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اور نمازوں کی نسبت صبح کی نماز میں صالحین زیادہ جمع ہوتے ہیں کیوں کہ اس وقت کاروبار دنیا بھی کم ہوتا ہے فرصت کا وقت ہوتا ہے اور نیز خوابِ شیریں سے بیدار ہو کر خدا پرستوں کی جماعت میں شامل ہونا اور خدا سے دعا مانگنا اس کی نعمتوں کا شکریہ بجالانا بڑی عبادت ہے جس کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اس جماعت کے لوگوں کے لیے ملائکہ خدا کے آگے جا کر ان کے حاضرِ دربار ہونے کی گواہی دیا کرتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ یہ نماز اس کے کمال وقدرت کی شہادت ہے کیوں کہ رات کا جانا دن کا آنا ظلمتِ شب کا دور ہونا نور کا ظہور ہونا، انسان جو عالمِ خواب میں اس جہان سے غافل تھا اس کا بیدار ہونا گویا خوابِ عدم سے بیدار ہونا صبح کو اٹھنا حشر کا نمونہ ہے۔ اس لیے بالخصوص اس نماز کو جماعت سے ادا کرنا اور اس میں زیادہ قرآن پڑھنا جس کے سننے کو ملائکہ حاضر ہوتے ہیں مسنون اور امرِ مؤکد ہے۔

نمازِ تہجد کی تعریف وتفسیر:......(۳) تہجد شب اخیر کی نماز کو کہتے ہیں۔ فَتَهَجَّدْ بہ ای بالقرآن کما قال قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا الیٰ قولہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا۔ ہجود لغت میں سونے کو کہتے ہیں اور ہاجد سونے والا چوں کہ یہ نماز سو کر پڑھی جاتی ہے اس لیے اس کو تہجد کہتے ہیں۔ اور مصلی باللیل کو ہاجد ومتہجد کہتے ہیں۔ نمازِ تہجد کا وقت باتفاق جمہور علماء آدھی رات کے بعد سے لے کر صبح صادق تک ہے۔ غالباً اول شب میں انسان سوجاتا ہے پھر بیدار ہو کر یہ نماز پڑھتا ہے۔ اس میں یہ شرط نہیں کہ ضرور اول شب میں سوئے اور جو نہ سوئے گا تو نمازِ تہجد نہ ہوگی۔

آپ ﷺ کو بالخصوص نمازِ تہجد کا حکم دینے کی وجہ (اللہ تعالیٰ) بیان فرماتا ہے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کہ خدا تعالیٰ عنقریب آپ کو شافعِ محشر بنا کر مقامِ محمود پر کھڑا کرنے والا ہے۔ یہ وہ کرامت وعزت ہے جو بنی آدم میں بجز آنحضرت ﷺ کے اور کسی کو نصیب نہیں اس لیے سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ پر عبادت اور شب کا سوز وگداز بھی فرض ہوا۔

دلا بسوز کہ سوزے تو کارہا بکند	☆	دعائے نیم شبی دفع صد بلا بکند

مقامِ محمود:.......... مقام محمود یحمدہ القائم فیہ و کل من عرفہ وھو منطلق فی کل مقام یتضمن کرامۃ (بیضاوی) یعنی مقامِ محمود وہ عمدہ جگہ ہے کہ جہاں کھڑا ہونے والا اور اس کو جاننے والا اس کی حمد اور تعریف کرے۔ مطلقاً مقامِ محمود ہر عزت کی جگہ کو کہتے ہیں۔ مقام کو محمود اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کی حمد کی جاتی ہے۔ گو حمد اختیاری خوبیوں پر ہوتی ہے اور مقام کی خوبیاں اختیاری نہیں لیکن یا تو شرط اختیاری ہر جگہ نہیں یا حمد بمعنی مدح ہے یا یہ کہ وہ محمود فیہ ہے یعنی اس جگہ حمد کی جاتی ہے وہاں کھڑے ہونے والے کی یا کھڑا ہونے والا خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی شفاعتِ کبریٰ:......عرفِ شرع میں مقامِ محمود سے اس آیت میں کہ جہاں آنحضرت ﷺ کو کھڑا کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے باتفاق تمام مفسرین وہ مقام مراد ہے کہ جہاں حضرت ﷺ قیامت کے روز عاصیوں (گناہگاروں) کے لیے شفاعت کرنے کو کھڑے ہوں گے جس روز کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء نفسی نفسی کہیں گے، اور کسی کو مجال نہ ہوگی کہ شفاعت کی کرسی پر بیٹھے صحیح بخاری ودیگر کتب حدیث میں جو مختلف راویوں سے مروی ہے شفاعتِ کبریٰ کے بیان میں

یوں وارد ہے کہ قیامت کے روز لوگوں پر سختی ہوگی تو آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے مگر وہ عذر کریں گے یہاں تک کہ یکے بعد دیگر سب انبیاء اولوالعزم کے پاس آئیں گے ابراہیم، موسیٰ، داؤد علیہم السلام مگر سب ہی تو عذر کریں گے اور کہیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے خدا نے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیے آج بجز ان کے اور کوئی اس لائق نہیں۔ تب وہ میرے پاس آ کر مجھ سے درخواست کریں گے پھر میں خدا تعالیٰ کے پاس جا کر اس کے آگے سجدہ میں گر پڑوں گا اور بہت عرصہ تک سجدہ میں حمد و ثنا کرتا رہوں گا۔ حکم ہوگا اے محمد! سر اٹھا قل تسمع و اشفع تشفع و سل تعط کہ کہہ تیرا کہا سنا جائے گا شفاعت کر کہ تیری شفاعت قبول ہوگی، مانگ دیا جائے گا تب میں اس (اللہ تعالیٰ) کی ثنا و صفت کر کے شفاعت کروں گا۔ پھر ایک تعداد معین ہوگی کہ وہ جہنم سے میری شفاعت سے نکلیں گے۔ بار دگر پھر آ کر اسی طرح سجدہ میں کروں گا۔ پھر اسی طرح حکم ہوگا، پھر ایک جماعت کثیر بخشی جائے گی۔ الغرض اسی طرح تین بار کروں گا کہ پھر تو وہی جہنم میں رہ جائیں گے کہ جو مطابق قرآن کے جہنم کے لیے سدا سدی (ہمیشہ ہمیشہ) کے لیے مقرر ہو چکے ہیں یعنی کافر و مشرک۔

کہ دارد چنیں سید پیش رو	☆	نماند بعصیاں کسے در گرو

ذکر و نماز کا حکم:...... پہلے فرمایا تھا کہ وہ تم کو مکہ سے نکالنا چاہتے ہیں اس کے بعد فرمایا کہ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ نماز پڑھا کرو ان جاہلوں کی باتوں کی طرف التفات نہ کرو اللہ آپ کا حامی و ناصر ہے۔ اب پھر اس واقعہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس لیے فرماتا ہے یعنی اصلی کام ہے یعنی نماز و عبادت اس کو بجالاؤ، اس سے غافل نہ رہو دین و دنیا میں اس سے سرسبزی اور برتری ہے۔

نبی علیہ السلام کی دُعا اور دار الخلد:...... رہا مکہ سے نکلنا اور قریش کا اس بات کے درپے ہونا یہ ایک امرِ مقدر ہے جس پر قضاء و قدر نے اسلام کی ترقی وابستہ کر رکھی ہے اس کے لیے اے نبی یہ دعا کیا کرو وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ یعنی تو اے اللہ مجھے مکہ سے سچائی سے نکال کہ پھر میرے دل میں حب وطن نہ رہے اور ان مشرکوں کی طرف سے پھر تکالیف برداشت نہ کرنی پڑیں اور نیز اس سچائی کے ساتھ نکالنے سے یہ مراد ہے کہ خاص تیرے ہی لیے اور تیری ہی راہ میں ہجرت ہو کسی دنیاوی غرض اور کسی جرم پر جلا وطنی نہ ہو۔ اور مدینہ میں مجھے سچائی سے داخل کر۔ اور چونکہ اس دین کا تمام دنیا پر پھیلنا ٹھہر چکا ہے۔ اور پردیس میں قوت ہی نہیں رہتی اور نیز مدینہ کے متصل کسریٰ و قیصر کی حکومتیں اور دیگر قبائل شریر و سرکش بھی ہیں اس لیے یہ بھی دعا کرو، وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا کہ مجھے اپنے ہاں کی قوت و شوکت بھی عطا کر چنانچہ آنحضرت ﷺ کو جب مدینہ میں حسب بشارت زبور خدا تعالیٰ نے وہ قوت و شوکت عطا کی جس سے دنیا میں آسمانی سلطنت قائم ہوئی۔ اور کسریٰ و قیصر کو مٹا دیا گیا کوئی شخص اللہ کے دین کے مقابل نہ ہو سکا۔ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ... الخ میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مجھے دنیا سے سچائی کے ساتھ نکال اور دار خلد میں سچائی کے ساتھ داخل کر اور یہ بھی معنی ہے خاص بشریہ سے نکال کر خواص ملکیہ میں داخل کر، وغیر ذٰلک من الاسرار۔

حق کا آنا اور باطل کا مٹنا:...... آنحضرت ﷺ کی دعا قبول فرما کر ارشاد فرماتا ہے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کہ اب تاریخی کفر و بدکاری کا زمانہ گیا، نور و صداقت کا زمانہ آ گیا۔ حق سے مراد اسلام ہے اور باطل سے کفر و بت پرستی و دیگر قبائح جو دنیا میں مروج تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے پاس جو تین سو ساٹھ بت رکھے تھے ان میں سے جس کی طرف لکڑی سے یہ آیت پڑھ کر اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گر پڑتا تھا۔ فرماتا ہے کہ یہ باطل کا مٹنا اور حق کا آنا قرآن کے سبب سے ہے جس کو ہم نازل کر رہے ہیں وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ... الخ کہ جس میں ایمان داروں کے لیے امراضِ باطنیہ و

ظاہر یہ سے شفا ہے اور ان کے لیے رحمت ہے اور بے انصافوں کو اس سے اور بھی نقصان ہوتا ہے۔ جوں جوں وہ انکار کرتے ہیں خسارہ بڑھتا جاتا ہے۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿٨٣﴾

ع قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿٨٤﴾

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٥﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ

عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾

ترجمہ:......اور جب ہم انسان پر کرم کرتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا اور اکڑنے لگتا ہے اور جب اس پر مصیبت آتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے ﴿٨٣﴾ کہہ دو ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے پھر آپ کے رب ہی کو خوب معلوم ہے کہ کون راہِ راست پر ہے ﴿٨٤﴾ اور آپ سے (ماہیت) روح ف کی بابت سوال کرتے ہیں (سو) کہہ دو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو جو علم دیا گیا ہے تو بہت ہی تھوڑا ہے ﴿٨٥﴾ اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ آپ کی طرف وحی کیا ہے (قرآن) اس کو اٹھا لے جائیں پھر تو آپ کو اس کی بابت کوئی ہم سے مطالبہ کرنے والا بھی نہ ملے گا ﴿٨٦﴾ مگر یہ صرف آپ کے رب کی رحمت ہے (جو ایسا نہیں کرتا) بے شک اس کی آپ پر بڑی عنایت ہے ﴿٨٧﴾۔

ترکیب:...... ناٰ بالف بعد الهمزة أى بعد عن الطاعة و يقرء بهمزة بعد الالف و فيه و جهان احدهما هو مقلوب نأى والثاني هو بمعنى نهض۔ الا رحمة مفعول لہٗ والتقدير حفظناه عليك للرحمة من ربك رحمۃ کی صفت یا حال۔

انسان ناشکرا اور نااُمید ہو جاتا ہے

تفسیر:......قرآن سے ان ظالموں کو زیادہ خسارہ ہونے کا یہ سبب نہیں کہ قرآن میں کوئی نقص ہے بلکہ یہ سبب ہے کہ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ...الخ انسان کی جبلی عادت ہے کہ جب اس پر انعام الٰہی ہوتا ہے دولت و راحت ملتی ہے تو بجائے شکر گزاری و فرماں برداری کے اکڑنے لگتا ہے متکبر ہو جاتا ہے نبی اور خدا تعالیٰ کی کتاب کو نہیں مانتا اس لیے خسارہ میں پڑتا ہے اور جب مصیبت آتی ہے تو بجائے

ف:......روح کو ایک گروہ عقلاء صرف یہی کہتا ہے کہ وہ خون کی لطیف بھاپ ہے جس کے زور سے ذی روح کی کل چل رہی ہے جب وہ نہیں تو سب کام بگڑ جاتا ہے اس ذی روح کے مرنے کے بعد پھر کچھ بھی باقی نہیں رہتا چنانچہ یورپ کے دہری اور مادی لوگ اسی کے قائل ہیں اس لیے وہ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد ان پر نہ کوئی ثواب ہے نہ کوئی عذاب ہے کیونکہ وہ باقی تو رہی نہیں اگرچہ یہ خیال محض مغالطہ ہے جس کی غلطی کا اب یورپ کے حکماء پر بھی انکشاف ہوتا چلا ہے کیونکہ ایک جماعت حکماء قائل ہوگئی ہے کہ مرنے کے بعد روح ایک نورانی پیکر میں جو جسم اول سے مناسبت رکھتا ہے قائم رہتی ہے۔ ہم کو پہلی باتیں سب یاد رہتی ہیں وہ رنج و راحت بھی پاتی ہے۔ حکماء یونان کا بھی یہی خیال ہے اور اکثر اہلِ ادیان بھی اسی کے قائل ہیں۔ جزئیات احوال روح میں البتہ بڑا اختلاف ہے ہنود کا ایک گروہ اس کو قدیم ذاتی کہتا ہے اسی طرح اس کی بقا کی بابت بھی کلام ہے بعض ابدی ذاتی کہتے ہیں آریہ وغیرہ بعض زمانہ دراز تک بقا مانتے ہیں۔ ہنود یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک بدن کو چھوڑ کر سزا و جزا بھگتنے کے لیے دوسرے جسم میں آتی ہے اور اس علم عنصری کے میدان میں ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے ان کے نزدیک گویا یہی علم قدس ہے۔ اسلام نے قرآن و حدیث میں روح کے متعلق دوسرے عالم میں ثواب و عذاب کی بہت تصریح فرمائی اور اصل حالات سے آگاہ کیا ہے ۱۲۔

صبر کے ناامید ہو جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس پر بھی انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ ہر ایک نیک و بدخواہ وہ کسی طریق پر کیوں نہ ہو مہلت دیتا ہے اس لیے آنحضرت ﷺ کو حکم دیتا ہے قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ . . . الخ۔ کہہ دو ہر ایک ہم میں سے اور تم میں سے اپنے اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے کیے جائے لیکن ان میں سے دراصل کون نیک ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے مرنے کے بعد معلوم ہو جائے گا۔

اہل کتاب کے تین سوال:...... من جملہ اسباب خسران کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ قرآن مجید پر ہمیشہ بیہودہ نکتہ چینیاں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک بار باہم مشورہ کیا کہ یہود اہلِ کتاب ہیں ان سے دریافت کر کے کوئی ایسی بات محمد ﷺ سے پوچھنی چاہیے کہ جس کا جواب نہ آسکے اس لیے یہود سے دریافت کیا انہوں نے کہا تین باتیں پوچھو اگر ان میں سے دو کا بھی جواب دے دیا تو جاننا کہ نبی ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ تین باتیں بتلائیں اول روح کی بابت سوال کرو، دوم اصحابِ کہف کا حال پوچھو، سوم ذی القرنین کا حال پوچھو کہ وہ کون تھا اور کہاں کہاں گیا اور اس نے کیا کیا؟

روح کیا ہے؟:...... سب سے اول وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ . . . الخ یہ انہوں نے روح کی بابت سوال کیا۔ فرماتا ہے کہ اے نبی آپ سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں وہ کیا ہے۔ چونکہ یہ بیکار سوال تھا، اور نیز حقائقِ اشیاء بالخصوص روح کی حقیقت کا ادراک کما ہی ان کے فہم و استعداد سے باہر تھا اس لیے جواب میں فرمادیا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ کہہ دو روح ایک امرِ رب ہے اس کے حکم سے بنی ہے حادث ہے قدیم ذاتی نہیں نہ وہ خدا ہے نہ اس کا کوئی جزو ہے بلکہ از قسم مخلوق ہے جس پر اور مخلوق کی طرح خدا کو اختیار و قدرت ہے۔ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ سے یہ سب باتیں سمجھی جاتی ہیں اس قدر علم کافی ہے جواب شافی ہو گیا باقی رہا اس کی حقیقت کا ادراک کلی سو روح کا تو کیا اور بھی لاکھوں چیزوں کا انسان کو ادراک کلی نہیں، خاک، پانی کی بھی حقیقت پوری نہیں بتلا سکتے کیوں کہ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا کہ تم کو اے انسان یا اے سوال کرنے والوں کو حقائق الاشیاء سے ادراک کا بہت ہی کم حصہ ملا ہے۔ روح کی حقیقت میں حکماء کا مباحثہ چلا آتا ہے اور ہر ایک قوم نے دور از کار خیالی گھوڑے دوڑائے ہیں اور اب تک بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ بھلا عرب کے جاہلوں سے بجز اس قدر جواب کے اور کیا کہا جاتا۔ اب اس بات کے ثبوت کے لیے کہ پیغمبر علیہ السلام جو کچھ فرماتے ہیں وہ الہام اور وحی کے ذریعے سے، ان کی خانہ ساز اس میں کوئی بات بھی نہیں۔ فرمایا جاتا ہے وَلَئِنْ شِئْنَا . . . الخ کہ اگر ہم چاہتے تو قرآن مجید کو جو سر چشمۂ علوم ہے محو کر دیتے مگر ہمارا فضل ہے جو ایسا نہیں کیا یعنی یہ ہماری طرف سے ہے جس کے اٹھا لیے جانے پر ہم قادر ہیں۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ
لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ
وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ

عَلَیْنَا کِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ
زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا
نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع ۱۰

ترجمہ:......(اے نبی) کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن بنالانا چاہیں (تو ایسا قرآن) نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کی پشتی ہی پر کیوں نہ ہوں ﴿۸۸﴾ اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر ایک قسم کی مثال بھی کھول کھول کر بیان کر دی پر اس پر بھی اکثر لوگ انکار کیے بغیر نہ رہے ﴿۸۹﴾ اور کہہ دیا کہ ہم تمہیں ہرگز نہ مانیں گے جب تک کے ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دو ﴿۹۰﴾ یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو کہ پھر تم اس میں سے نہریں پھاڑ کر نکالا کرو ﴿۹۱﴾ یا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا نہ گرا دو یا تم اللہ اور فرشتوں کو روبرو نہ لا کھڑا کر دو ﴿۹۲﴾ یا تمہارے لیے کوئی سنہری مکان نہ ہو یا تم آسمان میں نہ چڑھ جاؤ اور ہم تو تمہارے منتر کو ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر کوئی ایسی کتاب نازل نہ کرا دو کہ جس کو ہم خود پڑھ لیا کریں کہہ دو سبحان اللہ میں کیا ہوں مگر ایک آدمی اس کا بھیجا ہوا ﴿۹۳﴾۔

ترکیب:......لایأتون جواب لئن ای جواب قسم محذوف دل علیه اللام الموطئة ولو لاهی لکان جواب الشرط بلا جزم لکون الشرط ماضیا، بیضاوی۔

قرآن میں کیا خوبیاں ہیں

تفسیر:......من جملہ ان باتوں کے کہ جن سے قرآن مجید پر اعتراض کیا کرتے تھے ایک یہ بات بھی تھی کہ وہ کہتے تھے کہ اس قرآن میں کون سی خوبی ہے؟ اگر چاہے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ہے کہ قرآن کی بابت فرمایا تھا کہ وہ ہماری طرف سے ہے اگر ہم چاہیں تو واپس لے جائیں پھر تمام مخلوق مل کر بھی زور لگائے تو ایسا قرآن نہ بنا سکے کما قال قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ . . . الخ کہ تم کیا اگر تمہارے ساتھ تمہارے وہ جن بھی شریک ہوں کہ جن سے تم مدد مانگا کرتے ہو اور جن کے ذریعہ سے تمہارے کاہن غیب کی باتیں بتلا کر بڑے بڑے دعوے کیا کرتے ہیں وہ بھی شریک ہوں تو اس کا مثل نہ بنا سکیں گے۔ بلاغت و فصاحت کے معجزہ کے علاوہ اس میں روح کو زندہ کرنے والی انسان کے دل پر چوٹ مارنے والی اور سب علومِ الٰہیہ کے متعلق وہ وہ باتیں ہیں کہ جن کو کوئی نہیں بتا سکتا۔ مقدمہ تفسیر میں اس مسئلہ کی خوب شرح ہو چکی ہے۔

شانِ نزول:......ابن اسحاق و ابن جریر نے سعید یا عکرمہ کے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں یوں بھی نقل کیا ہے کہ سلام بن مشکم چند یہود کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارا قبلہ ترک کر دیا اور یہ قرآن توریت کے برابر نہیں ایسا ہم بھی کہہ سکتے ہیں پھر آپ کا اتباع کیوں کر کریں؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ شیبہ و عتبہ ربیعہ کے بیٹے اور ابوسفیان اور ولید بن المغیرہ و ابوجہل وغیرہ ہم کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر تو خدا کا سچا رسول ہے تو مکہ خشک جگہ ہے یہاں کوئی پانی کا چشمہ جاری کر دے یا کوئی ایسا تر و تازہ باغ انگوروں اور کھجوروں کا لگا دے کہ جس میں سے بڑی نہریں چلا کریں جیسا کہ عراق و شام میں ہے یا تو جیسا کہتا ہے کہ قیامت کو آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرے گا تو اس کا کوئی ٹکڑا ہم پر ابھی گرا دے یا ہمارے سامنے اللہ اور فرشتوں کو لا کہ ہم ان کو آنکھ سے دیکھیں

اوران سے پوچھیں کہ محمد (ﷺ) کوتم نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یا کوئی سونے چاندی کا بنا ہوا مکان موجود کر کے دکھادے یا تو ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے کوئی لکھی ہوئی کتاب لا کہ جس کو ہم پڑھ لیں تب تو ہم تجھے مانیں گے ورنہ ہم تجھے نہیں مانتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ . . . الخ اس میں تعلیم کردی کے ان سے کہہ دو سبحان اللہ! یہ کیا لغو باتیں ہیں تم نے کیا مجھ کو قادر مطلق سمجھ لیا ہے یا مجھے اس بات کا دعویٰ ہے تا کہ پھر تمہارے کہنے سے یہ باتیں کردوں۔ میں تو آدمی ہوں خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا ہاں رسول ہوں احکام پہنچانے والا ہوں۔ قرآن کو رقیہ یعنی منتر بتلایا۔ ان پہلی باتوں کو اگر یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو یہ تمہارے جادو منتر کا اثر سمجھا جائے گا بلکہ آسمان سے ہمارے اوپر بھی کوئی کتاب اترو اکہ ہم خود اس کو پڑھ لیں۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًۢا بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ﴿٩٦﴾ وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ عُمْیًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا ﴿٩٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ﴿٩٨﴾ ربع

ترجمہ:......اور لوگوں کو ایمان لانے سے جب کہ ان کے پاس ہدایت آگئی صرف یہی بات مانع آئی کہ کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ﴿٩٤﴾ (اے نبی) کہہ دو اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی رسول بنا کر بھیجتے ﴿٩٥﴾ اور کہہ دو میرے اور تمہارے درمیان اللہ بس ہے گواہی کے لیے کیونکہ کے وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا دیکھتا ہے ﴿٩٦﴾ اور جس کو اللہ ہدایت دے وہ ہی ہدایت پر ہے اور جن کو وہ گمراہ کرے پھر ان کے لیے اس کے سوا تم کو کوئی چارہ گر نہ ملے گا اور ہم ان کو قیامت کے دن منہ کے بل ـ اندھے گونگے بہرے کر کے چلائیں گے ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب آگ بجھنے لگے گی تو ہم اور بھڑکا دیں گے ﴿٩٧﴾ یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہہ دیا کہ جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا پھر نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائیں جائیں گے؟ ﴿٩٨﴾

ترکیب: ......الا ان قالوا جملہ فاعل منع فی الارض خبر کان ملائکۃ موصوف یمشون ذی الحال مطمئنین حال سب اسم نزلنا

ـ:......چنانچہ ترمذی ﷫ نے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے قیامت میں تین طور سے لوگ چلیں گے ایک پاپیادہ، دوم سوار ہو کر، سوم منہ کے بل۔ پوچھا منہ کے بل کیونکر چل سکیں گے؟ فرمایا جس نے پاؤں کے بل چلایا کیا وہ منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟ ۱۲ منہ

جواب لو۔

مشرکین کے نبوت سے متعلق ایک شبہ کا رد

تفسیر:......عرب کے مشرکوں اور کافروں کا نبوت میں ایک یہ بھی بڑا شبہ تھا کہ نبی تو ہم جیسا ہی انسان ہے رسالت اور نبوت کے لیے تو ہم سے بالاتر اشخاص ہونے چاہیے جو کھانے پینے زن وفرزند کے جملہ علائق سے پاک وصاف ہوں اور وہ فرشتے ہیں۔خدا نے اگر اپنے پیغام پہنچانے تھے تو فرشتوں کو رسول بنا کر کیوں نہ بھیجا۔یہی ایک بات ان کے دل میں کھٹکتی تھی جس سے وہ ایمان نہیں لاتے تھے۔شبہ کا جواب دیتا ہے وَمَا مَنَعَ النَّاسَ . . . الخ کہ رسول تو اس قوم کا شخص ہونا چاہیے کہ جس کی طرف وہ بھیجا جاتا ہے کیونکہ ان کے تمام مفاسد اور موجود خرابیوں کو جن کی اصلاح کے لیے یہ بھیجا گیا ہے یہی خوب جان سکتا ہے اور نیز باہم موانست غیر جنس سے ممکن نہیں اور رسول کے لیے یہ بات ضروری ہے جس پر ہدایت کا مدار ہے۔اور نیز فرشتے بھی آتے تو انسان کی صورت میں ہی ہو کر آتے تا کہ ان سے کلام کریں دکھائی دیں سو ان پر بھی شبہ ہوتا کہ جانے یہ کون ہیں؟ اس لیے فرماتا ہے لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ . . . الخ کہ اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے تو ان کے پاس البتہ فرشتے رسول ہو کر آتے۔اس کے بعد فرمایا کہہ دو میری رسالت کی خدا گواہی دے رہا ہے سو یہ کافی ہے رہی ہدایت سو یہ اس کے ہاتھ میں ہے جس کو وہ چاہتا ہے وہی ہدایت پر آتا ہے اور جس کو ازل سے گمراہی نصیب ہے اس کو کون ہدایت کر سکتا ہے نہ انسان نہ فرشتہ مگر ان گمراہوں کا حشر میں یہ حال ہوگا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ . . . الخ کہ وہ منہ کے بل جائیں گے اندھے گونگے بہرے ہوں گے۔

منہ کے بل چلنا:......محاورہ ہے سرنگوں اور ذلیل ہو کر چلنے سے ان کے دنیا میں تکبر کرنے کے بدلے میں۔اور حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیونکہ اللہ اس طرح چلانے پر بھی قادر ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے۔دوزخیوں کا اور آیات سے دیکھنے والا سننے والا کہنے والا ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہاں اس کے خلاف ہے پس اس کے بہرے اندھے گونگے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ خوشی کی چیزیں دیکھنے میں نہ آئیں گی نہ سننے میں نہ کہنے میں۔یا یہ حالت ان کی ابتداء حشر کے وقت ہو پھر حساب کے وقت یہ قوتیں دی جائیں۔فرماتا ہے یہ سزا ان کے کفر وانکار حشر کے سبب سے ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ
مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٩٩﴾ قُلْ
لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَاۗىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ
ع وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿١٠٠﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ
اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّىْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿١٠١﴾ قَالَ
لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَاۗىِٕرَ ۚ وَاِنِّىْ

●......قتور للفقہ برعیال تنگ کردن ۱۲ صالی۔

لَاَظُنُّکَ یٰفِرۡعَوۡنُ مَثۡبُوۡرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنۡ یَّسۡتَفِزَّهُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ فَاَغۡرَقۡنٰهُ

وَمَنۡ مَّعَهٗ جَمِیۡعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِهٖ لِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اسۡکُنُوا الۡاَرۡضَ

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَۃِ جِئۡنَا بِکُمۡ لَفِیۡفًا ﴿۱۰۴﴾

ترجمہ:......کیا وہ نہیں جانتے کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بنایا ہے وہ ان جیسے اور بھی بنا سکتا ہے اور ان کے (بار دگر پیدا کرنے کے لیے) اس نے ایک میعاد مقرر کر دی ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں اس پر بھی ظالم انکار کیے بغیر نہ رہے ﴿۹۹﴾ کہہ دو اگر میرے رب کی رحمت کے خزانے تمہارے ہاتھ میں ہوتے تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے تم ان کو بند کر کے ہی رکھتے اور انسان بڑا ہی تنگ دل ہے ﴿۱۰۰﴾ اور البتہ موسیٰ کو ہم نے نو نشانیاں کھلی ہوئی دی تھیں ❶ پھر بنی اسرائیل سے بھی پوچھ دیکھو جب کہ موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے کہہ دیا کہ اے موسیٰ میں تو تجھے جادو کا مارا ہوا جانتا ہوں ﴿۱۰۱﴾ (موسیٰ نے) کہا یہ تو تجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ (معجزات) آسمانوں اور زمین کے مالک ہی نے لوگوں کے سمجھانے کو اتارے ہیں اور میں تو اے فرعون تجھ کو ہلاک ہوا جانتا ہوں ﴿۱۰۲﴾ پس اس نے چاہا کہ ان کو زمین سے اُکھیڑ دے تب تو ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں سب کو ڈبو دیا ﴿۱۰۳﴾ اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ (اب) زمین پر (آرام سے) بسو پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔ ﴿۱۰۴﴾

ترکیب:...... انتم مرفوع ہے فعل محذوف سے جس کی تفسیر تملکون سے اذا لامسکتم جوابِ لو۔ خشیۃ منصوب ہے مفعول لہٗ امسکتم کا ہوکر۔ ھؤلاء اشارہ ہے ایات کی طرف۔ الثبور الھلاک والخسران ان یستفزھم ای یقتلھم ویستاصلھم جمیعا ای فرعون ھذا الزمان ومن کان معہٗ فی عسکرہ لا جمیع القوم۔

منکرین حشر کے شبہ کا جواب

تفسیر:...... منکرِ حشر تعجب سے کہتے تھے کہ جب ہڈیاں ہو کر چورا چورا ہو جائیں گے بھلا پھر کیونکر بارِ دگر زندہ ہوں گے۔ اس شبہ کا جواب مختلف طور سے قرآن میں دیا گیا ہے۔ یہاں اپنی قدرت کاملہ کے اثبات سے دیتا ہے اور مسئلہ نبوت کے بعد اسی مناسبت سے مسئلہ حشر میں کلام ہوتا ہے۔ فقال اَوَلَمۡ یَرَوۡا ۔ کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ نے زمین اور آسمان کو بنایا ہے پھر کیا وہ قادر تم کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا اس پر بھی وہ ظالم نہیں مانتے اس کے بعد دوسری دلیل بیان فرماتا ہے جس سے حشر کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے اور نبوت کا بھی جس میں پہلے سے کلام تھا۔ فقال لَوۡ اَنۡتُمۡ کہ ان سے کہہ دو آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں دیکھو ہماری کیسی فیاضی ہے کہ ان کو وجود اور ان کے اندر کے رہنے والوں کو شب و روز بے شمار چیزیں عطا کرتے ہیں پھر مرنے کے بعد دوبارہ وجود عطا کرنا نعماء باقیہ دینے کے لیے ہماری فیاضی سے کیا بعید ہے۔ تم اپنے حال پر قیاس کرتے ہو ہاں تمہاری فطرت میں یہ بخل ہے کہ اگر تمہارے ہاتھ میں رحمت کے خزانے بھی آ جائیں تو تم اس خوف سے کہ مبادا کم ہو جائیں صرف کرنے سے ہاتھ روکو بند کر کے رکھو اور ہمارے ہاں کس چیز کی کمی ہے ہماری

---

❶ ...... ترمذی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ دو یہودیوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو وہ نشانیاں کون سی دی تھیں آپ ﷺ نے جواب شافی دیا ان کو بیان کر دیا انہوں نے ہاتھ پاؤں چوم لیے اور کہا تو بے شک نبی ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ ان نشانیوں سے مراد جو یہود نے پوچھی تھیں احکامِ عشرہ تھے جو توریت میں موجود ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرک نہ کرو ...... الخ۔ اور یہاں تو معجزات مراد ہیں ۱۲ منہ

فیاضی ہمارے خزائن میں کمی نہیں کرتی نہ کسی فعل کے کرنے سے ہماری قوت کم ہوتی ہے۔ اپنے حال پر ہم کو قیاس نہ کرو۔

مسئلہ نبوت کا ثبوت:......اس طور پر ہے کہ ہم فیاض ہیں انسان کی روحانی اور دار آخرت کی تعلیم کے بارے میں ہماری قدیم فیاضی ہے دیکھو وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ . . . الخ موسیٰ کو ہم نے نو نشانیاں یعنی معجزات عطا کیے تھے (ید) بیضا وغیرہ اس سبب سے پھر موسیٰ اور فرعون کے قصہ کا بار دیگر ذکر کرنے کا موقع آیا اور اس ذکر میں اشارہ ہے کہ محمد ﷺ کچھ نئے رسول نہیں ہیں جو تم کہتے ہو فرشتہ رسول کیوں نہ ہوا ان سے پہلے رسول موسیٰ ہو چکے ہیں چوں کہ تم ان سے معجزات ایمان لانے کے لیے نہیں مانگتے بلکہ محض عناد و سرکشی سے، سو یہ ہماری عادت نہیں ورنہ ہم نے پہلے موسیٰ کو کیا نو معجزے کھلے کھلے نہیں دیے تھے۔ اور جس طرح تم محمد (ﷺ) سے مقابلہ کرتے ہو یہ بھی کچھ نئی بات نہیں موسیٰ سے فرعون اور اس کے سرداروں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ پھر دیکھو کیا انجام ہوا کہ سب غرق ہوئے اور بنی اسرائیل کو زمین شام پر بسنے کا حکم ہوا چنانچہ وہ بسے اور حاکم ہوئے اشارہ ہے کہ جس طرح اس جبار سے چشمۂ نبوت بند نہ ہو سکا تم سے بھی نہ ہو سکے گا اور اسی طرح اس نبی کے پیرو بھی ملک کے مالک ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی پیشین گوئی کے مطابق جیسا کہ توریت استثناء کے اٹھارہویں باب میں ہے حضرت ﷺ سے کمال مشابہت ہے اس لیے موسیٰ کا ذکر آیا اور نیز مکہ والے یہود سے پوچھ کر سوال کرتے تھے، اس لیے ان باتوں کی تصدیق کے لیے فرمایا فسئل بنی اسرائیل کہ ان سے ہی پوچھ دیکھو۔ اس کے بعد اصل قصے کو تمام کرتا ہے کہ فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ لو اب آرام سے زمین پر بسو، ملک میں پھیل کر عافیت سے رہو۔

(القرآن)
وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۱۰۵ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ
لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝۱۰۶ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝۱۰۷
وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝۱۰۸ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ
(السجدۃ ۴) وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝۱۰۹ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۱۰ وَقُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ
(ع ۱۲) مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝۱۱۱

ترجمہ:......اور ہم نے اس (قرآن) کو سچائی سے نازل کیا اور وہ سچائی ہی سے نازل ہوا اور اس کو جو ہم نے بھیجا ہے تو خوشی اور ڈر سنانے کو ۝۱۰۵ اور قرآن کے پارے پارے ہم نے اس لیے کیے کہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر سنا دیں اور اسی لیے اس کو تھوڑا تھوڑا نازل بھی کیا ہے ۝۱۰۶ کہہ دو تم اس پر

ایمان لاؤ یا نہ ایمان لاؤ (مگر) جن کو اس سے ❶ پہلے سے علم دیا گیا ہے تو جب ان کو قرآن پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۱۰۷ اور کہتے ہیں پاکی ہے ہمارے رب کو بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۱۰۸ اور منہ کے بل (سجدے میں) گر کے روتے جاتے ہیں اور وہ ان کو عاجزی میں اور بڑھاتا ہے۱۰۹ کہہ دو اللہ کو پکارو خواہ رحمٰن کو پکارو جس نام سے پکارو سب اسی کے عمدہ نام ہیں اور اپنی نماز نہ تو چلا کے پڑھا کرو اور نہ چپکے سے ہی پڑھو بلکہ درمیانی طریقہ اختیار کرلو۱۱۰ کہو سب خوبیاں اللہ کو سزاوار ہیں نہ جس نے کوئی اولاد جنائی اور نہ اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ اس لیے کہ وہ کمزور ہے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۱۱۱۔

ترکیب:...... لفیفاً حال ہے ضمیر کم سے ای جمیعا و قرانا منصوب بفعل مقدر ای اقرانک قرآنا و قیل مضمر یفسرہ ما بعدہ وھو فرقناہ بالتخفیف عند الجمھور و قرئ مشددا یکون حال من یخرّون۔

وعدۂ آخرہ کی تفسیر

تفسیر:......فَاِذَا جَآءَ . . . الخ مگر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ سے بعض کہتے ہیں وہ دوسرا وعدہ مراد ہے جس کا ذکر سورۃ میں تھا یعنی تم دوبارہ سرکشی کرو گے اور دوبارہ تم پر آفت آئے گی۔ اب یہاں بتلایا جاتا ہے کہ بربادی کے بعد تم کو پھر ہم ایک جگہ جمع کریں گے چنانچہ بابل کی اسیری کے بعد پھر بنی اسرائیل مجتمع ہوئے بعض مفسرین کہتے ہیں یہاں سے جداگانہ کلام مسئلہ حشر کی بابت شروع ہے وہ کہتے تھے کہ جب ہڈیوں کا چورا ہو جائے گا ہم کیوں کر زندہ ہوں گے۔ اس کے جواب میں فرماتا ہے کہ جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو تمہارے مختلف اجزاء کو جمع کر کے لے آئیں گے اور تم تو کیا تمہارے اگلے پچھلوں کو بھی سمیٹ لے آئیں گے۔

قرآن کا سچائی کے ساتھ نزول:......وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ . . . الخ یہاں سے پھر ان کے شبہات کا جواب ہے جو وہ قرآن مجید کی بابت کیا کرتے تھے۔ اس قرآن کو سچائی سے ہم نے نازل کیا ہے کسی اور نے نہیں نہ اس کو محمد (ﷺ) نے آپ بنالیا ہے اور سچائی ہی سے نازل ہوا ہے نہ اس میں کوئی بات غلط اور نہ جھوٹ ہے اور نہ اس کے نازل ہونے میں کوئی آمیزش وہم وشیطان ہوئی ہے پھر جو ایسی کتاب کو بھی نہ مانے تو وہ محض بدنصیب ہے۔ اے پیغمبر آپ ایسے بدنصیبوں، ازلی اندھوں پر کیا غم کھاتے ہیں وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا آپ کو تو صرف ہم نے اسی لیے بھیجا ہے کہ نیکوں کو ان کی حیاتِ ابدی کا مژدہ (خوشخبری) سنا دیں اور بدوں (برے لوگوں) کو ان کے انجامِ بد سے ڈرا دیں۔

قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے کی وجہ:......اور اس قرآن کو ہم نے یک بارگی (ایک ہی مرتبہ میں) اسی لیے نازل ▬ نہیں کیا کہ ان پر بار نہ ہو جائے بلکہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ خود ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اس مصلحت سے نازل کیا ہے کہ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ . . . الخ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر ان کی حاجات وضروریاتِ دینیہ کا لحاظ کر کے سنا دیں، یکبارگی نازل کرنے میں یہ بات کہاں عرب کے لوگ بیشتر بے پڑھے لکھے تھے یکبارگی اتنی بڑی کتاب کی ان سے محافظت بھی نہ ہوسکتی لامحالہ اس میں تحریف و تبدیل ہو جاتی اور نیز ان کو تدریجاً نیکی کی طرف لانا مصلحت اور اثر پذیر تھا۔ سب احکام کی دفعۃً تعمیل کا حکم دینا ان پر شاق ہو جاتا نہ اور حضرات انبیاء علیہم السلام پر آگے بھی جو کچھ کتابیں اور صحیفے نازل ہوئے اس کے یہی معنی ہیں کہ حسب ضرورت عباد وقتاً فوقتاً الہام ہوا اس کو جمع

❶ اہل کتاب کے باانصاف اور باعلم لوگ جن کو نبی آخر الزماں ﷺ کا مبعوث ہونا کتب سابقہ سے معلوم تھا ان کا یہ حال تھا کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو خوف خدا سے روتے اور سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ یہ نجاشی حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ۔ ▬:...... قرآن کے یکبارگی نازل نہ ہونے کی وجہ ۱۲۔

کرلیا وہ ایک کتاب یا صحیفہ ہو گیا یہ نہیں کہ لکھی لکھائی کوئی کتاب آسمان پر سے نبی پر آپڑی ہو یا فرشتہ نے لا کر دی ہو جیسا کہ مشرکین طلب کرتے تھے۔ تھوڑا تھوڑا الہام ہونے میں یہ مصلحتیں ہیں۔ اس پر یہ شبہ کرنا کہ اور مصنفوں کی طرح سوچ سوچ کر تصنیف کرتے تھے، محض نادانی ہے کیوں کہ ایک بار لکھی ہوئی کتاب آنے میں تو اور بھی صدہا شبہات پیش آتے۔ اور نیز الہام کے معنی بھی پائے نہ جاتے کیونکہ الہامی وہ حالت ہے کہ بشر بشریت کے خواص سے علیحدہ ہو کر ملکیت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائے اور حجاب جسمانی اٹھ جانے کے بعد یا بذریعہ ملکِ مقرب کہ جس کو ناموس اکبر کہتے ہیں یا بلا ذریعہ اسی نبی کے دل پر صرف مطالب مع الفاظ القاء ہوں۔

ان شبہات کا جواب دے کر آنحضرت ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے اور شانِ بے نیازی بھی ظاہر فرمائی جاتی ہے قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا . . . الخ کہ آپ ان سے کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، تمہارے ایمان لانے سے اس کی شان نہیں بڑھ جانے کی اور تمہارے ایمان نہ لانے سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آئے گا تم جاہل بے عقل ہو۔ ہاں جو اہلِ علم ہیں جن کو پہلے سے علم دیا گیا (یعنی کتاب جیسا کہ زید بن عمرو بن نفیل اور سلیمان و ابوذر وغیرہم جو انبیاء سابقین کی خبروں کی وجہ سے منتظر تھے کہ کب آخری نبی آتا ہے۔ یا یہ مراد کہ جن کی روحانیت میں ازل سے علم و ادراک ودیعت رکھا گیا ہے) وہ اس کی بے انتہا خوبیاں دیکھ کر اس پر ایمان ہی لاتے ہیں اور جب اس کو سنتے ہیں تو روح کو حرکت دینے والے مضامین سن کر رو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور سجدے میں اللہ کی تسبیح کرکے کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے رب نے قرآن میں (خصوصاً دارِ آخرت کی بابت) وعدے کیے ہیں وہ قطعاً ہو کر رہیں گے اور یہ کیفیت ان کی قرآن کے سننے سے اور زیادہ ہوتی ہے، وَيَزِيْدُهُمْ القرآن خشوعًا و تضرعا لربهم۔ اعتبار ان کا ہے اور جو ازلی گمراہ ہیں انہوں نے نہ مانا تو کیا ہمیشہ ازلی بدنصیب انبیاء کی کتابوں کا انکار ہی کرتے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

سجدۂ تلاوت اور عبادت کا طریقہ تعلیم:...... اس آیت کو سن کر سجدہ کرنا چاہیے۔ اس جگہ علماء کے نزدیک سجدہ واجب ہے۔ قرآن نازل کرنے اور نبی کے مبعوث کرنے سے مقصود اصلی اللہ کی عبادت ہے اور عبادت کا لب لباب ہے جس میں بندہ اپنے مالک کے آگے دل سے گریہ وزاری کرتا ہے کبھی زمین پر سر نیاز رکھتا ہے کبھی ہاتھ اٹھاتا ہے، کبھی دل کو اس کی طرف لگا کر مراقبہ کرتا ہے اور زبان سے بھی کلمات حمد وثناء باری ذکر کرتا جاتا ہے اس مجموعہ کو شرع اسلام میں نماز کہتے ہیں۔ اس کے ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس کا طریقہ بھی تعلیم فرماتا ہے۔

دعا میں لفظ اللہ و رحمٰن کے استعمال میں کوئی حرج نہیں:...... فقال قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ . . . الخ کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو خواہ اللہ کے لفظ سے دعا کرو یا رحمان کے، اللہ کہو یا رحمٰن کہہ کر دعا مانگو جس نام سے اس کو پکارو گے سب اس کے اچھے نام ہیں۔ اللہ کے نام میں جو اسم ذاتی ہے اس کے جلال و جبروت کی تجلی ہے محض ذات کی طرف بلا لحاظ صفات متوجہ ہونا اعلیٰ درجے کے عرفاء کا مرتبہ ہے اور یہ مشکل ہے اور یہ مرتبہ نصیب نہ ہو تو اس کی صفات کے ساتھ اس کو پکارو۔ اور صفات میں صفت رحمت تمہارے حال کے زیادہ تر مناسب ہے اور لفظ رحمٰن سے وہ زیادہ سمجھی جاتی ہے اس لیے جس طرح لفظ اللہ عرب میں اسی کے لیے مخصوص تھا اسی طرح لفظ رحمٰن بھی بلا اضافہ اسی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس جملے کی بابت ایک روایت بھی مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ یا اللہ یا رحمٰن کہہ رہے تھے مشرکین میں سے کسی نے یہ اعتراض کیا کہ ہم کو تو دو خداؤں کی عبادت سے منع کرتے ہیں آپ دو کے نام پکار رہے ہیں اور کسی نے یہ کہا رحمٰن جو یمامہ میں کاہن ہے اس کو پکارتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ سب اللہ ہی کے نام ہیں اس کے ہر نام سے اس کو پکارو۔ یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان حمقاء کے جواب میں یہ آیت پڑھی ہو جس کو نازل ہونے سے تعبیر کر دیا گیا۔

رب تعالیٰ کے صفاتی نام

خدا تعالیٰ کے باعتبار اس کی صفات کے بہت سے نام ہیں جیسا کہ ترمذی نے روایت کی ہے۔

اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن، الرحیم، المالک، القدوس، السلام، المؤمن، المھیمن، العزیز، الجبار، المتکبر، الخالق، الباری، المصور، الغفار، القھار، الوھاب، الرزاق، الفتاح، العلیم، القابض، الباسط، الخافض، الرافع، المعز، المزل، السمیع، البصیر، الحکم، العدل، اللطیف، الکبیر، الحکیم، العظیم، الغفور، الشکور، العلی، الکبیر، الحفیظ، المقیت، الحسیب، الجلیل، الکریم، الرقیب، المجیب، الواسع، الحلیم، الودود، المجید، الباعث، الشھید، الحق، الوکیل، القوی، المتین، الولی، الحمید، المحصی، المبدی، المعید، المحی، الممیت، الحی، القیوم، الواجد، الماجد، الواحد، الصمد، القادر، المقتدر، المؤخر، الاول، الآخر، الظاھر، الباطن، الوالی، المتعالی، البر التواب المنعم، العفو، الرؤوف، مالک الملک ذوالجلال والاکرام، المقسط، الجامع، الغنی، الضار، النافع، النور، الھادی، البدیع، الباقی، الوارث، الرشید، الصبور، الستار۔

یہ ننانوے نام ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی نام قرآن و احادیث سے ثابت ہیں جیسا کہ رب العٰلمین المبین۔

انسان کی فطری عادت ہے کہ جس کو اس نے نہ آنکھ سے دیکھا ہو نہ ہاتھ سے چھوا ہو نہ زبان سے چکھا ہو نہ ناک سے سونگھا ہو جب کبھی خیال کرتا ہو تو اس کو انہیں چیزوں پر قیاس کرتا ہے جو اس کے دیکھنے میں آئی ہیں لیکن یہ ادراک ناقص خدا تعالیٰ اور اس کی صفات تک بھی نہیں پہنچتا۔ اس لیے عوام اپنی خیالی صفات اس میں ثابت کر کے ان صفات سے اس کو موسوم کرنے لگتے ہیں۔ اور درحقیقت وہ صفات اس کے لیے عیب اور اس کے تقدس کے منافی ہوتے ہیں اس لیے اسماء کے ساتھ حسنیٰ کی قید بھی اس آیت میں بڑھا دی گئی کہ اچھے نام اور ناموں کا اچھا ہونا اس کے اوصاف حمیدہ کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے فرمانے پر موقوف ہے۔ اس لیے اہل اسلام کے علماء متفق ہیں کہ خدا پاک کے نام توقیفی ہیں یعنی اس قدر ناموں سے اس کو موسوم کرنا چاہیے جو شرع سے ثابت ہیں ان کے علاوہ اور ناموں سے پکارنا ممنوع ہے۔

ہاں اگر اس کے اسماء مبارک عربی کے سوا اور زبانوں میں وہی نام ہیں جو اس کے ان اسماء حسنیٰ کا ترجمہ ہیں تو شاید ان سے پکارنے کی یا ان کے اطلاق کرنے کی اس پر بوقت ضرورت اجازت ہو جیسا کہ فارسی کا لفظ خدا جو اللہ کا ترجمہ ہے علماء اسلام اس کا استعمال کرتے آئے ہیں۔ اس کے بعد اس کے ناموں سے کس طرح پکارا جائے اس کا بھی ذکر کرتا ہے۔

آداب حمد و ثناء و عبادت:......فقال وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا کہ نہ نماز پکار کر پڑھو نہ آہستہ بلکہ درمیان درمیان۔ مگر اس میں کلام ہے صلوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ جلالین وغیرہ تفسیروں میں یوں لکھا ہے بقراءتك فيها فيسمعك المشركون فيسبوا القرأن ومن انزله کہ مراد یہ ہے کہ نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے (جس کا بیشتر حصہ دعا ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ) اس کو نہ پکار کر پڑھ کہ مشرکین سن کر گالیاں دینے لگیں نہ آہستہ بلکہ درمیان درمیان۔ اور اس تفسیر کی بخاری کی روایت بھی تائید کرتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا یہ سبب ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مخفی رہتے تھے مگر جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو قرآن کو بلند

آواز سے پڑھتے تھے جس کو سن کر مشرکین آنحضرت ﷺ اور قرآن اور اس کے نازل کرنے والے کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ ❶

اور بخاری کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ابن جریر نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کو دعا کے باب میں نازل ہونا بتلایا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں دونوں روایتوں میں خلاف (اختلاف) نہیں۔ کیونکہ دعا سے وہی دعا مراد ہے جو نماز کے اندر ہے چنانچہ ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی تصریح بھی کر دی ہے۔ الحاصل نماز میں جو قرآن پڑھا جاتا ہے یا اور کچھ ادعیہ وغیرہ اس کو متوسط درجہ کی آواز سے پڑھنا چاہیے۔

بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ سب نمازوں کو مخفی آواز میں پڑھو جیسا کہ صبح اور مغرب وعشا کی نماز کیوں کہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے، کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا ظہر وعصر کی نماز پس بعض کو آہستہ سے پڑھو۔

اس کو آیت اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اور وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ سے منسوخ کہنا غلطی ہے۔

حمد باری تعالیٰ کا حکم:......اس کے بعد حمد کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس آیت میں اپنا اوصاف رزیلہ سے پاک ہونا بھی بتلاتا ہے، بقولہ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ . . . الخ کہ ستائش اللہ کو زیبا ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے جیسا کہ مشرکین ونصاریٰ کہتے ہیں، نہ اس کا خدائی میں کوئی شریک ہے، جیسا کہ لوگوں کا انبیا واولیا وملائکہ وصالحین وغیرہم کی نسبت خیال ہے۔ نہ اس کو کسی کی مدد واعانت کی حاجت ہے جیسا کہ مشرکین اپنے معبودوں کو اس کا کارکن سمجھتے ہیں اور اس کی بڑائی بہت بڑھ کر بیان کرو وہ سب بری باتوں سے پاک و برتر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا سبحان اللہ بکرۃً واصیلا۔ کس لطف کے ساتھ کلام تمام کیا ہے۔ سبحان اللہ۔

الحمد للہ سورۂ بنی اسرائیل کے اختتام کے ساتھ دوسری جلد مکمل ہوئی

---

❶..... ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ میں پوشیدہ رہتے تھے اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن مجید کو پکار کر پڑھتے مشرکین سن کر قرآن کو اور اس کے نازل کرنے والے کو اور جو اس کو لے کر آیا سب کو گالیاں دیتے تھے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی کہ نہ تو اپنی قرآن کو بلند آواز سے پڑھ کہ مشرکین سن کر گالیاں بکیں نہ آہستہ تر کہ تیرے اصحاب کو بھی سنائی نہ دے اس کے درمیان درمیان پڑھ۔ اس روایت کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے ۱۲ منہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہٗ اللہ متخلص بہ حقانی مایہ ناز عالم دین اور محدث تھے۔ حدیث کی ترویج و اشاعت میں آپ کا کردار نا قابل فراموش ہے۔ آپ کی شخصیت ہند و پاک کی مستند اور نہایت قابل احترام تسلیم کی جاتی ہے اور آپ کی دینی، مذہبی، تجدیدی اور تصنیفی کارنامے مشہور و معروف ہیں، آپ کی تصانیف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ اور ہر دور میں ارباب تحقیق آپ کی بصیرت، علمی کمال، تحقیقی ذہانت، اور روحانی کمالات کا اعتراف کرتے آئے ہیں۔ ان ہی علمی خدمات میں سے ایک تفسیر فتح المنان بھی ہے جو کہ تفسیر حقانی کے نام سے معروف و مشہور اور آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

تفسیر کی نمایاں خصوصیات

اس تفسیر میں روایت کو کتاب حدیث سے اور درایت کو اس فن کے علماء محققین سے جمع کیا گیا ہے، اُردو میں اصل مطلب قرآن کو واضح کیا گیا ہے، شانِ نزول میں روایتِ صحیحہ نقل کی گئی ہیں، آیات احکام میں اول مسئلۂ منصوصہ کو ذکر کر کے پھر اختلاف مجتہدین اور ان کے دلائل کی وضاحت کی ہے، اعراب کی مختلف وجوہ میں سے جو مصنف کی نگاہ میں قوی تھی اس کا ذکر کیا گیا ہے، معانی اور بلاغت کے متعلق نکات قرآنیہ بھی تفصیلاً ذکر کیے ہیں، کوئی حدیث بغیر سند کتب صحاح ستہ وغیرہ کے نہیں لائی گئی، قصص میں جو کچھ روایت صحیحہ یا کتب سابقہ سے ثابت ہے یا خود قرآن میں جو کچھ وارد ہے اس کو بیان کر دیا ہے، آیات میں ربط پر خاص توجہ ہے، مخالفین کے شکوک و شبہات جس قدر تاریخی واقعات یا مبداء و معاد کی بابت کئے جاتے ہیں، سب کا جواب الزامی اور تحقیقی دیا گیا ہے اور نفس ترجمہ میں تفسیر کو قوسین کے درمیان لایا گیا ہے، تکرار، رطب و یابس اور کسی خاص مذہب کی تائید میں غلو سے اجتناب ہے اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد قرآن مجید کی حقانیت کو واضح کیا گیا ہے، بائبل اور دوسری مذہبی کتابوں سے تقابلی مطالعہ اس تفسیر کا خاص موضوع ہے اور یہ تفسیر سلف کی عمدہ تفاسیر کا لب لباب اور عطر ہے۔

نیز ہر ایک آیت کے مشکل الفاظ کے معانی صوفیائے کرام کے فیوضات و ملفوظات اور تصوف کے اسرار و نکات کی باریکیاں آیات کی تفسیر کے ضمن میں بیان کی ہیں۔ اس تفسیر کے ساتھ ہی مقدمۃ القرآن میں علامہ حقانی رحمہٗ اللہ نے تفسیر کی وہ تمام خوبیاں اور فوائد لکھ دیئے ہیں جن کا جاننا ہر مفسرِ قرآن کے لیے ضروری اور ہر تفسیر پڑھنے والے کے لیے لابدی ہے اور آخر میں جغرافیۃ العرب ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں تاریخی مقامات کے نقشے اور قرآن شریف میں ذکر کیے ہوئے شہروں کے حالات درج ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مطالبِ قرآن کے سمجھنے میں کافی مدد ملتی ہے

دارالاشاعت کراچی اپنے روایتی معیار کے مطابق اس تفسیر کو آج کل کی ضرورت کے تحت تفصیلی عنوانات سے آراستہ کر کے اور کچھ الفاظ کی تسہیل وغیرہ کے اضافہ کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی کو قبول و منظور فرما کر ذخیرۂ آخرت و نجات کا سبب بنائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail : sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsolir.com

تفسیر حقانی

DIU-00974